سلسلہ مطبوعات نولکشور اکیڈیمی لکھنؤ

دیوانِ امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ

مکمل و مستند مجموعۂ دواوین خسرو

ترتیب و تہذیب

ڈاکٹر انوار الحسن

استاذ شعبۂ علوم مشرقیہ، لکھنؤ یونیورسٹی



ناشر

برائے نولکشور اکیڈیمی

راجہ رام کمار بکڈپو وارث نولکشور بکڈپو لکھنؤ

سلسلہ مطبوعات نولکشور اکیڈیمی، لکھنؤ

دیوان امیر خسرو دہلوی

مرتبہ

ڈاکٹر انوار الحسن

ناشر

راجہ رام کمار بکڈپو (وارث) نولکشور بک ڈپو

سن طباعت ——— ١٩٦٧ء

تعداد اشاعت ——— اشاعت اول ——— ایک ہزار

قیمت مجلد ——— اٹھائیس روپیہ

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
(۱)	نذر خلوص	۵
(۲)	تعارف	۹
(۳)	مقدمہ	۱۱
(۴)	تقریظ	۳۵
(۵)	دیباچہ	۳۸
(۶)	ساقی نامہ	۴۲
(۷)	غزلیات	۷۹
(۸)	قصائد	۱۲۱
(۹)	قطعات	۱۵۶
(۱۰)	رباعیات	۱۶۳

نذرِ خلوص

محترم ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی

پروفیسر و صدر شعبۂ فارسی و اردو لکھنؤ یونیورسٹی

کی خدمت میں

(ڈاکٹر) انوار الحسن
شعبۂ علوم مشرقیہ عربی فارسی
لکھنؤ یونیورسٹی

۱۶ اکتوبر
۱۹۶۷ء



دانی کہ ہستم در جہاں من خسروِ شیریں زباں
گر نائی از بہرِ دلم، بہرِ زبانِ من بیا

شبیہ حضرت امیر خسرو دہلوی



دانی کہ ہستم در جہاں من خسرو شیریں زباں
گر نائی از بہر دلم بہر زباں از من بیا

تعارف

سعدئ ہند حضرت خسرو دہلوی کا مکمل مجموعۂ غزلیات مع قصائد، قطعات و رباعیات پیش نظر ہے۔ حضرت خسرو کا نام محتاج تعارف نہیں۔ اس سے قبل یہ مجموعہ "کلیات دواوین خسرو" کے نام سے نولکشور پریس لکھنؤ نے متعدد بار شائع کیا لیکن اب عرصہ سے کمیاب تھا اور ضرورت تھی کہ ایک اچھا اور مستند ایڈیشن شایع ہو۔ ڈاکٹر انوارالحسن صاحب استاد شعبۂ علوم مشرقیہ عربی و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی نے اس کی صحت و ترتیب کی طرف توجہ کی اور متعدد نسخوں سے مقابلہ کرکے از سر نو مرتب کیا اور ابتدا میں ایک مفید مقدمہ لکھ کر ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس طرح کتاب کی ضخامت ہی میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ اس کی افادی حیثیت بھی بڑھ گئی ہے۔ نولکشور اکیڈمی، لکھنؤ کے سلسلہ مطبوعات کی یہ پہلی کڑی ہے جسے پیش کرتے ہوئے ہمیں مسرت ہے کہ کتاب کا معیار ظاہری حسن و نفاست کے ساتھ ساتھ افادی حیثیت سے بھی بلند ہے جس کے لئے فاضل مرتب اور عبدالعلیم صدیقی منیجر و کارکنانِ راجہ رام کمار پریس لکھنؤ کی ممنون ہے۔

جنرل سکریٹری
نولکشور اکیڈمی۔ لکھنؤ

۱۵ دسمبر ۱۹۶۷ء

مقدّمہ

امیر خسرو دہلوی

ہندوستان کی سرزمین نے فارسی زبان کا ایک ایسا شاعر پیدا کیا جس کو ایران کے بلند پایہ شعراء کے مقابلہ میں فخر کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے۔ فارسی ادب اور شاعری کا آغاز اور رواج ہندوستان میں اس وقت سے ہوا جب ایران و افغانستان کی طرف سے مسلمان فاتحین کے قدم یہاں آئے، اس وقت سے عہد حاضر تک امیر خسرو سے بڑا فارسی کا کوئی شاعر نہیں ہوا۔ ان کی عظمت کا اعتراف اہل زبان نے بھی کیا ہے۔

امیر خسرو ایک جامع کمالات شخصیت کے حامل تھے، وہ فن شاعری میں یگانۂ روزگار، علم و فضل میں باکمال، موسیقی کے مجدّد و موجد، نثر نگاری میں ماہر اور دوسرے متعدد فنون لطیفہ کے مسلم الثبوت استاد تھے۔

یوں تو ہند آریائی روابط کا سلسلہ قدیم زمانہ سے قائم ہے۔ اگر آریائی نسلوں کے اس تمدن پر نظر ڈالی جائے جو پانچ ہزار سال قبل مسیح سے سات ہزار سال قبل مسیح تک ہندوستان اور ایران میں آتے اور آباد ہوتے رہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا تمدن ایک دوسرے سے کس قدر قریب تھا۔ کیونکہ یہ ایک ہی نسل کے دو گروہ تھے، جن میں سے ایک بحر ہند کے کنارے جا بسا اور دوسرے نے خلیج فارس کے ساحل پر سکونت اختیار کی، دونوں گروہوں کی زبانوں میں بھی مماثلت تھی اور رسم و رواج اور عقائد بھی ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے، ہند و ایران کے قدیم روابط کا اندازہ فردوسی کے شاہنامہ کی بعض داستانوں سے بھی ہوتا ہے، تاریخ فرشتہ نے ان روابط پر تفصیل

کے ساتھ روشنی ڈالی ہے مستند تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ ہندوستان ایران میں ۵۰۰ ء قبل مسیح تعلقات قائم تھے ایرانی بادشاہوں میں دارا نے سب سے پہلے سندھ کو فتح کیا تھا۔ اور ایرانیوں کی حکومت ۳۲۵ قبل مسیح تک سندھ میں قائم رہی۔ اور اس وقت سے ایران کا ہندوستان پر گہرا اثر پڑا۔ اسلام سے پہلے اور بعد کے زمانے میں بھی ہند ایران روابط مضبوط سے مضبوط تر ہوتے گئے، اس لیے فارسی ادبیات کی تاریخ بھی ایران اور ہندوستان میں مشترک ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے بعد سے ہندوستان کے مختلف حصوں میں ایرانیوں کی حکومتیں قائم ہوتی رہیں اور ایرانی تمدن کی جڑیں اس سرزمین میں مضبوط ہو کر پھلتی پھولتی رہیں۔ ہندوستان کی تاریخ میں تقریباً ایک ہزار سال سے زیادہ زمانہ ایسا گذرا ہے کہ جب فارسی اس ملک کی اکثر زبانوں پر فوقیت رکھتی تھی اور کئی سو سال تک اس کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل رہا۔ فارسی زبان کا اثر ہندوستانی زبانوں پر بھی پڑا۔ چھٹی صدی ہجری سے ہندوستان میں فارسی ادب کے ارتقا کی رفتار تیز ہوگئی، اور اس کا سب سے زیادہ اثر در رواج شمالی ہندوستان میں ہوا۔ اور اس زمانہ میں فارسی کے اچھے اچھے شاعر پیدا ہوئے۔ امیر خسرو اسی عہد کے ایک بلند پایہ شاعر تھے جن کے حالات زندگی اور کمالات کا اجمالی تذکرہ ہمارا موضوع ہے۔

حالاتِ زندگی امیر خسرو، پٹیالی، ضلع ایٹہ (اتر پردیش) میں ۶۵۲ھ ہجری مطابق ۱۲۵۳ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے اجداد ترکمان خطا سے تعلق رکھتے تھے اور قبیلۂ لاچین کے امرا میں سے تھے اور چنگیز خاں کے عہد میں ماوراءالنہر سے ہندوستان میں آکر بس گئے تھے۔ امیر خسرو کے والد ماجد امیر سیف الدین محمود شمسی ایک دلیر اور نڈر سپاہی تھے۔ بدقسمتی سے خسرو کی عمر صرف سات سال کی تھی کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان کے نانا عماد الملک سلطان بلبن کے وزیر جنگ تھے، انھوں نے ہونہار نواسہ کو اپنے

سایۂ عاطفت میں لے لیا اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری خود سنبھالی۔ خسرؔو کے والد امیر سیف الدین دہلی کے بادشاہ سلطان شمس الدین التمش کے ایک معزز درباری تھے، امیر خسرؔو بھی نوجوانی میں دربارِ دہلی سے وابستہ ہو گئے، اور انھوں نے یکے بعد دیگرے گیارہ بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ اور خود پانچ بادشاہوں کے دربار سے وابستہ رہے، جن میں پہلا معزالدین کیقباد (۶۸۶ - ۶۸۹) اور آخری سلطان محمد بن تغلق (۷۲۵ - ۷۵۲) تھا۔

خسرؔو کے بچپن میں ہندوستان کے مشہور صوفی و درویش حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کا قیام ان کے نانا عماد الملک کے مکان پر تھا۔ یہ خسرؔو کی خوش قسمتی تھی کہ ان کو ایسی برگزیدہ ہستی کے فیض صحبت سے استفادہ کا موقع ملا، انھوں نے ہدایت کی تھی کہ "بہ طرزِ صفاہانیان مگو" خود فارسی کی کتابیں پڑھائیں۔ خسرؔو نے کم سنی ہی میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ خواجہ نظام الدین کے فیضان نے ان کے کلام میں سوز و گداز پیدا کر دیا۔ انھوں نے خود دیوان تحفۃ الصغر کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "کم عمری میں شعر و رباعی کہنا شروع کیا۔ علماء و عمائد مجھے دیکھ کر استعجاب کرتے تھے، میں رات دن مطالعہ اور فکرِ شعر میں غرق رہتا تھا۔ انوری، سنائی اور خاقانی کے

لہ علامہ شبلی نعمانی نے شعر العجم حصہ دوم صفحہ ۱۰۸ پر خسرو کا سنِ ولادت ۶۵۱ھ ہجری لکھا ہے جو خود خسرؔو کے بیان سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ خسرؔو نے اپنی پہلی مثنوی قرآن السعدین میں لکھا ہے کہ یہ مثنوی ۶۸۸ھ ہجری میں تصنیف کی اور اپنی عمر اس وقت ۳۶ سال لکھی ہے، جس سے سنِ ولادت ۶۵۲ھ ہجری ثابت ہوتا ہے۔ ان کے اشعار یہ ہیں ؎

در رمضان شد بہ سعادت تمام — یافت قران نامۂ سعدین نام
انچہ بتاریخ ز ہجرت گزشت — بود سن ششصد و ہشتاد و ہشت
سالِ ایں امروز اگر بر رسی — راست بگویم ہمہ شش بود و سی

لہ دیباچہ تحفۃ الصغر، امیر خسرو۔

کلام سے مجھے بہت دلچسپی رہی اور ہر استاد کے رنگ میں شعر کہنے کی مشق کرتا رہا۔ اسی لیے میرے مجموعۂ کلام میں تمام اساتذہ کی تقلید اور پیروی کے نمونے جابجا موجود ہیں، خواجہ عزیزالدین گلاتی جو عالمِ متبحر اور بڑے بلند پایہ سخنور تھے ان ایام میں دہلی میں نظربند تھے۔ کسب کمال کا ذوق مجھے ان کی خدمت میں لے گیا، انھوں نے کلام سن کر تحسین و آفرین سے دل بڑھایا اور اکثر نکات و اشاراتِ سخنوری دل نشین کیئے اور مشکل اشعار کو جن کے مطالب کی باریکی کو ذہن نہ پہونچتا تھا حل کر کے بتایا، فطری مناسبت، کثرتِ مطالعہ ولولۂ شوق اور شفقت بزرگان نے رفتہ رفتہ درجۂ کمال پر پہونچا دیا۔ خوش قسمتی سے شاہزادہ محمد سلطان ولی عہد سلطان غیاث الدین بلبن جیسا مربی اور اس وسیلہ سے دربارِ شاہی میں بار حاصل ہوا[1]۔"

امیر خسرو کے نانا عماد الملک کی سرکار میں دو سو ترکی اور دو سو ہندی غلاموں کے علاوہ دس ہزار ملازم تھے۔ جب خسرو کی عمر بیس سال کی تھی اس وقت ان کے نانا نے ایک سو تیرہ برس کے سن میں وفات پائی۔ کامل ستر برس تک عہدہ عرض بیگی سلطنت پر مامور رہے تھے، ان کی وفات کے بعد خسرو نے اعظم قتلو خان کی سرکار میں جو سلطان بلبن کا بھتیجا تھا۔ ملازمت اختیار کر لی۔ ان کی مدح میں کئی قصیدے لکھے خود فرماتے ہیں۔

کہ کچھ عرصہ بعد سامانہ جاکر شاہزادہ بغرا خان صوبہ دار سامانہ پسر سلطان بلبن کا مصاحب ہوا، اور وہ مجھ پر از حد مہربان ہوگیا۔ شبانہ روز اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔ ۶۷۸ھ ہجری میں طغرل بیگ صوبہ دار بنگالہ نے بغاوت کی اور سلطان بلبن خود اس کے زیر کرنے کو شاہزادہ بغرا خان کو ساتھ لے کر روانہ ہوا، اور انجام کار وہاں کی حکومت بغرا خان کو دے کر دہلی واپس آگیا اس وقت سلطان کی عمر ۷۵ برس کی تھی، میں کامل ایک سال کے سفر اور اعزہ کی مفارقت سے بے دل

---

[1] دیباچہ تحفۃ الصغر۔

اور شکستہ خاطر ہو گیا تھا۔ ملازمت چھوڑ کر شاہی لشکر کے ساتھ دلی واپس آگیا، واپسی پر سلطان محمد ولی عہد نے جو مری سخنوری کی شہرت سُن کر مشتاق ہو گیا تھا، مجھے ملتان بلا لیا، مگر چند ہی ماہ میں مغلوں سے مقابلہ میں سلطان محمد مارا گیا۔ اس لیے سلطان محمد سلطان شہید کے نام سے مشہور رہے، مجھے بھی بہ ہزار دقّت قید سے رہائی حاصل ہوئی تو دلی آیا اور وہاں سے پٹیالی آ کر کچھ عرصہ قیام کیا۔ ۶۸۵ ہجری میں سلطان غیاث الدین بلبن کے انتقال کے بعد بغرا خان کا لڑکا کیقباد تخت نشین ہوا مگر میں نے اس دربار کے بجائے کچھ عرصہ کے لیے حاتم خان کی ملازمت اختیار کر لی کیونکہ دربار دلی میں ملک نظام الدین کا اقتدار تھا۔ ملک نظام الدین جلد ہی راہی ملک عدم ہوا اور پھر مجھے دربار دلی میں بادشاہ کی مصاحبت کا معزز عہدہ حاصل ہوا جو بڑا ذی علم اور امیر اور بھی بہت قدر دان تھا۔"[1]

امیر خسرو کی شخصیت بڑی گوناگون اور ہمہ گیر تھی۔ شاعری کا ملکہ فطری تھا۔ غزل، مثنوی، قصیدہ، قطعہ اور رباعی سبھی اصناف سخن میں طبع آزمائی کی، زبان[2] دانی کا حال یہ تھا کہ عربی، فارسی، سنسکرت اور بھاشا میں ان کو مہارت حاصل تھی، کمال یہ تھا کہ ان زبانوں میں شعر گوئی پر ان کو پوری قدرت حاصل تھی موسیقی کی طرف مائل ہوئے تو بقول شبلی نعمانی[3] اس فن کو اس درجہ تک پہونچایا کہ چھ سو برس کی وسیع مدت نے بھی ان کا جواب پیدا نہ کیا۔ امیر خسرو نے ہندی اور فارسی راگوں کے امتزاج سے موسیقی کی دنیا میں انقلاب پیدا

---

[1] دیباچہ تحفتہ الصغر۔ [2] خود امیر خسرو کا قول ہے ؎

من بہ زبہائے کسان بیشترے — کردہ ام از طبع ثنا ساگذرے
خوانم و دریافتہ و گفتہ ہم — جستہ دُر روشن شدہ زان بیش و کم

(مثنوی قران السعدین)

[3] شعر العجم جلد دوم صفحہ ۱۳۵۔

کر دیا، کتنے ہی نئے راگ ایجاد کیے اور بہت سے پرانے راگوں میں ترمیم و اصلاح کر کے ان کی شکل بدل دی۔ عشق و محبت اور سوز و گداز ان کے خمیر کے نمایاں اجزا تھے عشق مجازی سے جب عشق حقیقی کی طرف مائل ہوئے تو تصوف کے بلند مدارج طے کر لیے۔ خود ان کے پیر و مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ جنھوں نے خسروؔ کو ترک اللہ کا لقب دیا تھا ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

روز حشر امید دارم کہ مرا بہ سوزِ سینۂ این ترک بچہ بخشند[1]

تذکرہ حبیب اللہ گوپا موی نے لکھا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیا نے خسروؔ کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے ہیں ؎

خسرو کہ بہ شاعری نظیرش کم خاست
در ملک سخنوری شہی خسرو راست

این خسرو ماست، ناصر خسرو نیست
زیرا کہ خدائے ناصر خسرو ماست[2]

گر برائے ترک، ترکم ارہ بر تارک نہند
ترک تارک گیرم و ہرگز نہ گیرم ترک ترک

امیر خسروؔ کا ذہن بہت رسا تھا اور ایجاد و اختراع کی طرف بے حد مائل تھا۔ جس فن کی طرف جھکے اسے بام عروج پر لے جانے کے ساتھ ساتھ اپنی فن کارانہ صناعیوں کے نمونے بھی پیش کیے اردو ادب کی تاریخ میں انھیں اردو کا سب سے پہلا شاعر قرار دیا گیا ہے[3] اور فارسی شاعری میں تو بلاشبہ ایک مسلم الثبوت استاد تھے جن کی عظمت کا اعتراف ایرانی فضلا نے بھی کیا ہے۔

خسروؔ کا مرتبہ خود ان کی نظر میں امیر خسروؔ نے "غرۃ الکمال" کے دیباچہ میں شاعروں کے تین درجے متعین کیے ہیں (۱) استاد تمام: "جو کسی طرز خاص کا موجد

---

[1] تذکرہ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۲۳۹۔ [2] تذکرہ نتائج الافکار صفحہ ۲۱۴۔ [3] تاریخ ادب اردو سکسینہ حصہ نظم۔

ہو۔ جیسے حکیم سنائی، انوری، ظہیر، نظامی وغیرہ۔

(۲) استاد نیم تمام:" جو خود کسی خاص طرز کا موجد نہ ہو لیکن کسی خاص طرز کا پیرو ہو اور اس میں کمال حاصل کیا ہو۔

(۳) سارق:" جو دوسروں کے مضامین چراتا ہو۔

آگے چل کر استادی کے لیے چار شرطیں بتائی ہیں۔ (۱) طرز خاص کا موجد ہونا۔ (۲) اس کا کلام شعراء کے انداز پر ہو۔ (۳) صوفیوں اور واعظوں کی طرح ناصحانہ انداز نہ ہو۔ (۴) غلطیاں اور لغزشیں نہ کرتا ہو۔

مذکورہ شرائط بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ چونکہ مجھ میں مذکورہ شرائط میں سے صرف دو پائی جاتی ہیں۔ یعنی نہ تو مجھ پر سرقہ کا الزام آسکتا ہے اور نہ میرا کلام صوفیوں اور واعظوں کی طرح وعظ و نصیحت پر مبنی ہے، اس لیے میں درحقیقت استاد نہیں ہوں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

بندہ را ازان چہار شرطِ استادی کہ گفتہ شد، اول شرطے کہ ملک طرز است بہ حکم عاجزئے کہ در مجرائے قلم جریان یافت کہ چندیں استاد را متبع کلمات بودہ ام ؎

چون پس رو طرز ہر سوادم — پس شاگردم نہ اوستادم

و شرط دوم آن کہ در نافہ سوادی بے خطا نہ باشد، ازان نیز دم نہ توانم زد، کہ نظم بندہ اگرچہ بیشتر روان است، اما جا بجا در غزل و نغز نغزیدنی ہم است۔ درین دو شرط معترفم کہ از لاف استادی قرعہ بر نال نتوانم غلطانید[۱]۔

خسرو کو اپنی روانی کلام کا اعتراف ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تسلیم ہے کہ نغز اور غزل کے مضامین میں جا بجا لغزشیں بھی کر جاتے ہیں اور اسی لیے خود اپنے متعین کردہ اصول نقد

---

[۱] دیباچہ غرۃ الکمال۔

نے مطابق خود کو استادی کے لائق نہیں تصور کرتے بلکہ شاگرد اور طالب علم کہلانا پسند کرتے ہیں۔ آگے چل کر مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے غزل میں سعدی شیرازی مثنوی میں نظامی گنجوی۔ قصائد میں۔ رضی الدین نیشاپوری اور کمال اسماعیل اصفہانی کی اور مواعظ و حکم کے بیان میں حکیم سنائی اور خاقانی شروانی کی اتباع کی ہے جہاں تک شیریں بیانی اور قادر الکلامی کا تعلق ہے خسرو کو اس پر بجا طور پر فخر ہے۔ اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ محض ان کی شاعرانہ تعلّی ہے بلکہ محض اظہارِ حقیقت ہے ؂

دانی کہ ہستم در جہان من خسروِ شیرین زبان　　گر نائی از بہرِ دلم بہرِ زبان من بیا

سخن بشنو مگر از بندہ خسرو　　جہان چون او سخن گوئے نہ دارد

بہ باغِ مجلسِ خود ہم چو بلبل　　نگہ کن خسروِ شیرین زبان را

اگرچہ خسروِ روئے زمیں شدم بہ سخن　　ہم از وفا سوئے تو روئے بر زمیں دارم

ہر چند کہ شد خسرو سلطان سخن گویان　　از بہرِ یکے بوسہ ہم ہست گدائے تو

اور یہ سلطانِ سخن گویان' ساری زندگی کوچۂ محبت میں گدائی کرتا رہا۔ اسی گدائی نے اس کی زبان میں ایسا سوز و گداز پیدا کیا' جس کی نظیر رودکی اور سعدی کے سوا کسی دوسرے فارسی شاعر کے کلام میں نہیں ملتی۔

امیر خسرو دوسروں کی نظر میں | شیخ عبد الحق محدث دہلوی (صاحبِ اشعۃ اللمعات) نے انھیں سلطان الشعراء' برہان الفضلاء اور شاعری میں یگانۂ عالم کے القاب سے یاد کیا ہے۔ اور ان کے نزدیک متقدمین و متاخرین میں کوئی بھی شاعر ان کا ہم پلہ نہ تھا:

وے سلطان الشعراء و برہان الفضلاء است' در وادی سخن یگانۂ عالم و نقادۂ نوعِ بنی آدم است۔ وے در سخن عالمے است از عوالم خداوندی کہ پایان نہ دارد۔ آن چہ او را از مضامین و معانی در اطوار سخن و انواعِ آن دست داد' ہیچ کس را از شعرائے متقدمین و متاخرین نہ دادہ' و در طرزِ سخن بر فرمودِ شیخ خود رفتہ است

کہ فرمودہ "سخن بہ طرز اصفہانیان بگو"[1]

سلطان شہید حاکم ملتان کی دعوت پر شیخ سعدی شیرازی نے ضعف کے سبب ہندوستان نہ آسکنے کی معذرت کرتے ہوئے اسے مشورہ دیا کہ ہندوستان میں خسرو جیسا بلند مرتبہ شاعر موجود ہے اسی کی سرپرستی کرنا چاہیے۔ مجموعۂ تذکار میں لکھا ہے:

آوردہ اند کہ تا آن ملک عادلاً و عاجلاً التماس قدوم شیخ سعدی از شیراز نمودہ و سید حسین شرقی دعموش عکرہ را با تحف گرامی و خرج کافی نزد شیخ در شیراز فرستاد۔ اما آن حضرت عذر ضعف پیری درمیان نہادہ و سفائن غزل را بہر دو مرہ بہ خط مبارک نبشتہ بر سولان سپرد و فرمود کہ در ہند خسرو بس است"[2]

خسرو کے ہم عصر مورخوں کے بیانات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ سعدی نے خسرو کی سرپرستی کے سلسلے میں زور دیتے ہوئے ان کے علمی کمالات پر روشنی ڈالی۔ ملّا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں:

و شیخ بہ عذر پیری نیامد، اما بہ تربیت امیر خسرو سلطان را وصیت فرمود و سفارش او فوق الحد نوشتہ[3]

ضیاءالدین برنی خسرو کے ہم عصر مورخ اور انھیں کی طرح شاہی درباروں سے بھی وابستہ تھے۔ خسرو کے علمی کمالات کے بارے میں رقم طراز ہیں:

درین عصر علائی شعراے بودند کہ بعد از ایشان بلکہ پیش از ایشان چشم روزگار مثل ایشان نہ دیدہ است۔ لاسیما امیر خسرو کہ خسرو شاعران سلف و خلف بودہ است، و در اختراع معانی و کثرت تصنیفات و کشف رموز غریب نظیر نہ داشتہ اگر استادان نظم و نثر و ریک دو فن بے ہمتا بودند، امیر خسرو در جمیع فنون ممتاز و

---

[1] اخبار الاخیار صفحہ ۹۹۔ [2] پری مغل پرشین ان انڈیا مصنفہ عبدالغنی صفحہ ۳۹۴۔ بحوالہ قلمی مسودہ مجموعۂ تذکار صفحہ ۳۹۔ [3] منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۱۳۰۔

مستغنی بود۔ ہم چنان ذو فنونے کہ در جمیع فن ہائے شاعری سرآمدہ و استاد باشد در سلف نہ بود، و در خلف تا قیامت پیدا آید یا نیاید۔ امیر خسرو در نظم و نثر با رسی کتاب خانہ تصنیف کردہ است و دادِ سخنوری دادہ است [1]

سلطان علاءالدین خلجی کے درباری شعراء کا ذکر کرتے ہوئے ایک دوسرے موقع پر برنی نے لکھا ہے :

اگر ہم چو امیر خسرو در عہد محمودی و سنجری پیدا آمدے ظاہر و غالب آن است کہ آن پادشاہان ولایتے وا قطاعے بدو انعام دادندے۔ [2]

دربارِ جہانگیر کا ممتاز اور فارسی کا بلند پایہ شاعر عرفی شیرازی ان کی شیریں بیانی کا ذکر اس طرح کرتا ہے ؎

بہ روحِ خسرو از ین پارسی شکر دادم ۔۔۔ کہ کام طوطی ہندوستان شود شیریں

خواجہ حافظ شیرازی انھیں طوطیٔ ہند کے نام سے یاد کرتے ہیں :

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند ۔۔۔ زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

مولانا جامیؔ کو اعتراف ہے کہ "خمسہ نظامی" کا جواب ہے تو وہ خسروؔ کی مثنویوں میں ہے [3]

دولت شاہ سمرقندی نے اپنے تذکرۃ [4] الشعراء میں انھیں "خاتم الکلام فی آخر الزمان" اور "دُرِ دریائے معانی" کے القاب سے یاد کیا ہے، اور ان کے لیے لکھا ہے :

کمالاتِ او از شرح مستغنی است و ذاتِ ملک صفاتِ او بہ غنائمِ عالمِ معنی غنی، گوہرِ کانِ ایقان و دُرِ دریائے عرفان است، عشقبازی حقائق را در شیوۂ مجاز

---

[1] تاریخ برنی صفحہ ۳۵۹۔ [2] تاریخ برنی صفحہ ۳۶۶۔ [3] بہارستان جامی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔ [4] یہ تذکرہ خسرو کی وفات کے ۱۶۷ سال بعد ۸۹۲ھ ہجری کی تصنیف ہے۔

پرداختہ بلکہ باعرائس نفائس دقائق عشق باختہ۔ جراحات عاشقانِ مستہام را اشعار ملیح او نمک می پاشد و دلہائے شکستہ خستگان را زمزمۂ خسروانی اُو مومیائی است۔ پادشاہِ خاص و عام است از آنکہ خسرو نام است و در ملکِ سخنوری این نامش تمام است و در حق او مرتبۂ سخن گذاری ختم تمام است[۱]

محمد قدرت اللہ گوپاموی، صاحب تذکرۂ نتائج الافکار[۲] نے خسرو کی شیریں بیانی کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ ایک روز انھوں نے اپنے مرشد حضرت نظام الدین اولیا کی مدح میں ایک قصیدہ پیش کیا۔ موصوف کو بے حد پسند آیا تو فرمایا "انعام کیا چاہتے ہو؟ خسرو نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے شیرینیٔ کلام عطا کی جائے، حضرت شیخ نے فرمایا "میرے پلنگ کے نیچے شکر سے بھرا ہوا ایک برتن رکھا ہے اسے نکالو اور اپنے سر پر انڈیل لو اور اس میں سے تھوڑی سی اپنی حلق میں ڈال لو" خسرو نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی اس واقعہ کو لکھنے کے بعد قدرت اللہ نے لکھا ہے کہ

"الحق خسرو ممالک سخن و پیش رو مسالک این فن بود، صورتِ سخن را بہ نقش و نگار تازہ جلا بخش گردیدہ، و پیکرِ کلام را بہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی حُسنِ آرائش بخشیدہ بہ ادا بندیٔ مضامین و معانی در وادیٔ سخنوری یگانہ بہ صنائع و بدائع و لطف اطوار در طرقِ نظم گستری منتخب زمانہ است۔"[۳]

مولانا آزاد بلگرامی نے امیر خسرو کو معاملہ بندی کا موجد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔

مخفی نماند کہ ہنگامہ آرائے سخن طرازی شیخ سعدی شیرازی کہ مروج طرز غزل است خال خال وقوع گوئی[۴] ہم دارد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اما تاریخ نقوش ماثوری امیر خسرو

۱؎ تذکرہ دولت شاہ مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۹۰۱ء صفحہ ۲۳۸۔ ۲؎ نتائج الافکار مطبوعہ بمبئی تصنیف سنہ ۱۲۵۶ ہجری صفحہ ۲۱۲۔ ۳؎ نتائج الافکار صفحہ ۲۱۲۔ ۴؎ لکھنؤ کی زبان میں وقوع گوئی کو معاملہ بندی کہا جاتا ہے۔ شعرالعجم جلد دوم صفحہ ۱۷۶۔

دہلوی کہ معاصرِ سعدی است بانیٔ دوم غزل گوئی گردید و اساسِ آن را بلند ساخت[1]

مولانا الطاف حسین حالی نے غزل کے علاوہ دیگر اصنافِ سخن میں امیر خسروؒ کو سعدی شیرازی سے بہتر قرار دیا ہے، اور غزل گوئی میں ان کو شیخ سعدی کا پیرو بنایا ہے۔ اور اس سلسلہ میں انھوں نے خود امیر خسروؒ کے حسب ذیل اشعار کو سند کے طور پر پیش کیا ہے جو "مثنوی نہ سپہر" سے ماخوذ ہیں :

کس نہ بیند سوئے نظمِ دل گیر | کہ نہ گردد بہ دلے منزل گیر
چون نہ ماند بہ دل خلقے یاد | گرچہ شد زادہ جہان دان کہ نہ زاد
تا بہ جائے کہ حدِ پارسیان | اندرین عہد در تن گشت عیان
زان یکے سعدی و ثانیش ہمام | ہر دو را در غزل آئین تمام
لیک اگر سوئے دگر باری دست | شعر شان ہست بدان گونہ کہ ہست[2]

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبد الحق نے حیات امیر خسروؒ پر تقریظ لکھتے ہوئے ان کے متعلق لکھا ہے کہ

"اس سرزمین سے حضرت امیر خسروؒ جیسا صاحبِ ذوق ذی کمال و جامع صفات شخص اب تک پیدا نہ ہوا۔ وہ فارسی کے نہایت بلند پایہ شاعر ہیں۔ استادِ غزل سعدی مانے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ان کی ہمسری کا دعویٰ ہوسکتا ہے تو وہ حضرت امیر خسروؒ ہیں۔ ان کے کلام کی فصاحت، روانی اور خاص کر سوز و گداز جس میں تصوف کی چاشنی بھی شامل ہے، اپنا جواب نہیں رکھتی۔ یوں تو سب اہل زبان کو اپنی ہی زبان کا غرّہ ہوتا ہے۔ لیکن اہلِ ایران اس معاملہ میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔ وہ کسی غیر ایرانی کے کلام کو خاطر میں نہیں لاتے لیکن حضرت امیر خسروؒ کے سامنے انھیں بھی جھکنا پڑا"[3]

---

[1] خزانۂ عامرہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۵۔ [2] حیات سعدی صفحہ ۱۶۱ - ۱۶۲ مطبوعہ انصاری پریس دہلی ۱۳۲۸ھ
[3] ماخوذ از تقریظ۔ حیاتِ امیر خسروؒ صفحہ ۳ مطبوعہ ٹائمز پریس کراچی مؤلفہ نقی محمد خان خورجوی۔

امیر خسرو کی مختلف رنگا رنگ خصوصیات سے قطع نظر یہاں ان کے شاعرانہ کمالات پر روشنی ڈالنا مقصود ہے، یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امیر خسرو ہندوستان میں فارسی زبان کے سب سے بڑے شاعر تھے۔ ان کی زبان میں ایسی حلاوت تھی، محاورہ اور روزمرہ پر انھیں ایسا عبور تھا اور کلام میں ایسی بے پناہ روانی تھی کہ لوگ انھیں "سعدیٔ ہند" اور "طوطیٔ شیریں مقال" کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ذہانت فطرت سے ودیعت ہوئی تھی بچپن ہی سے شعر و شاعری کا مشغلہ شروع کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ابھی دودھ کے دانت بھی گرنے نہ پائے تھے کہ شعر کہنے لگے" دیوان غرۃ الکمال" کے دیباچہ میں خود لکھتے ہیں۔

"دران صغر سن کہ دندان می افتاد، سخن می گفتم و گوہر از دہانم می ریخت"[1]

بچپن میں خواجہ نظام الدین اولیا کی شاگردی اور فیض صحبت نے ان کے فطری جوہر شاعری کو خوب چمکایا اور پروان چڑھایا۔ خسرو کو اپنے پیر و مرشد سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ ہجری کو بروز چہار شنبہ بوقت نماز عصر خواجہ نظام الدین اولیا نے چورانوے (۹۴) سال کی عمر میں وفات پائی تو امیر خسرو کے لیے یہ صدمہ جانکاہ ثابت ہوا، اس زمانہ میں وہ دہلی میں موجود نہ تھے بلکہ بنگال گئے ہوئے تھے،[2] جب مرشد کے انتقال کی خبر سنی تو دیوانہ وار دلی پہونچے اور ان کی قبر کے پاس زمین پر سر رکھ کر کہا:

"سبحان اللہ! آفتاب در زیر زمین و خسرو زندہ؟"

اور پھر بے ہوش ہو گئے، جب دیر کے بعد ہوش آیا تو یہ شعر پڑھا ؎

گوری سوے سیج پر، مکھ پر ڈارو کیس
چل خسرو گھر آپنے سانج بھئی چو دیس

اس کے بعد فوراً ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اور اپنے مرشد کی پائنتی دفن

---

[1] دیباچہ غرۃ الکمال دیوان خسرو۔ [2] خسرو محمد بن تغلق بادشاہ ہند کے ساتھ بنگال گئے تھے۔

کیے گئے، محبت و عقیدت کے ایسے گہرے تعلق کی مثال ملنا مشکل ہے، خواجہؒ کو بھی امیر خسرؔو سے بے حد محبت تھی اور ان پر بہت زیادہ شفقت کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ ایک بار انھوں نے فرمایا کہ :-

"اگر خلافِ شریعت نہ ہوتا تو میں یہ وصیت کر جاتا کہ خسرؔو کو
میری قبر میں دفن کیا جائے۔ تاکہ وہاں بھی ہم دونوں یکجا رہیں۔"

یہ خلافِ شریعت خواہش تو پوری نہ ہوئی، لیکن خسرؔو نے اپنے مرشد کے قدموں میں جگہ ضرور پائی[1]

---

[1] عدیم المثال — ۷۲۵ ہجری | طوطیِ شکر مقال — ۷۲۵ ہجری } سے سن وفات نکلتا ہے۔

مولانا شہاب معمائی نے حسب ذیل قطعۂ تاریخ وفات لکھا تھا، جو خسرؔو کے سنگِ لحد پر کندہ ہے ؎

میر خسرؔو، خسروِ ملکِ سخن — آں محیطِ فضل و دریائے کمال
نثرِ او دلکش تر از ماءِ معین — نظمِ او صافی تر از آبِ زلال
بلبلِ دستاں سرائے بے قریں — طوطیِ شکّر مقالِ بے مثال
از پئے تاریخ سالِ فوتِ او — چوں نہادم سر بزانوئے خیال

شد عدیم المثل یک تاریخ او
۷۲۵ھ ہجری

دیگرے شد "طوطیِ شکّر مقال"
۷۲۵ھ ہجری

امیر خسرو کے شاعرانہ کمالات خسرو نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے غزل ان کا خاص میدان تھا۔ قصیدہ گوئی میں بھی ان کی مہارت مسلّم ہے لیکن فطری طور پر وہ مدح سرائی کو پسند نہیں کرتے تھے، جیسا کہ اُنھوں نے خود کہا ہے۔ قطعہ

از گفتنِ مدح دل بمیرد   شعر ارچہ تر و فصیح باشد
گردد نفسش چراغ مُردہ   گر خود نفس مسیح باشد

قطعہ، رباعی، مثنوی وغیرہ اصناف سخن میں انھوں نے ہزاروں اشعار لکھے اور ان میں بیشتر نہایت بلند پایہ ہیں۔ ان کا نعتیہ کلام نہایت دلکش، روح افزا اور ایمان پرور ہے اگرچہ مقدار میں کم ہے مگر جو کچھ ہے وہ امتیازی شان کا حامل اور مقبول خاص و عام ہے۔ بقول عرفی شیرازی ؎

عرفی مشتاب ایں رہ نعت ست نہ صحراست   آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ ست قلم را

اکثر شعراء زورِ بیان، اور شدت جذبات کی وجہ سے اس راہ میں بھٹکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کوئی عبد و معبود کے امتیازات کو مٹا دیتا ہے، کوئی سراپا نگاری میں ایسی بے سر و پا باتیں کہتا ہے کہ جو حضرت محمد صلعم کے شایان شان نہیں، کسی نے نعت کی پاکیزہ صنف کو غزل بنا ڈالا، اور کوئی صرف معجزات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہے۔ خسرو ادب شناس محبت اور رمز گاہ حقیقت تھے، وہ اپنے جذبات عقیدت کا اظہار خلوص کے ساتھ کرتے ہیں۔ لیکن پاسِ ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔ محبوب رب العالمین کی مدح کرتے ہیں "رب العالمین" کے الفاظ کا سہارا لے کر ؎

احمدِ مرسل کہ خود چرخ علو یافتہ   نامۂ تِلْکَ الرُّسُل فضل از و یافتہ
اے گفتہ بہ امتِ تو یزداں   قَدْ جَاءَ کُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ
جز خدا کس قدرِ تو نشناخت آنک   کس خدا را ہم چو تو نشناختہ

فلسفہ وحکمت کے مضامین خسرو کا موضوع سخن نہیں، وہ تو عشق کی راگنیاں گاتے ہیں، حسن کے نغمے الاپتے ہیں اور بہارِ شیریں کے بیانات سے شکرافشاں رہتے ہیں۔ لیکن اگر کبھی فلسفہ وحکمت کے مضامین بیان کرتے ہیں تو اپنے مخصوص طرز میں اس طرح کہ نیش ناگوار بھی گوارا بن جاتا ہے ؎

خویش را در کوئے بے خویشی فگن | تا بہ بینی خویش را بے خویشتن
از تنم جز پیرہن موجود نیست | جانِ من جانان شدتن پیرہن

آدمی خوش دل نہ باشد گرچہ در جنت بود
آدمی خود کے تواند بود، چوں آدم نبود؟

زندگی کی بے ثباتی کے مضامین اکثر شعراء کے کلام میں ملتے ہیں۔ خسرو کی زبان سے بھی سنئے ؎

جان کہ بہ دنبالِ تست، چند عنانش کشم
چوں زپئے ات رفتنی ست، ہم بہ تو باید سپرد

غم نیستی دہستی نہ خورد کسے کہ داند | کہ گزشت عمر و باقی نہ بود جہانِ فانی

زبان کی حلاوت اور گھلاوٹ کے لئے فارسی شاعری میں سعدی شیرازی سے زیادہ ممتاز کوئی دوسرا نہیں۔ لیکن خسرو ان کے شریک غالب نظر آتے ہیں۔ سہل ممتنع کا استعمال ان کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ پامال اور فرسودہ مضامین ان کے طرزِ ادا سے جاندار نظر آتے ہیں ؎

گر صبر کنیم جاں تواں برد | لیکن چہ کنیم چوں نہ باشد
مارا کہ بہ دیدنت ہلاکیم | تا دیدنِ تو چہ حال باشد

ہر ماہے اگرچہ تو شود ماہ | با روئے تو در نظر نیاید
جائے کہ تو ہم چو مہ برآئی | مہ پیش رخت کجا برآید

بامداداں بہ چمن نازکناں می گشتی — سرو یک پائے ستادہ بہ لب جوئے بماند

عاشقاں را بہ گہ رفتن و باز آمدنش — دل ز جا می ود و باز بہ جا می آید

بے روئے تو نوش می شود نیش — وز دست تو نیش می شود نوش

شکر آن ست کہ اندر لب تست — سخن این ست کہ ما می گوئیم

از من قرار و صبر نہ دانم کجا شدند — من خود ز خویش ہیچ نہ دانم کجا شدم

غمت پر ز خوں کرد دلہا سبے — وزاں غنچہ ہا گلشنت ساختہ

امیر خسرو کی رومانی شاعری فارسی ادب العالیہ میں نمایاں مقام کی حامل ہے۔ ان کا رنگِ تغزل رومان سے بھرا ہوا ہے۔ وہ خود آنسو بہاتے ہیں تو دوسروں کو بھی اپنے ساتھ رونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ہنستے ہیں تو دوسروں کو بھی ہنساتے ہیں۔ رومانی فضاؤں میں سانس لیتے ہیں تو دوسروں کو بھی وہیں کھینچ بلاتے ہیں۔ ان کا رومان اور تغزل ماورائی نہیں بلکہ اسی عالمِ آب و گل کا رومان ہے اور تغزل صحیح معنوں میں تغزل ہے ؎

ابر باراں و من و یار ستادہ بہ وداع — من جدا گریہ کناں، ابر جدا، یار جدا

گل نو رسید بوئے ز یار من نیامد — چہ کنم نسیم گل را کہ ز یار من نیامد

دوش پنہاں می کشیدم زلفِ تو — چشم مستت ناگہاں بیدار شد

او چشم داشت بر من و من لعل او گرفتم — تا بو کہ زندہ مانم زاں غمزہ در پناہش

خسرو کی خیال آفرینی انھیں ہندوستان و ایران کے اکثر شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔ خیالات کی ندرت اور طرز ادا کی جدت میں ان کا کلام بہت سے ممتاز شعرا پر فوقیت رکھتا ہے ؎

از نرد بانِ زلف تو ہر دم بہ آفتاب — آساں سد و لیک شبے در میاں کند

توشہ جگر پختہ ام از بہر آنک — جان و دلم ہر دو سفر می کنند

زلف ار چہ شکستگی ہم پیمایم — تا بہ پایاں نہ از شام رسد

گریۂ خسرو چو تنگ گرد گفت — خانہ بروم زود کہ باران رسید

بہ زلفش صد دل مظلوم در فریاد می بینم — نہ دانم رشتۂ ظلم است یا زنجیر داد است این

شانہ کردن زلف را چندیں چہ سود — بستہ چندیں دل بہ ہر خم ہم چناں

معاملہ بندی غزل کی جان ہے، اور خسرو بقول غلام علی آزاد بلگرامی، اس طرز کے موجد تھے ؎

دلم بہ بُرد، گر فتم کہ، دزدِ دل بنما — بہ ناز خندۂ دزدیدہ کرد و خال نمود

خوش آں شبے کہ سرم زیر پائے یار بماند   دو دیدہ در رہِ آں سروِ گل عذار بماند

توخوش خفتہ بہ خواب نازتا صبح   مرا بیدار باید بود تا روز

دوش پنہاں می کشیدم زلف تو   چشم مستت ناگہاں بیدار شد

عام دارفتگی میں عاشق یاس و اُمید کی کشمکش میں کس طرح مبتلا ہوتا ہے۔ اور کس طرح اپنے دل بے قرار کو صبر و تسکین دینے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر بھی دل کی بے قراری کو قرار نہیں ملتا۔ یہ وارفتگی کی کیفیت خسرو کے کلام میں دیکھئے ؎

نیست چوں بخت وصالم بہرِ صبر از خونِ دل
ہر دمے یک جا نویسم نام تو با نام خویش

خسرو کو قنوطیت سے کوئی سروکار نہیں، شبِ ہجراں کی درازی سے بھی وہ غمگین نہیں ہوتے کیونکہ سحر کی اُمید اُن کا حوصلہ بڑھاتی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

شب ہجراں دراز ست ارچہ خسرو   مشو غمگیں کہ اُمید سحر است

مصائب اور آلام کو وہ ہنسی خوشی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں، وہ نالہ و فریاد اور گریہ و زاری کے قائل نہیں ہیں ؎

منال از جورِ محبوباں خموش و دم مزن خسرو   کہ اے بے صبر در عالم مصیبت بیش می آید

غم مخور اے دل کہ یار را بامِ شادی ہم رسد   ہر کجا دردے ست آں را عاقبت مرہم رسد

امیر خسرو کے اشعار میں اُن کی بے ساختہ اور حسین صناعی اور ودمانی ابیج اور اُن کے طرزادا کی ندرت انھیں ان کے معاصر شعرا سے ممتاز کرتی ہے ؎

بکدام سرو بنیم کہ ز تو صبور باشم　　کہ دراز ماند در دل ہوس قد بلندت

قصۂ زلفش نہ می گویم بہ کس　　زاں کہ خاطر ہا پریشاں می شود

پیش تو خواہیم کہ آہے کشیم　　آہ کہ آں ہم نہ توانیم کرد

آفاقی صداقتوں کے بیان میں خسرو کی زبان کتنی سادگی، صفائی اور عدالت سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ ایسے موقعوں پر ان کے اسلوب کی سادگی مضمون کو دو آتشہ بنا دیتی ہے۔ بیانِ صداقت میں صداقتِ بیان ان کے ہر ہر لفظ سے ظاہر ہوتی ہے ؎

ہیچ کس نیست کہ او را بہ جہاں دردے نیست　　وانکہ دردیش نباشد بہ جہاں ہیچ کس است

خیالش بے دریغم می کشد گویا نمی داند　　کہ چوں جاں رفت از تن باز سوئے تن نمی آید

الفاظ کے معمولی رد و بدل سے معنی آفرینی میں بھی انھیں کمال حاصل تھا ؎

یار مہمان تست اے دیدہ　　مردماں را بگو بروں باشند

دلم بردن شد از غمت، غمت نے دل بروں نہ شد　　زبوں شدم کہ بود کو ز دست غم زبوں نہ شد

خطا باشد کہ زلفت مشک خوانم　　کہ در ہر چیں، دو صد تاتار دارد

چہ خفتی خیز اے مرغِ سحر خیز　　ترا روزی ہمی باید مرا روز

امیر خسرو کی قادر الکلامی کا یہ عالم ہے کہ بعض غزلوں میں شروع سے آخر تک ایک ہی صنعت کا استعمال کرتے ہیں اور کہیں بھی روانی میں فرق نہیں آتا۔[1]

تصوّف کے رموز و نکات کو خسرو سے اچھا کون نظم کر سکتا تھا وہ تو اس دریا کے شناور اور نظام الدین اولیا کے ہم نشین تھے، مسائل و معاملات تصوف پر ان کی گہری نظر تھی۔ ہمہ اوست کا تصور تصوف کے راستہ سے شاعری میں داخل ہوا۔ خسرو کی زبان سے سُنئے ؎

ہستیِٔ من رفت و خیالش نہ ماند　　ایں کہ تو بینی نہ منم بلکہ اوست

معرفت تصوف کا بلند ترین مقام ہے اور خسرو اس مقام کی اہمیت سے واقف تھے۔ عارف کی تعریف اس طرح کرتے ہیں ؎

بس کہ پروانہ شود سوختۂ شمع ز عشق　　"عارف" از سوختگی عاشق پروانہ شود

امیر خسرو کے کلام میں وہ تمام شاعرانہ محاسن بدرجۂ اتم موجود ہیں جو ایک باکمال شاعر کے لئے طرۂ امتیاز ہوتے ہیں۔ ان ہزاروں اشعار میں سے چند اشعار بطور مثال پیش کرنے سے ان کی خوبیوں کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جب تک کہ ان کے دیوان اور مثنویات کا مطالعہ نہ کیا جائے۔ اُنھوں نے مناظر قدرت پر بھی مسلسل غزلیں لکھی ہیں۔ برسات ہندوستان کا خاص موسم ہے اس پر بھی خسرو کی طویل غزلیں موجود ہیں۔

---

[1] دیوان میں غزل نمبر ۱۴۲ ردیف "د" میں صنعت سوال و جواب کا استعمال دیکھیے

خسرو کے کلام میں حکمت، فلسفہ، تصوف، سیاست و اخلاق سب کچھ موجود ہے، اور اس کے ساتھ عاشقانہ اور رومانوی شاعری میں اپنی مثال آپ ہیں۔

اپنے ذاتی مسلک کو جو صلحِ کل اور اتحاد و یک جہتی کا معیاری نمونہ تھا، جگہ جگہ بیان کیا ہے اور دلکش اور انوکھے انداز میں فرماتے ہیں ؎

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے　　من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست　　ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زُنّار نیست

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند　　آرے آرے می کنم با خلق و عالم کار نیست

تصانیف امیر خسرو کی تصانیف کی تعداد اچھی خاصی ہے، ان میں منظومات زیادہ ہیں، انھوں نے اپنی زندگی میں تقریباً پانچ لاکھ اشعار لکھے۔

"امیر خسرو در یکے از رسائل خود بیان فرمودہ کہ اشعار من از پانصد ہزار بیت کمتر است و از چہار صد ہزار بیت بیشتر۔ و خمسہ امیر خسرو ہژدہ ہزار بیت است[1]"

ان کے دیوان چار ہیں جو خود ان کے مرتب کیے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے چاروں مجموعوں کے نام بھی خود رکھے ا۔

(۱) تحفۃ الصغر　　(۲) وسط الحیوٰۃ

(۳) غرۃ الکمال　　(۴) بقیہ نقیہ

(۵) اعجازِ خسروی۔ ایک ضخیم کتاب ہے، جو فارسی زبان کے قواعد بلاغت پر لکھی۔

---

[1] تذکرہ دولت شاہ سمرقندی مرتبہ پروفیسر براؤن صفحہ ۱۴۱ و ۲۴۲۔

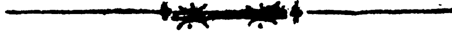
(۶) مطلع السعدین
(۷) شیریں خسرو
(۸) دیوان نہایت الکمال
(۹) لیلےٰ مجنوں
(۱۰) آئینہ سکندری
(۱۱) مثنوی قران السعدین
(۱۲) مثنوی نہ سپہر
(۱۳) مثنوی مفتاح الفتوح
(۱۴) مثنوی خضر خاں و دول رانی
(۱۵) تغلق نامہ
(۱۶) خزائن الفتوح یا تاریخ علائی
(۱۷) افضل الفواد

ان کے علاوہ بعض اور کتابیں بھی ہیں ان میں سے اکثر شائع ہو چکی ہیں۔ اور بیشتر کتابیں نولکشور پریس نے شائع کی تھیں۔ اور اب ایران سے بھی ان کی چند کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

دیوان امیر خسرو امیر خسرو کے چاروں دواوین کا مجموعہ نولکشور پریس لکھنؤ نے کلیات دواوین عناصر خسرو کے نام سے شائع کیا تھا، جو عام طور پر ہندوستان و ایران میں بہت مقبول رہا۔ اس کے متعدد اڈیشن شائع ہوئے، اب جب کہ اس کی اشاعت جدید کا خیال پیدا ہوا تو مطبوعہ دیوان کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ اس میں اغلاط بہت ہیں اور ان کی صحت کے سلسلہ میں بعض دوسرے قلمی و مطبوعہ نسخوں سے مدد لینا ضروری تھا۔ خوش قسمتی سے ایران کے مشہور فاضل سعید نفیسی کا مرتب کیا ہوا دیوان ایران سے شائع ہو چکا ہے۔ انھوں نے ایک مستند قلمی نسخہ کی مدد سے مرتب کیا تھا۔ یہ قلمی نسخہ ۹۶۳ھ کا لکھا ہوا ہے اور بہت خوشخط ہے۔ کاتب کا نام یوسف بن یعقوب ہے۔ سعید نفیسی نے اس نسخہ کے دو صفحات کا عکس بھی شائع کیا ہے۔ یہ نسخہ ہر حیثیت سے مکمل اور بے عیب تھا اس لئے انھوں نے اسے اپنے مقدمہ اور مفید حواشی کے ساتھ شائع کر دیا۔ میں نے نولکشوری اڈیشن اور سعید نفیسی کے اس جدید

اڈیشن کو سامنے رکھ کر پیش نظر نسخہ مرتب کیا ہے۔ جس میں سعید نفیسی کے مرتبہ اڈیشن میں جو غزلیات شامل نہ تھیں اُن کو بھی شامل کیا اور کچھ کلام جو دونوں میں نہ تھا اس کو بھی شامل کیا۔ اس سلسلہ میں قلمی نسخوں سے بھی مدد لی اور خسرو کے دوسرے مجموعوں سے بھی۔

میں نہایت اعتماد اور فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس سے زیادہ مکمل دیوان خسرو، اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوا۔



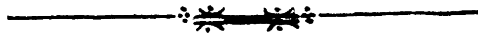
تقریظ

ازآں جہانی منشی نول کشور بانی "مطبع نولکشور"

چندانکہ بوالا حوصلگی وبلند خیالی ایں مطبع اکثر تصانیف لطیف قدمائے رحمہم اللہ بر طبق خواہش شائقین وقتاً فوقتاً بہ طبع رسیدہ اشاعت پذیر گردیدہ مزید براں منظور نظر اہل نظر افتاد و بر واحد بو فور مہربانی داد قدردانی داہم چنیں فرط مستمندے ارباب معنی نسبت کلام معجز نظام حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمہ دریافتہ درچار سوئے تلاش وجستجوے آں شتافتہ اگرچہ خیالات بلند ومقالات ارجمند ایں بزرگوار مقبول درگاہ کردگار بیشتر بر بیشتر لاکن دریں زمانہ مانند نظر پوشیدہ از نظر اگر بمقامے در مجلس وجد و سماع قوالی غزلے از تصنیف شریف سرائید شنوندۂ ذوق یاب گشتہ جویائے دیوان فیض بنیان گردید وآں حکم عنقا یافت مشتاقے مشتاق سرگرانیہا یافت نظر بایں ہمہ تن آرزوہا بودم و روز و شب در جستجو تا ایں کہ بہ مصداق جوئندہ یابندہ روزے درخدمت ابوحامد یوسف علی صاحب لکھنوی کہ در سرکار بھوپال علاقہ دارند و ذی استعداد روزگار ند بر سبیل تذکرۃ ذکر عدم بہم رسی دیوان ایں خسرو سخنوراں با فرط خواہش مستمنداں بمیان آمد خصوصاً شوق درونی خود بزبان مولوی صاحب معزی الیہ نظر بشوق احقر مجموعۂ انتخاب چار دیوان حضرت ایشاں کہ مانند جان عزیز دنہاں می داشتند لطف داشتہ منت برجان مستمنداں گزاشتند چوں بمجموعۂ موصوفہ نظر کردم شاہد آرزو در برکردم طرفہ مجموعۂ کہ خود آں طوطی شیوا زبان ہندوستان از چار دیوان

خویش ترتیب داده کیفیت چار فصل عالم بلا فصل بایں یک فصل بلاغت و فصل فصاحت نهاده چار عنصر که کمال و معنی و چار گلشن نهال معانی ذهنی نے سنے چار رقب تارک سیری دخانی و چار بالش هنر و نکته دانی یک یک دیوان ازاں مانند مصرعه چهارم رباعی مصرع و فرداً فرداً بجوهر ترصیع مرصع نخستیں تحفة الصغر مطبوع مطابع صغیر و کبیر دوئمیں وسط الحیوٰة مانند آب حیات بے نظیر سوئمیں غرة الکمال بکمال عزت معزز و ممتاز چهارمیں بقیه نقیه بابقیات صالحات سرفراز قصائد لاجواب غزلیات انتخاب قطعات برنگ قطعات فرادیس خورم و خوش رباعیات مانند چار موجهٔ کوثر دلکش بایں چار ارکان معنی مجموعه را چار عنصر خسروی گفتن لطیفهٔ غیبی و نکتهٔ لاریبی چنانچه در دیباچهٔ مصنف بشرح اسمائے دواوین ازیں نکته ایماے مبین به هفتده نیکو مبرهن بوصورهیچ غیر مترقب نعمت برخود بالیدم و از غایت شادمانی در پیرهن نه گنجیدم خواستم که تنها متلذذ نباشم ایں اعلائے اعلی بر سماه طبع فهم و بهمانی ارباب زماں و هم نسخه ممدوحه مکتوبه قدیم زماں بر قرب عهد مصنف نشان از غایت کهنگی و کرم خوردگی جا بجا حروف الفاظ مانا به نقوش موهومی بل نامشاهد غیر مرئی در تلاش نسخهٔ دیگر آں همت برگماشتم و در چار سوے جستجو قریب ده سال تگاپو داشتم دریں مدت از کدامی کتاب خانهٔ رئیس شهر و دیار نسخهٔ دیگر به هم نه رسید رفع شکوک مقامات محذوش نه گردید آخر به خاطر عاطر چناں ترا دید و بصفهٔ سینهٔ خورشید ارادهٔ الٰهی بدیں گونه تابید که تاکے ایں معشوقهٔ زیبا و جذیره رعنا که در پرده باید داشت نقاب احتجاب از چهره باید افراشت یعنی بطبع ایں مجموعه باید پرداخت و بر توکل الٰهی تکیه باید ساخت که همیشه کاروبار ایں مطبع به حمایت توکل و توفیق الٰهی رونق پذیرد باشاهد تمنا بغلگیر بنا بر علیه همان نسخه برائے نقل برداشتن مقرر شده و در حل مقامات محذوش غور و امعان نظر شد ارباب تصحیح مطبع کمال خوض و فکر را کار فرمودند و بقدر

امکان بہ تصحیح آں سعی و کوشش نمودند بر ایں ہم بعض بعض مقام حل نہ گردیدند و بسبب نامحسوس و مخدوش بودن بہ فہم نرسیدند ہم چناں آن مقام سادہ گزاشتہ شدند و از تصرف بری داشتہ شدند چہ در کلام ہمچو علام تصرف محض تکلف و تکلف صرف تصرف لہذا از ناظرین با تمکین امید چنین ست کہ مطبوع شدن ہمچو نسخۂ عزیز الوجود را غنیمت دانستہ سادہ بودن مقامات مذکور بعد ز مسطور تصور خواہند فرمود و نسبت جد و جہد جلیلہ و سعی و کوشش نبیلہ ارباب مطبع نظر کردہ بہ دعائے خیر یاد خواہند نمود۔



دیباچہ

از حضرت امیر خسرو دہلوی رح

حمدے کہ بقیہ نقیہ آں در تحریر برابر آید آں در نثار آمد و ستایشے کہ حلیہ جلیلہ آں
در تقریر فزاید و صفحات رموز اسرار مر آں خالقے کہ مخلوقات و مصنوعات ابدائع
و صنائع کتم عدم بہ صحرائے وجود پدید آورد و در دفتر آسمان بر مدار زمین بیاض روز
و ظلمت شب را مندرج گرداند مگر در کنہ و کیفیت آں قلم اوصاف واصفان شکستہ
و مرغ روح عاقلاں در کشف حقیقت آں پر انداختہ و خلعت ضعیف ناسوتی را مستعد
سر اسرار لاہوت ساختہ و ملک و ملکوت را بہ صنعت غریب بہر صورت کہ خواست از جناب
کبریا و جبروت پرداختہ زہے حکیمے کہ منجم حکمش چندیں ہزار دقائق حکمت از دو حرف
ریختہ خامہ ادراک روزنامچہ افلاک را استخراج کرد یعنی ہرچہ ازیں گرہ آرد و حرف امر
کہ نیم دائرہ یک نقطہ است نہ پرکار پرکار گردوں پدید آورد و چندیں ہزار نقطہ نبوت در
دائرہ ایں دائرہ خاک بہ استظہار رسانید الف و حا و میم احمد را کہ نقطہ نہ دارد در دائرہ
نقطہ ساختہ بواسطہ او سپہر لولاک لما خلقت الافلاک کہ شکل پرکار دارد در آورد
نزدیک بعضے حکما نقطہ وجود ندارد و نقطہ وجود مہدی علیہ السلام منور در عدم بود کہ دائرہ
موجودات بواسطہ او در مرکز کون مدار یافت اینکہ ہنوز در سمت عدم در پے بود ظرف
است والحمد للہ تعالیٰ ع ظرفیست کہ ہستی ہمہ زو یافت نمود ❊ بدانکہ روایان دور
کہ رموز معانی بر ایشاں واضح ست دانند کہ صنف کاتب ہر قسمے از اقسام منظوم و

منشور رعنایئے عالی ست کہ جز قرآن و احادیث و اقاویل علمائے دین بالائے آں صحف نتواں گذاشتن و نگاشتن ازاں روکہ ہر توحید او شفاعے ست از آب "مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ" و ہر صورت ہر مصباح و نعت گوئی کہ خالی ست از حقیقت یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ و سواد شعر و نصائح او گوئی سایہ ایست از "شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُھَا فِی السَّمَاءِ" و موعظہ ہر قطعہ گوئی عصارہ ایست از خلاصہ "یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ" و روح ہر غزلے کہ گوئی تتمہ ایست از "اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ" و لوازم ہر وصف او گوئی رائحہ ایست از روائح "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" فالحاصل در اوصاف نظم و نثر خوش خیال حبذا صفائے طبیعی کہ عطیۂ آیت الٰہی بہ فکر ریاضئے تشبیہی چوں نے از نیے و کاہے از کوہے بیروں توانم داد چنانکہ عنصریان مصنوعات کا تب ازاں جا کہ در طبع گردد زیرا کہ دریں وقت اکثر طبائع بغزل میل دارد و ازاں روز بازار فارس گرم ست و راویانِ سخن سنجانند تا از شعلۂ غزل محرق مجلس را گرم گردانند اکنوں مصلحت آں دیدم کہ بہ ہوائے دل خویش کہ کثافت طبیعت او آب گشتہ است از نائرہ قلم روانہ گردانم و در اوصاف ہر غزل چہار تشبیہ بہ چہار عنصر برائے نمونہ شعر بر آئینہ تخیل حکما از چہار طبع خویش رواں سازم تا بدانند کہ

تا بدانند کہ یک طبع رہے ہست چہار　　　کہ ہمی زاید از و معدن حیوان و نبات

معلوم خواطر اصحاب طبع باد کہ بمرتبۂ اول غزلیات بمثابہ خاک سرد و خشک و کثیف و نازک ست ایں غزلہا نیز بہ نسبت صنائع و بدائع خشک و تکلیفات سرد و کثیف تکلفات و بہ کثافت میل کند چوں بکام پرداخت آں دیوان اول تحفۃ الصغر است ایں طفل خاک را کہ ایام خاکبازی ست با طفلان و ہر صنفے رغبتے تمام غزلہائے دیوان بریں افتادہ است

سہل باشد نباشد آں بسیار　　　کاں چناں اندک ست نے بسیار

مرتبہ آں بود دوم مرتبۂ دوم غزلہا آب بود چوں آب بر خیال لطیف و از خاک برتر ست و از کدورات الفاظ کثیف مصفا وسط الحیوٰۃ است گرم و تر افتادہ است گوئی آبے ست

که از آتش طبع خویش جوش بسیار یافته است از محل مائیت بمرتبهٔ هوائیت رسیده و در مائیت خویش مانده و مرتبهٔ سوم غزلهائیست برشته باد چون خاصیت آب گرم و تر افتاده است و این غزلها لطیف ترست و روان تر و برتر و از بس لطافت خلل پذیر نبود و این غزلها نیز مانند باد گرم و تر افتاده است و از غزلهائی که مانند آب لطیفه و روان تر و عالم بی پرواز آتش طبع قوت بسیار یافته است و از مقام هوایت بمرتبهٔ مائیت رسیده و این ازان غرة الکمال ست غزلهائی او نیز برین نوع افتاده است باید که خواننده بطبع وفا و تاویل نماید و مرتبهٔ چهارم غزلهائی مثال آتش ست چنانکه آتش بعلو میل دارد و هیچ سر به پستی فرود نیارد و تنزل را در وی راه نبود و هیچ طبعی از و بلند تر نبود و باد و نه رسد چنانکه حرارت خاصهٔ آتش ست در دلهای نرم چون آتش در پنبه گزرد و دل آهنین را قدری نرم سازد و اگر دلی ست که در عشق زری ندارد نیک بسوزاند و خاکستر گرداند غزلهای بقیهٔ نقیه و بعد ازین اگر شعلهٔ روشن و آتش طبع وقاد که در شعر بود امیدست که ازین غزلهائی سوزان بلند کرهٔ اثیر را سراسر آتش پاره گرداند بمثابتی که شعلهٔ سوزان آن از خرمن آن و در خوشهٔ عطارد گیرد چنانکه اشراق آن در چرخ افتد و مشعلهٔ آفتاب را آب گرداند خسروا سخن بسیار می گوئی و مبالغت می نمائی و عذر استغفار کن که وقت ست الٰهی بعزت صفدری که گفت انا افصح العرب والعجم که به آب توبه آتش دروغهای راست کرده را از روی لوح دل من بشوی و این شاعر دروغ زن را بسوی راستی راه نمائی که او در دروغگوئی خود چنان به تنگ آمده ام که بنیام شکر تیغ بلکه خلاصهٔ کفر خویش ستائش دیباچهٔ خویش کرده ام و حضرت رسالت صلی الله علیه وسلم فرموده است که "کل شاعر کذاب" دانی که حاصل ایمان من چه باشد که کذب را بکمال رسانیده ام و خود را بحکم آنکه درین فن مدعی ام و قصهٔ کل شاعر کذاب در حق من ثابت شده است و اهل ادب گفته اند که کاذب فاعل ست و کذب ازان قوی ترست اگر در شروع هر یک

قیام نمایم از غرض اصل باز مانم الغرض آنہا کہ از یں دروغ زنانندہ راست آرندہ شعرند خاصۂ من کہ مبالغتہا یم گاہے رسیدہ است ؎

کہ اگر راست خواہی خسرو را   کذب ایں جا خلاصۂ کذب است

اے کشایندۂ زبان در بار صدیقاں بر تسبیح ذکر خویش و اے آرندہ و آرایندہ دل گہر بار محبان بہ تہلیل و تحمید خویش کہ من در آمدہ را چوں ہنگام صندوق صدق رسد کلمۂ وافر فتوح لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ را کلید آں صندوق گرداں و خاتمہ کار کاتب و ناظم و قاری و ناظر را بدولت ایمان مشرف گرداں بحق محمد و آلہ و صحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین



ساقی نامہ

بیا تا بہ شادی و فرخندگی — برآریم باہم دمے زندگی
بہ ہم صحبتاں دوستگانی دہیم — نشینیم و دادِ جوانی دہیم
اگر باز کاویم بنیاد را — بنا بر غم است آدمی زاد را
چو غم را کرانہ پدیدار نیست — بہ از شاد بودن دگر کار نیست
کسانے کہ رخت از جہاں بردہ اند — ہمہ در غم زیستن مردہ اند
ہمہ کس طلب گار عمر اند و بس — کسے را بہ مُردن نیاید ہوس
بقا را چو تنگ است جائے درنگ — چہ داریم بیہودہ دل نیز تنگ
یک امروز در خوشدلی رو نہیم — غم دی و فردا بہ یک سُو نہیم
دل امروز در بند فردا ممان — نگر تا بہ فردا نیابی امان
بہ عمرے کہ نقد ست دل از غم تہی ست — غم عمر نسیہ خوری ابلہی ست
چو خواہی غم و شادمانی گذشت — جہاں خوش گذار ار توانی گذشت
بہ مے تازہ گرداں دل ریش را — رہا کن حساب کم و بیش را
بیا ساقی آں جام شادی فزائے — کہ بنیادِ غم را در آرد ز پائے
بمن دہ کہ راحت بہ جانم دہد — ز خونابۂ دہر امانم دہد

---

۱ ماخوذ از آئینہ سکندری طبع علی گڑھ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء (کہ در ما بعد بعلامت آس مذکور ست) ص ۱۲۵

۲ آس ، دوست کامی ، ۳ آس ص ۲۶

بیا مطرب آن بربط خوش نوا   که بے مغزیش مغز را شد دوا
بزن تا چو بربا یداز مغز ہوش   بدل جانِ نو ریزد از راہ گوش
بیا ساقی آں چشمۂ زندگی   کہ یابد ازو عمر پایندگی
مرا دہ کہ من خضر پنہانیم   ثنا گوئے اسکندرِ ثانیم
بیا مطرب آں نغمہ زن رود   کزو آبِ جیحوں در آید برود
برآور بداں گونہ بانگ رباب   کہ اسکندر خفتہ خیزد ز خواب
بیا ساقی اندر قدح پے بہ پے   بہ عاشق نوازی فرو ریز مے
مئے کو بہ عشق آشنائی دہد   ز تشویش خویشم رہائی دہد
بیا مطرب آں پردہ ہائے کلیم   کزو گشت پوشیدہ عقل سلیم
نوازش چناں کن کہ جانِ نژند   شود رستہ زیں عقل ناسودمند
بیا ساقیا در دہ آں خوب جام   کہ شد قرۃ العین مستانش نام
چناں گوش من پر کن از بانگ نوش   کہ بیروں دود پند دانا ز گوش
بیا مطرب آں مجرۂ طفل کش   چو طفلاں ببر گیرد بنواز خوش
نوائے کہ تعلیم کرد از نخست   بزن چوب تا باز گوید درست
بیا ساقی آں بادۂ تلخ فام   کہ شیرینیِ عیش ریزد بہ کام
بدہ تا بہ شیرینی آرم بہ کار   کہ تلخی بسے دیدم از روزگار
بیا مطربا برکش آوازِ تر   دماغ مرا تر کن از سازِ تر
رواں کن کہ خشک ست رود رباب   ازاں دست چوں ابر بارانش آب

---

۱ آس (صـ۲) آ: ایں   ۲ آس صـ۱۳   ۳ آس (صـ۱۲) خون خام
۴ س آ: جرہ   ۵ آس صـ۱۵   ۶ س آ: تیز   ۷ آس صـ۱۵ بارانِ آب

بیا ساقی آن شربتِ خوشگوار / کزو بزم گردد چو خرم[۱] بهار
بده تا چو در تن در آرد توان / گلِ زردِ من زو شود ارغوان
بیا مطربا اسبابِ نے کن تمام / بدین ارغنون ساز طنبور نام
که گر چون عروسانش در بر نهی / مے پرده[۲] ہا از کدورے تهی
بیا ساقی آن گنجدان نشاط / که اندیشه را در نوردد بساط
بده[۳] تا بساطِ سخن نو کنم / وزو مجلس آرائے خسرو کنم
بیا مطربا ساز کن چنگ را / بنالش در آر آن تر آهنگ را
بگیر[۴] گر ز ذوق آواز وے / حریفان نگردند محتاج وے
بیا[۵] ساقی آن بادهٔ دلنواز / دلِ آهنینِ من آئینه ساز
مے صاف کاید چو ما را به تن / توان دید جان آشکارا به تن
بیا مطربا نغمهٔ خوش برآر / بزاری یکے قولِ دلکش برآر
بزن زان زمان[۶] راهِ ماہے[۷] درنگ / که شد راه زن همچو تیغِ فرنگ
خوشا خرگهِ گرم در ماه دے / هم از تابِ آتش هم از آ[۸]بِ مے
مے روشن و ساقیِ چون شکر / به ریشم زنی ساده زان خوب‌تر
کبابے و نقلے و هم خوابهٔ / که جانے ستاند به هر لابهٔ
کسے کین تماشاش همره بود / اگر بیش ازین جوید ابله بود
مشو ابله اے مرد عشرت پسند / ز عشرت دمے چند شو بهره‌مند
به کف گیر جام درفشنده[۹] را / درو ریز یاقوت رخشنده را

---

۱ آس، ص۱۰۳ ۲ آ، بہ؛ تا، تر ۳ در تا این بیت را حذف کرده و در آ مسوخ آورده این طور: بده تا بساط سخن نو کنم، وزو مجلس آرائے خوشبو کنم؛ تصحیح از روی آس ص۱۴۰ ۴ آ، ذوق و آواز ۵ آس، (ص۱۵۱)، ساقیا زان ۶ آس، زبان ۷ آ، تا، دانی؛ تصحیح از آس ۸ آس، تاب ۹ تا، آ، درخشنده؛ تصحیح از بردے آس۔

بیا[1] ساقی آن ارغوانی شراب | که محراب زردشتیان شد خراب[2]
بده تا به مستی کنم خواب خویش | کشم آتش غم بدان آب خوش
بیا مطربا آن زخمه[3] گز یک فغان | کشد[4] زاهدان را به کوی مغان
چنان زن که آتش زند سینه را | ز سر نو کند داغ دیرینه را
بیا[5] ساقی آن ساغر دلکشای | که صورت نمایست[6] معنی فزای
بده تا دل از روی مصفا کنیم | دو دریا ز معنی به یک جا کنیم
بیا[7] مطربا آن نای را کن بدست | کز ارغنونهای یونان شکست
چنان بلبلش کن که عنقای روم | ازان زاغ[8] گوید بهر مرز و بوم
بیا ساقی آن سلسبیل حیات | که شوید همه تیرگیها ز ذات
بده تا چو منزل به خاکم کشد[9] | ز آلایش خاک پاکم کشد
بیا مطربا آن علم باریک را | که روشن کند جان تاریک را
فرو گوی زان گونه سوزان[10] تر | که دستار عالم ربائی[11] ز سر
بیا ساقی آن کیمیای وجود | که بی همتان را در آرد به جود
به من ده که تا شادمانی کنم | ز گنج سخن دُرفشانی کنم
بیا مطربا مو به مو باز جوی | ز موی کمانچه نوائی چو موی
که تا چون به مستان رسد[12] ساز او | گوارا شود می بر آواز او
گر آسایشی داری[13] از روزگار | جمال عزیزان غنیمت شمار
دل از روی هم صحبتان شاد کن | به نُقل و به می مجلس آباد کن
به جمعیت دوستان روی نه | پراگندگی را به یکسوی نه

---

[1] آس ص ۱۶۱ ـ قیا [2] آس: زنا [3] آس: چغنه [4] آس: کند [5] آس ص ۱۸۳ [6] در آس محذوف
[7] آس: باز [8] آس ص ۲۱۸، کشد [9] آس: رباید [10] آس ص ۲۲۴ رسد [11] آس: خوابی

ز بادِ بهاری هوا مشکبوست[1] / عروسِ چمن ز آبِ گل شسته روست[2]
شده جلوه گر نازنینانِ باغ / رُخ آراسته هر یکے چوں چراغ
بساطِ گل از سبزه گلشن شده / چراغِ گل از باد روشن شده
شده مشکبو غنچه در زیرِ پوست / چو تعویذِ مشکیں به بازوے دوست
بنفشه سرِ زلف را خم زده / گره در دلِ غنچه[3] از غم زده
کشاده[4] گل لعل جلبابِ نور / نظاره کناں چشمِ نرگس ز دُور
ز بس تریِ اندامِ زیبائے گل / شده لرز لرزاں[5] سراپائے گل
شده سرخ گل مفرشِ بوستاں / به صحرا بروں آمده دوستاں
بروں کرده سوسن زبان خموش / همی کرد هر دم تقاضائے نوش
هوا بر سرِ سبزه می ریخت سیم / مرا عنبر همی کرد بر گل نسیم
به هر چشمه منقارِ بط آب گیر / چو مقراضِ زرّیں به قطعِ حریر
به هر شاخ مرغ ارغنوں ساخته / به هر نغمه گلبن سر انداخته
ازاں نغمه کو غارتِ هوش کرد / مغنّی ترنّم فراموش کرد
غزل خوانیِ بلبلِ صبح خیز / تمنّائے میخوارگاں کرده تیز
ز آوازِ دُرّاج در رقصِ تذرو / سبک گشته در خاستن پائے سرو
ز نالیدنِ قُمریِ خوش نوا / کبوتر معلّق زناں در هوا
بیا ساقی آں جامِ دریا دروں / کز و گوهرِ مردم آید بروں
بده تا نشاطِ[6] دروں آرد دم / برو سنگ و گوهر بروں آرد دم
بیا مطرب آں مایهٔ دل خوشی / که صوفی کند ز و ملامت کشی

---

۱ آتش (ص ۱۲۹۱) مشکبوے ۲ آتش: روے ۳ آتش: محکم ۴ در تن محذوف
۵ تن: لرزه لرزاں، آتش: پاره پاره ۶ آتش (ص ۱۲۶۶) نشاطے بروں۔

بده تا دمے خرقه بازی کنیم / به مے دلقِ خود را نمازی کنیم
بیا ساقی آں بادهٔ بے غبار / فروشوے ازیں جانِ خاکی غبار
که چوں گم شود جان غمناک ما / نه ریزد کسے جرعه بر خاکِ ما
بیا مطرب آواز برکش بلند / بروں کن غم از سینه ہائے نژند
ز سر نو کن آئینِ عشاق را / بقلقل[1] در آر ایں کہن طاق را
بیا[2] ساقی آں مے که کامِ من ست / بمن ده که در خوردِ جامِ من ست
مرا با حریفانِ من نوش باد / حریفانِ بد را فراموش باد
بیا مطربا ساز کن پرده را / بسوز ایں دلِ عشق پرورده را

رسید از بتاں جانِ خسرو به کام
به یک زخم کن کارِ او را تمام

---

[1] آس (ص۲۷۹) : بقلقل   [2] آس : (ص۲۹۲) -



غزلیات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱ ت

ابر می بارد و من میشوم از یار جدا   چون کنم دل بچنیں روز ز دلدار جدا
ابرِ باران و من و یار ستاده بوداع   من جدا گریہ کناں ابر جدا ، یار جدا
سبزہ نوخیز و ہوا خرم و بستاں سرسبز   بلبل روے سیہ ماندہ ز گلزار جدا
اے مرا در تہ ہر موے ز زلفت بندے   چہ کنی بند ز بندم ہمہ یک بار جدا
دیدہ از بہر تو خوں بار شد اے مردم چشم   مردمی کن مشو از دیدۂ خوں بار جدا
نعمت دیدہ نہ خواہم کہ بماند پس ازیں   ماندہ چوں دیدہ ازاں نعمت دیدار جدا
دیدہ صد رخنہ شد از بہر تو، خاکے ز رہت   زود بر گیر و بکن رخنۂ دیدار جدا
میدہم جان مرو از من، دگرت باور نیست   پیش ازاں خواہی تو بستان و نگہدار جدا
حسن تو دیر نپاید چو ز خسرو رفتی   گل بسے دیر نہ ماند چو شد از خار جدا

۲ ب

صد ہزاراں آفریں جان آفرین پاک را   کافرید از آب و گل سروے چو تو چالاک را
تلخ میگوئی و من می بینمت از دور ویس   زہر کئے آید فرو گر ننگرم تریاک را
غنچہ[۱] دل تہ بتہ بے گلرخان خونست از آنکہ   بوستان زندان نماید مردم غمناک را
چوں ترا بینم ہم از چشم خودم در رشک، از آنکہ   تر کردامن رخت ایں چشمہاے پاک را
گر بکویت خاک گردم نیست غم لیکن غم است   ز سر کویت نخواہد باد بردایں خاک را

---

۱ در نسخۂ ن : در چمن ہم خوش نیم بے تو تو ہم میدانی آنکہ ـ

شهسوارا عیب غفر است صید چون منی   گاه بستن عذر خواهی کن زمن فتراک را
چون[1] دلم ز چاک شد اے پندگو راضی نیم   از رگ جان خود ار دوزی در این دل چاک را
چشمهٔ عمرست و خلقی در پیش جیفه تو لیست   آشنائی با چنان دریا چنین خاشاک را
نالهٔ جانسوز خسرو کو بدلها شعله زد
ریختے ناموخت آن سنگین دل بے باک را   ۳

مرا[2] دردیست اندر دل که درمان نیستش یارا   من و دردت، چو تو درمان نمی خواهی دل ما را
منم امروز و صحرائے و آب ناخوش از دیده   چو مجنون آب خوش هرگز نداری وحش صحرا را
شبت خوش باد و خواب مستیت سلطان من خوش خو   شبے گرچه نیاری یاد بیداران شبها را
ز عشق ار عاشقے میرد، گنه بر عشق ننهد کس   که بهر غرقه کردن عیب نتوان کرد دریا را
بمیرند و بر دل ندهند مشتاقان دم حسرت   کله ناگه مبادا کج شود آن سرو بالا را
به نومیدی بسر شد روزگار من که یک روزے   عنان گیری نکرد امید هم عمر گران ما را
مزن لاف صبوری خسرو اندر عشق، کاین صرصر
به رقص آرد چو نفخ صور کوه پاے بر جا را   ۴

گر[3] از مے تلخ میکن آن دو لعل شکر افشان را   که تا نرگس بگستاخی نبیند آن گلستان را
کنم دعوی عشق یار د آنگه زد وفا جویم   نه عشق از پر شور دوست خواهم داشتن آن را
بران تا زود تر زان شعله خاکستر شود جانم   نفس بگشایم و دم میدهم سوزاک پنهان را
بریدم زلف او را سر، که هنگام پریشانی   شهادت گوید آن زاهد چو دید آن کافرستان را
نهان ناخویش مگوییم که هست آن شوخ زان من   مگر روزے دو رسوا ماند، زبانے میدهم جان را
از او یارب نپرسی و مرا سوزی بجاے او   چو سیری نیست از آزاد خلق آن ناپشیمان را
بیار آن نامهٔ مجنون که گیرم سبق رسوائی   بخون دل چو خسرو شست لوح صبر و سامان را

---

۱ چون دلم چاک از تو خدا یے پند رامی گوئیم ـ در "ن" ـ ۲ لغایت ۳ سه شعر ابیات محذوف در نسخهٔ "ن"

۵
زمانه شکل دیگر گشت و رفت آن مهربانیها — همه خونابه حسرت شد ست آن دوستکامیها
عزیزانی که از صحبت گران تر بوده اند از جان — چو بر دلها گران گشتند بردند آن گرانیها
نشان همدمان جائی نمی بینم چه شد آہے — زمانه محو کرد از سر، دگر ره آن گرانیها
کنون در گنج مهمان زمینند آنکه دیدستی — پری رویان زیور کرده را در میهمانیها
چو مشک ما همه کافور شد از سردی عالم — جوانان را ز ما دل سرد شد کو آن جوانیها
دگر سوزیم در عالم کسی دلسوز ما نبود — زبس کز مهربانان رفت، سوز مهربانیها
مخند ای کامران عیش، بر تلخیٔ عیش من — که من هم داشتم اندازهٔ خود کامرانیها
کسی کامروز در شادیست فردا بینیش غم — نوید ماتم غم دان نوای شادمانیها
بنقد خوشدلی مفروش ده روز حیات خود — که خواهد رایگان رفتن متاع کامرانیها

غم آرد یاد شادیهای رفته در دل خسرو
چو یاد تندرستی زمان شادمانیها

ع

۶
بیم است که سودایت دیوانه کند ما را — در شهر به بدنامی افسانه کند ما را
بهر تو ز عقل و دین بیگانه شدم آہے — ترسم که غمت از جان بیگانه کند ما را
در هجر چنان گشتم ناچیز که گر خواهد — زلفت بسر یک مو در شانه کند ما را
زان سلسلهٔ گیسو منشور نجاتم ده — زان پیش که زنجیرت دیوانه کند ما را
زین گونه ضعیف ار من در زلف تو آویزم — مشاطه بجای مو، در شانه کند ما را
مستی[۲] می زدهٔ دوشم شاید که خیال تو — امروز بیک ساغر مستانه کند ما را

چون شمع بتان گشتی بیش آی که تا خسرو
بر آتش روی تو پروانه کند ما را

[۳] ۷
آن طره بروی مه بنهاد سر خود را — از خط غبار آن رخ پوشید چو خور خود را

۲؎ بیت محذوف در ن   ۳؎ این غزل محذوف در ت - ۱؎ این غزل محذوف در ن"

چوں دید گل رویش در صحن چمن زاں گل — ایثار قدومش کرد از شرم زر خود را
مانند قدش بستاں چوں دید سہی سروے — زیر قدمش سبزہ بنہاد سر خود را
دیدم بر قیب او بنشستہ سگ کویش — گفتم کہ فلاں اکنوں وا یافت خر خود را
اے ناصح بیہودہ چندیں چہ دہی پندم — بگذار مرا بگذار، بے خانہ سر خود را
زاں بند قبا دارم پیوستہ بدل غصہ — کاندر پے جان من بربست بر خود را

گفتا ز درم خسرو، منزل بدگر جا کن
گفتم کہ سگ خانہ نگذاشت در خود را

۸ ۱ ‌ف
چنانی در نظر نظارگاں را — کہ رونق بشکنی مہ پارگاں را
چناں نالاں ہمی گردم بکویت — کہ دل خوں میشود نظارگاں را
تو در خواب خوش و من تو ہر شب — شمارم در سحر سیارگاں را
زبس کایں رنج من بہ می گردد — زمن بگرفتہ دل غمخوارگاں را
دوائے درد من بر تست لیکن — تو چارہ کئے کنی بیچارگاں را
روی گر اے صبا در خانۂ او — بگوئی قصہ آوارگاں را

دل دیوانۂ خسرو نکو نیست
چہ گویم بد بری رخسارگاں را

۹ ۲ ‌ف
صبا نو کرد باغ و بوستاں را — پیالہ داد نرگس ارغواں را
بخط سبز، صحرا نسخہ برداشت — سواد روشن دار الجناں را
سحرگاہاں چکید از قطرۂ ابر — گلو تر گشت مرغ صبح خواں را
مزاج از قطرہ ہا خوش کرد نرگس — چو بیماری کہ یابد ناتواں را
بنفشہ گوژ پیش سرو گوئی — تواضع می کند پیر و جواں را

---

۱ ‌ف و ۳ ‌ف ہر دو غزلیات محذوف در نسخۂ ن

مگر بوسے نمی خواہد ز سوسن | کہ غنچہ تنگ می گیرد دہان را
الا اے بلبل آخر بانگ بر زن | کہ سوسن گرد، می نارد زبان را
نگارا بلبل اینک می کند بانگ | روان کن در چمن سرو روان را
مرا گفتی "مبیں در من، بگل بیں" | بگل نسبت مکن، روئے چناں را
جوانی می رود از دست، بر باد | برو لنگر بنہ رطل گران را
گل اندک عمر و چنداں باد در سر | چہ گونہ خندہ ناید گلستان را

بباغ مجلس خود ہمچو بلبل
۱۰ نگہ کن خسرو شیریں زباں را

[1] گل من سبزہ زارے کرد پیدا | زمانہ نو بہارے کرد پیدا
دریں موسم کہ از تاثیر نوروز | جہاں، نو روزگارے کرد پیدا
زکوہ ابر، سنگ ژالہ افتاد | زرگل را عیارے کرد پیدا
شدم موے وفرو رفتم برویش | ہمانم خار خارے کرد پیدا
نہانی خار خارے داشت آں شوخ | بحمد اللہ کہ یارے کرد پیدا

ببین خسرو اگر جانت بکار است
۱۱ کہ جاں را باز کارے کرد پیدا

[2] چو بکشائی لب شکر شکن را | لبالب در شکر گیری سخن را
لبت گوید دلیری کن ببوسے | مرا زہرہ نباشد، صد چو من را
بدل آتش زدی و میدہی دم | بخواہی سوخت جان ممتحن را
شدی در بوستاں روزے بگلگشت | نمودی روئے خوبان چمن را
دو دیدہ نسبت نرگس را کہ بیند | از آنگہ باز روئے یاسمن را
ولے از سنگ نبود چوں دل تو | بت سنگین یغما و ختن را

---

[1] و [2] محذوف در نسخۂ "ن"

دل خسرو شکستی آه، گر من
۱۲ کنم آگاه شاهِ بت شکن را

در آمد[1] در دل آن سلطان دلها | دل من زنده شد زان جان دلها
همی کارو بکویش تخم جان خلق | که می بارد از آن باران دلها
زبس دلها که در کوے تو افتاد | شده زاغ و زغن مهمان دلها
بگرما از سوادِ چشم من کن | سیه چتر خود اے سلطان دلها
زہے مهتاب عالم سوز کافگند | رخت در عرصۂ ویران دلها
عذابے دارم از تو گرچه هستی | ز رحمت آیتے در شأن دلها
نگویم درد خود، کس را که نشناخت | طبیب کالبد درمان دلها
تو می خور گرچه مشتاقاں کبابند | بروے آتش سوزان دلها

دل خسرو شد از نو، بت پرستے
۱۳ تو تا بردی همه ایمان دلها

زہے وصف لبت ذکر زبانها | دهانت در سخن اکسیر جانها
چو می خندد لب شکر فشانت | ز حیرت باز می ماند دهانها
ز چشمت کو بدل تخم وفا ریخت | مرا در سینه میریزد سنانها
فلک را آه مظلومے چو من سوخت | چرا آتش نبارد ز آسمانها
مرا با شکل رسوائی خوش افتاد | بخندید اے رفیقاں از گرانها
شبے کردم به بستان نالۂ درد | رها کردند مرغان آشیانها

ازاین ره رفت خسرو خلق گویند
چو بیند جابجا از خون فشانها

---

[1] غزل محذوف در ن

۱۴ بلے[1]
بہر شکار آمد بروں کژ کردہ ابرو ناز را — صانع خدائے کاین کماں داد آں شکار انداز را
او میرود جولاں کناں وز بہر دیدن سر زناں — جانہا ہمی آید بروں صد عاشق جانباز را
تا کے ز چشم نیکواں بر جان و دل ناوک خورم — اے کاش تیرے آمدے ایں دیدہ ہائے باز را
خلقے بہ بند گشتنم دیں دیدہ در غمّاز یم — من بیں کہ بہر خون خود دل میدہم غماز را
عاشق کہ میسوزد دلش، از طعنہ باکش کے بود — شمعے کہ آتش می خورد آتش خمار دکاز را
دل بانگ وزدی ہا کند کش بشنوی فریاد من — از نالہ ہم غیرت برم وز دم بدل آواز را
طایک جاں از حد گذشت افتادگاں را بردرت — بر نیم بسمل کشتگاں دستوری دہ باز را
سوئے تو اے طاوس جاں دل میپراند ایں گدا — زاں ساں کہ سوئے کبک و بط خادجہاں شہباز را
اعظم خلیفہ قطب دیں آنکو ہمائے ہمتش
بالاتر از ہفتم فلک، دارد محل پرواز را

۱۵
جان من از آرام شد، آرام جان من کجا — ہجرم نشان فتنہ شد فتنہ نشان من کجا
آمد بہار مشک دم سنبل دمید و لالہ ہم — سبزہ بصحرا زد قدم سرو روان من کجا
از گریہ ماندم پا بگل وز دوستاں گشتم خجل — جاں از جہاں بگسست دل، جان و جہان من کجا
در کار غم شد مو ریم بے پردہ شد مستوریم — تلخ است عیش از دوریم شکرفشان من کجا
شخصم ضعیف و دیدہ تر زاں ریسمان وزیں گہر — اینک مہیا شد مگر لاغرمیان من کجا
ہردم جگر در سوز و تاب واندیدہ ریزم خون ناب — اینک مئے و اینک کباب آن میہماں من کجا
من چو آں مہرباں دارم زخاموشی نہاں — او ہم نیارد بر زباں کاں بے زبان من کجا
جاں راست آں یار نکو رفتہ دل خسرو در او
گر دل نہ رفتہ است ایں بگو ایں گو کہ جان من کجا

۱۶
بشگفت[2] گلہا در چمن، اے گلستان من بیا — سرو ایستادہ منتظر، سرو روان من بیا

[1] و [2] محذوف در نسخہ "ن"

از گریۂ من ہر طرف، پر لالہ و گل شد زمیں — وقتے بگلگشت اے صنم، در گلستان من بیا
حیف است دیدن بے رخت، در بوستاں آخر گہے — اے گل نہاں از باغباں، در بوستان من بیا
ہر طرۂ تو آفتے ہر نرگس تو فتنۂ اے — گرچہ بلاے عالمے، از بہر جان من بیا
تلخے کہ گوئی نیست آں، از تلخی ہجرت فزوں — با ایں ہمہ تلخی خود، شکر فشان من بیا
دانی کہ ہستم در جہاں، من خسرو شیریں زباں
گر نائی از بہر دلم، بہر زبان من بیا

۱۷ — و

وقت گل است نوش کن بادۂ چوں گلاب را — بلبل نغمہ ساز کن بلبلۂ شراب را
ساغر لالہ ہر زمان یاد نشاط می دہد — بین کہ چہ موسمے است خوش نقل و مے و کباب را
مرغ چو در سرود شد بال کشید در زمین — سبزہ بساط سبز و تر از پئے رقص آب را
نیست حیات شکریں کاخر شب شکر لباں — ہر طرفی بہوے مے تلخ کنند خواب را
چوں بسوال گویدم ساقی مست عاشقاں — ہاں قدحے چگونہ ای بحاضر ما ایں جواب را[۱]
کرد سفید برق را تا بنشاند از ہوا — موج بلند می شود چشمۂ آفتاب را
نے غلطم کہ آفتاب اوج از آں گرفت تا — بوسہ زند بہ پیش شہ حاغیۂ جناب را
خوں[۲] خدنگ او بسے خون ز دو دیدہ برنشد — سیر کجا کند مگس حوصلۂ عقاب را
خانۂ خسرو از روش ہست صبا کہ ہر زماں
از رخ فکر مدح تو دور کند نقاب را

۱۸ — [۳]

مشکل دل بردن کہ تو داری بنا خند دلبرے را — خواب بندیہای چشمت کم بود جادو گرے را
چوں زہجراں شد زحل در طالعم کے بیکم آں پا — ایں سعادت دست ندہد جز مبارک اخترے را
زیں ہوس مردم کہ وقتے سر نہم بر آستانت — بین چہ جائے می نہم من ہم چنیں مادر سرے را

---

[۱] بعدہ در نسخوں بیت ذیل اضافہ است۔ [۵] چند ز عقل و در سر بادہ بیار ساقیا۔ مدد ترا و سرما عقل غم تاب را [۲] شعر محذوف در ن۔ [۳] ایں غزل محذوف در نسخۂ ن۔

چند گوئی سوز خود روشن کن ار داری زبانے　　چون نه خیزد شعله تا کی دم دهم خاکسترے را

بر من بد روز بس، کز غم قیامت هاست هر شب　　روز من روزے مبادا تا قیامت کافرے را

می زنندم طعنه کاخر دل که گم کردی بجوئی　　من که خود را گم کرده ام گم چون بجویم دیگرے را

دوستان گویند تا گر مرد خواهی بر در او　　دولتم نبود که گردم خاک از آنگونه درے را

کے چو من سوزند یاران گرچه دل سوزند لیکن　　عود چون سوزد نبود دل گرمی هم مجمرے را

آه پنهانی خود خوردن که خسرو راست زان بت
بوالعجب تر زین فرو بردن که یارد خنجرے را

۱۹

گرچه[1] از ما وا گسستی صحبت دیرینه را　　جا مده بارے تو در دل دوستان دینه را

خورد عاشق چیست، پیکانهائے زهرآلود هجر　　وصل، چون یار تو باشد ناز جو لوزینه را

بسکه خوش دل با غم شبهائے درد خویش را　　دوست میدارم چو طفل کور دل، آدینه را

محتسب گو تا چو من صوفی رسوا را بشهر　　گشت فرماید بگردن بسته این پشمینه را

طعنه زد بر بیدلان خسرو که شد زین سان خراب
فرقتت از جان او خوش می کشد این کینه را

۲۰

تا نظر[2] سوئے دو چشم تست یاران ترا　　کے بود بیکا وے آن مردم شکاران ترا

تا شدند اندر کشش دو چشم تو خنجر گذار　　شغل ها فرمود اجل خنجر گذاران ترا

نوجوان گشتی و شکل ناز را نشناختی　　جائے تسکین نیست زین پس بیقراران ترا

هر که را امروز خواندی باز فردا کشتیش　　بارک الله این چه اقبال ست یاران ترا

تا دلم خوش کردی از امید پیکان زیستن　　نام شد باران رحمت، تیر باران ترا

شرمسار یک نظر گشتیم و هست از چشم تو　　یک نظر دیگر توقع شرمساران ترا

از لب تو تشنگان محروم و ساغر بهره مند　　مرحمے باید هم آخر دلفگاران ترا

---

[1] تا [2] هر دو غزلیات محذوف در ن

خون تیره می خورند از چشم تو عشاق تو — نوش باد این مے بیادت دردخواران ترا

شاه حسنی و بلا و فتنه پیشت یادگار
شرم باد از قتل خسرو کارزاران ترا

۲۱

این چه[۱] روز است این که یار از در درآمد مرمرا — وه چه کار است اینکه از جانان بیآمد مرمرا
این چه بوئے ست اینکه جا اندر دماغ جان گرفت — این چه روز است اینکه در چشم تر آمد مرمرا
از گلستان وفا برخاست بادے ناگهان — مشک در بالین و گل در بستر آمد مرمرا
ناگهان آمد چو آب زندگانی بر سرم — زنده امروزم که آب اندر سر آمد مرمرا
گردنم می خواست تا در چنبر آرد زلف تو — اینک اینک گردن اندر چنبر آمد مرمرا
گو برو ساقی که جان از روئے جانان مست شد — گو قدح بشکن که مے در ساغر آمد مرمرا
گر کسے را در جهان از طلعت دیدار خویش — طالعے آمد نکو نیکو تر آمد مرمرا

خسروم گر خود سلیمانی کنم دعوی رواست
کافتاب رفته بار دیگر آمد مرمرا

۲۲

گنج[۲] عشق تو نهان شد در دل ویران ما — میزند زان شعله دائم آتشے در جان ما
ای طبیب از ما گذر، درمان درد ما مجوے — تا کند جانان ما از لطف خود، درمان ما
یوسف عهد خودی تو ای صنم با این جمال — میرسد شاهی ترا بر دلبران سلطان ما
دی خرامان در چمن، ناگه گذشتی لاله گفت — نیست مثل آں صنوبر در همه بستان ما
از تب و تاب غم هجران، چو ما را دل بسوخت — خود نه گفتی این گذر چونست در هجران ما؟
چشم ما می گرید از سوز غمت شب تا بروز — هیچ رحمے نایدت بر دیدهٔ گریان ما

می کنم شادی که گفتا غمزه اش از ناز دوش
خسروا نزدیک آں شد تا شوی قربان ما

---

۱ و ۲ هر دو غزلیات محذوف در نسخهٔ ن

۲۳

در[۱] خم گیسوے کافر کیش داری تار ہا   بہر گرہ کردن پاکاں ست ایں زنار ہا

پردہ بردار از رخے کاں مایۂ دیوانگی ست   کز دماغ عاقلاں بیروں برد پندار ہا

فتنہ دور است و آفت کار زار حسن تو   حسن را آرے بود ایں گونہ دست انداز ہا

آشتی دہ با لبم لب را کہ آزارم بکام   کز پی آں آشتی خوش باشد ایں آزار ہا

خار خارے در دل ست و غنچہ ہائے خوں براں   چوں کنم چوں خود جز ایں گل نشکند زیں خار ہا

عاشق کاہ و علف دل نیست بل نقل سگاں ست   چوں دل گاواں کہ بفروشند در بازار ہا

گفتمش جاں می کنم خوں می خورم بہر تو، گفت

خسروا مشتاق را جز ایں نہ باشد کار ہا

۲۴

گم[۲] شدم در سر آں کوے مجوئید مرا   ور مرا کشت، شدم زندہ، مبوئید مرا

عشرے از گم شدنم رفت و نمی آیم باز   چوں چنیں است شما نیز مجوئید مرا

بر درش مردم و آں خاک بااعضا من ست   ہم بداں خاک در آرید و مشوئید مرا

عاشق و مستم و رسوائی خویشم ہوس است   ہرچہ خواہم کہ کنم ہیچ مگوئید مرا

خسروم من گلے از خون دل خود رستہ

بوئے من ہست جگر سوز، مبوئید مرا

۲۵

اے[۳] شدہ ماہ نما دیدۂ بدخوے مرا   دیدہ ای ہیچ گر آں ماہ جفا جوے مرا

نتواند کہ کسے را نہ کشد با آں روے   واگذارید بمن آں بت بدخوے مرا

اژدہ گر از پے آں روے نہندم بر سر   شانہ اے دانم کا و راست کند موے مرا

گفتم" ایں سر بہ یکے ضربت چوگاں بنواز"   گفت" خواہی کہ تو معذول کنی گوے مرا"

ترسم از بوے دل سوختہ تا خوش گردد   می رسانی بہ وے اے باد صبا بوے مرا

شد زمن سوختہ خلقے و ز دود دل من   آتشے گیرد ہر روز سر کوے مرا

---

۱ لغایتہ ۳ ہر سہ غزلیات محذوف در نسخہ ن

گفتی افتادہ بماں بر در من، چوں خیزم؟ — خاک نا خوردہ ہنوز ایں سرو پہلوے مرا

بسکہ گریہ زغمت روے بزانو خسرو

۲۶ بیم زنگار شد آئینہ زانوے مرا

دہ[۱] کہ از سوز درونم خبرے نیست ترا — در غمت مردم و با من نظرے نیست ترا

بر سر کوئے تو فریاد کہ از راہ وفا — خاک رہ گشتم و بر من گذرے نیست ترا

دارم آں سر، کہ سرم در سر و کار تو شود — با من دل شدہ ہر چند سرے نیست ترا

دیگراں گرچہ دم از مہر و وفاے تو زنند — بہ وفائے تو، کہ چوں من دگرے نیست ترا

خسروا نالہ و فریاد بجاے نہ رسد

۲۷ یارب ایں گریۂ خونیں اثرے نیست ترا

خبرت[۲] ہست کہ از خویش خبر نیست مرا؟ — گذرے کن کہ زغم راہ گذر نیست مرا

گر سرم در سر سودات رود نیست عجب — سر سودائے تو دارم غم سر نیست مرا

ز آب دیدہ کہ بصد خون دلش پروردم — ہیچ حاصل بجز از خون جگر نیست مرا

محنت زلف تو تا یافت ظفر بر دل من — بمراد دل خود ہیچ ظفر نیست مرا

بے رخت اشک ہمی بارم و گل میکارم — غیر ازیں کار کنوں کار دگر نیست مرا

بر سر زلف تو زاں روے ظفر ممکن نیست — کہ توانائیے چوں باد سحر نیست مرا

دل پروانہ صفت، گرچہ پر و بال بسوخت — ہمچناں ز آتش عشق تو اثر نیست مرا

غم آں شمع کہ در سوز چناں بے خبرم — کہ گرم سر ببرند ہیچ خبر نیست مرا

تا کہ آمد رخ زیبات بچشم خسرو

۲۸ بر گل و لالہ کنوں میل نظر نیست مرا

قدر[۳]ے بخند و از رخ بقمرے نماے ما — سخنے بگوے و از لب شکرے نماے ما

---

[۱] [۲] و [۳] ہر سہ غزلیات محذوف در ن

سخنے چو گوہر تر، صدفِ لب تو دارد | سخن صدف رہا کن، گہرے نمائے مارا
بنظر ندیده ام من، اثر دہان تنگت | اگرت بود دہانے، اثرے نمائے مارا
منم اندراین تمنا کہ ببینم از تو بوئے | چو صبا خرامشے کن، اگرے نمائے مارا
زخیال طرۂ تو، چو شب است روز عمرم | بکرشمہ خندہ اے زن، سحرے نمائے مارا
بزبان خویش گفتی کہ گذر کنم بکویت | مگذر ز گفتہ خود، گذرے نمائے مارا

چو منت ہزار عاشق بود اے صنم ولیکن
بہمہ جہاں چو خسرو دگرے نمائے مارا

۲۹ ع

ہر کہ زیر پیرہن بیند مرا | مردہ اے اندر کفن بیند مرا
خویش را من خود کسے دانم ولے | یار اگر از چشم من بیند مرا
آرزو دارم قصاص از دست دوست | تا بداں ساں مرد و زن بیند مرا
بر سر راہش کشیدم زار زار | بو کہ آں پیماں شکن بیند مرا
بیدلے کش عیب می کردم کجاست؟ | تا بکام خویشتن بیند مرا
نازنینا زیں ہوس مُردم کہ خلق | با تو روزے در سخن بیند مرا
باد، ہر روزے بجولاں گاہ تو | خاک خواری بر دہن بیند مرا
گر بیاید باز مرغ نامہ بر | طعمۂ زاغ و زغن بیند مرا

جوے خوں راند بجاے جوے شیر
خسرو دم، گر کوہ کن بیند مرا

۳۰

ایؔ جہانے بندہ چوں من مر ترا | نیست چوں من بندہ اے دیگر ترا
دل چو نطفہ در رحم، خوں می خورد | تا چرا زاد ایں چنیں مادر ترا
از براے آفت جان من ست | شانہ گر رہ می کند بر سر ترا

لہ غزل محذوف در نسخہ ن

لشکر فتنہ بکش ، عالم بہ گیر فتنہ شد چوں جلگی لشکر ترا
عالمے را از تو شد پیمانہ پُر پُر نہ گشت از خونِ کس ساغر ترا
من ز جورت موشدم ، وز آہ من جز میان ، چیزے نہ شد لاغر ترا
نامسلمانی مکن شرمے بدار
۳۱ چند گویم حال خسرو مر ترا

با غم[۱] عشق تو می سازیم ما با تو پنہاں عشق می بازیم ما
در ہوائے وصل جاں افروز تو پائے بندِ در گہِ نازیم ما
ہر دمی کن برقع از رخ بر فگن تا دل و دین ہر دو در بازیم ما
یک زماں از سر بنہ گردن کشی تا بہ گردوں سر برافرازیم ما
گر نہ خواہی گشت با ما مہرباں خانۂ ہستی بر اندازیم ما
بعد ازیں با کس نہ پیوندیم دل بعد ازیں با خود نہ پردازیم ما
چوں ز خسرو درد دل بشنید ، گفت
۳۲ "غم مخور ، روزیت بنوازیم ما

شاخ[۲] نرگس را ببرد اینک صبا سہل باشد بردن از کورے عصا
از خیال سبزہ خاک بوستان چشم می دوزیم کہ گردد توتیا
تا عروس گل بدست آید مگر سیم را چوں آب میریزد صبا
یا برِ سیم اندامِ من آخر کجاست ؟ یا رب او سیمرغ شد یا کیمیا ؟
غنچہ اے ماند دلم پُر خون و تنگ اے نسیمِ زلفِ تو بادِ صبا
خوش بیا کز حسرت دیدار تو زندگانی خوش نمی آید مرا
دیگراں را شمع مجلس گشتہ ای گر نہ خواہی سوخت خسرو را بیا

---

[۱] و [۲] غزلیات محذوف در نسخۂ ن

۳۳

وه[1] که اگر روی تو، در نظر آید مرا — بیش ز خورشید و مه روی نماید مرا

بس شکست این دلم باد گرانم مبند — کاش که با دیگران دل بگشاید مرا

جان من آن روز رفت کم بخت آمد به پیش — یا ربم آن روز پیش، بیش نیاید مرا

خون مرا آب کرد گریه که در خدمتت — بیش ز من دور باد هیچ نماید مرا

دل بشنیدم که دوش لعل تو بوسید و مرد — پیش چنین مردنی زیست نشاید مرا

سینهٔ خسرو ز تست آئینه زنگ خورد
مصقل وصل تو کو تا بزداید مرا؟

۳۴

ای[2] تو بدی کرده باز چشم بد آموز را — هین بهمین گاه چرخ ناوک دلدوز را

هر چه رسد سر بنه، زانکه میسر نه شد — نیکوئی آموختن چرخ بد آموز را

سوختهٔ غم مدار دل بچنین غم از آنک — دل بکسی بر نه سوخت مرگ جگرسوز را

پیر شدی گوژپشت دل بکش از دست نفس — زانکه کمان کس نداد، دشمن کین توز را

چون تو شدی از میان از تو بروز دگر — جمله فرامش کنند یاد کن آن روز را

خود چو بدیدی که رفت عمر بسامان پیر — از پی فردا مدار حاصل امروز را

نقد تو مغتنم خوش است زانکه چو فردا بروز
قدر نباشد بروز شمع شب افروز را

ب

۳۵

طاقت دوری نماند، عاشق دل تنگ را — آگهی کس نداد، آن پسر شنگ[3] را

بنده نخواند کنون جز غزل نو خطان — کاب دو چشم بشست دفتر فرهنگ را

اشک من گوژپشت دید گه ناله چرخ — گفت که ای خوش نوا ترک مکن چنگ را

---

[1] و [2] غزلیات محذوف در ن. [3] بعده در نسخهٔ ن بیت ذیل زائد است ــه

گاه خرامیدنش یک نظری هر که دید — پیش فرامش نه کرد آن قد و آن رنگ را

هست شکسته دلم، خواست شکستن بتر — سخت گره بر مزن گیسوی شب رنگ را
دوش ز پیا و رخت، اشک جگر سوز من — شد بهوا پر سوخت، مرغ شب آهنگ را
با دل سنگینت هیچ کرد نیارم همی — گرچه که از تیر آه رخنه کنم سنگ را
گر بکنی آشتی جان بفروشم ولیک — تو بها می خری جان کسی جنگ را
در طلبت عاشقان گر قدم از سر کنند — هیچ نه پرسند به ناز منزل و فرسنگ را
خوش بسرا چشم قسمت تنگ و من اندر عجب — باز کجا می کشی این همه نیرنگ را
گرد جهان شهره شد، قصهٔ خسرو، ولیک
عشق به صحرا نهاد، راز دل تنگ را

٣٦

ای رخ زیبای تو آئینه سینه ها — روی ترا در خیال زین نمط آئینه ها
غمزه مزن کان خیال تا بجگرها نشست — تیغ بلا رگ دمید وای که بر سینه ها
بس که ز رویت نمود خانه مرا پر خیال — مر همه دیوارهاست پیش من آئینه ها
صبر نمودی مرا از نظری پیش ازین — حسن توام تو بداد، زان همه پیشینه ها
دل که ز دعوای صبر لاف همی زد کنون — بین که چه خوش می کشد هجر از و کینه ها
شعلهٔ دیرینه را داغ ز دل رفته بود — نو لبسری تازه کرد آن همه دیرینه ها
توبه شکن صوفیا خرقه به می شو که هست — بر قصب شاهدان خرقهٔ پشمینه ها[1]
چرخ بشد ساقیا دوش می باصفا
درد به خسرو رسان، زان همه دوشینه ها

٣٧

آن شه تشبوی میدان، خوش می رود سوا را — یارب نگاه داری آن شهسوار ما را
غارت نمود زلفش، بنیاد زهد و تقوی — تاراج کرد لعلش، اسباب پادشا را
جولان کند سمندش، چون سم او ببوسم — گو بر زمین زمانی، ننهد ز ناز پا را[2]

---

[1] بیت محذوف در ن [2] و [3] غزلیات محذوف در نسخهٔ ن

خواهم که در رکابش، باشم ولیک نتوان — کز خود عنان زلفش، بربود این گدا را

گفتی که یاد کردم، گه گه ز حال خسرو

۳۸ کردی چرا فراموش، زین گونه این گدا را

وشین[1] لبی که لعلش، نو کرد جام جم را — هست از بیش خرابی، درویش و محتشم را

من خاک پای مستی، کانجا که ریخت جرعه — لغزید پای رندان، صد صاحب کرم را

کرد شراب عشقم، از تیغ می زنی حد — ای مست محتسب کش، حد نیست این ستم را

گفتی که غم همی خور، من خود خورم ولیکن — ای گنج شادمانی، اندازه نیست غم را

ز حاجی بیابان، پرسید ذوق زمزم — چه آگهی ز کعبه، بر ندهٔ حرم را

هست آرزوی جانان، کز خلق رو بتابم — من اختیار کردم، خلوت گه عدم را

چون کشتی است باری، دو هست بیش در کم

تسلیم کرد خسرو، بگذار بیش و کم را

۳۹ [3]

گفتی ز دل برون کن، غم های بیکران را — تو پیش چشم و آن گه، جای گله زبان را

تا دل ز من ببردی، از ناله شب نخفتم — ای دزد بشنو آخر، فریاد پاسبان را

بگذشت از نهایت. بیخوابی من آری — دشوار صبح باشد، شبهای بیکران را

خندیغه جهانی، بر جان من نهادی — وان گه به لاغ گویی اندیشه نیست جان را

رسوائی شهر گشتم، از بسکه دیدهٔ من — دم دم همی تراود، خونابهٔ نهان را

از آه سوزناکم، دود از جهان بر آمد — بی تو جهان چه باشد، آتش زنم جهان را

داغ غلامی از من، هست از دریغ، باری — از مهر کن مشرف، مملوک رایگان را

آن روی نازنین را یکدم بسوی من کن — تا بیشتر ببینم، نسرین و ارغوان را

شاید اگر بخندد بر روزگار خسرو — آنکس که دیده باشد، رخساره ای چنان را

---

[1] و [2] بیت محذوف در ن [3] غزل محذوف در نسخهٔ ن،

۴۰
دیدم[۱۵] لعبے زمانۂ مرد آزمائے را — سازندہ نیست ہیچ امیر و گدائے را
جز باد دم ترنم این تنگنائے نیست — چون غلغل تہی نفس تنگنائے را
چندین مکن دماغ بکافور و مشک تر — بر عاریت شناس کف عطرسائے را
در خود مبین بکبر، کہ از بہر عکس کار — اینہا بس است بہرہ، تن خودنمائے را
جائی کہ جائے بر سر شاہان مگس کند — نبود محل اوج پریدن، ہمائے را
آنانکہ گفتہ اند طلاق عروس کون — کابین این عروس دہند این سرائے را
تاریکی زمانہ چو روشن کند بہ مہر — صفوت چو نیست آدمی تیرہ رائے را
بے زادن بلا چو نباشد چہ ساختند — کشت سراب این فلک فتنہ زائے را
روزے کہ می رود، ستم خسرو از عمر
الا ہمان قدر کہ پرستی خدائے را

۴۱
جان[۱۶] بر لب است عاشق بخت آزمائے را — دستور بیئے بخندہ، لب جانفزائے را
گفتی بمہر و مہ نگر و ترک من بگوے — این روکہ داد، مہر و مہ خودنمائے را
جانا چنان خرام کہ گاہ نظارہ خلق — از فرق خویش بازندانند پائے را
زان شوخ چون رخا طلبم من کہ بر درش — ہرگز زننگ می نگرد این گدائے را
دہ کشتی اے صبا چو بر آن کوے بگذری — آسیب بر چہ می زنی آن بوسہ جائے را
مطرب بزن رہے دمبین زہد من از آنکہ — بر سبحۂ من است شرف، چنگ و نائے را
نازک مگوے ساعد خوبان کہ خرد کرد — چندین ہزار بازوے زور آزمائے را
لسہ دست عشق چون ہمہ چشم است و گوش نیست
چہ جائے پند خسرو شوریدہ رائے را

---

۱۵ و ۱۶ غزلیات محذوف در نسخۂ ن

٤٢ [١٥] هنگام آشتی است بت خشمناک را | دل خوش کنیم لذت روحی فداک را
از خشم بود تا بهر ابرویش گره | من ناں شکنجه ساخته بودم هلاک را
خوش وقت آنکه گفت مرا پاے من ببوس | شرمنده دار بوسه زدایں بنده خاک را
جاناً مبر ز بنده ازیں پس که بر درت | کرده است پر ز خون جگر صحن خاک را
بس کز بلاے آشتی چوں تو جنگ جوے | آورده ام شفیع شهیدان پاک را
چندر از مژه اشارت لطفم ندانی آنک | سوزن ستان بود جگر چاک چاک را
خوشنود اگر بجان شود آں دوست خسروا
عاشق بجویش ره نه دهد ترس و باک را

٤٣ آنکو [١٦] شناخت گردش خورشید و ماه را | جوید براے خفتن خود خوابگاه را
ازمیں اعتبار بہ بینم بگل رخت | زیرا قیاس نیست درازی راه را
اے سرفراز، تیغ اجل در قفا رسید | سر راست دار، کج چه نهادی کلاه را
چوں رستن گیاه ز خونهاے مردم است | من خون دهم ز مردم دیده گیاه را
من ماه را طلوع نخواهم بخاک ازآں | گم کرده ام بخاک، رخے همچو ماه را
خسرو چو بخت خویش جهاں را کند سیاه
راه ار بروں دهد ز جگر دود آه را

٤٤ باز آرزوے [١٧] آں بت چیں می کند مرا | معلوم شد که فتنه کمیں می کند مرا
می خواندم گداے خود و گوئی آں زطف | ملک دو کون زیر نگیں می کند مرا
از من مپرس گرچه دل دوست شد بباد | در روے ببیں که بے دل و دیں می کند مرا
نه من باختیار چنیں مست و بیخودم | چیزے است در دلم که چنیں می کند مرا
آه از تو می کنند همه عاشقاں و من | از دست دل، که سوخته ایں می کند مرا

---

١٥ تا ١٧ غزلیات محذوف در ن ـ

صد منت خیال تو بر خسرو است از آنک
گه گه به خواب با تو قرین می کند مرا

۴۵ ت

زدور نیست میسر نظر بروی تو ما را | چه دولتی است تعالی الله از قد تو قبا را
از آنگهی که تو سلطان بملک دل بنشستی | نشاط و خواب به شبها حرام گشت گدا را
ز تیغ کش بحضورم که پادشاه تبانی | بدور باش فراقم مکش ز بهر خدا را
دریغ جان که یکی بیش نیست، ورنه ز حشمت | به نرخ نیک خریدن توان، متاع بلا را[۱]
خرامش سر کو کن گر از گهی بکرشمه | که زیر خاک کنی زنده کشتگان بلا را
مفرحی که طبیبان دهند دوست ندارم | که برد لذت دردت زکام، ذوق دوا را
چو جان دهم قدمی سوی یم آوری که عزیزان | گلی دریغ ندارند خاک اهل وفا را
نه من اسیر تبانم به اختیار ولیکن | گسست می نتوانند کسی کمند قضا را
نسیم هم نرسد زو، گهی که زنده بمانم | مگر که بر سر کویش گذر نماند صبا را

بچشم خسرو از آنگه که جا گرفت خیالش
ز آب چشم بهر سو گلی شگفت صبا را

۴۶

زمانه[۲] حلهٔ نو بست روی صحرا را | کشید دل بچمن لعبتان رعنا را
هوای گل ز خوشی یاد میدهد لیکن | چه سود چون تو فراموش نمی شوی ما را
بجوی خوری بسرم نیز جرعه‌ای می ریز | که مردمی نبود باده نوش تنها را
فروختم بیکی جرعه گنج عقل، آری | شراب خواره نه بیند کساد کالا را
نسیم باد صبا از برای جلوهٔ باغ | کشید بر رخ رنگین حریر دیبا را
زمین سبزهٔ رنگین به چرخ می ماند | بتار موی بیا و بخت جان اعدا را

---

[۱] بعدهٔ در نسخهٔ ن بیت ذیل رقم شده ۔ اگرچه بر دل من ماند یادگار جفایت مباد آنکه رود از درونه یاد تو ما را [۲] غزل محذوف در ن ۔

زفر مدح تو صد منت است بر خسرو
ضمیر مدح سرا و زبان گویا را

۴۷
زہے بریختہ بر لالہ مشک سارا را | شکستہ رونق خورشید گوہر آرا را
اگر ز روے تو شمع ہدایتے نہ بود | ز تیرگی کہ برون آورد دلصارا را
نصیب حسن گرفت آں بت سمرقندی | چو کشور دل ما خطۂ بخارا را
ز شوق آں لب شیریں و ماتم فرہاد | ز دیدہ میرود اینک شکر، شکرخا را

دو بوسہ از لب خود خسروا خدا را خواہ
بود کہ بشنود آں سنگدل خدا را را

۴۸
شفاعت آمدہ اے دوست دیدۂ خود را | کز او مپوش گل نو دمیدۂ خود را
رسید خیل غمت ورنہ ایستد جانم | کجا برم بدن غم رسیدۂ خود را
بگوش رہ ندہی نالۂ مرا چہ کنم | چہ ناشنیدہ کند کس شنیدۂ خود را
بروسیاہی داغ حبش مکن بر ما | مرا ایں غلام درم ناخریدۂ خود را
چنیں کہ من ز تو لب می گزم کم ار گوئی | کہ مرہمے برسانم گزیدۂ خود را
بچاہ شوق فرو ماندہ ام خداوندا | فرو گذاشت مکن آفریدۂ خود را
نہ دیدن دلم ایں بود کز تو ام نبرد | کنوں بدام کہ جویم پریدۂ خود را
درآئی باز تبن اے دل پُر آتش من | بسوز ایں تن محنت کشیدۂ خود را

ز باد زلف تو شوریدہ بود از آں خسرو
بباد داد دل آرمیدۂ خود را

۴۹
بہار پردہ بر انداخت روے نیکو را | نمونہ گشت جہاں بوستان مینو را
یکے در ابر بہارے نگر ز رشتۂ صبح | چہ گونہ میگسلد دانہ ہائے لؤلؤ را

سلہ تا سلہ سہ سہ غزلیات محذوف در نسخۂ ن ۔

سفرچہ گونہ تواں کرد درچنیں وقتے　　زدست چوں تبواں داد دامنِ نیکو را؟
بباغ غرقہ بخون ست لالہ دانی چیست؟　　زتیغ کوہ بریدہ است روزگار او را
بوقت صبحدم آواز می دہد بلبل　　درون باغ ترنم کنانِ خوشگو را
بیا کہ تا بچمن در رویم و بنشینیم　　ببوے گل بکف آریم جام گلبو را
چو دست تر شود از بادہ آنگہے خسرو
۵۰ قفا زنیم مرایں عالم جفا جو را

شناخت[۱] آنکہ غم و محنت جدائی را　　بمیرد و نبرد سلک آشنائی را
بہ اختیار نگردد کس از عزیزاں دور　　ولے چہ چارہ کنم فرصت قضائی را
مکن بشمع مہ و مہر نسبت رخ دوست　　کہ فرق ہاست بسے نور آشنائی را
بہ تیغ پارہ کہ از تن برند و خوں ریزند　　بداں کہ گریۂ خوں می کند جدائی را
ضرورت ست کہ خوانیم لوح صبر و فراق　　چو نیست نقش دگر خامۂ ختائی را
بیاد وصل، دل سوختہ کند شادم　　چنانکہ مژدہ دہ باغ روستائی را
اگر مشاہدۂ نقد نیست نقد ایں ست　　خزینہ اے شمراے دست بے نوائی را
مخر بہ نیم جو آں صحبتے کہ باغرض است　　کہ راحتے نبود صحبت ریائی را
وفاے یار موافق مگیر سہل کہ آں　　مفرحے است عجب سحر جانفزائی را
چو عاشقی، بخرابات مست رداے دل　　باہل زہد بماں توبۂ ریائی را
چو خسروا، ز فراقست ہر زماں دردے
۵۱ ہوس نبرد خردمند دیرپائی را

گذشت[۲] عمر و ہنوز از تقلب وسوط　　نشستہ ام متردد میان خوف ورجا
چو خاک بر سر راہ امید منتظرم　　کز آں دیار رساند صبا نسیم وفا

۱ و ۲ غزلیات محذوف در نسخۂ ن ۔

برای کس چو نگردد فلک پی تقدیر | عنان خویش گذارم باقتضای قضا
میان صومعه و دیر گرچه فرقی نیست | چو من بخویش نباشم چه اختیار مرا
کسی که بر در میخانه تکیه گاهی یافت | چه التفات نماید به مسند دارا
خوش آن کسی که درین دور میدهد دستش | حریف جنس و دمی صاف و گوشهٔ تنها
ز بسکه قصهٔ دردم رود بهر طرفی | چو من ضعیف شد از بار غم نسیم صبا
درون پردهٔ رندان مخالفی چون نیست | بیار ساقی عشاق ساغر صهبا

عزیق بحر محبت اگر شوی خسرو
دُر یقین بکف آور ز قعر این دریا

۵۲
ای صبا[^1] بوسه زن زمین در او را | در بر تنگ لب چو شکر او را
چون کسی قلب بشکند که همه کس | دل دهد طرهٔ دلاور او را
زان نمیرند کز نظارهٔ رویش | چشم برشد غلام و چاکر او را
کعبه گر هست قبلهٔ همه عالم | چه خبر زان شرف کبوتر او را
نوخط من چو تو به سبزه خرامی | خاک ریزد صبا خطِ تر او را
ره سوی سرو تا فرو بنشیند | زانکه بادیست هر زمان سر او را
دل مده غمزه را بکشتن خلقی | حاجت سنگ نیست خنجر او را
چون بسی شب گذشت و خواب نیامد | ای دل اکنون بجو برادر او را

خسروا بوسه از لبت چو در او
شو به گریه آستانهٔ در او را

۵۳
مهر[^2] بگشای لعل میگون را | مست کن عاشقان مجنون را
رخ نمودی و جان من بردی | اثر این بود فال میمون را

---

[^1]: و [^2] غزلیات محذوف در نسخهٔ ن۔

دل من کشتهٔ بقاے تو باد | چه توان کرد حکم بے چون را
از درو حرم نمیرودی بیروں | که گرفتی درون و بیرون را
نام لیلیٰ بر آید اندر نقش | گر بہ بیزند خاک مجنوں را
گریه کردم بخنده بگشادی | لب شکر فشاں مے گوں را
بیش شد از لب تو گریهٔ من | شهد هر چند کم کند خون را
هر دم الحمد می زنم به رُخت | زانکه خوانند بر گل افسوں را

گفت خسرو دبگیر دت ما تاک
خاصیت هست کسب افیوں را

۵۴

ألا دمعی سارعت والهوا | وقد ذاب قلبی هو والنوا
اسیر است از آں میر خوبان دلم | بدردے که هرگز ندیدم دوا
اذا اشرق الشمس من صدغه | فنعم الهوانی جبنانی هوا
دلم خون شد و نا یدار باورت | برایں ماجرا چشم اینک گوا
وکی الموالی علی جبهت | ولکنه فی بوادی لوا
بتا نا مسلمانئے می کنی | که در کافرستاں نه باشد روا
وقد وقت البین نیرانه | ترقّی وخافی بجوء هوا

بما ندم من اندر چنیں حالتے
نگفتی که حالت چه شد خسروا

۵۵

بگذشت و نظر نه کرد مارا | بگذاشت نه صبر فرد مارا
ما بے خبر از نظاره بودیم | جاں رفت و خبر نه کرد مارا
گر دیده بخاک در نیر زد | از دور نشست گرد مارا

---

[1] غزل محذوف در نسخهٔ ن ۔

ای بیخبر آن که پند گوئید — بهر دل یاوه گرد مارا
دانید که نے باختیار است — چشم تر و روے زرد مارا
صد شربت عافیت شمارا — یک چاشنیٔ ز درد مارا
خاکسترے از وجود ما ماند — بس کآتش عشق خورد مارا
هر چند بسوخت خسرو از شوق
این شعله مباد سرد مارا

۵۶

اے زلف چلیپاے تو غارتگر دینها — وے کرده گمان دهنت دفع یقینها
کافر نه کند با دل من آنچه تو کردی — یعنی که در اسلام روا باشد ازینها
زین سان که به کشتی بشکر خنده جهانے — خواهم که بدندان کشم از لعل تو کینها
از ناصیهٔ ما نه شود خاک درش دور — چون صندل بت برهمنان را ز جبینها
من خود شدم از کیش وگر خود صنم اینست — بسیار شود در سر و کارش دل و دینها
در کعبهٔ مقصود رسیدن که تواند — در بادیهٔ هجر تو از فتنه کمینها
نالم بسر کوے تو هر صبح بامید — چون مطرب در هاے کرم پاس نشینها
گر مهر گیا بایدت اے دوست طلب کن — هر جا که چکد آب دو چشم بزمینها
دشوار رود مهر تو کاندر دل خسرو
ماندست چو نقشے که بماند به نگینها

۵۷

ای باد برقع بر فگن آن روے آتشناک را
وے دیده گر صفرا کنم آبے بزن این خاک را
اے دیده کز تیغ ستم ریزی مرا خون دمبدم
یا جان من بستان ز غم، یا جان ده این غمناک را
ریزی تو خون بر آستان شویم من از اشک روان

کالوده دیدن چوں تواں آں آستان پاک را

زاں غمزه عزم کیں مکن تاراج عقل و دیں مکن
تاراج دین تلقین مکن آں هندوے بے باک را

آں دم که می پوشی قبا محترام از بهر خدا
پوشیده دار از چشم ما آں قامت چالاک را

سرہاے سرداران دیں بستی چو بر فتراک زیں
زیں ساں میفگن بر زمیں دنبالۂ فتراک را

تا شمع حسن افروختی پروانه وارم سوختی
پرده دری آموختی ایں دامن صد چاک را

هرگز لبے ندہی بمن، ور بوسه اے گوئی بزن
آیم چو نزدیک دہن، ره گم شود ادراک را

جانم چو رفت از تن بروں وصلم چه کار آید کنوں
ایں زهر بگذشت از فسوں ضایع مکن تریاک را

گوئی بر آمد گاه خواب، اندر دل شب آفتاب
آں دم کز آه صبح تاب آتش زنم افلاک را

خسرو که ایں حسن بود کز سوز عشق از بس بود
یک ذره آتش بس بود صد خرمن خاشاک را

۵۸ ب

اے شہسوار، ترم ترک راں سمند را
بیں زیر پاے دیده ایں مستمند را

تا مرد ماں ترنج ببرند و دست ہم
یوسف رخا کشیده ترک راں سمند را[۱]

سرو بلند را نه رسد دست بوسیت
ایں دست کے رسد بتو سرو بلند را

---

[۱] بیت محذوف در نسخه ن

پاے گریزم از شکن گیسوے تو نیست   مپکش چنانکہ دانی اسیر کمند را
چشم از تو دور داۂ دل گر ز تو بسوخت   از سوختن گزیر نہ باشد سپند را
زآمد شد خیال تو ترسم کہ بے غرض   قصاب پرورش نہ کند گوسفند را
پندکسم بدل نہ نشیند کہ دل ز شوق   پر شد چنانکہ جاے نماندست پند را

در عاشقی ملامت خسرو بود چنانک
بر ریش تازہ داغ نہی دردمند را

۵۹
باز دل گم گشت در کویش من دیوانہ را   از کجا کردم نگہ آں شکل فتانہ را
گاہ گاہ اے باد کانجا ہات می افتد گذر   زآشنایان کہن یادے دہ آں بیگانہ را
ہر شب از ہر سوے در می آیدم در دل خیال   از کدا ایں سو نگہدارم من ایں ویرانہ را
شمع گو" در جاں بگیر" و سینہ گو" آتش بسوز"   شمع از آنہا نیست کو رحمت کند پروانہ را
عمر بگذشت و حدیث درد ما آخر نہ شد   شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را
جاں ز نظارہ خراب و نازا و ز اندازہ بیش   ما بہوے مست و ساقی برد ہر پیمانہ را
آخر اے دل وقتے اندر کوے ما کردی گذر   ایں چنیں یکبارگی کردی فراموش خانہ را
حاتم نبود کہ فرمائی بترک ننگ و نام   زانکہ رسوائی نیاموزد کسے دیوانہ را

خسرو مست نہ سوز دل و ز ذوق عالم بیخبر
مرغ آتش خوارہ کے لذت شناسد دانہ را

۶۰
آوردہ ام شفیع دل زار خویش را   پندے بدہ دو نرگس خونخوار خویش را
اے دوستے کہ ہست خراش دلم ز تو   مرہم نمی دہی دل افگار خویش را
مُردم کہ نازکی دگر انبار می شوی   جانم کہ بر تو می فگند بار خویش را
از رشک چشم خویش نہ بینم رخ تو من   تو ہم مبین در آئینہ رخسار خویش را
آزاد بندہ اے کہ بہایت فتادہ مرد   وآزاد کرد جان گرفتار خویش را

بنماے قد خویش کہ از بہر دیدنت　　　سر بر کنیم بخت نگوں سار خویش را

سر[۵] ہا بسے زدی سر من ہم زن از طفیل　　　از سر رواج دہ روش کار خویش را

دشنام از زبان تو ام می کند ہوس　　　تعظیم کن بایں قدرے یار خویش را

چوں خسروا ز دو دیدہ خورد خوں سزد اگر
سازد نمک دو چشم جگر خوار خویش را

ب

۶۱
بشگافت غم ایں جان جگر خوارۂ ما را　　　یارب چہ وبال آمدہ سیارۂ ما را

رفتند رفیقاں، دل صد پارہ ببردند　　　کردند رہا دامن صد پارۂ ما را

گر ہمرہ ایشاں روی اے باد دراں راہ　　　زنہار بجوئی دل آوارۂ ما را

شبہا بدل از سوز جگر می کشدم آہ　　　آہ ار نخستی بت عیارۂ ما را

روزے نہ کند یاد کہ شبہاے جدائی　　　چوں می گذرد عاشق بیچارۂ ما را

بوے جگر سوختہ بگرفت ہمہ کوے　　　آتش بزن ایں کلبۂ خونخوارۂ ما را

دیدند سر شکم ہمہ ہمسایہ و گفتند　　　ایں سیل عجب گر نبرد خانۂ ما را

جز خستہ و افگار نخواہد دل خسرو
خوئیست بدیں بخت ستمگارۂ ما را

۶۲
باز خدنگ شوق زد عشق در آب و خاک ما　　　نطع حریف پاک شد دامن چشم پاک ما

ہر طرفے وقصہ اے ورچہ کہ پوشم آستیں　　　پردۂ راز کے شود دامن چاک چاک ما

شاہد مست بے خبر خفتہ، چہ دارد آگہی　　　تا ہمہ شب چہ میرود بر دل دردناک ما

گر کشیم بہ تیغ کش، نہ بہ نمودن رخت　　　زانکہ نہ باشد اینقدر مرتبہ ہلاک ما

جان و رے است در تنم بذل سگان خویش کن　　　تا نبود بملک تو زحمت اشتراک ما

اے کہ بکشتی از جفا خسرو مستمند را　　　پاے وفا چہ، ار گہی رنجہ کنی بخاک ما

---

۵ بیت محذوف درن۔

۶۳
بس بود ایں کہ سوے خود راہ دہی نسیم را — چشم ز دخشاں مکن عارضِ ہمچو سیم را
ماو نسیم صبح دم بوے تو و ہلاک جاں — نیست امید زیستن سوختۂ جحیم را
من بہوائے یک سخن تو ہمہ تلخ بر زباں — چند نمک پراگنی ایں جگرِ دو نیم را
تو چو بہشت در نہاں ماو دلے و سوزشے — دوزخی از کجا خورد مائدۂ نعیم را
من ز نجود شدم چنیں شہرۂ کو بہا دلے — شد رخ نیکواں بلا عقل و دلِ سلیم را
شیفتۂ رخ بتاں باز نہ آید از سخن — مست بگوش کے کند کن مکن حکیم را
عشق چو مرد را برد موے کشاں بمیکدہ — موے سفید ننگرد پیر سیہ گلیم را
چوں بحکم شراب در غرقہ بماند چوں منے — ہم ز شراب غسل دہ گُردکشِ قدیم را
قصۂ خسرو از دروں گر بغزل بروں دہد
دشنۂ سینہا کند زمزمۂ ندیم را

۶۴
بشگفت گل در بوستاں آں غنچۂ خنداں کجا؟ — شد وقت عیش دوستاں آں لالہ و ریحاں کجا؟
ہر بارکو در خندہ شد چوں من ہزارش بندہ شد — صد مردہ زاں لب زندہ شد در مرا درماں کجا؟
گویند ترک غم بگو تدبیر سامانے بجو — درماندہ را تدبیر کو، دیوانہ را ساماں کجا؟
از بخت روزی با طرب خضر آبخورد و تشنہ لب — جویاں سکندر در طلب تا چشمۂ حیواں کجا؟
می گفت با من مرزباں گر جاں دہی یابی اماں — من می برم فرماں بجاں آں یا رب فرماں کجا؟
گفتم توئی اندر تنم یا ہست جان روشنم — گفتی کہ آرے آں منم گر آں توئی پس جاں کجا؟
گفتی صبوری پیش کن مسکینی از حد بیش کن — نہ نیم از آں خویش کن من کردم ایں آں کجا؟
پیدا گرت بعد از ہمے در کوے ما باشد رہے — از نوکِ مژگاں گہ گہے آں پرسش پنہاں کجا؟
زیں پیش با تو ہر زماں می بودے از ہمدماں
خسرو نہ ہست آخر ہماں آں عہد و آں پیماں کجا؟

۶۵
بوالے باد پیش دیگراں دہ جلوہ بستاں را
مرا بگذار تا می بینم آں سرو خراماں را

گرفتار خیالات لبش گشتم ہمیں باشد
اثر ہر گہ مگس در خواب بیند شکرستاں را

باین مقدار رنجے ہم بر آں خاطر نمی خواہم
کہ از خونم پشیمانی بود آں ناپشیماں را

سیہ کردی سر خط تا نخوانم نامۂ حسنت
مرا بگذار تا بارے ببوسم مہر عنواں را

مپرس از من کہ چوں می باشد آخر جان غمناکت؟
کہ من دیریست کز یادش فراموش کردہ ام جاں را

زنندم سنگ چوں بہرت توہم ابفرست یک سنگے
کہ میرم ہم درآں ذوق و بجاں بوسہ دہم آں را

ورت بدنامی است از من بیک غمزہ بکش زارم
چرا بر خویش مشکل می کنی ایں کار آساں را

چو خواہی کشتن اے جان نیہاں ایں یک سخن بشنو
یک امروزے شفیع من کن آں لبہائے خنداں را

[۱]بدو گفتم کز چون کشتی مرا ترک زباں بازی
بگفت افتاد چوں صیدم چہ حاجت تیر باراں را

[۲]ہنوز ایمان و دیں بسیار غارت کردنی داری
مسلمانی میاموز آں دو چشم نامسلماں را

پریشانی کہ من دارم ز زلفت ہم مرا باد
چہ گونہ گوید ایں خسرو کہ آں زلف پریشاں را؟

۶۶ ع
برقع برافگن اے پری حسن بلا انگیز را
تا کلک صورت بشکند ایں عقل رنگ آمیز را

شب خوش نخفتم ہیچ گہ زاں دم کہ بہر خون من
شد آشنائی با صبا آں زلف عنبر بیز را

دانم قیاس بخت خود کم رانم از زلفت سخن
لیکن تمنا می کنم فتراک صید آویز را

بگذشت کار از زیستن غیر اے طبیب خیرہ کش
بیمار مسکیں را بگو تا بشکند پرہیز را

پر ملا یک ہیزم است آنجا کہ عشقت شعلہ زد
شرمت نباید سوختن خاشاک رہ دانگیز را

چوں خاک گشتم در رہت چوں ایستادی نیستت
بارے چو برما بگذری آہستہ راں شبدیز را

شد عشق جانم را بلا، بے غمزۂ چشم صنم
قصاب ما نامہرباں چہ حرم تیغ تیز را

[۳]عیاری مارا رسن دہ ملاست از آں کنگرو
ایں اشک شبرو را بگو آں نالۂ شب خیز را

---

[۱] تا [۲] ہر سہ ابیات محذوف درن۔

بو کز کوه حسن خود بینی به خسرو یک نظر
اینک شفیع آورده ام این دیدهٔ خونریز را

۶۷

هر تو خلقی می کشد آخر من بدنام را
بس می نیایم چون کنم وه این دل خودکام را ب

یک شب بیا مے دیدمت آنگه بیاد پائے تو
رنگیں بساطے می کنم از خون دل آن بام را

خواهم که خون خود چو مے در گردن جامت کنم
دانی چه دولت میدهی هر ساعت از لب جام را

تا چند هر دم از صبا در جنبش آید زلف تو؟
آخر دمے آرام ده دلهاے بے آرام را

گر آب چشمے نیستت بارے کم از نظاره‌ئے
این دم که آتش در زدم بازار ننگ و نام را

نگرفت در تو سوز من اکنون که خواهم چاره‌اے
دوزخ مگر پخته کند این شعله هاے خام را

من عاشقم اے پندگو نبود گوارا نم که تو
از عافیت شربت دهی جان بلا آشام را

زینسان که دل در عاشقی بگسست تقوی را رسن
نتوان لگام از شرع کرد این توسن بدرام را

گر کشته شد خسرو ز غم تهمت چه بر خوبان نهم
چون چرخ خنجر میدهد در کشتنم بهرام را

۶۸

پرده عاشقان دَرَد پرده کند چو روئے را
هر طرفے دلے فتد شانه کند چو موئے را ت

دل که ز خلق می برد نیست برائے مردمے
طعمه فراخ می کند بهر سگان کوئے را

وه[۱] که نداری آگهی از دل بے قرار ما
چند بباد بردهی طرهٔ مشکبوئے را

روئے بما کن و مکن دیدهٔ ما و خاک در
سجده رواست هر طرف قبلهٔ چار سوئے را

گرچه غبار عاشقان می ننشیند از درت
دور مکن بدین گنه جان بها نه جوئے را

هرچه که بیش بینمت تیره ترست روز من
منت آئینه منه بخت سیاه روئے را

قصهٔ ما مگر کنون آب دو دیده گویدت
زانکه ببست حیرتت حقهٔ گفت وگوئے را

۱؎ بعد ازیں در نسخه ن بیت ذیل هم اضافه است ؎

برسر و پائے جان بود ناز کرشمه هائے تو
داد بهانه ها بسے جان بها نه جوئے را

دارم امید خنده اے، بوکہ بگنجد م سخن — تنگ مگیر بیش ازایں بستۂ تنگ خوے را

خسرو اگر غمت خورد نالہ بس است خدمتش

واجب چاو شاں دہند از پے ہاے و ہوے را

۶۹
بسے شب با مہے بودم کجا شد آں ہمہ شبہا — کنوں ہم ہست شب لیکن سیاہ از دود یارب ہا و

خوش آں شبہا کہ پیشش بودمے گہ مست و گہ سرخوش — جہانم می شود تاریک چوں یاد آرم آں شبہا

ہمی کردم حدیث ابروئے مژگان او ہر دم — چو طفلاں سورۂ نون والقلم خوانان بمکتبہا

چہ باشد گر شبے پرسد کہ در شبہاے تنہائی — غریبے زیر دیوارش چہ گونہ می کند شبہا

بیا اے جان ہر قالب کہ تا زندہ شوند از سر — بکویت عاشقاں کز جاں تہی کردند قالبہا

مرنج از بہر جاں خسرو، اگرچہ می کشد یارت

کہ باشد خوبرویاں را بسے زیں گونہ مذہبہا

چو در چمن روے از خندہ لب مبند آنجا — کہ تا دگر نہ کند غنچہ زہر خند آں جا ع

رخ تو دیدم و گفتی "سپند سوز مرا" — چو جاں بجاست چہ سوز دکسے سپند آنجا

کساں بکوے تو پندم دہند و در جائے — کہ دیدہ روے تو بیند چہ جاے پند آنجا

بخانۂ تو ہمہ روز بامداد بود — کہ آفتاب نیارد شدن بلند آنجا

بشانہ شست تو می بافت زلف چوں زنجیر — مگیر سخت کہ دیوانہ الیست چند آنجا

کجا روم کہ زکوے تو ہر کجا کہ روم — رسد ز جعد کمندت خم کمند آں جا

ز زلفش آمدے اے باد، حال دلہا چیست — چہ گونہ اند اسیران مستمند آں جا؀

بر آستان تو ہر کس برحمتے مخصوص

مگر کہ خسرو بیچارہ دردمند آں جا

۷۱
جاناں بہ پرسش یاد کن روزے من گم بودہ را — آخر برحمت باز کن آں چشم خواب آلودہ را ب

؀ بیت محذوف در ن۔

ناخواندہ سویت آمدم ناگفتہ رفتی از برم
یعنی سیاست ایں بود فرمان نافرمودہ را

رفتی ہمانا وہ کہ من زندہ بمانم در غمت
یارب کجا یابم دگر آں صبر وقتے بودہ را

باز آئے و بنشیں ساعتے آخر چہ کم خواہد شدن
گر شاد گردانی دمے یاران غم فرسودہ را

کشتی مرا و نیستم غم جز غم نادیدنت
گر می توانی باز بخش ایں جان نابخشودہ را

ناصح بترک گلرخاں، تا چند پندم میدہی
چوں خار خارم بہ نہ شد، بگذار ایں بیہودہ را

بیہودہ[1] ساقی در قدح بیہوشئ عشاق را
گوئی فزوں با بندہ داد آں ساغر بیہودہ را

دستے بسودم بر لبت تلخی بگفتی چیست ایں
کز زہر دادی چاشنی چندیں نبات سودہ را

سودائے خسرو ہر شبے پایاں ندارد ہیچ گہ
آخر گرہ بر زن یکے آں جعد نابیہودہ را

۲۷
چو خواہی برد روزے عاقبت ایں جان مفتون را
گہ از گاہے بن بنمائے ہارے صنع بیچوں را

تو می کن ہر چہ خواہی من نیارم دم زدن زیرا
کہ گر چہ خوں کند سلطان نیارند از پئے خوں را

نخواہم داد دربان ترا بہر دروں زحمت
بسندست آنکہ بوسم گہ گہے دیوار بیروں را

دل من نامہ اے دردست و خون دیدہ عنوانش
بس از غمازی عنواں بروں بر حال مضموں را

شب آمد روز عیشم را و من با سوختہ جانے
ہمی جویم چراغ افروختہ آں روز میموں را

نہ شبہائے من بد روز را زاینسانست بے پایاں

---

[1] و [2] ہر دو بیت محذوف۔ درن۔

ولے یارب مبادا روزنیک آں زلف شب گوں را
تو آں مرغے کہ آزادی و درد امے نیفتادی
سزد گر شکر گوئی روز و شب بخت ہمایوں را
چو لیلیٰ بیند آں مجنوں شراب از خون خود نوشد
ہ از سنگ ستمگاراں نہ باشد نقل مجنوں را
ہمہ کس فتنہ شد بر گفتۂ خسرو مگر چشمت
اثر در جادواں ہرگز نباشد سحر و افسوں را

۴۳ چہ اقبال ست ایں یارب کہ دولت دادہ رو ما را | کہ در کوے فراموشاں گذر شد یار زیبا را
کمر بند من آمد نزد من خندہ زناں امشب | توقف کن کہ لختے بنگرم پروین و جوزا را
بحمد اللہ کہ بیداری شبہایم نہ شد ضائع | بدیدم خفتہ در آغوش خود آں سرو بالا را
بتشویش دہل رنجہ مشو اے نوبتے امشب | کہ خفتن در بریار ست بیداران شبہا را
تماشا می کنم ایں قدر، قیامت میکند یارب | کہ خواہم تا قیامت یاد کردن ایں تماشا را
کجا بودی اے گلبرگ خنداں است گو با من | کہ چوں حب دادہ ای امروز گلرویاں رعنا را
رسیدی ہمچو شاخ گل کدا ہیں باد آوردت | کہ ہرگز می نہ پرسیدی بیک شاخ گلے ما را
توئی با من معاذ اللہ ز تو کے آید ایں یاری | منم با تو عفاک اللہ مرا کے باشد ایں یارا

چہ گوئی خسروا چندیں حدیث وصل نابودہ
خیال ست اینکہ رہ دادی بسوے خویش سودا را

۴۴ دیوانہ می کنی دل و جاں خراب را | مشکن بناز سلسلۂ مشک ناب را
نزام اگرچہ ریختن خون بود وبال | تو خون من بریز ز بہر ثواب را
بوے وصال در خور ایں روزگار نیست | ضایع مکن بدلق گدایان گلاب را

---

۱ و ۲ ہر دو بیت محذوف۔ درن۔

اے عشق شغل تو چو بمن نا کسے رسید
آخر کسے نماند جہان خراب را

از چاشنی درد جدائی چہ آگہند
یک شب کساں کہ تلخ نکردند خواب را

طوفاں فغاں بدیدہ و قحط وفا بدہر
تقویم حکم کے کند ایں فتح باب را

تا گفتمش بکش ز مژہ تیغ راندہ بود
ما بندہ ایم غمزۂ حاضر جواب را

گر خاطرش بہ کشتن بیچارگاں خوش ست
یا رب، کہ یار تا وک او کن صواب را

آفت جمال شاہد و ساقیست بیہدہ
بدنام کردہ اند بمستی شراب را

خونابہ می چکاندم از گریہ سوز دل
خوش گریہ ایست بر سر آتش کباب را

خسرو ز سوز گریہ نیارد نگاہ داشت
آرے سفال گرم بجوش آرد آب را

ت

٧٥
دلم در عاشقی آوارہ شد آوارہ تر بادا
تنم از بیدلی بیچارہ شد بیچارہ تر بادا

بتاراج عزیزاں زلف تو عیاری دارد
بخونریز غریباں چشم تو عیارہ تر بادا

رخت تازہ است و بہر مردن خود تازہ تر خواہم
دلبت خارہ است و بہر کشتن من خارہ تر بادا

گرائے زاہد دعاے خیر می گوئی مرا ایں گو
کہ آں آوارۂ کوے بتاں آوارہ تر بادا

ہمہ گویند کز خونخوارئش خلقے بجاں آمد
من ایں گویم کہ بہر جان من خونخوارہ تر بادا

دل من پارہ گشت از غم نہ زانگونہ کہ بہ گردد
و گر جاناں بدیں شاد ست یا رب پارہ تر بادا

چو با تر دامنی خو کرد خسرو با دو چشم تر
بآب چشم پاکاں دامنش ہموارہ، تر بادا

و

٧٦
رفت آنکہ چشم راحت، خوش می غنود مارا
عشق آمد و بر آورد، از سینہ دود مارا

تاراج خوبروئے ملک جاں در آمد
آں دل کہ بود وقتے گوئی نبود مارا

پا سنگ خویش بودم در گوشۂ صبوری
بادے ز سویت آمد اندر ربود مارا

ہر روز در شب غم خوش می کند سر آنم
آں دیدنی کہ اول خوش می نمود مارا

از خاک هستی ما گرد عدم بر آمد　　اے کاشکے نبودے ننگ وجود ما را
ممکن نگشت توبه ما را ز روے خوبان　　گیتی به محنت و غم چند آزمود ما را
امروز کو که بیند سرمست و بت پرستم　　آن کو به نیک نامی دی می ستود ما را
تیغے ز درد باید محنت زداے عاشق　　کز صیقل محبت نتوان زدود ما را
خسرو چو نیست زاہا گر تو برد کشتن
این بند ہاے رسمی دادن چه سود ما را

رفت صبوری تمام، سوخته شد سینه را　　شعله فروزان هنوز، آتش دیرینه را [ع]
غم که مرا در دل ست کس نکند باورم　　بیش که پاره کنم واے من این سینه را
رخ بنما بر مراد گر نه بخون منی　　آب ببیری مده تشنهٔ دیرینه را
توبه زدے کرده بود دل که تو ساقی شدی　　باز همان حال شد احمد پارینه را
من چو ز سر خواستم چشم تو بیکا رجست　　خنجر نوده بدست ترک کهن کینه را
صوفی ما شد خراب دوش بیک بانگ چنگ　　پیش بریشم کشید خرقهٔ پشمینه را
بر سر خسرو اگر طعنه زند هر کسے
روے سیاه مراست عیب تو آئینه را

رسید باد صبا تازه کرد جان مرا　　نهفته داد بمن بوے دلستان مرا [ب]
نخفت نرگس، فریاد کم کن اے بلبل　　کنون که خواب گرفتست ناتوان مرا
صبا سواد چمن را چو نسخه کرد بر آب　　بگل نمود که بنگر خط روان مرا
مرا گذر بگلستان لب است لیک چه سود　　که سوے من گذرے نیست گلستان مرا
گمان همی بردم کز فراق او بزیم　　غم نهفته یقین می کند گمان مرا
نشان نماند ز نقشم کجاست عارض او　　که در کشد قلم این نقش بے نشان مرا
فغان من ز کجا بشنود بگوش آن شوخ　　که خود نمی شنود گوش من فغان مرا

پرید جانب او مرغ روح و با من گفت — کہ من شدم، تو نگہدار آشیان مرا
خوش آں دمے کہ درآید سفیدہ دم زدرم — پر از ستارہ و مہ ساخت خانمان مرا
سرم[1] بہ بید و بدستم نہاد و راہ نمود — کہ خیز و رو سر خود گیر و بخش جان مرا
نہاد بر لب من لب، نماند جائے سخن — کہ مہر کرد بانگشتری دہان مرا
روائے صبا و بگو سرو رفتہ را باز آئے — بنو بہار بدل کن سیلے خزان مرا
اسیر[2] زلف و ییم با خودم ببر ای باد — وگرنہ زاغ برد با تو استخوان مرا
زرفتن تو بجاں آمدم نمی دانم — کہ رفتنت زکجا خواست ہر جان مرا

دل شکستۂ خسرو بجانب تو شتافت
غریب نیست نگہدار میہمان مرا

۷۹ — ع

شبم خیال تو بس با قمر چہ کار مرا — من و چو کوہ شبے، با سحر چہ کار مرا
من آستان تو بوسم حدیث لب نہ کنم — چو من بخاک خوشم با شکر چہ کار مرا
نہ بینم آں لب خنداں زبیم جاں یک رہ — ز دو سنگ خورم، با گہر چہ کار مرا
پدر بزاد مرا بہر آں کہ تو کُشیم — وگرنہ باچو تو زیبا پسر، چہ کار مرا
اگر قضا ست کہ میرم بعشق تو آر — بکارہائے قضا و قدر چہ کار مرا
بطاعتم طلبند و بہ عشرتم خوانند — من و غم تو، بکار دگر چہ کار مرا

طلاق دادہ دل و عقل و ہوش را خسرو
بگشت کوئے تو با ایں حشر چہ کار مرا

۸۰ — و

عشق از پے جاں گرفت ما را — حلقے بزباں گرفت ما را
خرسند بعافیت نبودیم — اینک حق آں گرفت ما را
سرو قد او بناز و فتنہ — ہر لحظہ رواں گرفت ما را۔

---

[1] و [2] بیت محذوف در ن۔

ای دیده چه ریزی از برون آب — کاین شعله بجان گرفت ما را
ای خواب برو که باز امشب — سودای فلان گرفت ما را
گویند که مرگ طرفه خوابیست — این خواب گران گرفت ما را
ترسم که برون برد ز عالم — این غم که عنان گرفت ما را
خندید بر اهل درد خسرو
درد دل شان گرفت ما را

۵۸۱
گرچه بربود عقل و دین مرا — بد مگوئید نازنین مرا ب
گوشش از بار درگران گشتست — نشنود نالهٔ حزین مرا
آخر ای باغبان یکی بنمای — بمن آن سرو راستین مرا
گرمئی می کند رقیب خنک — که بسوزد دل غمین مرا
عشق[1] در کار خوبرویان کن — زهد و تقوی و کفر و دین مرا
دست[2] در گل همی زنم لیکن — خار می کرد آستین مرا
چشم[3] من بر نگین نقش دهانش — داد انگشتری نگین مرا
سوخته بینمش اگر اثرے است — در سحر آه آتشین مرا
خسروا بگذر از سرم که ز اشک
بیم غرق است هم نشین مرا

۵۸۲
سرے دارم که سامان نیست او را — بدل دردے، که درمان نیست او را
براه[4] انتظارم هست چشمے — که خوابے هم پریشان نیست او را
بعشق[5] از گریه هم ماندم چه گویم — بر از کشتی که باران نیست او را
فرامش کرد عمرم روز را زآنک — شبے دارم که پایان نیست او را

---
[1] تا [5] هر پنج بیت محذوف در نسخهٔ ن ـ

ترا ملکیست اے سلطان دلہا — کہ جز دلہاے ویراں نیست او را
خطت[۱] نوخیز و لب سادہ از آن ست — خوش آں مضمون کہ عنواں نیست او را
رخے داری یگانہ در نکوئی — کہ ثانی ماہ تاباں نیست او را
کدامیں مور خطت راکہ در حسن — بہا ملک سلیماں نیست او را
زخسرو رو مپیچ ار گشت ناچیز
خیالے ہست اگر جاں نیست او را

ع

۱۳۹

گیرم کہ می نیرزم من بندہ ہمدمے را — آخر بہر پرستشی ہم جائےاست مردمی را
غمزہ زناں چنیں ہم بیرحم دار مگذر — دانی کہ ہست آخر جانے بہر آدمی را
آندم کہ من بیادت میرم بگوشۂ غم — روح اللہم نباید از بہر ہمدمی را
از جان خویشتن ہم رازت نہفتہ دارم — زیراکہ می نشاید بیگانہ محرمی را
از شاخ عیش ما را برگی نماند برجا — گوئی خزاں در آمد گلزار خرمی را
با ہر غمے کہ آید راضی شواے دل آنرا — ما را نیافریدند از بہر بیغمی را
زاں رہ کہ تو گذشتی چوں سرو خوش خراماں
خسرو بیاد پایت می بوسد آں زمی را

ب

۱۴۰

گذشت آرزو از حد بیاے بوس تو ما را — سلام مردم چشمم کہ گوید آں کف پا را
تو میروی و زہر سو کرشمہ می چکد از تو — کہ داد ایں روش و شکل، سرو سبز قبا را
مراست یاد جمالت بدل چنانکہ بدیدہ — خیال خوان کریماں بروز فاقہ گدا را
بروں خرام دمے تا برآورند شہادت — چو بنگرند خلائق کمال صنع خدا را
سخن ز خواستن خط مشکبار تو گفتم — بجاست موے براندام آہوان ختا را
چو درجفات بمیرم بخوانی آنچہ نوشتم — برآستان تو از خون دیدہ، حرف وفا را

---

[۱] بیت محذوف در نسخہ ان۔

فلک که می برد از تیغ بند بند عزیزان — گمان مبر که رساند بهم دو یار جدا را
در آن مبین تو که شور است آب دیدهٔ عاشق — که پرورش جز از این آب نیست مهر گیا را

صبا نسیم تو آورد و تازه شد دل خسرو
چنین گلی نشگفتست هیچ گاه صبا را

۸۵ و

من بهوس همی خورم ناوک سینه دوز را — تا نکنی ملامتی غمزهٔ کینه توز را
دین هزار پارسا در سر گیسوی تو شد — چند بناکسان دهی سلسلهٔ رموز را
گویم وصل، گویمم رو که هنوز چند گه — وای که چون برون برم از دل این هنوز را
قصهٔ عشق، خود برود پیش فسردگان ولی — سنگ تراش کی خرد گوهر شب فروز را
ساقی نیم مست من جام لبالب آر تا — نقل معاشران کنم این دل خام سوز را
بس که ز آه ناکسان تیره شده است روز من — نیست دو دیده بنگرم این شب تیره روز را

جان چو خسروی وبس زخم تو ده که بر کسی
بارے اگر همی زنی تیر درون دوز را

۸۶ غ

من و بی جای زلف آن بت و بیداری شبها — کجا خسپد کسی کش می خلد در سینه عقربها
همه شب در تب غم می پزم با زلف او حالی — چه سوداهاست این یا رب که با خود می پزم شبها
گهی غم میخورم گه خون و میسوزم بصد زاری — چو پرهیزی ندارم جان نخواهم برد ازین تبها
چه بودی گر در آن کافر بودی بوی مسلمانی — چنین کز یاریم می خیزد از هر خانه یا ربها
دعای دوستی از خون نویسد اهل درد من — بخون دیده دشنامی که بشنیدم از آن لبها
ز خون دل وضو سازم چو آرم سوی او سجده — بود عشاق را آری بسی زین گونه مذهبها

بناله آن نوای باربد بر می کشد خسرو
که جانها پاره کوبان می جهد بیرون ز قالبها

سلہ بیت محذوف در ن

۸۷ ت

نازکی که دیده‌ام آں رخ همچو لاله را — سوزم و بر نیاورم پیش وے آه و ناله را
تا چو سگاں فغاں کنند از زرخش اہلِ فلک — ساخت مه چهارده آں بت بجده ساله را
عقل نماند در سرے صبر نماند در دلے — بر گل و لاله کس چنیں کرشمه نهد کلاله را
سوخته از غست اگر سوے چمن گذر کند — در دل خود گماں برد شعله گرم لاله را
بوسه اگر همی دهی بر لب خود حواله کن — رشوت تست جان من از پے ایں حواله را
من بنظاره اے خوشم وصل چه حد من بود — حوصله مگس مداں کو بخورد نواله را
دل خطِ و وام داد ست هوش و خرد سپرد ست — جانت هنوز دادنی پاره مکن قباله را
تو ز پیاله میخوری من همه خون که دمبدم — حق لبم همی دهی از لب خود پیاله را
دل که فسرده تر بود هم بگدازش آورد
نالهٔ خسروش چناں کآتش تیز ژاله را

۸۸

یارب که داد آئینه آں بت پرست را — کو دید حسن خویش و ز ما برد دست را
خوں میخورد، بسینه درون میرود بلاست — یارب که راه مید هد آں ترک مست را
دیوانهٔ بتاں نه کند رو به کعبه زانک — تعظیم کعبه کفر بود بت پرست را
جانا، نه رفتنی است چو دلها ز زلف تو — چندیں گره چه میزنی آں زلف شست را
مخرام ازیں نمط که بشهر از خرامشت — بر جا نماند یک قدم اہلِ نشست را
چندیں چه غمزه می زنی از بهر کشتنم — صید تو زنده نیست مکن رنجه شست را
خسرو چو جاں نیافت بعشق تو مرد نیست
زیں ره بجز ن دیده چه شوئی تو دست را

۸۹ ت

وقتے اندر سر کوئے گذرے بود مرا — وندراں کوئے نهانی نظرے بود مرا
جاں بجا نیست ولے زنده نیم من زیرا — مایهٔ عمر بجز جاں دگرے بود مرا

مست گشتم که شبش دیدم و در خواب هنوز | بگه صبح ز مستی اثرے بود مرا
همه کس را خورد خواب و من بیچاره خراب | بارے از جنس صبوری قدرے بود مرا
بارے از دیده مریزید گلابی که به عمر | لذت از عشق همیں دردسرے بود مرا
هیچ یاد آمدت اے فتنه که وقتے زیں پیش | عاشق سوخته در بدرے بود مرا
خواستم دی که نظارے بکنم پیش خیال | لیک آلوده بداماں جگرے بود مرا
نه روم پیش که یاد آئی و دیوانه شوم | آنکه گه گه به گلستاں گذرے بود مرا

پاسباں روز هم از قصهٔ خسرو بشنود
کامشب از گریه چه ناخوش سحرے بود مرا

و

۹۰
دیوانه کرد زلف تو در یک نظر مرا | فریاد از آں دو سلسلهٔ مشک تر مرا
سنگین دل تو سخت تر از سنگ مرمرست | کوه غم است بر دل از آں سنگ، مرمرا
دی[1] غمزهٔ تو کرد اشارت بسوے لب | تا بوسه اے دهد ز شکر خوب تر مرا
ردیف[2] گل و لبت شکر و ایں عجب که نیست | جز دردسر بحاصل از آں گل شکر مرا
گفتم لب ترا که مرا عشوه اے بده | از خود نداد عشوه کسے را مگر مرا
چوں من ترا درون دل خویش داشتم | آخر چه دشنه داشته اے در جگر مرا

با خسروت شمار وصال است هر شبے
یک شب هم از طفیلی خسرو شمر مرا

غ

۹۱
که ره نمود ندانم قباے تنگ ترا | که در کشید ببر سرو لاله رنگ ترا
چنیں که چشم ترا خواب بسته می دارد | که باز دارد ازیں خواب چشم شنگ ترا
نمی گذارد در دنبال چشم تو سرمه | قوی بگوشه نهادست نام و ننگ ترا
خدنگ غمزه از آں دیده میکند روشن | کنوں که دیده سپر ساختم خدنگ ترا

---

[1] و [2] ابیات محذوف در ن ـ

چه گویمت که دل تنگ تو کرا ماند — اگر تو خورده نگیری دهان تنگ ترا
کرشمهای تو از بسکه هست ناز آمیز — نه آشتی تو داند کسی، نه جنگ ترا
دل تو نیست مرا در غم و عجب سنگی — که طاقت آرد زخم دل چو سنگ ترا
ز من بپاسخ شیرین تلخ جان می بر — که در من است اثر شکر و شرنگ ترا
ببوسه عذر چه گویی که تنم مگر چوبی است — که راهوار کند چوب پای لنگ ترا
دو چشم خسرو ازین پس خیال آن خط سبز
کزین دو آینه نتوان زدود زنگ ترا

۹۲
باز مدار ای پسر غمزهٔ نیم خواب را — تا نبرد بجادوی جان و دل خراب را
از پی نقل مجلست هست برآتشم جگر — چاشنیی نمی کنی گوشهٔ این کباب را
از سر مشتری چرا دست نشوید آسمان — کاب بریخت روی تو چشمهٔ آفتاب را
دوش بخواب گوییم در بر من نشسته ای — معذرتی کنم کنون از دل و دیده خواب را
بوسه بده که میرود هجر کشان بکشتنم — منتظر لب توام باز بده جواب را
کشتن ماست نیت ار چه شراب خورده ای — بهر خدا که سوی خود راه مده شراب را
خسرو خسته را مکش زانکه ندامتت بود
ده که رها نمی کند خوی تو این شتاب را

۹۳
دلبرا عمر نیست تا من دوست میدارم ترا — در غمت میسوزم و گفتن نمی یارم ترا
ولی بر من گر ز غمت می میرم و جان میدهم — آگهی نیست از دل افکار بیمارم ترا
ای بتو روشن دو چشم گر در آری سر بمن — از عزیزی همچو نور دیده میدارم ترا
داری اندر سر که بگذاری مرا و من بر آنک — در جمیع عمر خویش از دست نگذارم ترا
خواری و آزار بر من گر به تیغ آید ز تو — خارم اندر دیده گر با گل بیازارم ترا

---

۱ تا ۵ ابیات محذوف در ن

یک زماں از پائے نہ نشینم بجستجوئے تو — یا کنم سر را فدایت یا بدست آرم ترا

نیست شرطے دوست با یاران دریں نیت جفا
شرم دار آخر کہ من یارِ وفادارم ترا

۹۴[1]
بے روئے تو خوش کردم من تلخیٔ ہجراں را — با شربتِ دیدارت بخود نہ کنم جاں را
از بسکہ دلِ خلقے گم شد بہ زنخدانت — خوں پُر شود ار کاوند آں چاہِ زنخداں را
دی شانہ زدے گیسو، افتاد بسے دلہا — گرد آر دمے آخر دلہائے پریشاں را
در جیبِ وجودِ کس نگذاشتہ ای نقدے — یک لطف بکن زیں پس مکشائے گریباں را
تو می‌روی و دلہا دنبال رواں ہر سو — چوں خلق کہ بستاند نظارۂ سلطاں را
بدبخت دلے دارم دیوانۂ بت رویاں — یارب کہ مبادا ایں دل ہندو و مسلماں را

گویند کہ از خوباں بدنام شدی خسرو
چوں دل نہ کند فرماں خسرو چہ کند آں را؟

۹۵[2]
جاں بہ خاموشی برآمد بے زبانِ چند را — کو، یک امروز نوازش، میہمانِ چند را
دی چو بیروں آمدی خوں کردہ از ہر قطرہ‌ای — گشت طوفانِ بلا خان و مانِ چند را
من ز تو محروم و خلقے در گماں ایں ہم خوش است — باد یارب و ز نیکو، بدگمانِ چند را
چند طعنہ عاقلاں ایک زماں بیروں خرام — سوختہ چوں می‌کنی نامہربانِ چند را
یک یکے اندر کوئے تو بے داغ آہِ من نماند — وہ کہ آخر چند سوزم بے زبانِ چند را
گر نہ گردد خاک در کویت، چہ کار آید تنم — بہر ایں پروردم آخر استخوانِ چند را

صد چو خسرو مسکیں جاں پیش آخر خندہ‌لے
زانکہ شد ہنگامِ "یٰسیں" ناتوانِ چند را

۹۶[3]
شب برون آمد بسے کز دل نہادی یاد را — جاں ز تن آمد بروں بوئے نہ دادی باد را

---

[1] و [2] و [3] غزلیات زائد در نسخۂ ن ۔

سر بہ دیوارِ سرایت می زنم تا بنگری ‌‌‌‌‌‌ زانکہ تا بازِ شکاری، خوش بود صیاد را
بازوے ہجرت قوی در کشتن بیچارگاں ‌‌‌‌‌‌ چوں قصاص افزوں کند عادت شود جلاد را
جاں بعمر یاد م برآمد لیک صد جاں آرزو ‌‌‌‌‌‌ بشنوی گر راہ ندہی سوے جاں فریاد را
اے کہ میگوئی کہ وقتے لوح صبرت یاد برد" ‌‌‌‌‌‌ سالہا شد تا فرامش کردہ الم این یاد را
اینہمہ خونابہ کا شامم ہمی زیں روز بد ‌‌‌‌‌‌ بہتر آں کز نے خلل انداز داین بنیاد را
چند گریم چوں سیہ روزیِ عشقم از قضاست ‌‌‌‌‌‌ آب گیے شستن تواند داغ مادر زاد را
تا بسوے گلفت شیرین ست دل خارا و کوہ ‌‌‌‌‌‌ کندہ زناخن، چہ گل چیدن بود فرہاد را

لوک مژگاں تو در دل ماند خسرو را چناں کہ
در رگ بیمار نشتر بشکند فصاد را

۹۶ من زہجرت دوستدارم جان عشق اندیش را ‌‌‌‌‌‌ کز سگانِ کوے او کردم دلِ درویش را ب
عشق بیش از بیش و من بسیار از کم کمترم ‌‌‌‌‌‌ من کم از کم چوں کشم آں بار بیش از بیش را
نے غلط کردم کہ خوباں ہم بہ خویشتن رہ دہند ‌‌‌‌‌‌ رہ نمالے دوست سوے خویشتن مر خویش را
وقت را خوش دار بہر روے بتاں چوں فتنہ ست ‌‌‌‌‌‌ یاد کن آخر فرامش گشتگان خویش را
عقل اگر گوید کہ عشق از سر بنہ معذور دار" ‌‌‌‌‌‌ دور کن از سر زہم عقل خیال اندیش را
جاں فداے دوست کن کم زاں کہ ان ہند وی ‌‌‌‌‌‌ کز وفاے شوی در آتش بسوزد خویش را
در د گنج راحت ست ار مردہ یابی طبع را ‌‌‌‌‌‌ داغ عین مرہم ست ار پختہ بینی ریش را
من دل و دیدہ نہ خواہم داشتن باز می دریغ ‌‌‌‌‌‌ تیر تا باقی بود، ترکان کافر کیش را

خسروا اگر انگبیں می خواہی از شکر لباں
اول اندر کام شیریں کن زبان خویش را

۹۷ ساقیا پیش آر جامِ با صفاے خویش را ‌‌‌‌‌‌ روے ما بین و بہ بادہ رونمالے خویش را غ

سله و سله ہر دو غزلیات در نسخہ ن زائدست۔

کبک رفتارا یکی بخرام و پا بر لاله سای — بی حنا کن لعل پای لاله سای خویش را
دی شدی در باغ و گل از بهر گرد افشاندنت — کرد صد پرکاله دامان قبای خویش را
هر طرف بهر مبارکباد نوروز بهار — می فرستد گل به کف کرده صبای خویش را
کبک کهساری برد ای لاله بر بهر تیغ کوه — گام چندانی که پر خون کرد پای خویش را

یک دم امروز از چمن ما را به مجلس راه ده
تا ستانیم از تو جام با صفای خویش را

٩٩ [۱] ب

بسکه اندر دل فرو بردم هوای خویش را — شعله افزون تر برآمد سوز داغ خویش را
دشمنی دارم که جان قربانی او می کنم — زانکه تیری در خورست این کافر بدکیش را
عشق گنجد در دل تنگی نه گنجد در جهان — وین سخن در دل نه گنجد عقل دوراندیش را
چاشنی درد دل آنکس که نشناسد عشق — بر دل مجروح خود مرهم شناسد نیش را
اشک طوفان ریز بهر جستن وصلم چه سود — شست نتوان چون نبخت تیره باران درویش را

خسروا دیده فرو بند و مبین روی رقیب
زانکه مرهم خوش نه باشد دیدهای ریش را

١٠٠ [۲]

باز برقع بر رخ چون ماه بربستی نقاب — گوییا در زیر ابری رفت ناگه آفتاب
همچو لاله داغ دارم بر دل از هجران تو — شد شکر بر آتش عشقت مرا جان کباب
حسرتم زین قصه می آید که من لب بسته ام — بی محابا از چه میبوسد کف پایت کلاب
ترک من تا بهر رفتن بسته ای آخر میان — در کنارم سیل دیده خون همی راند چو آب
یک خدنگی ز ترکش برکش ز بهر جان من — ناوکی از مژگان چه حاجت بهر قتلم بیحساب
همچو غنچه تر به خون شد دل من ای طبیب — شربتی فرما از آن لب گر همی جوئی صواب
ای جدا افتاده از ما، ما به تو پیوسته ایم — تا به تو پیوسته خسرو کرده از غیر اجتناب

---

[۱] این غزل در نسخهٔ ن زائد است [۲] غزل محذوف در ن.

[۱] ۱۰۱
روز عید است و من و مئ نابِ چو گلاب — که از آن جام شود تازه ام این جان خراب
جان من از هوس آن لب بیآمد اکنون — با لب آرم قدح و جان نهم اندر شکر آب
روزه دارے که کشاید به دلبش نکهت مشک — این زمان در دهنش نیست مگر بوی شراب
آنکه خیزان و فتان بود به مسجد زین پیش — هست در میکده خیزان و فتان مست و خراب
وقت کو گردنی گشت به دورِ مجلس — میرود دورکنان جانب مجلس بشتاب
مئ حلالست کنون خاصه که از دست حریف — در قدح میچکد آب نمک آلود کباب
ساقیا نوش چنان کن که صدا باز دهد — بر سر شارع مئ گنبد سیمین حباب
هر که را بوی گل و مئ بدماغ است ورا — آن غنیمت که دگر نکند بوی گلاب

بنده خسرو بدعائے تو که آن حبل متین
دست همت زد و پیچید طناب اطناب

[۲] ۱۰۲
زاد چون از صبح روشن آفتاب — ساقی خورشید و در ده شراب
لعل نه دهی آن عرق در ده که چون — گل برآرد هم گل است و هم گلاب
خرم آن کو غرق می باشد مدام — چون خیال دوست در مئ هائے ناب
عاشقی با پارسائی هم خوش است — همچنان کافتد میان باده آب
هست ما را نازنینے مے پرست — کو گهم بریان کند گاهے کباب
نیم شب کآمد مرا بیدار کرد — من همان دولت همی دیدم بخواب
بیخودی زد راهم از مے تا به صبح — خانه خالی بود و او مست و خراب
آخر شب صبح را کردم غلط — زانکه هم رویش بد و هم ماهتاب
زلف بر کف شب همی پنداشتم — کز بنا گوشش بر آمد آفتاب
خاست از خواب و شرابم داد و گفت — نوش کن بر پادشاه کامیاب

---

[۱] و [۲] غزلیات محذوف در ن

شاہ قطب الدین کلید ہفت ملک
کز درش دارد جہانے فتح باب

۱۰۳
قند سیت آتشیں در شمع است انگبیں لب — ماہ سپہر کسوت، مہر ہلال غبغب
قطران مشک ریز خالش از مشک گل مسلسل — کافور آب خاکش، از شیر و مے مرکب
ترک جہاں فروزش، گنجے ز نیم رورش — موئے طلسم سوزش، مار مسلسل از قصب
گر آسمانی وہ، در برج مہ نہ بودے — سعد زمیں گرفتی از دے وبال کوکب

خسرو ز شوق لعلش، تا چند سوزی آخر
بارے دمے برآں آب، از سوزش تب شب

۱۰۴
میریزد آتش تری ز تو لے جانفزائے آب — ما تشنہ ایم تشنہ خود را نمائے آب
خاک در تو بر سر و چشم پرآب ماست — پیوستہ گرچہ خاک شود زیر پائے آب
آب حیاتی و نشوی آشنائے من — تا چشمہائے من نشود آشنائے آب
چوں در کنار آب خرامی خیال تو — گوئی کہ ہست مردمک چشمہائے آب
اے چشمۂ زلال مرو کز برائے تو — مردم چنانکہ مردم آبی برائے آب
می نالم و برائے تو می ریزم آب چشم — ایں نالۂ من است بگو یا صدائے آب
آب رواں کجا رسد اندر سرشک من — خواہی بپرس دآب رواں ماجرائے آب
زیں پیشتر بدیدۂ من جائے آب بود — اکنوں ببیں کہ ہست ہمہ خوں بجائے آب
از آب چشم بندہ بگردد اگرچہ ہست — سنگین دل تو سخت تر از آسیائے آب
بگداختم چو آب بسوئے مرا بدل — کس دل چنیں بسنگ نشاید بجائے آب
اکنوں کہ آب چشم بلا گشت مر مرا — چشم مرا کہ باز خرد از بلائے آب
خسروا زیں سپس نہ گذارد عنان تو — گو برق بار آتش گو ابر زائے آب

سلہ و سلہ ۵۲ ہر دو غزلیات محذوف در ن۔

۱۰۱
ای نازنین که ماه منی امشب | رحمی بکن چو شاه منی امشب
خوش بنشین باده بکش پاک | خواب مکن چو ماه منی امشب
بر خانه چه باشد دمی چون تو | همچو یوسف بچاه منی امشب
بر فرق من نشین که ز بس عزت | هم تاج و هم کلاه منی امشب
وصل بتان اگر ز گنه باشد | ایمن نشین ز آه منی امشب
سیل چشم چو ز خون است بشناس | هر جا که گریهٔ عشاق راه منی امشب

فردا که روی نزید خسرو
بس آتش بکاه منی امشب

۱۰۲
زهی نموده از آن زلف و عارض و رخ خوب | یکی سواد و دوم نقطه و سیم مکتوب
سواد و نقطه و مکتوب دست بر دل من | یکی بلا و دوم فتنه و سیم آشوب
بلا و فتنه و آشوب او بود ما را | یکی مراد و دوم مونس و سیم مطلوب
مراد و مونس و مطلوب هر سه از من شد | یکی جدا و دوم غالب و سیم مغلوب
جدا و غالب و مغلوب هر سه باز آید | یکی غلام و دوم دولت و سیم مرکوب
غلام و دولت و مرکوب با سه چیز خوش است | یکی حضور و دوم شادی و سیم محبوب

حضور و شادی و محبوب من بود خسرو
یکی شراب و دوم ساقی و سیم محبوب

۱۰۳
چه آفت است ندانم این بزیر نقاب | که تا نمود نمود آنچه سینه گشت خراب
تو رخ بپوش که از هفت پرده بنماید | چو آفتاب فروزنده از چهار نقاب
تو زلف را ز کله بشکنی عجب نبود | که دل به کنگر خورشید پرورد بنقاب
مرا ز ابروی تو شبهه می رود به نماز | که سجده میکنم و صورتست در محراب

---

۱۰۱ تا ۱۰۳ هر سه غزلیات محذوف در ن.

تو میکشی کسے را کہ می شود بہوش — ذبیحہ را چہ خبر تا چہ می کند قصّاب
مرا کہ سوختہ گشتم ز آفتاب رخت — از آں لب ار بتوانی بشربتے دریاب
وے سؤال مرا در جواب می لنگی — مگر کہ در شکر آلودہ گشت پاے ذباب
شتاب می کندم عمر در فراق مکوش — ترا کہ از پس عمرے بدیدہ ام مشتاب
چہ سحرہا کہ بدرج تو کردہ ام پیدا
کہ خسروا سخنم خواندہ ای اولوالالباب

۱۰۸
اگر بگوشہ نشیناں[سلہ] نماید آں رخ خوب — بغمزہ دل برباید ز سالک مجذوب
بلاے مردم اہل نظر بود چشمت — بناز اگر بدر آئی ز مکتب اے محبوب
دہان یار نیاید رقیب را در چشم — کہ خردہ بیں نبود ہیچ دیدۂ معیوب
فراق روے چو تو یوسفی کسے داند — کہ روشنش شود آب دو دیدۂ یعقوب
چو نامۂ تو کشایم شود پُر آب ہم چشم — بہیچ رو نتوانم کہ خوانم آں مکتوب
کشد براے تو خسرو جفاے مدعیاں
کہ بہر دوست ز کرماں جفا کشد ایوب

۱۰۹ غ
اے تمامی[سلہ] خواب من بردہ ز چشم نیم خواب — وے سراسر تاب من بردہ ز زلف نیم تاب
تاب زلفت سربسر آلودۂ خون منست — گر نخواہی ریختن خونم ز زلف اچندیں متاب
زلف مشکینت کمند افگند بر آہوے چیں — نافہ را خوں بستہ شد در ناف از آں مشکیں طناب
گل چناں بے آب شد در عہد رخسارت کہ گر — خرمنے از گل بسوزی قطرہ ندہد گلاب
خط تو نارستہ می بنماید اندر زیر پوست — برمثال سبزہ ای نو رستہ اندر زیر آب
گریہ ام در دل فرو خوردم ہمہ خونناب شد — چوں نمک در خورد بے خوننابہ آں نبود کباب
مست گشتم زاں شراب آلودہ لبہاے تنگ — مست چوں گشتم ندانم چوں تنک بود آں شراب

سلہ و سلہ غزلیات محذوف در ن

روز من سالیست بی تو زانکه بهر دیدنت / عمرم از رفتن بجا ماندست با چندین شتاب
باز میگیری زبانم در سؤال بوسه ای / یا گرفته می شود در لب شیرینی جواب
گرم و سرد دیدای دل کز خط رخسار تو / نیمه ای در سایه ماند و نیمه ای در آفتاب
خواهم از زلف تو تاب آرم که بند جان کنم / زلف در بازی درآمد چون توان در رو متاب
گر نقابی بر رخ رخشان کشی از روشنی / روی تو پیدا شود پنهان شود در روی نقاب
چون[۱] شدی در تاب از من داد دشنام رقیب / سگ زبان بیرون کند چون گرم گردد آفتاب

شب ز مستی چشم تو شمشیر مژگان برکشید
خواست بر خسرو زند کش در میان بگرفت خواب

۱۱۰ ب

ماهرویا بخون من مشتاب / کشتن عاشقان که دید صواب
چشمت از خون من بریخت چه شد / ترک با تیغ بود و مست و خراب
تا گل از شرم رویت آب شود / یک زمان برفگن ز چهره نقاب
مثل خود در جهان کجا بینی / گه در آئینه بنگری و در آب
آرزو می کند مرا با تو / گوشهٔ خلوت و شراب و کباب
وین تمناست در سرم همه عمر / زین هوس چشم من نگیرد خواب
وز غم روی شاهدان ما را / تا بکی پند می دهند اصحاب
هر که دعوی کند ز خوبان صبر / نشنود "کل مدع کذاب"

چه ملامت کنید خسرو را
فاتقوا الله یا اولو الالباب

۱۱۱ ت

ای ز تو خورشید چرخ در عرض تف و تاب
از من تاریک روز، طلعت روشن متاب

---

۱ بیت محذوف در ن

چشمهٔ خورشید را آب نه باشد وے
چوں تو ز تفت ہوا خوے کنی اے آفتاب

زلف تو کژ پیچ پیچ ہر سرِ موئے کژ ست
کژ بنشیند و لیک راست مگوید جواب

بستهٔ زلف تو گشت روئے دل من سیاہ
گو ز من آباد کرد خانهٔ چشمم خراب

چند به وہم و خیال از لب تو چاشنی
کام چه شیریں کند خوردن حلوا به خواب

من ز خیال لبت نیستم آگہ ز خویش
مستی نقدم نگر نسیه چه بینی شراب

بر من و رسوائیم گر تو کنی خنده اے
بس بود م از لبت تا بود ایں فتح باب

جاں به فدائے رخے کش چه نظاره کنی
صبر نه گیرد قرار عمر نه داند شتاب

دست نه شوید ز تو خسرو اگرچه ز عشق
از پے پا شستنت خون دل من شد آب

و شکرت را شد اگرچه سپه مور مرتب
مگسے نیز نه خواہم که کند سایه بر آں لب

منعم و قامت شاہد بر وائے خواجه مؤذن
تو در مسجد خود زن "وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ"

سر درویش نہ دارد خبر از تاج سلاطین
بر ہے کاں بسر آید سر ما وسم مرکب
بہ کرشمہ سر ابرو مکن از بہر خدا خشم
کہ ز محراب تو بر شد بہ فلک نعرۂ یارب
لب لعل تو بہ ہنگام شکر خندۂ پنہاں
ز پے بُردن دلہا چو فسونے است مجرّب
مکن اے شیخ نصیحت کہ مکن سجدہ بتاں را
چہ بود مذہب ما ایں نہ تواں گشتنم مذہب
بہ خیال سر زلفت خبر از خواب نہ دارم
چہ دراز ست شبم دید کسے روئے چنیں شب
اگر ایں سوختہ گوید سخن بوس وکنارے
مکنش عیب کہ ہست ایں ہذیان گفتنش از تب
کہ بود خسرو مدبر کہ دہد سر بہ تو بارے
بہ سر کنگر زلفت سر پیراہن مُقرّب

۱۱۳
اے ترا در دیدۂ من جائے خواب غ
دیدۂ بے خوابم از تو جائے آب
شب چو خوابم نیست بہر دیدنت
چند سازم خویش را عمداً بخواب
گل شد از عکس رخت در چشم من
زآتشِ دل می کشم زاں گل گلاب

با خیال زلف و رویت چشم من
نیمہ اے ابرست و نیمے آفتاب
زاں لب میگوں کہ ہوش از من ببرد
خوں ہمی گریم چو بر آتش کباب
از لبت دارم سوالے چوں کنم
تنگ می آید دہانت در جواب
مست گشتم بسکہ خوردم خون دل
چوں نہ گردم مست باچندیں شراب
ہست خورشید قیامت روے تو
خط مشکیں دفتر یوم الحساب
زاں قیامت عالمے در جنت است
بندہ خسرو تا قیامت در عذاب



۱۱۴ و

اے ترک کماں ابرو من کشتۂ ابرویت   ملک ہمہ چین و ہند ندہم بیکے مو یت
وقتے بہ طفیلم گوے ہنواز سرم آخر   تا چند بہر زخمے حسرت خورم از کویت ؟
گفتی کہ بدیں سودا غمناک چہ میگردی   آوارہ دلے دارم در حلقۂ گیسویت
مسجد چہ روم چندیں، آخر چہ نیازست ایں   رویم بسوے قبلہ دل جانب ابرویت
شبہا ہمہ کس خفتہ جز من کہ بہ بیداری   افسانۂ دل گویم در پیش سگ کویت
گر نام گلے گویم گر نام گلستانے   زیں گونہ در اندازم ہر جا سخن از رویت
بوئے گل ازیں پیشم در باغ نمودے رہ   بادی نوزید از تو گم شدم از بویت
جاں در طلبت ہمرہ تا باز رہد زیں غم   فریاد کہ بادے ہم ناید گہی از سویت
پیش تو بگو گلے بت سوزندہ چہ ہندویم   بر آئینہ ریز آں گہ خاکستر ہندویت

سر در خم چوگانت راضیست بدیں خسرو
آں بخت کرا کارد سر در خم بازویت

۱۱۵ غ

امشب شب من نور ز مہتاب دگر داشت   وز گریۂ شادی جگرم آب دگر داشت
دل ہیچ بہ شیرینی جاں میل نمی کرد   مسکین سر آرائش جلاب دگر داشت
ہنگام سحر خلق بمحراب و دل من   زابروے بتے روئے بمحراب دگر داشت
قرباں شوم و چوں نشوم و لے کہ آں چشم   بر جان من از ہر مژہ قصاب دگر داشت[1]
گفتم بنظر مست و نخفتم تہ پایش   جان از سکرات اجلم خواب دگر داشت[2]

---

[1] بعدہٗ درن بیت ذیل اضافہ است ؎
نالند ز مہتاب سگان دیں سگ شب گرد   فریاد کہ فریاد ز مہتاب دگر داشت
[2] بعدہٗ درن دو بیت ذیل ست ؎
جاں مژۂ دوق ابدی داد بہ دل را نکہ   ہر غمزۂ او ناوک پرتاب دگر داشت
ز دصد گرہ سخت بہ دل بستگی من   زلفش کہ بہ ہر موئے شکن تاب دگر داشت

نئے داشت خبر از خود و نے از مئے و مجلس
خسرو کہ خرابی ز مئے ناب دگر داشت

۱۱۶

تقدیر[2] کہ یک چند مرا از تو جدا داشت
از جان گلہ دارم کہ مرا زندہ چرا داشت

اندوہ جدائی ز کسے پرس کہ یک چند
دور فلک از صحبت یارانش جدا داشت

دیوار ترا من ملۂ خار نخواہم
ہجرت بدلم گرچہ کہ صد رخنہ روا داشت

داغے دگر این ست کہ از گریہ بشستم
آں داغ کہ دامانت ز خون دل ما داشت

صوفی کہ خرامیدن تو دید بصد صدق
بدرید مصلاً و کلہ در تہ پا داشت

خسرو بوفائے تو دہد جاں کہ در آفاق
گویند ہمہ کاں سگ دیوانہ وفا داشت

۱۱۷   غ

بے شاہد رعنا بتماشا نتواں رفت
بے سرو خرامندہ بصحرا نتواں رفت

دی رفت سوئے باغ و ندانست غم ما
این نیز ندانست کہ بے ما نتواں رفت

صحرا و چمن پہلوئے من ہست بسے لیک
ہمرہ تو شوائے دوست کہ تنہا نتواں رفت

کردیم[2] رہا جان و دل از بہر رخت زانک
با غمزدگاں سوئے تماشا نتواں رفت

مائیم[3] و سر کوئے تو کز پیش نخوانی
اینجا بتواں مرد و از اینجا نتواں رفت

گفتم کہ ز کویت بروم تا ببرم جان
گفتن بتواں جان من، اما نتواں رفت

اے قافلہ در بادیہ ام پائے فرو ماند
بگذر تو کہ در کعبہ باین پا نتواں رفت

مپسند کہ در پیش لبت مردہ بمانم
نازیستہ از پیش مسیحا نتواں رفت

---

[1] غزل محذوف درن

[2]، [3] ہر دو بیت محذوف درن

خسرو پس ازین مذهب خورشید پرستی
مومن شده در قبلهٔ ترسا نتوان رفت

۱۱۸

افسوس[1] ازین عمر که بر باد هوا رفت — کاری بجهان نه براد دل ما رفت
خورشید من از اوج جوانی چو بر آمد — بس ذرهٔ سرگشته که بر باد هوا رفت
گفتن ز در خویش مرا گفت که بگذار — زین کوچه که داند که چو تو چند گدا رفت
کس را چه غم از رفت دل سوختهٔ من — بوده است ز آن من اگر رفت مرا رفت
آن صبر که می گفتم من کوه گران سنگ — بادی بوزید از تو ندانم که کجا رفت
گفتم که زنیم بی تو ز دوری مکش اکنون — گر از من درویش حدیثی بخطا رفت
رنجه نشوم گر بجفا سر بریم ز آنک — بسیار چنین ها بسر اهل وفا رفت
تو دیر بزی کز گل باران نشان نیست — هر ذره که از کوی تو با باد صبا رفت

ما را چه حد صبر به هجر تو که خسرو
آمد بدرت باز به سر آنکه بپا رفت

۱۱۹

ب

تا بر سر بازار بستی قدمش رفت — بس حرمت مردان که بباد ستمش رفت
هر صبر و سلامت که دل سوخته را بود — اندر شکن سلسلهٔ خم به خمش رفت
یوسف چو گذر کرد ببازار جمالش — هر مایه که او داشت بیعنه درمش رفت
یک روز بشادی وصالش نرسانید — آن عمر گرانمایه که ما را بغمش رفت
آلوده نشد هیچ گهی دامن نازش — زان خون عزیزان که بزیر قدمش رفت
بسیار سر افگنده بشمشیر سیاست — ای دولت آن سر که به تیغ کرمش رفت

---

[1] غزل محذوف در ن

رفت[1] از قلم حکم که در عشق رود جان | القصه همان رفت که اندر قدمش رفت
جان دید چو خونریزی سلطان خیالش | بسته کفن و تیغ و بزیر علمش رفت

بر بادیے امشب شب خسرو بدرازی
کوتاه نشد گرچه همه بیش و کمش رفت

۱۲۰

جز صورت[2] تو ماه سما را چه توان گفت | جز طرهٔ تو دام بلا را چه توان گفت
آن روی که داده است خدایت صفت آن | هم خود تو بگو بهر خدا را چه توان گفت
چون ماه تو انگشت نمایست دهانت | آن خاتم انگشت نما را چه توان گفت
شد بستهٔ زلفین تو خون در دل نافه | دلبستگی مشک خطا را چه توان گفت
هر لحظه صبا بر سر گل پرورد از ناز | از کردهٔ تو باد صبا را چه توان گفت
شب اشک و دم سرد مرا دید خیالت | پس گفت که این باد هوا را چه توان گفت

گر چشم مرا ابر گهربار توان خواند
خاک کف شمس الامرا را چه توان گفت

۱۲۱ ب

بیچاره کسے کو بغم خویش بسر ان زیست | کز دیده و دل در پے ایشان نگران زیست
گر یافت کسے از لب بے خط اثر ذوق | تا زیست در اندیشهٔ سادہ شکران زیست
همچون کمر زر همه با کوفتگی ساخت | آن یار که بر پشتهٔ زرین کمران زیست
چون یار از آن دگران شد، بکشش اے هجر | زیرا نتوانیم بجان دگران زیست
چون غم کشدم زان لب و زان روی کنم یاد | تا چند توان بر صفت حیله گران زیست
اندر روش زنده دلان زنده کسے نیست | جز کشتهٔ خوبان که در آن عرصه توان زیست

---

[1] بیت محذوف درن   [2] غزل محذوف درن

ترسم که بمیرد بته کفش ملامت
خسرو که بدنبالهٔ شیرین پسران زیست

۱۲۲ — ت

در هجر تو ام کار بجز آه و فغان نیست — در پیش تو ام دان که زبانم بدهان نیست
بے دوست اگر خلق بجان میزید و سر — هم جان سر دوست که ما را سر آن نیست
سهلست اگر هر دو جهان باز گذارند — از بهر نگارے که چو او در دو جهان نیست
ما زنده بدوئیم که جان میرود از ما — بر روئے که معشوقه زید منت آن نیست
[۱] مشنو سخن عاشقے از هرزه زبانان — کاین کار دلست اے پسر و کار زبان نیست
[۲] گفتی که هم آغوش خیالم بچه سانی — خواب خوش مجنون بر دوست نهان نیست

خسرو ز تو گر دل ببتد صاحب حسنے
خوش باش که یوسف بہ یکے قلب گران نیست

۱۲۳ [۳]

آباد تر آن سینه که از عشق خرابست — آزادی آن دل که در آن زلف بتابست
کو غمزه دهے تا کند از نالهٔ من رقص — کاین نالهٔ من زمزمهٔ چنگ و ربابست
جستم بسؤال آب حیاتے ز لب دوست — او بر شکنان گشت ز من کاین چه جوابست
اے آنکه بفردوس نه بینی بلطافت — من دانم و من کز تو برایں دل چه عذابست
در پیش دل خویش هر افسانه که گفتم — گفتی که فسونے زپے بستن خوابست
دان سبلت زاهد که به تسبیح بریدی — زانست که امروز مگس ران شرابست
گر لعل تو احیا کندم دیر شد این دیر — زآمد شد سلطان خیال تو خرابست
ده باده مکن از پے نقل غم خود را — کاخر دل مسکین من است این نه کبابست

---

۱ و ۲ هر دو بیت محذوف درن — ۳ غزل محذوف درن

خسرو که غریق است به تسلیم که مارا
کشتی نه و مقصود بر آن جانب آبست

۱۲۴

خرم[^1] دل آنکس که بر خسار تو دیده است | یا زان لب شیرین سخن تلخ شنیده است
زان زلف مسلسل که همی بر شکند باد | از روی تو بنگر که در آن زیر چه دیده است
بر قافلهٔ صبر مرا نیست ولایت | امروز که مژگان تو لشکر نکشیده است
این اشک بچشم من از آن جای گرفته است | کاندر طلب وصل تو بسیار دویده است
شبهاست چو گل غرقه بخونم که بسویم | از باغ وصال تو نسیمی نوزیده است
آری شب امید همه غمزدگان را | صبحی است که تا روز قیامت ندمیده است
طاقت چو ندارم که رسانم بتو خود را | فریادرس ایدوست که طاقت برسیده است

خسرو تن بیجانت بگلزار زمانه
مرغی است که او از قفس سینه پریده است

۱۲۵

مارا[^2] چه غم امروز که معشوقه بکام است | عالم بمراد دل و اقبال غلام است
صیدی که دل خلق جهان بود بدامش | الملته لله که امروز بدام است
از طاق دو ابروی تو ای کعبهٔ مقصود | خلقی به گمانند که تا کعبه کدام است
چشم تو اگر خون دلم ریخت عجب نیست | او راچه توان گفت که او مست مدام است

خسرو که سلامت نکند عیب مگیرش
عاشق که ترا دید چه پروای سلام است

---

[^1]: ۱ و ۲ غزلیات محذوف در ن

۱۲۶

روی تو به پیش نظر آسایش جانست | آزادگی جان من از بست بهانست
در شهر چو تو فتنه و مردم کش و بیداد | من زیستن خلق ندانم که چسانست
کو دل شده ای کت نظری دیده و مرده | جانش بعدم رفته و سویت نگرانست
ترکی که دو ابروش نشستست بدلها | قربانش هزارست اگر چش دو کمانست
کی بر چو تو خورشید رسم من که بخواری | بر خاک در تو سر من نیز گرانست
عشق است زبان خرد افسونش چه داند | هرچند که بنیاد خرد از همه دانست

گر خون جگر گریه کند عاشق مشهور
آن دانش که حیضش ز ره دیده روانست

۱۲۷

زلف[له] تو بهر آب مصفا نتوان شست | الا که بخونابهٔ دلها نتوان شست
هر شب من و از گریه سر کوی تو شستن | بدبختی این دیده که آن پا نتوان شست
دریا ز پی بخت بد از دیده چه ریزم | چون بخت بد خویش بدریا نتوان شست
عشق از دل ما کم نتوان کرد که ذاتی است | چون مایهٔ آتش که ز خارا نتوان شست
از دردی خم شوی مصلای من امشب | کز آب دگر این لتهٔ ما نتوان شست
نوشیم می و بر سر خود جرعه فشانیم | هر جای که جرعه چکد آنجا نتوان شست

ای دوست بخسرو برسان شربت دردی
کز زمزم و کعبه دم سگ را نتوان شست

۱۲۸

ای عید دوم آمده روی چو نگارت | قربان شده زان عید چو من بنده هزارت

له دیه غزلیات محذوف درن

مہ راچہ ولایت کہ کشد لشکر انجم — چون تافتہ شد طرّۂ خورشید سوارت
آیزد ز پرکار بشد دائرۂ ما — کامد بدر از پردہ خط دائرہ وارت
آموختہ شد مردمک دیدہ چو طفلان — با خط خوش از تختۂ سیمین عذارت
نقشیست کزآن آنرا کہ ہمی خوانیش ابرو — اندر سرآن نرگس پرمست خمارت
دی خندہ زنان سوے چمن طوف نمودی — پیغام گل آورد مگر باد بہارت
نرگس ہمہ تن گل شد و در چشم تو افتاد — تا روشنی دیدہ بیابد زغبارت
لیکن چہ کنم روے تو دیدن نتواند — چشمے کہ درونئے بصرست ونہ بصارت
خانہ مکن اے دوست درین جاگہ پرنم — کس برگذر سیل نکرد ست عمارت
باآنکہ بعمری بچشد خسرو بیدل
یارب کہ چہ شیرینست لب نوش وکنارت

۱۲۹

اے قبلۂ صاحب نظران روے چوماہت — سرفتنۂ خوبان جہان چشم سیاہت
تو پادشہ کشور حسنی و ملاحت — خوبان جہانند ہمہ خیل وسپاہت
ہرگہ کہ زپا زار روی جانب خانہ — چون اشک روان گردم وگیرم سرراہت
نزدیک توام چون نگذارند رقیبان — دزدیدہ بیایم، کنم از دور نگاہت
خسرو چہ کنی نالہ و ہردم چہ کشی آہ
آن سرو روان راچہ غم از نالہ وآہت

۱۳۰

دیے کش صبر نبود آن من نیست — کسے کو دل دہد جانان من نیست

لہ تا لہ ابیات محذوف درن شہ درن بیتے زائد است ـــ
دریک دگر آورد دوا بود سئے تو سرہا ؛؛ ہشدار نگر از پئے خونم شدہ یارت لہ غزل محذوف درن

کبابم ساخت این خوں نابہ، ناسنت   گنہ بر دیدۂ گریان من نیست
ہمہ مضمونِ من شہرے فرد خواند   کہ مُہرِ صبر بر عنوان من نیست
تو میسوزانے دل و نگری تو اے چشم   کہ شعلہ در خور طوفان من نیست
رخش[1] دیدم بدل گفتم چہ گوئی   کہ یعنی ایں بلا برجان من نیست
نصیحت از خرد جستم خرد گفت   کہ بر دیوانگاں فرمان من نیست
شب[2] دوشینہ جاں سویش چناں رفت   کہ زان اوست گوئی زان من نیست
چو تیرم زد، کشید آلودۂ خون   بخندہ گفت کایں پیکان من نیست
بسوز خسروا دلہا چہ نیکوست
کہ گوش خلق بر افغان من نیست

۱۳۱
دلے[3] کاز زاد باشد آن من نیست   کسے کو شاد باشد جان من نیست
گدایاں جاں نہندش لیک ایں سہل   خراج دولت سلطان من نیست
خوش آں شوخے کہ تیرم زد پس آنگہ   کشید و گفت کایں پیکان من نیست
کدامیں منت است از سوز شوقش ؟   کہ بر جان و دل بریان من نیست
زغم ہم بیش غم نالم کہ شبہا   کسے جز مونس دل جانِ من نیست
بکش ہر ساں کہ خواہی چوں منے را
کہ زان تست خسرو زان من نیست

۱۳۲
ب[4]بالین غریبانت گذر نیست   ز حال مستمندانت خبر نیست
ز تو پرواۓ ہستی نیست مارا   ترا پرواۓ ما گر ہست وگر نیست

---

[1] و [2] ابیات محذوف درن   [3] و [4] غزلیات محذوف درن

توئی منظور من در هر دو عالم | مرا بر دنیا وُ عقبیٰ نظر نیست
یکایک تلخیِ دوران چشیدم | ز هجران هیچ شربت تلخ تر نیست
اسیرِ هجرو نومید از وصالم | شبم تاریک وامید سحر نیست
همی خواهم کہ رویت باز بینم | بجز اینم در جهاں کام دگر نیست
دلے خالی نمی بینم ز دردت | کدامیں دل کہ خونش در جگر نیست
دریں رہ سرفرازی آنکسے راست | کہ او را بیم جان وخوف سر نیست
رخ وزلفت تو شد غائب زچشمم | من شوریده دل راخواب وخور نیست

مکن بیچارہ خسرو را زدر دور
کہ او را خود جز این در ہیچ در نیست

۱۳۳ ت

دل مارا زدستِ غم اماں نیست | نشان شادمانی درجہاں نیست
جہاں پُر آشنا وُ من بغم غرق | کہ دریائے محبّت را کراں نیست
کسے کو یکزماں درعمرخوش بود | مرا اندر ہمہ عمرآں زماں نیست
فلک را دعوئے مہرست لیکن | گواہی میدہد دل کاں چناں نیست
بیک جان خواستم یک جام شادی | بزدّ ورِ چرخ گفتہ رایگاں نیست
دو ششش نقش کساں زین نرد مارا | دو یک بر کعبتین استخواں نیست
ندانم[1] کاہش جان من اینست | سخن ہم آنچناں ہم نازواں نیست
بلائے عقل عشقم بود اکنوں | بلا این شدکہ ازعشقم اماں نیست
گر آفتد[2] آشتی با بخت سنگیت | اگر نقدِ خصومت درمیاں نیست

---

[1] و [2] ابیات محذوف درن

حدیثِ خوشدلی وآں گہ بعالم
زباں کردار خسرو جائے آں نیست

۱۳۴

مرا در آرزویت غم ندیم است | بر تو گر نیست روشن، حق علیم است
بخاک پائے تو خوردیم سوگند | از آں معنی کہ سوگندے عظیم است
چو دل با ابرویت پیوستہ بودم | از آں بیچارہ مسکیں دل دو نیم است
چہ دریاہائے خوں دارم بہ دل من | یقیں در جان من دُرِّ یتیم است
بداں رُو عشق میورزم وگر فاش | مرا از طعنۂ مردم چہ بیم است
اگر اشکم بہر سوئے رواں است | ولے دل بر سرِ کویت مقیم است

چو غنچہ باش خسرو در جگر خون
اگر مقصودت از زلفش نسیم است

۱۳۵

گرفتہ در بر، اندامِ تو، سیم است | برادر خواندۂ زلفت، نسیم است
از آں زلفِ سیہ بر مشکن آں را | بنا گوشش ترا دُرِّ یتیم است
بر عنائی چنیں مخرام غافل | کہ از چشم بد اندر راہ بیم است
دل من در غمت نیمے نماندہ است | وز این یک غم دل صد کس دو نیم است
ز یاد خندۂ مردم فریبت | مرا دو دیدہ پُر دُرِّ یتیم است
بعهدِ فتنہ وُ آشوبِ زلفت | کسے کو خویش زیبد رند حکیم است

کتابِ صبر خواندہ بندہ خسرو
کہ ہر شب مجلسِ غم را ندیم است

لہ و ۲ہ غزلیات محذوف در لبا

۱۳۶

ز من نازک میانے دور ماندست — دلے رفتست و جانے دور ماندست
بگوئید از زبان من کہ آں جا — دلے از بے زبانے دور ماندست
پُر از خونست جوئے دیدۂ من — کہ از سرو روانے دور ماندست
ہلاک جان من آں پیر داند — کہ روزے از جوانے دور ماندست
خراشیدہ بود آواز مرغے — کہ او از گلستانے دور ماندست
غم و درد غریبی از کسے پرس — کہ او از خان و مانے دور ماندست
گناہی[1] میدہ اے شب زاریم را — کہ از من بدگمانے دور ماندست

شبے یادش دہی از خسروائے باد
کزیں در پاسبانے دور ماندست

۱۳۷

دل مسکین[2] من در بند ماندہ ست — اسیر یار شکرخند ماندہ ست
نماند اندر دل من درد را جاے — مدہ پندم نہ جاے پند ماندہ ست
نصیحت گوئے من بختے دعا گو — کہ یک بیچارہ اے دربند ماندہ ست
بجان پیوند کردم عاشقی را — کنوں جاں رفت و آں پیوند ماندہ ست
من امشب بارے از دوری بمردم — ہنوز اے پاسباں شب چند ماندہ ست
رباوے ساز کن اے مطرب صبح — کہ مطرب ہم بزیر افگند ماندہ ست
بتا از در مراں بیچارہ اے را — کہ در کوئے تو حاجتمند ماندہ ست
بہ مئے سوگند خوردم جرعہ اے بخش — کہ مارا در گلو سوگند ماندہ ست

---

[1] بیت محذوف در ن　　[2] غزل محذوف در ن

"زغم" گفتی کہ "خسرو زندہ چوں ماند"؟
دروغ گفتہ ٔ خرسند ماندہ ست

۱۳۸

مجو صبرم کہ جائے آں نماندہ ست | مراں از در کہ پائے آں نماندہ ست
مبیں در سجدہ ہائے زر قمم اے بت | کہ ایں طاعت سزائے آں نماندہ ست
ببوسم پائے بت را واں نیر زد | کہ در سینہ صفائے آں نماندہ ست
دلے دارم کہ ماندہ ست از پئے عشق | خرد جوئی برائے آں نماندہ ست
دلا بگذار جاں بدہم دریں کو | کہ ہنگام رواے آں نماندہ ست
خموش اے پند گو چوں من نماندم | زمن بگذر کہ جاے آں نماندہ ست

کساں در باغ و من در گوشۂ غم
کہ خسرو را ہواے آں نماندہ ست

۱۳۹

نگارا چوں تو زیبا کس ندیدہ ست | چناں روئے نگارا کس ندیدہ ست
نہاں میدار از من خویشتن را | چنیں خود آشکارا کس ندیدہ ست
بیا امروز تا سیرت بہ بینم | مگو فردا کہ فردا کس ندیدہ ست
تماشا میکنم در باغ رویت | وزیں خوشتر تماشا کس ندیدہ ست
ز آب دیدہ پیدا گشت رازم | بدیں ساں آب صحرا کس ندیدہ ست
مرا گوئی کہ "دل برجائے خود دار" | دل عشاق برجا کس ندیدہ ست

زخسرو دل کہ دزدیدی، بدہ باز
مگو "دیدہ ست کس، یا کس ندیدہ ست"

لہ رکھ غزلیات محذوف درن

۱۴۰

مرا وقتے دلے آزاد بودست — درونم بے غم و جاں شاد بودست

نمک زد شوخی اندر جان و نو کرد — جراحتہا کہ در بنیاد بودست

چہ خوش بودست عقل مصلحت جو — کہ چندے زیں بلا آزاد بودست

نگارا ہیچ گاہے یاد داری؟ — کزیں بیچارگانت یاد بودست

شب آمد، باد بردا ز جاے خویشم — کہ بوے زلفِ تو با باد بودست

بفریادت بخواندم دی و مُردم — کہ جانم ہمرہِ فریاد بودست

جفاکش خسروا گر دوست پیوست
نصیب عاشقاں بیداد بودست

۱۴۱

منم امروزؔ و صد تیمار در دست — نہ دل در دست منے دلدار در دست

بیا ساقی دلم از دست رفتہ ست — ہمی آید کنوں دشوار در دست

نگارا دست آزارم کشادی — چہ می آید از ایں آزار در دست

توئی از روز تا شب در تماشا — چمن آئینۂ گلزار در دست

منم از جست وجوئے تو چو مرغے — گل اندر دیدہ ماندہ خار در دست

ہمہ شب گردِ کویت بہرِ مرہم — ہمی گردد دل افگار در دست

مدہ از دست خسرو را، کہ دارد
ز تو مشتے غم و تیمار در دست

۱۴۲

صبا گردے از آں زلف دو تا خواست — بہر سو بوئے از مشک ختا خواست

لہ غزل محذوف درن

بلائے خفتہ سر بر داشت گوئی — مرا موئے کز آں زلفِ دوتا خواست
گریباں میدرم ہر صبح چوں گل — ہمہ رسوائی من از صبا خواست
نظرہا[1] از زکوۃ حسن میداد — ز ہم افتاد کز ہر سو گدا خواست
متاع عقل و جان و دل ہمہ سوخت — من این آتش ندانم کز کجا خواست
تو تار زلف بستی بند در بند — ز ہر بندے مرا دردے جدا خواست
امیدم بود کز دستش برم جاں — ولیکن خط مشکینش بلا خواست
کنوں ما و لب لعل و خط سبز — کہ تقویٰ را رقم از کار ما خواست

تماشا را بیا زیں سوے بارے
کنوں کز گریۂ خسرو گیا خواست

۱۴۳

گل[2] امشب آخر شب مست برخاست — بجام لالہ گوں مجلس بیارا ست
نشستہ سبزہ زیں سو، پائے در بند — ستادہ سرد از آں سو جانبِ راست
صبا میرفت و نرگس از غنودن — بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ تا یار — بنا میزد چو ماہی بے کم و کاست

چو رفتن خواست از پہلوے خسرو
بر آمد از دلم فریاد بے خواست

۱۴۴

نسیما[3] آں گل شب گیر چوں است — جسانش بینم و تدبیر چوں است
نگوئی ایں چنیں بہر دل من — کہ آں بالائے ہمچوں تیر چوں است
ز لب آید ہمی بوئے شرابش — دہانش داد بوئے شیر چوں است

---

1. بیت محذوف در ن 2، 3. غزلیات محذوف در ن

من از روی نیم کشتِ غمزه گشتم — هنوزم تا بسر تقدیر چون است
اگر چشمش بکشتن کرد تقصیر — لبش در عذر آن تقصیر چون است
نپرسد هرگز آن مست جوانی — که حال توبهٔ آن پیر چون است
بگاه خفتنِ تشویش عشاق — ز آه و نالهٔ شبگیر چون است
ز زلفش سوخت جان خسرو آری
بگو آن دام مردم گیر چون است

۱۴۵ و

من و شب زندگانی من اینست — دل و غم شادمانی من اینست
همه شب خونِ دل نوشم بیادش — شرابِ ارغوانی من اینست
همی نالم بشب بیداری هجر — سرودِ میهمانی من اینست
به بندد چشم من بر من خیالش — که شبها یار جانی من اینست
تو عشقش گاه میرم گه زیم باز — طریقِ زندگانی من اینست
رها کن تا بمیرم زیر پایت — که عمرِ جاودانی من اینست
بس است این قیمتِ خسرو که گوئی
غلام رایگانی من اینست

۱۴۶

بهر بیتی[۱] که وصف آن رخان ست — چو نیکو بنگری شه بیت آنست
کمر که بستهٔ او هست جانم — مرا جانی است آن هم در میانست
ندارم در میان تو سخن هیچ — ولی جان را سخن در آن دهانست
بما کو میکند چشم تو شوخی — که شوخی شیوه‌های سرخوشانست

---

[۱] غزل محذوف در ن

بہر موزلف تو دارد دو صد دل　　چہ دزدے بُرد دلے ناچہر بالست

دلم را برد و جاں را کشت چشمت

جہانگیرست و ہم صاحب قرآں ست

۱۴۷

بیاکز رفتنت جانم خراب ست　　دل از سوز نمکدانت کباب ست

درنگ آمدن اے عمر کم کن　　کہ عمر از بہر رفتن در شتاب ست

من آیم ہر شبے سوئے تو لیکن　　ہمہ شب خانۂ من ماہتاب ست

سیہ شد روے ما از تو کہ رویت　　زوال روز ما را آفتاب ست

ندارد چشمۂ خورشید آبے　　کز آں چشمہ تو بردی ہر چہ آب ست

نباشد ہیچ بوے نافہ از مشک　　ولے موے تو یکسر مشک ناب ست

چو بر شیریں لبت از رخ چکد خو　　تمامی آب آں شربت گلاب ست

مرا گر یک سوالے از لب تست　　ز چشمت دہ جواب ناصواب ست

سخن گوید چو خسرو پیش چشمش

زبون غمزۂ حاضر جواب ست

۱۴۸　　　　و

مرا داغ تو بر جان یادگار ست　　فدایش باد جاں چوں داغ یار ست

اگر جاں میرود گو رو غمے نیست　　تو باقی ماں کہ ما را با تو کار ست

بصحبت عاشقاں میرم کہ گویند　　سگے ہمخوابۂ یاران غار ست

شدم بیخود کرشمہ کمترک کن　　کہ من را بادہ دو مئے مست کار ست

ز ذوق من کہ در مئے پیر گشتم　　چہ داند پارسا کین شیرخوار ست؟

له غزل محذوف مدن

غلام آں بتم کز ناز نینے   نظر هم بر چناں اندام یارست
مرا زندانست بے تو خانه هر چند   در و بام از خیالت پر نگارست[1]
بکویت زرد رُو شد خسرو آرے
هوائے نیکواں ناسازگارست

۱۴۹

مرا[2] از روے خوباں قبله پیش ست   مسلمانان ندانم کاین چه کیش ست
بزن سنگ اے ملامت گو، ز هر سو   که مارا چشم هائے عقل پیش ست
نگنجد جان درونِ سینهٔ عشق   نگنجد غم که او هم زان خویش ست
بخون گرم دل پیوست با یار   بس اے گریه که می وصل سریش ست
بهم دردے تواں گفتن غمش زانک   لبالب انگبینت زیر نیش ست
چو سر هم هست خاک ره برانجم   که چشم از سودن راه تو ریش ست
باستقبالِ روزی میکشد دل   بزن اے کافر ار تیرے بکیش ست
مگو خسرو که عشقم آشنا شد
حذر کان آشنائے گرگ و میش ست

۱۵۰

مرا در سر هوائے نازنینے ست   کز او تاراج شد هر جا که دینے ست[3]

---

[1] بعد ازیں در نسخهٔ ن بیت ذیل اضافه است ؎
دو چشمم را ز کویت رتبهٔ خاک ※ زیادت کن که مزدِ انتظارست
[2] غزل محذوف در ن [3] بعد ازیں ابیات ذیل در نسخهٔ ن زاید است ؎
نه خواهد رفت مهرش از دل من   اگر چه با منش هر لحظه کینے ست
پریشاں حالتے ستاز یا د زلفش   به گیتی هر کجا خلوت نشینے ست
هجوم جان مشتاقاں بر آں لب   چو غوغائے مگس بر انگبینے ست

تنم چون خاک شد رنجه مکن پای — تراهم زیر پا آخر زمینے ست
بهار من توئی زانم چه سود است — که در عالم گلے یا یاسمینے ست
دل[1] از پیشت سلامت چون توان برد — که در هر گوشهٔ چشمت کمینے ست
مجو آخر تو هشیاری ز خسرو
که عشق و عقل را دیرینه کینے ست

۱۵۱

نگار[2] را روز عیش و شادمانیست — هوائے سبزه و صوت و اغانی ست
مرا بے تو چه جائے زندگانیست؟ — که دل بے عشق و جان بے شادمانی ست
ز چشم خویش ترسانم بر ویت — که عشقت سرنوشت آسمانی ست
ز بدخوئی جگر خود کرد چشمت — مگر بدخوئیش از ناتوانی ست
چرا دل برد و منکر گشت زلفت — که بر هر موے او از خون نشانی ست
مزن مژگان ز بهر آلوده برمن — عنایت کن که وقت مهربانی ست
همه کس همنشین تست جز من — که مرگم همنشین زندگانی ست
کم را با میانت عهد بندی ست — سخن را با دهانت کامرانی ست
فغان من بگوش خویش بشنو
که بزمت را نوائے خسروانیست

۱۵۲

ندانستم[3] که اهلیت گناه ست — ایا این ره که می پویم چه راه ست
ز جور روزگار و طعن دشمن — جهان پیش جهان بینم سیاه ست
نه هر مردے تواند کرد مردی — سوار شیر دل پشت سپاه ست

---

[1] بیت محذوف درن

[2], [3] و غزلیات محذوف درن

کساں را بر درِ ہر کس پناہے　　مرا بر درگہِ لطفش پناہ ست
اگر آہے کشم در ہم کشد روے
مگر آئینہ را تندی ز آہ ست

۱۵۳

بیا ساقی[1] کہ ایام بہار ست　　سمن مست ست و نرگس در خمار ست
مئے و مطرب کہ ایام نشاط ست　　بدہ ساقی تو جاہے کش بہار ست
سواد بوستاں از خط سبزہ　　چو روئے نوخطان گلعذار ست
بساط سبزہ زاں می گستر د باد　　کہ شاہ شاخ راہنگام بار ست
بپای سرو بین کز لالہ و گل
چو دست خوبرویاں پر نگار ست

۱۵۴

نگویم[2] در تو عیبے اے پسر ہست　　و لیکن بیوفائی ایں قدر ہست
نہ در ہجر تو ام خواب و قرار ست　　نہ در عشق توام از خود خبر ہست
از آں ناوک کہ از چشم تو بر من　　ہنوزم زخم پیکاں در جگر ہست
دمے غائب نہ اے از پیش چشمم　　اگر دوری، خیالت در نظر ہست
سبک باشد سرِ خالی ز سودا　　من و سودائے جاناں تا کہ سر ہست
نہ پندارم کہ در گلزار فردوس　　ز رخسارت گلے پاکیزہ تر ہست
تعالی اللہ قبا پوشی کہ او را　　کمر بر مو و موئے تا کمر ہست
تمنائے دلم کردی و دادم　　بفرما گر تمنائے دگر ہست

---

[1] [2] غزلیات محذوف در ن

شب ہجراں درازست ارچہ خسرو
مشو غمگیں کہ اُمیدِ سحر ہست

۱۵۵ ت

دلم زو شب حدیث نازمی گفت ‌ ‌ ‌ ہمی گفت آں حدیث و بازمی گفت
نمی آمد مرا خواب از غمِ دوست ‌ ‌ ‌ زہجراں سرگذشتے بازمی گفت
نہاں می مُردم و می زیستم باز ‌ ‌ ‌ کہ جاں با من سخن زاں نازمی گفت
خوش آں مرغے کہ می آمد ازاں باغ ‌ ‌ ‌ کبوتر را سلام بازمی گفت
دل من مست بود و قصۂ دوست ‌ ‌ ‌ گہے از انجام وگہ ز آغازمی گفت
ز نقش عقل مینا لید با چشم ‌ ‌ ‌ جفائے دزد با غمازمی گفت
چو چنگ غم زدہ در گریہ خسرو
سرود عاشقاں با سازمی گفت

۱۵۶ ت

جفا کز وے بریں جانِ زبوں رفت ‌ ‌ ‌ نگویم گرچہ از گفتن فزوں رفت
ہم اول روز کامد پیش چشم ‌ ‌ ‌ زراہ دیدہ در جانم دروں رفت
نہ من مردہ نہ زندہ زانکہ ہر بار ‌ ‌ ‌ کہ او آمد بدل جانم بروں رفت
خطش آغاز شد بیچارہ جانم ‌ ‌ ‌ نرفت از پیش، ایں خواہد کنوں رفت
دلم می گفت از و شب سرگذشتے ‌ ‌ ‌ ہمہ شب تا بروز از دیدہ خوں رفت
ہمیں دانم خبر کامد سحرگاہ ‌ ‌ ‌ ز بیہوشی نہ می دانم کہ چوں رفت

ل بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل زائدست ؎

مرا می کُشت یادِ آں کہ روزے ⁂ بہ غمزہ با من آں بت رازمی گفت
خیالِ غمزہ از پیکانِ دِلدوز ⁂ پیامِ تُرکِ تیر اندازمی گفت

نشد از جادوے ہم جان خسرو
ہمہ عمرش بتعویذ و فسوں رفت

۱۵۷

تماشا[1] گاه جاں باشد خیالت | تمنا گاه دلہا زلف و خالت
بغلطم بے خبر چوں قرعۂ فال | چو بینم طلعت فرخنده فالت
مدار ایں چشم من چوں دلو پر آب | کہ باشد آفتاب من وبالت
اشارت کردی از ابرو بخونم | مرا بارے مبارک شد جمالت
نہ جان از لب دروں آمد نہ بیروں | بلا شد عشق پابوس خیالت
چہ خوش می نیخوری از خون نابم | اگر ننگی نیارد زیں سفالت
چو حالم شد پریشاں بے تو آخر
بگو آخر کہ خسرو چیست حالت

۱۵۸

بیا اے دیدۂ شہرے بسویت | جہانے گم شده در جستجویت
بلاؤ فتنہ کار افزائے چشمت | جفاؤ کینہ دست افزار خویت
کہ باشد آینہ آه ہزار آه | کہ در آغوش گیرد نقش رویت
مبادا بگسلد یک مویت ارچہ | جہاں آویخت در یک تار مویت
کنم از آب دیده لب نمازی | چو پائے ہر سگے بوسم بکویت
بده دل گر توانی بید لے را | کہ خواہد داد جاں در آرزویت
نہ ام عاشق چو من از بیم مردن | نہ بینم سیر در روئے نکویت
چو زنبور سیہ گرد سر گل | بگردم بر سرت بیخود ز بویت

---

[1] در ن غزل محذوف است

زحیرت باز خسرو مانده بیهوش
خموشی بودے اندر گفت وگویت

۱۵۹ ت

دریاب که جاں خراب گشتست | دل ز آتش غم کباب گشتست
خون جگر آب شد ز عشقت | زہرہ نہ کہ گویم آب گشتست
پیش کہ کشایم این کہ زلفت؟ | در گردن من طناب گشتست
یک رہ بمن خراب کن گشت | دل بیں کہ چساں خراب گشتست[1]
دانم کہ ز مہر عارض تست | اشکم کہ چو لعل ناب گشتست
زلف تو سیہ چرا است دانی؟ | بسیار در آفتاب گشتست

درکشتن خسرو آرزویت
بشتاب کہ بس شتاب گشتست

۱۶۰ ب

بازش ہوس شکار برخاست | وز دلشدگاں قرار برخاست
او مرکب ناز راند و از خلق | ہرسوئے فغاں زار برخاست
او[2] پیش شکار مست بگذشت | فریاد از آں شکار برخاست
من[3] خاک شوم بر آں زمینے | کز توسن او غبار برخاست
صبر[4] و دل و نام و ننگ ما برد | عشق آمد و ہرچہار برخاست
عاشق[5] نہ یکے ہزار جان داد | نالہ نہ یکے ہزار برخاست

---

[1] بیت محذوف درن [2] تا [4] ابیات محذوف درن
[5] بعدازیں درنسخۂ ن بیت ذیل زائد است ؎
خوب دگرش بہ دیدن آید ٭ شاد آمد و شرمسار برخاست

از رنج منش چه شد زیادت — وز کشتن من چه کار برخاست؟
اے عقل بروز ما که نتوان — زیں میکده هوشیار برخاست

با درد خوشم که نام مرهم
از خسرو دل فگار برخاست

۱۶۱ — ب

خط کز لب آں پسر دمیدست — افسونست که بر شکر دمیدست
بنگر که ز آب دیدهٔ کیست — آں سبزهٔ خوش که بر دمیدست
از رشکِ رُخت سحر دمِ سرد — بر آئینهٔ قمر دمیدست
برخاست ز آتشِ رخت دود — از بس که خط تو بر دمیدست

آخر شکرے بده به خسرو
زاں لب که نبات بر دمیدست

۱۶۲ — ب

عشق تو بلائے جاں پسندست — یک خنده ازآں دهاں پسندست
یک گردشِ چشم تو بمستی — فتنه بهماں جهاں پسندست
بیهوده[1] بصید میزنی تیر — آں جاشنی کماں پسندست
گر من دل گم شده نیابم — برهیچو توئی گماں پسندست
گفتی که دعائے صبر میخواں — نام تو برایں زباں پسندست
اے چرخِ بلا چه می فرستی — مارا غم آں جهاں پسندست
گر دولتِ وصل نیست مارا — بد نامی مردماں پسندست

---

[1] در نسخهٔ ن بیت ذیل بعد ازیں اضافه است
تیغ از پے کشتنم چه حاجت ٭ یک ناز بکن هماں پسنداست

اندر تبِ غم طپید خسرو
آن نرگس ناتوان پسند ست

۱۶۳

مارا[۱] دل زار مستمند است　　وا ویختهٔ خمِ کمند است
ای جان کسی دل رهی را　　می پرس که نیک دردمند است
مَد گوی که سرد گردد این دل　　کز آتش شوق برگزند است
تلخی نشنیدم از لبت هیچ　　یا خود مئی تو هنوز قند است
خامان بهان دهند پندم　　با سوخته ای چه جای پند است
جان در خمِ زلفِ توست بنمای　　تا بنگرمش که در چه بند است
تا خط تو نو دمید گل را　　بر سبزه هزار ریشخند است
خواهم سر سرو را به بُرّم　　کز قد تو یک سری بلند است
آن روی که چشم بد از آن دور
بنمای که خسروش پسند است

۱۶۴

چشمم[۲] که بروی تو فتاده ست　　بر آفت خود نظر نهاده ست
راهی ست برای بُردنِ جان　　ابروی کجت میان کشاده ست
خط تو درونِ مرا سوخت　　شک نیست کز آفتاب زاده ست
زلفت سر و پا شکسته زان ست　　کز سرو بلند او فتاده ست
انصاف من شکسته بستان　　زان طره که دادِ ظلم داده ست
گفتی "زِ لبم بنوش باده"　　خون مینوشم چه جای باده ست

---

۱ و ۲ غزلیات محذوف در ن

خسرو تو بے قرار باتست
دل را چہ کنم کہ خود فتادہ ست

۱۶۵ ب

آنجاست دل من و ہم آنجاست — کان کج کلہ بلند بالاست
خوابش دیدیم دوش و مستیم — کان خواب ہنوز در سر ماست
آہستہ رواے صبا بدان بام — کان مستِ شبانۂ من آنجاست
رحمے نکند بر این دل پیر — یارے کہ چو بخت خویش برناست[1]
از دوزخ اگر نشان بپرسند — من گویم خوابگاہِ تنہاست
می کش کہ بہر چہار مذہب — خونم بدرست و خانہ یغماست
گفتند دولت خوشست آرے — در گونۂ روے بندہ پیداست
خون میکنی و خبر نداری — بیچارہ کسے کہ ناشکیباست

خسرو جان دہ کہ اندرین راہ
کارے بسخن نمی شود راست

۱۶۶

زلف تو ہنوز تابدار است — چشمت بکرشمہ در خمارست
بگفتی کہ "وفا نیاید از من" — سوگند مخور کہ استوارست
خون شد دل من بگوے اے باد — کان جان عزیز در چہ کارست
کشتنش بکدام بوستانست؟ — سروش بکدام جوئبارست
من گریۂ خویش دوست دارم — کز درد کسیم یادگارست
کارم غم عشق و بیقراریست — تا عمر عزیز برقرارست

---

[1] بیت محذوف در ن

اے شاهسوار آهوان را — تیر تو نکو ترین شکارست
عاشق که غم تو خورد و آن گه — شادی طلبد حرام خوارست

با تو بمثل هلاک خسرو
دیوانه و موسم بهارست

۱۶۷

چشمت که میان خواب نازست — یارب که چه شوخ و دلنوازست
هر لحظه ز نیش غمزهٔ تو — صد رخنه بروزه و نمازست
خونها همه خورد این چه شکل ست — دلها همه برد این چه نازست
محمود بخاک شد هنوزش — دل سوی کرشمهٔ ایازست
شبها غم خود به شمع گویم — کو نیز ز محرمان رازست
سوزنده کسیم نیست جز شمع — کان سوختهٔ سر گدازست
فریاد[1] رسی که در همه وقت — بر غمزدگان در تو بازست
جانا تو بخواب شو که مستی — افسانهٔ عاشقان درازست

سوز دل و آب چشم خسرو
بپذیر که از سر نیازست

۱۶۸

یک[2] موی ترا هزار دام است — یک روی ترا هزار نام است
زان سرو ببوستان بلند است — کز قد تو قایم المقام است
گر مه بتو نا تمام پیوست — رخسار تو، ماه من تمام است
زلف سیهت فتاده در پاے — بهر دل خلق، پاے دام است

---

[1] بیت محذوف در ن — [2] غزل محذوف در ن

دانا لب تو اگر ببوسد　　فتوا ندهد که مئے حرام است
می نگذارد دل از تو زیراک　　تو آبی و آن سفال خام است

خسرو بتو هم عنان نخواهد
زین توسن چرخ بد لگام است

۱۶۹

زلفِ سیه تو مشک چین است　　بالاے تو سرو راستین است
لعل تو نگین خاتم حسن　　وآن خط تو نقش آن نگین است
گر موم بود میان خاتم　　در خاتم لعل انگبین است
ما هست زخت در آن سخن نیست　　قند نیست لبت سخن درین است
هر لحظه کشد بکشتنم تیغ　　چشم تو که شوخ و نازنین است
گفتم که ترا کمین غلامم　　گر هست گناه من همین است
مارا[۱] زلب تو نیست قسمے　　تدبیر چه سود قسمت این است

تو غمزه چه میزنی بخسرو؟
کین تیر سپهر در کمین است

۱۷۰

ب

مئے نوش که دور شادمانیست　　خوش باش که روز کامرانیست
سر برمکش از شراب کایام　　از تیغ اجل بسر فنا نیست
این[۲] دل که ز عشق میخورد خون　　با دشمن خود بدوستگانیست
مغرور مشو ببانگ نائے　　کآواز دراے کاروانیست
هر دم که بخوشدلی برآید　　سرمایهٔ حاصل جوانیست

---

[۱] بیت محذوف درن　　[۲] بیت محذوف درن

ساقی دل مرده زنده گردان — زآں مئے کہ چو آبِ زندگانیست
عشق آمد و عقل رخت بربست — ایں ہم ز کمال کاردانیست
بیخوابیؔ و عاشقی است کارم — سگ بہر وفاؔ و پاسبانیست
خسروؔ بگزاف چند لافی
بانگ دہل از تہی میانیست

۱۷۱

اے خوانده بتان حسن شاہت — وز قلب شکستگاں سپاہت
دود یست بر آتش جہاں سوز — آں سبزۂ خط کہ شد سیاہت
شد در زنخت ہزار جاں غرق — از خوئے چو بر آب گشت چاہت
ہر لحظہ جراحتے ست در جاں — بینم چو ز دور گاہ گاہت
دزدم نظر از دو چشم خونریز — دزدیده چو بنگرم بماہت
تفسیدہؔ چو بر خورد بمیرد — ز آرزوے نمیکنم نگاہت
شد گریہ ام ارچہ پاسے گیرت — بردن نتواں بدیں زدا ہت
بسیارؔ شد آہ خلق ہشدار — کین باد نیفگند کلاہت
گر خون ریزی ز صد چو خسروؔ
رخسارہ بس است عذرخواہت

۱۷۲

دیوانه شدم در آرزویت — اے چشم جہانیاں بہ رویت
جان تو کہ بد شدست حالم — واں بد ہمہ از رخِ نکویت
دی روئے تو دیدم و نمردم — شرمنده بمانده ام ز رویت

لہ بیت محذوف در ن — ؎ بیت محذوف در ن

پرسی که "چگونه ای ز من دور"؟ — دور از تو، چه پرسیم، "چو مویت"
خاک[۱] تن من سرشته چونست — درخور نشد آب ازین سبویت
ما ئیم و تحیر و خموشی — و آفاق همه بگفت و گویت
گفتی تو که آب خوردم آورد
امروز بدیده ام چو جویت[۲]

۱۷۳

وقتی غبارے ز آستان بوزست سوئے چاکرت — تا کے تهی چشمی کند بادیده ام خاک درت؟
دستی بده اے آشنا درماندگان را چونکه شد — غرقه بهر یک قطره خون صد دل بر خسار ترت
دریافتم دل وزدیست از غمزهٔ غماز تو — آن پردهٔ ما باز شد چون گشت پیدا گوهرت
اے ابر گرگاہے بگو آن چشمهٔ خورشید را — در قعر دریا خشک شد از تشنگی نیلوفرت
گرچه ز رحمت آیتے بنهاد عذابے بر دلم — از بس که آیات الم خوانم همه شب از برت
آخر کم از نظاره اے از دور در نخل قدرت — دست امیدم کوته است از شاخ سبز نوبرت
در بند پرواز ست جان بگذار سیرت بنگرم — زین سان که بینم حال خود پنهان که بینم دیگرت
میکن جفا تا بیش تو میریزم از دیده گهر — زیرا که تو زیبا رخی، زین به نباشد زیورت
گوئی نخنده خسروا ز آن توام گرچه نه ای
تسکین جان خویش را ناچار دارم باورت

۱۷۴

روز نوروزست ساقی جام صهبا بر گرفت — هر کسے با شاهد و مے راه صحرا بر گرفت
گرد ره[۳] بر چشم خود نرگس که دردش هم نکرد — خوب روئے را که پا بهر تماشا بر گرفت

---

[۱] بیت محذوف در ن — [۲] در نسخهٔ ن مقطع هم موجود است ـ
خسرو به کمند تو اسیر است ※ بےچاره کجا رود ز کویت
[۳] بیت محذوف در ن

سرو[۱] با خوبان خرامش کرد و مے میخواست لیک   پا نگردش پا اگرچه بیشتر پا بر گرفت

مست صحرا چون کف دست و بر آورد لاله جام   خوش کف دستے که چندین جام صهبا برگرفت

نرگس اندر پیش گل گر جام مے بر سر کشید   باغبانش مست ولایعقل از آنجا برگرفت

لاله[۲] را سودائے خامے بود با صد تربت ابر   از دماغ لاله نتوانست سودا برگرفت

در چمن رفتم که نرگس چینم از پهلوئے گل   چشم نتوانستم از روہائے زیبا برگرفت

کار با دیوانگی افتاد خسرو را از آنک

سوز مے خوردن نخواهد ساقی ما برگرفت

۱۷۵

شهسوارم آمد و از سینه جان را برگرفت   دولت بادے که آن سرو روان را برگرفت

یار در جان بود و در این تن بود جان آمد دل   یار را گفت این چه باشد با تو جان را برگرفت

دی که کرد ابرو بلند آن یار خلقے را بکشت   گوئیا ترکے بخونریزی کمان را برگرفت

سرخ گل کز آب چشم من بکوے او دمید   گریهٔ خون کرد بر روے هر که آن را برگرفت

گفتمش گویم غم خود چون بریدم دم نماند

زآن که حیرت از لب خسرو زبان را برگرفت

۱۷۶

هر قدم[۳] کاندر ره آن سرو خرامان برگرفت   دیده خاک راه او و دامان بدامان برگرفت

سر بصد زاری نهادم بارها بر پاے او   کافرم گر هیچ گاه آن نامسلمان برگرفت

جان به پنهانی ز ما بربود و پیدا هم نکرد   دل بدشواری بما بربست و آسان برگرفت

دل که اندر زلف او گم گشت نتوان یافتن   چشم کان بر روے او افتاد نتوان برگرفت

باد نوروزے که صد نقش آورد بر روے آب   دید لعلش را قدم از آب حیوان برگرفت

---

۱ و ۲ ابیات محذوف در ن   ۳ غزل محذوف در ن

خوے او خاص از پے ما بیوفائی شیوہ کردہ   یا جہان رسم وفاداری ز دوران برگرفت

ہر درافشانی کہ خسرو کرد از نوک قلم
چشم خون افشان او از نوک مژگان برگرفت

۱۷۷

روزگارے شد کہ دل با داغ ہجراں خوگرفت   از نصیحت باز کے گردد دلے کان خوگرفت

مشکلست آزاد بودن، دل کہ با دلبر نشست   مردنست از تن جدائی دل کہ با جاں خوگرفت

عقل[1] بیروں شد ز من پرسیدمش کیں چیست گفت   ما کہ ہشیاریم با دیوانہ نتواں خو گرفت

من شبے چوں کوہ دارم زیں دل کوتاہ روز   خرم آں ذرہ کہ با خورشید تاباں خوگرفت

آگہی کے دارد از اسکندر تشنہ جگر   خضر تنہا خوار کو با آب حیواں خوگرفت[2]

دل بزلفت ماند از وبوے مسلمانی مجو   زآنکہ عمرے رفت کو در کافرستاں خوگرفت

گر خیالت مونس دل شد مرا بازش مدار   ہم بمن بگذار کیں یوسف بزنداں خوگرفت

مرد مان گویند خسرو چونی از سرکوب عشق
چوں بود گوے کہ آں با زخم چوگاں خوگرفت؟

۱۷۸

سرو[3] دید آن قد رعنائی از آن بالا گرفت   در چمن ہا لاجرم کارش از آن بالا گرفت

با قدش نسبت ندارد قامتِ سرو بلند   راست میگوئیم و بر ما نیست این کس را گرفت

جز حدیثِ تیر او در دل نمی آید مرا   تا خیال آن کمان ابرو بہ چشم جا گرفت

حق آں قرص رخ و آں لب نمیداند رقیب   خواہد آن نان و نمک روزے دو چشمش را گرفت

---

[1] بیت محذوف در ن

[2] در نسخۂ ن بیت ذیل زائد است ۔

طاقت رویت نہ دارم گرچہ می دانم از آنک ؛؛ چشم بے اقبال من با پلۓ دربان خوگرفت

[3] غزل محذوف در ن

من که پیچیدم بفکر آن دو زلف عنبرین — عاقبت زین فکر پایان مرا سودا گرفت
دوش میگفتم ز سوز دل حدیثی با چراغ — در سر شمع آتش افتاد و ز سر تا پا گرفت
خسروا تا یافت ما و جان ما در کوی دوست
شد مقیم آن سر کو دوش از ما گرفت

۱۷۹

باز جانا[۱] آتش شوق تو در جان جا گرفت — خانهٔ صبر از غمت سر تا بسر سودا گرفت
سرو نازم رقص رقصان دی در آمد در سماع — حلقه حلقه عاشقان را جان و دل یغما گرفت
آتشی در سینه اگرچه مدتی میسوخت پست — عاقبت شعله زد و از راه دل بالا گرفت
من بنقد امروز با وصل بتانم در بهشت — زاهد بیچاره در دل وعدهٔ فردا گرفت
هر محبی کو قدم در راه عشق از صدق زد — پیش محبوب او بر آخر پایهٔ اعلا گرفت
دولت خسرو همین باشد که او در کوی دوست
با سگانش همنشین شد منصب والا گرفت

۱۸۰ — و

آفت دین مسلمانی جز آن عیار نیست — تشنهٔ خون مسلمانان جز آن خونخوار نیست
ما و عشق یار اگر در قبله و در بتکده — عاشقان دوست را با کفر و ایمان کار نیست
یک قدم بر جان خود نه، یک قدم بر دو جهان — زین نکوتر رهبر دان عشق را رفتار نیست
بر تن شیرین نظاهم هست بار از نازکی — بر دل فرهاد کوه بیستون هم بار نیست
در جهاد نفس عاشق را کم از غازی مدان — گاه سربازی مقامی کمتر از عیار نیست
ای برهمن باز ده رد کرده اسلام را — یا چو من گمراه را در پیش بت هم بار نیست

---

[۱] غزل محذوف در ن

چند گویندم که رو زنار بند ای بت پرست
از تن خسرو کدامین رگ که آن زنار نیست

۱۸۱

ت

ای که بی خاک درت در دیدهٔ من نور نیست | گر مثل جان میرود ترک توام مقدور نیست
روز نی اندر کوی خود بینی قیامت خواسته | زانکه آه دردمندان کم ز نفخ صور نیست
رخ چه پوشی چون حدیث حسن تو پنهان نماند | گل بصد پرده درون از بوی خود مستور نیست
گر گناهم هست در دین نظر معذور دار | زین گنه گر جان رود این نیز چندان دور نیست
سنگ[1] دربان ارچه مزد جانست نیز از در مران | کز پی مردن رسید اینجا ولی مزدور نیست
بهر پرسش آمدی وز دیدنت جان میرود | کشتن است ای جان من پرسیدن رنجور نیست
در شب تاریک که هجرانم بسر شد روزگار | چون توان کردن چو شمع بخت ما را نور نیست
دل ز سلطان خیال اقطاع غم شد چون کنم | شحنهٔ جان را ز سلطان خرد منشور نیست
گریه گر شد گشته ناله زهر گریه بی سود | چون هزار امید بر یک کام دل منصور نیست

ای خیال یار صورت میکنی در دل مرا
صبر خسرو را رقم در دفتر شاپور نیست

۱۸۲

ماه[2] تابانست و همچون روی تو تابنده نیست | ابر بارانست و همچون چشم من بارنده نیست
پیش رفتارت نیاید راه کبکم در نظر | گر رونده هست لیکن همچو تو آینده نیست
خوب بسیارست، دل بردن بسیار همچو تو | شوخ و عیار و مقامر پیشه و بازنده نیست
چون بلای نیست، چشمت را بکشتن باز کن | هر که در عهدت برگ خویش میرد زنده نیست
دل کرا سوزد درین غم همدم دل سوخته | جز دل من چون کسی پهلوی من سوزنده نیست

---

[1] بیت محذوف در ن   [2] غزل در نسخهٔ ن محذوف

در وفائے یار باید باخت بارے جان خویش چونکہ جان بیوفا با ہیچکس پاینده نیست

چند دیده بر زمین سا ید ز عشق پائے تو
چشم خسرو، کو، بجائے از درت مانده نیست

۱۸۳

چون بگیتی ہر چہ می آید رواں خواہد گذشت خرم آنکس کو نکونام از جہاں خواہد گذشت
ناوک گردوں کہ آید آز ہمہ نظاره کن کز کیاں بگذشت و تا نیز از کیاں خواہد گذشت
جز زیک کس نگذرد یک تیر بین در کیش چرخ کش یکے تیر است لیک از ہمگناں خواہد گذشت
آن کہ میگوید کہ "خواہم دید پایان جہاں" بسکہ کہ بالائے پیر و جواں خواہد گذشت
گر جوان گر پیر، چوں ما بگذریم از ایں جہاں گو بخواہی دید کو، تا بر چساں خواہد گذشت
چوں گریزم از جفائے آسماں، چوں عاقبت سیل کز بام آید اندر ناوداں خواہد گذشت
کاروان دوستاں بسیار بگذشت و ہنوز ہیں کز ایں رہ چند از ایشاں کارواں خواہد گذشت
ہر کہ ہست آخر نہ در ریز زمینش رفتنست خود گرفتم در بلندی ز آسماں خواہد گذشت
مہر جانے دیہارے کاید، خوش باش از آنک چند چند از تو بہار و مہرجاں خواہد گذشت

خسروا بستان متاعے در دکان روزگار
کاین بہار عمر ناگہ رایگاں خواہد گذشت

۱۸۴ ب

دیدمش امروز و شب در دل کنوں خواہد گذشت باز تا شب بر من بیچاره چوں خواہد گذشت
گفتیم جان در میاں کن. زو ببر دل، چوں برم کو میاں جان شبے صد ره فزوں خواہد گذشت
امشب اے جان کہن بیروں گذر بیگانہ وار کاشنائے دیگرم در دل درون خواہد گذشت
آن عقوبت ہا کہ در روز قیامت گفتہ اند اندریں شبہائے غم بر من کنوں خواہد گذشت

لہ غزل در نسخۂ ن محذوف

جام[1] خود بارے بیک جرعه نگون کن بر سرم — کاش روزے چون همه عمرم نگون خواهد گذشت
جور میکن تا بصد جان میکشم کز آسمان — هرچه آید بر سر خاک زبون خواهد گذشت
راز خون آلود خود اے دل مده با من برون — کاین ورق خام است و حرف از نے برون خواهد گذشت
دیده دل را در بلا افگند خواهی دید فاش — در میان دیدهٔ و دل موج خون خواهد گذشت

خسروا گر عاشقی مسوز دلب بکشاے ز آنک
دود ایں روزن ز چرخ آبگون خواهد بگذشت

۱۸۵

باغمش خو کردم امشب گرچه بزاری گذشت — یاد میکردم از آن شبها که در یاری گذشت
خواب هم ناید گهے تا دیدهٔ وقتے مگر — زان شب فرخ که با یارم به بیداری گذشت
بر درش سودم همه شب، دیده و چشم مرا — عزّتے بود ارچه بر خاک درش خواری گذشت
مردمان گویند چونی، در خیالِ زلفِ او — چون بود مرغے که عمرش در گرفتاری گذشت؟
نوش باد ابر من و تو شربت عیش ارچه دوش — بر تو در می خوردن و بر من به دشواری گذشت
گرچه در هجر توام جز خوردن غم کار نیست — هم فسوس من ز عمرے کان به بیکاری گذشت
ناخوش آن وقتے که بر زنده دلان بے عشق رفت — ضائع آن روزے که بر مستان به هشیاری گذشت
ماجراے دوش میپرسی که چون بگذشت حال — اے سرت گردم چه میپرسی؟ "بد سواری گذشت"

دل گران شد ارچه از بار غمت خسرو از آنک
شخص چون موئیش در عالم به سبکباری گذشت

۱۸۶

چون[2] گذر بر خاک داری بر سر ایں باد چیست — چون ز گل بنیاد داری دل بر ایں بنیاد چیست؟
کار چون تقدیر دارد ز اختران رنجش چراست — چون کند سلطان سیاست ناله از جلاد چیست؟

---

[1] بیت محذوف در ن
[2] غزل محذوف در ن

یاسمین با چون همه رخسار و زلف نیکوانست ‌ ‌ نام این نسرین چرا شد نام آن شمشاد چیست؟
چون بقا را در جهان چندین خرد سرمایه نیست ‌ ‌ این بر رشت باد چندین در بروت باد چیست؟
دولت و محنت چو برد و بر کسے تابنده نیست ‌ ‌ زین دولت غمگین چرا شد زان بروت شاد چیست؟
آفت مردم طمع شد از خود و مردم مرنج ‌ ‌ مرغ را دانه بلا شد طعنه بر صیاد چیست؟
خون خلقے ریزی و ناگر گرت ریزند خون ‌ ‌ چون ستم خود میکنی از دیگران فریاد چیست؟
چند تن پروردن اے از عالم دل بے خبر ‌ ‌ چون دلت ویرانه است این آب گل آباد چیست؟

یار کے داند که خسرو میخورد غم چون شکر
بر دل شیرین چه روشن کانده فرهاد چیست؟

۱۸۷

یار اگر برگشت در تیمار بودن هم خوشست ‌ ‌ در شکیبائی بوے یار بودن هم خوشست
عزتے گر نیست ما را نزد خوبان عیب نیست ‌ ‌ عاشقان را پیش خوبان خوار بودن هم خوشست
جنگهاے او خوشست ار آشتی را جا بود ‌ ‌ در عتاب و خشم در آزار بودن هم خوشست
گرچه خفتن خوش بود با یار در شبهاے وصل ‌ ‌ لیک در شبهاے غم بیدار بودن هم خوشست
اندک اندک گه گهی با یار بودن خوش بود ‌ ‌ در میسر گردم بسیار بودن هم خوشست
چون مسلمان بود می نتوانم از دست بتان ‌ ‌ پیش بت بربسته زنار بودن هم خوشست
گرچه از من شیر مردی ناید اندر کوے عشق ‌ ‌ چون سگانم شهره بازار بودن هم خوشست

خسرو اگر در نمی گنجی بخلوت گاه دوست
همنشیں با عاشقان زار بودن هم خوشست

۱۸۸

یار دل برداشت[1] و زرنج دل ما غم نداشت ‌ ‌ زهره ام گرداب و تیمار من در هم نداشت

---

[1] غزل محذوف در نسخهٔ ان.

گریه با کردم که خون شد سنگ خارا را جگر   سنگدل یارم که چشمش قطرهٔ ازان نم نداشت
ما جرای درد خود بر روی او صد بار بیش   یک بیک گفتیم و او را ذرهٔ ازان غم نداشت
دی بردن رفتم فغان با کردم و بگریستم   بود او در خواب مستی و غم عالم نداشت
دوش بیخود بوده ام در بستر غم تا به چاشت   همچنان میسوخت شمع و دیدهٔ من دم نداشت
ای که گوئی خوشدلی یارب همین در عهد ما   گشت پنهان یا کسی خود از بنی آدم نداشت
صبر خود یکبارگی زانگونه از ما برگذشت   هیچ گه گوئی که با ما آشنائی هم نداشت
دیر زی ای عشق کز اقبال تو پاینده بود   از متاع اندوه و غم هیچ چیزے کم نداشت

این دل خسرو که از عشق جوانان پخته شد
همچنان خون ماند کز شیرین لبے مرهم نداشت

۱۸۹

رفت یار[۱] و آرزوی او ز جان من نرفت   نقش او از پیش چشم خون فشان من نرفت
کس به هجرانش چو جان مستمند من نسوخت   کس بدنبالش بجز اشک روان من نرفت
من بران بودم که پایش گیرم و میرم بدست   چون کنم کوگاه رفتن در میان من نرفت
اندر آن ساعت که از پیشِ منِ شوریده بخت   رفت آن بدخو چرا آن لحظه جان من نرفت
دل ز من دزدید و سرتا پای او جستم نبود   زیر زلفش بود و در آنجا گمان من نرفت
آن زمان کان قامت چون تیر بر من میگذشت   وه چرا پیکانے اندر استخوان من نرفت

بسکه مرغِ نامه بر را ز آه خسرو پر بسوخت
نامهٔ دردم بدان نامهربانِ من نرفت

۱۹۰

آن سوار[۲] کجکله کز ناز سلطان منست   بس خرابیها کز او در جان ویران منست

---

[۱] غزل محذوف در نسخهٔ ا ن   [۲] غزل محذوف در ن

خون من در گردنم کامروز دیدم روئے او — چنگ من فردائے محشر ہم بدامان منست
ہر کہ در جا حور دارد، خانہ پندارد بہشت — من کزاو دُورم خود در خانہ زندان منست
تا جدا ماندم ز تو، جز غم ندارم مونسے — یار شبہائے فراقت چشم گریان منست
بسکہ صحرا گیرم از غم تا دروں خالی کنم — ہر گیاہے مونس غمہائے پنہان منست
جان کشتم از تو کہ ہمخوابہ نگردد با تو، لیک — من ندانم کاین توئی در سینہ یا جان منست؟
شاہ عشقم خاک گوید مسند جمشیدیم — دولت واقبال من حال پریشان منست

خسرو نظمِ درے از سرنوشتِ آسمان
نامۂ دردم کہ نام دوست عنوان منست

۱۹۱

سرو بستانِ ملاحت قامت رعنائے تست [1] — نور چشم عاشقانِ خستہ خاکِ پائے تست
من نہ تنہا گشتہ ام شیدائے دردت جان من — ہر کرا جان و دل و دینے بود شیدائے تست
نیر اعظم کہ لاف از قرب عیسیٰ میزند — ذرہ ائے از پرتو رخسارِ مہ سیمائے تست
در درونِ مسجد و دیر و خرابات و کنشت — ہر کجا رفتم ہمہ شورِ تو و غوغائے تست
جانم از غیرت ز دستِ جاہلان سوزید از آنک — سرو را گویند مانندِ قدِ رعنائے تست
تا بملک دلبری سلطان شدی اے شاہ حسن — ہر کجا سلطانی و شاہی بود لالائے تست

وعدۂ دیدار خود کردی بفردا زان سبب
جان خسرو منتظر بر وعدۂ فردائے تست

۱۹۲

خرم آن چشمے کہ ہر روزش نظر بر روئے تست [2] — شادیٔ آن دل کہ ہر دم در دماغ بوئے تست
من ز تنہائی بخون غرق و تو پہلوئے کسان — خونِ من در گردن آن کس کہ در پہلوئے تست

---

[1] و [2] غزلیات محذوف در ن

گفتیم زان زلف و رخ کارایش آن را مدام — شانه بر پشت تو و آئینه بر زانوی تست
بر رخت دنباله زلف تو پایان شب است — و آفتاب صبحدم اندر سفیدی روی تست
نافه خود را اگرچه زآهو میکشد با این همه — پوستین پوشی ز زنجیر خم گیسوی تست
بر شکر خوانند افسون بهر دلجوئی ولیک — شکری کو خود فسون خواند به دلجوی تست
موی ابرو را گره نتوان زدن لیکن ز کبر — صد گره بیش است بر هر مو که در ابروی تست
هیچ شب از موی تو تا بی نمی یارم گسست — این درازی شب من بی گسسته موی تست

هندوان را زنده سوزند این چنین مرده مسوز
بنده خسرو را که ترک است آخر و هندوی تست

۱۹۳

آنکه[ط] زلف و عارض او غیرت روز و شب است — جان من از مهر و ماه روش همدم در تب است
رشک عناب است یا خود پسته خندان او — سیب سیمین است خود یا آن ترنج غبغب است
باز با بر چشم من بسیار باران شد مگر — ماه خرمن سوز من امشب بقلب عقرب است
بسکه فریادم شب هجران بگردون میرود — قدسیان را از تظلم کار یا رب یا رب است
می شمارم هر شبی اختر از آب چشم و صبح — نیست روشن کاختر بخت کدامین کوکب است
ساقیا بر لب رسان جامی و آنگه ده بما — زانکه ما را چون قدح از تشنگی جان بر لب است
ترک هر مذهب گرفتم زانکه نزد پیر دیر — ذکر مذهب لاابالی با اختلاف مذهب است
ما و مجنون در ازل نوشیده ایم از یک شراب — در میان ما از آن روا اتحاد مشرب است

لاف دانائی مزن خسرو دگر دیوانه ای
در دبستانی که پیر عقل طفل مکتب است

۱۹۴

دل ز انعامت[طه] بها با التفاتت قانع است — دیده در ما به اگر بیند رخت خوش طالع است

ط و طه غزلیات محذوف در ن

گر برفت از شوق رویت دل ز دستم باک نیست — دل برفت و جان برفت و عقل و دین خوش قانع ست
نقطهٔ خالش برخ منشور حسن ست و نشان ست — ملک لطف و دلبری را روی خویش جامع ست
جنت و دوزخ بهشت و مردگی عین حیات — بی تو جنت دوزخ ست و زندگانی ضایع ست
چون بنفشه خم گرفته قامتم در هجر تو — همچو نرگس چشم من باز است و اشکش دامع ست
کاکل مشکین پریشان بر رخ چون مه فکن — تا بپندارند کابر بر رخ مه واقع ست
همچو ابر بی حیا سرگشته و برگشته باد
هر که خسرو را ز ماه روی خوبت مانع ست

۱۹۵

شربت وصلت بجویم کار من خون خوردن ست — من خوشم تو مرهم آنجا بارسان کازردن ست
جان من از مایهٔ غم های تو پرورده شد — خلق غم گویند و نزد بنده جان پروردن ست
کشتن من بر رقیب انداز و خود رنجه مشو — زان که خون چون منی نه لائق آن گردن ست
یار محمل راند و سرگشته دلم دنبال او — دیر کردم من که جان در رخت بیرون بردن ست
چاک دامن مژدهٔ بدنامیم داد ای سرشک — پاره‌ش کن کو مرا در بند رسوا کردن است
ای ملامت گوی من جای که تابد آفتاب — ذرهٔ سرگشته را چه جای گرد آوردن ست
پند گو با گفتگو کم کن که پیکان خورده را — درد کشیدن بیش از آن رنج است کاندر خوردن ست
بس کن ای مطرب که شهر از شعله های من بسوخت — روغن خود آتشی را ریز کاندر مردن است
قصهٔ عشق ارچه بر جان هیز ند محرم چو نیست
خسروا تن زن که نه جای سخن گستردن ست

۱۹۶

هر مژه از غمزهٔ خون ریز تو ناوک زنی ست — کاندرون هر جگر زان زخم ناوک روزنی ست
چشمت[1] آفت، غمزه فتنه، خط قیامت، رخ بلا ست — آشنایی با چنین خصمان نه حد چون منی ست

---
[1] بیت محذوف در نسخهٔ ن

جان کہ زارم میکشد از یاد چون تو دوستے　　جان من از تو چہ پنہان آشکارا دشمنے ست
چشم ار بے تو جہان بیند بگیرش عیب از آنک　　خیرہ بے دیدۂ آلودۂ تر دامنے ست
ساقیا گر مے خورم بے تو مگوئی کان مے است　　مردمم را شربتے و آتشم را روغنے ست
اندر آن مجلس کہ خود را زندہ سوزد اہل عشق　　اے بسا مرد خدا، کو کمتر از ہندو زنے ست
عندلیبان را غذائے روح باشد بوے گل　　مرغ دشت است آنکہ عاشق بر جو و بر ارزنے ست
ہر شبے خسرو کہ کوبد سینہ در کویت بہ درد
زیر دیوار تو سلطان پاسبان چوبک زنے ست

۱۹۷

تا خیال[۱] روے او را دیدہ در تب دیدہ است　　مردم چشمم بخون در اشک ما غلطیدہ است
تا چرا با شمع روشن آتش تب یار شد　　دل چو دود زلف او بر خود بسے پیچیدہ است
بر لبش ہر داغ جانسوزی کہ بس تبخالہ شد　　زان جراحت بر دل و جان من شوریدہ است
دوش بر بالین یارم، شمع از غم، پیش من　　تا سحر بیچارہ بر جان، ہمچو من لرزیدہ است
چون بنوک غمزہ آن بت از لب من خون گشاد　　در تن من ہم ز غیرت خون من شوریدہ است
چون ندارد طاقتے کز آب بر خیزد دمے　　نرگس بیمار یارم در دسر چون دیدہ است
دوش چون آمد خیال سرو قدش پیش من
تا سحر خسرو بجالیش گرد سر گردیدہ است

۱۹۸

تا خیال[۲] نقطۂ خالت سواد چشم ماست　　خاک پایت موہم چشم مرا چون توتیاست
حاجت کحل الجواہر نیست آنکس را کہ نیست　　سرمۂ از گرد رہ تو سن کہ نور چشم ماست
تا گل رخسار تو بشگفت در باغ وجود　　عشق بازان را چو بلبل کار بار برگ و نواست

---

[۱] و [۲] ہر دو غزلیات محذوف در نسخۂ ن

تا بطاق ابرویت آورده‌ام روی نیاز
می نه پندارم نمازم اندرین قبله رواست

نافهٔ آهوی چینی کو ز زلفت دم زند
نیست آن بوی مراد ما زانکه در اصلش خطاست

جعد مرغولت که در هر تار او صد حلقه است
دام دلهای اسیران گرفتار بلاست

هر که در کوی تو بوی برد از عالم گذشت
هر که از دولت نصیبی یافت فارغ از دواست

جام می از دست هشیاران مجلس تیره گشت
مفرحی از خود گذشته، دردآشامی کجاست

بی رخ و زلف سیاهش از هواداری خویش
خسرو دل خسته را همدم بروز و شب صباست

۱۹۹

بی رخت[1] از پا فتادم بی لبت رفتم ز دست
قدر گل بلبل شناسد قدر باده می پرست

زاهد، از بدنامیم دیگر مترسان زانکه من
گر برآرم نام نیکو پیش بدنامان بداست

آشنائی در وجود جوهر خسرو دم نماند
مشکل ما هست اکنون آن دهان نیست هست

سوی چشمانش مبینید ای رقیبان زینهار
غارت دین میکنند آن کافران نیم مست

حلقه‌های زلف ترکان بوالعجب دام بلاست
هر کرا افتاد اندر آن دام از گرفتاری برست

درمیان ما و تو حایل نباشد بحر و کوه
رهروان را که بود اندیشه از بالا و پست

از وجود خاکی من گرچه گرد خاسته ست
عاقبت خواهد بر آب دیده در کویت نشست

گر بقدرت سرفرازی میکند طوبی بخلد
روز حشر از رشک خواهم شاخهایش را شکست

همچو خسرو کی رهد از بند خویش و هر دو کون
هر که دل در حلقهٔ زنجیر گیسوی نه بست

۲۰۰

بسکه[2] زلف سرکشت در کار دلها در نشست
هیچ کس در شهر از این سودای بی پایان نرست

---

[1] و [2] هر دو غزلیات محذوف در نسخهٔ ن

عاشقان گشته براهت خاک و من در غیرتم کان غبار غم بر دامان تو خواهد نشست
تو سنت در سینهٔ من نعل در آتش نهاد هست از آنجا آتشے کز نعل پیکان تو جست
سوختی جان مرا و حال من پرسی که چیست اے عفاک الله چگویم جان من هست که نه هست
آبروئے من که رفت از تو، اگر خون ریزیم هم بهائے پردهٔ پاکان که بشویم از تو دست
صد هزاران مصلے دستور خرد را محو کرد زلف تو گر عامل دلهاست یا خوان شکست
من ز خوان خود خراب و در کمین جهان خیال دزد گرد آن گرد کالا باده نوش افتاده مست

وه که کینش بود با خسرو که از خونش بگشت
وز پے دشواری جان کندنش از غمزه خست

۲۰۱
ساقیا مژده که امروزم سر دیوانگی ست جام پر گردان که مرگم در تهی پیمانگی ست
من به غبت جان دهم تا رحمت آری بر تنم این عنایت در میان دوستان بیگانگی ست
زاهدا تعویذ خود ضائع مکن بر من از آنک عشق من ضائع نخواهد شد که دیوخانگی ست
قصه‌هاے درد خوانم هر شبے با بخت خویش وین همه بیداری من زین دراز افسانگی ست
بسکه در زنجیر خوابانم مسلسل شد سخن هر غزل از دفتر من مایهٔ دیوانگی ست
شمع شیوه بینی چشند رست، ار بسوزد باک نیست لذت از آتش گرفتن مذهب پروانگی ست
طعنه‌هاے دشمنان مشتاق را تلخ سراست نام رسوائی بکوے عاشقان فرزانگی ست
نیست آن مردانگی کاندر غزا کافر کشی در صف عشاق خود را کشتن ان[illegible]گی ست

خسروا سلطان عشق از میکشد یاری مخواه
زان که معزولست عقل و صبر بے پروانگی ست

۲۰۲
خانه‌ام[1] ویران شد از سوداے خوبان عاقبت گشت دل مدهوش و دل شیدائے خوبان عاقبت

---

[1] غزل محذوف در نسخهٔ ن

هست سر بردوش من بارے وبارے میکشم | تا مگر اندازمش در پاے خوباں عاقبت
ما ے آں دارم کہ خونم را بریزند اہل حسن | شد موافق راے من باہاے خوباں عاقبت
گر چہ بے مہرند مہ رویاں بعشاق اے رقیب | جان عاشق میشود ماواے خوباں عاقبت
صبر و ہوشم از سوادِ زلفِ جاناں گشت کم | شد ہمیں سود من از سوداے خوباں عاقبت
بار ہا گفتم کہ "ندہم دل بخوباں" لیک دل | گشت از جاں بندۂ مولاۓ خوباں عاقبت

بر دلِ مجروحِ خسرو دلبراں را نیست رحم
جاں بزاری داد از سوداۓ خوباں عاقبت

۲۰۳

روز[1] ستم از دستِ جفا آخر عناں بستانمت | داد خود دانم از ایں پس بر چہ ساں بستانمت
زود دانم کہ گر گریباں گیردم از دست تو | دامنت گیرم گہے وانصاف جاں بستانمت
عمر دیکار تو شد زیں پس من و لعل لبت | یا بمیرم یا حیات جاوداں بستانمت
روے بر خاکِ درت مالم، وگر فرماں دہی | خاکِ آں در ہم بزرخ زعفراں بستانمت
بر نمک میخواہم انگشتے زنم لب را مزد | ہم بشرط چاشنی بوے زجاں بستانمت
در بہاے قد جاں قبول، و زر ندارم چوں کنم؟ | رنگ روے خود مگر زاں آستاں بستانمت

"یوسف عہدی" اگر خسرو بود، قیمت گرت
در دہم ملک دو عالم رایگاں بستانمت

۲۰۴

بیقرارم[2] کرد زلف بیقرار کافرت | ناتوانم کرد چشم جادوے افسوں گرت
رگ بروں آمد مرا از پوست در عشقت، مگوے | کز بہر آں خط مشکیں بباید مسطرت
گر زنم جامہ بہ نیل و یا شوم غرقہ در آب | شادیم زیرا تو خورشیدی و من نیلوفرت

---

[1] غزل محذوف در نسخۂ ن
[2] غزل در نسخۂ ن موجود نیست

گر برآئی بر سپہر و یا خرامی بر زمیں "آفتاب کشورت" خوانند و "شاہ لشکرت"
با چناں خونیں بے کاید ہمی زو بوے شیر خون من میخور، حلالست آں چو شیر مادرت
چشم من دور، ار بگویم مردم چشم منی زانکہ ہر ساعت ہمی بینم بر آب دیگرت
نوک مژگانت ز تیہوے میشگافد ہر زماں سینہ‌ام بشگاف و بنگر گر نباشد باورت
سینۂ من بر مثال شانہ گردد شاخ شاخ وہ مبادا تار موے کترم بینم بر سرت

مار زلفت حلقہ حلقہ در دل خسرو نشست
ہر دم ار آگہ نگردد غمزۂ جادوگرت

۲۰۵

عاشق سوختہ[1] دل زندہ بجانِ دگر است زیں جہانش چہ خبر، کو بجہان دگر است
بس کہ از خون دلم لالۂ خونین بشگفت ہر کجا مینگرم لالہ ستانے دگر است
اے طبیب از سر بیمار قدم باز مگیر چارہ اے ساز کہ بیمار زمانے دگر است
عاقبت خواستی از من چو دل من، آں نیز در سر کوے تو آں وصف نشانے دگر است
حاصل از دست بجز گریہ ندارم لیکن در دل یار یقینم کہ گمانے دگر است
یکسر موے میانِ تو عجب باریک است ہر سر موے تو زاں نکتہ بیانے دگر است
آفتاب ارچہ ز اعیان جہاں ست و لیک بر رخ خوب تو آں ہم نگرانے دگر است

شد بجوے ز لبت زندہ چو خسرو جاوید
کز لطافت لب شیرین تو جانے دگر است

۲۰۶

در شب ہجر[2] کہ از روز قیامت بتر است مردم دیدۂ من غرقہ بخون جگر است
ساکن از آب شود آتش و یا از دیدہ غرق آبیم و ہنوز آتش ما تیز تر است

---

[1] و [2] ہر دو غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

بطراوت رخ تو رشک گل سیراب است — بہ تبسم دہنت غیرت تنگ شکر ست
اے صبا گر گذری بر سر آن کو، برسان — خبر ما برِ آں کس کہ ز ما بے خبر ست
قاصد کعبہ ز مقصود ندارد خبرے — گرچہ در بادیہ بیچارہ بجاں در خطر ست
گر خیال تو بہ جہان من آید روزے — جگر سوختہ ام در نظرش ما حضر ست
بے تو از دست غم ہجر زپا افتادم — بسر من گذرے کن کہ جہاں بر گذر ست
مردماں منکر معتقد ستم کشتۂ او — شیوۂ ما دگر و شیوۂ مردم دگر ست

گر بنوشد قدحے خسرو مسکیں گر گاہ
عیب او پوش کہ ایں شیوۂ اہل نظر ست

۲۰۷

برگ[1] ریز آمد و برگ گل و گلزار بہ رفت — سرخ روئے رخ لالہ و گلِ نار بہ رفت
سرو بشگفت و چمن سبز شد و نرگس خفت — گو بروا ز بر من ایں ہمہ چوں یار بہ رفت
نزد من باد خزاں دوش غبار آلودہ — ق آمد و گفت کہ "سرو تو ز گل زار بہ رفت
خواستم تا بروم در طلب رفتۂ خویش — یادم آمد رخ او پائے من از کار بہ رفت
درد دیدا اشک چو باز آمدن خویش ندید — دل بجنباخت ہم اندر رہ خونبار بہ رفت
خون دل گرچہ کہ بسیار برفت، اندک ماند — صبر ہرچند کہ بود، اندک و بسیار بہ رفت
باد خارے زرہ گل رخ من می آورد — جانم آویخت در آں خار و گرفتار بہ رفت
ہرچہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو — اندریں غارت غم جملہ بیک بارہ رفت

گلہ کرد آں بت شیریں ز برِ خسرو چیست
خلہ کرد آں گل نسریں ز برِ خار بہ رفت

۲۰۸

رفتی از پیش من و نقش تو از پیش نہ رفت — کیست کو دید برخسار تو وز پیش نہ رفت

---

[1] غزل در نسخۂ ان محذوف است

تا ترا[1] دیدم، کم رفت خیالت ز دلم — کم چہ باشد کہ خود خاطر من بیش نہ رفت
ہیچ[2] گاہے بسوے بند نہانی، آرے — ہیچ کارے بمرادِ دل درویش نہ رفت
شب[3] کنی وعدۂ و فردات ز خاطر برود — از تو ایں ناز و فراموشی و فردیش نہ رفت
بے سبب[4] نیست گذرہاے خیالت بر من — بے سبب گرگ مکابر بسوے میش نہ رفت
تیر مژگان ترا جستنِ دلہا کیش ست — عالمے کشتہ شد و تیرِ تو از کیش نہ رفت
من رسوا شدہ را خود کش و مغگن برقیب — کہ بدیں روز کسے پیش بد اندیش نہ رفت
دل بمرہم چہ گذاریم کہ بر یادِ لبت — ہیچ وقتے دلِ ما را نمک از ریش نہ رفت
خسروا تن زن و بنشین پسِ کارِ خود از آنک
جگرت خون شد و کارِ دلت از پیش نہ رفت

۲۰۹

فتنۂ[5] اہلِ نظر چوں بجہاں طلعتِ اوست — نظرِ عاشق شیدا ہمہ بر صورت اوست
عشق آں روے بلاے دلِ ش می طلبم — ہر کہ را معرفتے ہست بلا نعمت اوست
باغباں سروِ سہی را مکن از باغ رواں — کایں نظرہاے خلائق ہمہ بر قامت اوست
ہوس زاہدِ بیچارہ بہشت است و نعیم — طلبِ عاشقِ شیدا ہمگی رحمت اوست
بر درِ پیرِ مغاں رفتم و جستم نظرے — ایں ہمہ بخشش از آں یک نظر ہمت اوست
خسروا رخاک کفِ پاے بتاں گشت چہ باک
ہر کہ در کوے بتاں خاک شود ہمت اوست

۲۱۰

ترکِ من[6] دی بہ رہے مست و خراماں بگذشت — حالِ چندیں دلِ آسودہ ز ساماں بگذشت
خلق دریافت بہوش کہ ہمو می گذرد — کرد غمازی خود گرچہ کہ پنہاں بگذشت

---

[1] تا [4] ایں ابیات در نسخۂ ن موجود نیست   [5] و [6] ہر دو غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

دیدم آں روئے چو خورشید و زِ دم عطر کرتا   زود اُو دشنید و خوش و خنداں بگذشت
شب ز خونابۂ دل خاک درش می شستیم   کامد اندر دل من ناگہ و گریاں بگذشت
دی ہمی گفت کہ جامہ مدر از دیدن من   گریہ افتاد بداماں و گریباں بگذشت
زیستن خواستمے از پئے رویش زیں پیش   دیر زی تو، کہ کنوں کار زِ آساں بگذشت
چند گوئی کہ کنوں با تو سخن خواہم گفت   چہ کنی مرہم ریشی کہ ز درماں بگذشت
خسرو از گفتہ پشیمانست کہ حالِ دل گفت
کہ غمے در دلش آمد کہ پشیماں بگذشت

۲۱۱

شد ہوا[1] سرد، کنوں موسم خرگاہ کجاست؟   بادہ روشن و رخسارۂ دل خواہ کجاست؟
آتش اینک دل و مے گریۂ خونیں تنِ من   خرگہ گرم ولے ماہ سحر گاہ کجاست؟
دی ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک   گفت "یارب کہ کجا پاے نہم راہ کجاست؟"
ہر شب اے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری   جانِ من عزمِ سفر کرد بگو "راہ کجاست؟"
من بر آنم ز زنخدانت کہ بر چاہ افتم   یک زماں ترک زنخ گیر بگو راہ کجاست؟
ماہ من کور شد ایں دیدہ ز بیداریٔ شب   آخر از زلف نپرسی کہ سحر گاہ کجاست؟
گفتی "از طرۂ کوتہ شب تو روز کنم؟"   اے بریدہ سرِ آں طرۂ کوتاہ کجاست؟
عزمِ رہ دارد خسرو ز پے تو بہ عشق
توشہ، اینک غمِ دل، بارگہِ شاہ کجاست؟

۲۱۲

بندِ جانم ز خمِ سلسلۂ موے کسے ست   زخمِ جانم ز کماں خانۂ ابروے تو کسے ست
شب ز غم چوں گذرانم من تنہا ماندہ؟   اے خوش آں کس کہ شبش تکیہ بہ پہلوے کسے ست

---

[1] در نسخۂ ن موجود نیست

گر[1] به امروز نمی ایستدم کاندر خواب   دیده ام شب که زخم گوئی تو بر روی کسی ست
از کجا آمدی ای باد که دیوانه شدم   بوی گل نیست که می آیدم این بوی کسی ست
پند خود بیهده ضائع مکن ای صاحب پند   کز توام نیست خبر زانکه دلم سوی کسی ست
دل من دور نه رفت ست نکو میدانم   باز جوئید همان جا ش که در موی کسی ست
بو که از گمشدهٔ خویش نشانی یابم   روز و شب گشتم و هر جا که سر کوی کسی ست
از دل و دیدهٔ و جان هر چه دهم راضی نیست   یارب این ترک جفا پیشه چه بد خوی کسی ست
گر تو منکر شوی ای شوخ بدانند همه کس !   کاین بلای دلم از نرگس جادوی کسی ست
سرا[2] بروی تو گردم، گرهش باز کشای   که کمانت نه باندازهٔ بازوی کسی ست

همه بهر دگران ست زکوٰة حسنت
آخر این خسرو بیچاره دعاگوی کسی ست

۲۱۳

کشتهٔ تیغ[3] جفایت دل درویش من ست   خستهٔ تیر بلایت جگر ریش من ست
نیک خواهی که کند منع ز عشق تو مرا   منکری دان بحقیقت که بد اندیش من ست
هر گروهی بگزیدند بعالم دینی   عاشقی دین من و بیخبری کیش من ست
صبر دارم کم و شوق رخ او از حد بیش   غیر ازین نیست دگر هر چه کم و بیش من ست
گفتم" از نوش لبت کام که یابد ؟" گفتا   " آنکه مجروح تو، از غمزه چون نیش من ست"
گر دل از ما ببرید و بتو پیوست چه باز   آشنا با تو و بیگانه ز من خویش من ست

جان ازین بادیه خسرو نتوان برد بجهد
آه ازین وادی خونخوار که در پیش من ست

۲۱۴[4]

هر که را در سر زلف صنمی دسترس است   برود گر بسر راه همان رشته، بس است

---

[1] و [2] این ابیات در نسخهٔ ن محذوف اند۔ [3] و [4] هر دو غزلیات در نسخهٔ ن محذوف اند

ہیچ کس نیست کہ او را بجہان دردے نیست | وانکہ دردیش نباشد بجہان ہیچ کس است
پختہ شد در ہوس دوست دلِ بریانم | بجز این ہر چہ کہ پخت این دل بریان ہوس است
گل رخا روئے تو آن را کہ درآمد در چشم | ہر کرا گل بدو چشم آیدش او ہم چو خس است
عاشقاں راست شب و ابہی از روز حیات | زلف کز روے چو روزت قدرے باز پس است
زلفِ تو درد لم آمد نفسم بستہ بماند | زار میگریم و چندیں گرہم در نفس است

ازلب خود شکرے دہ کہ ز حسرت خسرو
دست مالاں لب آلودہ بخوں چوں مگس است

۲۱۵

یارب[1] اندر سر ہر موے تو چنداں چہ خم است | زیر آن موے رخت از گل خنداں چہ کم است
چند گوئی کہ مکن صورتِ جو را ز چشم | مردم چشم تو خود صورت جور و ستم است
ماچو از زلف تو زنار ببستیم، اکنوں | ہم بروے تو اگر روے مرا بہ صنم است
گاہ گاہے کردمے نیم دمے ہمچو مسیح | زندگانی اگرم ہست ہماں نیم دم است
لے لبِ از خون دلم شستہ ز بہرِ خونم | تا چہ دانست کہ لب ہاے ترا در شکم است
دل من سوے عدم رفت بہ ہمراہی صبر | ازلب خود خبرے پرس کہ راہ عدم است
ماند با خط تو چسبیدہ سیاہی دو چشم | زانکہ خط تو تر و دیدۂ من نیز نم است
چہ سبب خطِ ترا ماہ بود در فرمان | مگر از خامۂ دستور عطارد رقم است

مگر از جرعۂ جام کرمت شستہ شود
دل خسرو کہ بیالودہ ز اندوہ و غم است

۲۱۶

روزگارے[2] است کہ در خاطرم آشوب فلاں است | روزگارم چو سر زلف پریشانش ازآں است

---

[1] و [2] ہر دو غزلیات در نسخۂ ا ن موجود نیست

در ہمہ شہر چو افسانہ بگفتند زن و مرد
قصۂ ما کہ بر آنیم کہ از خلق نہان ست

ہمچناں در عقب روے نکو میرود دم دل
گر ہمی خواہد و گرنہ چہ کند موے کساں ست

کنہ از جانب ما میکند و میشکند عہد
ہرچہ فرماید اگرچہ نہ چنانست چناں ست

حاکم ست ار بکشد ور بکشد یا بنوازد
چہ کنم بر سر مملوک خودش حکم رواں ست

ما ہمانیم کہ بودیم و زیادت بہ ارادت
یار مشکل ہمہ آنست کہ با ما نہ ہماں ست

میرود غافل و آنگہ نکند نیز نگاہے
زانکہ خسرو ز پیش نعرہ زناں جامہ دراں ست

۲۱۷

غ

عشق با جان ہم ز سینہ بروں خواہد رفت
تا نمانی کہ بتعویذ و فسوں خواہد رفت

دل گرفتار و جگر خستہ و تن زار ہنوز
تا جفا بر سر مسکین زبوں خواہد رفت

کاذے بر سرم افتاد و دلم خود شدہ بود
نیم جانے کہ بجا بود کنوں خواہد رفت

چند پویم بہ درت وہ کہ من گم شدہ را
جان درآید شد کوے تو بروں خواہد رفت

چند خونابہ خورم ہیچ گہے از دل من
یارب این سلسلۂ غالیہ گوں خواہد رفت

چند گوئی کہ فراموش کن او را خسرو
آخر این روے نکو از دل چوں خواہد رفت

۲۱۸

غ

تا نمانی ز دلم یار بروں خواہد رفت
گرچہ بر من ستم از شرح بروں خواہد رفت

ترک من تاختن آورد بر این جان خراب
جان کہ زیں پیش نہ رفتست اکنوں خواہد رفت

مست و دیوانہ وش از خانہ بروں می آئی
باز تا بر سر بازار چہ خوں خواہد رفت

مردمی کرد کہ میخواست بپرسم نامش[1]
نا نکہ میدانم و در دیدہ دروں خواہد رفت

---

[1] بیت محذوف است در نسخۂ ن

سیری بینم و من مردن خود میدانم وه که از پیش دلم شکل تو چون خواهد رفت
میکنم شکر غمت کوست مرا همره و بس جان در آن روز که از سینه برون خواهد رفت

خسروا چند غزل خوانی تا غم برود
این نه دیویست که از سحر و فسون خواهد رفت

۲۱۹
باز شب آمد و خواب از سر من بیرون رفت تا شبم چون گذرد روز ندانم چون رفت
مونسم نیست بجز گوشهٔ غم بے تو از آنک هر که آمد ز پے دیدن من محزون رفت
سر ببالین تنها دم ز فراق تو شبے کرد تا روز ببالین ز دو چشمم خون رفت
این نثارے ست که جز خاک قبولش نکند بر درت هر چه ازین دیدهٔ در مکنون رفت
دو خداوند به یک خانه موافق نه بود تو درون آمدیم در دل جان بیرون رفت
من نه تنهایم در عهد تو بیدل مانده که دل شهرے از آن نرگس پرافسون رفت
مرگ فرهاد نه آن بود و هلاک مجنون که برایشان ز جدائی غم و درد افزون رفت
کشتن این بود که شیرین سوے فرهاد گذشت مردن آن بود که لیلی به سر مجنون رفت

همه را داغ کند یا رب و درد ار نرسد
یا رب خسرو که ز دست تو بر گردون رفت

۲۲۰[۱]
باد نوروز چو دنبالهٔ جان نه داشت دل ما را اثر بوے کسے شیدا داشت
از کجا گشت پدید این همه خوبان یا رب؟ آسمان این چه بلا بود که بهر ما داشت
عشق بنشست بجان خانهٔ دل کرد خراب که من سوخته را بر سر این سودا داشت
خلق گویند که گر جنت بکار است ببین چه کنم چون نتوانم دل خود برجا داشت

نه رود باغ کز آن دیده که دیدت خسرو
نتواند بگل و لالهٔ نازیبا داشت

---

۱ غزل محذوف است در نسخهٔ ن

ت

۲۲۱

دوش لعل تو مرا تا بسحر مهمان داشت ‌ ‌ ‌ مردهٔ هجر ز بوی تو همه شب جان داشت
روی تو دیدم[۱] و شد درد فراموش مرا ‌ ‌ ‌ سینه کز ناوک هجرت بجگر پیکان داشت
بار با زلف تو بد خو شد و اینک پس ازین ‌ ‌ ‌ دلِ دیوانه بزنجیر نگه نتوان داشت
سوزشِ سینهٔ من دید و کنارم نگرفت ‌ ‌ ‌ که هنوز این تن بدروزِ تپ هجران داشت
ای که گوئی تو که در پیش صنم سجده چه شد ‌ ‌ ‌ این بدان گوی که آن دم خبر از ایمان داشت
جان که از کوی تو بگریخت شبش خوش بادا ‌ ‌ ‌ جای او باد نگهداشت که جای آن داشت
نظری کردم و دزدیده مرا جان بخشید ‌ ‌ ‌ کز رقیبانِ خنکی زدی من پنهان داشت

خسروا مشب شرف بندگی جانان یافت
نگس امروز سر مایهٔ سلطان داشت

غ

۲۲۲

تا زید بندهٔ غم عشق بجان خواهد داشت ‌ ‌ ‌ سر بخاکِ رهِ آن سروِ روان خواهد داشت
ای پسر عهد جوانی ست ز کوته می ده ‌ ‌ ‌ روزگارت نه همه عمر جوان خواهد داشت
چشم و ابرو منما زان که بلا خواهد خاست ‌ ‌ ‌ فتنه گر دستِ بدان تیر و کمان خواهد داشت
بوسه[۲] ده لیک بپروانهٔ آن غمزه مده ‌ ‌ ‌ که ز شوخی همه عمرم بزیان خواهد داشت
میکُشی خلق که از حسن خودم این سود ست ‌ ‌ ‌ مکن این سود که در وی زیان خواهد داشت
توبه کردی ز جفا، نیست مرا باور از آنک ‌ ‌ ‌ ناز خوبی و جوانیت بر آن خواهد داشت[۳]

---

۱ بعد ازین در نسخهٔ ن بیت ذیل هم نائدست ؎
دلِ من گرچه به بیداد شد از زلف تو تنگ ※ ملک او شد که به سلطان رخت فرمان داشت
۲ بیت محذوف در نسخهٔ ن ‌ ‌ ‌ ۳ بعد ازین در نسخهٔ ن بیت ذیل نائدست ؎
عشق گفتم ز دل راز نهان می دارد ※ گفت من دانم و او چند نهان خواهد است

گفتی از من بروم ہیچ مرا یاد کنی — ایں حکایت بکسے گوے کہ جاں خواہد داشت

خسروا از تو چرا صبر گزیرست چنیں
چند ازیں واقعہ خود را بہ کراں خواہد داشت

۲۲۳

ساقیا بادہ دہ امروز کہ جاناں ایں جاست — سر گلزار ندارم کہ بتاں ایں جاست
دیگرم نقل و شرابے بنود گو کم باش — گریۂ تلخ و شکر خندۂ پنہاں ایں جاست
نالہ چند یں مکن اے فاختہ کامشب در باغ — با گلے سازکہ آں سرو خراماں ایں جاست
ہم زدر باز روا اے باد و نسیم گل را — باز بر باز کہ آں غنچۂ خنداں ایں جاست
خواہ اے جان برو و خواہ ہمی باش کہ من — مردنی نیستم امروز کہ جاناں ایں جاست
اے مگس چند بگرد لب آں مست پری — کنجہائے دھنش بیں شکرستاں ایں جاست

سالہا آں دل گم گشتہ کہ جستی خسرو
ہم ہمیں جا تش طلب زلف پریشاں ایں جاست

۲۲۴

ہر کس آں جا کہ مے و شاہد و گلشن آں جاست — من ہماں جا کہ دل گمشدۂ من آں جاست
ہر شب اے غم چہ رسی در طلب دل آں جاست — آخر آں سوختۂ سوختہ خرمن آں جاست
گم شدہ جاں بشب تیرہ و چشمم بہ رہ ست — ہم بر آں بام کہ خود آں مہ روشن آں جاست
گفتی اے دوست کہ بگریز و برجاں زیں کوے — چوں گریزم کہ گروگاں دل و دشمن آں جاست
سر محراب ندارم، من و کوے بت پس ازیں — کہ بت و بتکدۂ گبر و برہمن آں جاست

لہ در نسخۂ ن دو بیت ذیل ہم زائد ست

یار در سینۂ من در سکرات اجلم — دست بر سینۂ من سائے و بہ بیں جاں ایں جاست
خندہ ضائع مکن اے کان نمک در ہر جائے — پارہ ہائے جگر سوختہ بریاں ایں جاست

شب نہ گنجیدم در جامہ کہ گفت از تو صبا کہ منم جان غریبے و مرا تن آں جاست

ماند در نالہ ہم اندر غم تو خسرو از آنک
بلبل ایں جاست ولیکن گل و سوسن آں جاست

۲۲۵

گر بگویم کہ درونِ دلِ من پنہاں چیست؟ خود بگوئی و بدانی کہ غم ہجراں چیست؟
خستگانِ توکہ دور از تو نہ نزدیکِ تو اند تو چہ دانی کہ ہمہ شب بدل ایشاں چیست؟
کشتنم خواہی، اینک سر، اینک خنجر میکشی یا بزیم چند گنہ فرماں چیست؟
در دو تو آتش و آب از دل و چشمم یکشاد بجز از سوختن و غرق شدن طوفاں چیست؟
عشق داند کہ زمیں را ز چہ شوید اشکم نوح داند کہ جہاں را سبب طوفاں چیست؟
دارم امید کہ چوں بخت در آرم ببرت تا ز تو بخت من بے سر و بے ساماں چیست؟
آنکہ را بکشتم زاں کہ بردم بخیال کاں شکر خندہ بزیر لب تو پنہاں چیست؟
ور نخواہی بشکر کشت من مسکیں را لب شیریں شکنت را شکر دنداں چیست؟

زلف را پرس اگرت نیست یقیں کز زلفت
حال خسرو و شب تیرۂ بے پایاں چیست؟

۲۲۶

آں کہ بردہ ست دلم زلف پریشاں ایں ست آں کہ کشتہ ست مرا نرگس فتاں ایں ست
آمد آں سرو خراماں و بناکم بنشست وہ کہ با جاں رود از سرو خراماں ایں ست
ز آشنائی خطرم باشد و میگفت حکیم دانم آں زودکش و دیر پشیماں ایں ست
گر غمے گیردت از کشتنِ من عیب مگیر چہ کنم خاصیتِ خونِ مسلماں ایں ست
من بگویم بہ تو سوزِ خود و تو می خندی آں کہ بر سوختہ ریزند نمک آں ایں ست

لہ و ٹہ غزلیات محذوف در نسخۂ ن

همه شب جان من ست و غم خوبان تا روز　　عاقبت در سر ایشان رود این جان این ست

تیغ عشق است محاباش نباشد خسرو

سر تسلیم فرود آر که فرمان این ست

۲۲۷

یارب اندر دل چاک آن گل خندان چونست؟　　ماه تابان من اندر شب هجران چونست؟

من چو یعقوب ز گریه شده ام دیده سفید　　آخر آن یوسف گم گشته بزندان چونست؟

من درین خاک بزندان غم از دوری او　　او ز من دور بصحرا و بیابان چونست؟

گوهرے بود کزین دیده بغلطید بخاک　　دیده خود خاک شد آن گوهر غلطان چونست؟

بر تن[۱] نازک او برگ گلے بود دے حیف　　هست انبار گل اکنون به ته آن چونست؟

همه[۲] جان بود ز بس لطف چو جان بے تن　　این زبان در ته گل با تن پنهان چونست[۳]؟

مردمان باز مپرسید ز خسرو که کنون

در غم دوست ترا دیده گریان چونست؟

۲۲۸

زلف[۴] بشکستش که بر هر مو دل دیگر بسته ست　　بر دل من همه درهائے خرد در بسته ست

مژه ها آخته چشمش بچه سان زنده رهم　　من از آن ترک که صد دشنه و خنجر بسته ست

الٰهی باشد بهم سر و لاف یاری　　با سوارے که به فتراک بسے سر بسته ست

زیب اگر آنست که بر قامت او دیدم باغ　　تهمتے بیهده بر سرو و صنوبر بسته ست

روزے آن نرگس پر خواب بردیم بکشاد　　مردمی نیست که بر غمزدگان در بسته ست

---

[۱] و [۲] بیت زائد در نسخهٔ ن　[۳] در نسخهٔ ن بیت ذیل زائد ست [۵]

سبزه چون خضر ز پیراهن خاکش برخاست　　در هوائے عدم آن چشمهٔ حیوان چونست؟

[۴] در نسخهٔ ن غزل محذوف ست

مرد حاجی بہ بیابان و خبرے دارد	حاست
کعبہ زاں نامہ کہ برپائے کبوتر بستہ ست

۲۲۹	ب

اے خوش آں وقت کہ ما را دلِ بے غم بودست	خاطر از وسوسۂ عشق فراہم بودست
لذتِ عیش و طرب جملہ برفت از کامم	خورشم گوئی کہ پیوستہ ہمیں غم بودست
دل ندارم غمِ جاناں زچہ بتوانم خورد	پیش از ایں گرچہ غمے بود دلے ہم بودست
دوش من بودم و تنہائی و در مجلس درد	نقلِ یادِ تو، مئے اشکِ دمادم بودست
کس چہ داند کہ چہ رفت از غم تو برمن دوش	از شبِ تیرہ خبر پرس کہ محرم بودست
صبر را داد دل آواز چو طاقت برسید	دم نزد گوئی از آں جانب عالم بودست
دیدہ ام خوب بسے لیک چو تو کم دیدم	عشق بودست مرا لیک چنیں کم بودست
عیسیٰ جانی و یک روز دمم میدادی	زندگانیم کہ بودست ہماں دم بودست

یک شبے شربت لب بخش، بہ مسکیں خسرو
صد شب از وسوسۂ ہجر تو درہم بودست

۲۳۰	ب

ہر کرا کن مکنِ ہوش و خرد درکارست	مشنو از وے سخن عشق کہ او ہشیارست
اے کہ بر جاں نہی منتِ تیرِ خوباں	پا ازیں دائرہ گرد آر کہ رہ پُر خارست
نامہ گو باش سیہ روئے ہم از رسوائی	دل کشیدن زخط خوش پسراں دشوارست
اے مؤذن کہ مرا جانب مسجد خوانی	کار خود کن کہ مرا با مئے و شاہد کارست
تن کہ بروے نہ وزد باد ہوائے مردست	دل کہ در وے نبود زندگئ مردارست
غازئ پیر کند ریش بخوں سرخ و منم	مفسد پیر و خضاب مے چوں گلنارست
انچہ دارد در دیدہ کشد خلق شراب	داروئے دیدۂ من خاکِ درِ خمّارست

همچنان پرستم من گمره که تو زاهد خوانی   وین که تسبیح بدستم نگری زنّار است

خسروا در دل افسرده نگیرد غم عشق
هست جائے اثر سوز بنک که انگار است

۲۳۱

در سرم[1] تا ز سر زلف تو سودائے هست   دل شیدائے مرا با تو تمنائے هست

در رهِ عشق منه زاهد بیچاره قدم   گر ز بیگانه و خویشت غم و پروائے هست

دل که از غمزه ربودی بسر زلف سیاه   گرچه دزدے است سیه کار دل آسائے هست

باغبان تا گلِ صد برگِ رخ خوابِ تو دید   در چمن بیش نگوید گل رعنائے هست

هندوئے خال مبارک به رخت مقبل شد   گشت پرویز که در سلک تو لالائے هست

هر شبے در غمِ هجرت شبِ یلداست مرا   کہ بسالے بجهان یک شب یلدائے هست

چوب خشک است به پیش قد تو هر سروے   گرچه او را به چمن قامت و بالائے هست

مُردم از حسرتِ دیدار و نگفتی روزے   که مرا سوختهٔ غم زده رسوائے هست

دعوئ هستی و ناموس مکن خسرو هیچ
تا ترا میلِ نظر بر رُخ زیبائے هست

۲۳۲   ب

ستمے کز تو کشد مرد ستم نتوان گفت   نام بیدادِ تو جز لطف و کرم نتوان گفت

آرزوئے تو ز روے دگران کم نشود   حاجتِ کعبه به دیدارِ حرم نتوان گفت

حسن[2] تو خانه بر انداز مسلمانانست   ناز هم یا رب زنهار که کم نتوان گفت

رشکم آید که برم نام تو پیش دگران   ذکر انصاف تو در پیش تو هم نتوان گفت[3]

---

[1] این غزل در نسخهٔ ن محذوف است   [2] بیت محذوف در نسخهٔ ن

[3] در نسخهٔ ن بیت ذیل زائد است

تا چه سرهائے عزیزان به درت خاک شد است ⁂ وه که آں خاک قدم خاک قدم نتوان گفت

چون منے باید تا باو درسش آید غم من　　توکه دیوانه و مستی بتو غم نتواں گفت
سخن تو به وآں گر ز جمال خوباں　　به که دادند سر زیر علم نتواں گفت
غازیے از پے دیں برہمنے را میکشت　　گفت از بہر سر ترک صنم نتواں گفت
خسروا اگر کشدت یار مگو کایں ستم ست
عدل خوباں ہمہ بیہودہ ستم نتواں گفت

۲۲۳　　ت

سرآں قامتِ چوں سرو رواں خواہم گشت　　خاکِ آں سلسلۂ مشک فشاں خواہم گشت
دود دلہاست دریں خانہ مرا بو آمد　　سگ کویم ہمہ شب نعرہ زناں خواہم گشت
سوختہ چند کشم آہ نہانی آخر　　وہ کہ دیوانہ شدہ گرد جہاں خواہم گشت
وقتِ[۱] مست ست اکنون اے دیدۂ و وقت مانیست　　کہ من امشب بسر کوے فلاں خواہم گشت
بندۂ عشقم و آناں کہ دریں غم مُردند　　تا زیم گرد سر تربتِ شاں خواہم گشت
آخر ایں عمر گرامی ست کہ بر میگذرد　　وعدہ تا کے نہ دگر بار جواں خواہم گشت
من بدیں دیدہ گہے سیر ترا خواہم دید　　تا کے آخر بدرت دیدہ کناں خواہم گشت
خسروا اگر این است کہ پیشت میرد
جاں چہ باشد کہ ز بہرت من ازآں خواہم گشت

۲۲۴　　غ

خبرے دہ بمن اے باد کہ جاناں چونست؟　　آں گلِ تازہ وآں غنچۂ خنداں چونست؟
باکہ مے میخورد آں ظالم و در خوردن مے　　آں رخ پر خوے او وآں زلف پریشاں چونست؟
چشمِ[۲] بد خوش کہ ہشیار نباشد مست ست　　لب میگونش کہ دیوانہ بود آں چونست؟
رخ[۳] و زلفش را می دانم بارے کہ خوشند　　دلِ دیوانۂ من پہلوے ایشاں چونست؟

---

۱ تا ۳ این ابیات در نسخۂ ن محذوف ست

روزہا شد کہ دلم رفت و در آں زلف بماند — یارب آں یوسف گم گشتہ بزنداں چونست؟
گل برعنائی و نازست بمجلس یارے — حال آں بلبل آشفتہ بہ بستاں چونست؟
ہم بجان و سر جاناں کہ کم و بیش مگوے — گو ہمیں یک سخن راست کہ جاناں چونست؟
خشک سالست درین عہد وفا رالے اشک — زاں حوالی کہ تو میائی باراں چونست؟
پست شد خسرو مسکیں بہ لگدکوب فراق
مور در خاک فرو رفت سلیماں چونست؟

۲۳۵

نہ مرا[1] خواب بچشم و نہ مرا دل در دست — چشم و دل ہر دو برخسار تو آشفتہ و مست
پردہ بدرید کس، ایں راز نخواہد پوشید — غنچہ بشکافت سرش باز نخواہد پیوست
اے کہ از سحر دو چشم تو پری بستہ شود — آدمی نیست کہ چشم از تو تواند بربست
تا بگلزار جہاں سرو بلند ت برخاست — ہر نہالے کہ نشاندند بہ بستاں بنشست
بہر خوں ریز مرا دست چہ مالی چندیں؟ — خون من بہ کہ بریزی و بمالی بر دست
ہر کہ جاں در رہ جاناں ندہد مردہ بود — مردہ ہم بدہد اگر در تن او جانے ہست
چشم خسرو نتواں بست کہ در خواب مبیں
منع ہندو نتواں کرد کہ صورت مپرست

۲۳۶

شب[2] و روز من بنالم ز جفائے چشم مستت — چہ کنم کہ در نگیرد بہ دل ستم پرستت
بخم کمند زلفت ہمہ عالم اندر آمد — بچہ ساں رہم ز بندت، بکجا روم ز دستت؟
دل من بخاک جوئی کو نیا بیش ازایں پس — کہ بماند پاے در گل ز غبار زلف پستت
ہمہ وقت شست زلفت، من خستہ را چو آتش — تو چہ میکشی، نگوئی کہ چنیں خوش است شستت

---

[1] و [2] غزلیات محذوف در ن

چو کشائی و به بندی بخمار چشم نرگس — شکند هزار توبه ز یکے کشاد دستت
ز دلم بباغ حسنت همه باد تند خسپند — تو بنی ارچه شاخ نازک نتوان بدین شکستت
نبود فسردگان را سر دست کامیٔ ما — که ز خون دیده باشد مے عاشقان مستت
نفسے نشین و دل ده که برفت جان خسرو
بگشاد چشم تیرے که ز نوک غمزه خستت

۲۳۷

صفتے است[1] آب حیوان، ز دهان نوش خندت — اثرے ست جان شیرین، ز لبان همچو قندت
بکدام سرو بینم که ز تو صبور باشم؟ — که دراز ماند در دل، هوس قد بلندت
به خزان هجر مردم چه کمت شود که ما را — بغلط گلے شگفتی ز دهان نوشخندت
منم و هزار پیچش ز خیال زلف در دل — بکجا روم که جانم زهد از خم کمندت؟
به رهت فتاده مردم رو شے نما بجولاں — که چه مردن ست بارے به ته سم سمندت
ز تو دور چند سوزم بمیان آتش غم؟ — همه غیرتم ز عود و همه رشکم از سپندت
بزن اے رفیق آتش که اثر نماندم تا — تو رهی ز نالش من، من سوخته ز بندت
مپز این خیال خسرو که بعشق در نمانی
بود ارچه ز اهل شهرے شب و روز مستمندت

۲۳۸

منم[2] و خیال بازی شب و روز با جمالت — چه شود اگر بپرسی نفسے که چیست حالت؟
خط جمله خوبرویان که برائے ملک دلها — ز قضاست حجت تو رقمے ست ازجبالت
سر من بگاه جولان ز درت مباد یکسو — که خوش آن بلند بختان که رسند پایمالت
بکدام نقد هرت بتوان خرید حالے؟ — که به نرخ نیم گنجد دو جهان خرید خالت

---

[1] و [2] غزلیات محذوف در ن

کنی ار چه ذره ذره تن من روا ندارم — چو تو آفتاب وش را که بود گهے زوالت
بکشم ز چشم دیده ز برائے آں که جاں را — چه کند چنیں کلوخے به گذر گهِ خیالت
ز فراق سوخت خسرو نکند ز بخت خواهش
که غرض بود نه یارے که زنم دم از وصالت

۲۳۹

اثرے نماند باقی ز من اندر آرزویت — چه کنم که سیر دیدن نتواں رخ نکویت
همه روز گرد کویت، همه شب بر آستانت — غرضے جز ایں ندارم که نظر کنم بر رویت
پس ازیں بدیده خواهم بطواف کویت آمد — که بسود تا بزانو قدمم بجست وجویت
بوفا که در پذیری که من انبے وفایت — دل خوں گرفته کردم خورشِ سگان کویت
خرد و ضمیر و هوشم، دل و دیده نیز هم شد — ز همه خیال خالی بجز از خیال رویت
من اگر نمی توانم حق خدمت زیادت — کم ازیں که جان شیریں بدهم در آرزویت
ز نسیم جانفزایت دل مرده زنده گردد — ز کدام باغے اے گل که چنیں خوش ست بویت؟
بتنِ چو تارِ مویت نهی ار دو صد جهاں غم — نه هم هیچ حلے دو جهاں بتارِ مویت
پس ازیں چه جائے آنست که زحال خود بگویم
که فسانه گشت خسرو بجهاں ز جست وجویت

۲۴۰

گرچه سرو باغ را بالا خوشست — با قدِ رعنائے تو ما را خوشست
زهرِ عشقت کام عیشم تلخ کرد — هست تلخ ایں چاشنی امّا خوشست
گر غمت غیرے خورد نا خوش شوم — خوردنِ غمها مرا تنها خوشست
بے تو من بارے نیم خوش هیچ وقت — وقت تو خوش که ترا بے ما خوشست
شعله[1] در دل، یار در جاں کے دمد — تا توانے کش تپ و حلوا خوشست

---

[1] بیت محذوف در ن

جان سنگیں میکنم تا زنده ام　　مردن فرہاد با خارا خوشست
گفت فردا زلف مشکینم نگر　　امشبم بر بوے آں فردا خوشست[1]
گفتیم "ناخوش چرائی، خسروا"
"چون کنم، چوں شکل آں بالا خوشست"

۲۴۱
بار عشقت[2] بر دلم بارے خوشست　　کارِ من عشق است و ایں کارے خوشست
جاں دہم در باش ارچہ بیوفاست　　دل بدو بخشم کہ دلدارے خوشست
بلبل شوریده را از عشق گل　　در چمن با صحبت خارے خوشست
راستی را سرو در نشو و نماست　　از قدِ یارم نمودارے خوشست
ہیچ بیمارے نباشد خوش و لے　　چشمِ جادوے تو بیمارے خوشست
تیرِ چشمِ او جہاں درخوں گرفت
لیک از دستت کماں دارے خوشست

۲۴۲
عاشقاں را زخم بے مرہم خوشست　　بیدلاں را دیدۂ پرنم خوشست
گرسخن در گوشِ جاناں میرسد　　گفت وگوئے ہر کہ در عالم خوشست
گر بتان از دردِ عشاق آگہند　　ہر کجا دردیست بے مرہم خوشست
ہر کسے کو غم خورد ناخوش بود　　من غمِ خوباں خورم کایں غم خوشست
جانِ من آزار دل چندیں مجو　　خود دریں ایام، دلہا کم خوشست

---

[1] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل زائد ست ؎
چوں تو نالے چیست ایں جورِ رقیب　　خار میدانی کہ با خرما خوش ست
[2] غزل محذوف در نسخۂ ن

زلف را بهر خدا شانہ مزن ۔ ہمچناں آشفتہ و درہم خوشست
دیدنت خوبست گر خود ساعتیست ۔ پادشاہی گر ہمہ یکدم خوشست
وصل تو خوش بود وقتے درین زماں ۔ ناخوشی ہائے فراقت ہم خوشست
خسروا با بیدلی خو کن کہ دل
ہم درآں گیسوے خم در خم خوشست

۲۴۳

کاربالائے تو تا بالا گرفت ۔ در ہمہ دلہا خیالت جا گرفت
ہر کہ رفتار تو دید از بیم جاں ۔ ہم ترا بہر شفاعت پا گرفت
تا ندیدیدم بلائے جان ترا ۔ دیدہ دنبالِ دلِ شیدا گرفت
می گرفتم لذتے از عمر خویش ۔ کامدی تو ور دل من جا گرفت
ما چنیں کز دل گرفتاریم ہست ۔ حق بدستت گر دلت از ما گرفت
چند سوزم وہ کہ روے دل سیہ ۔ کز دمے اندر جانم ایں سودا گرفت
بیدلاں را طعنہ زد خسرو بسوخت
تا کجا ایں آہ دل او را گرفت

۲۴۴

یارب موجب دل از ما بر گرفت ۔ یار دیگر کرد و کار از سر گرفت
دل ز ہجرش برگ درد و غم بساخت ۔ جاں ز شوقش ترکِ خواب و خور گرفت
آنچہ کرد آخر مسلمانے نماند ۔ ایں چہ شد یارب جہاں کافر گرفت
بد ہمی گفتند و می نشنید ہیچ ۔ عاقبت گفت بدانش در گرفت
دل غبار سوز خود بیروں فگند ۔ عالمے در خون و خاکستر گرفت
پاک میکردم سرشک، آہم بجست ۔ آتش اندر آستین تر گرفت

لعل او در دلبری استاد بود　　خط کاں ز استاد بالاتر گرفت
مردماں گویند دل برگیر از و　　روے اگر اینست نتواں برگرفت

جان خسرو از پے ایں روز راست
کو بخون عاشقاں خنجر گرفت

۲۴۵
مردم از کوے تو چوں بیدل نہ رفت　　ہر کہ در میخانہ شد عاقل نہ رفت[1]
عمر در[2] سر شد بہ رسوائیِ عشق　　وین ہوس از جان بے حاصل نہ رفت
کارواں بگذشت و محمل ماند دُور　　وز دلِ من یادِ آں محمل نہ رفت
برکشیدم تنگ تن را سوے صبر　　لاشہ لاغر بود تا منزل نہ رفت
ما غریقِ بحر ہجراں، چوں کنیم　　کشتیٔ درویش در ساحل نہ رفت
باکسے دستے دعا ے داشتیم　　سالہا بگذشت و آں از دل نہ رفت

شکر کن خسرو بلاے عشق را
زاں کہ ایں فیض ست گر قابل نہ رفت

۲۴۶
از تو[3] بر خاطر مرا آزار نیست　　بے تو در ملک جہانم کار نیست
گر بجاے من ترا عشاق ہست　　جز تو در عالم مرا دلدار نیست
تا نخواہی صحبت اغیار ہست　　در بجان جوئی وصالِ یار نیست
فتنہ انگیزے بلا جوے و کشر　　در جہاں چوں آں بتِ عیار نیست
در سرا بستانِ فردوسِ بریں　　مثل رویت یک گلِ بے خار نیست
در ہمہ بازارِ صرافانِ عشق　　ہمچو روے زردِ من دینار نیست
چوں لبش از مصر شکر برنخاست　　چوں دو زلفش مشک در تاتار نیست

---

[1] در نسخۂ ن بعد ازیں بیتِ ذیل اضافہ است ؎
مہر رویش در دلم پنہاں نہ ماند
آفتاب اندر حجابِ گل نہ رفت

[3] غزل محذوف در نسخۂ ن

چشم او را گفتم اے خونخوار مست — در جہاں مستے چو تو خونخوار نیست
گفت ترک مست چون خنجر کشید — جز بلا انگیزی او را کار نیست
چند بارِ ہجر بر جانم نہی — بر دلش چون عاشقاں را بار نیست
اے دلِ بیچارہ یک چندے بساز — طاقتم ہر بار بود ایں بار نیست

غم براحوالِ جہاں تا کے خوری ؟
خسروا، اگر مر ترا غمخوار نیست

۲۴۷
مفلسی[1] از پادشاہی خوشتر است — مفسدی از پارسائی خوشتر است
پادشاہی راست درد و وے — چوں نگہ کردم گدائی خوشتر است
پادشاہاں چوں بخود ندہند راہ — با فقیراں بے نوائی خوشتر است
آدمی چوں کبر در سر میکند — با سگِ کو، آشنائی خوشتر است
دل کہ از سودائے خوباں بشکند — آں شکست از مومیائی خوشتر است
آشکارا عشق بازی با بتاں — از پسے زہدِ ریائی خوشتر است
نیست لذت عشق را بعد از وصال — عشقبازاں را جدائی خوشتر است

عشق دوناں خسروا از سر بنہ
عشق با سرِّ خدائی خوشتر است

۲۴۸
یارِ ما[2] را عزم ورائے دیگر است — باز در بندِ جفائے دیگر است
در نظر می آیدم گل ہا بسے — چوں کنم آں روئے جائے دیگر است
گر یکے چشمم بروئیش روشن است — خاک پائیش توتیائے دیگر است
ساقیا مے دہ کہ بر یادِ لبت — بادہ امروزم صفائے دیگر است
بار قیباں ساختن بیچارگی ست — محنتِ ہجراں بلائے دیگر است

---

[1] و [2] ہر دو غزلیات در نسخۂ ن محذوف است

دوستداران بے ہستند لیک
خسروِ مسکیں، گدائے دیگر است

۲۴۹ ترک من طرّہ مشوّش کردہ است | لالہ از مشکیں منقّش کردہ است
روئے ہمچوں آتش او زابروان | ماہ را نعلے در آتش کردہ است
میکشاید از نظر تیرِ بلا | میکند رنجہ، بہ آرش کرد است
سرخوش از بادہ بُود پیوستہ او | لیک با بادہ سرے خوش کرد است
غمزہ ہائے چشمِ مخمورش مدام | دل بداں لعل شکر وش کردہ است
رشتۂ صبر مرا بگسستہ است | زلف تو بس کہ کشاکش کردہ است
زاں پریشاں شد چو مو خسرو، مگر
یادِ آں زلفِ مشوّش کردہ است

۲۵۰ سه غلام تو ست بار وئے کہ ہست | مشک خاک تست با بوئے کہ ہست
دست بست آئینہ پیشت ایستاد | روئے دیگر یافت بارو ئے کہ ہست
خوئے نا سازت نخواہد شد دگر | ہم نخواہد ساخت باخوئے کہ ہست
تیغ برکش کز پے فرمان تست | جان و دل را پشت و پہلوئے کہ ہست
آب خورد آورد غم را سوئے ما | کآب چشم را بہر سوئے کہ ہست
اے طبیب از من بروکایں دردِ عشق | بہ نخواہد شد بدار وئے کہ ہست
چند مستوری کنی کز بہر تو
شہرہ شد خسرو بہر کوئے کہ ہست

۲۵۱ سه روئے خوبت دلبری را پایہ ایست | آرزو را خوب تر پیرایہ ایست
چرخ با چنداں ستم حسن تر است | کہ زما در مہرباں تر دایہ ایست

له غزل در نسخۂ ن محذوف است   سه، سه ہر دو غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

چوں بعہدِ دولتِ رخسار تو — نالہ را از چرخ برتر پایہ ایست
لحظۂ با بندہ بنشیں کایں قدر — زندگانی را عجب سرمایہ ایست

در غمت از آہ خسرو تا سحر
شب نخسپید ہر کجا ہمسایہ ایست

۲۵۲
آمد آں یارے کہ در دل جائے اوست — راحتِ جاں صورت زیبائے اوست
آشنائے تازہ کردا یں سر کہ او — ز آشنایانِ قدیم پائے اوست
یک قبا جانم کہ از تن رفتہ بود — دیدم آں گہ در تہ یک تائے اوست
لذتِ خود کردۂ خود باز یافت — دل کہ بد خو کردۂ حلوائے اوست
خارہا بس نیش سختم میزنند — گرچہ ناوک رستۂ خرمائے اوست
بر دلم کوہِ غم و دل برقدش — وہ چہ بار است ایں کہ بربالائے اوست

خسروا گر دل ستد تو درمیاں
کیستی آں داند کہ آں کالائے اوست

۲۵۳
رنگے[۱] از حسن تو در روئے گل است — وز لب لعلت خیالے در مُل است
از خیالِ نرگس جادوے تو — در چمن ہا چشم نرگس بر گل است
از نسیم صبح کے بیروں رود — بوئے گل کاندر دماغ بلبل است
از کمندِ عنبریں گیسوے تو — ملتہب دل کے شود گر دلدل است

رحم کن بر خسرو ار بشنیدہ ای
کز فغانش عالمی در غلغل است

۲۵۴
اے نسیم صبحدم[۳] یارم کجاست؟ — غم ز حد بگذشت غمخوارم کجاست؟
خواب در چشمم نمی آید بہ شب — آں چراغ چشم بیدارم کجاست؟

لہ تا سہ ہر سہ غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

دوست گفت "آشفته گرد و زار باش" دوستاں آشفتهٔ و زارم کجاست؟
نیستم آسوده از کارش دمے یار آں آسوده از کارم کجاست؟
تا بگوش او رسانم حال خویش
نالہ ہائے خسرو زارم کجاست؟

۲۵۵ [۱]
چشم فتّانت کردی برو نخفت فتنہ را بیدار کرده او نخفت
تا ز جوئے لب خط سبزت بخاست سبزهٔ تر برلب ہر جو نخفت
گل بر آمد با تو و بادش برو پشت دستے زد کہ تو بر تو نخفت
من نخفتم در فراقت ہیچ گاه چشم من در حسرت آں رو نخفت
نے خود آں نرگس بخونم راه داشت بخت من کاں غمزهٔ بدخو نخفت
ہر کہ پہلوئے تو خود در خواب دید تا قیامت ہم بر آں پہلو نخفت
بازویت خسرو چو زیر سر نیافت
کرد تنہا زیر سر بازو نخفت

۲۵۶
صد دل اندر زلف شب گوں سوختہ ست گوئیا در شب چراغ افروختہ ست
ہر کہ او سودائے زلفت می پزد عود را چوں ہیزم تر سوختہ ست
دل بشمشیر جفا بشگافتہ ست واں کہ از تیر مژه بر دوختہ ست
گریہ چنداں شد کہ در خون دلم مردم چشم آشنا آموختہ ست
اے مسلماناں یکے بازم خرید
کو مرا بر دست غم بفروختہ ست

۲۵۷ [۲]
اے دہانت چشمهٔ آب حیات شمع رویت آفتاب کائنات
تا دلم از شادی وصلت نماند از کمند غم نمی یابم نجات

---

[۱] تا [۳] ہر سہ غزلیات در نسخهٔ ن موجود نیست

گریہ را پسند ہردم، تا بکے | پیش چشم از گریہ جیحون و فرات؟
ز آتش ہجرت تن خاکی بسوخت | تا کدامین باد آرد سوئے مات؟
ہر کہ بے تو زندہ ماند، مردہ بہ | جز وصالت نیست مقصود از حیات
گر ندیدی سبزہ اے بر آب خضر | گرد آن شکر ببین، رُستہ نبات
بت پرستاں گر ز تو آگہ شوند | یاد نارند از بُتانِ سومنات
از شرابِ شب نشیناں در خمار | ہَاتِ کَاسًا یَا حَبِیبِی بِالغَدَاۃ

ہمچو ذرہ در ہوائے مہرِ تو
نیست خسرو را دمے صبر و ثبات

۲۵۸ شکر[۱] لعل تو کان نمک است | گرچہ شکر نہ مکانِ نمک است
خود نمک از لب تو چاشنی است | ویں سخن ہم ز زبانِ نمک است
حسن بر لعلِ تو خط می آورد | زاں کہ او عاملِ کانِ نمک است
میگذارد لبت از بوسہ زدن | چہ تواں کرد از آنِ نمک است
چشمِ من بیں ز خیالِ لبِ تو | کہ شب و روز میانِ نمک است
می بیں ریش از ایں گریہ من | آخر آں آب زیانِ نمک است

بارے اندیشۂ خسرو میکن
کہ بحق جملہ جہانِ نمک است

۲۵۹ نرگسِ مستِ[۲] تو خواب آلودہ است | لب لعل تو شراب آلودہ است
آگہ از نالۂ من کے گردد؟ | چشم مست تو کہ خواب آلودہ است
خوئے گز عارض تو باز شدہ است | برگ گل را بگلاب آلودہ است
لب تو در دلِ من بنشستہ است | نمکے را بہ کباب آلودہ است

---

[۱] و [۲] ہر دو غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

از تری خواست چکیدن آبے — لب تو کز مے ناب آلوده است
سخن تلخ تو زاں شیریں است — کہ شکر راهِ جواب آلوده است
بنده خسرو چہ گنہ کرد امروز
کہ حدیثت بعتاب آلوده است

۲۶۰
اے کہ از روے تو حیات جانست — دیده جایت شده جائے آنست
ماه را از رخ چوں خورشیدت — در شب چار دهم نقصانست
سخن اندر لبِ تو دل ببرد — دل چہ باشد سخن اندر جانست
بے لبت ہر لبِ لعلے کہ گزم — سنگ ریزه بہ تہِ دندانست
ناتوانم، کہ غمت با من کرد — ہرچہ از جور و جفا بتوانست
سلک درگشت مرا ز آب دو چشم — تارِ ہر رشتہ کہ در گوہر انست
بہ گہِ گریہ سوادِ چشمم — تیره گوئی کہ شب بار آنست
گفتیم "غم مخور و آساں گیر" — این بگفتن صنما آسانست
دور از شعلۂ آهِ خسرو
کہ دلش سوختۂ هجرانست

غ
۲۶۱
تیر کدا این بلاست کاں بکمانِ تو نیست؟ — دست کہ این دل است کاں بعنانِ تو نیست
در چہ ہمہ نیکواں از دلِ ما راجع است — زاں کہ بخط ہائے شاں ہیچ نشانِ تو نیست
عشقم اگر میکشد تو مکش اے پند گو — جانِ منست آخر این وائے کہ جانِ تو نیست
بے دلیم گفت از آن صد دلش افزوں کف — ہرچہ کشم سوے خویش گوید از آنِ تو نیست
نام وفا برده ای شرم نہ داری ز خلق — عرض متاعے بکن کان بدکانِ تو نیست

له غزل در نسخۂ ن موجود نیست

باز مدار، آرگنم رخنۂ دل پُر ز خاک — دود کش این دلست غالیه دانِ تو نیست
کور شد[۵۱] این دل فتاد در چهِ تاریکِ غم — باد از این کور تر گر نگران تو نیست

تیغ زن و وارہاں خسرو درمانده را
سود و لیست این وزان ہیچ زیان تو نیست

۲۶۲ غ

درد سر دوستاں آہ و فغان منست — کاہش جان طبیب درد نہان منست
چند تواں دید وائے بر دل مسکین جفا — گیر کہ بیگانہ شد آخر از آن منست
از دم سرد فراق برگِ حیاتم نماند — آفتِ این برگ ریز بادِ خزان منست
گریہ کہ از سوزِ دل گرم برون میدہم — قطرۂ آبست، لیک شعلۂ جانِ منست
دل کہ ز من گم شده ست بر تو گمان میبرم — ہست ترا خود یقیں ہر چہ گمانِ منست
شوئی ہم از خونِ دل خاک سر کوے خویش — تا برود ہر کجا نام و نشانِ منست
بے خبر[۵۲] پند گو بیہده جان میکند — از پئے مردن بعشق کوہ گران منست
می رود آن شوخ و من گرچہ کنم نالہ بیش — باز نیاید از آنک عمر روان منست

دوش بخسرو ز لطف گفت "غلام منی"
مرتبۂ این خطاب نرخِ گران منست

۲۶۳[۵۳]

عمر بپایاں رسید در ہوس روے دوست — برگ صبوری کراست بے رخ نیکوئے دوست
گر ہمہ عالم شوند منکر ما گو شوید — دور نخواہیم شد ما ز سر کوئے دوست
قبلۂ اسلامیاں کعبہ بود در جہاں — قبلۂ عشاق نیست جز خم ابروے دوست
اے نفسِ صبحدم گر نہی آنجا قدم — خستہ دلم را بجو در شکن موے دوست

---

[۵۱] و [۵۲] ہر دو بیت محذوف در نسخۂ ن — [۵۳] غزل محذوف در نسخۂ ن

جاں بفشانم زشوق در رہِ بادِ صبا — گر برساند باصبحدمے بوے دوست
روزِ قیامت کہ خلق روے بہر سو کنند
خسرو مسکین نکرد میل بجز سوے دوست

۲۶۴ — غ

ہر کہ نگہ در تو کرد بیش بہ بستاں نہ رفت — وآرزوے روے تو از گل و ریحاں نہ رفت
تا تو نمودی جمال نقش ہمہ نیکواں — رفت بروں از دلم نقش تو از جاں نہ رفت
خصم بسے طعنہ زد دوست بسے پند داد — چشم بسوے تو بود گوش بد یشاں نہ رفت
سیل ملامت رسید کوہ غم از جا ببرد — صبح قیامت دمید ویں شب ہجراں نہ رفت
وہ کہ چو نرگس چرا کور نباشد مدام — دیدہ کہ بالاے آں سرو خراماں نہ رفت
مستی و بدنامیم عیب نگیرم از آنک — عاشق بیچارہ را کار بساماں نہ رفت
گر ہمہ جام بلاست نوش کن و صبر گوے — ایں کہ ز کامت ہنوز تلخی ہجراں نہ رفت
یار کہ بکشادِ شست بر دلِ مجروحِ من — تیر بروں رفت لیک چاشنی از جاں نہ رفت
رفتنِ خسرو خطاست بر سر کوے بتاں
مورچہ بہر حیات بر رہِ سلطاں نہ رفت

۲۶۵

خوش بود آں بیدلے کز غم امانیش نیست — مردہ بود آں دلے کآہ و فغانیش نیست
بہر خدا اے جواں تا بتوانی مدار — حرمت پیری کہ میل سوے جوانیش نیست
کاش نبودے مرا تہمت جاے بتن — کش اگر از یار اماں از غم امانیش نیست
سینہ کہ بیدل بماند آہ و فغانیش ہست — دل کہ ز ہجراں بسوخت نام و نشانیش نیست
بوسہ بقیمت دہد جاں ببرد رایگاں — قیمت بوسیش ہست منت جانیش نیست

سلہ غزل محذوف در نسخۂ ن

سرو قدا ر دلکن گریہ زارم از آنکہ　　خشک بود آن چمن کآب روانیش نیست
گردم برهٔ چشم روے مگردان زمن　　نیست گلے کاندر او باد خزانیش نیست
پستهٔ بسته دہن پیش، دہانت گہے　　لب زسخن تر نکرد کآب دہانیش نیست

قصهٔ خسرو بخوان چون تو درون دلی
گر زہمہ کس نہانیست از تو نہانیش نیست

۲۶۶　　غ

نیست دلے کاندر او داغ جفائے تو نیست　　کیست کہ اندر سرش باد ہوائے تو نیست؟
دل کہ زجان خواستست بہر تو بیگانہ دار　　با ہمہ مردانگی مرد جفائے تو نیست
خشم کنی بیگناہ بر شکنے بے سبب　　کوری بخت منست ورنہ خطائے تو نیست
بر[1] در تو ہر کسے خاص شد الا کہ من　　ہیچ کسان را مگر رہ بہ سرائے تو نیست
صبر بامید وصل بر و یدل نشستہ بود　　ہجر درون رفت و گفت "خیز کہ جائے تو نیست"
گفتی "اگر میخری نقدِ حیاتم بہاست"　　گر ہمہ تا محشر ست نیم بہائے تو نیست

خسروا گر سوختست نے زپے دیگریست
سوختہ تر باد از ین گر ز برائے تو نیست

۲۶۷

در چمن[2] جان من، سرو خراماں یکے است　　نرگس رعناش دو، غنچہ خنداں یکے است
گفت بغمزہ لبش "جان دہ و بوسی ستان"　　کاش دو صد جان بدے تا کہ مرا جان یکے است
من زغم گلرخے تا لہ فشانم چو اشک　　ابر در این واقعہ با منِ گریاں یکے است
طرفِ چمن میری، طعنہ زناں سرو را　　بیش خجالت مدہ راہِ خراماں یکے است

خسرو دل خستہ را بندهٔ صورت نگر
چونکہ بمعنی ہمی بندہ و سلطاں یکے است

---

[1] این شعر محذوف در نسخهٔ ن　　[2] غزل محذوف در نسخهٔ ن

۲۶۸

آں کہ مزاجِ دلش[1]، باز ندانم کہ چیست؟ | رفتنِ او کشتن است، باز ندانم کہ چیست؟

این ستم از پشت کوژ جنگ حریفانِ عشق | زار بنالم ولے خاز ندانم کہ چیست؟

مست شبانہ ست یار خواب خمارے بسر | بوئے لبش از مئے ست کاز ندانم کہ چیست؟

یار بہانہ طلب با منِ شوریدہ بخت | نیست بداں ساں کہ بود باز ندانم کہ چیست؟

خسروِ مسکیں ازو، شہرۂ ہر کوئے شد
واں دل او را ہنوز راز ندانم کہ چیست؟

۲۶۹

دردِ دلم[2] را طبیب چارہ ندانست | مرہم ایں ریش پارہ پارہ ندانست

راز دلت را بصبر گفت بہوشاں | حال دل غرقہ را کنارہ ندانست

خال بناگوش او زگوشہ نشیناں | بوچناں دل کہ گوشوارہ ندانست

قافلۂ عقل را بساعد سیمیں | راہ بجائے برد کہ بارہ ندانست

سختی ازآں دیدی خسروا کہ با دل
قاعدۂ آں دل چو خارہ ندانست

۲۷۰

چوں[3] غم ہجرانِ او نداشت نہایت | عاقبت اندوہِ عشق کرد سرایت

وقت نیامد بتا کہ از سر انصاف | سوئے ضعیفاں نظر کنی بعنایت

غایتِ آنہا کہ از جفائے تو دیدم | نورِ یقیں داشت در دلم بسرایت

گر تنم از دستِ غم زپائے درآمد | سر نکشم تا منم، ز قید وفایت

گر تو بہ تیغم زنی خلاص نباشد | زخم تو خوشتر کہ از رقیب حمایت

شرحِ غمِ عشق بیش ازیں زچہ گویم | شوقِ من و جورِ او، رسید بغایت

اے بتِ نامہرباں شوخ ستمگر | از تو کنم یا ز روزگار شکایت

لہ تا سہ ہر سہ غزلیات محذوف در نسخۂ ن

آنچه من از روزگار سفله کشیدیم
پیش تو گویم ز روزگار حکایت

۲۷۱

اے سرکشیده[1] از من، من سرکشم به پیشت
گر از طریقِ خویشی بینم از آنِ خویشت

مائیم و غنچهٔ دل، موقوفِ بندِ عشقت
گو باد تا بگوید، احوالِ من به پیشت

نتوان بشرح دادن، با صد جریدهٔ گل
حسنے ز وصفِ رویت وصفے ز شرح پیشت

تا داده از لبِ تو، دل را گل انگبینے
زنبورِ جانِ من شد، مژگان همچو نیشت

چون بینمت بناگه خواهم که جائے سازم
در سینهٔ فگارم، اندر درونِ ریشت

لطفے به بنده خسرو از تیر غمزهٔ تو
آماج کرد سینه، بیرون نشد ز کیشت

۲۷۲

چون[2] در سخن در آمد لعلِ شکر مقالت
آب حیات ریزد، از چشمهٔ زلالت

دانی که چیست مه را اندر میان سیاهی؟
"یک نسخه ایست مظلم" از دفترِ کمالت؟

بیچاره من بماندم محروم از جهان رو
تا چشم کیست یارب پیوسته در جمالت؟

از شام تا سحرگه، از گریه می بسوزم
هر دم اگر نیاید پروانهٔ وصالت

از بسکه در فراقت بسیار کرد پرسش
یکبارگی بماندم شرمندهٔ خیالت

نزدیک شد هلاکم پرسیدنی نه کردی
کاے دور مانده از من در هجر چیست حالت

کافر دلا اگرچه کردی حرام وصلم
بادا چو شیرِ مادر خونهائے ما حلالت

چون میکشیم بارے از روئے خود میفگن
بگذار تا بر آید جانم به پیشِ خالت

صد ساله قصهٔ خود گویم که کم نگردد
والله اگر نباشد اندیشهٔ ملالت

---

[1] و [2] هر دو غزلیات محذوف در نسخهٔ ا ن

تو آن نه ای که کردی یکدم فرامش از جان
با آن که می نبیند خسرو هزار سالت

۲۷۳ و

چابک تر از تو در همه عالم سوار نیست — زیبا تر از تو در همه عالم نگار نیست
سرو[۱] بلند نیست چو قدِ بلندِ تو — یا آنکه هست لائقِ بوس و کنار نیست
صبرم بقدر دانهٔ خشخاص هم نماند — زانم بدیده خواب و به شبها قرار نیست
آن را که صد هزار دلِ آرمیده بود — در نوبتِ غمِ تو یکے از هزار نیست
دادی نویدِ وصل، توقف روا مدار — دانی که اعتماد برین روزگار نیست
از وعده در گذر که شکیبائیم نماند — وز عشق بر شکن که گرِ انتظار نیست

ایں ها که کرد بر دلِ خسرو فراقِ تو
از غم بپرس گر زِ منت استوار نیست

۲۷۴

خوش خلعتیست[۲] جسم، ولے استوار نیست — خوش حلتیست عمر ولے پایدار نیست
خوش منزلیست عرصهٔ روئے زمیں دریغ — کانجا مجالِ عیش و مقامِ قرار نیست
هر چند بهترینِ صُوَر شکلِ آدمی ست — لیکن همه چو سرو قدِ گل عذار نیست
دل در جہاں مبند که کس را ازیں عروس — جز آب دیده خونِ جگر در کنار نیست
مرغے که در شمار بُوَد ایں زماں کجاست — کو را درایں زمانه غم بے شمار نیست
غرّه مشو زِ جاهِ مجازی که اعتبار — کایں جاه را بنزدِ خدا اعتبار نیست

زنهار اختیار مکن هیچ منزلے
کانجا بدستِ هیچ کسے اختیار نیست

---

۱ بیت محذوف در ن — ۲ غزل محذوف در ن

۲۷۵

ب

شب نیست کز تو بر سر هر کو نفیر نیست
و اندیشهٔ تو در دل برنا و پیر نیست

صد سر فدای پای تو باد ارچه در حرم
تو میروی و خون کسست پای گیر نیست

بی رحم وار چند زنی غمزه بر دلم
وه کاین دست آخر و آملج تیر نیست

عطار گو مبند دکان زانکه من ز دوست
بوی شنیده ام که به مشک و عبیر نیست

ای آنکه کوشش از پی سامان من کنی
بگذار کاین خرابه عمارت پذیر نیست

زلف بتان بگردن شیران نهد کمند
آزاد آن دلی که بدین بند اسیر نیست

در فتنه و بلا چه کند گر نه اوفتد
خسرو کش از نظارهٔ خوبان گزیر نیست

۲۷۶

بیدار شو[1] دلا که جهان جای خواب نیست
ایمن در این خرابه نشستن صواب نیست

از خفتگان خواب چه پرسی که حال چیست؟
زان خواب خوش که هیچ کسی را جواب نیست

چون هیچ دوست نیست وفادار زیر خاک
معمور خسته ای که چو گور خراب نیست

چون مست را خبر نبود از جفای دهر
بر هوشیار به ز شراب و کباب نیست

طلب حیات خواستن از آسمان خطاست
کز تشنه دلیل امید صواب نیست

ساقی ز جام عشق بخسرو رسان نمی
زیرا که مست کارتر از وی شراب نیست

۲۷۷

بیرون[2] میا ز پرده که ما را شکیب نیست
اینک بلند گفتمت از کس حجیب نیست

تا پای در رکاب لطافت نهاده ای
اشکم کدام روز که پا در رکیب نیست؟

---

[1] و [2] هر دو غزلیات در نسخهٔ ان محذوف اند

پیشِ رُخت که بر ورقِ لاله خط کشید　　　گر دفترِ گُل است که هم در حبیب نیست؟

دل با رُخت چگونه نگردد فریفته؟　　　از صورتِ تو چیست که آن دلفریب نیست

چون دل ز دست رفت که راهِ امید بود　　　بر چشمِ تست دیگر و بر کس عتیب نیست

میلے نمی کند سُوئے خسرو چو آبِ خضر

باآں که میلِ آب جُز اندر نشیب نیست

۲۷۸

مستِ[1] ترا بهیچ مئے احتیاج نیست　　　رنجِ مرا ز هیچ طبیبے علاج نیست

اے مه مشو مقابلِ چشمم که با رُخش　　　ما را بهیچ وجه بتو احتیاج نیست

با من مگو حکایتِ جمشید و افسرش　　　خاکِ درِ سرائے مغاں کم ز تاج نیست

با دوست عرضِ حاجتِ خود چند میکنی؟　　　او واقف است حاجتِ چندیں لجاج نیست

نقدِ دلے که سکهٔ وحدت نیافته ست　　　آں قلب را بهیچ ولایت رواج نیست

تاراج گشت مُلکِ دل از جورِ نیکواں　　　اے دل برو که بر دهِ ویراں خراج نیست

خسرو ندید مثلِ تو در کائنات هیچ

ز اهلِ نظر که جُز صفتِ چشم کاج نیست

۲۷۹

ناوک[2] زنے چو غمزهٔ او در زمانه نیست　　　چون جانِ من خدنگِ بلا را نشانه نیست

دیوانه گشت و خلق بصحرا فتاد ازآنک　　　در شهر بے حکایتِ تو هیچ خانه نیست

جز با خطِ تو عشق نبازند عاشقاں　　　در خطِ دیگراں رقمِ عاشقانه نیست

من در دَمِ پسیں، تو بهانه گماں بری　　　معلوم گرددت نفسی، کایں بهانه نیست

صعب آتشے ست عشق، که گشتند صبرِ دل　　　خاکستر و درونِ برون شاں زبانه نیست

---

[1] و [2] هردو غزلیات در نسخهٔ ن محذوف اند

مشنو حدیث ہجراں در بیانِ عشق — دانی کہ احسن القصص اندر فسانہ نیست
جاں خاکِ آستانہ کہ بیانِ عاشقاں — یک ذرۂ غبار بر آں آستانہ نیست
اے پندگو، چہ درپے جانم نشستہ ای؟ — انگار کاں پرندہ دریں آشیانہ نیست
کوہِ گراں زنالۂ ما کم شود برقص
خسرو بنائے نغمہ زناں ایں ترانہ نیست

۲۸۰

اے دل غمگیں مباش کہ جاناں رسیدنی ست — درکام تشنہ چشمۂ حیواں رسیدنی ست[۱]
اے دردمند ہجر، میندار دل ز درد — کاینک طبیب آمدہ درماں رسیدنی ست[۲]
اے گلستانِ عمر زسر، برگ تازہ کن — کاں مرغ آشیاں بگلستاں رسیدنی ست
پروانہ وار پیش روم بہر سوختن — کاں شمع دیدہ در شب ہجراں رسیدنی ست
درره بساط لعل، زخونِ جگر کشم — کاں نازنیں چو سرو خراماں رسیدنی ست
جانے کہ از فراق رہا کرد خانہ را — یاد آ ورید کار زدے جاں رسیدنی ست
با خویش میزدم کہ فراق ار چنیں بود — کایں جاں نیت درکنج زنداں رسیدنی ست
کا ور دبخت مژدہ کہ خسرو تو غم مخور
تیر بلا بسینہ فراواں رسیدنی ست

۲۸۱[۳]

ہر سو کہ با ہزار کرشمہ خرام تست — صد دل فتادہ پیش، بہر نیم گام تست
وہ آں توئی دیا مہ گردوں ویا خیال — ماہے کہ گاہ گاہ ببالائے بام تست

---

[۱] بیت محذوف در ن   [۲] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل اضافہ ست ـ
اے آب دیدہ بخیتی گرد کن گہر ٭٭ کاں بادشاہ دررہ ویراں رسیدنی ست
[۳] غزل محذوف در ن

جانم فدای زلفِ تو آندم که بُرد سمت   "کاین چیست موی بافته؟ گوئی که دام تست"
خود را ز تو سلام کنم زان همی زِیَم   میرم از این گمان نبرم کاین سلام تست
مستی گزرم تمام بسوز و عجب مدار   زین سان که دل بپختن سودای خام تست
چون میکشی مرا زلف خویش، بیش ازاین   یکجرعه ای بریز که ای کشته تشام تست
خونم نگین نگین که فرو می چکد ز چشم   بر هر نگین ز کلکِ وفا نقش نام تست
جائی که هست در کفِ اندیشه ها گرو   بر رُخ ز خون قباله نوشتم که نامِ تست

خسرو که هندوانه سخن کج کج آورد
یک خنده کن وظیفهٔ او چون غلامِ تست

۲۸۲

ت

ای غمزه زن که تیر جفا در کمانِ تست   آهسته‌تر که دست دلم در عنان تست
بنمای رخ که شاد برانم ز دیدنت   روزی دو سه که غمزده مهمان تست
جانها بباد داد که دایم شکسته باد   آن گیسوی که بر سر سرو روانِ تست
داغیست از شرارهٔ آهِ کسی مگر   خالِ سیه که بر رُخِ چون ارغوانِ تست
گر[1] هر زمان بخانهٔ دیگر شوی نباز   میزیبدت که بر همه عالم ازآنِ تست
زان میزیم که بر دهن انگشتری نهم   بشبها در این خیال برم کان دهانِ تست
گفتم "بکش که باز رهم" ناوک مژه   بنمود و گفت "این همه از بهرِ جانِ تست"

فریاد خسرو ار شنوی شب بکوی خویش
رنجه مشو که فاختهٔ بوستانِ تست

۲۸۳

ت

ای آرزوی دیده دلم در هوای تست   جانم اسیرِ سلسلهٔ مشکسای تست

---

[1] بیت محذوف در نسخهٔ ن

هستند در دعائے رہے جملہ مردمان　　بہر نجات عشق و رہے در دعائے تست
گہ خشم و گہ کرشمہ و گہ عشوہ گاہ ناز　　مسکیں کسے کہ شیفتہ و مبتلائے تست
تا چند تیغ برکشی و سر طلب کنی　　اینک سرے کہ مطلبی زیر پائے تست
ما جان فدائے خنجر تسلیم کردہ ایم　　خواہی بجش و خواہ بکش رای رائے تست
گفتی کہ ابر گشت فلانے ز آب چشم　　ایں ابر مدتیست کہ اندر ہوائے تست
دل رفت و نیز سینہ تہی شد ز آب چشم　　اے صبر باز گرد کہ آن جائے جائے تست
اے خط سبز بر لب جاناں خضر توئی　　ما را بکش چو آب خضر آشنائے تست
اے قرص آفتاب کہ دوری ز دست ما
آخر لبے بجش کہ خسرو گدائے تست

۲۸۴

ت
جانا کرشمہ تو رہ عقل و دیں زدہ ست　　فریاد از آں کرشمہ کہ راہم چنیں زدہ ست
فتنہ بگوشہ ہائے دو چشمت نہاں شدہ　　آفت بکنجہائے دہانت کمیں زدہ ست
ماریست[۱] گرد عقرب زیں حلقہ جبہ اے　　آں جعد حلقہ حلقہ کہ در زیر زیں زدہ ست
تا باد برد بوئے تو در باغ پیش سرد　　از باد، لالہ زار کلہ بر زمیں زدہ ست
از بہر آں کہ لاف جمال تو میزند　　صد بار باد بر دہن یاسمیں زدہ ست
گفتم بہ دل کہ بر تو کہ زد ناوک جفا　　سوئے تو کرد اشارت پنہاں کہ ایں زدہ ست[۲]
خسرو تو کیستی کہ درآئی درایں شمار
کایں عشق تیغ بر سر ہر مرد دیں زدہ ست

---

[۱] بیت محذوف در نسخہ ن

[۲] بعد ازیں در نسخہ ن بیت ذیل اضافہ ست

چشم تو رائے زد کہ کشد بندہ را بہ ظلم　＊　انصاف می دہم کہ چہ رائے چنیں زدہ ست

۲۸۵

خونخوار چشمِ تو که رهِ مرد و زن زده ست　　هر شب بخوابگاهِ منِ ممتحن زده ست
من خاکِ راه بوسم و، از خود بغیرتم　　آه از صبا که بوسه ترا بر دهن زده ست
دل دامنت گرفت و رها چون کند کسے　　پیرے که بوئے یوسفش از پیرهن زده ست
گر گه بیامدی بسوئے کاروانِ صبر　　لیکن بلائے غمزهٔ تو راه من زده ست[1] .
اے پارسا چه سرزنیم تو، که مے فروش　　صد کوزه بر سرِ منِ توبه شکن زده ست
دی گفتی "آه میزنی" از مات شرم نیست　　آتش زدست در من و زاں یک سخن زده ست
روزم چو بے وے ست شبش خواب دیده ام　　کاں جانِ پاک تکیه به پهلوے من زده ست
بر کوه باد نالهٔ خسرو نه بر دلت
کایں تیشه ایست سخت که آں کوهکن زده ست

۲۸۶

تا دیده در جمالِ تو دیدن گرفته است[2]　　خونابه ها ز چشم چکیدن گرفته است
مهر و مه است در نظرم کم ز ذرّه اے　　تا خاک آب دیده کشیدن گرفته است
چون کرده ایم نسبتِ گُل با جمالِ او　　دل هم ز شوق جامه دریدن گرفته است
کے پندِ واعظم بنشیند بگوشِ دل　　گوشم که خواریِ تو شنیدن گرفته است
در جاں هزار گونه جراحت پدید شد　　لب را بقهرِ ما چو گزیدن گرفته است
دل را هوائے شربت و آبِ زلال نیست　　در عاشقی چو زهر چشیدن گرفته است
تا گفته ای که جانبِ خسرو همی رَوَم
اشکش ز دیده پیش دویدن گرفته است

---

[1] بعد ازیں در نسخهٔ ن بیت ذیل اضافه است ؎
ساقی بیا که شب به میاں کرد زهد و رفت ٭ زاں یک غزل که صبحدم آں راه زن زده ست
[2] غزل در نسخهٔ ن موجود نیست

۲۸۷

بنگر که[1] اشک دامن ما چون گرفته است
کو تیغ غمزه اے که مرا خون گرفته است

زلفش بدیده مشتِ خیالش بطرفِ چشم
سِغسته فگنده خوش لبِ جیحون گرفته است

ما میخوریم دم بدم از اشک جامِ خوں
تا برلب آں صنم مئے گلگون گرفته است

در گریه یافت دیده خیالات ابرویت
دل گیر بود زلفِ تو ویں خوں گرفته است

بهرِ خیالِ خاکِ قدومِ تو چشمِ ما
بر هر مژه دو صد دُرِ مکنون گرفته است

از عشقِ دوست سینهٔ خسرو شده بسوز
یعنی درون در آتش و بیرون گرفته است

۲۸۸

لشکر کشید عشق و دلم ترک جاں گرفت
صبر گریز پاے سر اندر جهاں گرفت

گفتی که "ترک من کن و آزاد شو ز غم"
آساں بترک همچو توئی چون توان گرفت؟

اے آشنا که گریه کناں پند میدهی
آب از برون مریز که آتش بجاں گرفت

نظاره هم نکرد گرِ سوختن مرا
آں کس که آتشم زد و از من کراں گرفت

در طوقِ بندگیش رَود دل بعاقبت
هر فاخته که خدمتِ سرو رواں گرفت

اکنوں که تازیانهٔ هجراں کشید دل
جانِ رمیده را که تواند عناں گرفت

خسرو کز او ست تشنهٔ شمشیر آبدار
ز آتش چه غم که دشمنش اندر زباں گرفت

۲۸۹

چشمت[2] بعشوه جان دو صد ناتوان گرفت
گر عشوه اینست جان و جهان میتوان گرفت

رویت بزلف بس دل و جانها که صید کرد
ایں گل بدامِ خویش چه خوش بلبلان گرفت

---

[1] غزل در نسخهٔ ن موجود نیست
[2] غزل در نسخهٔ ن محذوف است

هر تیرِ غمزه‌اے کہ بینداخت بر دلم دل چون الف میانهٔ جانش روان گرفت
در گریه نامِ زلفِ تو بگذشت بر زبان گریه گره ببست و ز حیرت زبان گرفت
جانم زبانِ سست درا و بهت هم سخن گفتی نمی توان که نباشد، بجان گرفت
حلقِ رقیب بسته شد از رغبتِ تنم اے واے بر سگے که بحلق استخوان گرفت

سلطانِ ملکِ عشقِ تو خسرو بحکم شد
تا سوے بے نشانی از رویت نشان گرفت

۲۹۰

زلفت بظلم گرچه جهانے فرو گرفت نتوان همه جهان به پئے تارِ مو گرفت
در ماهتاب دوش خرامان همی شدی یا مهت بدید و چادرِ شب پیش رو گرفت
من چون کنم که روے دگر خوش نمیکند این چشمِ زود سیر که به روے تو خو گرفت
وقتے زبانِ طعن گشادم به بیدلی اینک دلِ خراب مرا حقِّ او گرفت
بوسیدم آن لب و ز شکر میکند سخن یعنی بخواهد این نمکم در گلو گرفت
ساقی بیار مے که چنان سوخت دل ز عشق کز سوزِ این کباب همه خانه بو گرفت
اے پرده پوش قصهٔ من، بگذر از سرم کاین سرگذشتِ من همه بازار و کو گرفت
بس پارسا که از هوس شاهدانِ مست در میکده در آمد و بر سر سبو گرفت

جان برده بود خسروِ مسکین ز نیکوان
عشقِ تو ناگهانش در آمد فرو گرفت

۲۹۱

امشب[1] که چشمِ من به تهِ پاے او بخفت جان رخ نهاده بر رخِ زیباے او بخفت
شب تا به صبح دیدهٔ من بود و پاے او چشمم نخفت هیچ و لے پاے او بخفت

---

[1] غزل محذوف در نسخهٔ ن

مردم ز دیده در طلبش رفت وآن نگار | از راه دیگر آمد و بر جائے او بخفت
با هر مژه عتاب دگر داشتم ولیک | سرمست بود نرگس رعنائے او بخفت
از رشک تا به صبح نخفتم که جعدِ او | پیچیده در میانش و بالائے او بخفت
آن جعد تیره پشت بمن کرد دوش و باز | کاندر رهش ز بهر چه مولائے او بخفت

نومید باد دیدهٔ خسرو ز روئے او
گر چشم من شبے به تمنّائے او بخفت

۲۹۲

آب حیات من که نم از من دریغ داشت | خاک رهش شدم قدم از من دریغ داشت
من هر شبے نشسته ز هجرش به روز غم | او پرسشے به روز غم از من دریغ داشت
گر گه بوئے او شدمے زنده پیش ازیں | آن نیز باد صبحدم از من دریغ داشت
صد دوست بیش کشت، نه من نیز دوستم؟ | آخر چه شد کہ این کرم از من دریغ داشت؟
من در سر قلم زدم آتش ز دودِ آه | او دودهٔ سر قلم از من دریغ داشت
کاغذ مگر نماند که آن ناخدائے ترس | از نوک خامه یک رقم از من دریغ داشت
کردند اگر وفا کم و گر بیش نیکوان | او هر چه هست بیش و کم از من دریغ داشت[1]

خسرو چگونه بند کند صبر را که یار
موئے ز زلفِ خم بخم از من دریغ داشت

۲۹۳

زیر کله نمونهٔ روئے تو مه نداشت[2] | کس ماه را نمونه به زیر کلهِ نداشت

---

[1] در نسخهٔ ن دو بیت ذیل زائد است ؎
گفتم ز فرق تا به قدم حلقه چوں رکاب | وان شهسوار من قدم از من دریغ داشت
بر دیگراں نوشت بسے نامهٔ وفا | بر حاشیه سلام هم از من دریغ داشت

[2] غزل محذوف در نسخهٔ ن

بگرفت چار سوے رخت زلف و ہیچ وقت
یک شب جہاں چو روے تو در چار دہ نداشت

در ضبط آفتاب نشد ملک نیم روز
کز زلف عنبریں تو قیرِ سیہ نداشت

دودش بہ آتشے بسینہ ہمی زد ہواے تو
بگریخت اشک و سوختہ شد دل چو رہ نداشت

خونم بخورد و چشمِ تو لب تر نکرد از آنک
دُو دِ دگر نوشت و خطِ تو نگہ نداشت

با ایں ہمہ وفاے تو دار د میانِ جاں
دل خود بہ دست رفت چو او کس نگہ نداشت

از خون نوشتہ ام بد و رخ ماجراے عشق
از بسکہ در سفینۂ دل جایگہ نداشت

یک وعدۂ تو در حقِ خسرو بسر نشد
گوئی کہ باد بود کہ بارِ گنہ نداشت

۲۹۴

اے باد[۱] ازآں بہار خبر دہ کہ تا کجاست
وز دیدہ زاں نگار خبر دہ کہ تا کجاست؟

گر ہیچ در رہے گذرانش رسیدہ ای
یک رہ ازآں سوار خبر دہ کہ تا کجاست؟

من ہمچو گل بسوختم از آفتابِ غم
آں سرو سایہ دار خبر دہ کہ تا کجاست؟

من زاب دیدہ شربتِ غم نوش میکنم
آں لعلِ خوشگوار خبر دہ کہ تا کجاست؟

خونم زغم چو نافہ بماند اندرونِ پوست
آں زلف مشکبار خبر دہ کہ تا کجاست؟

جانم چو سرمہ سودہ شد از سنگِ آرزو
آں چشم پُر خمار خبر دہ کہ تا کجاست؟

اے پیک تیز رَو بروآں یار را بپرس
کز من برفت یار خبر دہ کہ تا کجاست؟

اے مرغ نامہ بر بپرِ تو گر نوشتہ شد
باز آئے زینہار خبر دہ کہ تا کجاست؟

خسرو کہ ایں حدیث زیارے شنیدہ ای
بر بر و زآں دیار خبر دہ کہ تا کجاست؟

۲۹۵ و

آں ترک نازنیں کہ جہانے شکار اوست
دلہا اسیر سلسلۂ مشکبار اوست

---

۱ غزل محذوف در ن

اندیشه نیست گر طلب جان کند ز من   اندیشهٔ من از دل نا استوار اوست

بادا فدای زلف و رخ و قامت لبش   یک جان من که سوختهٔ هر چهار اوست

آن ناخدای ترس، همه روز مست ناز   دیوانهٔ چو من همه شب در خمار اوست

گر[1] دل برد ز دست، بگو که حق اوست   ور جان کند شکار، بکن گو که کار اوست

دل شد ز دست و سوز دلم ماند هم خوشم   کاین داغ درد درونهٔ من یادگار اوست

خونم[2] که آب میکنی ای دیده رنج نیست   لیکن میا ز دیده که آنجا گذار اوست

ما را از آرزوی لبت جان بلب رسید   ای بخت آنکه همچو توئی در کنار اوست

خسرو گرت خیال پرستش امان دهد
زنهارش استوار نداری که یار اوست

۲۹۶[3]

مائیم کآفتاب غلام جمال ماست   صد عید نو در ابروی همچون هلال ماست

روشن که می نماید از آئینهٔ سپهر   آن آفتاب نیست، خیال جمال ماست

تا چشم اختران نرسد در کمال ما   چرخ کبود پردهٔ عین الکمال ماست

در پیش ما بهای جهانست کنجدی   آن نیست کنجد، وآگر آن هست خال ماست

از عشق ما کسی نزید وانکه میزید   از کاهلی غمزهٔ مردم شکال ماست

عاشق کشیم و سایهٔ رحمت نیفگنیم   کاین مرحمت بمذهب خوبان وبال ماست

عشاق پیش ما دو جهان میکنند، لیک   این پیشکش چه در خور عز و جلال ماست

آن عاشقی که گشت گم اندر خیال او   او خود نماند وان که بود هم خیال ماست

پامال گشت در ره ما خسرو و دیت
او را همین بس است که او پایمال ماست

---

[1] بیت محذوف در ن   [2] بیت محذوف در ن   [3] غزل محذوف در ن

۲۹۷

اے پیرؒ خاک پائے تو نورِ سعادت است — مقراض تو بہ تو چو لالے شہادتست

ہستی تو آں نظام کہ نون خطاب تو — محراب راست کردہ برائے عبادتست

دیدم آنکہ طلعت تو دیدار ریش نبود — ہست آں سگے کہ خفتنِ صبحش لعبادتست

تو شمع صبح شعلہ شوقے کہ از تو خاست — زاں ہر یکے شرارہ چراغ ہدایت است

علامہ اے کہ معرفت انبیاش ہست — اور ابہ پیش تو محلِ استفادتست

در عہدِ تو قیام جہاں از وجودِ تست — مانند صورتے کہ قیامش بمادتست

ہر یک مریدِ تو چو ہلالے ست از رکوع — ہر شب ہلال و ار ازآں در زیادتست

بتواں مرید گفت مرید ترا کہ اوست — آں مردمے کہ فتنۂ عینِ سعادتست

امید کز تو واصل گردد چو خرد و پیر

خسرو کہ بے وصال چو حرف ارادتست

۲۹۸

از لعل آتشینِ تو دل کانِ آتش است — زاں لعل سوختہ است دل و جانِ آتش است

بشکن بتانِ آذر ازآں رو خلیل وار — کاں روے تو نہ روئے گلستانِ آتش است

سرگشتہ عاشق از تو بگو گوئے چوں برد — دل اسپ روم ور روئے تو میدانِ آتش است

دی تیر میکشادی و میسوختی مرا — بر تیر نے ز غمزہ و پیکانِ آتش است

ایں تن کہ سوز عشق برآورد داد از او — کشتی چوب بر سرِ طوفانِ آتش است

خسرو تنے چو کاہ و فراقے درونہ سوز

درویش خانہ از خس و باران آتش است

۲۹۹

از بندِ زلف، غمزدگاں را سبب فراست — وز قند لعل دلشدگاں را طرب فرست

لہ تا سہ ہر سہ غزلیات در نسخۂ ان موجود نیست

از من به فن لب آمده جانے ربوده ای — یک بوسه نامزدکن و بازم بلب فرست
تو ماه و من چو تار قصب در غمت ضعیف — اے ماهتاب، نور بتار قصب فرست
امروز چوں بخنده رطب لب کشوده ای — مارا خبر از آں رطب بو العجب فرست
سلطانے از پے تو فرستاد جان، تو نیز
از وعدهٔ وصال بجانش طرب فرست

۳۰۰

بازآں حریف بر سر سودائے دیگرست — هر ساعتے بخون منش رائے دیگرست
دل برده رخ بپرده نہاں میکند ز من — ایں وجه جز برده تقاضائے دیگرست
راضی نمی شود به دل و دیده هجر او — ایں دزد در تفحص کالائے دیگرست
پندم مده که نشنوم اے نیکخواه از آنک — من با توام ولے دل و جاں جائے دیگرست[۱]
دیوانه گشت خلق که از سحر چشم او — هر دم بشهر فتنهٔ و غوغائے دیگرست
از بهر آنکه دست نیاید بجاد وان — هر ساعدش درا ید بیضائے دیگرست[۲]
خسرو بیک نظارهٔ رویش ز دست شد
ویں دیده را هنوز تمنائے دیگرست

۳۰۱

یارب کہ این درخت گل از بوستان کیست؟ — ویں غنچهٔ شکر شکن از نقل دان کیست؟
بازآں پسر که میگذرد از کدام کوست؟ — بازآن بلا که میرسد از بهر جان کیست؟

---

[۱] بعد ازیں در نسخهٔ ن بیت ذیل زائد ست ؎
خارا دل ست یار و لے کاندهش کشد ٭ آں را تو دل مگوئے که خارائے دیگرست
[۲] ایں بیت در نسخهٔ ن محذوف است و بجایش بیت ذیل اضافه است ؎
بر گر به بوسهٔ به خسرد زرد روئیم ٭ کیں زعفران در خور حلوائے دیگرست

از خون نشان تازه همی بینمش بلب — تا خود که بازگشته و آن خود نشان کیست؟
میگفت دی که بر من آواره بر گذشت — کافوگار کرد پای من این استخوان کیست؟
شب ناله ام شنید و بپرسید از رقیب — من شب نخفته ام، همه شب این فغان کیست؟
خون میرود ز دیده و جان میرود ز تن — آن زخمها ز غمزهٔ نامهربان کیست؟
این سوزشی که در دل آوارهٔ منست — داغ کسی ست، لیک ندانم از آن کیست؟
ای باد اگر برای من آورده ای پیام — بار دگر بگو بخدا از زبان کیست؟
جانا اگر شبی دهنت بر دهن نهم — خود را بخواب سازد و گو کاین دهان کیست؟

بیدار از آن ست مه که بشب پاسبان تست
خسرو که خواب می نکند پاسبان کیست؟

۳۰۲

لعل لبت[1] بچاشنی از انگبیں به است — رشک رخت بنازکی از یاسمیں به است
ده فرق در میان تو و آفتاب چیست — دید آسمان بسوی تو و گفت این به است
در باغ سرو راست بسی دیده ام ولے — چیزے که سرو راست همین آستیں به است
نامه سیاه پیرهنی کاغذیں به است — نائیم سر زده قلمے کز پے خطش
از آب تیغ شسته شود هر گنه که هست — بر جرم عشق غمزهٔ آں نازنیں به است
اے شوخ تا تو در دل من جائے کرده ای — این است دوزخے که ز خلد بریں به است
یک تلخی آرزوست من تلخ عیش را — آلودهٔ لبت که ز صد انگبیں به است

گفتی "تنت نگون و دلت خونست خسروا"
مارا همیں نگونه[2] بر انگشتریں به است

---

[1] غزل محذوف در نسخهٔ ن

[2] یعنی نگینه

۳۰۳

گر باغ[1] پر شگوفه و گلزار خرم است | ما را چه سود چون دل ما بستهٔ غم است
چون باد صبح گرد غم آباد کائنات | بسیار گشته‌ایم ولے شادماں کم است
جز سیل غم نبارد ازیں سقف نیلگون | مسکیں کسے کہ ساکن ایں سبز طارم است
جز خون دل مدام نباشد شراب او | ہر جا یکے فقیر در اطراف عالم است
اہل تمیز خوار و حقیر اند نزد خلق | جاہل بنیز و خویش بغایت مکرم است
چشم طرب چگونہ تواں داشتن ز چرخ | کایں خیره گرد نیز ز اصحاب ماتم است
زاہنائے روزگار وفائے ندید کس | رحمت بر آں کسے کہ بایشاں نہ ہمدم است
حقا کہ یک پیالۂ دردے و پارۂ غم | خوشتر بسے ز جام و سراپردۂ جم است

خسرو برو بکنج قناعت قرار گیر
مے نوش و سر متاب زیارے کہ محرم است

۳۰۴

آن خط[1] پر بلا کہ در آغاز رستن است | با او چہ فتنہ ہا کہ در آغاز رستن است
ساکن ترے کہ مید مد آن سبزه بر گلت | ترکا ہلی سبزه کہ از ناز رستن است
آغاز خط بما منما و مکش از آنک | ہر آفتے کہ ہست در آغاز رستن است
با ما روا مدار کہ آید بروں ز پوست | آں دشمن کسے است کہ در ساز رستن است

ترسم کہ راز خسرو ازیں دل بروں دہد
خط با لبت نهفتہ کہ در ناز رستن است

۳۰۵

از عشق[1] اگر دلت چو کباب بے بتابہ ایست | دل باشدار ز نرخ کباب کبابہ ایست

---

[1] تا ۳۰۵ ایں غزلیات در نسخهٔ ن موجود نیست

هر دل که در تنے به هوائے سعید است | دل نیست آن که شاهدے اندر نقابه ایست
ناخوش تر است بوئے تو هر چند کز غرور | بر گلخنت ز مشک و ز عنبر گلابه ایست
ای آنکه آب خوش خوری از تشنگیٔ فسق | باقی ز آب خوردِ تو بانگ شرابه ایست
ره رو که تا بلند کنی ز اطلسِ فلک | در پائے آن بلند قدم پائے تابه ایست
در زنده عیب زنده دلان نیست خود به نقص | در آب خضر اگر چه گلش آفتابه ایست
از شیشهٔ سپهر طلب مے که در صنعت | بر روے فرشته هم چو مگس بر قرابه ایست

خسرو کجاست صورت معنی دهد جمال
ز آئینهٔ دلے که سیه همچو تابه ایست

۳۰۶

من کیستم[۱] که کین غمت با چو من کسے ست | طوفان آتشے چه بدنبال خسے ست؟
خود را ببین در آئینه و انصافِ ما بده | کز چون توئی جدا شدن اندازهٔ کسے ست؟
گر زانکه بادِ هجر مرا برد همچو خس | زین سان بخاک کوئے تو خاشاک و خس بسے ست؟
ای باد چون رسد همه را ز زکوٰة حسن | یادش دهی که از همه وامانده واپسے ست؟
چون گویمش بروے کما ز نسبت است دور | خطِ عذار را و چو گلیمے بر اطلسے ست؟

بے سرو خود چه جائے گلستانست خسروا
باغ بهار بے رخِ معشوق مجلسے ست

۳۰۷

ای آفتاب[۲] تافته از روئے انورت | وے کوفته نباتِ ز لعل چو شکرت
شکلِ صنوبرِ قدِ تو چون پدید شد | بشگفت سرو از قدِ همچون صنوبرت
خواهد که بوئے تو بکند باد صبح اگر | یا بد نسیمے از سر زلفِ معنبرت

۱؎ و ۲؎ غزلیات محذوف در نسخهٔ ن

موئے تو سر بسر ہمہ مشک است و ہر دمے — از نافہ پوست باز کند مشک از فرت
اے کوہ حلم، حلم ترا چوں پدید کوہ — بے سنگ شد ز غیرت ذات مؤقرت
تا صیت گوہر تو بدست صدف فتاد — دریا تمام آب شد از شرم گوہرت

سرگشتہ اند خاک ترا خسروان دہر
زاں خاک گشت خسرو بیچارہ بر درت

۳۰۸

گیرم کہ نیست پرسش آزادگاں فنت — کم زاں کہ گاہ آگہی باشد ازمنت
خورشید وار یک نظرے کن کہ بردرند — سرگشتہ صد ہزار چو ذرات روزنت[۱]
تو دانی و کساں، بحلت باد خون من — بارے زبار من بود آزاد گردنت
افتادگان کہ بر سر کویت شدند خاک — دامن کشاں مرو کہ نگیرند دامنت
تو آفتاب حسنی و من در شب فراق — وین تیرہ روز یم شدہ چون روز روشنت[۲]
مُردم از این ہوس کہ چو جان در برت کشم — کز جانست زندہ ہر کس و جان من از تنت

بہر خدائے چہرہ، ز نامحرماں بپوش
خسرو بس ست بلبل نالان بگلشنت

۳۰۹ — غ

ازاں گہے کہ دل من برسوئے یار منست — زہے دراز کہ شبہائے انتظار منست
ز من[۳] نماند نشان و دلم بزلف تو ماند — بگوش داری جانا کہ یادگار منست

---

[۱] بعد ازیں در نسخۂ ان بیت ذیل اضافہ است :-

ترکی و بہر رزم زرہ نیست حاجتت ※ می باشد آب دیدۂ عشاق جوشنت

[۲] در نسخۂ ن بیت ذیل بعد ازیں اضافہ است :-

پیکاں درون دل مکن اے پند گو زباں ※ نے خار پاست این کہ برآید بہ سوزنت

[۳] بیت محذوف در نسخۂ ان

مگر تو خود کُنی این لطف ورنه میدانم — که آن جمال نه درخوردِ روزگارِ منست
مرا بمستی معذور دار اے هشیار — که این زمام نه در دستِ اختیارِ منست
چو لاله غرق بخونم، چو گل گریبان چاک — زہے شگفته که امسال نو بهارِ منست
هزار بار همی گفتمت اے دلِ بدخو — که عشقبازی بانیکوان نه کارِ منست
نشانِ خاک ستم کُشته ایست در رهِ عشق — هر آن غبار که بر دامنِ نگارِ منست
بہ تیغ در حقِ خسرو حقِ جفا بگذار
خدائے خیر دهادش که حق گذارِ منست

۳۱۰

زبس که گوش جهانے پُر از فغانِ منست — بشهر بر سرِ هر کوے داستانِ منست
زبیدلی اگرم جان رود عجب نبود — چو دل نمیدهم آنکه دلستانِ منست
دعائے عمر کنندم ولے قبول مباد — مرا چو زنده نمیخواهد آنکه جانِ منست
ز زخم[۱] چابک هجران دمے رسم بعدم — اگر نه پنجهٔ اُمید در عنانِ منست
چو شمع سوختم ار نام گفتمش، همه شب — مرا زبانه آتش همیں زبانِ منست
میانِ جان و تنم دوری افتد و ترسم — ز دوریے که میانِ تو و میانِ منست
تو در میانِ من از جان خسته تنگ میا — که یک دو روز درین خانه میهمانِ منست
مبیں گدائی من بر درت که در همت — توانگرم که غمت گنج شایگانِ منست
درونِ[۲] من همه شب چون چراغ میسوزد — مگر فتیلهٔ آن مغز استخوانِ منست
توزانِ من نشوی گرچه بختِ آنم نیست
همیں بس است که گوئی که خسرو آنِ منست

۳۱۱

زخونِ دل که برخسار ماجرائے منست — بخوان بلطف که دیباچهٔ وفائے منست ب

---

۱ و ۲ هر دو بیت محذوف در نسخهٔ ن

نفس رسیده بآخر، ہوس نماند جز این | کہ بشنوم ز تو کاین مردن از برائے نست
درون جاں تو ئی از بہر آنش دارم دوست | وگرنہ جان مرا بے تو یک بلائے نست
فضول بیں تو کہ جائے ہمی نہم خود را | کہ زیر پائے سگ کوئے دوست جائے نست
چہ حد دعوی نیلوفر، آنکہ لاف غرور | زند کہ چشمۂ خورشید آشنائے نست
بسوختم ز دل و ہم بہ پیش دل گفتم | کہ روئے ایں دل بد روز من بلائے نست
کجا روم کہ مرا کرد بوے او گمراہ ؟ | کہ ہر سپیدۂ دم آں بوے آشنائے نست

بنال پیش درش خسروا کہ آں سلطان
شناختست کہ ایں نالہ گدائے منست

۳۱۴

رخت ولایت چشم پر آب را بگرفت | غمت درونہ جان خراب را بگرفت
چگونہ خواب برد دیدہ راز ہجرانش ؟ | چنیں کہ خون جگر جائے آب را بگرفت
گرفت خط لب چوں آب زندگانی او | بسان سبزہ کہ لبہائے آب را بگرفت
سوال کردم بوسہ ازاں لب چو شکر | سخن درآمد و راہ جواب را بگرفت
ز غیرت رخ او آفتاب خواست زچرخ | فرو فتد کہ ذنب آفتاب را بگرفت

رواست گر بزند خیمہ بر فلک خسرو
کہ آں کمند چو مشکیں طناب را بگرفت

۳۱۳

مے گذشت کہ آں مہ بسوئے ما نگذشت | شبے نرفت کہ بر جان ما بلا نگذشت
مرا ز عارض او دیر شد گلے نشگفت | چو گلبنے کہ براو ہیچ گہ صبا نگذشت
گذشت در دل من صد ہزار تیر جفا | کہ ہیچ در دل آں یار بے وفا نگذشت

لہ و لہ ہر دو بیت محذوف در نسخۂ ن — سہ غزل محذوف در نسخۂ ن

مسیح من چو مرا دم نداد، جاں دادم — ولیک عمر ندانم گزشت یا نگذشت
بریخت چشم مرا آب وآں بتِ بدخو — چہ آب ریختگی کاں بروئے ما نگذشت
کبوترے نبرد سوے دوست نامۂ من — کز آتشِ دلِ من مُرغ در ہوا نگذشت
چہ سود ملک سلیمانت خسروا بسخن
چو ہدہدِ تو گہے جانبِ صبا نگذشت

۳۱۴

مرا کرشمۂ آں ترک گلعذار بکشت — مرا شکنجۂ آں جعدِ ہمچو مار بکشت
سوار میشد و یک شکل و صد ہزار نظر — ہم اولیں نظرم شکلِ آں سوار بکشت
مگر کہ بادِ صبا بر درخشِ گلگو نش — کجاں سوختگاں را چراغ وار بکشت
طلب کہ میکند امروز خونِ من کہ مرا — کمانِ عشق بہ پیکانِ آبدار بکشت
بآشکار و نہاں چونکہ زانِ خوشتم دید — نہانیم برِ خود خواند و آشکار بکشت
ہزار بار از آں ترک خیرہ کش فریاد — کہ ہمچو من نہ یکے بلکہ صد ہزار بکشت
چو ماہیے کہ در افتد بدام خسرو را
بقیدِ زلف در افگند و زار زار بکشت

۳۱۵

چو چشمِ مستِ تو در خوابگاہِ ناز بخفت — بر آستانت مرا سخت حیلہ ساز بخفت
ز ناز بازیِ چشمت امید وار شدم — ولے دریغ کہ چشمت بخواب ناز بخفت
درایں ہوس کہ بہ بیند بخواب چشم ترا — بخفت نرگس و بیدار گشت و باز بخفت
بباغ با تو ہمی کرد سرو پائے دراز — بیک طپانچہ کہ بادش بزد دراز بخفت
تصورِ تو بخوبی نگنجدم بخیال — حقیقت است کہ در پردۂ مجاز بخفت

ملہ و ٹلہ ہر دو بیت محذوف در نسخۂ ن — ٥٣ غزل محذوف در ن

رخ آں گہیم منودی کہ من زِ دست شُدم　　چہ سود جلوۂ محمود چوں ایاز بخفت

زخاک ہائے نماندہ ست چشم خسرو باز
بخاک پات کہ ایں چشم ہائے باز بخفت

۳۱۶

شبِ فراق سیاہ و مرا سیاہ ترست　　کہ شام تا سحرم زلف یار در نظر است

چگونہ تیرہ نباشد دُخم کہ شمع مراد ؟　　نمی فروزد از ایں آتشے کہ در جگر است

مگو کہ چند شوی بے خبر ز مستیٔ عشق　　کسے کہ مستیش از عشق نیست بیخبر است

ہر آں بلا کہ سد از بداں رسد ہمہ را　　ز نیکوانست مرا ہر بلا کہ گرد سر است

نفیر و نالۂ خلق از جفائے خار بود　　اگر ز بلبل پرسی جفائے گل بتر است

بہ تشنگیٔ بیابانِ عشق شد معلوم　　کہ سایہ نشیں سلامت نہ مرد ایں سفر است

بپائے بوس ہوس بردنم فضول بود　　ہمیں بس است کہ بالینم آستان در است

مگو کہ گر بکشد عشق مات عیب مگیر　　چہ جائے عیب کہ خود عشق را ہمیں ہنر است

تو مست بودی و خسرو خراب تو سحرے
گذشت عمر و ہنوزم خمارِ آں سحر است

۳۱۷

ہنوز آں رخ چوں ماہ پیش چشم من است　　شکنج جانم از آں زلف درہم و شکن است

چہ سود بجتن سودا چو شمع جانم سوخت　　ز آتشے کہ مرا در درونہ شعلہ زن است

شبم کہ تا بقیامت امید صبحش نیست　　نہ ایں شب است کہ بختِ سیاہ روزِ من است

بطعن و سرزنش اے پند گو چہ ترسانی ؟　　سرِ مرا کہ قدم گاہِ سنگِ مرد و زن است

ہزار نامۂ اسلام پارہ کرد خطیب　　کہ باز نامۂ کفرِ ہزار برہمن است

لہ بیت محذوف در ن

مگو کہ بر لب تو لب نہادہ ام در خواب — مرا کجاں بلب آمد چہ جائے ایں سخن است
نہ آں چناں ست کہ حاجت نگہ تواند داشت — لطافتے کہ ببالائے سرو ونارون است

چہ خوانیم سوئے گلزار؟ ترک خسرو گیر
کجا اسیر رخت را سیر گل و سمن است؟

۳۱۸

کسے کہ عشق[1] نباز د نہ آدمی، سنگ است — بلائے عشق کشد ہر کہ آدمی رنگ است
چہ نقش بندی با ناز نینہ ائے کہ بے عشق است؟ — چہ روئے بینی از آئینہ ائے کہ در زنگ است؟
ہزار پارہ کنم جاں مگر کہ در گنجد — کہ چشم خوباں ہمچوں دہانِ شاں تنگ است
رہا کنید کہ تن در دہم بہ بد نامی — کہ نام نیک در آئینِ عاشقی ننگ است
سماع در دلِ من کار کرد، سینہ بسوخت — ہنوز مطرب ما را ترانہ در چنگ است
ز شوق جامہ بصد پارہ گشت ہمچوں گل — ہنوز بلبلِ ما را بنالہ آہنگ است
تو ائے صنم کہ مرا در دلی، چہ سود از آں؟ — کہ درمیانِ من و دل ہزار فرسنگ است
بجنگ تیغ مکش سر بہ آشتی بر گیر — کہ حاصل است بہ صلحت ہر آنچہ در جنگ است

بخشم میروی و در توکے رسد خسرو
کہ دراز و قدم سست و بارکے لنگ است

۳۱۹

شگوفہ غالیہ[2] بو گشت و باغ گل رنگ است — ہوائے بادۂ صافی و نغمۂ چنگ است
بیا و سدِّ قبا باز کن دمے بنشیں — کہ عشق بر دل من چوں قبائے تو تنگ است
اگر ز غمزہ بد آموز می کند، مشنو — ازآنکہ در سر او صد ہزار نیرنگ است
شمائلِ تو مرا کشت و ویں ہمہ فتنہ — ازاں کلاہِ کج و تکمۂ شکر رنگ است

---

[1] و [2] ایں غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

مکن زسنگدلی جور بر منِ مسکیں کہ آخر ایں دل مسکین دل است نے سنگ است

زدستِ خسرو مسکیں پیالۂ بستاں

کہ او غلام شہنشاہ ہفت اورنگ است

۳۲۰

چہ داغہاست کہ بر سینۂ فگارم نیست؟ چہ دردہاست کہ بر جانِ بیقرارم نیست؟

دلم ز کوششں خوں گشت و کام دل نرسید چہ سود دارد و کوشش چو بخت یارم نیست؟

بخاک کوئے تو بسازم چو خاک یار نیم برآستانہ بمیرم چو بہتش یارم نیست؟

خوشم بدولتِ خواری و ملک تنہائی کہ التفات کسے را بروز گارم نیست

مرا مپرس کہ دردم نہاں نخواہد ماند کہ اعتماد بر ایں چشم اشکبارم نیست

نفس بآخرم آمد از آں دہن سخنے کہ بہر کوئے عدم ہیچ یادگارم نیست

ملامتش رسد از خونم ایں ہمی کشدم وگرنہ بیم ز شمشیر آبدارم نیست

زبس کہ در دل خسرو سوار ریش نشست

بعمر یک نفسے بر پئے غبارم نیست

۳۲۱

مرا بعشق دلِ خویش نیز محرم نیست کہ می زند دم بیگانگی و ہمدم نیست

تو رُخ نمودی و عشاق را وجود نماند کہ پیش چشمۂ خورشید روز شبنم نیست

بہ زلفِ تو ہمہ دلہائے سرد راست گذر وگرنہ حالش ازیں گونہ نیز درہم نیست

ہزار سال ترا بینم و نگردم سیر ولے دریغ کہ بنیاد عمر محکم نیست

یکے ز تیغ و یکے از سناں ہمی ترسد مگوئے ہیچ کز اینہا غم و از آں ہم نیست

بجان خسرو اگر زاں کہ صد ہزار غم است

درون جان تو اینست غم، دگر غم نیست

ملہ بیت محذوف در ن

ملہ بیت محذوف ست در نسخۂ ن

۳۲۲

بیا بیا[1] که مرا طاقت جدائی نیست | رها مکن که دلم را ز غم رهائی نیست
دلم ببردی و گر سر جدا کنم ز تنم | بجان تو که دلم را سر جدائی نیست
بریز جرعه که هنگامهٔ غمت گرم است | بگیر باده که هنگام پارسائی نیست
اگر ربوده بزلف تو شد دلم چه عجب | چو کار زلف تو الا که دلربائی نیست
بر آب دیده روانی تو همی خواهم | اگرچه آب مرا بر درت روائی نیست
مرا بپرسی که آخر مرا ز تو غم نیست | اگر نیائی هست و گر بیائی نیست

به بنده خسرو بوسے بده، مکن حکمت
که بنده نیز حکیم است اگر ستائی نیست

۳۲۳

کدام سنگدلت شیوهٔ جفا آموخت؟ | که ناز و شوخیت از بهر جانِ ما آموخت؟
کتابِ صبر بهاں روز من فروشستم | که خوبی تو ترا تختهٔ جفا آموخت؟
فلک نگر که چه خط کرد بر جریدهٔ حسن | جفا درست و وفا درست خطا آموخت؟
جراحتِ جگر خستگاں چه می پرسی؟ | ز غمزه پرس که این شوخی از کجا آموخت
دلے نماند که از تن نبرد ریش عمداً | معلم تو که بوده ست کاین دعا آموخت؟
ز من که عاشق و مستم صلاح کار مجو | چه جائے زرگری آں را که کیمیا آموخت؟
چه روز بود که آمد خیالِ تو در چشم؟ | که غرق کرد مرا و خود آشنا آموخت
دل رقیب نسوزد ز آه من، چه کنم؟ | نمی تواں سگ دیوانه را وفا آموخت

نیافت خسرو کم گشته خویش را با آنک
ز گرد نامهٔ تو خط والضحیٰ آموخت

---

[1] غزل محذوف ست در نسخهٔ ن

۳۲۴

سپیده[۱] دم که زمانه زرخ نقاب انداخت ... بزلف تیرهٔ شب نورِ صبح تاب انداخت
کلید زرشد و بکشاد آفتاب فلک ... بدید هاکه شب تیره قفل خواب انداخت
سحر جواهر انجم بگان دُزد دید ... چو صبح پرده دریدش، بر آفتاب انداخت
چگونه صبح بخندد، که بر روئے ابر سیاه ... سعید کرد وز دیبا بر اُو نقاب انداخت
بدید از دلِ دیر سیاه شب روشن ... کمانِ چرخ هماں تیر کز شهاب انداخت
به کنج روزن و دَر گشت ماهتاب نهاں ... چو مهر خنجر کیں سوئے ماهتاب انداخت
به آخر آمد و شب را بوقتِ صبح نفس ... که تیغ خورد وز خورشید خون ناب انداخت
به رفت شب زپئے زنده داشتن خود را ... به پر تو نظرِ شیخ کامیاب انداخت
فلک جناب، بپذیر بنده خسرو را
چو خویش را بجنابِ فلک جناب انداخت

۳۲۵

چه تیر بود[۲] که چشم تو ناگهاں انداخت؟ ... که بر نشانهٔ دلهائے عاشقاں انداخت
شمائل قدِ رعنا وُ طبعِ موزونت ... هزار فتنه وُ آشوب در جهاں انداخت
چه کرد پیش رخت گل که گل فروش اورا ... بدست خود بگلو بسته ریسماں انداخت
کمال حسن تو جائے رسید در عالم ... که خلق را بد و خورشید در گماں انداخت
وفا وُ مهرِ تو لے یا ربے وفا ما را ... جدا زخدمتِ یاران و دوستاں انداخت
بهر نفس غمِ عشقت هزار تیرِ بلا
بنزدِ خسروِ مسکین ناتواں انداخت

۳۲۶

رخ تو رشتهٔ زلف ازبرائے آں آویخت ... که آفتاب بداں رشته میتواں آویخت

---

[۱] غزل در نسخهٔ ن محذوف

[۲] ایں غزل در نسخهٔ ن موجود نیست

روان شدی و مرا از میاں ہمچوں موئے | بآشکار بہستی و در نہاں آویخت
چہ کرد پیش رخت گل کہ گل فروش ورا | بدست خود بگلو بستہ ریسماں آویخت
دلم چو رشتۂ قندیل باز آتش رخ خویش | بسوختی و بمحراب ابروان آویخت
بماند تا بہ قیامت بموئے آویزاں | کسے کہ یکسر موئے دراں میاں آویخت
عناں کشادہ بدنبالۂ تو آب دو چشم | دو دستہ مردمک دیدہ در عناں آویخت
دلم ز دیدہ بروں شد بماند در مژگاں | گریز کرد ز باراں بناودان آویخت

ز چشم ابروئے او گوشہ گیر شو خسرو
ز ترک مست حذر بہ چو در کماں آویخت

۳۲۷

کجاست دل کہ غمت را نہاں تواند داشت | بصبر کوشد و خود را بر آں تواند داشت
بکام دشمنم از ہجر و دوستی نہ کہ او | دلے بسوئے من ناتواں تواند داشت
کشید خصم تو تیغ و مرا شفیعے نہ | کہ دست مصلحتے درمیاں تواند داشت
ببرد دزد غم دل کہ یار خواب آلود | چگونہ پاس دل دوستاں تواند داشت
خراب[۱] چشم خودم وین نہ آن مے ست کہ چشم | شراب خوار مرا میہماں تواند داشت
بسوزم[۲] از غم و دم کہ نیست ہمدردے | کہ راز سوختۂ را نہاں تواند داشت
ہمی[۳] کشند کہ نامش مبر، چو در دلم اوست | زباں چگونہ زباں در دہاں تواند داشت
نماند از مہ و خورشید نازنین مرا | حیات باد کہ او جای شاں تواند داشت
متاع عمر کہ برباد میرود از دست | مگر کہ لشکر رطل گراں تواند داشت

عنایتے بکن اے دوست بندہ خسرو را
سر نیاز بر آں آستاں تواند داشت

---

[۱] تا [۳] ابیات محذوف در نسخۂ ن

۳۲۸

نگار من که ز جنبیدنِ صبا خفته ست | بگوی بهر دلم ای صبا کجا خفته ست
درین غمم که صبا را گره به تار بُوَد | بر آں حریر کز آں یارِ بی‌وفا خفته ست
بیا[1] بگوی که "باز از چه زنده‌ای و هنوز | مگر که فتنهٔ آں چشمِ پُر بلا خفته ست"؟
محتسب[2] امین، گر ز گورِ عاشقاں آواز | همی رسد که "مپندار خونِ ما خفته ست"
کسی که دعوی بیداری خرد کرده ست | به یک نظارهٔ تو دیده‌ام بجا خفته ست
بخانماں همه کس خوابِ زندگی دارد | جز آں که او ز پیِ هم‌آغوشِ خود جدا خفته ست

حساب وصل مداں خسروا اگر شیریں
بخواب در برِ فرهاد مبتلا خفته ست

۳۲۹

ترا[3] به دین و دیانت درون بباید راست | که کار راست چو دین و دیانت آید راست
نمایدار کمِ خویشت فزوں مشو خوش زانک | یکی به دیدهٔ احوال دو می نماید راست
تو دیده راست کن ار زانکه روی منهج کج پیر | نه حیله راست رود گر چه کس کشاید راست
رفیق راست گزین، کادمی میانِ کساں | اگرچه راست درآید بداں که باید راست
حکیم پهلوی بدخو چناں نشد از رهِ دور | که در میانِ مخالف کسی سر آید راست
تو هم خطا کنی ار باشدت در اصل خطا | که از مشیمهٔ کژ آدمی نیاید راست

مرا بوادی سرکم که عاقبت ره دور
رسد بجائی خسرو اگر گراید راست

۳۳۰

هلال عید[4] جهاں را بنور خویش آراست | شراب چوں شفق و جام چوں هلال کجاست

---

[1] و [2] ابیات محذوف در نسخهٔ ان [3] و [4] هر دو غزل در نسخهٔ ان محذوف ست

نگر شرابِ شفق خورد شب ز جامِ هلال — که هر گهر که در او بود جمله در صحراست
نگر نثارِ جواهر که شب کند بر چرخ — هلال خم شد و جنبید تا ازانش پشت دوتاست
بنیم دائره ماند هلال در گردش — هزار نقطه ز نقشِ ستارگان پیداست
شراب شد به عمل آرد و مایهٔ عملش — که هم مقاطعهٔ پیکرش بخواهد خواست
کمر ببند و گره زن جعد و روشن کن — که کوته است و شب و آفتاب در جوزاست

نه دائره ست زمین در میانِ شیشه که آن
خیال حلقه‌ای از گوشِ شاهدِ رعناست

۳۳۱

بیا[۱] که بی تو دلِ خسته غرقِ خونابست — مرا نه طاقت صبر و نه زهرهٔ خوابست
شبِ امید مرا روزِ روشنائی نیست — جز از رخِ تو که در تیره شب چو مهتابست
یکی ببیں که دل من چگونه می سوزد — درونِ زلف تو گوئی که کرمِ شب تابست
دو چشمِ تو که همی کعبتین غلطانست — مقامرست و لی معتکف بمحرابست
ز جورِ چشمِ تو تن در دهم به بیماری — چو نقدِ عافیت اندر زمانه نایابست
رخِ چو آبِ حیاتِ تو آب بنده بریخت — هنوز دوستیِ بنده هم بر آن آبست
گر آب دیده کنم طعنهای سخت مزن — که همچو خشت زدن در میانهٔ آبست
حکایتِ من و تو پوست باز کرد ز من — نگر شنو مثل گوسفند و قصابست

تو قلب میزنی و بد نگویدت خسرو
چو نیست آن ز تو این از سپهرِ قلّابست

۳۳۲

بهار[۲] غالیه در دامنِ صبا سوده ست — به بوستان ز گل و لاله توده بر توده ست

---

۱ و ۲ هر دو غزلیات در نسخهٔ ان محذوف ست

زشرم بخششِ ابر، آفتاب رُخ بنهفت … چناں کہ پیش کسے پیش روئے بنموده ست
میان غنچہ و گل ہیچ کس نمی گنجد … مگر صبا کہ بے درمیانِ شان بوده ست
بیار بادهٔ پیمانۂ گراں، اگرِ عمر … کسے کہ باده نخورده ست بادپیموده ست

بریز خونِ صراحی کہ ایں جہاں صد خوں
بریختہ ست کہ دستش گہے نیالوده ست

۳۳۳

براں[۱] لبے کہ شکر باحلاوتش شور است … ہزار ملکِ سلیماں بہاے یک مور است
یقیں کہ صورت جاناں تمام بتواں دید … ازاں صفا کہ دراں سینہ چو بلّور است
بکوئے تو نہ عجب گورِ عاشقاں، عجب است … کہ ہم خود از گلِ عشاق خشت بر گور است
دکانِ زہد ببستند عاشقاں امروز … کہ از سواریِ آفاق پُر شر و شور است
ہزار جلوهٔ مقصود میکند گردوں … ولے چہ سود کہ چشم امید ما کور است
فرازِ کنگرهٔ وصل کے تواں رفتن … کہ رشتہ کوتہ و بازوئے بخت بے زور است

ربوده چشمِ تو ہم دین و ہم دل خسرو
مگر کہ عادت آں ترک غارت و عور است

۳۳۴

مرا[۲] بکوئے تو پیوند دوستی خام است … بر آفتاب ز ذرّه چہ جائے پیغام است
ہزار جانِ مقدّس شدند خاکستر … ہنوز پختنِ سودات از آدمی خام است
بیار ساقی دریائے مے کہ جانم سوخت … زجاجۂ دلِ من گرچہ دود نخ آشام است
ازاں چراغ کہ دلہائے خلق میسوزند … چراغ ہا بسرِ کوئے تو بہر شام است
خطاست نسبتِ بالائے تو بسرو، کہ سرو … نہ شوخ و شنگ خرام است و مست خودکام است

---

[۱] و [۲] ہر دو غزلیات در نسخۂ ن محذوف است

دلم که بسته ای باز ده که لاف زنم — که این خرابه ز سلطان خویش انعام است

زکوٰۃ حسن کم از یک نظاره آخر کار
گدائے کوئے توام گرچه خسروم نام است

۳۳۵

رسید[۱] فصل گل و باد عنبرافشان ست — نگارخانهٔ جانان بهشت رضوان ست
بسرو باغ که بیند کنون که در هر باغ — هزار سرو بهر گوشهٔ خرامان ست
کنون بسوئے چمن بے بهشتیان نروم — که هرچه ذوق بهشت ست روی خامان ست
عجب که جام نمی افتد از کفِ نرگس — چنانکه او بغنودن فتان و خیزان ست
حریفِ معنی گل را بجان خرد هر چند — که اصل قیمت و کالائے هزار نان ست
بگوشه‌هائے چمن برگِ گل چو زمزمهٔ گوش — در او ز قطره نگر تا چو درِّ غلطان ست
ز خاره بودی و دامانِ کوه از لاله — کنون ز اطلس لعلش نگر که دامان ست
زمیں بباغ ندید آفتاب از پے شاخ — نگر ز خانه که در سایه‌هائے بستان ست
چنیں که نرگس و گل چشم را بصحن چمن — همی نهند مگر آستانِ سلطان ست
شگفته باد گلِ دولت تو تا به ابد
گلے که بلبلِ او خسرو ثنا خوان ست

۳۳۶

هنوز[۲] آنکه نشینم با تو در سینه ست — هنوز در دلِ من آن هوائے دیرینه ست
هنوز مستم از آن مے که روزیم دادی — هنوز در دلِ من آن خمارِ دیرینه ست
مئے که پیشِ تو با خونِ دل بخوردم — بدیدم آن مے و آن خون هنوز در سینه ست
گذشت آن مه و این لحظه پیش میگوئی — تصوریست که در خواب یا در آئینه ست

---

[۱] و [۲] هر دو غزلیات در نسخهٔ ن محذوف است

نگر کہ چند شدست تابنات نعش شدہ است | ز بہر چرخ کہ با او ہمیشہ در کینہ ست

کسے کہ حاصلِ فردا شناخت بر امروز | نہ بست دل کہ اگر بست کودکِ دینہ ست

چو حال این ست بدہ ساقی آن سفالِ شراب | کہ بر رخِ آن بترکِ ہزار گنجینہ ست

مے مغانہ برسم قلندر آر و ببین | کہ ماہ روزہ و وقتِ نماز آدینہ ست

حذر ز پنبہ بے پشم امردان خسرو
کہ پنبہ گشتہ ازو صد ہزار پشمینہ ست

۳۳۷

شوقِ[1] تو ام باز گریبان گرفت | اشکِ دوان آمد و دامان گرفت

سہل بود ترکِ دو عالم ولے | ترکِ رخ و زلفِ تو نتوان گرفت

جانِ منی، بے تو نفس چون زنم؟ | زانکہ مرا بے تو دل از جان گرفت

ہر کہ چنیں فرصتے از دست داد | بس سر انگشت بدندان گرفت

عارضِ او تا بدر آورد خط | خردہ بسے برمہِ تابان گرفت

خالِ تو بر لعلِ لبت دست یافت | مورچہ ملکِ سلیمان گرفت

دل طلب کعبہ روئے تو کرد | حلقہ آن زلفِ پریشان گرفت

ماوُمے و طرفِ گلستان و یار | بادِ صبا طرفِ گلستان گرفت

بے مہِ رخسار و شبِ زلفِ او | خاطرم از شمعِ شبستان گرفت

خسرو بیدل ز دو عالم برست
وز دو جہان دامنِ جانان گرفت

۳۳۸

جان[2] کہ چنیں تب کش سودائے تست | نعلِ بہائے سمِ شہبائے تست

---

۱ و ۲ ہر دو غزلیات در نسخہ ان محذوف است

دل که سراسیمهٔ کوی غمست | نامزدِ زلفِ مطرّای تست
عقل که او خوب ترین جوهریست | پیشکشِ نرگسِ شهلای تست
پرده برافگن که هزاران چو من | منتظرِ عارضِ زیبای تست

آنچه ز تو حاجتِ خسرو بود
در برش انداز که مولای تست

۳۳۹ آنکه دلم شیفتهٔ روی اوست | شیفته تر می کندم این چه خوست؟
دوش بگفتم که "دهانت نیست" | گفت که "بسیار درین گفتگوست"
به که رخ از خلق بپوشد از آنک | دیدهٔ بد آفتِ روی نکوست
هستیِ من رفت و خیالش نماند | اینکه تو بینی نه منم، بلکه اوست
عاشقم، ار گریه کنم عیب نیست | آب که بر روی غمت آب جوست
بسکه[1] دلِ گم شده جویم بخاک | قامتِ من بین که چگونه دو توست

خسرو ازین گونه که در خود گم ست
عاقبتش در طلب جستجوست

۳۴۰ ب
حسن که اندیشه بکارش گم ست | کی بحدِ معرفتِ مردم ست؟
پرده برافگن که گهِ والضحی ست | زان که رهِ حدِ تو خود گم ست
بارگی آهسته تر، ای هوشیار | زان که صفِ مورِ بزیرِ سُم ست
این تنِ چوبین که بصد پاره باد | پختنِ سودای ترا هیزم ست
خواب بافسون نگر آریم زانک | خوابگهِ غمزده پر کژدم ست
بختِ بدم بنشود ز آبِ چشم | زان که سعادت نه درین انجم ست

---

[1] این بیت در نسخهٔ ن محذوف است و به جایش بیتِ ذیل اضافه است —
ترکِ جهان بینم با وصلِ یار ٭٭ کارِ جهان بین که چها آرزوست

من[۱] بصفا کے رسم از دُردِ خُم؟ — فتنۂ ساقیم چو دَم دردم ست
اے کہ نہی مرغِ حرم، نامِ من — حسرتِ من بر مگسانِ خُم ست

خسروا از عشق نزید نہ بطبع
عنصرِ عشاق مگر بے خُم ست

۳۴۱
شاخِ گل[۲] از نسیم جلوہ گر ست — وقتِ گلبانگِ بلبل سحر ست
خار پہلوئے گل نشاند از آنک — بانگِ بلبل بگوش ہائے در ست
باغ در رقص و جنبش ست از آنک — خون بستہ ز بہر نیشتر ست
چونکہ پیوندِ تست گل، اے خار — نیش در حقِ او نہ از ہنر ست
آخر اے گل نگر ز چندیں سیم — کہ ترا یک دو سہ قراضہ زر ست
خلق را یاد میدہد ز شراب — آں کہ از لالہ کوہ کاسہ گر ست
لالہ از مے پیالہ می گیرد — آں کہ پیمانہ پر شود دگر ست
غنچہ را بیں فراہمی دہنش — گوئیا بوسہ جائے آں لبر ست
چشمِ مستت کشندہ ایست عجب — خوابِ مستیش از آں کشندہ تر ست
ساقیِ من روانہ کن از کف — کشتیٔ من کہ عمر برگذر ست
باغ را از نشاط و عیش خبر — اے خوش آں کس کہ مست و بیخبر ست

خسروا چند از گنہ ترسی
رو، کہ عفوِ خدائے معتبر ست

۳۴۲
دامن[۳] گل ز ابر پُر گہر است — باغ را زیب و زینت دگر است
غنچہ برباد داد دل، چو کشاد — چشم بر گل کہ مو بروئے فر است
بہ یکے جام کش رسید از دور — نرگس افتادہ مست و بیخبر است

---

۱ بیت محذوف در ن   ۲ ایں غزل در نسخۂ ن محذوف است   ۳ غزل محذوف در ن

همه از سرو می برد بلبل | نیک یکبارگی بلند بر است
هرچه تسخیر "کیف یُحیی الارض" | خواند بلبل بخطِ سبزه در است
گل ورق راست کرده از شبنم | مهرهٔ آں ورق همه گهر است
دوستاں راکنوں ز بهرِ نشاط | جانبِ باغ و بوستاں گذر است
ورقِ گل اگر لطیف افتاد | خطِ سبزه از آں لطیف تر است

نه رود سوئے باغ خسرو از آنک
باغ او بزمِ شاه نامور است

۳۴۳
شب گذشته ست و اولِ سحر ست | بانگِ بلبل بے نوید گر ست[1]
وقتِ او خوش که درچنیں وقتے | باده بر دست و نازنیں بسر ست
کشتیِ باده نه بکف، بارے | عمر ازیں میاں رَوَد چو برگذر است
چند گوئی که مست و بیخبری؟ | هرکه او مست نیست بے خبر ست[2]
صرفه خشک زاهداں را باد | هرچه ما راست در شراب تر ست
گرچه بدمستی است عیبِ حریف | کندنِ ریشِ محتسب هنر ست
گر بمیخانه مفسدانِ شراب | پادشاهند، بنده خاکِ در ست

خسروا چند از گنه ترسی؟
رَو که عفوِ خدائے معتبر ست

۳۴۴
موئے[3] را نیست ایں میاں که تُراست | پسته را نیست ایں دهاں که تُراست
قامتِ راست سرو را ماند | سرو باشد چنیں رواں که تُراست

---

[1] بعد ازیں در نسخهٔ ن بیت ذیل اضافه است ۔
ساقیا غوطه ده مرا در مے ٭ کز آتشِ شعله در جگر ست
[2] غزل محذوف در ن

جاں ببردی و خوش ہنوز نہ ای | دست بر دل نہ ایں زماں کہ ترا ست
تا چہا بر تو کردہ ام من، اگر | حسن بودے مرا چناں کہ ترا ست
بر رخِ زردِ من بخند و بگو | خندہ انگیز زعفراں کہ ترا ست
گوئیا بیشتر برائے زر ست | ایں سخن بر سر زباں کہ ترا ست
کشتہ گشتم ز ابروئے تو، مکش
بر دلِ خسرو ایں کماں کہ ترا ست

۳۴۵
ہر کہ در بینشِ چشمِ روشنِ ما ست[1] | گوئیا[2] آفت دل و تنِ ما ست
چشمِ ما گر عمی شود ما ناک | آں ہماں آفتاب روشنِ ما ست
لالہ ہا میدمد زخونِ دو چشم | گردِ من آں بہار و گلشنِ ما ست
غمزہ زن جانِ من وگر میرم | غم مخور خونِ ما بگردنِ ما ست
ما چو ہندوے سومنات بعشق | بُت پرستیم و دل برہمنِ ما ست
گفتم: "از ہجر سوخت خسرو" گفت!
"چند ازیں ذرّہ ہا بہ روزنِ ما ست"

۳۴۶
عشق اگرچہ نشانِ بختِ بد ست | نزدِ عاشق سعادتِ ابد ست
ہر کہ جوید مرادے از معشوق | گوئی او عاشقِ مرادِ خود ست
گرچہ صد روز نیک عاشق را ست | بہتریں روز اسیر روزِ بد ست
دیگراں بہر تو چرا میرند؟ | مُردنم ایں کہ اندریں حسد ست
ہمہ عیب است بادہ و، ہُنرش | شستنِ ما زمایۂ خرد ست
پر بسیم توبہ شد، زہے خسرو
شد و لے آرزو یکے بصد ست

---

[1] غزل در نسخۂ ن موجود نیست [2] بیت محذوف در ن

۳۴۷

با غمت[1] شادیٔ جهاں ہوس است ‌ ‌ شادیٔ من ہمیں غمِ تو بس است
از دہانِ توچوں نفس نہ زنم ‌ ‌ مر مرا بیم تنگیٔ نفس است
نیم خالِ لب توام بکشند ‌ ‌ زہر اگر خود ہمہ پرِ مگس است
از سرِ خشم اگر بخائیے لب ‌ ‌ بر لبت بوسہ دادنم ہوس است
گر کسے بر درِ تو جوید بار ‌ ‌ چند گوئی کہ بار او چہ بس است
ہمہ شب گرد کوے او گردم ‌ ‌ ہر کہ بیند گمانش بر عسس است

بندہ خسرو بنالہ در رہِ عشق
کاروانِ غمِ ترا جرس است

۳۴۸

ایں جفا[2] کاریت کہ نو بنو است ‌ ‌ مگر ایں جانِ کشتہ رادرد است
چوں ترا نیست نیم کنجدِ شرم ‌ ‌ گفت من نزدِ تو بہ نیم جو است
چشم بر کشتنم گماشتہ ای ‌ ‌ چہ کنم گوش توسخن شنو است
شد عنانم ز دست چہ تواں کرد؟ ‌ ‌ توسن صبر نیک تیز دو است
عقل با مرہمے فروختہ شد ‌ ‌ جان مسکیں بیک نفس گرو است
سر ز خاکت ببینم وپس ازایں ‌ ‌ زندہ مانم بداں کہ عمر نو است

خسروا لشکرِ خطش بدوید
دل نگہدار وقت زاغ رو است

۳۴۹

رخ تو[3] نور دیدۂ قمر است ‌ ‌ لبِ تو سرخ روئیٔ شکر است
باتوام یکسر آمدہ بدلم ‌ ‌ کہ کند ہر یکے گدا و سر است
کار دیگر مکن، مکن شوخی ‌ ‌ زاں کہ اے شوخ کار تو دگر است

---

[1] و [2] ایں غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست [3] غزل در نسخۂ ن نیست

گر ز پائے خودم دہی خاکے — خاک پائے تو سرمۂ بصر است
زار زار از غم تو می میرم — چوں نہ زور است بندہ را نہ زر است
نظرے کن کز آں دو چشم سیاہ — دیدہ در انتظارِ یک نظر است
بندہ خسرو در آرزوئے لبت
نمکِ تو کہ نیش دو جگر است

۳۵۰

تن پاکت کہ زیرِ پیرہن است — "وحدہٗ لاشریک لہٗ" چہ تن است
ہست پیراہنت چو قطرۂ آب — کہ تُتُک گشتہ بر گل و سمن است
با خودم کش درونِ پیراہن — کہ تو جانی و جانِ من بدن است
تا زیم، در غمِ تو جامہ دَرم — وز پسِ مرگ نوبتِ کفن است
دل[1] بسے بُردہ ای، نکو بشناس — آں کہ خستہ تر است از آنِ من است
اندر آ و میانِ جاں بنشیں — کہ تو جانی و جاں ترا بدن است
گفتہ ای "ترکِ تو نخواہم گفت" — ترک من گو چہ جائے ایں سخن است
دہن تنگ رُو حدیثِ فراخ — چوں ہمی گوئی آخر ایں چہ فن است[2]

۳۵۱

روئے نیکوئے تو ز مہ کم نیست — جز ترا نیکوئی مسلّم نیست
دہنت ذرہ و کم از ذرہ ست — رُخ ز خورشید ذرہ اے کم نیست[3]
نسبتے ہست در دہانِ تو لیک — درمیانِ تو نسبتے ہم نیست

---

[1] بیت محذوف در ن [2] در نسخۂ ن بیت محذوف و بہ جایش بیت ذیل اضافہ ہست ؎
دل خسرو خوش ست با تنگی ※ کہ مرا یادگار از آں دہن است
[3] در نسخۂ ن بعد ازیں بیت ذیل اضافہ است ؎
بے دہانی و ملکِ خوبی را ※ چوں سلیماں شدی کہ خاتم نیست

چشمِ من خاکِ جسمِ من تر کرد — گرچه یک قطره هم درا وغم نیست
گر جهانِ غم است در دلِ من — چون تو اندر دلِ منی، غم نیست

تازه کن جانِ خسرو از غمِ خویش
کاین جراحت سزائے مرہم نیست

۳۵۲

سروِ[1] را با قدِ تو ہستی نیست — میلش اِلّا بسوئے پستی نیست
در دہان و میانت می بینم — نیستی ہست لیک ہستی نیست
گاہ گاہم بقبلہ بودے رو — تا تو در پیشِ من نشستی نیست
زُہد با عشق در نیامیزد — بُت پرستی، خدا پرستی نیست
برگِ صبرے کہ پیش ازاینم بود — سروِ من تا تو بر شکستی نیست
تا تُرا دستِ جور بر سرِ ماست — کارِ ما جُز کہ زیر دستی نیست

مست گفتی ز عشق خسرو را
عشق دیوانگی ست مستی نیست

۳۵۳

یارِ ما دل ز دوستاں برداشت — مہرِ دیرینہ از میاں برداشت
من نخواہم کشید ہر چہ کند — دل کہ از وے نمیتواں برداشت
دی بہ تندی بلند کرد ابرو — از پے کشتنم کماں برداشت
عہدِ[2] کردم کہ دردِ دل نکنم — دردِ دل مُہر از زباں برداشت
در دلِ او نکرد کار، ارچہ — سنگ از افغانِ من فغاں برداشت[3]

---

[1] در نسخهٔ ن این غزل محذوف است [2] این بیت در نسخهٔ ن محذوف ست و بجایش بیت ذیل اضافہ است ؎
خواستم جاں بہ عُذر پیش برم ٭ ہجر خود رفت و پیش ازاں برداشت
[3] در نسخهٔ ن بعدش بیت ذیل اضافہ است ؎
جہد کردم کہ نالہ نہ کنم ٭ دردِ دل مہرم از زباں برداشت

چشمِ او ہیچ گم نخواہد شد | دل بیامد مرا زجاں برداشت
رفتم امروز، تا نخواہد گشت | سر نخواہم زآستاں برداشت

ترکِ سودائے خام کن خسروؔ
کہ وفا رخت ازایں دکاں برداشت

۳۵۴

ترک مستم کہ قصد ایماں داشت | چشمِ او میلِ غارتِ جاں داشت
خون من چوں شراب می جوشد | وز دلم ہم کباب و بریاں داشت
دیدہ دمے فشاند در دامن | گوئیا آستین، مرجاں داشت
درِ باغِ بہشت بکشادند | باد گوئی کلید رضواں داشت
غنچہ را دید چوں نسیم صبا | ہمچو من دست در گریباں داشت
رازم از پردہ برملا افتاد | چند شاید، بصبر پنہاں داشت

خسروا[۱] ترکِ جاں بباید گفت
کہ بیک دل دو دوست نتواں داشت

۳۵۵

از رُخت[۲] ارغواں نمودار است | وز رُخم زعفراں نمودار است
نقشِ سودا کہ ہست برجانم | لب و خطش از آں نمودار است
آں ستارہ کہ ریخت مژگانم | از زمیں آسماں نمودار است
زآتشِ دودِ شعلۂ دوزخ | سینۂ عاشقاں نمودار است
نرگسِ ناتوانِ جادویت | از فریب جہاں نمودار است
سر زلعنت زدودِ دل نقشیست | لب لعلت زجاں نمودار است
دیدم از توتیائے بینائی | خاکِ آں آستاں نمودار است

---

[۱] بیت محذوف در ن [۲] غزل محذوف در ن

لاله زار و سرشکِ خسرو بین
از بهار و خزان نمودار است

۳۵۶
ترکِ من دی سخن به ره می گفت | هرکه رویش بدید، مه می گفت
او همی رفت و خلق در عقبش | وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ می گفت
دل بصد حیله می گریخت زعشق | دیده از خویش صدگنه می گفت
غلغلے می شنیدم از دهنش | دل سخن از درونِ چه می گفت
دل خطش[۱] را زوال جان میخواند | نیم شب را زوال گه می گفت
گفتمش[۲] تیر می زنی بر دل | خنده می زد بنازونه می گفت
خسروا از دو راهچو مدهوشاں
نظرے می فگند و وه می گفت

۳۵۷
آنچه بر[۳] جانِ من زغم رفته ست | همه از دستِ آں صنم رفته ست
می نویسد بخونِ من تعویذ | چه تواں کرد چوں قلم رفته ست
پائے در ره نهاد و مهر گذاشت | زاں که در راه مهر کم رفته ست
بستم می رود زمن یارب | برکسے هرگز ایں ستم رفته ست؟
جاں بدنبالِ او رواں کردم | گر نیاید حیات هم رفته ست
خسروا با شبِ فراق بساز
کافتاب تو در عدم رفته ست

۳۵۸ ت
گلُ ز رخسارهٔ تو بے آب ست | مه ز نظارهٔ تو بیتاب ست
مژه هائے کژ و دل آویزت | کجهائے دکانِ قصّاب ست
با خیالِ تو مردمِ چشمم | گاه هم خانه گاه هم خواب ست

---

۱ و ۲ هر دو بیت محذوف درن — ۳ در نسخهٔ ن غزل محذوف ست

امشبے کآمدی بخانۂ من   شمع را میکشم، کہ مهتاب ست
گر گذاری ببوسم ابرویت   بہر تعظیم راکہ محراب ست
اے دل خستہ غرق خوں از تو   ہمچو خستہ میانِ عناب ست

غرق شد ز آشنائیت خسرو
زاں کش از دیدہ بر لب آب ست

۳۵۹ غ

ہر کہ روئے دید جاں دانست   لبِ شیرینت را ہماں دانست
حسن تو عالمے بخواہد سوخت   ہم در آغاز میتواں دانست[1]
نرخ کردی ببوسہ اے جانے   بندہ بخرید و رائگاں دانست
ذقنت چہ نمود و دل بخیال   بوسہ‌ئے زد مگر دہاں دانست
دل ز ہجر تو بسکہ تنگ آمد   مرگ را عمرِ جاوداں دانست
دل بگویت تن ضعیف مرا   زاغ بہ بود و استخواں دانست[2]

بیش ازیں غم نبود خسرو را
غم کہ دانست ایں زماں دانست

۳۶۰

بندہ[3] را با تو دوستداری خوست   گرچہ تو بندہ را نداری دوست
آں نہ چشمے ست کز کرشمۂ ناز   دیدہ را ہر نظر کہست در اوست
گہ دعا روئے تست جائے نماز   باز در چشم بندہ آب وضوست
با من ار زلفِ تو بد است چہ باک؟   ہرچہ بد نیست روئے تو نیکوست

---

[1] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل اضافہ است ؎
غمزۂ تو زباں کشید ز من ٭ کہ مرا نیک بے زباں دانست
[2] بعد ازیں در نسخۂ ن بیت ذیل اضافہ است ؎
کرد بر من دلت بہ نادانی ٭ ہرچہ از جور دیگراں دانست
[3] در نسخۂ ن غزل محذوف ست

فتنهٔ چشمِ تو نمی خسپد — زاں کش از غمزه خار در پہلوست
چوں تو برلب نمی نہی لب را — شکر اندر لبِ تو و تو بر توست

وصفِ زلفِ تو کرد خسرو ازاں ست
کز لطفش ہمہ جہاں خوشبوست

۳۶۱
سرِ زلفِ تو تا بجنبیدست — بوئے مشکِ ختا بجنبیدست
بوئے خوں آمد از صبا ناگہ — عاشقی را ہوا بجنبیدست
تا بجنبید[۱] زلفِ او از باد — نافِ آہو ز جا بجنبیدست
باؤ دیوانگی دگرکاں زلف — باز بر جانِ ما بجنبیدست
جوش[۲] دلہا بگردِ او گوئی — قلب صد بادرا بجنبیدست
دی[۳] شنیدم ز آہ سردنش — دلِ چوں آسیا بجنبیدست

یاد خسرو نمی کند یارب
کایں سخن از کجا بجنبیدست

۳۶۲
نگارِ[۴] من امشب سرِ ناز داشت — بر افتادگاں چشم بدساز داشت
بیک جام بادہ بصحرا افگند — دلم ہرچہ در پردهٔ راز داشت
ببوسش نمی دیدم از بیمِ جاں — کہ چشمِ مرا از نظر باز داشت
رہ من زد ایں راز ماندہ سرشک — کہ دو چشم او مستی آغاز داشت
ہمہ شب چو پروانہ میسوختم — کہ شمع من از دیگراں کاز داشت
دلِ من کہ تیہے درا درماندہ بود — بنالہ خراشے درآواز داشت

کنوں یاد دارد ز خسرو سگے
کہ مرغے دریں باغ پرواز داشت

---

[۱] تا [۳] ابیات محذوف درن — [۴] در نسخهٔ ن غزل محذوف ست

۳۶۳

دلم بُرد و بوئے وفائے نداشت — دلش راز غم آشنائے نداشت

تحمّل بسے کرد گل در بہار — ولے پیش رُویش بقائے نداشت

زہے جاں بجاناں سپردہ، دریغ — کہ درخورِ ہمّت صلائے نداشت

صبوری بروں شد ضروری ز من — کہ در سینۂ تنگ جائے نداشت

کنونؔ شیشہ را بر طبیب آورم — کہ زاہد قبول دعائے نداشت

فلک عاشقی را چو بر من گماشت — جز ایں در خزینہ بلائے نداشت

چہ بینم بہ بیہودہ در باغ دہر — کہ ہرگز نسیم وفائے نداشت

فراہم نشد ریش عاشق کہن — کہ پیکان خوباں خطائے نداشت

بہ زنجیرِ اُو خسروا دل مبند
کہ سلطاں نظر بر گدائے نداشت

۳۶۴

گلستاں نسیم سحر یافتہ ست — صبا غنچہ را خفتہ در یافتہ ست

چناں خواب دیدست نرگس بخواب — کہ گوئی کہ او جام زر یافتہ ست

خبر نیست مر بلبلِ مست را — کہ از مستیش گل خبر یافتہ ست

نسیمِ چمن مشک در خاک ریخت — مگر بوئے آں خوش بہر یافتہ ست

چہ گویم کہ سنگیں دلش ہیچ وقت — ز سوزِ دلِ من اثر یافتہ ست

بہ پائے خیالت فرو ریخت چشم — دُرے کاں بخونِ جگر یافتہ ست

بسا شب کہ بیدار خسرو نشست
کہ شامِ غمش را سحر یافتہ ست

۳۶۵ — غ

دل من بجا نانے آویختست — چو دزدے کز ایوانے آویختست

لہ بیت محذوف در ن

فدا[۱] بادجانها بدان زلف، کش   بهر تار مو جانے آویختست
چه زنارکفرست هر موئے او   که در هر یک ایمانے آویختست
بتان[۲] امزن سنگ اے پارسا   بهر بت مسلمانے آویختست[۳]
زہے دولت صید جانم که او
بفتراک سلطانے آویختست

۳۶۶   غ

صبا کو به بوئے تو جهاں پرور است   دل خلق را سوئے تو رهبر است
بدنبالۂ زلف مگذار کار   دلے را کز آں زلف درهم تر است
...ن برازیں چشم پُر خونِ من   که از خوں چرا آستانت تر است
سر اندازیم به که رانی زِ در   که سر بے درِ دوست دردسر است
دریغست خاکِ درت بر سرم   که ایں سر نه لائق بداں افسر است
زہے طعنِ جاوید خورشید را   که گویند معشوق نیلو فر است
مگس قند و پروانه آتش گزید   هوس دیگر و عاشقی دیگر است
کجا یابم آں خانه ویران شده   که هر شب بجانِ خراب اندر است
چه داند ملک خفته در خوابِ ناز   که نالاں کدامش بپیشِ در است

---

۱ بیت محذوف است در نسخهٔ ن   ۲ در نسخهٔ ن ابیات ذیل اضافه است
۳ ز بینم جهاں کم جگر پاره اے   ز هر نوک مژگانے آویختست
غمم سهل گیرند و مسکیں کسے   که در زلف جانانے آویختست
خراشیده باشد دلِ بلبلے   که در شاخ بستانے آویختست
چو خسرو اسیر تو شد زحمتے   که در دش به درمانے آویختست
۴ بعد ازیں در نسخهٔ ن بیت ذیل زائد ست
۵ بمیرم درین سوز من عاقبت ※ که هیزم ہمیں از شعله خاکستر است

زدُرِ باریِ دیدہ، خسرو مرنج
کہ خود عاشقاں راہمیں زیوراست

۳۶۷

کجا دولتِ وصلش[1] آرم بدست؟ | کہ جز باد چیزے ندارم بدست
سرِ زلفِ او تا نگیرد قرار | کے آید دلِ بیقرارم بدست؟
گہش می فشانم سرِ خود بپائے | چہ چارہ، نبود اختیارم بدست؟
سر آمد دریں آرزو روزِ غم | کہ افتد شبے زلفِ یارم بدست
نہ بُد بر کفم بادہ بر یادِ آں | کہ بادست از او یادگارم بدست

بیازم سرِ خویش خسرو اگر
گہے دامنِ وصلش آرم بدست

۳۶۸ غ

بتے کز وَیَم رُو بہ دیوانگی ست | اگر جاں تواں برد فرزانگی ست
زدم دی بزنجیرِ گیسوش دست | مرا گفت "بازایں چہ دیوانگی ست؟"
دلم برد بر بوسہ پروانہ وار | ستد جاں کہ ایں حقِ پروانگی ست
درونم پُر از یار گشت و ہنوز | از آں سو کہ یارست بیگانگی ست
نگارا خیالِ ترا مدّتے ست | کہ با مردمِ دیدہ ہم خانگی ست
مرا کشتی آخر تراکس نہ گفت | کہ بیچارہ کشتن نہ مردانگی ست

شُد از عشقِ خالِ تو خسرو ہلاک
چو مرغے کہ مرگش ز بے دانگی ست

---

[1] غزل محذوف درن

۳۶۹ بهار آمد[1] و گلهای بوستان بشگفت — بخوش دلی و طرب روی دوستان بشگفت [ب]
بدان صفت که گل از باد نشگفد به چمن — ز باده باده کشان را بهار جان بشگفت
بدیده پرس که آبش چو آب در غلطید — ز می چو عارض خوبان دلستان بشگفت
گل از شراب بدان سان که نشگفد در جام — بکوی دوست گل از خون عاشقان بشگفت
بتان بترس قدم می نهند بر لاله — که همچو شعلهٔ آتش به بوستان بشگفت
ز بس که غنچه دم بسته از صبا دم زد — درون پوست نگنجید و در زمان بشگفت
چنان که گل بخوی مصطفی اشگفت خاک — ز خم ز سوزن خاک رهِ بتان بشگفت

نسیم مشک جهان گیر شد چو خسرو را
ز یاد مدحت تو غنچه در دهان بشگفت

۳۷۰ بدان بهانه که حسنت[2] بس فراوانت — جفا بکن که هر آن کرده نیست تاوانت [د]
مهی که چاک به دامان جانم افگندست — همان مهیست که طالع شد از گریبانت
کسی که جان بسر یک نظاره خواهد داد — رهاش کن که نگه می کند فراوانت
بنزد تست دلم باز گو نه کن که در او — کنی نظاره که چندست داغ پنهانت
نگر که از زنخت چند دل به چاه افتاد — که تا لب ست پر از جان چهٔ زنخدانت
درونت در جگرم سوخته کشتم هر چند — که سر بسر ز نمک ساخته ست یزدانت

بنیم خنده چون صد جان دهی چو خسرو را
به نیم جان چه توان داد مزد دندانت

۳۷۱ خم تهی گشت[3] و هنوزم جان ز می سیراب نیست — خون خود را آخر ای دل گر شراب ناب نیست [د]

---

۱ تا ۳ هر سه غزلیات از نسخهٔ ن نقل کرده شد و غزل در تذکرهٔ دولتشاه سمرقندی هم موجودست ص ۲۴۳

نالۂ زنجیرِ مجنوں ارغنونِ عاشقاں ست
ذوقِ آں اندازۂ گوشِ اولوالالباب نیست

عشق خصمِ من بس ست اے چرخ تو زحمت مکش
ہر کجا جلاد باشد حاجتِ قصاب نیست

پادشا گو "خوں بریزد" شحنہ گو "گردن بزن"
بہر جانے ترکِ جاناں مذہبِ احباب نیست

ہاں و ہاں اے عقل از غمخواریٔ ما در گذر
کاندریں رہ بہتر از دیوانگی اسباب نیست

گر جمالِ دوست نبود، با خیالش ہم خوشم
خانۂ درویش را شمعے بہ از مہتاب نیست

کافرا، مردم شکارا، یک زماں آہستہ باش
کآہوئے بیچارہ را با تیرِ ترکاں تاب نیست

گفتی اندر خواب "گہ گہ روئے خود بنمائیمت"
ایں سخن بیگانہ را گو، کآشنا را خواب نیست

تشنہ[۱] خواہی مردن اے دل، زاں زنخداں برگذر
کاں چہ او گر بکاوی، خوں برآید آب نیست

خسروا[۲] زنار بند اوّل، پس آں گہ سجدہ کن
پیشِ آں ابرو کہ بتخانہ ست، آں محراب نیست

(ت)

۳۷۲

صد بلا[۳] فتاد و صد فتنہ بہ خاست
عاشقِ بیچارہ را عبرت کجاست

دی دلِ دیوانۂ ما گم شدہ ست
بر درش آں خوں کہ بینی آشناست

زلفِ پستش کار فرمائے اجل
چشمِ مستش چاشنی گر بلاست

کافرا، محرابِ ابرو کج مکن
کہ بہ زاری چشمِ خلقے در دعاست

نرخِ جانہا سخت ارزاں شد، بلے
عہدِ شست و روزِ بازارِ جفاست

باچناں بادے کہ خوباں داشتند
پیشِ تو از ہیچ کس گردے نخاست

بے دلاں را طعنِ رسوائی مزن
ہیچ کس دانی کہ خود را بد نخواست

عاشق و رندست از تشویشِ تو
ہر کجا گوشہ نشین و پارساست

ہر زماں گوئی کہ "حالِ دل بگوئے"
ایں کسے را گوئے کو را دل بجاست

---

۱ و ۲ ہر دو بیت در تذکرہ دولت شاہ محذوف ست۔ ۳ غزل در نسخۂ ن موجود ست

گفتی" اندر سینۂ تنگِ تو چیست"؟ داغہائے دوستانِ بے وفاست
خسروا مشغول یاران شو بہ زود
کز برائے شب ہمہ غم پیشِ ماست

(غ)
۳۷۳
گر ترا ناز[1] و بہ خوبی آئین ست وائے بر دل اگرچہ سنگین ست
علیشم ار، بدرود، بلائے نیست تو نکو می روی بلا این ست
می روی و نہ می روی از دل این چہ شکل خوش و چہ آئین ست
گر دلِ من کباب شد، تو بخند کاں نمک شور نیست، شیرین ست
مے بہ میرم گر آب چشمے نیست خندہ اے کُن کہ وقتِ لیسین ست
ہر شب از آب چشم و بیداری چشم من آشنائے بر دین ست
از خیالت بہ سجدہ جائے دلم اوّلِ شب نماز پیشین ست
نہ کنی گر نگاہ معذوری
کت چو خسرو ہزار مسکین ست

(غ)
۳۷۴
یار چوں باماست[2]، بہر دیدنش تعجیل چیست؟ یوسف اندر مصرِ دل، در دیدہ رُود نیل چیست؟
آں بُت اندر سینہ و سوزاں دلم قندیل وار چوں دلم بتخانہ شد، بتخانہ را قندیل چیست؟
کشتنِ خود خواستم از غمزۂ خوں ریز او گفت صید انداز را کن صید را تعجیل چیست؟
چوں جمالت آیتِ رحمت شد اندر شانِ خلق آخر ایں چندیں بہرِ کشتنم تاویل چیست؟
اے کہ خسرو را نصیحت می کنی از بہرِ عشق
پند چوں می نشنود بیہودہ قال و قیل چیست؟

---

[1] و [2] ہر دو غزلیات از نسخہ ن نقل کردہ شد

۳۷۵ (ت)

بازمست[1] آمدنش نازکناں از جائے ست — مراں یکسکاره درآں کنج دہاں از جائے ست

دل سبک می شودم دوش مگر غائب بود — این زماں در سرش این خواب گراں از جائے ست

باز دیوانه دلم سلسلهٔ صبر کسے ست — آبِ چشمم بہ جیب و راست دواں از جائے ست

من نہ تو صبر نہ دارم ، تو نکو می دانی — ایں ہمہ نازِ تو لئے جانِ جہاں از جائے ست

چند خونابۂ من بینی و ناداں کردی — اشکِ من آخر ازیں گونہ رواں از جائے ست

یارب، ہیچ گلے نشگفدائے باد از آنک — با تو امروز نسیم ست کہ آں از جائے ست

خود گرفتم کہ بپوشد غم خود را خسرو
نامت آخر شب و روزش بزباں از جائے ست

۳۷۶

اے داشته[2] بہ سر ز رعونت کلاه کج — سر کج مکن کہ کج بُوَدش جائے گاه کج

سیلئ باد بیں کہ چساں افگند بخاک — غنچہ کہ می نہد دو سہ روزے کلاه کج

از چشم راست بیں ہمہ را، کز کژے بود — گردن برد ماں ز تکبر نگاه کج

در نیک کوش کت بد و نیک از طبیعت ست — کز خاک راست راست برآید گیاه کج

گمراہیت مبادیہ ہاے کج افگند — تو راه راست گیر و وا رہمت راه کج

دنیا بعہدِ تو نشود بر مراد تو — کز زور دست تشنہ نشد راه جاه کج

خسرو حساب خویش ترا داد راست بند
تو خواه راست داں سخنش را و خواه کج

۳۷۷

توانگری[3] بدست لے گدائے باصد رنج — چو راحتے نہ رسانی مشو عذاب الیخ

ہماں ست گنج کہ دیدی چو خاک ہر گنجے — کہ زیر خاک نہی خاک بر سر آں گنج

خرد ز بہرِ کمال و کنیش آلتِ مال — چو ابلہاں بہ ترازو کند سفال مسنج

---

[1] غزل از نسخهٔ ن نقل کرده شد   [2] و [3] ہر دو غزلیات محذوف است در نسخهٔ ن

زخوئے زشت پس از مردنت چہ عجب؟ — کہ استخوانت کند جنگ چوں صفِ شطرنج
نہ زندہ، مردہ بود آنکہ سنگ پیوستہ — تنش برنگ سبو دا ور وح درا فرنج
زبہرِ سیم و درم صد شکنجہ بیش کنی — کہ ایستادہ نماز او فتد بزانت شکنج
تو بچہ در تو زدہ شیرِ چرخ و تو باخود — گرفتہ راست سہ پنجاہ درسرائے سپنج
چناں بہ لذتِ نقشی، کہ گر شود ممکن — بحرصِ حصن شتشم در فزائے اندر ہنج
خوئے چکاں کہ شود خونت آب در رہِ دیں — نہ آں خوے کہ چکد از زُخت کرشمہ وُ غنج
بباغِ گل زخوے باغباں دمد نہ زآب — گماں مبر تو کہ بے رنج بر دمد نارنج
اگرچہ ناخوشت آید نصیحتِ خسرو
شفاست آں نہ از تلخیٔ ہلیلہ مرنج

۳۷۸
بروں[۱] زجام دما دم مجوے دیگر ہیچ — بجز صراحیٔ و مطرب مخواہ تو ہم ہیچ
مجوے ہیچ کہ دنیا طفیلِ ہمتِ اوست — کہ پیشِ ہمتِ اوہست ملکِ عالم ہیچ
غمست حاصلم از عمر و من بدیں شادم — کہ گرچہ ہست غمم نیست از غمم غم نیست
دلم زعشق تو شد ذرّہ اے وآں ہم خوں — تنم زمہرِ تو شد سایۂ وآں ہم ہیچ
تنم چو موئے پُر از تاب و پیچ و در وے خم — دلِ میانِ تو یک مُو و اندر آں خم ہیچ
از آں دوائے دلِ خستہ در جہاں تنگست — کہ نیستش بجز از بستۂ تو مرہم ہیچ
دَم از جہاں چہ زنی ہمدمے طلب خسرو
بحکم آں کہ جہاں یک دم ست و آں دم ہیچ

۳۷۹
زمن در ہجر او ہر دم فغان زار می آید — خوش آں چشمے کہ آں ہر دم بر آں رخسار می آید (غ)
سبا زے سوئے من آمد نشوخی دل زمن بستد — بدو گفتم چہ خواہی کرد؟ گفتا "کار می آید"
چو رفتم بر درش بسیار دربان گفت "کایں مسکیں — گرفتار است گوئی کہ ایں طرف بسیار می آید

---

[۱] غزل در ن محذوف ست

گر از نادیدنش روزے بمیرم نیست دشوارے — ولے زویش نخواهم دید آں دشوار می آید
نشستی[1] در دل و گوئی که دل در من نهاں کردی — نمی دانی که آخر بر دلم ایں بار می آید
سحرگاهاں شنید افغان من همسایه، گفت ایں سو — که خواهد بود یارب کایں فغان زار می آید
کجائی اے که طعن بے دلاں کردی کنوں دل را — نگهدارار توانی کاینک آں عیار می آید
رقیبا یک عنایت کن، خرامیدن مده او را — که بر من هر چه می آید ازاں رفتار می آید
صفائے ساعدش دیدی کف دستش نگر اکنوں — که گل چیدست و برکف کرده از گلزار می آید
مرا می گفت دی هرکس، چو رفتم از درت بیخود — "که ایں صوفی مگر از خانهٔ خمار می آید
مگو بارے که در بند تو بیزار اے شدی خسرو
۳۸۰ کسے آساں ز جان خویشتن بیزار می آید

شد از عشقت[2] دلم خون و جگر افگار و جاں برباد — کجا یارب مرا ایں چشم خونیں بر رخت افتاد
مرا گر بود روزے طاقت و صبرے بشد از دل — اگر میداشتم دانائی و عقلے برفت از یاد
مجو غیر خرابی زیں دل ویران من دیگر — کلاں معموره کش وقتی تو میدیدی نماند آباد
کسے تلخی من داند که بیند خندهٔ شیریں — کسے خون خوردنم داند که بیند گریهٔ فرهاد
غمت خواهد دهد برباد جانم را برسوائی — نخواهم داد جاں برباد ازیں غم، هر چه بادا باد
مرا تا کے غم هجر تو پامال جفا دارد — بپرس فریاد مظلومے که از دست غمت فریاد
شب است و بزم عشرت ساز شد بے وهم با محرم — بمجلس باده گرداں گشت و ساقی در شراب افتاد
چو شب سلطان بیدار است، خسرو داد خود بستاں
۳۸۱ که فردا روز خواهد شد، کسے دادت نخواهد داد

ندانم تا چه[3] باد است ایں که از گلزار می آید — کز او بوے خوش گیسوے آں دلدار می آید
بیا ساقی و بیش از مردنم مے ده، که جان در تن — باستقبال خواهد شد، که بوے یار می آید

---

[1] بیت محذوف در ن
[2] و [3] هر دو غزل محذوف در نسخهٔ ن

مگر بیدار شد بختم کہ آں روئے کہ در خوابم — نبود امید، بینش دیدۂ بیدار می آید
زبادہ خون بہائے خویش می نوشم کہ باز از وے — مرا در سینہ غم ہائے کہن در کار می آید
بلا گر بر سرم آید بیا من زاں نمی ترسم — بلا این ست کو اندر دلم بسیار می آید
چو تو با دیگرانی مُردن آساں شد مرا، زیرا — بجانِ دیگرانم زیستن دشوار می آید

بیادِ پایت از مژگاں ہمی روبد رہت خسرو
ندارد آگہی از دیدہ، خود بر خار می آید

۳۸۲

نگارم در گلستاں[1] رفت و خارم پیش می آید — ز خارا ہم کنوں بر من ہزاراں نیش می آید
رقیبش مہربانی کشت و مارا دشمن جاں شد — دلم را اے پسر بنگر چہ محنت پیش می آید
بلا و محنتِ ہجراں چہ حالست ایں کہ پیوستہ — نصیبِ جانِ مجروحِ منِ درویش می آید
زبیگانہ نمی نالم مرا معلوم شد اے مہ — کہ غمہائے جہاں یکسر مرا از خویش می آید

منال از جور و محنتہا خموش و دم مزن خسرو
کہ بے صبر در عالم مصیبت بیش می آید

۳۸۳

صبا می جنبد و آں مست ما را خواب می آید — کہ از دم ہائے سردِ من جہاں بیتاب[2] می آید
از آں مہتابِ جاں افروز کاں شب بود مہمانم — جہاں تیرہ ست بر من چوں شبِ مہتاب می آید
من ایں جا زار می سوزم بتاریکی و تنہائی — وہ اے ہمسایۂ غافل ترا چوں خواب می آید
غمِ لیلیٰ اگر از جاں دست شستن می نفرماید — نہ بیہودہ ست کاندر چشمِ مجنوں خواب می آید
گر بیابانم نگیر اے محتسب چوں می پرستم من — کز ریحِ امانِ تر بوئے شراب ناب می آید
نہ بینی دامن اے زاہد، نگوئی تلخم اے واعظ — کہ آں دُردی کش دیرینہ در محراب می آید
خرامیدن نگہ کن آں بہشتے را کہ پنداری — ز جوئے انگبیں سیلے ست کز جلاب می آید
فرو پوشید جاں را کاں بے مہری می بیند — نگہدارید دلہا را کہ آں قلاب می آید

---

۱ غزل محذوف در نسخۂ ن — ۲ ایں بیت در نسخۂ ن محذوف ست

همه نازاست و شوخی و کرشمه خسروا دل نه
که بهر کشتنت باین همه اسباب می آید

۳۸۴

زمستان می رود ایام شادی بیش می آید — زباد صبح ما را بوی آن بدکیش می آید
صبا می جنبد و بازم پریشان می کند از سر — دل بدبخت اگر وقتی بحال خویش می آید
رسید ایام گل آن شوخ خواهد رفت در بستان — از آن روزی که می ترسیدم اینک پیش می آید
سر دیوانگی را مژده ده ای سنگ بدنامی — که باز آن فتنه بهر عقل و در اندیش می آید
چه غم میدارد ت بخرام خوش خوش جان من چندان — رها کن تا نمک بر سینه هایِ ریش می آید
بجان زن تیر نه بر دیده تا این یک دم باقی — کنم نظاره ای تا از کدامین کیش می آید
مکش بالی که میخواهد برای تیر بارانت — در آن حضرت کجا یاد دل درویش می آید
نیارم بر دنام لب بدزدی غمزه زن گه گه
که خسرو نه زهر نوش بهر نیش می آید

۳۸۵

مگر غنچه ز روی یار من شرمنده می آید[۲] — که با چندان نکو روئی نقاب افگنده می آید
نگار من که دی گیسو کشان رفته است در بستان — کنار لاله را اینک پر مشک آگنده می آید
مبارک روی جانان دید خواهم عاقبت روزی — چه فال است اینکه یارب بر زبان بنده می آید
من امروز از طریق اشک خون آلود خود دیدم — که بنیاد دل پر خون من برکنده می آید
بعاقل عشق ندهد جان زمرده کس نه ریزد خون — همه بیکاران بر خوبان بر درون زنده می آید

[۱] بعد ازین در نسخهٔ ن بیت ذیل اضافه است
از ین خرمن نه ماند کاه و برگ نگری لیکدیده ::: که بیش ست آتشم هر چند باران بیش می آید
[۲] غزل محذوف در نسخهٔ ن

الا ای ابر نوروزی اگر عاشق نه‌ای بر کس مکن بی موجبی گریه که گل را خنده می آید
نگوئی آخر ای بلبل که گل با سیم نو بر نو چرا در بزم سلطان با لباس تنده می آید؟
خجسته آفتاب در شرف سلطان جلال الدین
کز و هر دم جهان را طالع فرخنده می آید

۳۸۶

مرا باز از طریق ساقی[1] خود یاد می آید غم دیرینه بازم در دل ناشاد می آید
از این سو می رسد هجرش کشیده تیغ در کشتن وز آن سو بختم از بهر مبارک باد می آید
فرو خوردن نمی آرم فغان زار خود پیشش که سگ چون دزد را دریافت در فریاد می آید
برو ای خواب یار من نه‌ای زیرا که من امشب سر زلف پریشان کسی ام یاد می آید
خرابم کرده بود و رفته بود ای مسلمانان که باز آن یار بد خو بیم بر آن بنیاد می آید
چنانت دوست می دارم که غیرت می برد جانم ز تو بر دیگری گر خود همه بیداد می آید
جگر سوز است مشنو جان من افسانهٔ خسرو
کز او بوی دل شوریدهٔ فرهاد می آید

۳۸۷

چه شد کان سرو[2] سیم اندام سوی من نمی آید؟ دلم بت مرده شد بوی از آن گلشن نمی آید
کدامین کس رهٔ من زد که در ره شد عیان گیرش؟ کز آن سرمست جعد انداز مرد افگن نمی آید
زمانی نیست جان من گریبان گیری هجرش که جان عاشقان از جیب تا دامن نمی آید
خیالش بی دریغم می کشد گویا نمی داند که چون جان رفت از تن باز سوی تن نمی آید
مگوئید ای مسلمانان که منگر دور رخ خوبان بدین معذور دارید م کاین از من نمی آید
خرامان میرود در چشم و صد خار مژه در ره که دامن گیرش آنجا یک سر سوزن نمی آید

[1] و [2] هر دو غزل محذوف در نسخهٔ ن

قبا پوشیده ہوشم می برد چوں خواہدم کشتن ‌ چرا یک بار بایک توے پیراہن نمی آید؟
از آنم روزنِ دیدہ ازآں تاریک می باشد ‌ کہ ہیچ آں آفتابِ من ازیں روزن نمی آید
من و مہ خود بگو تاریک نبود چوں مرا دیدہ ‌ کہ در چشم من آں رخسارۂ روشن نمی آید
دلِ دیوانۂ خسرو کہ در زنجیرِ زلفت شد
بصد زنجیر آں دیوانہ در مسکن نمی آید

۳۸۸

بہ گل گشتِ چمن چوں گلستانِ من بروں آید ‌ بہ ہم راہی اداشکِ روانِ من بروں آید
فغانِ من بروں آید چو گیرم نامِ او ترسم ‌ کہ ناگہ جانِ من ہم با فغانِ من بروں آید
چو در محشر ہمہ آرند خاکِ ہر کس از ہر جا ‌ مرا بس کز سر کویش نشانِ من بروں آید
فسونِ خواب بندی من ست ایں تا سحر گوئی ‌ حدیثِ او کہ تنہا از زبانِ من بروں آید
مرا گویند درد دل کیست آں کت میکشد چندیں ‌ خیالت آشکارا از نہانِ من بروں آید
چنانم سوخت ہجرانت کہ چوں رگِ گل فرو ریزم ‌ ہنوز آں دودِ درد از استخوانِ من بروں آید
بروں آ از دلم جانا و یا نزدیکِ خویشم خواں ‌ کہ نزدیکست از دوری کہ جانِ من بروں آید[1]
ز بہر فال اگر خسرو کتابِ عشق بکشاید
ز اوّل صفحۂ غم داستانِ من بروں آید

۳۸۹

غ

چہ فرخ ساعتے باشد کہ یار از در دروں آید ‌ بہ گلزارِ خزاں دیدہ بہار از در دروں آید
جوانی خاک کردم بر درش، روزے بگفت آں مہ ‌ کہ آں پیرِ پریشاں روزگار از در دروں آید
بماں اے جاں ایں ساعت، ہماں لحظہ فرو ریزی ‌ کہ آں سنگیں دلِ نا استوار از در دروں آید

---

[1] در نسخۂ ن بیت ذیل زائد ست ؎
مرا گویند ہم با تو رود عشقش زہے دولت ‌ ⁂ ‌ کہ سلطانے ز عالم ہم عنانِ من بروں آید

درخود بیش نازآں می بوسم و نشادم بدیں سودا — که روزِ عاقبت آں شهسوارِ نازدر درون آید
نویدِ کشتنم داد ست و من خود کے زیم آں دم؟ — که آں سرمستِ من دیوانه وار ازدر درون آید
زمن[۱] عذرے نخواهی اے رقیب آں ناپشیماں را
که چوں من مرده بودم شرمسار از در درون آید

۳۹۰
مبادا[۲] کز نگار آں خیره کش یکسر درون آید — کز آں رخسارِ گرد آلود شهرے در جنون آید
مرا کشت آں سواری و آں پیشانی اے دمِ حسرت! — برو گرگه مگر بختے غبار اندر درون آید
چه لطف است آنکه بر سر میکند خاک آب حیواں را — بزیرِ پاش غلطان دوان سر نگوں آید
مخند اے دردِ نادیده زآب چشم مشتاقاں — مبادا هیچ کس را کایں بلا از در درون آید
زمن پرسی و بس گوئی که "خوں بهرِ چه میگریی" — نه می دانی که آخر هر کجا بُرّند خوں آید
تو خود دانی که نتواں زیست بے تو لیک حیرانم — که ترکِ دوستانِ مهرباں از دوست چوں آید
کدامیں سگ بُوَد خسرو که تابِ زلفِ تو آرد؟
که گر شیر اندر آں زنجیر بربندی زبوں آید

۳۹۱
سحرگاهاں[۳] که باد از سوے گل عنبر فشاں آید — چو گل جامه درم کانم زگل بوے نشاں آید
نگارا دیده در ره مانده ام دیں آرزو در دل — که یارب نازنیں یارے چو تو بر من جهاں آید

---

[۱] بعد ازیں در نسخهٔ ن سه بیت ذیل زائدست ؎
به هجراں رشت جانم وه که آساں چوں بود از دل — کسے کز بعد چندیں انتظار از در درون آید
غم عشق آمدست و رخت جانم می دهد بیروں — هنوزم نیست غم گرغم کسے را از در درون آید
دلا بیهوده می سوزی میبر ما خولیا چندیں — که داد آں بخت خسرو را که یار از در درون آید
[۲] و [۳] هر دو غزل محذوف در ن۔

حذر کن از دمِ سردِ گرفتاراں، مبادا آں دم   کز اینساں، تند بادے بر جہاں سردِ وزاں آید
غمت ہر شب بہ سر در کشتنم واں گہ اماں یابم   کہ از بہرِ شفاعت را خیالت در میاں آید
بدینساں چوں زند عاشق کہ از بہرِ خراشِ آں   زباں خنجر شود در دل چو نامت بر زباں آید
مکش چندیں مسلماں را کہ جانے ماندہ در قالب   نہ آں مرغیست جاں کو باز سوئے آشیاں آید

بہ رسمِ بندگی بپذیر خسرو را چہ کم گردد؟
بہ سلکِ بندگانت گر غلامے رایگاں آید

۳۹۲

مرا ہر شب ز دیدہ[1] خونِ دل غلطاں فرود آید   چہ پنداری؟ شرابِ عاشقی آساں فرود آید
دل و عقل آں مگسِ عشق، ایں کجا باشد وا آخر؟   کہ مرغِ کعبہ در بتخانۂ و یر اں فرود آید
سحر گر خشک دیدی زآہِ من اے مرغِ بستاں ہا   شباں گہ باش تا از چشمِ من باراں فرود آید
عناں گیری نکرد آں بیوفا یک رہ مرا روزے   کہ در ویرانۂ بیچارگاں مہما ں فرود آید
گہے جولانِ او در جاں گہے میدانِ او در دل   غلامِ آں سوارم من کہ اندر جاں فرود آید
نمی یابم چو خارِ پاش بالے باشمش در رہ   مگر بر فرقِ من گردے از آں جولاں فرود آید
نمک بارد بہ ہر سو کاں جگر گوشہ رود واں گہ   ہمہ بر جانِ سوزان و دلِ بریاں فرود آید

بدینساں کز بلندی، گفتِ خسرو رفت بر گردوں
چہ باشد یک سخن گر در دلِ جاناں فرود آید

۳۹۳

کہ می آید چنیں[2] یارب، مگر مہ بر زمیں آمد؟   چہ گرد است اینکہ می خیزد کہ با جاں ہمنشیں آمد
کہ میراند جنیبت را کہ میداں عنبر آگیں شد؟   کدامیں بادمی جنبد کہ بوئے یاسمیں آمد

---

[1] غزل محذوف در ن   [2] بیت محذوف ست در نسخۂ ق و بجایش بیت ذیل ست —
بیامد پیش ازیں یک بار جاں تسلیم ادا کردم ※ کنوں تسلیم شو اے جاں کہ باز آں نازنیں آمد

چناں نقاشِ چیں حیراں بماند از پیچشِ زلفش — کہ تاریکی بہ بینشِ دیدۂ نقاشِ چیں آمد
صبوری را دلم در خاک می جوید، نمی یابد — غبارِ کیست ایں یارب کہ در جانِ حزیں آمد
نہ چندیں آبِ چشمم آخر براں آئینہ زنگاری — برآ اے سبزۂ رنگیں کہ باراں بر زمیں آمد
بتی و آفتِ تقویٰ و دیں، آخر نمیدانی؟ — کہ در شہرِ مسلماناں نبایدایں چنیں آمد
خیالش[۱] باز گردا، گرد دل میگرد دم امشب — الا اے دوستاں یاری، کہ دشمن در کمیں آمد

زبہر چاک دامانی چہ جائے طعن بر خسرو
کہ او را تیغ در دست و سر اندر آستیں آمد

۳۹۴ غ

پس از ماہیم دوش از وعدۂ دیدار خواب آمد — گہے برخاستم کاندر سرِ من آفتاب آمد
پس از بیداری بسیار دیدم، لیک نے سیرش — کز اول دیدنش ہم راحتم افزود و خواب آمد[۲]
ز شادی گریہ گوید و بچشم خویش می دیدم — کہ دیدم روئے آں خورشید و اندر دیدہ آب آمد
رواں شد مردمِ دیدہ کہ بوسد سمِ شبدیزش — کہ آں ماہِ سریع السیر در عینِ شتاب آمد

نہ گرد است ایں کہ ہست آں گرد دولت گرد در راہش
کہ زیرِ رایتِ منصور چوں خاں کامیاب آمد

۳۹۵ غ

نہ از نقاشِ چیں ہرگز چنیں صورتگری آمد — نہ ایں ناز و کرشمہ از بتانِ آذری آمد

---

[۱] بیت محذوف درن و بجایش بیت ذیل اضافہ است ؎

زچندیں آبِ چشمم آخر بداں آئینہ زنگاری ؎ برائے سبزۂ رنگیں کہ باراں بر زمیں آمد

[۲] درن ابیات ذیل اضافہ است ؎

رخش پژمردہ دیدم بر سمش از گریش می گرد — لبش خاموش بود و گونہ رخ در جواب آمد
مہش را سلخ کرد از نازکی مہتاب در شبہا — اگرچہ آفتابِ من میانِ ماہتاب آمد

مکن ناز و مکش ما را مسلمانی ست این آخر؟ | اگر عاشق شدم جانان چه کردم کافری آمد
چو بیهوش[1] خیالم دید شب می گفت همسایه | که امشب باز آن دیوانهٔ ما را پری آمد
چه شد کامروز آب چشم من بی خواست می آید | دگرگون می شود این دل مگر آن لشکری آمد
ز خوبان داعیه دارم برای دل ولی مسکین | که با این دشمنان دوست رویش داوری آمد

غلام عشق شو خسرو به زیر تیغ گردن نه
حدیث عقل را مشنو که کارش سرسری آمد

۳۹۶

چه پنداری که من از عاشقی دیوانه خواهم شد؟ | ز رسوائی اگرچه در جهان افسانه خواهم شد
رسید آن آدمی رو باز و آمد در نظر دانم | بپای دیگران امروز من درخانه خواهم شد
ز بس زیباست لاف عشقبازی خودپرستان را | چو با عشق آشنا گشتم ز خود بیگانه خواهم شد
گهی پیش رقیبان ستمگر گریه خواهم کرد | گهی در راه مرغان خبرش دانه خواهم شد
نگارا مست بگذشتی بکوی زاهدان روزی | برون شد صوفی از مسجد که در میخانه خواهم شد
مگر لعل لبت[2] بوسم چو می در شیشه جا آرم | مگر جعد ترت گیرم چو مو در شانه خواهم شد
چو آتش می زنی در من سپند روی تو گردم | چو شمع جان شدی گرد سرت پروانه خواهم شد
الا ای باد شبگیری به گلبرگ بنا گوشش | بجنبان زلف زنجیرش که من دیوانه خواهم شد

سر اندر آستین و تیغ در دست است خسرو را
گر اکنون بر سر کویت روم دیوانه خواهم شد

۳۹۷

به پیران سر[3] به کوی عاشقی رندانه خواهم شد | بسودای پری روئی ز سر دیوانه خواهم شد
چنین کاندر زبان خلقی گرفتستم به بیهوده | بشهر و کو به بدنامی دگر افسانه خواهم شد

---

[1] و [2] ابیات محذوف در ن
[3] غزل محذوف در ن

برو ناصح چه ترسانی مرا از طعنهٔ مردم
صلاح از من چه می جوئی که در میخانه خواهم شد

بخاکِ پائے او پیماں بہ بستم با سگ کویش
رود گر سر درایں پیماں از ایں پیماں نخواهم شد

بدام زلفش افگندم زدستِ خال و خطِ او
چو من مرغے چه دانستم که صید دانه خواهم شد

بشهر امروز آں دلبر چو شد شهره به دلجوئی
به عشقش داده دین و دل کنون مستانه خواهم شد

برسوائی و قلاشی چو خسرو آشنا گشتم
زعقل و مصلحت آخر به کل بیگانه خواهم شد

۳۹۸

من از جور[1] و جفائے دلبراں دیوانه خواهم شد
زخویش و آشنا از دست دل بیگانه خواهم شد

زبس کافسانهٔ خود باد ر و دیوانه می گویم
برسوائی میانِ مردماں افسانه خواهم شد

چو دیدم خال و خطِ آں پری رُو را بدل گفتم
گرفتار ار شوم در دام او، زیں دانه خواهم شد

ملامت گو، برسوائی مترساں هوشیاراں را
که من بے پا و سر در کوئے او مستانه خواهم شد

بدل گفتم "چرائی بیوفا؟" گفتا: "برو خسرو"
گذار از من که من در خدمتِ جانانه خواهم شد

۳۹۹

مرو زینساں[2] که هر سو جامهٔ جاں چاک خواهد شد
جهانے در سر ایں غمزهٔ بے باک خواهد شد

خدا را زو نپرسی و مرا سوزے بجائے او
که کشته عالمے زاں نرگس بے باک خواهد شد

تو مبزن غمزه تا من میخورم خوش خوش سنانِ تو
چه غم دارد ترا اگر سینهٔ من چاک خواهد شد

زهے شادی که او آید، ببیند حال من، لیکن
من ایں شادی نه میخواهم که او غمناک خواهد شد

بسوزم خویشتن از جور بخت بد، وے ترسم
که آتش سوخته از سنگِ ایں خاشاک خواهد شد

مبیں زیں سو که جانم از خیالِ مهرهٔ چشمت
چو کنجشک گروهر کرده در تاباک خواهد شد

---

[1] و [2] هر دو غزل محذوف در ن

خیال خط تو ہمراہ جانم باشد آنروزے — کہ نام من ز لوح زندگانی خاک خواہد شد
از آں لب تلخ میگوئی مترس از خندۂ خسرو
کہ ہر زہرے کہ می آید بر آں تریاک خواہد شد

۴۰۰

شبے اے باد سوئے آں رخ گلگوں نخواہی شد — بگوئے آں فریب انگیز پُر افسوں نہ خواہی شد
مرا بارے برآمد جاں ز بیداری و تنہائی — برآں بدگو کہ خواہی شد ہم از اکنوں نخواہی شد
رسید آں نازنیں اینک الا اے صبر ترسا دل — ستادی کردہ ای نیکو اگر بیروں نہ خواہی شد
من امشب فرصتے دارم کہ سیرش بنگرم، لیکن — ہم اندر دیدنِ اول دلا گرخوں نہ خواہی شد
بلائے جاں ست آں زنجیرِ جعد اے عاشق مسکیں — چو می بینی درا ویغی کہ تو مجنوں نہ خواہی شد
نگارا زآبِ چشمِ من دلت کشتہ ست میدانم — کہ از بختِ بدِ من باز دیگرگوں نہ خواہی شد
دل و دیں بیہدہ بر بوے زلفت می کنم ضائع
از آنِ خویش خسرو را تو کافر چوں نہ خواہی شد

۴۰۱

سخن می گفتم از لبہاش در کامم زباں گم شد — گرفتم ناگہاں نامش، حدیثم در دہاں گم شد
دل گم گشتہ را در ہر خمِ زلفش ہمی جستم — کہ ناگہ چشمِ بدخویش سوئے جاں رفت و جاں گم شد
نہادند اہلِ طاعت دست و پائے زہد را لیکن — چو دیدند آں کرشمہ دست و پائے ہمگناں گم شد
چہ جائے طعنہ گردر خانہ نارم یاد در کوئے — کہ در ہر ذرہ در کویش ہزاراں خان و ماں گم شد
من اندر عشق خواہم مرد کیں جاں می برد ہر کس؟ — از آں وادی کہ در وے صد ہزاراں کارواں گم شد
در مقصود بر عشاق مسکیں باز کے گردد؟ — چو در خاکِ در خوباں کلیدِ بختِ شاں گم شد
قدم تلکے دریغ آخر کنوں از حالِ مسکیناں — کہ عاشق خاک گشت و جانش اندر خاکداں گم شد

---

[1] غزل محذوف در ن — [2] بیت محذوف در ن

مرا گویند بدگویان جهان خور غم مخور چندیں
چو خسرو گم شد اندر خود، حساب آں جهاں گم شد

۴۰۲

زعارض طرّه بالا کن که کار خلق درهم شد
علم برکش، که بر خوبانت سلطانی مسلّم شد

فگندی برقع از روئے وز یعقوباں بشد دیده
گذشتی بر سر بازار و حسنِ یوسفاں گم شد

دلم می خواستی پاره عفاک الله چناں دیدی
مرا می خواستی رسوا بحمدالله که آں هم شد

که داند خاک من دور از سر کویت کجا افتد؟
خوش آں سرہا که در راهِ تو خاکِ نعل دہم شد

ترا دادم دل و تن خال را و جاں دو چشمت را
من و عشقت کنوں گر سوئے خویشم سینه بے غم شد

گریباں گیری اے زاهد چه فرمائی رقیباں را
کز او در عهد حسنش دامنِ صحبت فراهم شد

بروں افتاد چوں نامحرماں از پردهٔ دل جاں
ازاں گه کاندریں پرده خیالِ دوست محرم شد

عنانش گیر و مگذار اے رقیب از خانه بیرونش
که از دہلئے سرو عاشقاں در تاب و درهم شد

زباں گر تیشهٔ فرهاد گردد بند گویاں را
چه غم چوں در دلِ خسرو بنائے دوست محکم شد

۴۰۳

کسے را که این[1] چنیں زلف و بناگوش آں چناں باشد
اگر در دیدهٔ و دل جائے دارد جائے آں باشد

بلائے گشتِ حسنت بر زمین و همچو تو ماهے
اگر بر آسماں باشد بلائے آسماں باشد

مرا چوں هر دمے سالے ست اندر حسرتِ رویش
دریں حسرت اگر صد ساله گردم یک زماں باشد

بسے خواهم میانت را بگیرم، وه همی ترسم
که تنگ آئی ز من بے آں که چیزے در میاں باشد

چو از غم پاره شد جانت بیا کن از لبِ لعلت
بدنداں بر کنم چیزے که آں پیوند جاں باشد

به بوسے می فروشم جاں، بشرط آں که اندر وے
اگر جز مهر خود بینی مرا جاں رایگاں باشد

---

[1] غزل در نسخهٔ ا ن محذوف است

جواہر بندی از تن البتہ ہر بند زلفت شد　　بہ بندم دل بجائے گر ازاں بندم اماں باشد
دل خود را بزلفِ چون خودی بر بند تا دانی　　کہ جانِ چوں منی اندر دلِ شب بے چساں باشد
درونم ز آتش اندیشہ بند از بند می سوزد
عفا اللہ کو کس را تپ اندر استخواں باشد

۴۰۴
ترا از وجہ[1] دل بردن ورائے حسن آں باشد　　کہ دیگر خوبرویاں را نہ دائم آں چناں باشد
لبانت آں چناں بوسم کہ جانم بر لباں آید　　کنارت آں زماں گیرم کہ عمرم درمیاں باشد
تو خود کے بر سرم آئی و ایں دولت دہد وستم　　نثار خاک پایت را کمینہ تحفہ جاں باشد
بیفشاں جرعۂ ساقی کہ آئی بر سرم روزے　　کہ خشت قالبم خاکِ سر کوئے مغاں باشد
خیال قد و رویش را درونِ دیدہ جا کردم　　کہ جائے سرو و گل آں بہ کہ در آبِ رواں باشد
ز حالِ زارِ بیماران و زلفِ شام شب گیرش
کسے داند کہ چوں خسرو ضعیف و ناتواں باشد

۴۰۵
ب
مرا تا آشنائی با بتانِ دلربا باشد　　نہال ست ایں کہ جانم با صبوری آشنا باشد[2]
نہ پنداری ز ہجرش بر بجھا دیدہ ست ایں دیدہ　　حقش بگذارم ار کیتب ترا در زیر پا باشد
صبا گو بوئے آرد تا زید بیچارہ مسکینے　　کہ او را زندگی زیں گونہ بر باد ہوا باشد
ز ہجرش بس کہ در خود گم شدم آگاہیم نبود　　کہ ہر شب من کجا و او کجا و دل کجا باشد
گرفتاری من در گیسوئے جاناں کسے داند
کہ در دام بلائے ہمچو خسرو مبتلا باشد

---

[1] غزل در نسخۂ ن محذوف است　　[2] بعدہ درن بیت ذیل اضافہ است
نہ خواہد مردہ کس خود ما و لے من زیں خوشم زیرا　　ز جانِ خویش در ا نجم کہ بہلویت جرا باشد

۴۰۶

مبارک[1] بامدادے کاں جمال اندر نظر باشد — خجسته طالع کاں ماه را بر ما گذر باشد
گرت بیند کسے کز زندگی دل خبر دارد — عجب نبود اگر تا زنده باشد بے خبر باشد
نظر از دور در جاناں بداں ماند که کافر را — بهشت از دور بنماید، کاں سوزِ دگر باشد
ندانم چوں شود حالم که می میرم ز نادیدن — وگر وقتیش بینم آں خود از مردن بتر باشد
مکن عیب از پے تردامنی، شاهد پرستے را — که از خونابه سر تا پائے او همواره تر باشد
مرا گفتی "بدستِ خود عقوبت ها کنم با تو" — بکشتن راضیم، گر خوں بهایم ایں قدر باشد
نه من آنم که برگیرم سر از خاکِ درت هرگز — مگر وقتے که زیرِ خاک خشتم زیرِ سر باشد

مگو اے پندگو اندوهِ بیهوده مخور چندیں
چه خار از پا کشی آں را که پیکاں در جگر باشد

۴۰۷

سخن در پرده[2] می گوئی زباں دانی همیں باشد — دلم از غمزه می جوئی فسوں خوانی همیں باشد
اگر فرماں دهی بر من طریقِ بندگی دارم — چو می دانی طریقِ بنده فرمانی همیں باشد
مرا کشتی به تیغِ غم، نه می گویم "پشیماں شو" — سرے زافسوں در جنباں پشیمانی همیں باشد
سلیماں دولتی، از رخ چرا خط می کشی بر من؟ — به موراں می دهی خاتم سلیمانی همیں باشد
ز هر مو بسته ای زنار و می گوئی مسلمانم — بگوئید اے مسلماناں مسلمانی همیں باشد

درِ خوباں زدی خسرو همی دانم سزا دیدی
سزائے آں چناں کارے نه می دانی همیں باشد

۴۰۸

خوشتم کردی به دشنامی توقع بیش می باشد — به حقِ آں که در ذکرت زبانم ریش می باشد

---

[1] و [2] هر دو غزل در ن محذوف ست

بہ بازی گویم گہ گہ کہ سویم باز کن چشمے — کسے را ایں بگویش دیدہ وقتے بیش می باشد
نہ دانم تا چساں بیروں روی از جانِ مشتاقاں؟ — کہ ہر چیت بیش می بینم تمنا بیش می باشد
گر از لب[1] شربتے نہ دہی بکشتن ہم نمی ارزم — چرا در کاربات آخر چنیں فرویش می باشد
برو[2] اے جان ناخشنود کاینہا نیست جاں اکنوں — کہ بر خود پادشاہی در دل درویش می باشد
برہمن را بتا اندر خانہ باشد من بتر زویم — کہ بت پوشیدہ در جان من بدکیش می باشد
کجا آں[3] بخت دارد کار زویش در کنار آید — گدائے کو شبے تا روز کنج اندیش می باشد

ز غیرت سوختم اے جاں مزن بر دیگراں غمزہ
کہ خسرو را ہمیشہ در جگر ایں ریش می باشد

۴۰۹

بہ چشم[4] تا خیال لعل آں قصاب می گردد — دما دم دُرِّ اشکِ من بخون ناب می گردد
دما دم سجدہ می آرم من بیدل بہر ساعت — خیال طاق ابروئے تو ام محراب می گردد
ہمی گردد خیال رویت اندر خانۂ چشمم — مثال ماہیے کاندر میان آب می گردد
سر زلفت سرش بر باد خواہد داد می دانم — کہ رسوا می شود دزدے کہ در مہتاب می گردد

تو سلطان وار بنشیں و مترس از خسروے چوں من
کہ او از گریہ دریائے ما نایاب می گردد

۴۱۰

ہنوزت ناز[5] گرد چشم خواب آلود می گردد — ہنوز از تو شکیب عاشقاں نابود می گردد
بہ صد جاں بندہ ام آں غمزہ را با آں کہ می دانم — کہ مرگم گرد آں پیکانِ زہر آلود می گردد

---

[1] تا [3] ہر سہ بیت درن محذوف ست و بجایش بیت ذیل ست ؎
مرا گویند "برجا دار دل تا کے پریشانی؟" ؛؛ کجا ایں دل کہ می دارم بجائے خویش می باشد
[4] و [5] ہر دو غزل محذوف درن

چه پرسی حال شبہائے کسے کس چوں تو غمخوارے — همه شب از درونِ جانِ غم فرسود می گردد
جگر می سوزدم جانا مشو ناخوش ز بوے من — اگر در گردِ دامانِ تو بوئے عود می گردد

تو معذوری اگر در روئے خسرو چشم نکشائی
چنیں کز آه او هر دم جہاں پُر دود می گردد

غ

۴۱۱
همه شب در دلم آں کافرِ خونخوار می گردد — حریرِ بسترم در زیرِ پہلو خار می گردد
سرم را خاک خواہی دیدن اندر کوئے او روزے — که دیوانه دلم گردِ بلا بسیار می گردد
مشو رنجه به تیر افگندن اے ترک کماں ابرو — که مسکیں صید، هم از دیدنت مردار می گردد
نه پندارم که هرگز چوں گل رویت بدست آید — صبا کو روز و شب بر گردِ هر گلزار می گردد
چرا صد جا نگردد غنچهٔ دل پاره همچوں گل — که آں سروِ رواں در دل دمے صد بار می گردد
تو بارے باد ہائے دل که آنجا مدخلے داری — که مسکیں کالبد گردِ در و دیوار می گردد
اسیرِ عشق را معذور دار اے پند گو بگذر — که چوں ساقی بکار آید خرد بیکار می گردد
ز شهر افغاں برآمد در خرابیہا فتم اکنوں — که از فریادِ من دلہائے خلق افگار می گردد

چه غم او را اگر در شهر رسوا می شود، خسرو
ببیں تا چند سگ چوں او به هر بازار می گردد

۴۱۲
کسے کش[۱] چوں توئی در دل همه شب تا سحر گردد — تعالی الله چگونه خونش اندر چشم تر گردد
که گوید حال من پیشت کجا یاد آورد سلطاں؟ — ز سر گشته گدائے کو به خواری دربدر گردد؟
بیاباں گیرم از غم هر دم و مہمانی زاغاں — که از خونہائے چشم روئے صحرا پُر جگر گردد
خیالت گر در آب آید کند آبِ حیات آں را — بداں گونه که هم در روے خیالت جان ور گردد

۱۔ غزل محذوف درن

گل رویت نزارم کرد زاں گونہ کہ ایں تن را — اگر آسیب بوئے گل رسد زیر و زبر گردد
اگر نازم بوصل آخر نگاہے سوئے مسکینے — نظر بازی رہا کن تا مقابل باز گردد؟
سیہ روزے چو من کے روشنی بیند چنیں کاینک — شبم تاریک وازدود دلم تاریک تر گردد

سرت گردند خسرو بر سر کوئے تو سرگرداں
بدیں حیات مگر با عاشقانت سر بسر گردد

۴۱۳

سپہر ہفتمیں کانجا بسے برج رواں گردد — بہر برجے خیالے دہ کہ خورشید رواں گردد
چہ مشکل است آں مذہب کشتن خلقے بنامی زد — گاز دز دیدہ بنماید گہ از شوخی نہاں گردد
ز حسن خود چہ در سری کنی بادلے درخت گل — نہال نیم خیزش باش تا سرو رواں گردد
کہ گر دار دز شادی جان گرہ را داد آں ساعت — کہ جاں گرد خیال او خیالش گرد جاں گردد
نیاید کوہ جور از وے گران لیک ایں گراں جورے — کہ در پیشش نیارد دم زدن کش دل گراں گردد
مگو کز دیدنم نگری کہ رسوا می کنی مارا — چہ بندم حیلہ چوں بے خواست چشم من رواں گردد
رخے سویم نہ و در ما نگاہ حیرتے افگن — از آں بیشم کہ زیر خاک مہرہ رایگاں گردد
وصال اہل ہوس جوید خسرو البلایں دوست — کہ او در کوئے او بدنام و خلقے بدگماں گردد

کجا گردد بکام من فلک کاں مہ رسد زیں سو
دگر گردد ہم از فرمان شاہ کامراں گردد

۴۱۴

دلم را گاہ آں آمد کہ کام از عیش برگیرد — ز دست ساقی دوراں چو گردوں جام زر گیرد
ملامت می کند مارا خرد در عشق ورزیدن — دل عاشق کجا قول خرد را معتبر گیرد؟
بعیاری کسے آرد شبے معشوق خود در بر — کہ جاں بر کف نہد تا روز ترک خواب و خور گیرد

لہ و ۲ہ ہر دو غزل محذوف درن

زراز خلوت ما شمع چوں روشن کند رمزے — بگو پروانه تا خادم زبان شمع بر گیرد
اگر لشکر کشد سلطان به ویرانی، چه غم باشد — گدائے را که صد کشور به یک آه سحر گیرد
گر از دستِ غمت خسرو شود فانی نه دارد غم
به پایت گرد هر جاں را حیاتِ نو ز سر گیرد

۴۱۵

پسند ست آں که زلف اندر رہا گوشت علم گیرد — مفرما عارض چوں سیم را کز خط حشم گیرد
چو سبزه خویش را خط تو خواند جائے آں دارد — که گل از خنده برخاک افتد و غنچه شکم گیرد
پس از ما هیبت می بینم، مرِ من کج مکن ابرو — گره مفگن به پیشانی که مه در غرّه کم گیرد
دلم سوئے دہانت می رود چوں در تو می بینم — مگر می خواهد از بیم فنا راه عدم گیرد
خیالت بیشتر می بینم اندر دیدهٔ پُر نم — اگر چه روئے در آئینه نماید چه دم گیرد
ستم در عهد تو زاں گونه خونیں شد که هر ساعت — اجل بهر شفاعت آید و دست ستم گیرد
[1] مرا بر تخت وصلت ناخن پائی نگردد تر — اگر اطراف عالم سربسر سیلاب غم گیرد
حدیث دیده و دل چوں نویسد سوئے تو خسرو
که کاغذ تر شود از گریه، آتش در قلم گیرد

۴۱۶ — غ

خوشم کآب دو چشم من همه روئے زمیں گیرد — مبادا گرد غیرے دامن آں نازنیں گیرد
از آں افسانه هائے خوش که دل می گوید از عشق — من بدبخت را ترسم که روز واپسیں گیرد
چو برمالی بخونم آستیں، جاناں که من بارے — ز خون خویش بیزارم ترا گر آستیں گیرد
نشاندی فتنه را در گوشهٔ چشم آں گهت گفتم — "که عالم کفر و گمراهی از آں گوشه نشیں گیرد"
چه باشد حال من جائے که همسایه شود بهش — چو آئی مست و خانه بوئے ورد و یاسمیں گیرد

---

[1] بیت در ن محذوف ست

چو در تاباک جانم دید شب گفتا مکن مسکیں   چہ شیریں جاں کند چوں باش اندر انگبیں گیرد

میا در پیش چشم کس سپند روئے تو خسرو
روا داری کہ آتش در منِ اندوہگیں گیرد

۴۱۷

سوار چابک من باز عزم لشکری دارد   دل من پار برد، امسال با جاں داوری دارد
من اندر خاک میدانش لگدکوبِ ستم گشتم   ہنوز آں شہسوار من سر جولاں گری دارد
بہ ہر شکلے کہ می آید ز من جاں می برد، بارے   کہ می گوید کہ ایں شیوہ ز بہر دلبری دارد
مسلماناں نگہدارید بیچارا دل خود را   کہ تیر انداز من مست ست و کیش کافری دارد
ندارم آں چناں بختے کہ خواندہ بندۂ خویشم   غلام دولت آنم کہ با او چاکری دارد
توئی دیوانہ اش جانا کہ داری سایۂ گیسو   دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیب پری دارد
مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آں را   نیارد بر زبان و سرزنش چوں بر پری دارد
مرا چوں می کشی، جانا شفاعت می کند جانم   نہ میگوید مکش، اما سخن در لاغری دارد

بہ بدنامی بر آمد نام خسرو از پے دیدہ
نہ یک تردامنی دارد کہ صد دامن تری دارد

۴۱۸

مہ روزہ رسید و آفتابم روزہ می دارد   چہ سود از روزہ کز گرمی جہانے را بیازارد؟
نہ دنداں[1] روزہ را رخنہ کند بس از لب شیریں   لبالب رخنہ ہائے روزہ زاں شکربار آرد
دہانش را کہ بوئے مشک می آید گہ روزہ   از آں خط ست کز پیراہن لب مشک می کارد
بہ شب ہم فرض شد بر عاشقاں کوئے او روزہ   کہ ہر کاں روئے چوں مہ دید شب را روز پندارد
نگارا روزہ اے چندم قضا شد در رہِ ہجرت   مپوشاں روئے تا جانم قضائے روزہ بگذارد

---

[1] بیت محذوف درن

هلالے گشتم از روزہ کمندِ زلف را بفگن
کہ تا خورشید بر بندد از آں بالا فرود آرد

مراصوم وصالت از تو و کافر کند خلقم
کہ ابروئیت نمازے در دو محرابم روا دارد

بہ روزہ مؤمناں رغبت کنند حلوا البشیرینی
بہ کوئیت زاں رسد خسرو کہ آں جا شہدی بارد

۴۱۹

اگر آں جادوئے خوں خوارہ نرگس در افسوں آرد
بسا آلودہ را کش دست بیخوابی زبوں آرد

مرا بالے برآمد جاں، از ایں جاں درون ماندہ
کسے باشد کہ دل بشگافد و او را بروں آرد

گلہ از بادمی کردم کہ نارو زد بجز گردے
بریدہ آرزو مندم کہ آں دولت کنوں آرد

زبس دلہا کہ مانند او بختہ در زلفِ مشکینش
گہے زو بوئے مشک آرد صبا، گر بوئے خوں آرد

مرا گویند سودا و جنوں آرد رخِ نیکو
بجاں درماندہ ام، اے کاش سودا و جنوں آرد

زبہر آزمودن را عناں دیدم، سر دآں دم
مبادا ہیچ دشمن را دل اندر آزموں آرد

نمودی سیرم و کشتی وے از تشنگی مردہ
بہ یک بار آں چناں بد شربتے را تاب چوں آرد

بجائے جوئے شیر از چشم خسرو جوئے خوں آید
چو فرہاد ار زخانہ رو بکوہ بے ستوں آرد

غ

۴۲۰

میا غمزہ زناں بیروں کہ ہوئے در جہاں افتد
دلے بے خانماں را آتش اندر خانماں افتد

اگر من از سجود آستانت کشتنی گشتم
ہم آنجا کش، کہ تا بارے سرم بر آستاں افتد

پس از مردن بزاغاں دہ تنِ اندوہ پروردم
نخواہم تا سگ کوئے ترا ایں استخواں افتد

دلم پر خوں[۱] دمی نازم بر ویش، گرچہ می دانم
کز یں سیلاب روزے رخنہ بر بنیادِ جاں افتد

ہمہ کس در دریغ من کہ چوں می میرد ایں مسکیں
مرا ایں آرزو کو را نظر بر من چساں افتد

---

[۱] غزل محذوف درن
[۲] بیت محذوف درن

زبدمهری[۱] نمی افتد نظر بر رویم آن مه را — مبادا در جهان کس را مه نامهربان افتد
بگویش گرچه می نالم بدرد اما بدین شادم — که وقتی ناله ام در گوش آن نامهربان افتد
اگر بادام[۲] تر گوید که با چشم تو می مانم — چنان سنگش زنم بر سر که مغزش در دهان افتد
اگر بیند[۳] جمالش را بروز جنگ اسپاهی — چنان بیخود شود ناگه که از دستش کمان افتد
همه کس دوست بیش شود لیکن دوست آن داند — که یاد آرد ز تو چون روزگارے در میان افتد

مترس از بیم جان خسروا گر در عشق می لافی
که باشد بسمل عاشق را اگر جانے زیان افتد

۴۲۱

بروے چون[۴] گلت هر گه که این چشم ترم افتد — همه شب تا سحر خار و خسک در بسترم افتد
مرا هم چشم من کشته ست و هست اینها هم از من — که لعلے دم بدم زین دیده بر گوهرم افتد
زگریه زیر دیوار تو هم غمناک و هم شادم — غم آن کافتد و شادی آن کان بر سرم افتد
چه سوزی هر دمم یک باره سوزو هم بباد ده — که ترسم شعله افتد هر کجا خاکسترم افتد

بدینسان خسروا چون زنده مانم ده که گر روزے
نبینم ناگهش، سودائے روز دیگرم افتد

۴۲۲

چو زلفش فتنه[۵] شد بر جان، دلم آباد کے ماند؟ — غم هجران ز حد بیرون، درونم شاد کے ماند؟
مکن عیب ار بنالد جان چو نقد تن همه بردی — کسے کش خانه غارت گشت بے فریاد کے ماند؟
ملامت بیهده ست آزادگان را بر سر کویت — کسے کان روے بیند از بلا آزاد کے ماند؟

---

[۱] تا [۳] هر سه بیت محذوف درن و بجایش بیت ذیل اضافه است ـــ
چنین کان مست و غلطان می رود و اے رقیب بد ❊ مده رخصت که می ترسم خرابی در جهان افتد
[۴] و [۵] هر دو غزل محذوف درن

دلے داری کہ در روئے نازمودہ ست از بلا ہرگز — من ار چہ درد خود گویم بر آں دل یاد کے ماند؟
خرابی ہاست بر جانِ من از دستِ خیالِ تو — چو سلطاں تیغ کیں بر داشت ملک آباد کے ماند؟
در آں دم کز کرشمہ ناز در سر می کند شیریں — صبوری در دلِ شوریدۂ فرہاد کے ماند؟
بر قلاشی و رسوائی چہ جائے طعن بر خسرو
چو عشق افتاد در سر عقل استاد کے ماند؟

۴۲۳

بہش گویم[1] ولیکن مہ سخن گفتن نہ می داند — گلش گویم ولیکن گل گہر سفتن نہ می داند
ز شب بیداری من تا سحر چشمش کجا داند؟ — کہ او شب تا سحر کارے بجز خفتن نہ می داند
اگر گویم کہ حالِ من کسے آنجا نہ می گوید — صبا دانم کہ می داند ولے گفتن نہ می داند
بپایش افتاد زلف و یافت دستے بر لبش لیکن — زمیں رفتہ ست پیوستہ شکر گفتن نہ می داند
ہمہ آشفتگی خواہد سر زلف پریشانش
ز خسرو گو "بیاموزد" گر آشفتن نہ می داند

۴۲۴ — ب

چہ پوشی پردہ بر روئے کہ آں پنہاں نمی ماند — دگر در پردہ می داری کسے را جاں نمی ماند
من درویش رسوائے جہاں گشتم بحمد اللہ — چہ شبہہ عشق و درویشی بسے پنہاں نمی ماند
مگو" کلئے دیدہ در روئے من حیراں چہ ماندستی"؟ — کدامیں دیدہ کاندر روئے او حیراں نمی ماند[2]؟
ز چشم کافرت کز غمزہ لشکر می کشد ہر سو — بہفت اقلیم تن یک منزل آباداں نمی ماند
ثنای با بندہ چوں ادل بدیں خوش می کنم دل را — کہ پیوستہ مزاج آدمی یکساں نمی ماند
کرم کن در حق خسرو کہ جاویداں ہمی ماند
چو می دانی کسے در دہر جاویداں نمی ماند

---

[1] غزل محذوف در ن — [2] در ن بعدہ بیت ذیل اضافہ است سہ
بہ یاد روئے تو چنداں کہ سوئے ماہ می بینم ※ ہمی ماند بہ تو چیزے ولے چنداں نہ می ماند

۴۲۵

نہے از درد[1] خود یک چشم را بینم نمی بیند
که هیچ آں سست گیرِ بیوفا را غم نمی بیند

چنیں کز خواب و هر شب پریشانست چندیں دل
خدایا هرگز او خواب پریشاں کم نمی بیند

نه می خواهد بے روئے تو بیند از جفا جانا
ولے دیوانه می گردد گرت یک دم نمی بیند

بگویش تا بپرهیزد ز آهِ سردِ مشتاقاں
رقیب آں زلف را کز خود پریشاں هم نمی بیند

سخنهائے تو در دل ماند ما را یاس کانست ایں
که شبها رفت و کس را چشم بر هم هم نمی بیند

منِ مسکیں غلام عشقم اے عقل از سرم بگذر
که ایں سلطاں ترا در کار خود محرم نمی بیند

زہے سنگی بخشت گور شد کارم هنوز اے دل
بنا و عهد و پیمانِ ترا محکم نمی بیند

اگر مہی که خسرو نیم کشته گشت از چشمت
ز بیم جاں در آں گیسوئے خم در خم نمی بیند

۴۲۶ ب

بتِ محمل نشین من نگر حالم نه می داند
که می بندد بر ایں دل بار و محمل تند می راند

جنازه در ره وا و بیخته دل چوں جرس با او
نفیرِ نالهٔ دل هم بآواز جرس می ماند

سگے دنبال آں محمل طفیلِ او دواں من هم
منش لبیک می گویم چو او سگ را همی خواند

شتربانا فرود آ در زمانے محملش ور نه
ز آب چشم من ترسم شتر در گل فرو ماند

کجا در دل بماند جاں اگر جاناں بروں آید
کسے کو هم سگے دیدن زمام از دست بستاند

چو من مردم دریں وادی روانے سیلاب چشم من
زمیں را گرد بنشانی شتر جلے که بنشاند

دم سردم رسانے باد لطفے کن، مبر هر سو
هم آں سو بر نگر گردے از آں رخسار بنشاند[2]

خروش اشتر او هست از بار گراں خسرو
که ریزد کاروان دل گر او محمل بجنباند

---

[1] غزل محذوف درن

[2] بعده درن بیت ذیل زائد است

دریں ویرانه خواهم داد جاں ار بر سرم نایید ※ بگوئے سازباں بارے سرِ ناقه بگرداند

۴۲۷
چو جان عاشقاں[1] آں ماہ را سلطان و[2] خاں سازد — جہانے پیش او خود را غلام رایگاں سازد
خراماں می رود آں شوخ و در وے عالمے حیراں — بزرگ آں صانعے کز آب آں سرو رواں سازد
برابرو خال دارد آں بت و جانم فدائے او — در آں دم کو بسے دل طعمۂ زاغ و کماں سازد
سر آں چشم گردم چوں بناز و شیوۂ و شوخی — گہے مستی نماید گاہ خود را ناتواں سازد
ہزاراں راہبیں چوں خاک در کویش پراگندہ — کہ آں بازندہ شطرنج ہوس زیں استخواں سازد
اماں ہرگز نباشد عاشق بیچارہ را از غم — مگر آں گہ کہ کوئے خویش را دارالاماں سازد
بہ بیماری غم خسرو برائے زیستن ہردم
نوائے خویش را از خونِ دل تعویذ جاں سازد

۴۲۸
دمے نبود[3] کہ آں غمزہ جہانے خوں نمی سازد — ولے دعوے چوں اشکم بر رخ گلگوں نمی سازد
نمی گردد بچشم او خیال من بہ پیراہن — یقینم شد کہ او جامہ دگر گلگوں نمی سازد
منم یک قطرۂ خون دل و ایں چشم زار اہم — دمے در عشق تو نبود کہ چوں جیحوں نمی سازد
مباش از نالہ خونیں کم اے عشاق خوں افشاں — نگردد سرخ تا او را جگر با خوں نمی سازد
خیال تیر قدش را کہ او از دل گذر دارد — دلم ہمچوں الف ہرگز ز جاں بیروں نمی سازد
مرا گفتی "بتو سازم" ولے وقتے کہ سوزی دل — از آں وقتے کہ دل سوزم ولے اکنوں نمی سازد
نگہ میدار چشمت را ز گریہ بر درش خسرو
کہ گر دریا شود در روزے بداں در چوں نمی سازد

۴۲۹
زلالے نیست کز دست تو جان من نمی سوزد — کدامیں سینہ را کاں غمزۂ پُرفن نمی سوزد[4]

---

[1] و [2] ہر دو غزل محذوف در ن — [3] بعدہٗ در ن بیت ذیل زائد است — [4]
گر ترکیب فانوس است جانا استخواں من ٭٭ دروں می سوزدم چوں شمع پیراہن نمی سوزد

زہجرم بر جگر داغے ز عشقم ہر نفس دردے — من از غم سوختم جانا، دلت بر من نمی سوزد
مگو چندیں "کز ایں سوزاک بیہودہ بکش دامن" — کہ دل می سوزم و جانِ کسے دامن نمی سوزد
بد ینساں کز تپ ہجراں تنم در زیر پیراہن — ہمی سوزد، عجب دارم کہ پیراہن نمی سوزد
ہمہ شب زار می سوزم بتاریکی و تنہائی — کہ با من ہیچ دل سوزے درایں مسکن نمی سوزد
چراغ من نمی سوزد شبانگہ دہلئے سرِ من — چراغ خانۂ ہمسایہ ہم روشن نمی سوزد
[1]چو تو در باغ می آئی ہم از لطف و رُخِ خود را — کہ پیشت زآتش خجلت گل و سوسن نمی سوزد

غم خسرو ہمی دانی و ناداں می کنی خود را
مرا ایں سوخت ورنہ طعنۂ دشمن نمی سوزد

۴۳۰

ہمہ مستیٔ خلق از ساغر و پیمانہ می خیزد — مرا دیوانگی زاں نرگس مستانہ می خیزد
خوشم با آہ گرم امشب، مدہ تشویشم اے گریہ — کہ خوش می سوزدم ایں آتشے کز خانہ می خیزد
ہمہ شب با خیال، افسانہ ہائے دردِ خود گویم — مرا از جملہ بیخوابی از آں افسانہ می خیزد
خیالش در دلم می گشت، پرسیدم "چہ می جوئی؟" — "گیاہِ دوستی" گفتا: "ازایں ویرانہ می خیزد"
من از خود سوختم نہ از تو اے شمع نکورویاں — ہلاک جان پروانہ ہم از پروانہ می خیزد
لبت گر می خورد خونم گنہگارم بہ یک بوسہ — چہ کردم کاں خطت از گرد لب جمانہ می خیزد
مپوش آں خال را بہر خدا از دیدۂ مردم — کہ مسکیں مرغ غافل را بلا از دانہ می خیزد

چہ یاری باشد ایں آخر کہ ناری رحم بر خسرو
چنیں کز دردِ او افغاں زصد بیگانہ می خیزد

۴۳۱

ہوائے می رسد[2] کز سر گریباں چاک خواہم زد — کلاہ عافیت با سر ہم بر خاک خواہم زد

---

[1] بیت محذوف درن

[2] غزل درن محذوف ست

بر آں گل رخ چو راہم نیست، سوئے باغ خواہم شد | بیادش پیش ہر سرو بگریباں چاک خواہم زد
مرا ایں بس کہ بر خاکم سوارہ بگذری روزے | گذشتست ایں کہ من دست اندر آں فتراک خواہم زد
بہ تلخیٔ فراق اے پند گو، بگذار جاں بدہم | گذشتست آں کہ من ایں زہر را تریاک خواہم زد
بجانِ تو کہ جاں طاباک باشد در دمِ آخر | دمِ مہر و وفایت ہم در آں طاباک خواہم زد
زخونم گرچہ ناپاک ست ایں، در تو ہم کامشب | من آبے بر درش زیں دیدۂ نمناک خواہم زد

ازایں پس خسروا دیوانگی، زیرا نماند آں دل
کہ لافِ صبر پیش آں بت چالاک خواہم زد

۴۳۲

دلت[1] ہر لحظہ می گردد کجا روئے وفا روید؟ | غلط خود می کنم در سنگ غلطاں کے گیا روید
زبس دلہا کہ در کویت فرو شد ہر زماں آں جا | ہمہ باراں خوں بارد، ہمہ مردم گیا روید
دلم سنگ است و من از تو زباں کند می خواہم | چگونہ خوشہ گندم ز روئے آسیا روید
بناگوش بنفشہ سر کش ست از نالشِ سبزہ | کہ تا آں سبزہ در زیر بناگوشش چرا روید
بسے دیدم کہ گل ہائے معیّن روید از بستاں | نہ دیدم بوستانے کاندر آں مشک ختا روید
خطے باشد بہ خوں ز اقرارِ دل از بندگیٔ او | ہر آں سبزہ کہ بر خاکِ درت از خون ما روید
بود از غصہ ہائے دل بہم پیوستہ تو بر تو | گلے کز آبِ چشمِ ما بہ کویت جا بجا روید

دلِ خسرو کہ از باد حوادث دانۂ غم شد
نہ می داند کہ در کشتِ وفاداری کجا روید؟

۴۳۳

مشو پنہاں برون[2] آ علمے را جاں بیاساید | زہے آسایش جانے کہ از جاناں بیاساید
مکن منعم چو سیرے نیست از رویت چہ کم گردد؟ | اگر بے توشہ از نعمت سلطاں بیاساید

---

[1] و [2] ہر دو غزل در ن محذوف ست

نگه کن تا چه لذت باشد ار بنوازیم جانا — که گر پیکان زنی بر سینهٔ من جان بیاساید
مرا دردیست کآسایش نیابد جز بیک تیرت — عجب دردی که جان خسته از پیکان بیاساید
از آن بد خو کرشمه بارد و غم بر دهد جانم — همین بار آورد کشتی کز آن باران بیاساید
براه عشق کآن جا صد سکندر جان دهد تشنه — زهی بخت خضر کز چشمهٔ حیوان بیاساید
تن نازک کجا تاب خرابیهای عشق آرد؟ — چگونه مرغ خانه در دهِ ویران بیاساید؟

دل و جانم که ناساید بجز از دیدنِ خوبان
نه پنداری که خسرو تا ازین سان بیاساید

۴۳۴

رخی داری که وصف آن بخاطر در نمی گنجد — شراب لذت دیدار در ساغر نمی گنجد
کسی را در دهان تنگ خود چندین شکر گنجد — که تو می خندی و اندر جهان شکر نمی گنجد
کجا چیده بود آن مو که زلب برون آری — ز تنگی در دهان تو چو موی در نمی گنجد
خیالت چون بچشم آمد برون شد مردم چشمم — که در یک دیدهٔ مردم دو مردم در نمی گنجد
مرا سودای آن خط همچو دفتر ساخت تو بر تو — بگردانم ورق اکنون که در دفتر نمی گنجد
درآ در چشم و بیرون کن خیالات دگرگان جا — نگنجد مو که دو سلطان بیک کشور نمی گنجد
مرا گوئی که "دل بر یار دیگر نه" بنهم لیکن — همین در دل تو می گنجی کسی دیگر نمی گنجد

ز هجرت موی شد خسرو ولی از شادی وصلت
همین آن موی را بارے که در کشور نمی گنجد

۴۳۵ — ت

چو ترک مست من[1,2] هر لحظه سوی دگر غلتد — شود نظاره گی دیوانه و زو مست تر غلتد
به چوگان بازی آن ساعت که توسن را چو جولان — بمیدان در خم چوگانش از هر سوی سر غلتد

---

۱ و ۲ هر دو غزل محذوف در ن

نگرد آلوده روے آں سوار من ہمی خواہد — کہ افتد در زمیں خورشید و اندر خاک در غلتد
شبش خوش باد، روز از دیدۂ بیخواب پر خونم — چو او بر فرش عیش خویش مست و بیخبر غلتد
نغلتد کس چو من در شیوہ ہائے عاشقی در خوں — مگر مجنوں دگر زندہ شود زیساں کہ در غلتد

بسے غلتید خسرو بہر خواب و نماندش اکنوں
تو بنما چشم غلتانش کہ در خواب دگر غلتد

۴۳۶

چہ خوش صبحے[1] دمید امشب مرا از روئے یار خود — گلستان حیاتم تازہ گشت از نو بہار خود
مگر ہجراں قیامت بود کاں بگذشت خود بر من — در فردوس دیدم باز از روئے نگار خود
شمار غم نمی دانم کہ پیش دوستاں گویم — کہ من چیزے نمی دانم زدرد بیشمار خود
دل و جاں، کز بے من رنجہا دیدند در ہجراں — نمودم ہر دو را آں روئے کردم شرمسار خود
مرا آسودہ بالے دیدہ گرچہ رنجہ شد بالیش — کہ مالیدم ہمہ شب دیدہ را بر پائے یار خود
چو من بے دولتے، آں گہ نظر در چوں تو دلدارے — چہ بخت ست ایں و چہ اقبال، حیرانم بکار خود
دو بوسم لطف کردی دُشدم ہم در یکے بیہش — رہا کن تا ز سر گیرم کہ گم کردم شمار خود

جوابت ایں کہ می گوئی بہ پیش مرداں خسرو
ترا کو خواب تا بینی از ایں ہا در کنار خود؟

۴۳۷ — ب

دروغ و راستی کاں غمزۂ غماز بپیوندد — ز دو صد پردۂ عاشق زلف او باز بپیوندد
بلا را نو کند، رسم و طریق فتنہ نو سازد — چو او اول کرشمہ با طریق ناز بپیوندد
بسینہ نارسیدہ بگذرد و اندر جگر شیند — خدنگے با کماں کاں ترک تیرانداز بپیوندد
بخون گرم دل پیوست با او گر بری دل را — چو خوں گرم ست ہر صد بار دیگر باز بپیوندد

[1] غزل محذوف در ن

مرا چه حد وصلت این قدر بس قرب را باشد — سخن با یکدگر گر آواز با آواز بپیوندد
چه باشد حال من جائے که هر شب بهر تاراجم — خیالش ساخته با این دل ناساز بپیوندد
همی گویند "جاں خواهی، مجو پیوند او خسرو"
ز بهر زیستن گنجشک با شهباز پیوندد

۴۳۸ — غ

بتے کو هر دمم دشنامهائے شکریں بخشد — بر از دشنام نبود گر نبات و انگبیں بخشد
بعیدے گر جفا گوید برنجم، کاں نست حق من — بترنجم اگر جائے جفایم آفریں بخشد
خوش آں[1] دزدیده خندیدن برین دیوانهٔ مسکیں — که مورے را همه ملک سلیماں را نگیں بخشد
قدش خوں می خورد در دل من از وے دو جگر خوردن — نهالے کایں خورش یابد ضرورت بر همیں بخشد
چو سنگ نازنیناں گل بود بر روئے مشتاقاں — من از دیده بریزم هر گلے کاں نازنیں بخشد
چه باشد گر چو مے مهر مسلمانی بود در وے — خدا آں نامسلماں را مگر ایمان و دیں بخشد
عجب بخشنده اے شد چشم خسرو بر سر کویش
که خاکِ در کند دریوزه و دُرِّ ثمیں بخشد

۴۳۹[2]

دلم بروں شد از غمت، غمت ز دل بروں نشد — زبوں شدم، که بود کو ز دست غم زبوں نشد؟
به جلوه گاه نیکواں که هست جلوهٔ بلا — کسے درون پرده شد که از بلا بروں نشد
ز آبِ چشمِ عاشقاں کجا ز دیده تر کند؟ — ز شوخیٔ شکرلباں دل کسے که خوں نشد
چه نالها که کرد دل که یار را از آن خود کند — رخ نکوئی مرا چه حیلت ست چوں نشد
چو مردنی شدم ز غم چه جویم از کسے دعا — که از دعائے مرداں حیات کس فزوں نشد
ندانم ایں که چوں زیم حیاتِ دل چساں بود؟

---

۱ بیت محذوف است در ن — ۲ غزل محذوف است در ن

زجادوئے کہ از دل خسرو بصد فسوں نشد

۴۴۰

دل باز بہ جوش آمد، جانان کہ می آید   بیمار بہ ہوش آمد درمان کہ می آید
و[۱]ہ جان کساں ہر سو صد قلب دوان از پس   خوانیش چنیں لشکر سلطان کہ می آید
اے[۲] دل تو نمی گفتی کاینک ز پے مردن   اسباب مہیا کن آں جان کہ می آید
خود نامۂ خونیش آور داز بہر قصاص من   سر خاکِ رہِ قاصد فرمان کہ می آید
سیلِ مژہ را رخنہ انباشتہ شد یارب   کایں آب بہ چشم من تازان کہ می آید
خسرو بہ رہش بارے قرباں شد و بریاں ہم
تا باز ببیں کاں مہمان کہ می آید

۴۴۱

ما را تو صنم باشی دیگر بہ چہ کار آید؟   با لعل جگر سوزت جاں در چہ شمار آید؟
خنجر کشی از مژگاں بر سینۂ من چوں من   بے تیغ شدم کشتہ، خنجر بہ چہ کار آید؟
کا[۳]فر خطِ ہندویت جائے کہ کشد ما را   یارب کہ بہ ہندستاں کافر بہ چہ کار آید؟
دل[۴] از پے آں خواہم تا خوں شود از عشقت   گر کار بدیں ناید دیگر بہ چہ کار آید؟
از[۵] گوہر عشق خود زیور کنمت بنگر   خوبی چو فزوں باشد زیور بہ چہ کار آید؟
بر جان و دل خسرو ہر لحظہ نہد بارے
کایں عاشق مسکیں ہم دیگر بہ چہ کار آید؟

---

۱ و ۲ ہر دو بیت درن محذوف و بجایش دو بیت ذیل ست ــ
زاں خال و خط مشکیں با جملہ بلا دیدم   ایں آیت رحمت بیں در شان کہ می آید
اے ترک نگو آخر بہر دل مسکینے   کز سوئے تو بر جانم پیکان کہ می آید
۳ تا ۵ ہر سہ بیت محذوف درن و بجایش ابیات ذیل ست ــ
شد خستہ درون من از بیم جفا کیشاں   چوں می نہ دہد دادم، داور بہ چہ کار آید
اختر شمرم ہر شب در طالع خود لیکن   چوں کار قضا دارد اختر بہ چہ کار آید

۴۴۲ غ

شمع من اگر یک شب از خانه برون آید — از هر طرفی صد جان پروانه برون آید

صد جامه قبا گردد از هر طرفی چون او — کژ کرده کلاه از سر مستانه برون آید

من بیخبر و طفلان سنگی بکف از هر سو — شسته بکمین تا کی دیوانه برون آید

فریاد که از یاری عمری به جفا باشم — چون گاه وفا باشد بیگانه برون آید

هر روز بری جویم از بخت محال ست این — خوشه ز پی کشتن ما از دانه برون آید

گر وجه قرار من هست از رخ تو مردن — وه کز خط تو ناگه پروانه برون آید

در کشتن خود یارم من از تو چه غم دارم
گر جان ز پی خسرو خصمانه برون آید

۴۴۳ ت

از شیفتگان چون من، سرباز برون ناید — از سیمبران چون تو، طناز برون ناید

یک بار ترا دیدم جانِ شده باز آمد — از دیده مشتو یک سو تا باز برون ناید

تو حال دلم پرسی من در رخِ تو حیران — خواهم که سخن گویم آواز برون ناید

گفتی که "شدی رسوا" سهلست به یک بوسه — بربند دهانم را تا راز برون ناید

خود کیست[۱] نمی دانی آن شوخ که پیوسته — در سینه درون باشد از ناز برون ناید

دیوانهٔ خوبان را عیار نگیرد کس — تا در قدمِ اول جانباز برون ناید[۲]

از بس که فراوان زد دستانِ غمش خسرو
ناله هم ازو زین پس ناساز برون ناید

---

۱ بیت محذوف درن

۲ بعدهٔ درن بیت ذیل زائدست ؎
خواهی تو معاذ الله حقا که محبت دارم ※ کز جان من مسکین ز آغاز برون ناید

۴۴۴

گفتم که "ترا[1] آخر دل خانه نمی باید" ؟ — گفتا که "بے گنجم ویرانه نمی باید"
گفتم که "بسوزم جاں بر آتش روئے تو" — گفتا که "چراغم را پروانه نمی باید"
گفتم که "شوم محرم در مجلسِ خاصِ تو" — گفتا که "حریفِ ما دیوانه نمی باید"
گفتم که "بدامِ غم هر لحظه مرا مفگن" — گفتا که "چنیں مرغے بے دانه نمی باید"
گفتم که "ز عشقم ده پروانهٔ آزادی" — گفتا "خطِ عارض بس پروانه نمی باید"
گفتم "که بود مونس در هجر تو خسرو را؟"
گفتا که "خیالِ ما بیگانه نمی باید"

۴۴۵

آں دل به[1] چه کار آید کاں خانهٔ تو نبود — واں موئے چه بندد دل گر خانهٔ تو نبود
آں کس سرِ تو دارد بس از سرِ خود ترسد — دیوانهٔ خود باشد دیوانهٔ تو نبود
خوابِ اجلم گیرد از غایتِ بے خوابی — گر مونسِ من هر شب افسانهٔ تو نبود
محروم ترین مرغم خالِ لب خود بنما — حسرت نخورم بارے گر دانهٔ تو نبود
دیوانه بماند هر ده روزه برات جاں
گر خسروِ مسکیں را پروانهٔ تو نبود

۴۴۶ — غ

چشمت گہے از غمزه هشیار نه خواهد شد — ویں دل ز خراشِ او بے خار نه خواهد شد
گر تیغ زنی بر تن، ور نیش زنی بر جاں — ناگاه رود جانش، بیمار نه خواهد شد
عشقت ز پے کشتن مردانه بکار آمد — شادم ز غمت بارے بیکار نه خواهد شد
بر ما فتد ار تابی زاں رخ چه شوی رنجه ؟ — مهتاب ز افتادن افگار نه خواهد شد

---

[1] د، گ هر دو غزل درین محذوف ست

بیہودہ چہ گوئیم خوں اصلاح دل خود را   تقویم چو از جدول طومار نہ خواہد شد
خونخوار بود خسرو عاشق زچنیں بادہ
مست ست کہ تا محشر ہشیار نہ خواہد شد

۴۴۷

ت

آں را کہ سرو کارے با چوں تو نگار افتد   سر پیش تو در بازد چوں کار بکار افتد
سنگست نہ دل کو را با زلف تو افتد خوش   بس طرفہ بود سنگے کو بر سر مار افتد
افتد چو تو برخیزی در پائے تو صد عاشق   زیں جملہ چہ برخیزد با آں کہ ہزار افتد
جاں خاک شود زیں غم کز زلف تو وا ماند   گل خشک شود بر جا گر باد بہار افتد
صد گریہ کند مردم تا تو بکنار آئی   صد موج زند دریا تا در بکنار افتد
از ناوکِ مژگانت افغاں نکنم ہرگز   گہ گہ گذر بلبل ہم بر سرِ خار افتد
القصہ بر آوردی گردے ز دل خسرو
ہم دیدہ نمی خواہد کش با تو غبار افتد

۴۴۸

دردا[1] کہ دگر مارا آں یار نمی پرسد   احوالِ دلِ پُرخوں دلدار نمی پرسد
می پرسم و می جویم در ہر نفسے صد بار   او در ہمہ عمر خود یک بار نمی پرسد
یار از سر یاری با ما سخنے می گفت   امسال بد شنامی چوں پار نمی پرسد
بیمارِ تپ ہجرم آں ماہ طبیب من   دردا کہ طبیبِ من بیمار نمی پرسد
گر یار نمی پرسد خسرو چہ کند آں را
شاہ ست و گدایاں را از عار نمی پرسد

۴۴۹

ما ہے کہ بہ سوئے[2] خود صد دل نگراں بیند   از شوخی و رعنائی کے سوئے کساں بیند؟

---

[1] درن محذوف ست   [2] و [3] ہر دو غزل محذوف درن

گوید که نه خوابم من می میرم ازاین حسرت　　کس را نبود خوابے او خواب چساں بیند؟
بیش ست غمِ یعقوب از دیدنِ پیراہن　　کز حسرتِ آئینہ در آئینہ داں بیند
یارے کہ ہوس دارد، ممنار رخِ مردم کش　　بگذار کہ بیچارہ یک چند جہاں بیند
از حسنِ بتاں وعدہ خونریز جفا باشد　　بر تو چو کند رحمت قصاب زیاں بیند
در جوئے رود ہر کس چشمِ من و خونِ دل　　کاں کو دل خوش دارد در آبِ رواں بیند
عذرش بہ چساں خواہم کاندر دلش آید غم　　از خونِ دو چشمِ من ہر جا کہ نشاں بیند
تو باز جہاں خواہی فریاد کز این خسرو
شد پیر کنوں خود راکے باز جواں بیند

۴۵۰

چوں بہر خرامیدن[1] یارم ز زمیں خیزد　　بس دشنہ کہ یاراں را اندر دل و دیں خیزد
سرو قدِ نو خیزش بنشست مرا در دل　　نہ دل کہ بجاں شیند سروے کہ چنیں خیزد
شبہا کہ کنم نالہ بر یاد قدش، از من　　قامت شنود مؤذن چوں بانگ پسیں خیزد
گوئی کہ صبا دل را برداشت ز جائے خود　　چوں در تک اسپ خود آں ماہ ززیں خیزد
ترساں گذرم سویش کز گوشہ چشمِ او　　با تیر و کماں ناگہ ترکے ز کمیں خیزد
من سوختہ عشقم تو دم دیمہ اے دل　　ایں سوختہ را آتش آخر ہم ازایں خیزد
گر لعل لبش یا بد زاں گو نہ گزد خسرو
کز کار بر آں خاتم صد نقش نگیں خیزد

۴۵۱

دولت نہ بزور[2] است و بزاری چہ تواں کرد　　با بندہ نداری سر یاری چہ تواں کرد؟
من بر سر آنم کہ کنم جاں بفدایت　　آسے سر و حلم چو نداری چہ تواں کرد؟

---

[1] و [2] ہر دو غزل محذوف در ن

صبرست دوائے دلِ بیچارۂ محزوں ‌ ‌ ‌ اے دل چو تو بے صبر و قراری چہ تواں کرد؟
اے مردمکِ دیدہ، اگر تیغ فراقش ‌ ‌ ‌ خونِ جگرِ ریخت بزاری چہ تواں کرد؟
بے یادِ تو یک لحظہ نفس می نزنم من ‌ ‌ ‌ اے دوست گرم یاد نداری چہ تواں کرد؟
گر بندۂ بیچارہ نوازند، توانند ‌ ‌ ‌ ور نیز برانند بزاری چہ تواں کرد؟
جاں در سرِ کارِ تو کند خسروِ بیدل
لیکن تو باں سر چو نداری چہ تواں کرد؟

۴۵۲

حاصل اگر از زلفِ تو یکبار تواں کرد[1] ‌ ‌ ‌ صد زاہدِ دیں بستۂ زنار تواں کرد
دیوانہ شود زندہ، وے خلق بمیرند ‌ ‌ ‌ گر نقشِ جمالِ تو بدیوار تواں کرد
آں تیز نگہ کردن تو جانبِ عشاق ‌ ‌ ‌ نیشے ست کزاں صد جگر افگار تواں کرد
داری چو ہوس بُردنِ دل، پیشِ درِ تو ‌ ‌ ‌ دلہا بتواں بردن و انبار تواں کرد
عشقِ چو توئی گرچہ کہ سوزند بلائے ست ‌ ‌ ‌ کاوے ست کہ جاں در سرِ ایں کار تواں کرد
آں دم کہ بگریم ز ہجرانِ تو با خویش ‌ ‌ ‌ ماتم زدہ اے چند در آں یار تواں کرد
بر خسروِ بیچارہ زاندوہِ دلِ خویش
بر مور چہ گر کوہ گراں بار تواں کرد

۴۵۳

تا غمزۂ خونریزِ تو قصدِ دلِ ما کرد ‌ ‌ ‌ بیچارہ دلم را ہدفِ تیرِ بلا کرد
در خواب بنیند رُخِ آرام دگر بار ‌ ‌ ‌ ہر دل کہ طمع در طلبِ وصلِ شما کرد[2]
چندیں چہ کنی جور و جفا بر منِ مسکیں ‌ ‌ ‌ با یارِ وفادار کسے جور و جفا کرد
ہرگز بجہاں نیک ندیدہ ست و نبیند ‌ ‌ ‌ آں کس کہ مراد در چنیں از تو جدا کرد

---

[1] غزل محذوف در ن ‌ ‌ ‌ [2] در ن بعدہٗ بیت ذیل زائد است ع
چوں نیست دلم را ز غمت روئے رہائی ٭٭ دل مصلحتِ خویش بہ لطفِ تو رہا کرد

دیروز چو من شکرِ وصالِ تو نہ گفتم　　　امروز مرا سوزِ فراقِ تو سزا کرد

باجانِ دلِ خسروِ بیچارہ مسکیں
ہجرانِ تو اے دوست چہ گویم کہ چہا کرد ؟

۴۵۴　　　د

زلفین تو[1] سرگشتہ چو بادِ سحرم کرد　　　خاکِ سرِ کویت چو صبا دربدرم کرد

من خود ز تو دیوانۂ مطلق شدہ بودم　　　زنجیرِ سرِ زلفِ تو دیوانہ ترم کرد

گفتم "بمن افگن نظرے چشم ببستی"　　　تا چشم خوشِ بستہ آں یک نظرم کرد

اندر نظرم داشت خیالِ تو و اشکم　　　سر تا قدم آلودۂ خونِ جگرم کرد

بفروخت مرا بر کفِ اندیشہ خیالت　　　من ایں قدرا رزم کہ خیالِ تو کرم کرد

آسودہ دلے داشتم و بیخبر از عشق　　　ناگاہ در آمد غمِ تو بے خبرم کرد

خسرو طلبِ وصلِ تو می کرد کہ ہجرت
زایں حالِ حوالت بسرائے دگرم کرد

۴۵۵　　　غ

یک دل بہ سرِ کوئے تو آباد نیابند　　　یک جاں ز خمِ زلفِ تو آزاد نیابند

از بس کہ گرفتارِ غمت شد ہمہ دلہا　　　آفاق بگردند و دلے شاد نیابند

روزے کہ روی مست و خراماں سوئے بازار　　　در شہر یکے صومعہ آباد نیابند

مے کش کہ بہ تسلیم نہادم سرِ خود، زانک　　　در کشتنِ خوباں ز کسے داد نیابند

جاں میکن داز بہرِ وفا، دم مزن اے دل　　　کایں مزد ز خوبانِ پری زاد نیابند

ناخوردہ خراشے ز سرِ تیشۂ ہجراں　　　سنگے بہ سرِ تربتِ فرہاد نیابند

---

[1] غزل محذوف درن　　　[2] درن بعدہٗ بیت ذیل زائد ست　[3]

گفتی خبرت گر گمے از باد بہ پرسیم　：：　از خاکِ طلب کیں خبر از باد نیابند

با بخت چہ کارم ز پے وصل، کہ ہرگز؟ — مدبر صفتاں گنج بہ بنیاد نیابند

خسرو ز برائے دلِ گم گشتہ چہ نالی؟
دانی کہ دلِ رفتہ بہ فریاد نیابند؟

۴۵۶

عشاق حیات از لبِ خندانِ تو یابند — خوباں عملِ فتنہ ز دیوانِ تو یابند
بینیم مہ از جیب سپہر و نکشد دل — کاں مہ کہ برد دل ز گریبانِ تو یابند
شاید کہ بہ شکرانہ و ہندت سرِ دیگر — آناں کہ سرِ خویش بچوگانِ تو یابند
اے بخت کسانے کہ برَغمِ منِ محروم — بوسیدنِ پائے سگِ دربانِ تو یابند
گر خاکِ وجودم پس مرگ بہ بیزند — زنگار گرفتہ ہمہ پیکانِ تو یابند
فردائے قیامت کہ بانصاف رسد خلق — بس دستِ تظلم کہ بدامانِ تو یابند
ہر جا کہ گریزد دلِ سودا زدۂ من — بازش بسرِ زلفِ پریشانِ تو یابند
عشق ار کشدم منتِ ہجرانِ تو بر من — کایں مرتبہ از دولتِ ہجرانِ تو یابند
بر سوختگاں کم زنی کے خندہ کہ بارے — دردِ جگرِ خود ز نمکدانِ تو یابند

دریوزۂ جاں می کند از لعلِ تو خسرو
کایں چاشنی از چشمۂ حیوانِ تو یابند

۴۵۷

غ

شب دلشدگاں دیدۂ بیدار نہ بندند — الا کہ بجوں چشمِ گہربار نہ بندند
چوں من ز دلِ خویش شوم سوختہ، زنہار — ایں تہمتِ بیہودہ در آں یار نہ بندند
من عاشق و مستم، رہِ زہدم منمائید — کابریشمِ طنبور بہ طومار نہ بندند
بر من کہ درِ توبہ ببستند، غمے نیست — باید کہ روم تا درِ خمار نہ بندند[1]

---

[1] بعدۂ در ن بیت ذیل زائد ست ؎
آناں کہ حقِ صحبتِ تو باز شناسند ؎ ناکردہ وضو رشتۂ زنار نہ بندند

پُر پیچ و شکستهٔ دل عاشق نبود، زانک دل کاں بتو بندند بگلزار نه بندند
خسرو مکن نسبت عشق تو بخود، زانک
شاهی و بفتراک تو مردار نه بندند

۴۵۸

صد جاں به یکے دانگ ببازار فروشند خوباں بدل و جاں زچه رخسار فروشند؟[1]
جاں میکشدش سوئے خود و دل بسوئے خویش بر دست گرایں هر دو خریدار فروشند
باآنکه ستانیم بصد جاں مکن آخر نے اشک زلے دوست بخروار فروشند
ایں دل چو ز سودائے تو افتاد ببازار آنجا طلب ایں جیفه، که مردار فروشند
نایند ببازار بتاں اهل سلامت کانجا همه جان و دل افگار فروشند
بارے سخن عاشقی از بهر چه گویند؟
آناں که چو خسرو همه گفتار فروشند

۴۵۹

من بندهٔ آں روئے که دیدن نگزارند دیوانهٔ زلفے که کشیدن نگزارند
از تشنگیم شعله زناں سینه و، از دور شربت بنمایند و چشیدن نگزارند[2]
صد دیده و دل منتظر تیر تو، فریاد کش با من بیچاره رسیدن نگزارند

---

[1] بعدهٔ درن بیت ذیل زائدست ؎
باغمزه بگو کز دگراں بیشترش کش ※ یاراں به محلّے که بجُود بار، فروشند
[2] بعدهٔ درن چهار بیت ذیل اضافه است ؎
چوں زیستنی نیستم ار هستم داری اے دوست چه وقت ست که دیدن نگزارند
یارب چه عذابے ست بریں مرغ گرفتار بسمل نپسندند و پریدن نگزارند
گفتم "سخنے بشنوم و جاں دهم اکنوں محروم به میرم چو شنیدن نگزارند
امروز صبا از جگرم بوئے گرفت ست زنهار کزاں سوش وزیدن نگزارند

صد چاک شده سینه و صد پاره شده دل   این هجران جامه دریدن نگذارند
صد خار جفا خورد ز هجرانِ تو خسرو
آه ار گلے از روئے تو چیدن نگذارند

۴۶۰

مائیم درون[۱] سوخته بیرون شده‌اے چند   در سلسلهٔ لیلی و مجنون شده‌اے چند
خوردیم بسے خونِ دل از تو، تو هم آخر   یک مے بخور از دست جگر خون شده‌اے چند
چون حالِ دگرگون شده زاندوه تو ما را   تو روئے نگرداں ز دگرگون شده‌اے چند
اے مرغ چه خوانی سوئے باغ از قفسِ هجر   بگذار درین بادیه بیرون شده‌اے چند
در عشق فدا شد دل و جان و تنِ خسرو
اینک نگر از بخت همایون شده‌اے چند

۴۶۱

اے کز رخِ تو دیده همه جان و جهان دید   در حیرت آنم که ترا چون بتوان دید
با قدِ تو بلبل سخنِ سرو همی گفت   آن دید گل سوری و در سر دِروان دید
بیچاره دلم در شکنِ زلفِ تو خون شد   آرے، چه کند؟ مصلحتِ وقت در آن دید
جان از شکرِ وصل تو بے بهره نمانده ست   زیرا که در آن خوردنِ زهرے بگمان دید
ما را بد بانت زِ سر دست، خوش آن کس
کز چاشنیِ لعل تو دستے بدهان دید

۴۶۲

هندوے[۲] مرا کشتنِ ترکانه ببینید   زو سینهٔ من چون بت و بتخانه ببینید
گه خشم و گهے عشوه و گه شوخی و گه ناز   بد مستیِ آن نرگسِ مستانه ببینید

---

[۱] تا [۲] هر سه غزلیات درین نسخهٔ ان موجود نیست

آباد بر آں بت نکنم زو گلہ، لیکن — لب تا جگرم زو ہمہ پروانہ ببینید
خونہاست گرہ بستہ بچشم من ازاں خاک — ایں خوشہ بروم مید ہد آں دانہ ببینید
اے سیم برانے کہ شما رید گدایم — از قطبِ زماں بخششِ شاہانہ ببینید
خسرو نہ کند جز سخنِ آں لبِ شیریں
شیرینیِ ایں گفتۂ افسانہ ببینید

۴۶۳

باد آمد و بوے زنگارم نہ رسانید — پنہاں سخنے از لبِ یارم نہ رسانید
فریاد من خستہ رسانید بکویش — فریاد، کہ در گوش نگارم نہ رسانید
افسوس کہ بگذشت ہمہ عمر بافسوس — بخت آرزوئے دل بکنارم نہ رسانید
ایام جوانی بسرِ زلفِ بتاں شد — اقبال بسر رشتۂ کارم نہ رسانید
چوں بلبل دی بانفسِ سردِ بمردم — ایام بگلہاے بہارم نہ رسانید
گفتم کہ خورم تیرے ز دامن شوم آں نیز — آں کافر دیوانہ سوارم نہ رسانید
مشتاق[1] ملک خاک شدم بر در دہلیز — دولت بسراپردۂ یارم نہ رسانید
صد شربتِ خوں داد بخسرو ز غمِ عشق
یک جرعہ ے وقتِ خمارم نہ رسانید

۴۶۴

بوئے ز سرِ زلف[2] نگارے بہ من آرید — یک تار ازاں طرۂ مشکیں بہ من آرید
مخمورم و جانم بسوئے مے نگران ست — آں بادہ کہ در داد نخستیں، بہ من آرید
خواہید کہ از خاک برآیم پسِ صد سال — از میکدہ بوئے مئے رنگیں بہ من آرید
ہر گہ کہ غمے گشت پدید از دل، گفتم — غم را نخورد جز دل غمگیں، بہ من آرید

---

[1] بیت محذوف در ن
[2] غزل محذوف در ن

جان می سپرد از غمِ ہجرانِ تو خسروؔ
روزے خبرِ عاشقِ مسکیں بہ من آرید

۴۶۵ — و

بادآمد و زاں سروِ خراماں خبر آورد — در کالبدِ سوختہ، جانِ دگر آورد
امروز ہم از اول صبحم سرِ مستی ست — ایں بوئے کہ بودہ ست کہ بادِ سحر آورد[1] ؟
ہرگز نہ رود از دلِ من گریۂ آں شب — کش زرتہِ پہلو شدہ از خاکِ در آورد
من آب[2] طلب کردم ازیں دیدہ درایں سوز — او خود ہمہ پرگالۂ خونِ جگر آورد
ہاں اے[3] دلِ عاصی چہ شود حالِ تو کاینک — سلطاں بغزا آمدہ برجاں حشر آورد
یارب[4] چہ شد او، در تنِ نالان کہ جا کرد — آں جان بروں رفتہ کہ در جاں سفر آورد
زاں مرغ کہ شب نالہ ہمی کرد بپرسید — جائے گلِ خندانِ مرا در نظر آورد
خونِ من دل سوختہ در گردنِ قاصد — کاں نامہ کہ آورد ہم از او دیر تر آورد

خسروؔ نگہش دار کہ اکسیر حیات ست
گردے کہ صبا دوش ازاں رہگذر آورد

۴۶۶

یک خندہ بزن زاں لبِ لعلِ شکر آلود — بر عاشقِ مسکیں کہ رُخ از خونِ تر آلود
یک شب ز برائے دلِ من محرمِ من باش — بشنو ز دلم چند حدیثِ جگر آلود

---

[1] درن بعدہ بیت ذیل اضافہ است ؎
صد منت بادست برآں دیدہ کزآں راہ ؛؛ من سرمہ طلب کردم وادخاک در آورد
[2] قبل ازیں درن بیت ذیل اضافہ است ؎
اے دیدۂ فرو ریز ہمہ آں آب کہ داری ؛؛ کیں آتشِ اندوہ ز من دود برآمد
[3] و [4] ہردو بیت محذوف درن

مانا کہ پری زدل من کہ چہ کردی ؟ — در کوے تو گرز خوں ہمہ دیوار و در آلود
جانہا کہ گرفتار لبت گشت چہ دانی ؟ — پرواز مجواز مگسانِ شکر آلود [1]

آسودہ بخاکِ درت اینک سرِ خسرو
زاں صندلِ راحت کہ ازیں دردِ سر آلود

۴۶۷

اے ہمنفساں [2] یک نفسم باز گذارید — دست از منِ دیوانۂ سرگشتہ بدارید
بے نام و نشانم بخرابات بخشید — بیگانہ ز خویشم، بر خویشم مگذارید
یا معتکفم بر سر سجادہ نشانید — یا مست و خرابم بدرِ میکدہ آرید
گر زاں کہ صلاح از منِ آشفتہ بجوئید — در خانہ کنید و درِ خمّار برآرید
دستِ من و دامانِ شما جملہ رقیباں — گر دامنِ معشوق بدستم بسپارید
در عشق علم کردم و در مذہب عشاق — منصور شوم گر بسرِ دار برآرید

وقتست اگر خسروِ مسکین و گدا را
از خیلِ گدایانِ درِ خویش شمارید

۴۶۸ — غ

دل رفت بسوے تو، ہماں سوے کشہ ماند — جاں کرد برہ حملۂ و آں نیز بروں ماند
از کوے تو باز آمد و بر آتشِ دل سوخت — ہر نامۂ صبرے کہ ازیں پیش دلم خواند
اندر دلم ایں بود کہ بگذشت ہمہ عمر — ویں دیدہ نثارے بہ تہ پاے تو افشاند
آب از جگرم خورد و برم نیز جگر داد — بالا تہ نہالے کہ در آب و گل ما نشاند

---

[1] درن بعدہٗ دو بیت ذیل زائد اند ؎

عاشق کہ نمیوز رخ زرد چہ خیزد — عشقست در و عشق کہ مے را بزر آلود
نزلِ غمِ تو باد حرامم بہ فراقت — گر جستم دلم ہیچ گہ از خواب و خور آلود

[2] غزل درن محذوف ست۔

پرسند عزیزان و نخوانم برِ خود زانک — کس بر جگرِ سوختہ مہماں نتواں ماند

کردیم بہ حل نرگسِ بازندۂ او را
خسروؔ ہمہ ہستی کہ بیک داد لبش خواند

۴۶۹

اے زلف تو دامِ دلِ داناؑ خردمند — دشوار جہد دل کہ درافتاد دریں بند
اندر دلِ من بود نہالے ز صبوری — بادے بوزید از تو وُ از بیخ برافگند
بودیم خردمند، کہ زد عشق تو بر ما — دیوانگی آورد و نماندیم خردمند
اے باد بجنباں سرِ آں زلف تو بختاے — بر حالِ پریشاں پریشاں شدۂ چند
درآرزوۓ یک سخنِ تلخ ہمہ دم — روزے نشد از دولتِ آں لعلِ شکرخند
اصحاب ہوس چاشنیٔ عشق چہ دانند؟ — لذت ندہد تشنۂ مے را شکر و قند
بگذار کہ بیروں رود از رخنۂ دلِ زار — کایں پردہ نماندہ ست کنوں قابلِ پیوند

ہرگز نہ رود نقش رخت از دلِ خسروؔ
زاں گونہ کہ از رانِ سگاں داغِ خداوند

۴۷۰

عاقل ندہد عاشقِ دل سوختہ را پند — سلطاں ننہد بندۂ محنت زدہ را بند
اے یار عزیز اندہِ دوری تو چہ دانی؟ — من دانم و یعقوب، فراقِ رُخِ فرزند

---

۱ بعد ازیں درن بیت ذیل زائدست ۔
آں یار بہ دل در شد و تن خدمتِ او کرد ※ بستند در دل خرد و ہوش بروں ماند
۲ درن بیت ذیل بعدہٗ زائدست ۔
شیریں ست دروغ تو ہم ارچہ زنی لاف ※ حلوا نتواں خورد بدیں ساں کہ تو سوگند
۳ غزل درن محذوف ست ۔

علمم مکن اے خواجہ کہ در عالمِ معنی — جہل ست خردمندی و دیوانہ خردمند
تا جاں بود، از مہرِ رخش بر نکنم دل — گر میر نہد بندم دگر پیر دہد پند
آں فتنہ کدام است کہ بنیاد جہانے؟ — چوں پردہ ز رخسار برافگند، برافگند؟
بر من مفشاں دست تعنت کہ بشمشیر — از لعل تو دل بر نکنم، چوں مگس از قند
در دیدۂ من حسرتِ رخسار تو تا کے؟ — در سینۂ من آتشِ ہجرانِ تو تا چند؟

ناچار چو شد بندۂ فرمانِ تو خسرو
چوں گردنِ طاعت نہد پیش خداوند؟

۴۷۱

رو نہ نگرایں[1] بستہ درِ ما بکشانید — وز لطفِ منِ گم شدہ را راہ نمایند
گر خلق جہاں حالِ منِ خستہ بدانند — از عینِ تحیّر سرِ انگشت بخایند
عمرے ست کہ از جورِ فلک با غم و دردم — زیں بیش مگر درد بدردم بفزایند
زنہار کہ دل در فلکِ دہر نبندی — وقتے ست کہ از روئے ترحّم بکشایند

تا کے درِ بختِ منِ بیچارہ ببندند؟
کایشاں ز جہاں یکسرہ بے مہر و فایند

۴۷۲

آں سرو[2] خرامندہ کہ جستم بہ بر آمد — واں بخت کہ پیش آمدہ بُد، پیش تر آمد
شادی ہمہ غم بود ز برنامدنِ کار — آں غم ہمہ شادی شد و آں کار بر آمد
بر لالہ و گل برگ دما غم رسد امروز — کز زلف تو ام بوئے نسیمِ سحر آمد
آئینہ جاں روے نمامی کشمت پیش — کائینۂ رخسارِ تو ام در نظر آمد
شیرینیِ لعلت نہ رود از بنِ دنداں — کہ لعلِ تو ام در بنِ دنداں شکر آمد

---

[1] و [2] ہر دو غزلیات در نسخۂ ن موجود نیست

در مردمِ من مردمکِ دیده نگنجد   اکنون که مرا روے تو در چشمِ تر آمد

در پاے تو خسرو چه کند گر نکند جان ؟

اکنون که مرا روے تو در چشم تر آمد

۴۷۳

هر[۵۱] سر که بسوداے تو از پاے در آمد   از خاکِ کفِ پاے تو اش تاجِ سر آمد

دست از همه خوبانِ جهان شست به پاکی   چو غمِ تو خیالِ تو اش از دیده در آمد

همچون نفسِ بادِ صبا غالیه پر شد   هر دم که به سوداے تو از سینه بر آمد

سیلابِ سرشک از غمِ هجرانِ تو ام دوش   تا دوش بُد، امروز ببالاے سر آمد

گفتم که غمِ عشقِ تو بیرون رود از دل   وردا که برفت آن غم و بارِ دگر آمد

یارب چه توان کرد که میخواری و رندی   پیشِ همه عیب ست و مرا این هنر آمد

گر عادتِ بختِ من و خوے تو چنین ست   مشکل بُود از کلبهٔ احزان بدر آمد

سنگ ست و سبو عشقِ تو و قلبِ سلیم   بشکست چو زلفِ تو که بر یک دگر آمد

خسرو زدمِ بادِ سحری طلبد جان

کز بوے تو جان در دمِ بادِ سحر آمد

۴۷۴

ترسم که از اطراف[۵۲] جهان دود بر آید   گر آهِ من از جانِ غم اندود بر آید

بر بوے تو آتش زده ام مجمرهٔ دل   از وے چه عجب گر نفسِ عود بر آید

آتشکدهٔ دل برِ ما، چند بپوشم ؟   شک نیست که از آتشِ ما دود بر آید

دل خود چه متاع ست که از ما طلبد دوست؟   حقا که اگر جان طلبد زود بر آید

هر دل که ندارد خبر از حسنِ ایازی   شرط ست که گردِ دلِ محمود بر آید

---

۵۱ غزل در نسخهٔ ن موجود نیست

۵۲ غزل محذوف ست در ن

لعل من اگر گوش نهی بر سر خاکم — از خاک همه نغمهٔ داؤد برآید
خسرو نتواند که کند فکر وصالت
کارے ست که با طالع مسعود برآید

۴۷۵ — ت

گر بار دگر ماه من از بام برآید — بس فتنه که از گردش ایام برآید
فریاد اسیران همه شب در خم گیسو — چون بانگ گدایان که گه شام برآید
زنهار که آن بند قبا چست نه بندی — کز نازکیش بخیه بر اندام برآید
او کرده ترش گوشهٔ ابرو ز سر خشم — من منتظر لب که چه دشنام برآید
اے ساقیِ بدمست مزن تیغ که در تن — خون آن قدرم نیست که از جام برآید [۱]
آن را که بهشتی صفتے داغ نه کرده ست — گر از تهِ دوزخ کشی آتش خام برآید
[۲] برناید اگر جان من اے هجر مکن جهد — گر یار همین است بنا کام برآید
در کنگرهٔ عشق گرا فتد کله از سر — صاحب قدمے کو که بیک گام برآید
[۳] جانا چه با فسانه گذاری غم عشاق — این نیست همے که به پیغام برآید
خسروا اگرت نیست مرادے مخور افسوس
زیرا که همه کار بهنگام برآید

۴۷۶ — د

سرو چو تو در خلخ و نوشاد نباشد — این نازکی اندر گل و شمشاد نباشد
چون تو خوشی اے دوست بویرانی دلها — آباد تر آن سینه که آباد نباشد

---

[۱] درن بعدهٔ بیت ذیل اضافه است ه
اے رند خرابات سبو بر سر من نه ٭ تا در همه شهرم به بدی نام برآید
[۲] بیت محذوف درن
[۳] بیت محذوف درن

غمہا خورم و نالہ بگوشت نہ رسانم | کآسودہ دلاں را سر فریاد نباشد
گفتی کہ "سرت خاک کنم بر سر ایں کو" | اے خاک برآں سر کہ بدیں شاد نباشد
آں روز مبادا کہ کنم از تو فراموش | ہر چند کہ روزیت ز من یاد نباشد
معذوری اگر داد مت از جور کنی، زانک | در مذہب خوباں روش داد نباشد
مگریز ز درماندگیٔ جان اسیراں | کانجا کہ تو باشی دلے آباد نباشد
طعنہ مزن اے زاہد اگر توبہ شکستم | صد توبہ کند عاشق و بنیاد نباشد

ہر چند کہ خسرو بسخن پے نبرد دل
چوں نرگس جادوئے تو استاد نباشد

۷۷۷ | و

یک[۱] روز بعمرے ز منت یاد نیاید | یک شب رہ ما از کوئے غمت شاد نیاید
از بوئے تو آمد سوختہ شد وہ دلم آخر | کمتر شود ایں شعلہ اگر باد نیاید
یارب کہ مئے خوش دلیت باد گوارا | ہر چند کہ از ماتِ گہے یاد نیاید
فرداش مخوانید ببالیں گرِ من، زانک | شیریں بہ سر تربتِ فرہاد نیاید
جانم کہ بہ ویرانۂ غم ماند مخوانید | کایں باغ خراب است ورا باد نیاید
دشوار نباشد دگرم بندگیٔ دل | آزاد کس از جانِ خود آزاد نیاید
نوروز در آید ز برائے ہمہ مرغاں | بلبل ز پئے رفتنِ صیاد نیاید
دیوانہ بگرد دم من از ایں کوئے بکاں کوئے | دیوانہ وش آں ترک پری زاد نیاید

خسرو چو کند نالہ چو فرہاد شبے نیست
کز نالۂ او کوہ بفریاد نیاید

۷۷۸ | و

برآبِ رخت یک گلِ سیراب نیاید | کو تیغ از لبت آید زمے ناب نیاید

---

[۱] غزل درن محذوف است

دانم که لبت بنده نوازست ولیکن — آن به، که مگس بر سرِ جلّاب نیاید
معذوری اگر نعمتِ دولت را اثرِ مهر — کاین معجزِ عیسیٰ‌ست ز قصّاب نیاید[1]
شبها من دیوانه و یار و دو سه همدم — من نالم و یارانِ مرا خواب نیاید
از دل نگشاید گرهِ گریه‌ام آرے — ماتم چو بُوَد سخت به چشم آب نیاید
ما بهرِ صلاحِ رخِ ساقی نگذاریم — کانرا که بتے هست به محراب نیاید

چه عیش بود آن که کنی بر دلِ خسرو
از چشمِ تو یک ناوکِ پُر تاب نیاید

۴۷۹

روزے اگر آن ماه به مهمانِ من آید — دورانِ فلک در تهِ فرمانِ من آید
دیوانه دلے داشتم آواره شد از من — کے باز دریں سینهٔ ویرانِ من آید؟
هر صبح دم از گریه شود خونِ دلم آب — کز بادِ نسیمِ گلِ خندانِ من آید
من دانم و من چاشنیِ دردِ تو جانا — حاشا که طبیب از پے درمانِ من آید
جانم[2] تو ستان باز تنم خاک ستاند — آن دم که اجل در طلبِ جانِ من آید
در کوئے تو نایم، که پریشان شودت دل — گر چشمِ تو بر حالِ پریشانِ من آید

دانی که چها می گذرد بر دلِ خسرو؟
در گوشِ تو گر نالهٔ و افغانِ من آید

۴۸۰

گر چشمِ من[3] از صورتِ تو دور نباشد — دور از تو دلم خستهٔ و رنجور نباشد

---

[1] درن بعده بیت ذیل زائد ست ـه
کا آمدنت را گله از بخت کنم زانک ☆ در کلبهٔ درویشِ تو مهتاب نیاید
[2] بیت محذوف درن
[3] غزل درن محذوف ست

مهجور شوم از تو و جز آهِ سحرگاه — سوزنده کسے بر منِ مهجور نباشد
آن دیده چه آید که بروے تو نیاید؟ — آن چشم چه بیند که درو نور نباشد

صد رنگ برانگیخت ز خونِ دلِ خسرو
نقش تو که در خامهٔ شاپور نباشد

۴۸۱

سرو سهی چو تو دراچه و در تتّه نباشد — گل مثلِ رخِ خوب تو البتّه نباشد
دوزیم قبا بهر قدت از گلِ سوری — تا خلعتِ زیباے تو از لتّه نباشد
این شکل و شمایل که تو کافر بچه داری — در چین و ختا و ختن و ختّه نباشد
[1] بدخواه ترا در دو جهان روے سیه باد — در دیدهٔ خصمِ تو بجز متّه نباشد
در جنّت و فردوس کسے را نه گذارند — تا داغِ غلامیِّ تو اش پتّه نباشد[2]

چون موے شد از فکرِ میانت تنِ خسرو
تا همچو رقیبت خنک و کتّه نباشد

۴۸۲

بے نرگسِ[3] تو خواب ندانم که چه باشد — زلفت کشم و تاب ندانم که چه باشد
آن شب که بتا چشم تو در خواب ببینم — در دیدهٔ خود خواب ندانم که چه باشد
تا طاق دو ابروے تو محراب بتان شد — بت جویم و محراب ندانم که چه باشد
چون چاهِ زنخدانِ تو از دور ببینم — تشنه شوم و آب ندانم که چه باشد

---

[1] بیت محذوف درن

[2] در نسخهٔ ن ابیات ذیل زائد ست :

لقمانیِ مسکین نکند میل به جنّت — در صحنِ بهشت ار طبقِ بتّه نباشد
از پشتِ رقیبِ تو کشم تسمهٔ چندین — تا کبغهٔ اسپِ تو از بتّه نباشد

[3] غزل درن محذوف ست

گویند کہ دریاب در این واقعہ خود را   می گریم و دریاب ندانم کہ چہ باشد

باغیست عجب وصلِ تو، میپرس ز خسروؔ
من بندہ در آں باب ندانم کہ چہ باشد

۴۸۳   و [1]

دل بستۂ بالائے یکے تنگ قبا شد   باز این ز برائے دل تنگم چہ بلا شد؟
دی کرد سلامے سوے من آں نہ چناں بود   دردے کہ چنیں کُش بہ رہ افتاد و تا شد
نہ روز قرار و نہ شبم؛ ہیچ ندانم   کان صبر کہ وقتے بدلم بود کجا شد
پامال شد آں دل کہ زما برد بہ رفتار   خود بیں کہ چنیں چند دلش در تہ پا شد
میرفت سوارا و و بنظارہ ز ہر سو   شد جامہ قبا، جامۂ جاں نیز قبا شد [1]

برباد ہوا داد بسے چوں دل خسروؔ
ہر ذرّہ کہ از گردِ رہِ او بہوا شد

۴۸۴

تا جان مرا از لبِ لعلِ تو خبر شد   قوّتِ دلِ ریشم ہمگی خونِ جگر شد
گلگوں شدہ بُد روئے من از اشکِ عقیقی   از خاکِ درت کاو رُخم باز چو زر شد
صاحب نظرے ہست مسلّم بمن اے جان   کز خاکِ کفِ پائے تو ام کحلِ بصر شد
ہر سر کہ نشد خاکِ درِ دوست بمعنی   در راہِ یقیں سرمۂ اربابِ نظر شد
تا گشت پریشاں سر زلفت چو دلِ من   دیوانگیم در ہمہ شہر سمر شد

---

[1] درن ابیات ذیل زائدست ـہ

دل خوں شدہ اندر سرآں غمزہ شوخ و دو   جانے کہ بصد حیلہ ازاں طرّہ جدا شد
یاران موافق ہمہ فارغ ز غم و درد   ہر جا کہ غمے بود نصیبِ دلِ ما شد

[2] غزل محذوف درن

خسروا گر آں لعلِ تو خواہد بکنش عیب
چوں قسمتِ طوطیِ سخنم کوے شکر شد

ت

۴۸۵

آباد نہ شد دل کہ خرابِ پسراں شد — حسنِ پسراں آفتِ صاحب نظراں شد
بس دانۂ دلہا کہ ز تن بُرد بہ تاراج — آں مور کہ بر گردِ لبِ سادہ دلاں شد
دلہائے عزیزاں ثمر آں جملہ نگینہا — کاندر کمر آرایشِ زرّیں کمراں شد
افسردہ جمالِ خطِ خوباں چہ شناسد؟ — کیں سرمہ نہ شایستہ ناقص بصراں شد
آں خواجہ کہ می گفت کہ دارم خبر از عقل — در عشق در آمد یکے از بے خبراں شد
جُز حسرت و مردن نبود چارۂ عشاق — فریاد و فغاں عربدۂ حیلہ گراں شد
اے صبر دلم دہ قدرے، بو کہ تواں زیست — کاں دل کہ مرا بود از آنِ دگراں شد
بس عاقلِ شمعِ خرد افروختہ روشن — کز کردۂ دل، سوختۂ خوش پسراں شد

خسرو ز رخِ خوب و نمئے تو بہ نمی کرد
ناگاہ بدید آں رخِ زیبا، نگراں شد

ب

۴۸۶

آں کودکِ نو رُستہ کہ سیمیں بدنی شد — چوں شُستُ لب از شیر چہ شیریں دہنی شد
بس غنچۂ دل را کہ کند چاک بہر سو — آں گل کہ بہ نوروزِ جوانی چمنی شد
آں یوسفِ جاں بسکہ دریں سینہ در آمد — گویم کہ تنم گرد تنش پیرہنی شد
سلطان مرا عمر فزوں باد بدولت — کز دولتِ او خلعتِ عاشق کفنی شد
بس[1] مردِ خدائے کہ چو در عشق در آمد — گلگونۂ خوں کرد بہ رخسار و زنی شد
وقتے کہ مئے لعل بداں روے کشیدم — اینک ہمہ خونابۂ حالے چو منی شد

---

[1] بیت محذوف در ن

چوں جاں دہم از خاک من اے میر ولایت   بتخانہ بہ آری کہ دلم برہمنی شد

خسرو ز مزاج دل من خشم گرفت ست
کز کردهٔ تو با دل خویشش سخنی شد

۴۸۷   غ

مارا غم آں شوخ اگر بنده نہ سازد   ایں غمزده با حال پراگنده نہ سازد[1]

سرتا بہ قدم جملہ ہنر دارد و خوبی   عیبش ہمہ آں ست کہ با بنده نہ سازد

اکنوں کہ مرا کشت بگوئید کہ بارے   خود را بستم غمکش و شرمنده نہ سازد

جانا ز غمت مُردم و از جور برُستم   گر بارِ دگر لعلِ تو ام زنده نہ سازد

گفتی کہ بافتادگی خویش دلت سوخت[2]   خود را کہ بود پیش تو کافگنده نہ سازد؟

آخر ز دل خسرو بے چاره بروں رد
کایں خانہ درایں آتش سوزنده نہ سازد

۴۸۸

جانا اگرم دردِ تو دیوانہ نہ سازد   خلقے ہمہ از دل من افسانہ نہ سازد[3]

خون منی اے دل ز جگر ہم بده آبے   کایں سوختہ را شربت بیگانہ نہ سازد

باده بسفال آر کہ ما دُرد کشانیم   کس از پے ما ساغر و پیمانہ نہ سازد

خاکِ رہِ عشاق بریزد سرم آرے   دولت بہ سر ہیچ کساں خانہ نہ سازد

---

۱ بعدهٔ درن بیت ذیل زائد ست ھ

شیریں دہنش نازده صبح حوالیست ※ ورنہ لب مردم ز شکر خنده نہ سازد

۲ بیت محذوف درن   ۳ درن بیت ذیل زائد ست ھ

چیزے ست دریں دل کہ چنینی شوم ازنے ※ عاقل بستم خود را دیوانہ نہ سازد

چوں عاشق صادق شدی ایمن نشیں زانک | شمشیر بلا بر سر مردانہ نسازد
آں را کہ بود سوختگی چشم و چراغش | چوں سرمہ ز خاکستر پروانہ نسازد

سودائے بتاں از سر خسرو شدنی نیست
کایں مرغ وطن جز کہ بہ ویرانہ نسازد

۴۸۹

جاں تشنگی[1] از شربت عناب تو دارد | دلبستگی از سنبل پر تاب تو دارد
شبہا ہمہ بیدار بود مردم چشمم | تا چشم تراں نرگس پر خواب تو دارد
چوں دفتر گل باز کند مرغ سحر خواں | شرح شکن طرہ پر تاب تو دارد
مسکیں چہ کند بر گل صد برگ نیازے | گر دست دگرے ہمہ از ناب تو دارد
در عشق نماز آں کہ درا نیست نیازے | سر بر خط ابروئے چو محراب تو دارد

خورشید جہاں تابی و من ذرۂ خاکی
ہر ذرۂ سرگشتہ کجا تاب تو دارد

۴۹۰ غ

دیوانہ دلم زلف پریشان کہ دارد | جانم شکن طرۂ بے جان کہ دارد
خالے ست بہ کنج لب خوں خوارۂ او وائے | کاں داغ برائے دل بریان کہ دارد
خلقے بسر کوے وے از شوق بمردند | آں مست شبانہ خبر از جان کہ دارد
ہر صبح رود ہوش من خستہ دیارب | ایں باد گذر بر سر بستان کہ دارد
در خانۂ دل آمد و بیروں نرود ہیچ | زیں ترک بپرسید کہ "فرمان کہ دارد؟"
یک شہر پر از فتنہ و تو بے خبر آرے | کافر صفتاں را غم ایمان کہ دارد؟
بیچارہ دلم ایں جگر سوختہ کز تست | نزدیک برد پیش نمکدان کہ دارد؟

---

[1] درین غزل محذوف ست

این سرکه لگدکوب تو شد گر تو نه خواهی
خسرو چه کند در رهِ جولان که دارد؟

۴۹۱
روئے کہ تو داری گلِ سیراب نہ دارد — شیرینیٔ لعلت شکرِ ناب نہ دارد
قدے کہ تو داری نبود سرو رواں را — چوں زلفِ تو چین سنبلِ پُرتاب نہ دارد
در خواب تواں دید خیالِ رخِ خوبت — اما چہ کنم دیدهٔ من خواب نہ دارد
زاں لحظہ کہ زاہد خمِ ابروئے ترا دید — پروائے نماز و سرِ محراب نہ دارد
خسرو بہ خیالِ خط و لعلِ تو شب و روز
جُز فکرِ لبِ کشت و مئے ناب نہ دارد

۴۹۲
دل نیست کہ در وے غمِ دلدار نہ گنجد — سنداں بود آں دل کہ درو یار نہ گنجد
در دل چو بُود عشق، نہ گنجد خرد و عقل — در مجلسِ خاصِ ملک اغیار نہ گنجد
آں را سخنِ عشق رسد کو بدل از دوست — صد تیرِ بلا گنجد و آزار نہ گنجد
جانا بدلِ تنگ من اندوہِ تو بسیار — در گنجد و صبر اندک و بسیار نہ گنجد
گفتی کہ "غمِ دیدهٔ و دل خور، مگری زار" — خوشتیٔ دل و دیده دریں کار نہ گنجد
گر حسن فروشی بہ دگر جلوه بروں کے — تا در ہمہ بازار خریدار نہ گنجد
خواہیم کہ نقلے زدہاں تو بخواہیم — بیہودہ چہ گوئیم چو گفتار نہ گنجد
دیوار و درت در دلِ من خانہ گرفتند — ہر چند کہ در دل در و دیوار نہ گنجد
کوشد کہ رہد خسرو بیدل ز غمت لیک
با حکمِ قضا حیلہ و ہنجار نہ گنجد

۴۹۳
چوں مرغِ[۱] سحر از غمِ گلزار بہ نالد — از غم دلِ دیوانۂ من زار بہ نالد

---
۱ غزل درن محذوف ست
۲ غزل محذوف درن

هر گه که بگوشش برسد نالهٔ زارم — بر دردِ منِ سوخته دل زار بنالد
بر سوزشِ من جانِ زن و مرد بسوزد — وز نالهٔ زارم در و دیوار بنالد
ای آنکه ز دردت خبری نیست مکن عیب — گر سوخته‌ای از دلِ افگار بنالد

خسرو اگر از درد بنالد چه توان گفت
عیبی نتوان کرد که بیمار بنالد

۴۹۴

یارم چو بخنده دهنِ بسته کشاید — وای آنکه به بوسش نظرِ بسته کشاید
مردیم بکویش، مگر آن نرگسِ پرخواب — بر ما چه شود گر بصرِ بسته کشاید
آن کس که کمر بسته بخونِ همه شهری ست — در کلبهٔ ما کی کمرِ بسته کشاید
گر من به چمن ناله کنم غنچه از آن درد — هرگز نتواند که سرِ بسته کشاید
بندی درِ خود بر من و حلقه زنم زانک — آن بخت ندارم که درِ بسته کشاید
از خار ببندد گذرِ چشم و ندانم — جز تو دگری کاین گذرِ بسته کشاید

از گریه جگر بست دلم، اهل دلی کو؟
کز چهرهٔ خسرو جگرِ بسته کشاید

۴۹۵ ب

جای گذرت ای بتِ چالاک نیفتد — کز هر طرفی در جگری چاک نیفتد
در عرصهٔ بستانِ جهان، سرو قباپوش — خیزد بسی اما چو تو چالاک نیفتد
گر در رهِ پای تو نخواهد که کند فرش — نورِ مه و خورشید بر افلاک نیفتد[2]
هر بار میا پیشِ منِ خستهٔ بی دل — تا این دلِ بدبخت بناپاک نیفتد

---

[1] غزل محذوف در ن

[2] در ن بیت ذیل اضافه است ـ
خواهم که ز سر خیزم و در پای تو افتم ٭ جان باز چو من عاشقِ بی باک نیفتد

ای شوخ مکن لاغ که خوش کرد ترا عشق   شعله ز پی لاغ به خاشاک نیفتد

خوش می گذری بی خبر از گریهٔ خسرو
هش دار کت آهِ دلِ غمناک نیفتد

۴۹۶

آن را[1] که غمی باشد و گفتن نتواند   شب تا بسحر نالد و خفتن نتواند

از ما بشنو قصهٔ ما ورنه چه حاصل   پیغام که باد آرد و گفتن نتواند

بی بوی وصالت نگشاید دلِ تنگم   بی بادِ صبا غنچه شگفتن نتواند

از اشک زدم آب همه کوی تو تا باد   خاشاک سر کوی تو رفتن نتواند

شوریده تواند که کند ترکِ سرِ خویش   ترک سر کوی تو گرفتن نتواند

اندر دلِ ما عکسِ رخِ خوبِ تو پیداست   ز آئینه کسی چهره نهفتن نتواند

جوئیده چه سهل ست که بر خود نکند سهل
فرهاد چو خسرو رهِ رفتن نتواند

۴۹۷

من سرو[2] ندیدم که ببالای تو ماند   بالای تو سروی ست که گل می شگفاند

بگذار که این عاشق دل سوخته بی تو   یک لحظه نماند که بیک جای نماند

ترسم که بکامِ دلِ دشمن بنشینم   با آن که فلک با تو بکامم بنشاند

فریاد که از تشنگیم جان بلب آمد   کس نیست که آبی به لب تشنه رساند

فریاد که بیداد ز حد بردی و، از تو   فریاد رسی نیست که دادم بستاند

دیوانه ای در سلسله گر بوی تو یابد   دیوانه شود، سلسله درهم گسلاند

وقت ست که بیدار شود دیدهٔ بختم   وز چنگِ غم و درد و عذابم برهاند

آسان شود این مشکلِ درویش تو امشب   کاحوال جهان جمله بیک حال نماند

---

[1] و [2] هر دو غزل محذوف است در ن

ما بندهٔ خسروِ کہ بسختی بہند دل
ہم عاقبتش بخت بمقصود رساند

۴۹۸

ہر کس کہ تقرّب وصالِ تو نہ جوید — وانددر رہ ادراک جمال تو نہ پوید
فردا کہ شب وعدهٔ دیدار سرآید — رہبر نبود سوے تو چنداں کہ نہ جوید
فردا کہ تو در گلشنِ فردوس خرامی — طوبیٰ ادب آں است کہ در راہ نروید
شک نیست کہ چرخ از پے صد دور بیابید — مہر تو زہر ذرهٔ خاکم کہ بہ بوید
فریاد ز غوغاے رقیباں کہ نماند — تا با تو کسے دردِ دلِ خویش نہ گوید

دیدار حرام ست کسے را کہ چو خسرو
از دیده بخونِ دلِ خود دست بشوید

۴۹۹

کجا بودی بگو اے سروِ آزاد؟ — کہ روٗیت دیدم و اقبال رُو داد
بہر جانب ہمی رفتم ز مستی — کہ ناگہ چشم مستت بر من افتاد
لبت ہمشیره شد با جانِ شیریں — بداں گونہ کہ عشق و فتنہ ہمزاد
بگرداں روئے از من گر توانی — کہ من پابستم و تو مرغ آزاد
تو نازک چوں ز افغانم نرنجی؟ — کہ از فریاد کوه آید بہ فریاد
بدم چندیں چہ خاکستر شد ایں دل — کہ گر ما خوردگاں را خوش بود باد

بکویش خاک شد بیچاره خسرو
فدائے خاک پائے آں صنم باد

لہ غزل محذوف درن — لہ بیت محذوف درن و بہ جایش دو بیت ذیل اضافہ است

نصیحت گو تو دردِ من نہ دانی — کہ من یک بسملم تو مرغ آزاد
چو با جاں خواست رفتن یادش اے دل — رہا کن تا بہ میرم ہم دریں یاد

۵۰۰

ندانم تا ترا در دل چه افتاد؟ | که دادی صحبت دیرینه از یاد
بمردم ای نزرویت چشم بد دور | کجا این دیده بر روی تو افتاد؟
تغافل کردنت بی فتنه‌ای نیست | فریب صید و باشد خواب صیاد
مرا گرد سر آن چشم بیمار | بگردان لیک قربان کن نه آزاد
چو یاد عاشقان در دل غم آرد | نمی دارم روا کز من کنی یاد
چو ذوق عشقبازی می شناسم | من از تو جور خواهم، دیگران داد
مسلمانان بسلطان باز گوئید | که ره می افتد اندر شهر آباد
تو از من کی بری گر مهربانی؟ | بنامیزد دلی داری چو فولاد
اگر من شاد خواهم بی تو دل را | مبادا هیچ گه یارب دلم شاد
دلا وقت جفا فریاد کم کن | که هنگام وفا خوش نیست فریاد

مکن خسرو حدیث عشق شیرین
اگر با خود نداری سنگ فرهاد

۵۰۱

برفت آن دل که با صبر آشنا بود | چه می گویم نمی دانم کجا بود؟
همه شب دیده‌ام خفتن نداده ست | که بوی گل رخ من با صبا بود[۲]
منال ای بلبل از بدعهدی گل | که تا بوده ست خوبی بیوفا بود
زما یادش دهی گه گاه ای باد | گذشت آن وقت کاو را یاد ما بود
غنیمت دان وصال ای همنشینش | خوش آن وقتی که آن دولت مرا بود

---

[۱] غزل درن محذوف است   [۲] درن بیت ذیل اضافه است ؎

از آن بی دل زند فریاد بلبل ٭ که او سال تمام از گل جدا بود

توای زاہد کہ اندر کوی او نی — چگونہ می توانی پارسا بود
ز در بیرون مرا بیگانہ دارم — کہ ایں بیگانہ وقتے آشنا بود
غمت بس بود بد گفتن چہ حاجت؟
ترا گر کشتنِ خسرو رضا بود

۵۰۲

مرا[1] با تو کہ شب بیداری بود — ز تو نازے و از من زاری بود
نہ بُد جاے دلیری در غمِ عشق — کہ بخت خفتہ را بیداری بود
صبوری گرچہ بس دیوانگی کرد — شبش با آشنایاں یاری بود
بشغلِ دیدنت خوش بود جانم — اگرچہ خلق را بیکاری بود
نظر بازی مرادی داشت با آنک — دلِ درماندہ را دشواری بود
جمالت آشتی داد آں کہ یک چند — میانِ جان و تن بیزاری بود
جز از خونِ دلم شربت نمی خورد — کہ چشمت را عجب بیماری بود
فراواں گرم پرسی کرد آں ہم — ز آبِ دیدہ ام دلداری بود
غنیمت داشت خسرو عزتِ خویش
کہ بختِ خفتہ را بیداری بود

۵۰۳

شکر پیشِ لبت شیریں نگویند — رخت را لالہ و نسریں نگویند
ز دیدہ می کنم شکرِ جفایت — اگرچہ ظلم را تحسیں نہ گویند
من از تو کشتہ گشتم وائے وصد وائے — گرت حالِ من مسکیں نہ گویند
دل گم گشتہ گر یابم نشانش — درآں گیسوے چیں در چیں نہ گویند

---

[1] غزل درن محذوف است

دلا گر جاں ستد خواهش مکن زانک | بتا خیرے سخن چندیں نه گویند
چنانش[1] لطف ها کرده است زنهار | که با آں کافرے دیں نه گویند
کند خلقے دعائے صبر و عاشق | زکینِ عاشقاں آمیں نه گویند
برا و من عاشقم ور پرسد آں ماه | همه چیزش بگویند ایں نه گویند

کساں کایں قصهٔ خسرو شنیدند
حدیث خسرو و شیریں نه گویند

۵۰۴

سخن[2] پیشِ رخش زیبا مگوئید | حدیثِ لاله خود آنجا مگوئید
همی گویند کاں یکتا چه نیکوست | درا و شرحے ست کاں یکتا مگوئید
من از غم گر بمیرم خود کساں را | بگوئید ایں خبر، او را مگوئید
پیامے بشنوید از من ولیکن | نباشد یار تا تنها مگوئید
من از تیغِ کرشمه کشته گشتم | کشنده حاضر است اما مگوئید
دهن نزدیکِ رخسارش میارید | سخن در گوشِ آں از ما مگوئید
بگوئیدش غم و رنج من و دل | ولیکن از زبانِ ما مگوئید

چه باشد ابر پیشِ چشمِ خسرو
ببازی قطره با دریا مگوئید

۵۰۵

ت

رخ آں شوخ پنهانی ببینید | کمال صنعِ یزدانی ببینید
درآں شکل و درآں چشم و درآں رو | همه عالم به حیرانی ببینید
دلم برد و چو گفتم کافری کرد | مسلمانان مسلمانی ببینید

---

[1] بیت محذوف در ن
[2] غزل در ن محذوف است

زنخ را تا بپوشیده ست از خط — درآں چہ حالِ زندانی ببینید
منِ بیچارہ را کشتہ ست خوش خوش — ہمی خندد پشیمانی ببینید[۱]
چہ دارید م ز عشق اے دوستاں باز — رخ آں دشمنِ جانی ببینید
مرا از نالہ و از آہِ دم سرد — ز دل تا سینہ ویرانی ببینید
ہمی جوید وفا از خوبرویاں — دلم را حدِ نادانی ببینید
رخ خسرو غبار آلود می دید
برآں در نقشِ پیشانی ببینید

۵۰۶

لب از تو وز شکر پیمانہ اے چند — رخ از تو وز ختن بتخانہ اے چند
چو در پیمودن آرے خرمنِ حسن — روا کن سوئے ما پیمانہ اے چند
درازی ہست در موئے تو چنداں — کہ می باید بہر مو شانہ اے چند
بیا زار دگرت زاں شانہ موئے — بہ پیشت بشکنم دندانہ اے چند
سرِ آں روئے آتشناک گردم — بباید شمع را پروانہ اے چند
بزلف و عارضت دلہاے سوزاں — شب ست و آتش و دیوانہ اے چند
مخسپ امشب کہ از بیخوابیٔ خویش — بگویم پیش تو افسانہ اے چند
ز چشمم دانہ دانہ می چکد آب — چو مرغاں قانعم بادانہ اے چند
خوشم با عشق تو بے عقل و بے جان — نگنجد درمیاں بیگانہ اے چند
برآ گردِ دلم کز جستجو یت — مرا ہم کشتہ شد ویرانہ اے چند

---

[۱] بعدہٗ درن بیت ذیل زائد است ؎
بہ بینید آشکارا ردیش اے ماہ ※ دلم را داغ پنہانی ببینید
[۲] درن غزل محذوف است

برآتم کن زلب بوسی و بنولیس   هم از خونِ دلم پروانهٔ چند
وگر نیشے زند از غمزهٔ مست
زخسرو بشنود افسانهٔ چند

۵۰۷
زاهلِ عقل نپسندد خردمند   که دارد رفتنی را پائے در بند
نصیب امروز برگیر از متاعے   که فردا گردد ش غیرے خداوند
لباسِ زندگی بر خود مکن تنگ   که چوں شد پاره نتواں کرد پیوند
بصورت خوش مشو از روئے معنی   نئے خامه نکوتر از نئے قند
نصیحت گوهرے داں کاں نزیبد   مگر در گوشِ دانا و خردمند
مخور غم بهر فرزندے و مالے   که مالت دیں بس ست و صبر فرزند
برعنائی منه بر خاکیاں پائے   کہ ایشاں ہمچو تو بودند یکچند[1]
شنوائے دوست پند، اما چو خسرو
مشو کو گوید و خود نشنود پند

۵۰۸
مرا تا با[2] تو افتاده ست پیوند   نه در گوشم نصیحت رفت و نه پند
دل من می جهد هر لحظه از جائے   به دیدارت چنانم آرزومند
ندارم صبر اگر باور نه داری   بگیر اینک بیا دستم ببو گند
که نئے رسمِ محبّت من نهادم   که رفته ست اول ایں حکم از خداوند
ز بامِ آسماں فرّاشِ فطرت   برآمد، زیر پا ایں طشت افگند
دلم خون ست از شوقِ وصالت   چو مادر در فراقِ کشته فرزند

---

[1] درین بیت ذیل زائد است س

اگر خواهی نه بینی رنج بسیار ※ به اندک مایه راحت باش خورسند

[2] غزل درین محذوف است

ہزاراں چشمہ از چشمم روان ست | کہ سنگیں تر غمے دارم ز الوند
نباشد حالِ مشتاقانِ بیدل | زجاناں بیش ازایں مہجور خرسند

بروئے خسروِ بیجان دلِ زار
تنِ بیچارہ بے جاں بیش بپسند

۵۰۹

از آں اہل نظر در غم اسیرند | کہ منظوراں بغایت بے نظیرند
دیت از خوبرویاں جست باید | بہر جائے کہ مشتاقاں بمیرند
نیاید اہل دل در چشم خوباں | کہ ایناں تنگ چشم آناں حقیرند
کساں کز دست و دل خونیں بجوشند | اگر پیرند ہم طفلے بر شیرند
زہے عمر درازِ عاشقاں گر | شب ہجراں حساب عمر گیرند
بہ دیدارے کہ بنمایندم از دور | پذیرفتم بجاں گر جاں پذیرند
درونِ دیدہ شانم نیکواں را | اگرچہ راست در بالا چو تیرند

ز دردت مردمانِ چشم خسرو
در آبِ دیدہ مرغ آب گیرند

۵۱۰

لبت[1] را جاں تواں خواندن ولیکن | نہ می دانم کہ آں خط را چہ خوانند
مریخ اے پاک دامن! عاشقانت | اگر بر چشم تر دامن نشانند
نخواہم زیست، زخمِ عشق کاری ست | رقیباں را بگو "تیغم نرانند"
مکن بر ما نصیحت ضائع اے شیخ | کہ مستاں لذت تقویٰ ندانند
بگو پیشِ صبا گہ گہ پس از ما | کہ اہلِ خاک خدمت می رسانند

بجائے کز گلِ رویت چکد خوئے
دو چشم خسرو آنجا خوں فشانند

---

[1] غزل محذوف درن

۵۱۱ چو نقشِ صورتش[۱] در آب و گل ماند — دلم در بند خوبانِ چگل ماند
بداں میمِ دہاں زد غنچہ لافے — بصد رُو پیشِ آں رو منفعل ماند
گلِ سیرابِ من در باغ بشگفت — گلِ صد برگ از رُویش خجل ماند
خدنگِ غمزۂ ترکاں شکارے — گذشت از دل و لے پیکاں بجاں ماند
چو دید آں قد و آں قامتِ صنوبر — ز حیرت در چمن پایش بگِل ماند
بشہرِ عشق ہر کو رفت روزے — گرفتارِ ہوائے معتدل ماند
بقرباں خونِ خسرو ریز، مندیش
کہ قتلِ او مباح و خوں بحل ماند

۵۱۲ بہر ذرّہ[۲] و غمے دل مبتلا شد — چرا یک بارہ یار از ما جدا شد؟
برید از دوستانِ خود بیک بار — دریغا حاجتِ دشمن روا شد
برندی و بشوخی و بصد ناز — دل از من برد و آں گہ پارسا شد
شب از ہمسایہ ہا فریاد برخاست — مرا نالیدنِ شبہا بلا شد
وفا و مہربانی کرد با خلق
چو در خسرو آمد بیوفا شد

۵۱۳ دلم زیں ساں کہ زار و مبتلا شد — از آں نامہربانِ بیوفا شد
مبادا ز آہ کس آں روئے را خوئے — اگرچہ جانِ مسکیناں بنا شد
بیا بر دوستاں اے جاں روا کن — ہر آں تیرت کہ بر دشمن قضا شد
مرادت گر ہلاکِ چوں منے بود — بحمد اللہ کہ آں حاجت روا شد
مرا وقتے خوشے بودہ ست در دل — مسلماناں ندانم تا کجا شد[۳]؟

---

۱ و ۲ سر دو غزل محذوف در ن   ۳ در ن بیت ذیل زائد است ؎
شب از ہمسایگاں فریاد برخاست ٭٭ مرا نالیدنِ شبہا بلا شد

دمِ سردِ خزاں را سکتہ نو زد — چمن بے برگ و بلبل بے نوا شد
چرا می نالد ایں مرغِ چمن زار — مگر او نیز از یاراں جدا شد
مکن بر خسروِ دل خستہ جورے
اگر او لطف نا کردہ رہا شد

۵۱۴
چو ماہِ روزہ[۱] از اوجِ سما شد — ز دُورِ روزہ دوراں بے ضیا شد
برابروئے ہلالِ عید بنگر — ہلالِ ابردم از من جدا شد
از آں آبے کہ بگذشت از سرِ خم — پیالہ با صراحی آشنا شد
مرا کآبِ دو چشم از سر گذشتہ ست — عجب بنگر کہ گل بودہ صبا شد
گلش را سبزہ نارستہ کیا رست — چناں مردم مگر مردم گیا شد
از آں محرابِ ابرو یاد کردم — نمازے چند نیز از من قضا شد
مگر مجنوں شناسد حالِ من چیست — کہ در ہجرانِ لیلیٰ مبتلا شد
ہمہ گل می دمد از دیدہ در چشم — خیالِ روئے او مارا بلا شد
در آبِ دیدہ سرگرداں چہ ماندہ ست — مگر سنگیں دلِ من آشنا شد
دو چشمِ خسرو از باریدنِ دُر
کفِ شاہنشہِ باراں عطا شد

۵۱۵
بملکِ فتنہ تا زلفش علم شد — زجا بہا عارض او را حشم شد
فرشتہ گر گناہے می نوشتے — رخت چوں دید مرفوع القلم شد[۲]
نشیں یک دم کہ یابد نیم عمرے — گرفتارے کہ عمرِ او دو دم شد
نہ می دیدی بمن از ننگ دیدی — مرنج ارزیں قدر قدرِ تو کم شد

---

[۱] غزل درین محذوف است — [۲] درین بیت ذیل زائد است ؎
زخاموشی بہ خواہی کشت مارا ٭ دو لعلت بہرِ جانِ ما بہم شد

کسے بدردوزیٔ خسرو شناسد
کہ او درماندۂ شبہائے غم شد

۵۱۶

دلِ[1] عاشق چرا شیدا نباشد | بعشق اندر جہاں رسوا نباشد
نگوئی تا بکے اے شوخ دلبر؟ | ترا پروائے حالِ ما نباشد
ببستانِ لطافت سرو باشد | ولے چوں قدِ او رعنا نباشد
کدامیں دیدہ در وے نیست حیراں؟ | مگر چشمے کہ او بینا نباشد
نہ دل باشد کہ غافل باشد از یار | نہ سر باشد کہ پُر سودا نباشد
بنوعے دل ز خسرو در تو بستم
کہ با غیرِ تواَم پروا نباشد

۵۱۷

دلِ[2] ما را شکیب از جاں نباشد | در از جاں باشد از جاناں نباشد
مرا دشوار از او باشد صبوری | ز جاناں دل صبور آساں نباشد
نباشد نالہ عیب از دردمندی | کہ دردش باشد و درماں نباشد
مرا چوں عشق مہماں ست حاکم | فضولی ترا زایں مہماں نباشد
غمت شد در دلِ شوریدہ ساکن | کہ جائے گنج جز ویراں نباشد
ندارد مہ جمالِ روئے خوبت | وگر ایں باشد اما آں نباشد
خیالت گر بمہمانِ من آید
دلم را جز جگر مہماں نباشد

۵۱۸

وفا در نیکواں چنداں نباشد | ترا خود ہیچ بوے زاں نباشد
مرا گوئید منگر در جواناں | کہ خوبی جز بلائے جاں نباشد
نظر در روے تو خود کردہ ام من | بلے خود کردہ را درماں نباشد

---

[1] غزل محذوف در ن
[2] غزل در ن محذوف است

دلم بر بُت پرستی خو گرفته ست — مسلمان بودنم امکاں نباشد
مرا بہرِ تو کافر میکند خلق — خود اہلِ عشق را ایماں نباشد
مرو از سینه بیروں گرچه دانم — که یوسف را سرِ زنداں نباشد
زہجراں سوخت خسرو ده که در عشق
۵۱۹ چه نیکو باشد از ہجراں نباشد

کسے کز[۱] عاشقی بیزار باشد — اگر طاعت کند بیکار باشد
مفرح خاطرے کازار بیند — مبارک سینهٔ کافگار باشد
دلے کز نیکواں دردے ندارد — چو سنگے داں که در دیوار باشد
جگر خواری کن آنجا گر توانی — که مہمانِ شکر بسیار باشد
تو خفته حالِ بیداراں چه دانی — کسے داند که او بیدار باشد
غلط کردم ستم میکن که خوبی — ترا از داد کردن عار باشد
نوازش کن که خسرو عاشقِ تست
۵۲۰ که آسایش کشی دشوار باشد

بتے[۲] مانند تو مهوش نباشد — دگر باشد چو تو سرکش نباشد
توئی طرفه سوارے زاں که خورشید — بود برابر د برابرش نباشد
ز آہم تیر بستاں ہم مرا کش — ترا گر تیر در ترکش نباشد
خوشم من گر کشی زارم اگرچه — کسے در کشتنِ خود خوش نباشد
ندانم زیستن در خونِ خسرو
۵۲۱ اگر آں چشمِ کافر وش نباشد

چمن[۳] را رنگ و بو چندیں نباشد — چمن را جعد مشک آگیں نباشد

---

۱ غزل محذوف درن — ۲ و ۳ ہر دو غزل در نسخهٔ ن موجود نیست

لبت را جاں نخواہم حاش للہ — کہ جاں ہرگز چنیں شیریں نباشد
بہ زیبائی رُخت را مہ نہ گویم — کہ مہ را مشتری چندیں نباشد
جمالِ خوب کے باشد پری را؟ — کہ شب یار و زہم بالیں نباشد
ترا ہرگز خود اے بد عہد و بے مہر — غمِ حالِ منِ مسکیں نباشد
مسلماناں من آں بت می پرستم — کہ در بتخانہ ہائے چیں نباشد
شما دیں از منِ بیدل مجوئید — کہ ہرگز بیدلاں را دیں نباشد
مرا گوئید در ہجراں مخور غم
کسے بے دوست چوں غمگیں نباشد

۵۲۲
دلے دارم[۱] کہ جز جاناں نخواہد — ہمیں معشوقہ خواہد جاں نخواہد
اگر جاں خواہد از دے خوبروے — رواں بدہد ز من فرماں نخواہد
مرا گوئید "ساماں نے نداری" — کسے از عاشقاں ساماں نخواہد
گذر در کوئے ما آں دوزخی راست — کہ جا در روضۂ رضواں نخواہد
سرِ من زیں پس و شمشیرِ خوباں — کسے تاوانِ من زالیشاں نخواہد
مفرما صبر کاں را ہر کہ دیدہ ست — صبوری از منِ حیراں نخواہد
غم آمد در دلِ تنگم، نہ دانست — کہ در تنگی کسے مہماں نخواہد
برنجم گر تو خسرو را نہ خواہی
تو خواہی لیک ایں حرماں نہ خواہد

۵۲۳
دلم بے[۲] وصلِ جاناں جاں نہ خواہد — کہ عاشق جانِ بے جاناں نہ خواہد
دلِ دیوانگاں عاقل نہ گردد — سرِ شوریدگاں ساماں نہ خواہد
طبیبِ عاشقاں درماں نہ سازد — مریضِ عاشقی درماں نہ خواہد

---

[۱] و [۲] ہر دو غزل در نسخۂ ا ن موجود نیست

اگر صد روضہ بر آدم کنی عرض — بروں از گلشنِ رضواں نہ خواہد
ورش صد ابنِ یامیں ہست یعقوب — بغیر از یوسفِ کنعاں نہ خواہد
اگر گویم، خلافِ عقل باشد — کہ مفلس ملکتِ خوباں نہ خواہد
کجا خسرو لب شیریں نہ جوید؟ — چرا بلبل گل خنداں نہ خواہد
دلم جز روے و موے گل عذاراں — تماشائے گل و ریحاں نہ خواہد
ز رو دیش می گریزد زلفِ مشکیں — کہ ہندو صحبتِ خاقاں نہ خواہد

از آں خسرو ز دہلی رفت بیروں
کہ ملکِ ہند دلی سلطاں نہ خواہد

۵۲۴ از آں[1] سنبل کہ گل سربار دارد — گلِ طبع مرا بر خار دارد
نہ دارد گوئیا قطعاً سرِ من — سر زلفش کہ سر بسیار دارد
خطِ شیریں بہ زیرِ لب چو طوطی ست — کہ شکر پارہ در منقار دارد
تو خورشیدی و جانم ذرّہ آسا — ہوائے عشقت اے دلدار دارد
خطا باشد کہ زلفت مشک خوانم — کہ در ہر چیں دو صد تاتار دارد
نَیَم بلبل چرا آں زاغِ زلفت — نشیمن گاہ در گلزار دارد

زبارِ ہجر خسرو بر نگردد
کہ با روے وصالش کار دارد

۵۲۵ سوارِ[2] من کہ رہ در سینہ دارد — زباں پُر مہر و دل پُر کینہ دارد
خیال اسپ او شطرنج بازی — ہمہ با استخوانِ سینہ دارد
ز سمِ بوسیدنِ شکّر دہاناں — سمندِ او بپا شیرینہ دارد
از ایں عیش ماو درویشی چو درویش — ہوس پوشیدہ پشمینہ دارد

---

[1] و [2] ہر دو غزل درن محذوف است

کند بر ما جفا ہا وُ ندانند — که حقِ صحبتِ دیرینه دارد
ازاین مرنیست امروزینه این جور — که دل بر دوستان پُرکینه دارد

دلِ خسرو بپا مالد نترسد
مگر پا بر سرِ گنجینه دارد

۵۲۶
فلک[1] باکس دلِ یکتا نه دارد — زصد دیده یکے بینا نه دارد
درختِ دہر سرتا پائے خاراست — توکل جوئی دُ او اصلانه دارد
جهاں از مردمیها مردماں را — نویدے می دهد امّا نه دارد
کسے از ہفت بامِ چرخ بگذشت — که باغِ ہشت درہا وانه دارد
کسے کایں جامُ مرتّع می نشنید — در ایوانِ متمکّن جاندارد

چرا خسرو نمی اندیشی تو امروز؟
ازآں فردا که پس فردا نه دارد

۵۲۷
بتے کز دیدنش[2] جاں مست گردد — دروںِ جانِ من پیوست گردد
مگو "کز دیدنِ من چیست حالت؟" — چو دیوانه که از مئے مست گردد
چو در گیسو گره بندی، بسا دل — که اقطاعِ ترا در بست گردد
دلے کز سنگ صد بار آہنیں تر — زنیک پیکانِ چشمت پست گردد
ببیں در جانِ من، مخرام جانا — که دیده زیرِ پایت پست گردد

اگر خامه کند وصفِ جمالت
که خسرو را قلم در دست گردد

۵۲۸
جفا کن بو که ایں دل باز گردد — دمے با جانِ من دمساز گردد

---

[1] غزل درلن محذوف است [2] غزل محذوف درن

بود عنائی چنیں مخرام و ستیز　　کہ شہرے نیم کشتِ ناز گردد[1]
چو نامت گویم و نالہ بر آرم　　دل و جاں ہمرہِ آواز گردد
چو ما مُردیم بکشا روے و بگذار　　کہ درہائے قیامت باز گردد
چہ جائے عافیت باشد دلے را؟　　کہ گردِ غمزۂ غمّاز گردد
گر آہو چند تنگ دارد نشاید　　کہ گرد ترک تیرانداز گردد
کند افسانۂ روز بد خویش
شبے گر خسروت ہمراز گردد ۵۲۹

ز ہر تن[2] چشم او جاں را بہ دزدد　　ز ہر دل زلفش ایماں را بہ دزدد
ہزاراں عمر باید مزدِ دزدیش　　چو آں عیّارِ ما جاں را بہ دزدد
بتِ محمل نشیں زاں رہ کہ رفتہ ست　　رہے خواہد بیاباں را بہ دزدد
خوش آں ساعت کہ از شرمش بخواہم　　وے آں لب ہائے خنداں را بہ دزدد
چو دزدانم کشاں آں درّ و گوہر　　چو گاہِ خندہ دنداں را بہ دزدد
غمش وز دیدہ عقلے را کہ دیدہ ست　　ز دیدہ اشکِ غلطاں را بہ دزدد
نخسپد کس شب از افغانِ خسرو
اگرچہ در دل افغاں را بہ دزدد ۵۳۰

زمانہ[3] چوں تو دل جوئے ندارد　　فلک مثل تو مہ روئے ندارد
بنامی زد نسیمے کاں تو داری　　گلِ سوری از آں بوئے ندارد
چو بد خوئی کند چشم تو با من　　دلم گوید کہ بد خوئے ندارد

---

۱ در ن بعدہ بیت ذیل زائد است ؎
نگویم حال خود با کس نہ خواہم　　کہ کس با دردِ من انباز گردد
۲ غزل در ن محذوف است　　۳ غزل محذوف در ن

تنِ من موئے شد بہرِ میانت | چو بہرہ از میاں موئے ندارد
سرِ من بر سرِ زانوست از تو | سرِ من ہیچ زانوئے ندارد

سخن بشنو نگر از بندہ خسرو
جہاں چوں او سخنگوئے ندارد

۵۲۱
دلے کو چوں تو دلدارے ندارد[۱] | براہلِ عشق مقدارے ندارد
ز سرتا پائے زلفت یک شکن نیست | کہ در ہر مو گرفتارے ندارد
نہ دانم زاہدے کز کفرِ زلفت | بہ زیرِ خرقہ زنّارے ندارد
کرا ایں گل بہ بستاں سرخ روید؟ | کہ از تو در جگر خارے ندارد
دہانِ پستہ ماند با دہانت | ولیکن نغز گفتارے ندارد
کسے کو روئے تو دیدہ ست ہرگز | نظر بر بندِ غم خوارے ندارد
من از خم خانۂ دردی کشیدم | کہ آنجا محتسب کارے ندارد
کہ آب خوش خورد از عقل آں کس | کہ رہ در کوئے خمّارے ندارد
بیا و دست گیرا فتادۂ را | کہ جز تو در جہاں یارے ندارد

مگو کز ہجرِ من چوں ست خسرو
امیدِ زیستن بارے ندارد

۵۲۲
دلِ من خوں شد و جاناں نداند | دگر گوئیم قدر آں نداند
مسلماناں کرا گویم غمِ عشق | کہ کس کارِ مرا ساماں نداند
مسیحا مردہ داند زندہ کردن | ولے دردِ مرا درماں نداند
چہ سود ایں رنج دیدن چوں منے را | کہ اندوہِ من ایں ناداں نداند
دلِ دیوانہ اے خود کام دارم | کہ فرمانِ مرا فرماں نداند

---

[۱] غزل محذوف درن

کسے[1] کاشفتهٔ او گشت، زنهار | که کارِ عیش را سامان نداند
مسلماں نیست او در مذهبِ ما | که کفرِ عاشقاں ایماں نداند
نباشد عشقبازاں را سرِ عقل | که در دینِ عاشقی چنداں نداند
یکی سرو رواں همسایهٔ ماست | که رفتن جز میانِ جاں نداند
گہے باشد که در مستی لبش را | ببوسم کایں خبر رنداں نداند
نگارینا دل سنگیت هرگز | حقِ آزردهٔ هجراں نداند[2]
نداند رفت خسرو جز بہ کویت
که بلبل جز رہ بستاں نداند

۵۳۳ و

دلم جز کوئے تو مسکن نداند | تماشائے گل و گلشن نداند
هر آں نظارگی[3] کاں روئے بیند | بپائے خود رہ مسکن نداند
بہ هر چشمے دریغ ست آں چناں روئے | که نامحرم در او دیدن نداند
بجو جرعه ریخت هجراں خونِ من وائے | کہ آں ساقیٔ مرد افگن نداند
گر آں بدخشم را دریابی اے باد | بگوئی آں چناں کز من نداند
فرو خور آہ را اے جان و مسوز | که دودِ ما رهِ روزن نداند[4]
حدیثِ درد با افسردگاں نیست | کہ ایں رہ دل شناسد تن نداند

---

۱ بیت محذوف درن   ۲ درن دو بیت ذیل زائد است ؎
تو چشم و غمزه را کشتن بیاموز | که کس ایں شیوه را زیشاں نداند
خیالت بیں بہ چشمم تا نگوئی | کہ گل رستن بہ شورستاں نداند
۳ بیت محذوف درن   ۴ درن بیت ذیل زائد است ؎
بروئے سرو تو هم با عقل دل گیر ؛؛ کہ ما مستیم و عقل ایں فن نداند

خدا یا دوست کامش دار، ہر چند
کہ در دِ خسرو آں دشمن نہ داند

۵۳۴

اگر چشم تو روزے بر سر افتد | سر از خورشید باشد در ته افتد[۱]
دگر شکلِ ز نخدانت ببیند | روانی آب حیواں در چہ افتد
چو در خندیدن آید باغِ رویت | گل اندر دیدهٔ هر رہرو افتد
کند پیوندِ عمر از صبح رویت | چو روزِ عمر گل را کوتہ افتد
نہ خواہم بعد ازیں سر را ببینم | گذر گر بر منت بعد از سر افتد
برویت خواہم الحمدی بر خوانم | غلط ترسم کہ در بسم اللہ افتد
چو خواہد عارضت عشاق را عرض | نظر بر من پس از چندیں گرافتد[۱]

فغاں اے جاں کہ خسرو در فراقت
چناں افتاد کاتش در کہ افتد

۵۳۵

صبے[۲] چوں او بہ دستِ من نیفتد | دگر افتد چنیں روشن نیفتد
نمی دانم چہ سر دارد کہ تیغش | مرا خود ہرگز از گردن نیفتد
ز بختِ خود پریشانم کہ یک شب | سر زلفش بہ دستِ من نیفتد
نہ بیند کس دگر گل را شگفتہ | اگر بوئے تو در گلشن نیفتد
تو ناوک می زنی از غمزہ و من | بر او لرزاں کہ بر دشمن نیفتد
مرد دامن کشاں تا گرد غیرے | ز خاکِ رہ براں دشمن نیفتد

---

[۱] درین بیت ذیل زائد است ؎

دلم را در سر زلفت رہ افتاد ؎ غریباں را بہ ہندستاں رہ افتد

[۲] غزل درین محذوف است

چو خسرو از توام اے چشمِ روشن
نظر بر ہیچ سیمیں تن نیفتد

۵۲۶
گر اوؔ بے یادِ ما در مے نیفتد | فراموشیش پے در پے نیفتد
نصیحت می کنم دل را کہ باز آئے | ولیکن دل از اینا پے نیفتد
بہ ریزم خونِ خود بر آستانت | اگرچہ از رُخت ہر پے نیفتد
گہے بر من نیفتد چشمِ مستت | نہ گوئی با منت تا کے نیفتد
چہ پرسی با تن و جانے بُراز درد؟ | ہماں داں آتش اندر نے نیفتد

اگر چہ افتاد خسرو زد بصد رنج
خدایا رنج من بروئے نیفتد

۵۲۷
خطے ؔاز لعلِ جاناں می برآید | کہ دُود از روزنِ جاں می برآید
سرِ زلفش بنفشہ دستہ بستہ | زِ اطرافِ گلستاں می برآید
برآمد ماہِ تاباں در شب ایں جا | شبے از ماہِ تاباں می برآید
ز کافورِ تو سنبل می زند سر | زیاقوتِ تو ریحاں می برآید
مسلماناں نگہدارید خود را | کہ کفرِ کج زایماں می برآید

دلِ خسرو در آں زلف است دائم
از آں خاطر پریشاں می برآید

۵۲۸
بہ سالےؔ کے چنیں ماہے برآید؟ | دگر آید، زچہ گاہے برآید؟
ز رخسارش، ز حسنِ جعدِ مشکیں | کجا از تیرہ شب ماہے برآید؟
اگر آئینۂ حسن ست روشن | بگیرد زنگ، اگر آہے برآید
بسا خرمن کہ یک دم بسوزد | از آں آتش کہ ناگاہے برآید

۱ؔ غزل محذوف در ن ۲ؔ غزل محذوف در ن ۳ؔ غزل محذوف در ن

همہ شب تا سحر بیدار باشم   بود کاں مہ سحرگاہے بر آید
گدائے گر بکوئے دل فروشد   کہ از جاں بگذرد شاہے بر آید
عجب نبود دراں میخانہ خسرو
گر از بیکار گمراہے بر آید

۵۳۹
مہِ او چوں براہے بر نیاید   شہے زینساں بہ گاہے بر نیاید
چو زلفِ کافرِ ہندو نژادت   ز ہندستاں سیاہے بر نیاید
بہ اورنگِ ملاحت تا بہ محشر   چو او گل چہرہ شاہے بر نیاید
دل افروزی چو او خورشید تاباں   ز طرفِ بارگاہے بر نیاید
گر او را سرو گویم راست ناید   کہ با قدش گیاہے بر نیاید
زمانے نگذرد کز خاک کویش   نفیرِ داد خواہے بر نیاید
گنہ گارم چرا کاں آتشم نیست   کز او دودِ گناہے بر نیاید
برو خسرو کہ آہنگ درائے
دریں کشور ز راہے بر نیاید

ب

۵۴۰ ے
میرِ زلفِ تو یاری را نشاید   کہ دشمن دوستداری را نشاید
اگرچہ زلفت آرد تاب بازی   وے بادِ بہاری را نشاید
دلا خود را بہ چشمِ او مدہ زانک   مقامِ استواری را نشاید
حریفش بودہ ام شب مگری اے چشم   کہ ایں شربت خماری را نشاید
بجاں کندن رہا کن نیم کشتہ   کہ ایں تن زخم کاری را نشاید
خرابم کرد چشمت راست گفتند   کہ ترکِ مست یاری را نشاید

ے غزل درن محذوف است

مراں از در کہ خسرو بندۂ تست
عزیزش کن کہ خواری را نشاید

۵۴۱
کسیت از آشنایان یاد ناید — چنیں بیگانہ بودن ہم نشاید
کہ داد آں بخت خوش روزے کہ یارا — ز در ہمچوں تو خورشیدے درآید
شبم کابستن است از قید اندوہ — نہ پندارم کزو صبحے بر آید
مخواں در بوستانم اے دوست — کہ آں جا ہم دلم کم می کشاید
زمانے می دہم دل را و لیکن — نہد بر جاں ز دیدہ چند باید[۱]؟
مبر آں ناز بازی کردمے باد — کہ مرگ من ترا بازی نماید
رہے بنما کہ نتواں زیست بے تو — و لیکن خویش را می آزماید
نگیرد جز گرفتاران دل را
غزلہائے کہ خسرو می سراید

۵۴۲
ببیں[۲] تا دیدہ چند افسوں نماید — کہ خود را چوں توئی بیروں نماید
چو طالع شد رخ میمونت ما را — زمانہ طالع میموں نماید
چو خورشید رخش بینم مرا چشم — بہر دم نقش دیگر گوں نماید
بہ خرمنہا سخن سنجد ترازو — لبت چوں خندۂ موزوں نماید
اگر در روئے زرد من نہ بینی — زہے ایں روکسے را چوں نماید
مبیں در چشم من چندیں کہ بسیار
چو اندر شیر بینی خوں نماید

۵۴۳ — غ
صبا آمد و لے دل باز نامد — غریب ما بہ منزل باز نامد

---

۱ درین بیت ذیل زائد است ۔ مرا گفتی کہ جاں می باید از تو ٭٭ من بیچارہ را دیگر چہ باید
۲ غزل درن محذوف است

به دریا غرق شد رخت صبوری | که کشتی سوی ساحل باز ناید
دل ما رفت با محمل نشینی | رود جان هم که محمل باز ناید[1]
گرفتار است دل ای پندگو بس | کزین افسانه‌ها دل باز ناید
به عشقم مست بگذارید زیراک | کس از میخانه عاقل باز ناید
خلاصِ غیر کن ای زلفِ لیلیٰ | که مجنون را از آن دل باز ناید
نصیحت زندگان را کرد باید | که افسون مرغِ بسمل باز ناید
به وادیٔ غمش گم گشت خسرو
که کس از راه مشکل باز ناید

۵۴۴
نگارا[2] از منِ مسکین چه خیزد؟ | چرا هجرِ تو با ما می ستیزد؟
همی خیزد ز زلفت نالهٔ دل | چو آن آواز کز زنجیر خیزد
میوشان روی را بگذار کز شرم | شود گل آب و در پیشت بریزد
منم خاکِ تو چندینم چه بیزی؟ | کسی خود خاک را چندین نه بیزد
چو جا در سینهٔ خسرو گرفتی
درونِ او ز جان بیرون گریزد

۵۴۵
غمِ من[3] شادیٔ کس را نه پرسد | نمد گر نرخِ اطلس را نه پرسد
چه می پرسی؟ مپرس از آتشِ من | به وقتِ سوختن خس را نه پرسد
به صد جان پیشِ او میرم اگر او | فراموشانِ واپس را نه پرسد
رقیبت گفت "کی آیم برِ تو؟" | بلا در آمدن کس را نه پرسد

---

[1] درین بیت ذیل زائد است ـ
به دریا غرق شد رخت صبوری ٭٭ که کشتی سوی ساحل باز ناید
[2] غزل محذوف درن [3] غزل محذوف درن

مپرس از خسرواں خسرو درِ عشق
که بلبل نام کرگس را نه پرسد ۵۴۶

از یادِ[1] تو دل جدا نه خواهد شد وز بندِ تو جاں رہا نه خواهد شد
دل را به تو دادم و نه می دانی چوں می دانم مرا نه خواهد شد
پیوندِ تو از تو نگسلم ہرگز تا جامۂ جاں قبا نه خواهد شد
در بوسه دمے شمار گو میکن من می شمرم دغا نه خواهد شد
یارب به کجا گریزم از تیرت؟ ہر جا که روم خطا نه خواهد شد
میگو سخنے، مترس از غمزه مست است و بریں گوا نه خواهد شد
دردے دارم بسینه از عشقت کاں دردِ کہن دوا نه خواهد شد
گفتی که "غلام من نه شد خسرو"
ہم خواهد شد، چرا نه خواهد شد؟ ۵۴۷

امشب بتِ ما بنزد ما بود ماهش به وبال مبتلا بود
در باغ وصال می گذشتم گل در جیب و سرو راستا بود
بیگانه کسے نبود گر بود دل محرم و دیده آشنا بود
هوش و دل و صبر باز آمد ایں ہر دو سه چند گه کجا بود؟
از بیخودی آں زماں که دیدم در یوسفِ خود بے بها بود
می رفت ولے از آبِ چشمم زنجیر مسلسلش بپا بود
ناگه نه[2]کهن رواں شد آں مه چون سرو که بر سر گیا بود[2]

---

[1] غزل محذوف در ن۔ [2] ابیاتِ ذیل در ن زائد اند — آورد خطے که نو غلامے ؛؛ در بالائش به راستی گوا بود
آں عیسٰی اگر دمم نه دانسے ؛؛ امید به زیستن کرا بود؟ بر قبلۂ طاقِ ابروانش ؛؛ حاجت که به خواستم روا بود
ہنگام سحر کشید گیسو ؛؛ شب رفت، ہنوز بر بجا بود

در خواب غلط بماند خسرو
کاین خواب مرا نبود یا بود

۵۴۸ ب

وقتے دلِ ما از آنِ ما بود | و اندر دلِ یارِ ما وفا بود
بیگانہ چناں شد آں دل از من | گوئی تو کہ سالہا جدا بود
صد شکر کہ ہم بہ کوئے او ماند | آں دل کہ زِ من ہزار جا بود
دیدہ آں کہ خمارِ چشم مستش | خمّار شد ار چہ پارسا بود
دی دید مرا و زیستم، لیک | نادید کہ گردِ آں بلا بود
ہر مورِ خطش مرا فرو برد | آں مور چہ گوئی اژدہا بود

خسرو کہ در او گم ست گوئی
افسانۂ اوست بود و نابود

ت

۵۴۹

عشق آمد و دل ز دست ما برد | تدبیر ز عقلِ مبتلا برد
عیش و طرب و قرار و تمکیں | یک یک ز دلم جدا جدا برد
ہر دل کہ بسینۂ کسے دید | یا در کفِ غم سپرد و یا برد
یار آمد و ساخت خانہ در دل | شاہ آمد و خانۂ گدا برد
ما را کہ ز غم خیالِ گشتیم | بادِ سرِ زلفِ او ز جا برد
سیلابِ غمش در آمد از شہر | بازارِ ہزار پارسا برد
شب صورتِ او بخواب دیدم | تا چشم زدم بہم، مرا برد
دل را می برد سیلِ دیدہ | اشکم بہ دیدہ خواب را برد
ایں دیدۂ من کہ کور بادا | پیشِ ہمہ آبروئے ما برد

ت تا تہ ابیات محذوف در ن

مسکیں دلِ بے قرار خسرو
غم، ہیچ ندانمش کجا بُرد ؟ ۵۵۰

یارے دلِ ما برائیگاں بُرد — تا دل طلبیم باز جاں بُرد
عشق آمد و گردنِ خرد زد — دُزد آمد و سرز پاسباں برد
ماندیم ازاں حریف دل دُزد — زد قلعہ و مہرہ رائیگاں بُرد
اے ترک کہ جنبش رکابت — از پنجہ رجا بکاں عناں برد
بگذار کہ در اجل بمیرم — ایں لاشہ کہ آب کارواں برد
دل بر تو بہ کشتنم گماں داشت — شد عاقبت آنچہ او گماں برد
عاشق نہ خود از درِ تو شد دور — بازاغ چہ حیلہ کاستخواں برد؟[1]
جاں دادم و درد تو خریدم
ایں را تو ببر کہ خسرو آں برد

۵۵۱
تاب رُخت آفتاب ناورد — زُو قالبِ تو شراب ناورد
آں خالِ چو ذرہ، ہوشِ من برد — خشخاش تو ہیچ خواب ناورد
دل دعویٔ صابری ہمی کرد — چوں روئے تو دید تاب ناورد
دی بر تو صبا پیامِ من برد — چوں باز آمد جواب ناورد
از گریہ کہ چوں سرم بدردست — چشمم قدرے گلاب ناورد
ایں دیدہ کدام راز دل بود؟ — کز گریہ بروئے آب ناورد
زلفِ تو دل مرا بدزدید — رحمت بمن خراب ناورد

---

[1] درن ابیات ذیل اضافہ اند
آں کس کہ ہم زد آشنا بود — بر تحفہ خبر نمی تواں برد
لیکن زجفائے تو تظلم — خواہم بر شاہِ کامراں برد
جمشید زماں کہ در بلندی — ایوانش سبق ز آسماں برد

افسوس کہ خسروش گرفتہ
پیشِ شہِ کامیاب ناورد

۵۵۲
ب

اے ہم نفساں کہ پیشِ یارید — این شکر چرا نمی گذارید؟
مارا مکشید چوں غریباں — ہرچند شما ازیں دیارید
جاں خواہم داد زیرِ پایش — امروز مرا بمن گذارید
بر دوست برید جان و عقلم — کالا ہمہ خصم را سپارید
اے دیدہ و دل اگر بگرید — شاید کہ شما گناہگارید
اے محنت و غم سگِ شمایم — کز دوست مرا بیادگارید
اے طائفہ اے کہ دردِ تاں نیست — ہیہات کہ در کدام کارید
گر در دلِ تاں غمے نہ گنجد
بر سینۂ خسروش گمارید

۵۵۳

با یار[1] ز من خبر بہ گوئید — ویں رازِ نہفتہ تو بہ گوئید
مارا دل و دیدہ بندگی گفت — در خدمت آں پسر بہ گوئید
ترکِ رخِ خوب گفتنی نیست — ہرچیز کز آں بتر بہ گوئید
جاں می رود و مرا خبر نیست — جانانِ مرا خبر بہ گوئید
چشمش منِ مستمند را کشت — در گوش وے ایں قدر بہ گوئید
گر ہیچ رخ و لبش بدیدید — زرخ گل و گل شکر بہ گوئید
پنہاں چو نماند رازِ خسرو
در کوچہ و بام و در بہ گوئید

---

[1] غزل محذوف درن

۵۵۴ از رنگِ رخت قمر تواں کرد — وز لعلِ لبت شکر تواں کرد
گر از دہنت خبر تواں یافت — در راہِ عدم سفر تواں کرد
ما ئیم دو دیدہ وقف کردہ — سویت نظرے اگر تواں کرد
بردار ز روے طرہ کایں دم — شامِ غمِ ما سحر تواں کرد
خسرو چو اسیر گشت بروے
میکن کہ از ایں بتر تواں کرد

۵۵۵ فریاد ز غمزۂ تو فریاد — کز وے شغبے بعالم افتاد
فریاد رسی، کہ رفت بر چرخ — مارا ز کرشمۂ تو فریاد
تو مردم چشم ماؤ ما را — بر گوشۂ دل نیاوری یاد
دریاب مرا کہ آہم از غم — چوں صورصدائے خسرو داد
گر واسطۂ وصال نبود
آں کیست کہ نیست با غمت شاد؟

۵۵۶ خطے کہ قرینِ حال باشد — شک نیست کہ بے مثال باشد
سروے کہ بقامتِ تو مانہ — در قامتِ اعتدال باشد
آں دم کہ تو شرح حال گوئی — دانی کہ مرا چہ حال باشد
افسوس بود کہ چوں توئی را — با ہیچو منے وصال باشد
آں را کہ بیاد تست مشغول — از ہر دو جہاں ملال باشد
ہرگز نہ کنم خیال خوابے — تا در سرم آں خیال باشد
در عہدِ تو آں گہے صبوری — اے دوست کرا مجال باشد
دیگر نہ کند نشاط پرواز — مرغے کہ شکستہ بال باشد

---

[1] تا [۶] غزلیات محذوف درن

گویند کہ بندہ می نوازی
خسرو بہ صفتِ نعاں باشد

۵۵۷ ت

گر مہ چو تو با جمال باشد — خورشید کم از ہلال باشد
بر روئے زمیں نظر رویت — در آئینہ ہم خیال باشد
ما را کہ بہ دیدنت بلا کیم — نادیدنِ تو چہ حال باشد
در عہدِ تو واں گہے صبوری — اے دوست کرا مجال باشد
میؔ خواہم سیر بینم آں رخ — گرد ستوری ز خال باشد
میؔ کن ستم و جفا کہ خوبی — گر لطف کنی وبال باشد
بنمائے بگاہِ کشتنم روئے — تا خونِ منت حلال باشد
کوتہؔ عمر است عاشق ار چہ — روزیش ہزار سال باشد
تا کے سخنِ وفا، رہا کن — خوبی و وفا محال باشد
بوسےؔ ست طمع دل رہی را — اندازۂ ایں سوال باشد

بشنو ز کرم حدیثِ خسرو
ہر چند ترا ملال باشد

۵۵۸

آں را کہ غمِ تو یار باشد — با خوش دلیش چہ کار باشد
صوفی چو شکست توبہ، ساقی — مگذار کہ ہوشیار باشد
مستے کہ سبو کشد مپندار — کو را قدم استوار باشد
مے حاجت نیست مستیم را — در چشم تو تا خمار باشد
جاں دادم و داغِ عشق بردم — کاں جائزِ تو یادگار باشد
معذور بود ز نالہ بلبل — جائے کہ گل و بہار باشد

لہ تا لہ محذوف درن

مرہم چو نمی پذیرد این دل بگذار کہ تا نگار باشد
خسرو بہ غلامیت عزیزست
گر خوار کنیش خوار باشد

۵۵۹
گر یار بہ دل درون نہ باشد صبر از دل من بروں نہ باشد
بے خواب و قرار ماندم، آرے دل گم شدہ را سکون نہ باشد
گر صبر کنیم جاں تواں برد لیکن چہ کنیم چوں نہ باشد؟
اے دوست ز گریہ ہم بہ ماندم کاندر تنِ مردہ خوں نہ باشد
دل برد ز خسرو آرزو یت
جاں برد و لے کنوں نہ باشد

۵۶۰
آں دوست کہ بود خصم جاں شد آں صبر کہ داشتم نہاں شد
ما خود بہ حضور مردہ بودیم خاصہ کہ فراق درمیاں شد
افسوس کہ شادیئے نہ دیدم ویں عمر عزیز رائیگاں شد
اے دوست نیافتیم کامے دشمن بہ دروغ بدگماں شد
گفتم کہ اسیر گردی اے دل دیدی کہ بعاقبت ہماں شد
دل بر دِگرے نہم، ولیکن عاشق بستم نہ می تواں شد
دی دلبر من سوار می رفت اشکم بہ دوید و ہم عناں شد
مطرب غزلے ز شوق برخواند خونابہ ز چشم من رواں شد
از گریۂ من رقیب بدخوئے باآں ہمہ خشم مہرباں شد
از بسکہ علاج دردِ من کرد بیچارہ طبیب ناتواں شد

لہ غزل محذوف است درن

خسرو به کجا به نسبت راہے؟
گیرم همه خلق یک زبان شد

۵۶۱
فریاد که عشقِ کهنه نو شد   جان در کفِ عاشقی گرو شد
آزرده دلے که بود، گم گشت   دیرینه غمے که بود نو شد
یارے که ز ما حدیث نشنود   اندر حقِ ما سخن شنو شد
رویش دیدم دلم بیفتاد   پایش به چهِ ذقن بکو شد
بادِ سرِ زلفِ او بجنبید   صد خرمنِ صبر جو بجو شد
دادم به قضا عنانِ خسرو
چون اسپِ نشاط تیز دو شد

۵۶۲
جانا چو توئی دگر نیاید   مردم ز تو خوب تر نیاید
هم رنگِ رخت سمن نه گیرد   هم تنگِ لبت شکر نیاید
روزے که تو بر نخیزی از خواب   خورشید بلند بر نیاید
هر ماہے اگرچه تو شود ماه   با روے تو در نظر نیاید
یک دل نه رود ز شستِ زلفت   کز غمزه صیدِ دگر نیاید
سنگے که از آسمان نیفتد   جز بر خرِ شیشه گر نیاید
با خاکِ درت رواست ما را   گر سرمه بچشم در نیاید
خسرو ز غمت عنان نتابد
تا مرکبِ عمر سر نیاید

---

۱ بیت محذوف درن و بجایش ذیل زائد است ؎
تیرے که کشاید اشتیاقت ٭٭ جز بر دلِ بے سپر نیاید

۵۶۳ هنگام گل ست و باده باید ساقی و حریفِ ساده باید ع
گر غنچه گره برابروا فگند پیشانیٔ گل کشاده باید
ساقی بر خیز و یار بنشاں کایں شستہ و آں ستاده باید
جان ست بجام اہلِ دل را جانے کہ بہ کف نہاده باید
واں گاه حریفِ ساده و مست در دستِ من او فتاده باید
خسرو ز بتاں کرشمہ بد نیست
معشوقہ را خود مراده باید
ب
۵۶۴ چوں سرو تو از قبا برآید آه از منِ مبتلا برآید
با یادِ خط تو زنده گردم گر از گلِ من گیا برآید
جائے کہ تو ہم چو مه برآئی مه پیشِ رخت کجا برآید
مہ لے برناید برابر تو گر فرمائی برابر آید
از قبلۂ ابروئے تو ہر شب بس دست کہ در دعا برآید
پیش آئے کہ بہر دیدن تو جاں منتظر است تا برآید
چنگم کہ ز دستِ تو نفیرم از ہر سرِ مو جدا برآید
یک لحظہ بہ کار او فروشو تا کام سکے گدا برآید
با تو دلِ من چو بر نیاید بیم است کہ جانِ ما برآید[۳]
خسرو کہ در آب دیده غرق ست
باز آکہ بآشنا بر آید
۵۶۵ گر دلبرِ[۳] من بر من آید دل در بر و روح در تن آید

---

[۱] بیت محذوف درن۔ [۲] درن بیت ذیل زائد است ؎
تا چند در انتظار داریش ٭٭ می آئی زود، یا برآید؟
[۳] غزل محذوف درن

شهباز هوا گرفته ام باز   وقت است که در نشیمن آید
ترسم که در انتظار رویش   رویم به نماز خفتن آید
شد موسم آنکه در گلستان   بلبل به نوا بگفتن آید
ابر آب زند ز دیده برخاک   فرّاش صبا برفتن آید
وز نالهٔ مرغ و گریهٔ ابر   گل خندد و در شگفتن آید
ساقی کشد انتظارِ بلبل   تا باز گلے به گلشن آید
چون شمع ستاده ام بیک پا
پروانه اگر بکشتن آید

۵۶۶ یارے که طریقِ ناز دارد   گر دل برد که باز دارد
آن شوخ ز بهرِ کشتنِ ما   صد شیوهٔ جان گداز دارد
در زلفِ بتان مپیچ اے دل   کاین رشته سر دراز دارد
بے چاره کسے که بر درِ تو   یک سینه و صد نیاز دارد
در گریهٔ شوق آستینم   از خونِ جگر طراز دارد
نے نے غلطم، خوش آنکه یارے   عاشق کش و دل نواز دارد
کو باده و یار ساده امروز   صوفی نه سرِ نماز دارد
یک تو بکس درست نگذاشت   چشمت که هزار ناز دارد
محمود سزد که نشنود پند   زیرا که دلش ایاز دارد
بشنو که بوصفِ عشق، خسرو
گفتِ خوش و دلنواز دارد

۵۶۷ گل[۲] رنگِ نگارِ ما نه دارد   بوے خوشِ یارِ ما نه دارد

---

۱ مقطع محذوف است در ن   ۲ غزل محذوف در ن

مائیم و دیارِ بے نشانی — کس میلِ دیارِ ما نہ دارد
ما کار بہ کارِ کس نہ داریم — کس کار بکارِ ما نہ دارد
با ما سخنِ سمن مگوئید — کو بوئے بہارِ ما نہ دارد
با ما صوتِ چمن مخوانید — کاو نقشِ نگارِ ما نہ دارد
لالہ ز چہ سرخ گشت گز بزم؟ — از لالہ عذارِ ما نہ دارد
خوں بار چو خسرو از کنارت
کاو میلِ کنارِ ما نہ دارد

۵۶۸
بے یادِ تو غم جہاں نہ سوزد[1] — بے آہ و من آسماں نہ سوزد
پیشِ رخِ آتشینِ تو شمع — سوز ندے چناں نہ سوزد
گر شمع نہ خوانمت مشو گرم — ز آتش گفتن زباں نہ سوزد
بے رنگِ رخِ تو ز آتشِ غم — سرمایۂ دوستاں نہ سوزد
سوز دلِ خود اگر بہ گویم — دل نیست کہ در نہاں نہ سوزد
آتش بچناں دلے در افگن — کاندر غم دوستاں نہ سوزد
از غمزہ مسوز عالمے را — تا بندہ در آں میاں نہ سوزد
زینساں کہ بہ سوخت خسرو از آہ
نبود عجب ار جہاں نہ سوزد

۵۶۹
چشمم ہمہ روز[2] خوں تراود — من دانم و دل کہ چوں تراود؟
نتراودم پیشِ ہیچ مردم — کز مردمِ دیدہ خوں تراود
دل گر ز تو تختہ شد محال است — کایں حال بہ آزموں تراود
نادیدہ مگوے رازِ لے دوست — زیرا کہ رواں بروں تراود

---

[1][2] ر، لہ ہر دو غزل محذوف دارد

من دست بشویم از تو هرچند — لیکن دیده فزون تراود
گر عقل مرا کسے بکاود — دانم که ازاو جنون تراود
افسوں چه کنی به ریشِ خسرو
کایں بیشتر از فسوں تراود

۵۷۰
آں کیست[1] که از خدا نترسد؟ — وز شستِ یدِ قضا نترسد
فرعون چو دید دستِ موسیٰ — کوراست که از عصا نترسد
آں را که چو مصطفیٰ دلیل است — در قافله از بلا نترسد
یوسف بدو کون می فروشند — کو مرد که از بها نترسد؟
خورشید که چتردار شاه است — از سایهٔ هر گدا نترسد
آتش همگی گل ست و ریحاں — آں را که جز از خدا نترسد
خسرو به طوافِ کوے جاناں
گر سر برود زپا نترسد

۵۷۱
بیدادِ[2] غم از دلم بگوید — در ماتمِ من فلک بموید
اشکم چو زند بر آسماں موج — در خرمنِ ماه خوشه روید
بل کز مددِ سرشکِ خونیں — بر صفحهٔ دیده لاله روید
هر صبح طلایه دارِ آدم — در راهِ فلک دو اسپه پوید
از غصهٔ هجرِ او بجانم — کز دیدهٔ من دیت بجوید
سلطانی پاے سست از دست
ترسم که ز دیده دست شوید

---

[1] و [2] هر دو غزل محذوف در ن

۵۷۲

نالہ برآید[1] بہ طرف کاں بت خراماں در رسد ‏ فریاد بلبل خوش بود چوں گل بہ بستاں در رسد

من خود نہ خواہم برد جاں زیں سختی ہجراں ولے ‏ اے عمر چنداں صبر کن کاں سست پیماں در رسد

آمد خیالش نیم شب جاں دادم و گشتم خجل ‏ خجلت بود درویش را ایک دم چو مہماں در رسد

شب در میان کشتگاں بشنید چوں نالیدنم ‏ گفتا کہ میکن یک دو شب ایں ہم بہ پایاں در رسد

اے دل کہ بدخوئی مکن از دیدنش چشم مرا ‏ معلوم گردد باش تا شبہائے ہجراں در رسد

امروز میرم پیش تو تا شرمسار دل شوی ‏ بر تو چہ منت جان من فردا کہ فرماں در رسد

آزردہ تر زاں است دل پیشت کہ بودا دل بسے ‏ ویرانہ ویراں تر شود جائے کہ سلطاں در رسد

بر بیخ روز نیکوئی چندیں مناز و بد مکن ‏ تا چشم را برہم زنی بینی کہ پایاں در رسد

گر خسروا می سوزدت از خامیش رنجہ مشو
بسیار باید تا ہنوز آں شوخ ناداں در رسد

۵۷۳

در رہ[2] بماند ایں چشم تر کاں شوخ مہماں کے رسد؟ ‏ لب تشنہ را خوں در جگر تا آب حیواں کے رسد؟

شبہا کہ من خوار و زبوں باشم ز ہجراں بے سکوں ‏ غلطاں میان خاک و خوں تا شب بپایاں کے رسد؟

شب مونسم زہر است و مردنم ز تنہائی رسد ‏ روزم دو دیدہ سوئے رہ ماندہ کہ جاناں کے رسد؟

چندے صبا بر بوئے او گوئی گل خوشبوئے من ‏ ایں گو کہ در پہلوئے من سرو خراماں کے رسد؟

زاندوہ و غم بیچارہ من ماندہ اسیر و ممتحن ‏ زایں دست تیغ و آں کفن تا از تو فرماں کے رسد؟

ہاں اے خیال فتنہ جو جانم برآمد ز آرزو ‏ کافر دلا آخر بگو کاں نامسلماں کے رسد؟

پیچاں چو جعدم از جفا لاغر چو مویم از عفا ‏ در ہم چو زلفم از صبا کاں مو پریشاں کے رسد؟

بردی دل حیلت گرم نا بخشی از لب شکرم ‏ ایں رفت بالائے از سرم تا خود ہنوز آں کے رسد؟

---

[1] و [2] ہر دو غزل محذوف در ن

سر بر سر شمشیر شد جان و دل از تن سیر شد
رفتند یاران دیر شد خسرو به ایشان کی رسد؟

۵۷۴

برنامد[1] آهی از دلم زلفت پریشان از چه شد؟ — پیشت نکردم گریه‌ای لبهات خندان از چه شد؟
تیری زدی و منکری گیرم که من ندهم برون — هم خود بگو کاخر مرا صد رخنه در جان از چه شد؟
بی من نبودی یک زمان اکنون نیائی سوی من — کان آشنا بود آن چنان بیگانه زینسان از چه شد؟
روشن شد اندر شهر و کو این سوزش پنهان من — دور است بارے شمع دل پروانه بریان از چه شد؟
خوابم نه، از مهر لبت بینم پریشان خواب ها — بادے ز تو نامه برم خوابم پریشان از چه شد؟

از داغ خسرو در جگر خلقے کجا دارد خبر؟
عاشق شناسد کاین چنین بیمار و حیران از چه شد؟

۵۷۵

دیرینه دردے داشتم بازم همان آغاز شد — بود آسمان بر خون من با او غمت انباز شد
دوش آمد آن شمع بتان من خود ز غیرت سوختم — کز بهر مردن گرد او پروانه را پرواز شد
از بعد عمرے دیدمش گفتم بگویم حال خود — از بخت بے اقبال من چشمش بخواب ناز شد
زلفش دلم دزدید و زد از بوی زلفش بوی خون — من چون کنم پنهان که خود هم دزد و هم غماز شد
دی خنده زد بر زخم من من خود ز شادی گم شدم — گوئی که بر اهل گنه درهای رحمت باز شد
میرفت جان از دیدنش او دید و گفت ای بیوفا — من حاضرم تو میروی شرمنده در تن باز شد
چون[2] جان ز تیرش خسته شد گفتم که رست جان دگر — کردند اشارت سوی او کان ترک تیرانداز شد
شب[3] مرده بودم پاسبان گر زد و نه گفتم قصه‌ای — ای پاسبان فریادرس کامشب همان آغاز شد

گر گه شنیدی ناله ام خسرو نماند آن ناله هم
می سوزم و اینش سزا عودے که بے آواز شد

---

[1] غزل محذوف در ن   [2] و [3] هر دو بیت محذوف است در ن

۵۷۶

مدارا نکردی گر حلال[1] از لب شراب ناب خود | بارے بهل کن یک نظر وقتے درآں جلاب خود
من خود ز بس بیطاقتی میخواهم از تو خنده ای | لیکن تو خونِ من بکن در گردن عناب خود
نزدیک شد جاں دادنم آخر چه کم گردد ز تو | گر یک نظر ضایع کنی بر عاشقِ بے تاب خود
بر آستانت گه گهے چوبے ز دربان خورده ام | درویش بد خو کرده را فتحے بخش از باب خود
بسیار عاشق خاک شد در کویت از استم مکش | بگذار گردے زاں طرف بر طرهٔ پر تاب خود
خوش خفتمے زیں پیش تا خاک درت شد بر سرم | در خاک می جویم کنوں تلمے بیابم آب خود
هم چشم بستم از جهاں هم دل گسستم از بتاں | خونابه چشم و دلم هم هم چناں بر آب خود

چوں در حق عشاق خود از غمزه دادی داد خوں
بر جانِ خسرو هم بنه آں دشنهٔ قصاب خود

۵۷۷

مارا چه جاں باشد که تو بر ما فشانی نازِ خود | بر شیر مرداں تیز کن چشمِ شکار اندازِ خود
صد جاں ست نرخِ نازِ تو از بهرِ جانِ سوخته | بر چوں منے ضائع مکن، بشناس قدر نازِ خود
جاں باختم در کوئے تو رنجه شدی چه کم شود؟ | گر طاقت آری بازئے از عاشق جانبازِ خود
هر گاه گاهے از دلم خواهم بر آرم ناله ای | گر خود به حیرت گم شوم گه گم کنم آوازِ خود
بسته نمی گردد شبے چشمم به جز خونِ جگر | بسته چنیں بینم مگر بشهاد چشمِ بازِ خود
درد وست اندر جانِ من کس چوں منے باور کند | چوں کس ندارد دردِ من پیش که گویم رازِ خود؟

خود کشت خسرو خویش را کافر ترا بر وے نظر
بیهوده تهمت می نهی بر غمزهٔ غمازِ خود

۵۷۸

سیمیں تنِ[2] و خار ادلے گر گفتمش یارا بود | گر بت نه ای کے در بشر تن سیم و دل خارا بود؟

---

[1] تا [2] بر سر غزل محذوف درن

عنبر چہ ساں منسبت کنم بازلفِ تو؟ کز زلف تو / بوے دل آید، ویں کجا در عنبرِ سارا بود؟
نازو کرشمہ آفت است از بہرِ دلہا دربتاں / ورنہ بہ زیبائی چہ کم نقشے کہ بر دیبا بود؟
گفتم "کہ گر ہمتاے خود خواہی، مرو خورشید بیں" / گفتا "کہ بینم آئینہ گر ایں ہوس با ما بود"
خفتن نہ تنہا در لحد راحت، بود فریاد ازاں / خوابے کہ دود از دوستاں مشتاق را تنہا بود
خسرو گر از عشقت بود در رنجے، مرنج از نیکواں
باشد گہ چشمِ مرا نہ روے زیبا را بود

۵۷۹

آرام جانم[1] می رود دل را صبوری چوں بود؟ / آں کس شناسد حالِ من، کو ہم چو من دل خوں بود
بر بست چوں جوزا کمر آمد بہ جوزا زاں قمر / یعنی کہ ایں عزم سفر بر طالعِ میموں بود
گویند "حالِ خود بگو پیشش مگر تابد عناں" / ایں بلکے گفتن تواں کو از دلم بیروں بود
ایں دُر کہ از چشم افگنم بگسست جیبِ دامنم / چوں ریسمانی شد تنم کاندر دُرِ مکنوں بود
زاں لب کہ پنہانم گزد چوں مار در جانم گزد / ماری گر ینبانم گزد کے در خور افسوں بود
لیلیٰ دموے او براو، آں کس کہ دیدش مو بمو / داند کہ زنجیر از چہ رو، بر گردنِ مجنوں بود
جعد و خطش جو یم ہمی زیں تارِ مُوے چوں نمے / خود عاشقاں را در دمے سودائے گوناگوں بود
رنجم مبادا بر تنے چوں من مبادا دشمنے / من دانم و ہمچوں منے کاندر وہ ہجراں چوں بود
وہ کاں پری وش ناگہاں نہ پرسد بیدہ تر شد نہاں
از خسرو آموزد فغاں فرہاد اگر اکنوں بود

۵۸۰

بازآں بلائے عاشقاں لیلیٰ بہ صحرا می رود / دیوانہ باز آید ہمی آں کو تماشا می رود
کشتہ کساں[2] را سو بسو جساں خود در جستجو / من در نہاں لرزاں از او او آشکارا می رود

---

[1] درین غزل محذوف است   [2] درین بیت ذیل زائد است ؎
او دیدہ دمن در ستم کائے من ہلاکِ آں قدم ⁂ در خود نہ خواہد گشت ہم ہیچش مگو تا می رود

از زمانہ یاد کن ویران دلے آباد کن — امروز بارے شاد کن جانے کہ فردا می رود
گرنے بوسم در کفن اے بادِ گل بوئے چمن — آں جا فشانی خاکِ من کاں سروِ رعنا می رود
دل را بہ حیلہ برزماں دل می دہم تابے تواں — چوں باز از دستم عناں بستہ بہاں جا می رود
نظارگی را از بروں سمل ست دستے پر زخوں — اے یوسف ایں جا بیں کہ چوں خونِ زلیخا می رود؟
اے پاسبانِ آں سرا، تو نیز پنداری چو ما — لیکن چہ آگاہے ترا زاں شب کہ برما می رود؟

گرچہ شدم شیدا ازو، ہم نیست کامِ ما ازو
بیہودہ خسرو را ازو عمرے بسودا می رود

۵۸۱

می خواہد[1] آں سرو رواں کامروز در صحرا شود — تا چند پیراہن چو گل ہر جا بتے یکتا شود
صد چشم پاکاں در رہش دیدہ آلودہ ہم — آں بخت کو کاں شوخ را ایں دیدہ زیر پا شود
گفتم "فلاں دیوانہ شد"، گفتا "چہ غم دارد مرا؟" — عاشق چرا می شد؟ "کنوں چوں شد رہا کن تا شود"
بد خوئے من تو آں نہ ای کا ساں دل بیروں شوی — عمرم در ایں اندہ رود جانم در ایں سودا شود
تقویٰ فرو شد پارسا تا تو نیائی در نظر — آں دم کہ تو پیدا شوی بازار او پیدا شود
چہ جائے آں کم عاقلاں گویند "با خود دار ہش" — دل کاں بہ عشق از جائے شد از عقل چوں برجا شود؟
سرمست و غلتاں مے بکف در پیشِ مسجد کن گذر — صوفی کہ لافِ زہد زد بگذار تا رسوا شود

منگر کہ خسرو پیشِ تو بیہودہ گوئی می کند
بلبل چو بیند روئے گل دیوانہ و شیدا شود

۵۸۲

جانم فدائے[2] قامتے کافاق را حیراں کند — از ناز چوں گردد رواں رود در میانِ جاں کند
گر جور و گر رحمت کند من راضیم از جان و دل — بگذار خود کامِ مرا تا ہرچہ خواہد آں کند

---

[1] و [2] ہر دو غزل محذوف درن

جانا برآب چشم من خندہ برعنائی مزن
ہر قطرہ کز چشم چکد صد خانہ را ویراں کند

من بر درش جاں می کنم در آرزوئے یک نظر
باآں کہ دشوار آیدش کار مرا آساں کند

اے آں کہ پندم می دہی کز دل بروں کن اُزرا
از دیدہ فرمانت کشم گر دل مرا فرماں کند

بیہودہ چندین بُت خوں در مسلمانی مکن
اسلام کے داند کسے کو غارت ایماں کند؟

گر خسرو اریزد تُبرسیش مکن، گردن بنہ
کز مصلحت نبود بروں ہر خوں کہ آں سلطاں کند

۵۸۳

شب کاں[1] مہ من بردلم از غمزہ پیکاں بشکند
از چشم طوفاں بار من از گریہ طوفاں بشکند

ہر لحظہ ز دغم حاصلم در خاک و در خوں منزلم
آں رو نئے کاندر دلم از غمزہ پیکاں بشکند

گر عاشقاں را از ستم بشکست او را عیب نیست
امیدوارم کاں صنم مارا بدینساں بشکند

باآں کہ زو دل خستہ ام خود را برا و بربستہ ام
چوں عہد او بشکستہ ام خواہم کہ پیماں بشکند

زاں سنگ جانِ ممتحن مسکیں دلے بس سنگِ من
آں شوخ از سنگ محن جز جوہر جاں بشکند

خسرو بہ جست وجوئے او آید ہمیشہ سوئے او
پایش اگر در کوئے او دست رقیباں بشکند

۵۸۴

خاطر بسوئے[2] دلبرے ہر لحظہ مارا می کشد
آں جا کہ مارا می کشد ایں دل ہماں جا می کشد

یا لے کہ از خاطر مرا ہرگز دمے غائب نشد
خطِ فراموشی چرا در دفتر ما می کشد

جانا دگر در کوئے خود باد صبا را رہ مدہ
کو زلف مشکینِ ترا ہر لحظہ در پا می کشد

آمد بہار مشکبو در خانہ منشیں اے صنم
کز بہر عشرت ہر گلے خیمہ بہ صحرا می کشد

اے دل چہ ترسانی مرا طعنہ کہ دشمن می زند
ہر کس کہ عاشق می شود بسیار ازاینہا می کشد

---

[1] و [2] ہر دو غزل محذوف بدن

ای دل اگر افتد ترا ناگه بر آں مه رُو نظر   در زلفِ او مسکن مکن کاں سر به سودا می کشد

بر جانِ خسرو رحم کن کاندر رهِ هجراں سر به سر
از فرقتِ رخسارِ تو بیچاره تنها می کشد

۵۸۵

شمشیر کین[1] باز آں صنم بر قصدِ دلها می کشد   جاں هم کشد بارِ غمش دل خود نه تنها می کشد
خطے که از دودِ دلم بر گردِ آں لب سبزه شد   ما را از آں سبزی همه خاطر به صحرا می کشد
مائل به سروِ قدِّ او باشد دلِ خسته مرا   عاشق که صاحب همت است میلش به بالا می کشد
آں غمزهٔ خوں ریز او خونم بریزد عاقبت   سختی دلِ قصاب را در زیر خونها می کشد
در عاشقی ثابت قدم هرگز نباشد آں که او   از کوئے یارِ دلستاں از بیمِ جاں پا می کشد
عشقت چو کالائے من است جورِ رقیباں می کشم   تاجر جفائے دزد را از بهرِ کالا می کشد

چشمم که از هجرِ رخت زیں پیش چوں قلزم بُدے
اکنوں چو جیحوں شد رواں میلش به دریا می کشد

۵۸۶

نازک رخ[2] جانانِ من بوئے گلِ خنداں دهد   خوش وقت بادِ صبحدم کاں بوئے آں بستاں دهد
دی بنده زاں سروے رواں چوں عشوه بستد داد جاں   ناچار پیشِ نیکواں هر کایں ستاند آں دهد
دردے که از جاناں بود راحت فزائے جاں بود   یک دردِ دیگر آں بود کاں وعده درماں دهد
یک لحظه اے مقصودِ من بشنو زیان و سودِ من   تا اشکِ خوں آلودِ من شرحِ غمِ هجراں دهد

خسرو شبے یارے به پیدا گرش ندهی بمن
کم زاں که بر باید شبے بوسے دو سه پنهاں دهد

لہ و ۲لہ هر دو غزل محذوف در ن

۵۸۷

گر گشت آں[1] سرو رواں روزے بسوئے گلشن فتد
ہم گل بہ غنچہ درخزد ہم سرو در سوسن فتد

خاکِ رہش بر سر کنم مقصودم آں کاں خاک اگر
افتد ز سر بائے ہمہ در دیدۂ روشن فتد

منت پذیرم گر زند تیغِ رقیبت گردنم
آں سر کہ نبود بر درت آں بہ کہ از گردن فتد

تیغ تو بہرِ عاشقاں تیرِ تو بہرِ مخلصاں
مسکیں کسے کش دوستی یا ہمچو تو دشمن فتد

چوں خاک گردم در رہِ وصلت ہمیں بس باشدم
کائیؔ واز تو سایہ اے بالائے قبرِ من فتد

باشد ہوس نہ عاشقے یا از برائے شہرتے
رعنائے عاشق پیشہ را چاک ار بہ پیراہن فتد

روزے ز بختِ من نگر گز وصل گیرد داستاں
نادرت کہ با نامم بہم در کارِ مرد دزن فتد

خسرو طفیلِ عاشقاں می سوزد از سودائے تو
سوزد طفیلِ دانہ خس آتش چو در خرمن فتد

۵۸۸

شبہائے عاشق[2] را گہے صبحِ طرب کمتر دمد
کز ناوکِ غمزہ زناں پیکانش در بستر دمد

شیریں نباتے خاستہ گرد لب شکر فشانش
شیریں چرا نبود بہ گو آں سبزہ کز شکر دمد

ہر شب کہ آید بر دلم آں غمزۂ خوں ریزِ او
ہر موئے من خارے شود زاں غنچہ خونِ تر دمد

من کشتۂ یک پاسخش او در سخن با دیگراں
من مردہ روح اللہم دم جانبِ دیگر دمد

از بس کہ سرہا خاک شد دلہا ہم، اندر کوئے او
نبود عجب گر از زمیں دل روید و یا سر دمد

تا سوختہ نبود دلے دردے نہ گیرد سوزِ من
آتش کجا خیزد کسے گردم بہ خاکستر دمد

---

۱ غزل محذوف در ن

۲ غزل محذوف در ن

گفتم که "اے خورشیدِ حشر آخر ازیں سو تابشے"
گفتا "که خسرو، باش تا صبحِ قیامت بر دمد"

۵۸۹

چند ز دوری بینمت وه که دلم کباب شد؟ — چند ز غصه خوں خورم وائے که خونم آب شد؟
شورشِ بخت هست خود خنده نمی زنی دگر — چند بسوزیت ایں نمک چوں جگرم کباب شد
دی که کله نهاده کز مست و خراب می شدی — در نظرِ که آمدی خانهٔ من خراب شد
رختِ وجودِ من همه غارتِ فتنه گشت تا — هندوی طرهٔ توام رهزنِ خورد و خواب شد
گر غمِ خویش گویمت خشم کنی چه حیله چوں — قصهٔ من ز روز بد در خورِ ایں جواب شد[1]
خسروِ خسته دردِ خود گفت شبے به مجلسے
دیدهٔ دوستاں همه غرقه بخونِ ناب شد

۵۹۰

سالِ نو است[2] و عشقِ نو عشرتِ یارِ من چه شد؟ — بیں که ز زاری و فغاں شخصِ نزارِ من چه شد؟
گر فلکِ ستیزه گر مهر نمائے کینه گر — بست بکینِ من کمر مهرِ نگارِ من چه شد؟
گر تنِ من ز خشمِ تو خستهٔ تیرِ غمزه شد — باد فداش، "گو" بر دجان "نگارِ من چه شد؟
آهِ من ار ز بیخودی می نه رسد به گوشِ او — تا خبرش کند ز من نالهٔ زارِ من چه شد؟
غمِ رخِ چوں زرِ مرا شود بر آستانِ او — گیر که خاک شد زرم سنگِ عیارِ من چه شد؟
خسروم و چو طوطیاں در هوسِ شکر لباں
تا شکرے به من دهد خندهٔ یارِ من چه شد؟

۵۹۱

چوں ز نسیم صبح دم زلفِ تو در هوا شود — سنگ بود نه آدمی هرکه نه مبتلا شود [ب]

---

[1] در ن بیت ذیل زائد است ~ سوخته بود دل ز تو حسنِ رخِ تو شد فزوں * سوخته تر شود کنوں چوں همه آفتاب شد
[2] غزل محذوف در ن

هر سحرے کہ ترک من سر زخمار بر کند بس کہ نمازِ مردماں ہر طرفے قضا شود
حسنِ تو ہم بہ کودکے آفتِ شہر گشت اگر زیں چہ کہ ہست ذرّہ اے بر گذرد بلا شود
ایں ہمہ نسخہ کآینہ می ببرد ز روئے تو گر نہ بہ مہر و مہ رسد پس تو بگو "کجا شود؟"
بادِ خزاں کہ بشکند شاخِ جوانیٔ چمن بر سرِ زلف ار شبے بر گذرد، صبا شود
سبزۂ خط نہاں مکن تا بکنم نظارہ اے پیش کہ در میانِ گل سبزۂ تو گیا شود
بر سرِ کویت از طرب گرچہ غلط شود سرا وعدۂ وصل تو شبے گر بہ غلط وفا شود
طعنہ زنند ہر کسے شاد بزی و غم مخور
خسروِ خستہ می زند گر ز غمش رہا شود

۵۹۲

شاہ سوارِ من نگر مست و خراب می رود ہر کہ رخ چو ماہ او دید، ز تاب می رود
کردہ خراب خانہا جانِ منِ خراب ہم ہست خطائے مطلق آں گرچہ صواب می رود
چشم رسیدنش مباد ار چہ ز بہر کشتنم چشم بد و نمی رسد بس کہ شتاب می رود
او بہ کمیں کشتنم، من بہ غمِ جوانیش بس کہ ہزار خستہ را چشم پُر آب می رود
سیر نہ بینمش گہے زاں کہ نہ خفتہ یک شبے چونش بہ بینم، از خوشی دیدہ بہ خواب می رود
دہ چہ حیات باشد ایں کز غم تو بہشتیے او ز میانِ شامِ غم شب بہ عذاب می رود
دی بسؤال بوسہ اے خواست مرا کشد کنوں
خسروِ خوں گرفتہ بیں بہرِ جواب می رود

۵۹۳

ہر کہ چو تو بہ نیکوئی آفتِ عقل و جاں بود [2] خونِ ہزار بے گنہ ریزد و جائے آں بود
ماند زبان و دل بہ شد از غمِ تو مرادِ خود عاشقِ خستہ تا بود بے دل و بے زباں بود

---

[1] بیت محذوف در ن [2] غزل محذوف در ن

تو بہ کمینِ آں کہ من کشتہ شوم بہ کوئے تو | من بہ دعائے آں کہ تا عمرِ تو جاوداں بود
تو بہ عتاب حاضری چو بہ سنت نظر فتد | من بہ قصاص راضیم گر ز تو ام اماں بود
من ز عتاب چشم تو بد نہ کنم کہ در جہاں | تندی و خشم و بدخوئی عادتِ نیکواں بود
در سرِ کار عاشقی ہر کہ نہ باخت خانماں | عاشقِ دوست نیست او عاشقِ خان ماں بود
دولت اگر نہ می کند سوئے منِ گدا گذر | تو گذرے کن ایں طرف دولتِ من ہماں بود
چوں تو بہ باغ بگذری گل نہ رسد بہ بوئے تو | لیک رسد بہ قامتت سرو اگر رواں بود
زلف گذشت بر لبت تیرہ شدی بروئے من | بوسہ کسے اگر زند سوئے منت گماں بود

خسروِ خستہ را چو جاں در سرِ کارِ عشق شد
بوسہ مضائقہ مکن تاش بہ جائے جاں بود

۵۹۴

زلفِ تو باز فتنہ را[1] رشتہ دراز می دہد | خطِّ تو اہلِ عشق را سبقِ نیاز می دہد
میکش و میزباں مرا زیں روشے کہ ہر زماں | چشم تو جاں ہمی برد لعلِ تو باز می دہد
کے محل سگ چو من لاف وفائے آں شہے | کز دلِ شیر اژدہا طعمۂ باز می دہد
نازکر گو میش مکن کے غمِ جانِ من خورد؟ | آں کہ دمے ہزار جاں راتپ ناز می دہد
کشت شب سیہ مرا، کرد فراق بسملم | طرفہ مؤذنے کہ او بانگ نماز می دہد
چہرۂ من ہمی کند مایۂ عشق نام ہا | گریۂ خوں کش از دام سبحۂ راز می دہد

ہیچ گیاہ خسرو ست آں کہ فسوس می کند
گر بسرِ سبکتگیں دل بہ ایاز می دہد

۵۹۵

ہر کہ دمے بہ باد[2] آں دلبر مہ لقا زند | شاہ پیادہ بر درش آید و مرحبا زند

---

[1] غزل محذوف در ن [2] غزل محذوف در ن

در همه عمر یک نفس روئے نتابم از درش — گر دو هزار مدعی طعنه ام از قفا زند
بر گلِ تازه رنگ و بو برگ و نوا اگر نبو — لاف محبت از چه رو بلبل خوش نوا زند؟
هم نفسے ز کوئے او غیر صبا ندیده ام — کو نفسے به چشم از رهگذرِ صفا زند؟
نالۀ زار شد روان جانبِ دوست اے صبا — زود رسان که حلقۀ بر درِ آشنا زند

سیلِ سرشک و خونِ دل چند بود به روا بگو
تاکه ز روئے مردمی دیده به روئے ما زند

۵۹۶

بر چه کار آیدم آں دل که نه در کارِ تو آید؟ — گل در آں دیده هزاراں که نه بر خارِ تو آید
آنچه من دیدم از آں غمزۀ بے مهرِ تو، یا رب — پیش آں نرگس خوں ریز جگر خوارِ تو آید
کُشت[1] بیماری شبهام، سزا ایں بود آں را — که بسانِ منِ بد روز گرفتارِ تو آید
گریه ها مده ته دیوار تو ریزم که گر افتد — بر من افتد نه که غیرے ته دیوارِ تو آید
منت سنگ زناں بر سر و بر دیدۀ عاشق — با چناں کوکبه گر بر سر بازارِ تو آید
جاں که بگریخت به تلخیٔ فراقِ تو مرانش — که به دریوزۀ لبهائے شکر بارِ تو آید
نیست افسوسے اگر چرخ بسوزد همه دلها — سر بسر سوخته است آنچه نه در کارِ تو آید

جاں خراش ست سخنهائے خراشیدۀ خسرو
مانه خواهیم که ایں مرغ به گلزارِ تو آید

۵۹۷

خرّم آں روز[2] که دیدارِ تو پیش نظر آید — ضائع آں عمر که بے دیدنِ رویت بسر آید
چه خبر مرده دلاں را ز خراشِ جگرِ من؟ — درد جائے ست که پیکاں به دلِ جان در آید
دلِ گم گشتۀ ما را خبر اے دوست چه پرسی؟ — دل نه زانگونه ز ما رفت که از وے خبر آید
هدفِ تیرِ تو جانے ست بجائے سپر اینجا — چو گنهگار منم، نیز مرا بر سپر آید

---

[1] بیت محذوف در ن [2] غزل محذوف در ن

چوں نگہ در تو کنم اے دو جہاں ہدیۂ دیت　　حاش للہ کہ مرا ہر دو جہاں در نظر آید

من و شب دور ز روئیت خبر از روزنہ دارم　　آفتاب ارچہ ہمہ روز دریں خانہ بر آید

گریۂ خسروِ بے چارہ بتا سہل نہ گیری
کہ خرابی کند آں سیل کہ از چشمِ تر آید

۵۹۸

چند گاہے دگر از چشم تو در ناز بہ ماند　　اے بسا دل کہ در آں طرۂ طنّاز بہ ماند

کعبتینی تو کہ غلتانی از آں چشم مقام　　اے بسا سیل کز آں چشم رواں باز بہ ماند

روئے تو دیدم و خط دور رساند بہ چشمت　　ترسم آں دود بہ دنبالۂ غمّاز بہ ماند

زر نہ دارم ز پے وصل[1] تنے دارم چوں زر　　لیکن آں تیر بہ دنداں بتِہ گاز بہ ماند

ناز کم کن کہ نکوئی بہ کسے دیر نہ ماند　　زشت باشد کہ نکوئی برود، ناز بہ ماند

دل خسرو بہ جفا سوختی و راز بروں شد
پردۂ دل چو بسوزد ز کجا راز بہ ماند؟

۵۹۹

بازِ شب افتاد و مارا دل ہماں جاں شد کہ بود　　باز جانم را ہماں آغاز سودا شد کہ بود

عشق کہنہ نو شد، اے دل شغل غم نو کن کہ باز　　فتنہ در جاں ہم بداں ساں کارفرما شد کہ بود

ما و بت را سجدہ زیں پس آں ہم ار افتد قبول　　کاں ہمہ زہد و نماز رسمی از ما شد، کہ بود

پائمالِ مرکبم کن ویں بگو بہر دیت　　آں کہ شد ریزِ مرا خاکِ قدمہا شد کہ بود

تو بہ اے آلودہ خسرو کرد یک چندے و باز
منت ایزد را کہ ہم زاں گونہ رسوا شد کہ بود

---

[1] بیت محذوف در ن و بہ جائش بیت ذیل اضافہ است ؎
خاتم اندر دہن انگشت بگیرد نہ دہانت ٭ ور زدہانش ار کشی انگشت دہن باز بہ ماند ۱۲

۶۰۰

دوش ما[1] بودیم و آں مہ روئے و شب مہتاب بود   روئے او کردہ ست لطفِ زلفِ او در تاب بود

داستانِ عشق کز ابروئے او می خواند دل   سورۂ یوسف نوشتہ بر سرِ محراب بود

بہر سجدہ پیش پایش ہم بہ خاکِ پائے او   دیدہ را بے نم بہ ماندم گرچہ در غرقاب بود

شکر ایزد را کہ رُخ زردیٔ ما پوشیدہ نیست   سرخیٔ چشم بہ پیشش ہم ز خونِ ناب بود

بر لبش بود اعتمادِ من مگر جاں بخشد او   آں کہ روح اللہ گماں بردیم آں قصاب بود

خسروا آں شبہا کہ با آں آبِ حیواں زندہ داشت
آں ہمہ بیداریٔ شبہا تو گوئی خواب بود

۶۰۱

اے خوش آں وقتے کہ آں عہد با ما یار بود   ایں متاع درد را در کوئے او بازار بود

بوستاں ہا کاندر او بودیم خوش با دوستاں   آں ہمہ گلہا تو پنداری سراسر خار بود

بارہا بینم بہ خود آں عیش را یاد آورم   کایں ہماں مرغے ست یا رب کاندر آں گلزار بود

می کہ گفتم چاشنی کن نے گمانے بود بد   لیک مقصودم دوائے سینۂ افگار بود

دوش بیروں ریختم خونابۂ دل پیشِ چشم   عقل را محرم نہ کردم کاندر آں اغیار بود

دیدہ گر فردا مرا خصمی کند، بر حق بود   زاں کہ مسکیں بہرِ من بسیار شب بیدار بود

تا[2] نہ گوئی ساقیا کز مے چنیں بیخود شدم   دارُوئے بیہوشیم آں شکل و آں رفتار بود

بیم تیغم نیست لیکن ایں سرِ کم بخت را   دوست می دارم کہ زیرِ پائے تو بسیار بود

شب ہمی گشتم عسس بگرفت در کویت مرا   در دگر دوش دل ز بس نالیدنِ من زار بود

خسروا دل بد مکن از نامرادیہائے دہر
کآسماں را کیں ہمہ با مردمِ ہشیار بود

---

[1] غزل محذوف در ن [2] بعد ازیں در ن بیت ذیل زائد است ؎
گر دلم دشمن گرفتے ایں چنینش ہم سوز ہا کاخر امروز دشمن گشت روزے یار بود

ت

۶۰۲

ای خوش آن وقتی که ما را دل به جای خویش بود — کام کام خویش بود و رای رای خویش بود
در هوای نیکوان می بود تا از دست رفت — چون کند مسکین گرفتار هوای خویش بود
چون نگهدارم که بی خوبان نبود یک زمان — حاش لله دل نبود دست این بلای خویش بود
من به غیبت بد نه گویم آن عزیز رفته را — زانکه گر بد بود و گر نیکو، برای خویش بود
دی مرا در خون بدید و رخ بگردانید و رفت — من چنین دانم پشیمان از خطای خویش بود
یار من ار چه بد من بر زبانش می گذشت — لیک می دانم دلش سوی گدای خویش بود
از کجاست آدمی ای مه که غارت شد نماز؟ — پارسای را که مشغول دعای خویش بود

بنده خسرو جان شیرین در سر کار تو کرد
کامده پیش بلا مسکین به پای خویش بود

۶۰۳

تا جهان بود[۲] از جهان هرگز دلم خرم نبود — خرمی خود هیچ گه گوئی که در عالم نبود
غم برون ز اندازه شد ما را و دل بر جا نماند — ای خوش آن وقتی که دل بر جای بود و غم نبود
غم همه وقت طرب یاری بود یک دم مرا — در تمام عمر می اندیشم آن یک دم نبود
چرخ اگر بد با دل خرم بود، با من چرا است؟ — تا دل من بود بارے هیچ گه خرم نبود
گفتم این غمهای دل بیرون دهم تا وارهم — در همه عالم بجستم هیچ جا محرم نبود
آدمی خوش دل نباشد گر چه در جنت بود — آدمی خود کے تواند بود چون آدم نبود؟
دهر با مردم نه سازد زان خران دارند گنج — ورنه این مردار در ویرانهٔ او کم نبود

---

۱ درن بیت محذوف ست و در حاشیه بیت ذیل ست — خلق گوید ترک دل چون کردی آخر هر چه بود
دیده و دانسته بود و آشنای خویش بود

۲ غزل محذوف درن

گر توانی خسروا دل را عمارت کن از آنک
در جهاں کس را بنائے آب و گل محکم نبود

۶۰۴

چشمِ یارم[1] دوش بے ہنگامِ خواب آوردہ بود — وز تکبر غمزۂ شوخش عتاب آوردہ بود
تاب زلفش پردہ بود از چہرۂ شب تیرگی — وز فروغ چہر رویش ماہتاب آوردہ بود
صبحِ صادق از سرِ اخلاص بر رویش دمید — ہر دعائے را کہ از حق مستجاب آوردہ بود
شد گریزاں از خیالِ روئے او مہ از ہلال — دوش دیدم بے گماں پا در رکاب آوردہ بود
در درونِ دیدہ دارم روشنائی را بخواب — چوں خیالِ روئے او در دیدہ خواب آوردہ بود
تا بہ گوشِ او رساند چشمِ دریا بارِ من — ہر دو صحنِ دیدہ پر درِّ خوشاب آوردہ بود
نامِ خسرو شہرۂ ایام شد کز بہرِ عام
ہمچو دولت رو در آں عالی جناب آوردہ بود

۶۰۵

شب ز سیلاں[2] شمع کو عمرے درونِ سینہ بود — شعلہ می زد ہر چہ در دل آتشِ دیرینہ بود
پیشِ آں محرابِ ابروجانِ خلقے در دعا — ہمچو انبوہِ گدا، در مسجدِ آدینہ بود
من ندانم زار زارم ایں چنیں بہر چہ کرد؟ — وہ گدائے وہ کہ شاہے را چہ خشم و کینہ بود؟
رنگم از آئینہ کو نقشِ ترا در بر کشید — زاں کہ در صافی رخت ہم نقشِ آں آئینہ بود
صوفیِ ما دی بتے دید و پرستیدش چنانک — از صنم شد ذکر بر موئے کہ در پشمینہ بود
گرد بر نوکِ قلم بس نسخہ از خلعت گرفت
سوختہ خونے کہ خسرو را درونِ سینہ بود

---

[1] غزل محذوف درن
[2] غزل محذوف درن

۶۰۶

من ز جانان گرچه[۱] صد نا[ز] و ده جان خواهم کشید
تا نه پنداری که [...] را برکران خواهم کشید

مردمان از من چه می‌خواهید آخر، وه که من؟
پای از کویش به کوتِ مردمان خواهم کشید

بیش ازین نبود که مکتب‌بندم، نخواهم ست فت
آشکارا در برش گیسو کشان خواهم کشید

من نیم زان‌ها که از خوبان بتابم سر به تیغ
هرچه آید بر سرم از بهرِ شان خواهم کشید

آبِ چشمِ عاشقان تا می‌رود خواهم فشاند
کبر و نازِ نیکوان تا می‌توان خواهم کشید

گر ترا بینم مگو جانا که "چشمت بر مکشم"
هم مرا فرما که من از دیدگان خواهم کشید

ای خروسِ گنگ آخر روز خواهد شد گهی
هم سرت خواهم برید و هم زبان خواهم کشید

دل که گم کرده‌ست خسرو پیشِ او آخر گهی
خنده‌ای خواهد از آن کنجِ دهان خواهم کشید

۶۰۷

باز از رندی[۲] علم بر آسمان خواهم کشید
روز پیری جام با یارِ جوان خواهم کشید

تیرِ غمزهٔ ترکِ چشمش از کمانِ ابروان
سوی سینه گر گشاید من به جان خواهم کشید

پیشکش آرند هر یک سیم و زر در پیشِ او
من دلِ پرخون و جانِ ناتوان خواهم کشید

بگذر ای ناصح ز من، امروز بگذارم، که باز
جامِ می بر روی یارِ مهربان خواهم کشید

گر مدد گاری رسد از اخترِ مسعودِ من
امشب از لعلِ لبش راحِ روان خواهم کشید

سوی خسرو التفاتی گر نماید آن سوار
زیرِ پایش سر چو خاکِ آستان خواهم کشید

۶۰۸

هیچ گه یا رب حدیثی زان دو لب خواهم کشید
یا شبی از دستِ تو جامِ طرب خواهم کشید

---

۱ غزل محذوف در ن
۲ غزل محذوف در ن

گر برآں خم خانهٔ جاں دست خواهم یافتن — ساغرے ز آبِ حیوان تا بلب خواهم کشید
گفتی: "امشب زلف بر دستت نهم تا می کشی" — ده که من تا رے ازاینساں تا بشب خواهم کشید
گر کشم جعدِ ترا گوئی "مکن ترکِ ادب" — عاشق و مستم ز من ناید ادب خواهم کشید
سوزِ دل تا کے نہاں دارم بروں خواهم فگند — دود از جانم بر آمد چند تب خواهم کشید
بوالعجب[1] شد کارِ من از نالهٔ زارم هنوز — من دریں غم نالہائے بوالعجب خواهم کشید

عاشقی دردِ سر است و کے رود ایں دردِ سر
تا ز خسرو هر شبے شور و شغب خواهم کشید

٦٠٩

از لبت[2] گر خطِ مے گوں سر بروں خواهد کشید — از یکے کنجِ دهن صد دل فزوں خواهد کشید
گر بروں خواهی خرامیدن یکے بنمای مست — آں کہ با در دامنِ عصمت دروں خواهد کشید
روئے اگر آں است، رہ سوئے بلا خواهد نمود — عشق اگر این ست تا حدِ جنوں خواهد کشید
گاہ دل بگذار در دنبالِ زلف از بہر آنک — مو کشاں در خاکِ راہش سرنگوں خواهد کشید
سالها بگذشت و غمهائے نو تو کہنه نشد — من ندانستم کایں غم تا کنوں خواهد کشید
بر من امشب شحنهٔ هجراں قوی شد آمده ست — غصهٔ دیرینه را دامنم بروں خواهد کشید

جانِ خسرو بر لب آمد تا کے ایں مسکیں هنوز
محنتِ عشق و جفائے چرخِ دوں خواهد کشید؟

٦١٠

خوب رویاں[3] چوں به سلطانے علم بالا کنند — شیرِ مرداں را به زیرِ تیغ جاں فرسا کنند
جاں کشاں شب نے نو دارند اہلِ عشق و در سخن — صبح وارا ز آفتاب خود دمے بالا کنند

له بیت محذوف درن   ٢ه غزل محذوف درن   ٣ه غزل محذوف درن

پیر عاشق پیشه‌ام به کایں مصلاے مرا — خدمتے از زیرِ پاے شاہد رعنا کنند
بس که از رفتارِ خوش پاے تو جانم شکست — رخنه کرد جانم ار رخارے تراز پا کنند
از کرشمه لامِ الف کن زلف را بالاے خویش — تا از آں بر نامِ هر سرو سے نامِ لا کنند
وصلِ من را بس که خونِ من بریزند و ز خون — نقشِ من با نقشِ آں صورت گراں یک جا کنند
با وجودِ خویشتن ما را دوئی باشد ولیک — باک نبود گر کساں از آں به فرقِ ما کنند

خسته حالِ خسرو از شیرینیٔ عیش و نشاط
بر کشیدی راست همچوں هسته کز خرما کنند

۴۱۱

باز گل بشگفت و گل رویاں سوے بستاں شدند — مطرب و بلبل بہم در نغمه و دستاں شدند
میهمانِ دیگرے بود و بباغ و من به رشک — جمله مرغانِ چمن از آه من بریاں شدند
چوں گلے بینم تو یاد آئی و جاں پاره شود — ایں همه سر ہاے غنچه بهر جاں پیکاں شدند
باغ حاجت نیست ہم در کوے خود بیں کاہل دل — خاک گشتند اول آں گاہے گل و ریحاں شدند
دولتِ حسنت فزوں با دا که نیکو تر شود — ایں همه دلہا که از اقبالِ تو ویراں شدند
می شدند اہلِ وفا مہمانِ دیت ملک شاں — بر جگرہاے کباب خویشتن مہماں شدند
لافِ عشق و وصل را ایں بدلاں ماند آں بداں — حاجیاں در کعبه ماندند و به ترکستاں شدند

خسروا با ما بیا تا با خیالش خوش شویم
زاں که هر کس با نگارِ خویش در بستاں شدند

۴۱۲ ب

گر نظر بر چشم کافر کیشِ او خواهد فتاد — آتشے بر عاشقِ بے خویش با و خواهد فتاد

۱؎ غزل محذوف درن

خنده خواهم از لبت بهرِ دلم بیچاره دل ‏ ‏ ‏ ده که زآں خنده نمک بر ریشِ او خواهد فتاد
یار ترکش بست و مرکب راند بر عزمِ شکار ‏ ‏ ‏ تا کدامیں خوں گرفته پیشِ او خواهد فتاد[1]
گر نمیندیشد رقیب او بلائے عاشقاں ‏ ‏ ‏ هم برآں جانِ بلا اندیشِ او خواهد فتاد
چند[2] ازیں در کارِ من فرویش ده زیں آهِ گرم ‏ ‏ ‏ هیچ گه آتش دراں فرویشِ او خواهد فتاد
آں که می گوید که دل ندهم بکس آخر گے ‏ ‏ ‏ پیشِ چشمِ شوخِ کافر کیشِ او خواهد فتاد

خونِ خسرو می خورد ترسم که آں رعنا سوار
ناگهاں ز آهِ دلِ درویشِ او خواهد فتاد

۴۱۳ ‏ ‏ ‏ غ

باز گل می آید و دل در بلا خواهد فتاد ‏ ‏ ‏ شورشے در جانِ بے سامانِ ما خواهد فتاد
باز آں[3] یارِ پریشاں کار در خواهد رسید ‏ ‏ ‏ عقل و جان و دل زیک دیگر جدا خواهد فتاد
باز آں سرو خراماں در چمن خواهد گذشت ‏ ‏ ‏ اے بسا دلها که زآں زلفِ دوتا خواهد فتاد
تازه خواهد شد بسوز بیدلاں داغِ کهن ‏ ‏ ‏ آتشے هر دم بجانِ مبتلا خواهد فتاد
اندک اندک می رود آں دزدِ دلها سوئے باغ ‏ ‏ ‏ باز بنگر تا زره چند آشنا خواهد فتاد
تا ز مستی بر که خواهد او فتاد آں چشمِ مست ‏ ‏ ‏ تا کدامیں خوں گرفته در بلا خواهد فتاد
جز صبا کس می نبوسد پائے او زیں پس رہے ‏ ‏ ‏ خاک گشته در رهِ بادِ صبا خواهد فتاد[4]

چند ازیں سودائے فاسد کاں بت آمد در کنار
خسروا گوهر نه در دستِ گدا خواهد فتاد

---

[1] در ن بعدهٔ بیت ذیل زائد است ـه
کشتهٔ شستِ وے ام یا رب بهدوح من رساں ※ هر خدنگے کاں بروں از کیشِ او خواهد فتاد
[2] بیت محذوف در ن ‏ ‏ [3] بیت محذوف در ن ‏ ‏ [4] در ن بیت ذیل زائد است ـه
نیست بخته آں که یابم نیم خورد او شراب ※ لیک می ترسم که آں جرعه کجا خواهد فتاد؟

۶۱۴

دل ز دست من برفت و آرزوئے دل بماند — وز من اندر ہر سرے گو گفتگوئے دل بماند
ہر کجا بینم غم دل گویم و گریم، از آنک — بر زباں افسانہ ہائے آرزوئے دل بماند
چشم تو می کرد چوگاں بازی از ابروے[۱] — عقل و جاں لاف حریفے زد و گوئے دل بماند
رخ جانم یک نظر شد بیں یکے زیں سو ز آنک — دیر شد کایں رخت کاسد پیش روئے دل بماند
بر سر کوئے تو می ترسم کہ جاں ہم گم کند — عاشق گم گشتہ کاندر جستجوئے دل بماند
دل بہ زلفت خو گرفت و عشق غم بر من گماشت — یادگار ایں فتنہ ہا بر من ز خوئے دل بماند

خسروا گر دل کشی سہل است از بند قضا
کایں رسن ناید بروں کاندر گلوئے دل بماند

۶۱۵

رفتیم از چشم و در دل حسرت روئیت بماند — بشکستی و بجانم نقش گیسوئیت بماند
سرگذشتے بشنو از من، داشتم وقتے دلے — سالہا شد در فراموش خانۂ موئیت بماند
دی خراماں می گذشتے خلق بے دل ماندہ را — گریہ ہا پیشت رواں شد چشمہا سوئیت بماند
مردن من بیں کہ چوں شب باز گشتم از درت — کالبد باز آمد و جاں بر سر کوئیت بماند
رفت جانِ بر ہوس تا بوسہ ابروے ترا — ہم در آں بوسیدن محراب ابروئیت بماند
بو کہ باز آید[۲] دل و جاں گرفتارم ز تو — وز بدت گفتن زبان آنکہ بدگوئیت بماند

---

۱ بیت محذوف در ن و بحاشیہ ش ابیات ذیل زائد است ؎
کے خورد دربانش آبِ خوش کنوں کز چشمہا — بر در آں آشنا سیلے ز جوئے دل بماند
شرمسارم از سگانِ کوئے تو زاں کز رہے — دل تو بردی و بہ گردِ کوئے بوئے دل بماند

۲ بیت محذوف در ن و بحاشیہ ش دو بیت ذیل زائد است ؎
گردنت آزاد باد و خونِ من در گردنم — چوں بکشتن خو گرفتی در جہاں خوئیت بماند
زاں شبے کایں سو گذشتی گیسوئے مشکیں کشاں — تا کنوں مستم کہ تو بگذشتی و بوئیت بماند

این بہ گفتن راست می آید کہ "خسرو خوش بزی"
چوں زیَد بیچارہ اے کز دیدنِ رویت بماند؟

۶۱۶

عاشقاں[1] نقلِ غمت با بادۂ احمر خورند
گرچہ غم تلخ ست بریادِ تو چوں شکر خورند

رفت عمرو خار خار نخل بالایت نہ رفت
اے خوش آں مرغاں کز آں شاخ جوانی بر خورند

مردۂ آں قامتم کاں دم کہ بخرامد براہ
مردگاں در خاک ہر دم حسرتے دیگر خورند

روزہا بگذشت واز ما یاد نامد دولت
اے بخاک افتادہ غم یاراں ازیں بہتر خورند

خوں فرو خوردم پس آں گہ ساقیت گشتم از آنک
چاشنی ناکردہ شاہاں شربتے کمتر خورند

گر مرا دے نیست بارے طعنہ ہم چندیں مزن
کس ندیدہ ست ایں کہ بیش از انگبیں شکر خورند

ما زبہر سوزِ ہجرانیم کے یابیم وصل؟
در زخ آشامان چگونہ شربتِ کوثر خورند

اے ترا خلقے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست؟
جان شیرانے کہ غمشیر بلا بر سر خورند

سوئے خسرو ہاں وہاں بوئے بیالہ اے حبیب
ہرکجا مستاں بکوئے بے مئے ساغر خورند

۶۱۷

خسرواں[2] نے کہ فتح قلعۂ دیں کردہ اند
التماسِ ہمت از دل ہائے مسکیں کردہ اند

پاکبازانِ سرِ کوئے خراباتِ فنا
در مقامِ سرفرازی خشت بالیں کردہ اند

سنگسارِ لعنتِ جاوید مر ابلیس را
از برائے کوریِ چشمانِ خود بیں کردہ اند

آہوئے چیں را جگر در نافہ سودا بسوخت
تا حدیثِ سنبلِ زلفِ تو در چیں کردہ اند

جلوۂ فرہاد بیں کز غیرت آں خسرواں
نام خود نقشِ نگینِ لعلِ شیریں کردہ اند

---

[1] غزل محذوف در ن [2] غزل محذوف در ن

حلقهٔ زلف تو دارد هر شبے در گوشِ دل — گرچه او را حلقه‌ها از ماه و پروین کرده اند

زاهدان تسبیح می خوانند و خسرو نام دوست

ذکرِ هر کس آن چنان باشد که تلقین کرده اند

۴۱۸

عاشقانِ[له] تو ز تو تا صبح در خونابه اند — گرچه بهرِ مصلحت پیشت بلاغ و لابه اند

زاری می نالند و هستانند اگر جاے بود — گرچه هر شب تا سحر چون ماهیے بر تابه اند

چنگِ من نالیست مے خونِ جگر و اصحاب تو — همنشینِ بربط و هم زانوئے غرابه اند

تا تو دستِ جود بکشادی فلک بیکار ماند — اختران در هفت گنبد صورتِ گرمابه اند

آفتِ خسرو شدند ایں هر دو چشم و لاجرم

من ز شاں در خون و شاں از خویش در خونابه اند

۴۱۹

چشم ها را گوے کایں ناز و کرشمه کم کنند — ورنه ترسم عالمے را خسته و درهم کنند

هم تکلفِ جان کنند و هم بسے خونِ دل کباب — شانهٔ و آبے که زلفت را خم اندر خم کنند

مرهم ز لبهات می جویم بدیں جانِ فگار — ولے بر ریشے کساں را از نمک مرهم کنند

بر درت[له] عشاقِ خوں گریند و رو و مو کنند — چوں زناں از گرمیٔ دل شعلهٔ ماتم کنند

اے صبا آناں که دل سنگ اند بهرِ ما بگوے — ما ز غم مردیم دل از بهرِ ما بے غم کنند

له غزل محذوف درن

چشم مشتاقانت از خوں بسته گرد و نے ز آب

بند بر عاشق بداں ماند که باشد بر جگر

دم که بر یادش بر آید ماند در تن چوں رود؟

له درن ابیات ذیل اضافه است —

باز نگشاید مگر باز ش هم از خونم کنند

ناتواں را زحمت جانے دواغش هم کنند

وه بدیں خواری چگونه یادِ آں همدم کنند

خسروا جان دوست می داری نجانان دم مزن
شاہد آں باشد کہ کارِ شیرِ مرداں کم کنند

۶۲۰

نالہ از نرگس[1] فرو بارید و گل را آب داد | وز تگرگ روح پرور مالش عناب داد
چشمِ مستِ او کہ مژگاں را بہ قتلم تیز کرد | خنجر زہر آبدادہ در کفِ قصّاب داد
ہر خدنگِ غمزہ اے را کاو بہ شستِ ناز بست | آں خدنگ اوّل نشاں بر سینۂ احباب داد
باز آں ابرو کمانِ غمزہ زن قصد کہ کرد؟ | چشمِ او بارے ز مژگاں ناوکِ پرتاب داد

ویں کجا ماند ز چشم و ابروش زاینساں کہ او؟
ترکِ مستِ کافرے را راہ در محراب داد

۶۲۱ ب

دوش بوئے گل مرا از آشنائے یاد داد | جاں گریباں پارہ کرد و خویش را بر باد داد
ترسم از پردہ بروں افتم چو گل کایں بادِ صبح | زاں گلستاں با کہ زد نے با تو بودم باد داد[2]
پیش ازیں آباد بود ایں دل کہ مستی در رسید | ویں صلائے صوفیاں در خانۂ آباد داد
مشنوا ے حاکم ز ماد عویٰ خوں بر یارِ خویش | کشتگانِ عشق بازی را نشاید داد داد
چوں نواز د خوبہ واں گہ کشد خود فتنہ بود | ساغر شیرے کہ شیریں بر کفِ فرہاد داد

من نشستہ ہر دم و از دیدہ خوں پیش افتدم
بیں دلِ خوں گشتہ خسرو را چہ پیش افتاد داد

---

[1] غزل محذوف درن

[2] بعدہٗ درن بیت ذیل زائد ست ــ

جز خرابی نامدا اندر جانم از بنیادِ عشق ※ گرچہ ہر دم دیدہ خونِ تو دریں بنیاد داد

۶۲۲

آں همه دعویٰ که اول عقل دعویٰ دار کرد — دید چوں روئیت به عجزِ خویشتن اقرار کرد
رنجِ بیداری شبهائے غمِ روشن نبود — خفته بودم پیش ازیں هجرِ تو ام بیدار کرد
سبحه گر زنار شد بر مشکن اے پرهیزگار — کایں چنیں ها آدمی از بهرِ دل بسیار کرد
دُرّ و یاقوتِ لبِ لیلیٰ مفرّح هست لیک — کے تواں بیچاره مجنوں را بداں هشیار کرد
داند آں کز گل رخاں خوردست خارے بر جگر — کز چه بلبل در گلستاں ناله هائے زار کرد
دارد اندر دل غبارے گریه وقتِ تست هاں — کارکن اندر دلش گرمی توانی کار کرد
سنگ دل یارا اثر در تو نه کرد آهے که آں — کشتِ اهلِ درد را بے درد را افگار کرد
با منِ بیمار شیریں گشت معجونِ اجل — زاں که عشقت چاشنیِ خویش با آں یار کرد

هر چه خسرو پیش ازیں در پیشِ خوباں سجده کرد
پیشِ محرابِ دو ابروئے تو استغفار کرد

۶۲۳

یارب آں بالا مگر از آبِ حیواں ریختند — یا بے جانِ کساں بگداختند آں ریختند
شیرهٔ جانهائے شیریں برکشیدند از نخست — ویں تنِ نازک از آں شیرینیِ جاں ریختند
هر کجا خوئے ریختا از روئیت ملاحت مایه بست — چاشنی گیرانِ خوبی در نمک داں ریختند
زیں هوس کز رانِ یکرانت فروشانند گرد — آبروئے خویش بسیارے که خوباں ریختند
عیشِ تلخم با خیالِ لعلِ جاں افزا هست — شربتِ زهرے که در وے آبِ حیواں ریختند
شعله می خیزد ز گورِ کشتگانت گاه نور — بس که زیرِ خاک بادلهائے سوزاں ریختند
همچو چشمِ نامسلمانِ تو بے رحمت نه اند — کافرانِ چیں که خونهائے مسلماں ریختند
از گناهِ نیکواں یارب مرا سوزی نخست — گرچه آں مردم کشاں خونها فراواں ریختند

۱؎ بیت محذوف در ن

گرچه گریه در شبِ تاریک پنهان ریختند　　عاقبت بر روئے آب آورد رازِ بے دلاں

خسروا مگری که جز خاشاکِ بدنامی نه رست
دیده‌هائے عاشقاں هرجا که باراں ریختند

۶۲۴

آبرویم[۱] ز آتشِ ز سودائے خوباں شد به باد　　خاک بر سر می کنم از دست ایشاں داد داد

زلفِ تو سرمایۂ عمر دراز ست اے پسر　　زاں که از سودائے زلفت می رود عمرم به باد

از شبِ غم بر سرِ من صبحِ پیری می دمد　　حبذا عهدِ جوانی، گوئیا آں بود باد

زیں صفت کز آتشِ دل دود بر سر می رود　　روشن است ایں که آخر بایدم چوں شمع از پا فتاد

اے که برکندی دل از پیمانِ یارانِ قدیم　　گاه گاهت یاد باید کرد از عهدِ وداد

بخت یارت شد مبارک طالعِ فیروز روز　　نیک بختے مقبلے کو را قبولت دست داد

خسروا اندر دوراں گیتی محنت و غم دید و بس
دولت او بود بخت او که از مادر نه زاد

۶۲۵

در شبِ[۲] هجراں که روزے هیچ دشمن را مباد　　می رود عمرِ عزیزم چوں سرِ زلفت به باد

محنتِ هجراں و رنجِ راه و تشویشِ سفر　　ایں همه گوئی نصیبِ جانِ مهجورم فتاد

سیلِ خونِ دل که از ایں گونه آید سوئے چشم　　دم بدم بر آب خواهد رفت مردم زیں سواد

تا ز خطِ جانِ مے فهمِ معانی کرده ام　　هرچه خواندم پیشِ استادِ طریقت شد زیاد

ترکِ چشمش ریخت خونِ ما بشوخی و ز لبش　　خوں بها جستیم از وے خوں بها بر هم نهاد

در غمت گر رفت خسرو از جهاں عمرِ تو باد
نیک خواهد خواست در محشر از دستِ تو داد

---

۱ غزل محذوف در ن　　　　۲ غزل محذوف در ن

۶۲۶

غمزه[1] ہاے کرد چشمش با دلِ این نامراد
باز از دالِ دو زلفم آں الف قد داد یاد

گفته بودم عمرہاے اعتمادم با تو بود
ایں زماں دانستم اے جاں نیست بر عمر اعتماد

حرفِ میم آمد دہانت، ہست الف انگشت تو
جز تو کس بر ما چرا انگشت نتواں بر نہاد

با نسیمِ صبح دادم دل کہ بر، در پیشِ او
داد بلبل در ہواے گلبنے دل را بہ باد

از رخت جاں پروری آموخت لعلت آفریں
شد دریں فن عاقبت شاگرد بہتر ز استاد

جانِ خسرو ہست چشم و غمزۂ عاشق کشش
عشق جاں بازیست یاران و عزیزاں خیرباد

۶۲۷

ساقیا مے دہ کہ بیروں سبزہ ہاے تر دمید
چوں خطِ سبزِ جاناں نغز و جاں پرور دمید

در خیالت اے خیالِ ابروانت ماہِ عید
اذ ہبا قلبی و روحی بینِنا بعد بعید

مثل رویت در بنی آدم کسے ہرگز ندید
دستِ نقاشِ ازل تا نقشِ آدم بر کشید

بادِ صبح از خاکِ کویت مژدہ اے می داد دوش
آبِ چشمم بر سرِ کویش بہ ہر سو می دوید

اے نصیحت گو برو از من چہ می خواہی کہ نیست
در منِ ایں مذہب کہ روزے شیخ باشم یا مرید

گر جہانے بر سر آیندم بہ شمشیرِ جفا
ہیچ کس پیوندِ من از دوست نتواند برید

دوستاں گویند خسرو را ملامت در وفاست
اے عزیزاں ہر نفس یارے دگر نتواں گزید

۶۲۸

سبزه[2] سبز است و آب روشن و سروِ بلند
بادۂ صافی بہ کامِ آبگوں باید فگند

جانِ بلبل ہست بر سروِ روان وزیں قبیل
ہست جاے آں کہ بلبل می پرد زینساں بلند

---

[1] تا [2] غزلیات محذوف در ن

نرگس اندر عینِ مستی سوئے گل چشمک زن ست　　ورنہ گل بر سبزہ ہم چندیں نہ کردے ریش خند
گل ازآں کم عمر شد کاو بیشتر از عمرِ خویش　　دام داد آں را کہ از وے وقتِ گل شد بہرہ مند
ساقیا مے چاشنی کن بعد ازآں دردہ ازآنک　　گر ترش باشد مے آں را چاشنی باید زقند
بند بندم را جدا کردہ ست دستِ غم بہ تیغ　　تو بہ خونِ گرم مئے پیوند کن بندم زبند
گر دلِ خسرو رسن بازی کند با زلفِ تو
رشتہ یک چندے درازش دہ ز زلفِ چوں کمند

۶۲۹

اے کہ چوں جاں[۱] رفتہ ای از پیشِ ما، باز آئے زود　　کز فراقت سوختم بر آتشِ دل ہمچو عود
پیشِ روئے خود مرا بنشاں بر آتش چوں سپند　　تا بسوزم خویشتن را کوریٔ چشمِ حسود
اے کہ بر دی آبروئے من، ز آہِ دل بترس　　چوں مرا در جاں زدی آتش، مشو غافل ز دُود
صورتِ جاں بے حجاب آں روز دیدم ذرّہ وار　　کافتابِ روے او از روزنِ دل رُو نمود
قصۂ ما با تو از لیلیٰ و مجنوں در گذشت　　خسرو و شیریں چہ باشد وامق و عذرا چہ بود؟
عاشقی و رندی و دیوانگی در شخصِ ما　　قصہ و افسانہ نبود راستی باید شنود
عشق ازآں بالا تراست آرے کہ خسرو را بزور
گاہِ پیری سر برد پیشِ جواناں در سجود

۶۳۰

بر بنا گوشت[۲] بلائے خط کہ سر بر می کند　　جزو جزوِ عاشقِ بے چارہ ابتر می کند
سرو کز بالائے خود در سر کند باد آں مبیں　　آں نگر کش باد پیشت خاک بر سر می کند
چند گوئی "پیشت آیم" وہ کہ چوں تو یوسفے　　سر کجا در خانۂ تاریک مادر می کند

---

[۱] غزل محذوف درن　　[۲] غزل محذوف درن

چند گوئید اے مسلماناں کہ "حالِ خود بگوے" — من ہمی گویم ولے از من کہ باور می کند؟
شوخیش بیں کا شکارم می نوازد در نہاں — با رقیبِ خویش اشارت سوئے خنجر می کند
رو بروں اے جانِ معزول از درونِ من کہ عشق — شغلِ جاں در سینہ با جاناں مقرر می کند
عاشقاں جان و جہاں بہرِ بتاں تر کردہ اند
سہل باشد آنکہ خسرو دیدہ را تر می کند

۶۳۱

جاں کہ چوں تو دشمنے را دوستداری می کند[1] — دشمنِ خود را بخونِ خویش یاری می کند
دل کہ جہاں خواند برجانم بلا و فتنہ را — کارداران غمت را حق گزاری می کند
یک دل آباداں نہ پندارم کہ ماند در جہاں — زاں خرابی ہا کہ آں چشم خماری می کند
جانِ من روزے کند گہ گاہ ہمراہش از آنک — سوئے تو ہمراہیٔ با دیہاری می کند
خونِ من می جوشد از غیرت کہ ایں کافر چرا — تیرِ خویش آلودۂ خونِ شکاری می کند؟
مُردم از نالیدن، و روزے نہ گفتی اے رقیب — "کیست ایں کاندر پسِ دیوار زاری می کند؟"
گرچہ بے حدّ من است اے دوست اما بردرت — دیدۂ من آرزوئے خاکساری می کند
آں کہ پندم می دہد در عشق بہر زیستن — مرہم بے فائدہ بر زخمِ کاری می کند
ہجر می داند کہ چوں من ناتوانے چوں زید؟
زاں بر ایں دل زخم ہائے یادگاری می کند

۶۳۲

چشمِ تو مست است یا در خواب بازی می کند؟[2] — بوالعجب مستی کہ در محراب بازی می کند
مردمِ چشمم کہ می گردد بہ گردِ روئے تو — طفل را ماند کہ در مہتاب بازی می کند

---

[1] و [2] غزلیات محذوف در ن

درآویزد دلِ نادانِ من در سوئے تو — ہمچو موئے خود مشو در تاب بازی می کند
چشمِ من دو دراز تو گر غرقہ بخوں گردد سزاست — ز آشنا بیگانہ وُ در آب بازی می کند
امشب اندر خواب دیدم "باتو بازی کردہ ام" — مہ تو بازی کردہ ای یا خواب بازی می کند؟

بازنخوانت کہ خسرو عشق بازد گوئیا
گوسفندے داں کہ با قصّاب بازی می کند

۶۳۳ — ب

باز ترکِ مستِ من آہنگ بازی می کند — کس نہ کردہ ست آں کہ آں ترکِ طرازی می کند
زُلفِ او را سر بہ سرِ عالم بہ موئے بستہ شد — ہندوئے را بیں کہ اینساں ترکتازی می کند
از خیالش ماندہ ام شرمندہ، کاندر چشمِ من — گہ گہے می آید و مردم نوازی می کند
جز اشارت نیست سوئے لعلِ تو ما را زدو ز دُو — ہم چو انگشتے کہ بر حلوا درازی می کند
می رود در خون ہر سر گشتہ اے دامن کشاں — پس بہ آبِ چشمِ من دامن نمازی می کند

می بردچوں کافراں بر جانِ خسرو تاختن
از برائے رغمِ نامِ خویش غازی می کند[1]

۶۳۴

غمزۂ شوخت[2] کہ قصدِ جانِ مردم می کند — ہر کجا جادو گرے آں جا تعلّم می کند
مردمِ چشمم ز بہرِ سجدہ پایت را چو یافت — خاکِ پایت در دلِ دریا تیمّم می کند
کوہ جورت را ندارد طاقت و من می کشم — زاں کہ مردم می کشد جورے کہ مردم می کند
کاشکے صد چشم بودے از پے گریہ مرا — چوں لبت در گریۂ زارم تبسّم می کند
ہیچ فریادِ دلم خواہی رسیدن اے صنم — در سرِ زلفِ تو چوں مجنوں تظلّم می کند

---

[1] بیت محذوف ددن
[2] غزل محذوف ددن

عشق با تقویٰ نہ سازد بعد ازیں ما و شراب | اے خوش آں کف کاشنائی بالبِ خُم می کند

بندہ خسرو عاشقی را دست و پائے می زند
لیک چوں روئے تو بیند دست و پا گم می کند

۶۳۵

دل کہ با خوبانِ بدخو آشنائی می کند | شیشۂ با خارہ اے زور آزمائی می کند[۱]
زاہدے کو خویہ مسجد کرد و خوباں را نہ دید | ہست نابالغ ضرورت پارسائی می کند
مستِ آں ذوقم کہ شب در کوئے خویشم دید و گفت | "کیست ایں؟" گفتند "درویشے گدائی می کند"
چوں طمع دارند مشتاقاں وفا از نیکواں | حسن چوں با نیکواں ہم بیوفائی می کند
شعلۂ مشرق کہ چرخ افروخت می دانی کہ چیست؟ | بر دلِ ہم صحبتاں داغِ جدائی می کند

گر نہ خسرو از حیاتِ خویشتن سیر آمدست
از چہ با خوبانِ بدخو آشنائی می کند؟

۶۳۶[۲]

کافرِ خوں خوارہ دنبالِ شکارے می رود | بس نہ می بیند کہ آخر بے قرارے می رود
از دلِ آوارہ عمرے شد نہ می یابم نشاں | بس کہ در دنبالِ دیوانہ سوارے می رود
خوں ہمی گرید دلم بر جانِ پیروزیِ خویش | آں زماں کز خونِ او تیرِ شکارے می رود
گریہ را بر دیدہ منتہاست کاندر آہِ او | گرد ایشاں سو بسو فرسنگ وارے می رود
جاں نمی خواہد کز ایں عالم رہ آورد برد | اینک اینک در پئے بہرِ غبارے می رود

---

[۱] در ن سہ بیت ذیل زائد است ؎

بندہ در کوئیش کہ خونِ خویش می سازد رواں | در حسابِ خویش حسنش را رد ا[illegible] می کند
بچگاں دانند کار از خامیٔ پروانہ گو؟ | پیشِ شمع از سوزشِ تو در رسائی می کند
من کبا رخے توام کاکلے ست چوں بینم مگو؟ | سوئے خورشیدے کہ ہر دم خودنمائی می کند

[۲] غزل محذوف در ن

آب چشمے می دوانم کارِ من اینست و بس　　نیک بخت آں کس کہ از دنبال کارے می رود

دی شنیدم می رود در جستنم تا بہ کشدم
اے فدایش جانِ خسرو وہ کہ یارے می رود

۶۳۷　　ت

کالبد[1] از دل تہی شد گرچہ جاں بیروں رود　　دوستے نبود کہ نہ با دوستاں بیروں رود
خونِ چندیں بے گنہ در بندِ دامن گیرتست　　وائے گر آں مستِ من دامن کشاں بیروں رود
رُو بہ گرداں اے بلائے جان لشکر پیش ازانکہ　　ہم رکابانِ ترا از کف عناں بیروں رود
بیوفا یاراں کہ پیوندند واز ہم بگسلند　　صحبتِ دیرینہ وہ کز دل چساں بیروں رود
بگذرا نہ بالینِ من کاساں شود مردن ازانکہ　　دل چو در حسرت بود دشوار جاں بیروں رود

چند بپسندی ستم بر جانِ خسرو ہم بترس
زاں کہ ناید باز تیرے کز کماں بیروں رود

۶۳۸　　ت

یارب[2] ایں اندیشۂ جاناں زجانم چوں رود؟　　چوں کنم از سینہ ایں آہ و فغانم چوں رود؟
نقشِ خوباں را اگر فتم خود بیروں رانم ز چشم　　آں کہ اندر سینہ دارم جلوۂ آنم چوں رود؟
در غمم محفلے کہ آں افتادہ در رہ خاک شد　　من چو رایں حیرت کہ او بر استخوانم چوں رود؟

---

[1] در ن چہار بیت ذیل زائد است ؎

سوزشِ عشق ست ایں مہیں رنج تبِ من اے طبیب　　کایں تبم با جاں بہم از استخواں بیروں رود
در دلِ من جلوۂ گر بشکست و تو نازک مزاج　　راہ دہ تا جانِ مسکیں از میاں بیروں رود
کشتنم غم نیست لیکن از بروں خواہی فگند　　خونِ من مگذار بارے ز آستاں بیروں رود
بانگِ پائے اسپ آید از درم روزے گہے　　کز سرِ بختِ من ایں خوابِ گراں بیروں رود

[2] غزل محذوف در ن

هان وهان ای کبک کهساری که می نازی بکام — گو یکی بنما کہ آں سروِ روانم چون رود؟
کشتنم بر دیگران می بندد آں را کو بود — ای مسلمانان بر دیگر کس گمانم چون رود؟
مردمان گویند از او دعوی خونِ خود بکن — حاش لله این حکایت بر زبانم چون رود؟
دی جفا کارِ ستمگر خواندمش، وه کاین سخن — از دلِ آن کافرِ نا مهربانم چون رود؟

گرچه از خسرو رود جان و جهان و هرچه هست
آرزوی آن دل و جان و جهانم چون رود؟

۶۳۹

ما نه خواهیم[1] از غمِ خود کاشنا بیرون برد — آشنا هم زین رخ پُر خون ما بیرون برد
در هوایش آن که پندم می دهد گر بیندش — دامنش مرد ار سرِ خود زین هوا بیرون برد
نوش باد آن مست را باده که در هنگامِ نوش — دعوی زهد از سرِ صد پارسا بیرون برد
ای خوش آن روزی کنم جانت کم یک لحظه ای — کیست کو یکجا فدای جانِ تو ترا بیرون برد؟
خاک خواهم شد به کویت، خاک بر فرقِ صبا — از سرِ کوی تو گر خاکِ مرا بیرون برد
مُردم از پیچش که نه زلفش ز جان بیرون رود — نه کسی جانم از این دامِ بلا بیرون برد

می کند بیرون و می گوید "مرو از در برون"
خسروا بین کاین لطیفه هر کجا بیرون برد

۶۴۰

از دلِ غمگینش[2] هوای دلستانم چون رود؟ — یا سرِ سودای آن سروِ روانم چون رود؟
ناتوانائی بُدم، بارِ غمش بردم به جان — خود کنون عشقش ز جانِ ناتوانم چون رود؟
از دلم نیش جفایش گر رود نبود عجب — لذتِ دشنامِ او هرگز ز جانم چون رود؟

---

[1] غزل محذوف در ن

[2] در ن غزل محذوف است

غمزۂ قصاب اومی ریزدم خوں شاکرم
جائے شکرست ایں حکایت بر زبانم چوں رود؟

بعدِ مردن گر شوم خاک وتنم گرد وغبار
داغِ مہرِ او ز مغزِ استخوانم چوں رود؟

گر ز پا افتم در آں کوے ور رود تیغم بسر
زیں قدر از دلِ غمِ آں دلستانم چوں رود؟

قدِ یارم از نظر گہ گہ رود خسرو، ولے
نقش روئے او ز چشمِ خوں فشانم چوں رود؟

۶۴۱

ہر شبم جاں بر لب آید نالۂ زار آورد
تا کدامیں بود بوئے زاں جفا کار آورد؟

رفت آں شوخ و دلِ خوں گشتہ را با خود ببرد
عاقبت روزے ہماں خونش گرفتار آورد

دوستاں من نے ہوس دارم بنالیدن، ولے
درد چوں در سینہ باشد نالۂ زار آورد

آرزومنداں بہ آبِ دیدہ معذورند ازانکہ
فرقتِ روئے عزیزاں گریہ بسیار آورد

صد گلہ دارم ولے آں رو چو آید در نظر
کیست کاں ساعت زبانم را بہ گفتار آورد؟

غمزۂ خوں ریزِ تو مر زاہدِ صد سالہ را
موئے پیشانی گرفتہ سوئے خمار آورد[1]

زیں دلِ خود کام کارِ من برسوائی کشید
خسروا فرمان دل بردن ہمیں بار آورد

۶۴۲

گر کنی یاری وگر آزار بر من بگذرد
ہر چہ می خواہی بکن اے یار بر من، بگذرد

گفتی "از من بگذرم زیں سو بُوَد بر تو ستم"
ایں ستم اے کاشکے ہر بار بر من بگذرد

---

[1] درین دو بیت ذیل زائد است ؎

بو کہ بزیم، باد را گوئید تا از بہرِ فرشش
پارۂ خاک از برائے جانِ افگار آورد

شب ز مے توبہ کنم از بیمِ نازِ شاہداں
بامدادم روئے ساقی باز در کار آورد

صبح دم مستِ خرابِ شوق بیروں او فتم — بس کہ شب در نالہ ہائے زار برمن بگذرد
زود تر خاکم کُن اے گردوں مگر بختم بُوَد — کاں خراماں سروِ خوش رفتار برمن بگذرد
اے خوش آں دیوانگی و مستی و رسوائیم — کز پئے نظارہ اے آں یار برمن بگذرد
ہر سحر گاہے فرستم جاں باستقبالِ او — تا مگر بوئے از آں گلزار برمن بگذرد
رفت عمر و گفتگوئے عشق از خسرو نہ رفت
عمر باقی ہم دریں گفتار برمن بگذرد

۶۴۳

یادِ من گویند آں جا گاہ گاہے بگذرد — را صنیم گرد دلش از بعدِ ماہے بگذرد
بیہشم در راہش افتادہ، مرا آگہ کنید — گر دریں رہ سرو بالا کج کلاہے بگذرد
اے صبا جانم ببر در خاکِ کویش کن نثار — گر دریں رہ نگذرد آخر براہے بگذرد
حالِ پامالانِ راہِ خویش می پرسی، مپرس — وائے بر موراں در آں شارع کہ شاہے بگذرد
نیست آں دولت کہ بوسم پائے میمونت ولے — بلکہ آں بوسم کہ در کوئے تو گاہے بگذرد
غمزہ[1] با صدہا بلائے خویش نابخشود نیست — دیدنِ شاہے کہ با زینساں سپاہے بگذرد
ز آہِ گرمم رُو سیہ شد روز، ہم داری روا — کایں چنیں روزِ سیہ بر رُو سیاہے بگذرد
در زنخدانت دلِ خسرو فتاد و غرق شد
ہمچو آں مستے کہ بر بالائے چاہے بگذرد

۶۴۴

گر بہ کوئے عاشقاں[2] آں ماہ گاہے بگذرد — بر گدایاں ہم چناں باشد کہ شاہے بگذرد

---

[1] بیت محذوف است در ن و بہ جایش بیت ذیل است ؎
خلق در فریاد و تو خوش می روی، من چوں زیم؟ ٭ وہ کہ گر ناگاہ از من تیر آہے بگذرد
[2] غزل محذوف در ن

سالہا شد تا بہ کویش اوفتادم روز و شب | بر امید آں کہ آں ماہم بہ ماہے بگذرد
سیلِ اشکم چوں خیالش دیدہ در دل جا گرفت | روزِ باراں کس نہ خواہد کز پناہے بگذرد
آبِ دیدہ می زنم ہر دم بر آں خاکِ رہش | تا غبارے بر نیاید گر بہ راہے بگذرد
در زنخدانش دلِ خسرو فتاد و غرق شد
ہمچو آں مستے کہ بر بالائے چاہے بگذرد

۶۴۵

من نہ می خواہم[1] کہ چشمِ غیر آں رو بنگرد | چشمِ بد حیف ست کاندر روئے نیکو بنگرد
حاجتِ تیر و کماں نبود فتد مرغ از ہوا | در پریدن گر سوئے آں چشم و ابرو بنگرد
غیرتم آید کہ بادِ صبح بر کویت وزد | یا شب اندر روزن آید ماہ و آں رو بنگرد
باد در چشمش ز تیرِ غمزہ میلِ آتشیں | ہر کہ در رُو دیت بہ نقصاں یک سرِ مُو بنگرد
حرزِ بازو کرد خسرو نامِ میمونِ ترا
شوق چوں غالب شود در حرزِ بازو بنگرد

۶۴۶

دستِ[2] ماہِ روزہ تا در چشمِ عشرت خاک زد | اشکِ خونیں ریخت جام و گل گریباں چاک زد
یا رب از ہجر کہ در پوشید نیلو فر کبود ؟ | لالہ از دردِ کہ داغے بر دلِ غمناک زد ؟
با ہمہ چشمے کہ نرگس باز دارد در چمن | اہلِ بینش را نہ می شاید قدم بر خاک زد
تا کے از شمشاد و نسریں گویم و ریحان و گل ؟ | بیخ ایں خار از رہِ دل خواہم اکنوں پاک زد
باد جو دِ ساقی، مہ روئے من در باغِ حسن | می تواں آتش درایں مشتِ خس و خاشاک زد
اے مہِ نو گر شبے طالع شوی چوں عاصیاں | خواہمت بہرِ شفاعت دست در فتراک زد

---

[1] غزل محذوف درن [2] غزل محذوف درن

مژده بر خسرو اگر گوید شبے در گوش او
عینِ عید اینک علم بر گوشۂ افلاک زد

۶۴۷

تا سرم باشد تمنائے توام در سر بود | پادشا باشم گرم خاک درت افسر بود
روزگار از زلفِ تو بادا پریشاں روز و شب | تا دلِ بدروز من هر دم پریشاں تر بود
من خورم خونابۂ هجراں و بیزارم از آنک | ماجرا با زیرکاں خونابۂ دیگر بود
من بہ گرمائے قیامت خوں خورم بر یادِ دوست | جوئے شیر آں را نما کو تشنۂ کوثر بود
عشق را پروانہ باید تا کہ سوزد بہرِ شمع | خود مگس بسیار یابی هر کجا شکر بود
خوب روئے آں بہ کہ باشد آب و آتش درو | تا وجودِ عشق بازاں خاک و خاکستر بود

یار جائے و من بے چارہ جائے بے قرار
وہ چہ خوش باشد کہ بر بازوئے خسرو بر بود

۶۴۸ ت

فرخ آں عیدے[1] کہ جاں قربانیِ جاناں بود | خرم آں جانے کہ پیشِ نیکواں قرباں بود
چوں نہ گوید نازنینِ من مبارک باد عید | جاں شکر ریزی کند دیدہ گلاب افشاں بود
بذلہ گوئے و عشوہ ساز و شوخ چشم و غمزہ زن | خوبروئے کایں چنیں باشد بلائے جاں بود
آبِ چشمم روزِ عید از آستانش باز داشت | باز دارد از صلا عیدے کہ درباراں بود
جاں دہد جانا دہانت هر کہ را شربت دہد | ایں چنیں شربت نباشد چشمۂ حیواں بود
هر شادی صورتِ میمونِ تو هر روز نیست | عید تا سالے چہ غم باشد اگر قرباں بود
رو بہ گاہِ تیغ رنداں سوئے قربانی مدار | تا مگر جاں دادن آں بے چارہ را آساں بود

---

[1] غزل محذوف در ن

دوستاں از صحبتِ ما گرچہ آزاد آمدند
تا ابد خسرو، غلام و بندۂ ایشاں بود

۶۴۹ [۱]

از مہر کوئے آں پری چوں ناگہاں پیدا شود — جائے آں باشد کہ مردم در میاں شیدا شود
من حسن دانم کہ باشد نسخہ از روئے او — صورتے از آئینہ خورشید اگر پیدا شود
ماہ رویا، کے رسد در آفتاب روئے تو؟ — شمع را ہر چند سر تا آسماں بالا شود
از تو دل چوں آبلہ خوں گشت در دنبالِ تو — اشکہا از بس دویدن آبلہ بر پا شود
من بہ تنہائی ہمی گریم اگر پیدا کنم — ہر دمے کز چشمِ من بیروں فتد دریا شود
سبزۂ تر برکشیدی زاں رخِ چوں آفتاب — رازِ من چوں سبزہ می ترسم کہ در صحرا شود
می خلد بر جانِ من آں خط کہ بر لب می کشی — مار کے شیریں شود با آں کہ در خرما شود

خسروا از بہرِ تو اندر دیدۂ خود جائے ساخت
چشم می دارد کہ در کوئے وصالش جا شود

۶۵۰

زلف گرد آورکہ بازم دل پریشاں می شود — روئے پنہاں کن کہ بازم دیدہ حیراں می شود
عقل و ہوش و دل خیالت برد و جانم منتظر — تا ہنوز از نرگسِ مستت چہ فرماں می شود [۲]
زاں چہ من خوردم غمت بارے پشیماں نیستم — گر دلت از لطف ناکردہ پشیماں می شود
از بلا کم دوستاں غمناک و من خوش می شوم — کاں چہ بارے کام جانانِ منست آں می شود

---

۱ غزل محذوف در ن

۲ در ن دو بیت ذیل زائد است ـــ ن

تلکہ ام سوزی کہ ہر صبحے دعائے خیر خواں — ایں کسے را گر بے کاو را شب بہ پایاں می شود
عاشقاں را حد بلا بیش ست گاہ و دید نت — جز یکے راحت کہ بارے مردن آساں می شود

چوں بہ پایاں آمد ایں قصہ کہ می گویم بہ درد — یک حدیث و صد بیم خاطر پریشاں می شود
اے کہ پندم می دہی پیشِ تو آساں ست لیک — ایں کسے داند کہ او را خانہ ویراں می شود
اے دلِ خستہ مدہ یارم زمژگانش از آنک — موئے بر اندامِ من ہر بار پیکاں می شود
آں کہ گفتندے کہ از خوبانش روزی بد رسد
اینک اینک جانِ خسرو گفتِ ایشاں می شود

۶۵۱

تا چہ ساعت بود یارب کاں مسلماں زادہ شد؟ — کافت اندر سینہ و اندیشہ در جاں زادہ شد
از شبِ حامل چہ زاید جز پریشانی بہ عمر — ہندوے شب حامل و زلفِ پریشاں زادہ شد
دی شبش[۱] گفتم فلانے، زیر لب گفتا کہ مرگ — طرفہ مرگے بود ایں کز آبِ حیواں زادہ شد
مہ غلامِ اوست از در پیشِ یوسف سجدہ کرد — او بہ دہلی زاد اگر یوسف بہ کنعاں زادہ شد
ماہِ من از آبِ چشم و گریۂ سوزاں بترس — کز تنور پیر زن سیلابِ طوفاں زادہ شد
مردمِ چشم بروں افتاد از گریہ ز پوست — راست چوں طفلے کہ خوں آلود و گریاں زادہ شد
دل از آں خونابِ تن ہر لحظہ می گوید غمے
چوں کند بیچارہ خسرو کز پے آں زادہ شد

۶۵۲

تا خیالِ[۲] روے آں شمعِ شبستاں دیدہ شد — سوختم سر تا قدم پیدا و پنہاں دیدہ شد
سبز خطش بر نگین لعل تا برزد قدم — از خضر پے بر کنارِ آبِ حیواں دیدہ شد
می شود از پرتوِ رخسارِ مہرافروزِ تو — دیدہ ہا روشن، مگر خورشید تاباں دیدہ شد
زآمد و رفتِ خیالِ قامتِ زیبائے او — جلوہ گاہِ نازِ آں سروِ خراماں دیدہ شد

---

[۱] بیت محذوف در ن — [۲] غزل محذوف در ن

از پئے نظارۀ گلبرگِ رویت یک بیک قطره‌هائے اشکِ من بر نوکِ مژگان دیده شد
تا بدیدم در لبش خونِ دل از چشمم بریخت یاغیِ خونی که رفت آنِ مسلمان دیده شد
چشمِ خسرو بود در روئے او حکایت مختصر
گر به چشمِ خود کسے را صورتِ جاں دیده شد

۶۵۳

یارِ ما را دل ز دستِ عاشقی صد پاره شد باز عقل از خانمانِ خویشتن آواره شد
ایں دلِ صد پاره کش پیوندہا کردم به صبر آں همه پیوندہایش بارِ دیگر پاره شد
پاره پاره گشت سرتا پا دلِ پُر آتشم از برائے سوزشِ من بیں چه آتش پاره شد
ماهِ من[1] بے تو چو شب تاریک شد چشمم رہے واندر ایں شب قطره‌ہائے چشمِ من سیاره شد
دی رہے دید آں پری را و ز سر دیوانه شد و ز سرِ دیوانگی در پیشِ آں عیاره شد
دید چوں دیوانگیِ من بزد بر سینه سنگ سختیِ دل بیں که بستد سنگ و در نظاره شد
تا به کوه و دشت نفتد ہمچو فرہاد از غمت
چارۀ خسرو بکن کز دستِ تو بے چاره شد

۶۵۴

گر ہمی بینم دمے در روئے او غم می کُشد ور کسے پہلوئے او می بینم آں ہم می کُشد
من به عشقِ یک نظر می میرم و او با کساں چوں زید مسکیں گرفتارے کش ایں غم می کُشد
من ز محرم حیله می پرسم "کز ایں غم چوں زیم؟" ویں خود از کشتن بتر کز طعنه محرم می کُشد
می کُشد از چشم و خوشتر آں که می گوید که خلق خود ہمی میرند کس را چشمِ من کم می کُشد

---

[1] بیت محذوف در ن و. بجایش بیت ذیل زائد است ؎
چشم را گفتم که "در خوباں مبیں" نشنید ہیچ ⁂ تا گرفتارِ یکے مردم کشِ خوں خواره شد

اے دلِ خستہ چہ جوئی مرہم از شیریں لبے؟ — کو بہ شوخی دردمنداں را بہ مرہم می کُشد
چند پوشم گریہ را تا کس نداند رازِ من؟ — بیشتر ہر جا مرا ایں چشم بر نم می کُشد
زلف را زیں گونہ جانا ہم مدہ رشتہ دراز — کو ہزاراں بستہ را در زیرِ ہم خم می کُشد
از کرشمہ خلق را تا می توانی می کشی — ور کسے از تو رہا شد زلفِ درہم می کُشد

خسروا کے غم خورد دگر تو بمیری در غمش
آں کہ صد ہمچوں تو عاشق را بیک دم می کُشد

۶۵۵

نازکن اے گل[1] کہ سرو بوستانی می کشد — نازِ تو بلبل بہر نوعے کہ دانی می کشد
ابجدِ سبزہ ہمی خواند بنفشہ طفل وار — پیر گشتہ ست و دلش سوئے جوانی می کشد
لالہ و نرگس قدح برکف زجا برخاستند — یک دگر ہر یک شرابِ ارغوانی می کشد
نرگس از کف جام ننہد گرچہ از رنجِ خمار — سر فگندہ ماندہ چنداں ناتوانی می کشد
زندگانی آں کسے برآب دارد بعد ازیں — کاؤ بہ جامِ روشن آبِ زندگانی می کشد

خسروا در موسمِ گل ہمچو بلبل مست باش
خاصہ چوں بلبل نوائے خسروانی می کشد

۶۵۶ — و

ہر کسے را در بہاراں دل بہ گلزارے کشد — ویں دلِ بدروزِ من سوئے جفاکارے کشد
راز آں بت با کہ گویم چوں مسلمانی نماند؟ — کز تنِ ایں بت پرستی کہنہ زنارے کشد
محرمِ عاشق بود غمگیں تر از عاشق بسے — تندرستش مشتر آں کو رنجِ بیمارے کشد

---

[1] درین غزل محذوف است

ماه[۱] در محمل چه داند از گرانیٔ دلم | زحمتِ اشتر کسے داند کہ او بارے کشد
اے بہ خوابِ خوش بہ گویم با تو از شبہائے خویش | غم مبادا ایں سرمہ را در چشمِ بیمارے کشد
چند تن در مسجد و دل گردِ کوئے شاہداں | خرم آں کو آشکارا بادہ با یارے کشد
آستاں بوسِ خراباتست خسرو را ہوس
کیں مصلا خدمتے در پیشِ خمارے کشد

۶۵۷

آں کہ[۲] دل بر دوز غمزہ چوں سنانش می نہد | عشق جانم می نگاہد در میانش می نہد
باد کز کویش وزد مشتاق را بند دہی | ہم بہ زنجیرے کہ بر اشکِ روانش می نہد
می نہم بر آستانش چشم و می میرم ز شرم | دیدہ کایں داغِ سیہ بر آستانش می نہد
دردِ مشتاق اے بہ خوابِ نازکے دانی تو شرح؟ | داند آں کو گوش بر آہ و فغانش می نہد
حرفِ ناخن پیشِ سینہ قصۂ دل می نوشت | زاں کہ چشمش مُہرِ حسرت بر دہانش می نہد
کشتۂ تو کعبتین آساست بس کز نقشِ حال | نقطہ نقطہ داغہا بر استخوانش می نہد
جانِ خسرو عشق اگر چہ مردن و جاں دادنست
زندہ دل را پرس کو بہتر ز جانش می نہد

۶۵۸

باز بادِ صبح[۳] بوئے آشنائی می دہد | آبِ چشمِ مستمنداں را روائی می دہد
بیں کہ چندیں نیم اہرا از خلوت بروں خواہد فتاد | باد را کاں زلف شغل عطر سائی می دہد

۱؎ بیت محذوف درن و بہ جایش دو بیت ذیل زائد است ؎
دو قتے زیں آزار اندہ دل بہ باغے خوش کنم | مو کشاں بازم غمش در کنجِ دیوارے کشد
گفتی ام بارِ دگر کن پیشِ خوبانِ دگر | نیست ایں سوزن کہ از پائے دلم خارے کشد
۲؎ غزل محذوف است درن ۳؎ غزل محذوف است در "ن"

هم به حق دوستی کت دوست می دارم بجاں — خونِ تو گرچه بستانِ بے وفائی می دهد
آدم بر آستانِ دولتت امیدوار — کیست کو درویش را راه گدائی می دهد؟
گفتی: "از دستِ فراق ما نه خواهی بر جاں"
تو چه گوئی خود که ما را دل گوائی می دهد

٦٥٩

غم مخور اے[1] دل که باز ایام شادی هم رسد — هر کجا دردے ست آں را عاقبت مرهم رسد
در میانِ آدمی وآں چه مقصودِ وے است — گر بود صد ساله چوں وقت شد یک دم رسد
گاؤ و خر را از غم و شادیٔ عالم بهره نیست — خاص بهر آدم است از شادی و از غم رسد
نسبتِ آدم درست آں گه شود با آدمی — کاں چه بر آدم رسید آں بر بنی آدم رسد
بگذر از اندیشه چوں می بگذرد اندیشه نیست — هر جفاے کاں بر اهلِ عالم از عالم رسد
دوستاں خاکِ شمایم چوں مے شادی خورید — جرعه اے ریزید تا ایں خاک را زاں نم رسد
خسروا ناخوش مشو کایامِ شادی در گذشت
بر خدا دل نه که خوش خوش کامِ شادی هم رسد

٦٦٠

تا کے آں زلفِ پریشاں وقتِ ما برهم زند؟ — آهِ دود آلودِ ما آتش بر ایں عالم زند
می خورم من خوں به یادِ لعلِ دلدارے و هیچ — کس از ایں قصه نمی یارد که با او دم زند
لعل جاں بخشِ تو گاهِ خنده اے پسته دهاں — طعنه ها بر معجزاتِ عیسیٰ مریم زند
نکهتِ مشکِ ختا دیگر نیاید خوش مرا — گر صبا آں طرهٔ مرغول را برهم زند
چوں توئی از نسلِ آدم گشت پیدا نیست عیب — گر فرشته بوسه بر پاے بنی آدم زند
هر که بر خاکِ جنابت بار یابد، بے گماں — خیمه بر بالاے ایں نه طارمِ اعظم زند

[1] غزل درن محذوف است
[2] غزل درن محذوف است

چوں وفائے نیست جُز غم ہیچ کس را در جہاں
باد خسرو را حرام ار یک دمے بے غم زند

۶۶۱

گل نو رسید و بوئے ز بہارِ من نیامد | چہ کنم نسیمِ گل را کہ ز یارِ من نیامد؟
دلِ من چرا چو غنچہ نشود دریدہ صد جا | کہ صبا رسید و بوئے ز نگارِ من نیامد
اگر اے حریف داری نظرے بروے یارے | تو بہارِ خویش خوش شو کہ بہارِ من نیامد
ہمہ عمر تشنہ بودم باُمیدِ آبِ حیواں | بہ جز آبِ شورِ دیدہ بہ کنارِ من نیامد
شب و روز جدول دخوں بہ دو رُخ چہ سود دارد؟ | چو ستارۂ سعادت بہ کنارِ من نیامد
منم و خرابۂ غم ز خوشی خبر نہ دارم | چو از آں دیار مرغے بہ دیارِ من نیامد
منِ خوں گرفتہ کردم نظرے و کشتہ گشتم | تو بداں کہ او بہ عمداً بہ شکارِ من نیامد

بہ شبِ نشاط یارا چہ خبر تراز خسرو
کہ بجانبِ تو روزے شبِ تارِ من نیامد

۶۶۲

برہم بماند دیدہ، کس از آں سوار نامد | خبرے ز خود ندارم کہ خبر ز یار نامد
چہ کنم اگر چو نرگس نہ کنم سفید دیدہ | کہ ز شاخِ آرزویم بجز انتظار نامد
منم و نوائے نالہ شبِ ہجر و رقص گریہ | چہ کنم سرود شادے کہ دل فگار نامد
بہ نہال صبر عمرے زد و دیدہ آب دادم | تو ز بختِ شورِ من بیں کہ گہے ببار نامد
بہ چہ بندم ایں دو دیدہ کہ دو رخنۂ بلا شد | ز رہِ تو با صبا ہم قدرے غبار نامد
دلِ خلق پارہ پارہ نگری ز نالشِ من | کہ بہ جز جراحتِ دل ز فغانِ زار نامد
بشکست قلبِ مارا صفِ کافرانِ غمزہ | حشمِ خرد رواں شد کہ بہیچ کار نامد

بردلم نشسته پیکاں مزن ای حکیم طعنه | که ترا بپای نازک خلهٔ ز خار نامد[1]

نه که بیهده ست خسرو، دل رفته باز جستن
که ز رفتگانِ آں کو یکے از هزار نامد

۶۶۳

خبرم شده ست کامشب سر یار خواهی آمد | سر من فدای آں ره که سوار خواهی آمد
بلب آمده ست جانم تو بیا که زنده مانم | پس ازآں که من نمانم بچه کار خواهی آمد؟
غم و غصهٔ فراقت بکشتم چناں که دانم | اگرم چو بخت روزے بکنار خواهی آمد
دل و جاں بهر دو صنعت بدو کعبتین زیں پس | دو جهانت داد اگر تو بقمار خواهی آمد
منم و دلے و آہے رهِ تو درونِ ایں دل | مرو ایمن اندریں ره که نگار خواهی آمد
رخ خود بپوش اگر نه رقمِ منجماں را | ز حساب هشتم اختر بشمار خواهی آمد
مے لست خونِ خلقے و همی خوری دمادم | مخور ایں قدح که فردا بخمار خواهی آمد
منم آهوئے رمیده ز کمندِ خوب رویاں | بامید آں که روزے بشکار خواهی آمد

به یک آمدن ببردی دل و جانِ صد چو خسرو
که زیاد اگر بدینساں دو سه بار خواهی آمد؟

۶۶۴

گذرد[2] همے و یک شب بمنت گذر نباشد | برود شبے و ما را خبر از سحر نباشد
ز سر کرشمه هر دم گذری بسوئے دیگر | بدو رخ چو ماه ماهے بمنت گذر نباشد
رسدت برا و رخ خوبی اگر آفتاب گردی | که در آفتاب گردش چو توئی دگر نباشد

---

[1] درین بیت ذیل زائد است ــ
به جفا مگو دلم را "که کجا رسیدی ایں جا؟" ::: بکمند برد زلفت که باختیار نامد

[2] غزل درین محذوف است

نتواں ز بعدِ دیدن نظر از تو بر گرفتن — نتواند آں کہ چشمش بود و نظر نباشد
سخنِ تو آں حلاوت کہ شکر توانش گفتن — ز غمِ تو دار دارے سخن از شکر نباشد
خبرم مپرس از من چو مقابلِ من آئی — کہ چو در رخِ تو بینم ز خودم خبر نباشد
دلِ مستمندِ خسرو سخنِ تو پیشِ ہر کس
چو قلم فرو نخواند اگرش دو سر نباشد

۶۶۵

تو ز لب سخن کشادی[۱] ہمہ خلق بے زباں شد — تو بہ رہ خرام کردی ہمہ چشمہا رواں شد
تو درونِ جان و گوئی کہ "دگر کہ است یا رب"؟ — دگرے چگونہ گنجد بہ تنے کہ جاں گراں شد
بہ رہے کہ دی گذشتی ہمہ کس بہ نرخِ سرمہ — بخرید خاک پایت دل و دیدہ رائیگاں شد
رخِ تو بس است سودم بفدائے تارِ مویت — دل و جان و عقل و ہوشم کہ ز دولتِ نیاں شد
ز غمت چنیں کہ مردم چہ کنم گرم بخواہی — کہ عزیز در دلِ کس بہ ستم نمی تواں شد
صفتِ کمالِ حسنت چو منے چگونہ گوید؟
کہ ہزار ہمچو خسرو ز رخِ تو بے زباں شد

۶۶۶

بتِ نو رسیدۂ من ہوسِ شکار دارد — دلِ صید کردہ ہر سو نہ یکے ہزار دارد
رود آں چناں بہ جولاں کہ سر سپہ نگردہ — سرِ آں سپاہ گردم کہ چناں سوار دارد
دلِ من ببرد زلفش جگرم بخست چشمش — تو مباش غافل اے جاں کہ ہنوز کار دارد
نہ توانمش کہ بینم بہ رقیبِ ناموافق — چہ خوش ست گل ولیکن چہ کنم کہ خار دارد
بہ روئے صبا و حالے کہ مرا ز ہجر دیدی — بر انش ار چہ دانم کہ کم استوار دارد
بہ خدا کہ سینۂ من بہ شگاف و جاں بروں کن — کہ درونِ خانۂ تو دگرے چہ کار دارد؟

---

۱ در ن غزل محذوف است

برس اے سوار و بنواز بلطف خاکیے را | کہ ز تندیِ سمندت دلِ پُر غبار دارد
تو شبانہ می نمائی بہر کہ بودہ ای شب | کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

چو اسیر تست خسرو نظرے بہ مردمی کن
کہ ز تابِ زلفِ مستت دلِ بے قرار دارد

۶۶۷

سرِ من بہ سجدہ ہر دم بہ ستانہ اے در آید | جگر اندر آستانش بہ بہانہ اے در آید
قدِ تست ہمچو تیرے کہ درونِ جاں نشیند | چو درون سینۂ من گذرانہ اے در آید
درِ کمیں کشادہ چشمت بہ خیالِ خود بگو تا | ز پے شفاعتِ من بہ بہانہ اے در آید
ز فسانہ[1] خواب خیزد و لے اندریں کہ خسپد | اگر ایں حکایتِ من بفسانہ اے در آید
دلِ من نہ زلف و رُویت شد اسیر چوں نہ گردد؟ | شبِ ماہتاب دزدے کہ بخانہ اے در آید
ز غمت[2] چناں ست سوزم کہ زباں کنم تصوّر | بدہن ز آتشِ دل چو زبانہ اے در آید
سحرے[3] بود خدایا کہ حریفِ من ز جائے | ہمہ شب شراب خوردہ سحرانہ اے در آید

ہمہ شب بیا کہ خسرو ز برائے تست ہر شب
در دیدہ باز کردہ کہ فلانہ اے در آید

۶۶۸

دلبراں مہر نمایند و وفا نیز کنند | دل براں مہر نہ بندی کہ جفا نیز کنند
چند گویند کہ گر بہ دلش می گذری | ایں حدیثے ست کہ بہرِ دلِ ما نیز کنند
عالمے را بکشد از غمزہ کہ ترکاں بہ خدنگ | گرچہ بکشند بسے صید رہا نیز کنند
عاشقاں گرچہ ترا بہرِ جفا بد گویند | از پے چشمِ بدِ خلق دعا نیز کنند
ہجر مپسند چو دانی کہ وکیلانِ سپہر | دوستاں را بہم آرند و جفا نیز کنند

---

[1] بیت درن محذوف است [2] و [3] ہر دو ابیات محذوف درن

منعماں گرچہ برانند گدا را از در ... گر گہے حاجتِ درویش روا نیز کنند

سوئے خسرو نگہے کن بہ طفیلِ دگراں
کاہلِ دولت نگہے سوئے گدا نیز کنند

۶۶۹ ت

عاشقاں خونِ جگر شربتِ مقصود کنند ... اے خوش آں گریہ کہ گہ دیر و گہے زود کنند

وصل جویاں کہ دم از عشق برآرند و روند ... چوں گدایاں کہ دعائے غرض آلود کنند

بادہ کش دوزخیاں بہتر ازیں متقیاں ... کز پے خلد بریں طاعت معبود کنند

نالۂ سوختگاں[1] ہست سرود و ماتم ... زجر آدہ کہ گہے خلوتِ مقصود کنند

چہ زیاں دارد اگر دل شدگاں از تو گہے ... زاں زیاں کار دو چشمت نظر سود کنند

من خسے راکہ بسوزند بہ کویت، غم نیست ... غم ازاں ست کہ پیشِ درِ تو دود کنند

حقِ من در تو نگاہے ست سرِ رودِ دو چشم
گر زگریہ حقِ خسرو ہمہ نابود کنند

۶۷۰

دوش ناگہ بہ منِ دل شدہ آں مہ برسید ... دل بہ مقصودِ خود الحمد للہ برسید

باز می گفتمے افسانۂ ہجراں با خویش ... تا بداں لحظہ کہ بالائے سرم مہ برسید

از پے کوریِ آں کس کہ نیارد دیدن ... مژدۂ نورِ بصر بر منِ آگہ برسید

آمداں روشنیِ چشم با استقبالش ... مردمِ دیدہ رواں تا بہ سرِ رہ برسید

آمد آں سادہ زنخ، با منِ بیہوش، زد آب ... بر منِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید؟

---

[1] درن این بیت محذوف و بہ جایش بیت ذیل است ؎
نیست بے یوسفِ خود رغبتِ بستاں ما را ⁂ بلبلاں گر بہ چمن نغمۂ داؤد کنند

[2] غزل درن محذوف است

گریه بر سوزِ منش آمده بر سوختگان — آن چه بارانِ کرم بود که ناگه برسید
دل شد از منِ بیمار و بپرسش نامد — چون خبر یافت که جان می‌دهم آن گه برسید
می‌کشیدم سرِ زلفش ز قفا جانبِ رو — تا شبِ تار به نزدیکِ سحر گه برسید

خسروا گر رسد ابله به بهشتے چه عجب
عجب این بین که بهشتے سوئے ابله برسید

٦٧١

روزها شد که ز تو بوئے وفائے نرسید — وز سرِ کوئے توام بادِ صبائے نرسید
چاکِ شد پیرهنِ عمر به صد نومیدی — دستِ امید بدامانِ قبائے نرسید
در بیابانِ طلب بخت پریشان کردم — گرد آمد همهٔ عمر و بجائے نرسید
چشمِ گستاخ به نظارهٔ روئے تو بماند — لبِ محرومِ به بوسیدن پائے نرسید
اندر آن روز که بالائے توام بر جان زد — وه که بر سینه جدا تیر بلائے نرسید
تنِ بیمارِ مرا خاکِ درت خوش بادا — که به پرهیز بمرد و بدوائے نرسید
همه[1] عالم ز جمالِ تو نصیبے بگرفت — چه توان کرد اگر بخشش گدائے نرسید

تازه بادات گلستانِ جمالت هر روز
گرچه با خسرو از آن برگ گیاهے نرسید

٦٧٢

رسمِ خون[2] ریز در آن خوئے جفا ساز بماند — این کله بر سرِ آن ترکِ سر انداز بماند
گفتمے نام تو و زیستمے هر دم بیش — که ز لبم نشود کام تو و کاز بماند

---

[1] درن بعدهٔ بیت ذیل اضافه است ؎
ما که باشیم که ناخوانده به کویت برویم؟ — گمسان راگه از کار صلائے نرسید
[2] درن غزل محذوف است

گر رود جان و گهی باز بیاید در تن — که لطاباک در اندیشهٔ آن ناز بماند
باد چشمی که برآید سر عشاق ز دوش — این هوا در سر آن سرو سرافراز بماند
بستنِ چشم ندانم که چه باشد آن گاه — که برفت از نظر و دیدهٔ من باز بماند
زاهدی در تو نظر کرد و صلاحش بردی — به یکی بازی از آن چشم دغاباز بماند

نالهٔ ناخوشِ خسرو که ز غم می آید
خجل آواز که چون مطرب ناساز بماند

۶۷۳ ب

گوش من از پی نام تو به هر کوی بماند — چشمِ من از هوس روی تو هر سوی بماند
نه به گلزار گشاید دلِ من نه در باغ — بس که در جانِ من اندیشهٔ آن روی بماند
بامدادان به چمن ناز کنان می گشتی — سروِ یک پای سادهٔ به لب جوی بماند
سوی پیکان شود دم گر گلزار غمزه کنم — گرچه پیکانی از او در تنِ هر موی بماند
سر بسی بر در و دیوار زدم همچو صبا — گذشت آن گلِ خندانِ من و بوی بماند
ماجرای دلِ خودکام چه پرسی از من؟ — سالها شد که ز من رفت و در آن کوی بماند

شکر گوی کرمش کرد دلِ خسرو را
ذوقِ دشنام که در گوش دعاگوی بماند

۶۷۴

مستِ من[1] باز جدائی ز سر آغاز نهاد — راهِ خلقی زد و تهمت به سرِ ناز نهاد
خلق دیوانه شد آن لحظه که از رعنائی — کلهِ کژ به سر سروِ سرافراز نهاد
مست شد دل و در راه برآمد صد جان — در خرامش چو برآورد قدم باز نهاد
ای خفا شد ز پی کشتنِ ما در چشمت — حسن خاصیتِ شمشیرِ سرانداز نهاد

---

[1] درین غزل محذوف است

نالہ ام نیست خوش اما زنے سوختہ پرس | عشق ذوقے کہ درایں نغمۂ ناساز نہاد
ہر طرف سوختۂ چند بہ خاک افتادہ ست | شمع خود سوزشِ پروانہ چہ آغاز نہاد؟
اے صبا خواجہ مقامے کہ ز بعدِ مردن | سر بہ شاگردیٔ آں چشمِ دغا باز نہاد

بو کہ خسرو سخنے بشنود از تو ہر شب
زیرِ دیوارِ تو صد گوش بہ آواز نہاد

۶۷۵

بر رُخِ ہمچو مہش طُرّۂ چوں شب نگرید | انگبیں در لبِ شیرینش لبالب نگرید
چشم بستہ مکشائید نگر بر رُویش | آں زماں کش مہِ نو در تۂ غبغب نگرید
پیشِ محرابِ دو ابروش کہ طاق ست حسن | عالمے دست برآوردہ بیا رب نگرید
چوں بدیدید رخش زیرِ زنخداں بینید | در تۂ پارۂ مقنع چہ غبغب نگرید
چشمش از ہر مژہ اے ساختہ مشکیں قلمے | می دہد فتویٔ خونِ ہمہ مذہب نگرید
زلف بر مہ زدہ در خانۂ دل آمد پیش | نشد از دل اثرِ ماہ بہ عقرب نگرید
گاہ انگیزشِ اشہب ز غبارِ زلفش | ہمہ آفاق پُر از عنبرِ اشہب نگرید
تا شکالے نہد از موئے بہ پائے مرکب | سرِ آں جعد کشاں تا سُمِ مرکب نگرید
اوست نوروزِ من و چوں قدش جعد بپاے | راست با روز برابر شدن شب نگرید
در گلستانِ لطافت چو گلِ نو خیزش | تنگ اندام و تنگ پوش و تنگ لب نگرید

بندہ خسرو ز درِ وصفِ جمالش ہر روز
نو بہ نو دفتر و دیوان مرتب نگرید

۶۷۶

رویت از غالیہ خط بر رُخِ گل فام کشید | ماہِ نو طرّۂ مشکینِ تو در دام کشید

لہ غزل درن محذوف است

باد سر زلف همی خواست بکند گستاخی — مشک را نافه چنان گشت که در جام کشید
روز بازار چمن را به بهائی نستاند — لاله از خاک تو گرچه درمی وام کشید
صبح روی تو بر بینان که برآمد امروز — تو مبر ظن که چو من سوخته تا شام کشید
یاد وصال تو بیک لحظه فراموش کنند — هر چه جور فلک و محنت ایام کشید
دل به کامی نه رسد از تو هم آخر روزی — غصهٔ کار خود از عالم خود کام کشید

نام عشق است بلای دل و آخر به جهان
سر بسی نام بردن خسرو بدنام کشید

٤٧٧ — ب

شب زیاد تو مرا تا به سحر خواب نه برد — دیده آبی زد و از دیدهٔ من تاب نبرد
می برد آب دو چشم که خیالی شده ام — خوش خیال تو که از دیدهٔ من آب نبرد
دل سنگین تو و زخم تهد وه که کسی — سنگ قلب تو از این سینهٔ قلاب نبرد
نامسلمان دل من در خم ابروی تو مرد — هیچ کس بندهٔ ما را سوی محراب نبرد
زین رخ زرد چه پیچم سخنی در زلعت — هیچ کس حاجت زر گر بسر تاب نبرد

رقعهٔ دوش فرستادی و مسکین خسرو
خواند در روشنی آه و به مهتاب نبرد

٤٧٨ — و

زلف گرد زنخش دوش که گره شده بود — ای بسا تشنه کزان رشته فرا چه شده بود
غم ز هر سوی درآمد که ز آمد شد باد — دل ویران مرا هر طرفی ره شده بود

له این بیت درین نسخه‌ئی محذوف است و به جایش دو بیت ذیل زائد است ؎

من بدین خواب نه خفتم که به بینم رویت — ناگهان روی تو دیدم همه شب خواب نبرد
زخمهائی که ز نوک قلمت بود در او — در دل خویش نگه داشت به اصحاب نبرد

هم دراں روز دلم زد کہ بہ ملکِ حسنش | فتنہ جاسوس و بلا حاجبِ درگہ شدہ بود
عاقبت یار رہاں کرد کہ ترسیدم از آں | پیش از ایں گوئے کہ از جانِ من آگہ شدہ بود
تاکنوں از پے امید کشیدم ، در سے | کارم از دولت ہجرانت ہماں گہ شدہ بود
گرچہ در غیبتِ دل جور بسے بردم ، لیک | بارے آں دشمنم الحمد للہ شدہ بود

آفتے بود جانش کہ دلم برد آرے
خسرو از خویش نہ دیوانہ وابلہ شدہ بود

۴۷۹ غ

خوب رویاں بدلِ سوختہ ساغر ندہند | بجز از خونِ جگر شربت دیگر ندہند
اے خوشا کشتہ شدن بر درِ خوباں کہ اگر | تیغ بر دستِ رقیبانِ ستم گر ندہند
درنگیرد بہ بتاں گریۂ گرم و دمِ سرد | کایں درختاں بہ چنیں آب و ہوا بر ندہند
عاشقاں در نظرِ دوست چو جاں افشانند | چہ متاعے ست دو عالم کہ صلا در ندہند
ماہ و خور چوں تو نہ اندلے دل و جاں منزلِ تو | کاں ولایت کہ تو داری بمہ و خور ندہند
غمزہ را کارمفرمائے بشہر اسلام | کہ مسلماں کسے شمشیر بہ کافر ندہند
ما بہ خوں خوردن و او با دگراں چہ تواں کرد | چشمہ رونیے کہ خضر شد بہ سکندر ندہند

بہ نظر بس کن و ذکرِ لب و دنداں بگذار
زاں کہ خسروؔ بہ گدائے دُر و گوہر ندہند

۴۸۰

اے کہ عمر از پے سودائے تو دادیم بہ باد | یاد می دار کہ از مات نمی آید یاد

لہ درن بیت ذیل زائد است ـ
اے صبا زاں سرِ کو منتظرِ آں را گردی ⁂ تا بدیں دیدہ دگر زحمتِ آں در نہ دہند
لہ غزل درن محذوف است

عهدها بستی و می داشتم امید وفا — اے امیدِ من و عهدِ تو سراسر همه باد
هرچه دارند ز آئینِ نکوئی خوبان — همه داری و بدان چشمِ بدانت مرساد
ماجرائے دلِ گم گشته بے نام و نشان — هر کرا باز نمودیم نشانے بتو داد
آفرین بر سرِ آن دست کز آن خواهد یافت — گرهٔ کارِ من از بندِ قبائے تو گشاد
گر نه بردے ز سرِ گیسوئے مشکینِ تو بو — محنت آن همه غم از چه کشیدے شمشاد؟

کامِ خسرو بده اے خسروِ خوبان کز شده ست
لعلِ جان بخشِ تو شیرین و دلِ او فرهاد

۶۸۱

هر شب از سینهٔ من تیرِ بلا می گذرد — تو چه دانی که بر این سینه چها می گذرد
دل اگر سنگ بود طاقتِ آتش نبود — آن چه از غمزهٔ او بر دلِ ما می گذرد
گر جفائے کند آن شوخ، مرا عیبے نیست — گو بکن، لیک ز اندازه جفا می گذرد
عاشقان را همه عمر از پئے نظارهٔ تو — شب به زاری و سحرگه به دعا می گذرد
یارب این بادِ سحر از چه چنین خوش بوئیست — مگر اندر سرِ آن زلفِ دوتا می گذرد
تو چه مرغے که اثر نیست که از سوزِ دلم — سوخت هر مرغ که بر روئے هوا می گذرد

خسروا بگذر از اندیشهٔ خوبان کامروز
موسمِ فتنه و ایامِ بلا می گذرد

۶۸۲

شب ز سوزے[1] که بر این جانِ حزین می گذرد — شعلهٔ آهِ من از چرخِ برین می گذرد
همه در گریهٔ خون هر شب و کس آگه نیست — با که گویم که مرا حال چنین می گذرد
سوزم آن نیست که از تشنگیم سینه بسوخت — آن ست سوزم که بدل ماءِ معین می گذرد
زاهد از صومعه زنهار که بیرون نزدی — کز آن سوئے بلائے دل و دین می گذرد

---

[1] غزل در ن محذوف است

می گذشتی شب و از ماه بر آمد فریاد — کایں چہ فتنہ ست کہ بر روی زمیں می گذرد
باد از بوی تو مست ست و لیریش نگر — کہ دواں پیش شہ تخت نشیں می گذرد
قطب دنیا کہ فلک ہر چہ کند کار تمام — ہمہ در حضرت آں رای متیں می گذرد
گر کنی جور و گر تیغ زنی بر خسرو
ہمچناں داں کہ ہماں نیز و ہمیں می گذرد

۶۸۳
اے خوش آں باد کہ ہر روز بہ سویت گذرد — نا خوش آں آب کز این یڈ بر جویت گذرد ب
سیل چشم ہمہ خون ست نکو بشناسی — ہر کجا گریۂ عشاق بہ سویت گذرد
جاں بہ دنبالۂ آں باد دود بوی کناں — کایں طرف گہ گہی آلودہ بہ بویت گذرد
ہر شبے بے خود و دیوانہ ام از دست خیال — بس کہ تا روز درا ندیشۂ رویت گذرد[۲]
خسروا از بیم کہ رو زش بہ درت نہ گذارند
ہر شبے آید و دز دیدہ بہ کویت گذرد

۶۸۴
آں چہ بر خرمن گل باد سحرگاہ کند — زلف تو با شب رخسار تو با ماہ کند
از خیالت شب عاشق بہ درازی بہ گذشت — رفتن و آمدن از زلف تو کوتاہ کند
خیز و بخرام کہ از بہر خرامیدن تست — شانہ کو بر سر خوبانِ جہاں راہ کند
نازنینا ز پے سایۂ تست از خورشید — گل کہ او خیمہ زند ما کہ خرگاہ کند
دیدہ در چاہِ زنخدان تو افتاد مرا — با کہ گویم کہ ازیں واقعہ آگاہ کند
نالۂ من کہ یکے بود و دو شد از زنخت — ہمچو آواز کہ مردم بہ سر چاہ کند
آتشے در دل خسرو زدی و آہ نہ کرد — کاتشے دیگر بر خیزد اگر آہ کند

سلہ درن دو بیت ذیل زائداست ۔ عیش تلخم چو سے تلخ کند ہر دم مست ؛ بس کہ در تلخی آں لذت خویت گذرد ؛ می جہد شعلۂ آہ من و من می سوزم ؛ گہ نیاید کہ بر آں روے نکویت گذرد ۔
سلہ غزل محذوف ست درن ۔

خسروا گر ستم از دوست رسد باکے نیست
چارہ تسلیم بود ہر چہ کہ آں شاہ کند

۶۸۵
ہر شکر خندہ کہ آں لعل شکر خند کند | بر دلِ زیرک و بر جانِ خردمند کند
زلف از آں می برد آں شوخ کہ تنہا غمِ من | گر شود کوتہ از آں جا ہمہ پیوند کند
آں خیال است کہ آئینہ نماید چہ توئی | آئینہ ماہِ شما را بہ کہ مانند کند؟
نیم شب ز آتشِ دل ہا و زکنم در تو وے | دل چہ داند کہ چنیں ہا و در شبے چند کند؟
گیسوے پُر گرہت رشتۂ بُت را ماند | کہ دلِ گرمِ من سوختہ را بند کند
چوں وفا نیست ترا خسرو مسکیں چہ کند
دل ضرورت بہ جفا ہاے تو خرسند کند

۶۸۶
آنکہ ہر شب بہ دلم آید و جاے بہ کند | چہ شود روزے اگر یاد گداے بہ کند
شہر شوریدہ داد و رو نماید چہ نکوست؟ | من از آں و زہ ہر سم کہ بلاے بہ کند
مستِ شمشیر کشاں بر سرم آید ہر روز | یا رب اندر دلش افگن کہ خطاے بہ کند
مرو اے دوست کہ آہم اثرے خواہد کرد | گرت ایں جا نہ کند آخر جاے بہ کند
دوش نظارہ کند دیدہ نہ خفت از شادی | صبر کن تا غمِ ہجرانش سزاے بہ کند
بختِ ما گر نہ چو ما سوختہ باشد آخر | کارِ پیچیدۂ ما را سر و پاے بہ کند
با چنیں جور و جفاے کہ تو داری اہلِ زمیں | نہ ہمانا کہ مرا عمر وفاے بہ کند
پُر غبار آید از کوے تو خسرو ہر روز
دُر دو دُرّ گریہ و در حالِ صفاے بہ کند

۶۸۷
تا ز خوں ریختن آں غمزہ ندامت نہ کند | کس براہِ غمِ او ذکرِ سلامت نہ کند
آں چہ بر بے گنہاں می کند آں روے چو ماہ | بر گنہ گاراں خورشیدِ قیامت نہ کند

سلہ و سلہ در ن محذوف است۔

که کند فرق ز رخساره او تا خورشید؟ — خط شب گون اگر از مشک علامت نه کند
پیش[1] قاضی فلک ماه چه کند دعوی حسن؟ — تا خطت بیّنه خویش اقامت نه کند
دل[2] من کرده غمت خون اگر غم این است — بنده راضی ست به نیمی که تمامت نه کند
مکن[3] از گریه مرا منع که دل سوخته را — هیچ کس از جزع و گریه ملامت نه کند
با تو خواهد که کند خسرو مسکین تقریر
حال خود را و لے از بیم اسامت نه کند

۶۸۸
گر دل عاشقم[4] از عشق تو رنجور شود — کلبه جان ز بلاهاے تو معمور شود
هست روشن به رخت دیده اگر خاک رهت — باز در دیده کشم نور علیٰ نور شود
گشت اعمی چو خط سبز ترا دید رقیب — چشم افعی خط زمرد نگرد کور شود
حالیا چشم تو مست است چه امی کند او؟ — آه اگر غمزه زنان آید و مخمور شود
گفت لعلت به تبسم که "دل از ما برگیر" — از عسل امر محال ست مگس دور شود
می رود جان به سر کوے تو دیدار طلب — موسی آرے طلبد وصل که بر طور شود
جان من روے تو شد اے خوشی جانم اگر
خسرو سوخته از وصل تو مسرور شود

۶۸۹
مست من بے خبر از بزم چو در خانه شود — جان به همراهی آں نرگس مستانه شود
دشمن جان خودم پیش تو اے تیر انداز — دوست نبود که بلا بیند و بیگانه شود
می کنم شکر جفایت که چو شه ریزد خوں — بندگاں را همه گفتار ندیمانه شود
اے بسا خلق که زنار مغاں خواهد بست — باش تا زلف تو در کشمکش شانه شود

---

[1] تا [3] هر سه ابیات محذوف در ن و بیت ذیل اضافه است ـ
خوں ما ریزد و بیروں کند از خنده لبت — کس به تنگ شکرش تیر غرامت نه کند ـ
[4] غزل در ن محذوف است ـ

باچناں سلسلۂ زلف کہ لیلیٰ دارد حق بدستِ دل مجنون ست کہ دیوانہ شود
بس کہ پروانہ شود سوختۂ شمع ز عشق عارف از سوختگی عاشقِ پروانہ شود[۱]

همه شب خسروِ افسانۂ یار و هر بار
قدرے گوید و سر بر سرِ افسانہ شود

غ
نمبر ۶۹۰
گر سرِ زلفِ تو از باد پریشاں نہ شود خلق بیچارہ چنیں بیدل و حیراں نہ شود
وہ از آں روے مرا جاں بہ لب آمد یا رب کہ گرفتار بہ دل ہیچ مسلماں نہ شود
اے مسلماناں آں موے بہ بندید آخر چہ کند ایں دلِ مسکیں کہ پریشاں نہ شود
من گناہِ دلِ دیوانۂ خود می دانم عشقبازیست کہ ہمہ عمر بہ ساماں نہ شود
مردماں در منِ بے ہوشیِ من حیراںاند من در آں کس کہ ترا بیند و حیراں نہ شود
اندرایں قحطِ وفا گرچہ کہ طوفاں بارم ہرگز ایں نرخ در ایامِ تو ارزاں نہ شود
لذتِ[۲] عشق نداند اسیرانِ مراد کہ مگس قند بہ جوید بہ نمک داں نہ شود

خسرو آہوے رمیدہ ست ز خوباں کہ برو
گر دلِ شیر نہی پیش پریشاں نہ شود

د
نمبر ۶۹۱
عاشقے راکہ غمِ دوست بلا زجاں نہ بود عاشقِ جاں بود او عاشقِ جاناں نہ بود
مردن از دوستیِ دوست زہے بندہ آموز زندہ در آتشِ سوزاں شدن آساں نہ بود
بے بلا نیست مرادے کہ نہ حج پیش در است کہ بہ رہ زحمتِ دریا و بیاباں نہ بود
زہر کش از کفِ ساقیِ تو اگر مے خواری کیست کش تشنگیِ چشمۂ حیواں نہ بود؟

---

[۱] درین دو بیت ذیل زائد است ؎
در تو حیراں ہمہ نمی داند نظارہ گیست آں گہے خواہد دانست کہ در خانہ شود
ساقیا بوکہ نظر بہ شود دم بہ نظرت بادہ می ریز کہ تا بر سرِ پیمانہ شود
[۲] درین دو بیت ذیل زائد است ؎
یا رب از رنجِ دلِ ما ش نہ گیری ہر چند کہ جفا ہا کند و ہیچ پشیماں نہ شود
ہم بہ حقِ نمکِ خود کہ نگہ دار دلم گرچہ کس بر جگرِ سوختہ مہماں نہ شود

ای که[1] عاشق نه ای ار دم مدہ بت غمزه زنی   دل نه بندی که نکو روی مسلمان نه بود
جان[2] فدای نظری شد منشمر سهل ای دوست   کار زو نیست که به جان تو خری ارزان نه بود
دی به گشت آمدی و شور به بازار افتاد   پادشاهی که به شهر آید پنهان نه بود
رفتی و ماند خیال تو مگر خرسندم   ماندنش گر ز پی همرهی جان نه بود
چند پرسی که "چرا خلق به دیدم حیران است؟"   این حکایت ز کسی پرس که حیران نه بود

خسروا بلبلی آخر به قفس هم خوش باش
دور گردان ست همه باغ و گلستان نه بود

۶۹۲

مرد صاحب[3] نظر از کوی تو آسان نه رود   هر که را جان بود از خدمت جانان نه رود
آن که در عشق رخت لاف هواداری زد   به جفا از درت ای خسرو خوبان نه رود
از خیال من سودازده اندر ره عمر   یک نفس صورت آن سرو خرامان نه رود
کار حسن تو رسیده ست به جایی که سزد   که به عهدت سخن از یوسف کنعان نه رود
با خضر ذکر لب لعل تو می باید گفت   تا دگر در طلب چشمهٔ حیوان نه رود
باغبان ار رخ زیبای تو بیند دیگر   از پی چیدن گل سوی گلستان نه رود
با وصال تو نه دارم سر بستان بهشت   هر که را با غم تو ہست به بستان نه رود

خسرو خسته که مانده ست به دهلی در هند
آه اگر زو خبری سوی خراسان نه رود

۶۹۳

خرم آن لحظه[4] که مشتاق به یاری برسد   آرزومند نگاری به نگاری برسد
دیده بر روی چو گل به نهد و نه بود خبرش   گرچه بر دیده ز نوک مژه خاری برسد
گرچه در دیده کشد هیچ غبارش نه بود   هر کجا از قدم دوست غباری برسد
لذت وصل نه داند مگر آن سوخته ای   که پس از دوری بسیار بیاری برسد

---

[1] و [2] هر دو ابیات درن محذوف۔ [3] و [4] هر دو غزل درن محذوف است۔

قیمت گل نه شناسد مگر آں مرغ اسیر — که خزاں دیده بود پس به بهارے برسد
اے خوش آں پاسخ تلخے که دهد بعد از صبر — که خمارے شکن از بعد خمارے برسد
خسروا یار تو گر می نه رسد یاری کن
بهر تسکین دل خویش که آرے برسد

۶۹۴
چه کند دل که جفائے تو تحمل نه کند؟ — که اگر جاں طلبی بنده تأمل نه کند
واجب ست از دهن غنچه به دوزند به خار — تا در ایام جمالت سخن گل نه کند
هر که را چشم به رخسار گلے سرخ شده ست — شاید ار عیب سیه روئیِ بلبل نه کند
کوه غم گشتم و آں می کشم از هر موئیت — که سر موئے ازاں کوه تحمل نه کند
دم بدم سوخت اسیرے که شکیبا نه بود — دربدر گشت فقیرے که توکل نه کند
نه گذرد خیل خیال تو به چشم من اگر — دیده بر آب ز سنگیں تن من پل نه کند
کار خسرو بشد از دست تو دانی گفتم
تا خیال تو در ایں کار تغافل نه کند

ب۱۵ ۶۹۵
لب خوں خوار تو جز خون دل افزوں نه کند — چشم تو در جگر سوختگاں خوں نه کند
ماه روئے چو تو در مهر نمی افزاید — کم از آں کایں ستم و جور بر افزوں نه کند
چوں رسد غارت ترکان خیالت عاشق — نقد جاں را چه کند گر دل بیروں نه کند
سخن تلخ تو چوں زهر کند در دل کار — طرفه کارے که در ایں زهر کس افسوں نه کند
دست از آں دارم بر خود که نهم پاے بهوش — تا مرا سلسلهٔ زلف تو مجنوں نه کند
مردماں چشم ملامت سوے من داشته اند — مردمی کے کند ار چشم تو اکنوں نه کند
چند با خسرو سرگشته چو گردوں گردی
سر نه گردی ز روے اندیشهٔ گردوں نه کند

ب۱۵ ایں غزل محذوف در ن۔

۶۹۶

لبِ لعلت[۵۱] بہ لطافت گرو از جاں بہ برد | روے رنگین تو آبِ گلِ خنداں بہ برد
سرو بالاے تو گر سوے چمن بخرامد | بتک پاکُ رو از سروِ خراماں بہ برد
دستِ پیمانِ لبت ہر چہ بہ خواہی بدہم | وصلت از دستِ وفا بر سرِ پیماں بہ برد
بوسہ اے از لبِ تو عاریہ خواہم ندہد | جز بہ شرطے کہ دلِ خستہ گروگاں بہ برد
گر نہ لنگر شود اندوہ چو کوہ تو مرا | باد برداشتہ تا خاکِ خراساں بہ برد
جانِ خلقے بہ لب آوردہ دہانِ تنگت | نہ ہما نا کہ کسے از لبِ تو جاں بہ برد

نیم جاں از تنِ خسرو سرِ زلفینِ تو برد
ترسم آں نیم دگر را شبِ ہجراں بہ برد

۶۹۷

تو کہ روزت[۵۲] بہ نشاطِ دل و جاں می گذرد | شب چہ دانی کہ مرا بے تو چساں می گذرد
قامتت راست چو تیرے ست و عجائب تیرے | کہ زمن دور مرا در دل و جاں می گذرد
ناوکِ چشمِ تو ام می کشد و غیرت ہم | کہ چرا در دل و جانِ دگراں می گذرد
باش از من شنو اے جاں غمِ دل چند خوری؟ | جان و دل ایں ست کہ مارا بہ زباں می گذرد
دلِ گم کردہ ہمی جوید خلقے در خاک | اندر آں راہ کہ آں سروِ رواں می گذرد

سوزِ جانہاست مبادا کہ رسد در گوشت
نالہ ہا کز دلِ خسرو بہ دہاں می گذرد

۶۹۸

چہ خوش است[۵۳] از جگرِ سوختہ بوے کہ زند | در فلک ہا فگند رخنہ ز موے کہ زند
نیک بخت آں کہ کند مست و خرابش گہ ہوش | از لبِ لعلِ مے آلود تو بوے کہ زند
روے من گشت ز محراب بہ گرد ناچار | پنجۂ حسنِ بتاں لطمہ بہ روے کہ زند

---

۵۱ درن غزل محذوف است۔
۵۲ درن درایں غزل بیت ذیل زائد است
آب خوش می خورد خلق ز سیلِ چشمم | بس کہ دل سوختہ زاں آب رواں می گذرد
۵۳ درن غزل محذوف است۔

مے بسا خوابِ صبوحی کہ بتاراج برند — ہر شب آں راہزنِ راہ بہ سوئے کہ زنند
نقل و مے از دلِ خسرو خورد آں شاہسوار — خیمۂ عیش و طرب بر لبِ جوئے کہ زنند

۶۹۹
یارب ایں شہرۂ لشکر ز کجا می آید؟ — کہ ز عشقش دلِ خلقے بہ بلا می آید
فتنۂ جانِ منِ خستہ دل آمد چشمش — باز بر جانِ من ایں فتنہ کجا می آید؟
باد مشک از سرِ زلفش بوزید اے بلبل — بوستاں را خبرے دہ کہ صبا می آید
عاشقاں را بہ گہِ رفتن و باز آمدنش — دل ز جا می رود و باز بہ جا می آید
ما[1] بہ نظارۂ آں ماہ چناں مستغرق — کہ ہمہ خلق بہ نظارۂ ما می آید
خسروا ہر چہ ترا بر سرت آید نہ از اوست — عقل داند کہ سراسر ز قضا می آید

۷۰۰
سبزہ ہا[2] می دمد و آب رواں می آید — ابر چوں دیدۂ من گریہ کناں می آید
از پسِ گشتنِ صحرا و لبِ جوئے ز چمن — ہوسے در دلِ ہر پیر و جواں می آید
سروِ بالائے من از من شدہ زانم ناخوش — کہ بہ گلزار بسے سروِ رواں می آید
جاں کشم پیشِ جہاں ہم اگرم دست دہد — اندراں راہ کہ آں جانِ جہاں می آید
نہ ہمانا کہ من امشب بہ کشم تا بہ سحر — کاے صبا از تو مرا بوئے فلاں می آید
اینک آں شوخ ہمی آید و خلقے بیہوش — مردہ را مژدہ رسانید کہ جاں می آید
بنہے باد فزوں بارِ غبارش زیں بیش — کہ گراں بارِ دل و جانِ کساں می آید
کوہِ غم دارم و یک لحظہ بروں می ریزم — بر دلِ نازکش آں نیز گراں می آید

سلہ بیت درین محذوف ست و بجایش بیت ذیل است ؎
از وفا بوئے ندارد تو چنیں صورت کن — گرچہ از صورتِ او بوئے وفا می آید

سلہ۲ درین غزل محذوف است۔

خسروا دست به فتراک امیدی که زدی
توسنی دان که نه در ضبط عنان می آید

[1]
این چنین تند که آن قلب شکن می آید — سهمی از غمزهٔ او در دل من می آید
چه خطا رفت ندانم که برابرو زده چین — بهر آزار من آن ترک ختن می آید
سخنی از دهنش گفتم و زد بر دهنم — بهر هیچ آن همه خواری ز دهن می آید
مستی و رندی و عاشق کشی و شیوه و ناز — هر چه گویند از آن تنگ دهن می آید
به وفاداری او گشت تنم خاک و هنوز — نکهت دوستی او ز کفن می آید
چشم بر هم زدی و گشت جدا از نظرم — دور ها شد که به یک چشم زدن می آید
خسروا شعر تو اسرار خدا نیست مگر
کز سخنهای تو ام بوی حسن می آید

غ

[2]
گرچه در کشتن عشاق زبون می آید — باری آن شکل ببینید که چون می آید
دل صیاد کجا سوزد اگر ناله کند — مرغ بیچاره که در دام زبون می آید؟
آمدی باز و به نظاره برون آمد دل — لحظه‌ای باش که جان نیز برون می آید
خوشم از گریهٔ خود گرچه همه خون دل است — زان که بوی تو ز هر قطرهٔ خون می آید
خسروا چون سخن اول نه شنیدی ناچار
بکش از دوست بلایی که کنون می آید

---

[1] درین ابیات ذیل زائد اند

ای صبا خاک درش آر و بینداز به چشم — که ملامل همه زین رخنه درون می آید
گر کنم گریهٔ دل ماندگی از دست دوست — کین شکایت همه از بخت نگون می آید
تا شبم چون گذرد وای که بازم در دل — یاد آن سلسلهٔ غالیه گون می آید
مدد از گوشهٔ چشمش که ز شوخی خود را — مست می سازد و با سحر فسون می آید

۳۰۳ب ت

باش تا[۱] بار دگر آں پسر ایں سو آید　　مست و خوش ملامت گر بد خو آید
آں کہ بد گفت مرا روے چو ناہش ببنید　　آں ہمہ در نظر من بہ سر او آید
دل کہ در زلف گرہ بست غم آں نیست غم آں ست　　کہ بہ خفتن گرہش در سر پہلو آید
نیست زاں شوخ، ہملہ ز دل پُر خونِ من ست　　مردمم ایں ہمہ خونا بہ کہ بر رُو آید

خسروا زمزمۂ عشق نہاں نتواں داشت
ہر کجا عُود بر آتش بہ نہی بُو آید

۳۰۴ب سله

باشد آں روز کہ آں فتنہ بہ ما باز آید　　لیک زاں گونہ کہ اُو رفت کجا باز آید؟
رفت و باز آمدنش تا بہ قیامت نہ بود　　اے قیامت تو بیا زُود کہ تا باز آید
اے صبا از سر آں کوے غبارے بمن آر　　گر ایں دل کہ ز جا رفت، بجا باز آید
یارب ایں سرو در آں باغ نہ تنہا ماندہ ست　　باز بُرسم خبر از بادِ صبا باز آید
چند روز ست کزیں سو گذرے می نہ کند　　باز گوئید مگر جانبِ ما باز آید

خسروا رفتنِ او نہ زپیش آمدن ست
بہ دعا ساز خدایا بہ دُعا باز آید

۳۰۵ب غ

خشمگیں یار مرا دل بہ رضا باز آمد　　گل بد عہد بہ بستانِ وفا باز آمد
آں ہمہ مستی و شوخی و بلا انگیزی　　باز جانِ منِ دل سوختہ را باز آمد
چند گاہے دلم از فتنہ اماں یافتہ بود　　دہ کہ ایں دردِ دلِ رفتہ کجا باز آمد

سله درن ابیات ذیل زائد اند سه

گر چہ من کشتۂ شوم زاں کہ بہ گو ید بہ کند　　دہ کہ آں عشوہ گری ہاے چہ نیکو آید
ہر چہ اندر دلم و پیشِ دو چشم یارب　　پیش آں نرگس خوں خوارۂ جادو آید

سله درن غزل محذوف است۔

آفتابے[۵۱] کہ سیہ کردے دیم زیں دم سرد   قدرے نرم شد و بر سر ما باز آمد
دلِ گم گشتۂ خود جستم و دربانش گفت   کہ دلِ رفتہ دریں کوے کرا باز آمد
زاہدا[۵۲] تو بہ مفرما ز رُخِ خوب کہ من   بت پرستم، نتوانم بہ خدا باز آمد
دی ز بوے تو بہ حیلہ ز صبا جاں بُردم   باز آں وقت شدہ باد صبا باز آمد
خسروا تن بہ قضا دہ کہ ہواہاے کہن
تازہ شد از سر و ایامِ بلا باز آمد

۶۰۶
عمر نو گشت[۵۳] مرا باز کہ جاں باز آمد   در پسِ عمرے آں جانِ جہاں باز آمد
رہ دہ اے دیدہ و خار مژہ را یک سو کن   کہ خراماں دخوش آں سروِ رواں باز آمد
چند گاہے دلم از فتنہ اماں یافتہ بود   وہ کہ ایں دردِ دلِ رفتہ چساں باز آمد
جانِ من چشم از آں گہ کہ بہ روے تو فتاد   جز تو در غیر تواں دید؟ از آں باز آمد
باز نامد دلِ من گرچہ بہ کویت صد بار   شادماں رفت و بہ فریاد و فغاں باز آمد
ہر کسم گوید "باز آے از آں تا بہ رہی"   گر دل این ست کہ دارم نتواں باز آمد
بندہ خسرو کہ ز تو دیدہ بپوشید و برفت
چوں میسر نہ شدش، نالہ کناں باز آمد

۶۰۷
وہ کہ باز ایں[۵۴] دلِ دیوانہ گرفتار آمد   باز بر جاں حشرے از غم و تیمار آمد
ماو من بہر خدا پیش بروا ز سرِ بام   کافتابِ منِ بےچارہ بہ دیوار آمد
عقلم ار کوے صفا پیشِ لبِ جاناں بگذشت   صوفی از صومعہ در خانۂ خمار آمد

---

۵۱ و ۵۲ ہر دو بیت درن محذوف وابیات ذیل زائد اند ۔

آں کہ ہموارہ جفا بود و ستم عادتِ او   کرد آہنگِ وفا و ز جفا باز آمد
چوں در آں کوے روم خلق برآرد فریاد   کاینک آں شہرۂ انگشت نما باز آمد
بہ دعا پیشِ خود آوردمش اما عجب ست   در جہاں عمرِ کسے کئے بہ دعا باز آمد

۵۳ و ۵۴ غزل محذوف است درن ۔

خویش را دور مفکن که کجا شد دلِ تو — هم به نزدیک تو از دور گرفتار آمد
سینه کز درد تهی داشتمش چندیں گاه — اینک امروز برائے خنجرِ تو کار آمد
حال خونابۂ خود من نه ترا دیدم لیک — ماجرائے دلم از دیده به گفتار آمد
ما چو در کوچه فتادیم دلِ از ما برگیر — سنگ بردار که دیوانه به بازار آمد

جز دعائے نه کند خسروِ مسکیں به رخت
گرچه زاں روئے به درویش همه آزار آمد

۸۰۸

از کجا[1] در رهم آں شوخ بلا پیش آمد؟ — چه بلا بود نه دانم زکجا پیش آمد؟
سوئے صحرا به تماشائے چمن می رفتم — دلبرے، سروقدے ماه لقا پیش آمد
آں چه من دیدم و من می کشم از جورِ فراق — که شنیده ست که دیده ست که را پیش آمد؟
آں بتے از مهر نخستیں به وفا دل می برد — آں چه دل برد زما پس به جفا پیش آمد

خسروا خوں خور و دم درکش و صبرے پیش آر
که چنیں واقعه تنها نه ترا پیش آمد

۸۰۹

بار عشق آمد و دیوانگیم پیش آمد — بر دلم از مژهٔ غمزه زنے نیش آمد
خرد و صبر سرِ خویش گرفتند و شدند — هر چه آمد ز بلائے دلِ درویش آمد
دی به نظارهٔ او رفت رهے بر سرِ راه — یک نظر دید چو باز آمد بے خویش آمد
گفتم "اے دل مرو آں جا که گرفتار شوی" — عاقبت رفتی و آں گفتِ منت پیش آمد
برده بودم ز جفاهائے فلک، جاں لیکن — چه کنم؟ ناز تو جانا قدرے بیش آمد
چشمِ من می برد امروز که را خواهد دید؟ — مگر آں کافرِ ناوک زنِ بدکیش آمد

خسروا عشق همی باز ده به خوباں می زی
عقل بگذار که او عاقبت اندیش آمد

---

[1] غزل محذوف است در ن۔

۱۰۱۰

گر مرا هیچ[1] مرادی پس ازین پیش آمد — حاسدم را ز حسد روز پسین پیش آمد
آن که در خاطرِ من غیر ترا داشت گماں — شرم باشد ز خود آنم که یقین پیش آمد
در خم تست سرِ زلفِ تو از جاں طلبند — زیر هر سلسله‌ای چاهِ کمیں پیش آمد
طلبِ روی تو کردم، شبِ زلف آمد پیش — آفتِ کفر بلی در رهِ دیں پیش آمد

طعنه زد عشق تو بر دل که مرو زیں راه
ایں مثل را که از آں بگذری ایں پیش آمد

۱۰۱۱

دانم ای[2] دوست که در خانه شرابت باشد — یک صراحی به من آور که صوابت باشد
بو که بر دفعِ خمارم ز خُمَ آری قدحے — چوں نظر بر منِ مخمور خرابت باشد
با منِ سوخته خور بادۀ صافی چو خوری — جگرِ سوختگاں بوی کبابت باشد
خوی به دامن ز بناگوشِ سمن سای مگیر — تا به دامانِ قبا بوی گلابت باشد
دل ربودی ز رهِ شعبده و عیّاری — شیوۀ چشمِ خوشت سدِّ عتابت باشد
جور بر من مکن امروز که مظلومِ توام — به کُن اندیشۀ فردا که حسابت باشد

آں چه از جورِ تو بر خسروِ بیچاره گذشت
نه کنی فکر که فردا چه جوابت باشد؟

۱۰۱۲

بر من ار[3] دولتِ وصلِ تو مقرر می شد — کارم از لعلِ گهربارِ تو چوں زر می شد
دوش گفتم نه تواں دید به خوابت، لیکن — با فراقِ تو مرا خواب مقرر می شد
شرحِ هجرانِ تو گفتم به نویسم، لیکن — نه نوشتم که بسے عمر در آں سر می شد
بارها شمع به کشتم که نشینم تاریک — خانه دیگر ز خیالِ تو منوّر می شد
عقل وارون ز تمنّای تو منعی می کرد — عشق می آمد و او نیز مسخّر می شد
گرچه بسیار بگفتیم نیامد در گوشش — خوش ترا ز نامِ تو با آں که مکرّر می شد

---

۱ تا ۳ درین غزل محذوف است۔

سـ۱۴۳ ترکِ عاشق کُشیِ[ل] من، ترکِ جفا خوش باشد — به وفا کوش که از دوست وفا خوش باشد
بے تو اے گل سرِ گلگشتِ چمن نیست مرا — که تماشاے گلستانِ شما خوش باشد
پرده برگیر ز رُخ تا که دعاے بکنم — که به هنگامِ سحرگاه دُعا خوش باشد
گر کند ناز دگر عربده با اهلِ نظر — چشمِ مردم کُشِ آں شوخ بما خوش باشد
گر دلم ریش کند در جگرم خوں سازد — چشمِ غارت گرِ آں ترک مرا خوش باشد
دایم از پرورشِ اشکِ من آں سرو خوش است — همه دانند که پروردهٔ ما خوش باشد

خسروا دیده نگه دار ز دیدارِ رقیب
که زیانِ نظر از صحبتِ ناخوش باشد

سـ۱۴۴ بس که خونِ جگر از راهِ نظر بیروں شد — دل نه می یابد از پیچِ رطئه ره بیروں شد
ناوکِ چشمِ تو تا خونِ دلم ریخت ز چشم — در میانِ دل و چشمِ من از آں دم خوں شد
از تپِ هجر بمُردیم به کنجِ غم و هیچ — کس نه پُرسید که "آں خستهٔ غمگیں چوں شد"؟
تا چو ماهِ نو از آں مهر جدا افتادم — عمرِ من کم شد و مهرِ رُخِ او افزوں شد؟
گر نه زنجیرِ دل از طرهٔ خوباں کردند — زلفِ لیلیٰ ز چه پُر سلسلهٔ مجنوں شد؟

یار چوں دُرجِ عقیقی به تبسم بکشاد
چشمِ خسرو چو صدف پُر ز دُرِ مکنوں شد؟

سـ۱۴۵ هر کسے روزِ وداع از پےِ محمل می شد — تو مپندار که آں دلبرم از دل می شد
هیچ منزل نه شود قافله از آب جدا — زاں که پیش از همه سیلابِ به منزل می شد
گفتم "از محملِ آں جانِ جهاں برگردم" — پایم از خونِ دلِ سوخته در گِل می شد
ساربان خیمه به صحرا زد و دانیم عجب است — که قیامت نه شد آں روز که محمل می شد
راستی هر که در آں شکل و شمائل می دید — هم چو من فتنه در آں شکل و شمائل می شد

سلہ تا سلہ در ن غزل محذوف است۔

پندِ عاقل نه کند سود که در بندِ فراق | دلِ دیوانه نه دیدیم که عاقل می شد

بگذر از خویش که بے طبعِ مسالک خسرو
هیچ سالک نشنیدیم که واصل می شد

لہ ۶۱۶

هر کرا داعیهٔ دردِ طلب پیدا شد | عاقلاں جمله بر آنند که او شیدا شد
آتشِ عشق ز هر سینه که زد شعلهٔ مهر | گر همه صبحِ مبین ست که او رسوا شد
پیشِ رفتارِ تو اے آبِ رواں از تو خجل | گر نه شد سرو چرا ساکن و پا بر جا شد
چشمِ نرگس به گلِ روے تو می بینم باز | همچو یعقوب که از بوے پسر بینا شد
از خطا بود که در چینِ سرِ زلفِ تو باد | رفت و زنجیرکشِ سلسلهٔ سودا شد
ساقیا باده بپیماے که بدنامیِ ما | بر سرِ کوے تو افسانهٔ کشورها شد

دلِ خسرو به کجا رفت که از تنگیِ عیش
همچو نقشِ دهنت کم زد و ناپیدا شد

۶۱۷

گر غمم طره ز روے تو جدا خواهد شد | نامِ رخسارهٔ تو نامِ سما خواهد شد
جعدِ زنجیر نماے تو بلاے ست کزو | پاے دل بسته به زنجیرِ بلا خواهد شد
زلف هم چوں رسنت ماه سما را بگرفت | من نه دانم که دریں ماه چها خواهد شد؟
حاجت آں ست که من بر درِ تو کشته شوم | هیچ گه حاجتِ ایں خسته روا خواهد شد؟

ایں کشاکش که تنت راست به مبنیِ خسرو
ناگهاں بند ز بندِ تو جدا خواهد شد

۶۱۸

چشمِ من خندهٔ شیرینِ تو گریاں دارد | دلِ من را لبِ پرشورِ تو بریاں دارد
خاطرم میل کند با تو که پیدا نه کند | سینه ام درد و غمت دارد و پنهاں دارد
کس نه دارد به جهاں آں چه تو داری در حسن | از لطافت همگی پیشِ تو خود آں دارد

لہ تا سہ غزلیات محذوف در "ن"۔

گر نباتِ خطِ تو سبز بود، نیست عجب　　خضر است آں کہ سرِ چشمۂ حیواں دارد
جانم از شوقِ تو گر خرقۂ تن کرد قبا　　نتواں گفت درایں خرقہ کہ نقصاں دارد
دلِ من با سرِ گیسوے درازت ہمہ شب　　تا شبے خوں نہ رود دست و گریباں دارد

شعرِ خسرو بہ مثل سحرِ حلال ست و لے
نتواں گفت کہ او پایۂ حسانؑ دارد

۱۹ ے
تو مپندار[1] کہ دوراں ہمہ یکساں گذرد　　گاہ در وصل و گہے در غمِ ہجراں گذرد
از دمِ من چو دمِ صبح شود آتش بار　　ہر نسیمے کہ بر اطرافِ گلستاں گذرد
گر بہ گوشش بہ رسد نالۂ من نیست عجب　　یار ہموارہ بہ اطرافِ سپاہاں گذرد
عالمے بہر نثارش ہمہ جانہا بر کف　　آہ از آں لحظہ کہ آں سروِ خراماں گذرد
بہ رساں سلسلہ یک بار بہ دستم تا چند　　در خمِ زلفِ تو ام عمر پریشاں گذرد

گر نہ از صبر ہزاراں سخن آرم در پیش
ناوکِ غمزۂ او آید و از جاں گذرد

۲۰ ے　　　　غ
ہر کسے گاہ جوانی تگ و پوے دارد　　گشت باغے و نشاط و لبِ جوے دارد
کس نہ پرسد کہ کجا یم منِ بے خانہ و جا　　ہر خسے خاکی و ہر سگ سرِ کوے دارد
دوست دارم خمِ گیسوے نکورویاں را　　واں کسے را کہ دلے در خمِ موے دارد
کاش کہ خاک شوم من زمینے کانجا　　ترکِ من گاہ سواری تگ و پوے دارد
تا درونی نہ بود محرمِ شوقے نہ شود　　سوزشِ عود از آں ست کہ بوے دارد
گر سرم دولتِ چوگانش نیرزد، بارے　　لذتے دارم از آں حال کہ گوے دارد
ہاں وہاں تا نہ کند عمر بہ بستاں ضائع　　ہر کہ در خانہ تماشاے نکوے دارد
عاشقاں بادہ بہ جز کاسِ ملامت نخورند　　کارِ مجنوں ست کہ سنگے و سبوے دارد

---

[1] در آں غزل محذوف است۔

خسروا رجاں بہ حرمت دارد ترا با داعیش
چوں تو بی را چہ غم از جاں چرا دیے دارد

۲۱
چشمِ گردندۂ او با ہمہ کس می گردد — چوں سر دور بہ من خود بہ ہوس می گردد
زلف گر باز تو با بندہ بہ صد بو العجبی — پیش می آید ہر لحظہ و پس می گردد
از پے آں کہ بہ گیرد سگ شب گرد مرا — فتنہ اندر سر زلفِ چو عسس می گردد
جاں کہ پیرا منِ خالِ سیہت می بیند — عنکبوتے ست کہ بر گردِ مگس می گردد
شام تا صبح خیالِ تو بہ گردد در چشم — کس نہ گوید کہ دریں خانہ چہ کس می گردد
دمِ نقد از لب تو باد بہ دست است مرا — کز نفس می زید دنیم نفس می گردد
خسروا چوں تو گلے را چہ کند آں کہ بہ غم
ہمہ چوں باد بہ دنبالۂ خس می گردد

۲۲
اے کہ از خاکِ درت دیدہ منور گردد — وصفِ وحت چو کنم روح معطر گردد
دیدہ در زیر قدمہات نہ می گریدا زآں — کہ مبادا کفِ پاے تو بہ خوں تر گردد
گوش بہ گرفت چو بشنید رقیبت سخنم — گوشِ ابلیس چو قرآں شنود کر گردد
ناوکے بر دلِ ریشم فگن اے دیدۂ من — تا بود ریشِ دردم بہ بروں سر گردد
اے بسا جاں بہ سر کوے تو شد خونِ ہنوز — می رود تا بہ سر کوے تو محشر گردد
سازمش خون دبہ پیش سگت اندازم اگر — بے جراحت ز سر کوے تو دل بر گردد
اشک خسرو ہمہ از خونِ جگر ساختہ است
از قدمہات چو ریزم ہمہ گوہر گردد

۲۳
ہر کسے سبزہ و صحرا و گلستاں خواہد — دلِ بے چارہ ترا چوں دلِ من آں خواہد
نیک تنگ آمدم از خود زپے کشتنِ من — خندہ کز لب خوں خوارِ تو فرماں خواہد

۱؎ تا ۳؎ در آں غزل محذوف است۔

خواندیم از پے قرباں چو بہ مہمانیٔ وصل / آمدم اینک اگر وصل تو قرباں خواہد
چشم تو کشت مرا غم دیت از دل خواہد / تیغ ہندو کشد و تیغ مسلماں خواہد
در غم زلف تو دل می دہم و می ترسم / کہ نہ باید کہ مرا دل دہد و جاں خواہد
رنجہ شد دوش خیال تو بہ پرسیدن من / چشم را گو کہ ز من عذر فراواں خواہد
خواستم شب ز تو یک بوسہ بہ جانے بخرم / شرمم آمد کہ چنیں تحفہ کس ارزاں خواہد
حال خسرو ز غمت گشت پریشاں آرے
عشق خوباں ہمہ کر حال پریشاں خواہد

۲۲۴

سرو در باغ اگر ہمچو تو موزوں خیزد / لے بسا نالہ کہ از بلبل مفتوں خیزد
نیک بختے کہ تواند بہ تو دیدن ہر روز / شادماں خسپد و بر طالع میموں خیزد
ساکنان سر کوے تو نہ باشند بہ ہوش / کاں زمینے ست کہ از وے ہمہ مجنوں خیزد
نیک خواہاں بہ سر پند من بد خو را / ہر دم اندیشۂ سودائے دگرگوں خیزد
صبرم از روے نگارین تو فرماید خلق / وہ کہ ایں کار ز دست چو منے چوں خیزد
سوز عشقم چو ز دل خواست بہ گفتم بہ طبیب / گفت ایں علت از آنہاست کہ از خوں خیزد
اشک خسرو ہمہ خون است و عذر زیں دریا
کایں نہ موجے ست کہ از دجلۂ جیحوں خیزد

۲۲۵

زلف تو زاں گرہ سخت کہ بر جانم زد / دم باقی دو سہ پیمانہ کہ بہ توانم زد[1]
در دلم گشت ہماں لحظہ کز او جاں نہ برم / کز سر ناز یکے غمزۂ پنہانم زد
اے اجل آں قدرے صبر کن امروز کہ من / لذتے گیرم ازاں زخم کہ بر جانم زد
دیدمش از پس عمرے و ہمی مردم زار / تشنہ در بادیۂ ہجر کہ بارانم زد

---

[1] درین بعدہ بیت ذیل اضافہ است ؎

یار پیکاں زد و من در ہوس آں مردم / کہ زنم بوسہ بر آں دست کہ پیکانم زد

خلق گویند "بدین گونہ چرائی؟" چہ کنم؟ — رہزنے آمد و راہِ دل ویرانم زد
نہ من از خویش چنیں سوختہ خرمن شدہ ام — تو شدی شمع و دل آتش بہ جگر زانم زد
پادشہ چوبِ خلیفہ خورد و فخر کند — من درویش ز چوب تو کہ دربانم زد
بس نہ بودہ است پریشانی خسرو ز فلک
وہ کجا ہجر تو بر حالِ پریشانم زد

۲۲۶

من بہ یادِ خود و اغیار بہ خود می پیچد — مست در عشرت و ہشیار بہ خود می پیچد
موے پیچیدہ بود گردِ میانش دائم — عجبے نیست بلے مار بہ خود می پیچد
سر ز تابِ سخت از زلفِ تو پیچیدہ عجب — زاں کہ موا ز اثرِ نار بہ خود می پیچد
ہر سرے از قدِ مست تو در فتادہ ز سر درد — در تگاپوے چو دستار بہ خود می پیچد
من لبت می گزم و چشمِ تو در خشم، بلے — بوے حلواست کہ بیمار بہ خود می پیچد
فاش دینِ لبت از زلفِ چلیپاے تو شد — زاں کہ از موے تو زنار بہ خود می پیچد
صفت موے تو خسرو چو بہ طومار نوشت
سبب آن ست کہ طومار بہ خود می پیچد

۲۲۷

نہ شد آتش دل کہ دمے پہلوے ما بنشیند — گل ہم آخر قدرے پیش گیا بنشیند
جانِ من باد کن آں را کہ بہ بوے چو توئی — ہمہ شب بر گذرِ بادِ صبا بنشیند
کشتی از غمزہ، چہ امیدِ سلامت باشد؟ — اندر آں سینہ کہ آں تیرِ بلا بنشیند
از تو صد درد نہاں دارم و بیرون ندہم — تا نہاں دردِ تو بر جاے دوا بنشیند
آب شد خونِ دلم شانہ کن آں زلفِ آخر — مگر آں موے پریشانِ تو جا بنشیند
تا بود بادِ جوانی بہ سرِ گل ردیا ل — آتشِ سینۂ عاشق ز کجا بنشیند؟
خاک شد در رہِ تو دیدۂ آں بخت نبود — کہ ز رہ گردِ تو بر سینۂ ما بنشیند

سلہ و سلہ درین غزل محذوف است۔

جور می کن کہ سر از کوے وفا نتواں یافت
گرچہ بر خسروِ صد پارہ جفا بنشیند

۴۲۸ [1]

اگر آں شاہ دمے پیشِ گدا بنشیند — فتنۂ غارت و خوں ریز و جفا بنشیند
گر بیاید، بہ دعا عاشقِ دل خستہ مثال — سالہا بر درِ خلوت بہ دعا بنشیند
چوں قدم رنجہ کند دوست بہ پرسیدنِ من — خانہ تاریک و دلم تنگ، کجا بنشیند؟
خانۂ دیدہ بہ رفتیم ز نقش ہمہ پاک — تا خیالِ رخِ آں ترک خطا بنشیند
جعد زلفینِ سمن سائے تو در دورِ قمر — خضر وقت است کہ بر آبِ بقا بنشیند

سرو بستاں کہ بہ قامت علم افراختہ است
چوں بہ بیند قدت از باد ہوا بنشیند

۴۲۹

بہ سرِ من اگر آں طرفہ پسر باز آید — عمرِ من ہر چہ بہ رفتہ ست ز سر باز آید
زو نہ بودم بہ نظر قانع و می کردم ناز — کارِ من کاش کنوں ہم بہ نظر باز آید
ماہِ من رفت کہ از حسن بہ شکلے دگر است — وہ کہ ماہے بہ دو شکلِ دگر باز آید
ہوش و دل رفت، بہ جاں آمدنش می خواہم — چہ کنم چیزے ز آں رفتہ مگر باز آید؟
بر دلے صورتِ آں چشم کہ در چشم منی — کہ نہ رفتہ ست نکویش ز سفر باز آید؟
دیدہ چنداں بہ کفِ پائے سفیدش مالم — کہ سیاہش کنم از مالش اگر باز آید
طرفہ تیرے ست کہ بر سینہ زند ہجرانش — کز جگر بگذرد و ہم بہ جگر باز آید
گاہِ گریہ رسد آبم بہ کمر باز رود — باز چوں گریہ کنم تا بہ کمر باز آید

خبرے ہم نہ فرستاد کہ گر باز رود
خسروِ بے خبر آخر بہ خبر باز آید

۴۳۰

نہ بہ بالائے خوشت سروِ خراماں دید — نہ بہ سیمائے رخت لالۂ نعماں روید

ل ہ تا سہ درین نسخہ غزل محذوف است۔

نه به ذوقِ لبِ لعلِ تو توان یافت شکر | نه به شکلِ دهنت پستهٔ خندان دید
با همه حسن و طراوت چو گلِ روے تو نیست | آن گلِ تازه که در روضهٔ رضوان دید
سروِ بالاے ترا خاصیتے هست ز لطف | که نهالِ خوشِ او در چمنِ جان روید
خضرِ خطِ تو به گردِ دهنت دانی چیست؟ | سبزهٔ کان به لبِ چشمهٔ حیوان دید
گر تو خود بگذری اے سروِ سمن بوے به باغ | زیرِ خاکِ قدمت لاله و ریحان دید
ز غمِ نرگسِ سیرابِ تو ام جسمِ ضعیف | چو گیاهے ست که در راهِ بیابان دید
قدم از کوے تو من باز نه گیرم هرگز | گر همه ره گذرم خنجر و پیکان روید

تا دو یاقوتِ لبت خسروِ بے چاره بدید
همه از دیدهٔ او لعلِ بدخشان روید

۴۳۱

شب مرا در جگرِ سوخته مهمانی بود | یوسفِ مصر درایں کلبهٔ زندانی بود
گوشهٔ[۵۱] بود و غمش آمد و تشویشم داد | شد پریشان لم و جاے پریشانی بود
پاسبان مست و ملک بے خرد و سگ در خواب | همه شب تا سحر ایں دولتم ارزانی بود
مقری[۵۲] صبح سعب می زد و من می کردم | سجده بُت را که نه هنگامِ مسلمانی بود
شاد گشتم ز وے افسوس غمش خوردم از آنک | شادیم عاریتی و غمِ من جانی بود
راهِ عشق ست بسے داغ به پیشانیِ من | چه کنم کز ازل ایں نقش به پیشانی بود

تشنه بر چشمه گذر کرد و نه شد لب تر از آنک
بختِ خسرو که ازیں کرده پشیمانی بود

۵۱ درن بیت محذوف است و دو بیت ذیل زائد ـ

عشق می خواند ز خطش صفتِ صنعِ خداے | عقل گم گشت که در غایتِ نادانی بود
جاں بہاے نظرِ چشمِ تو ام فرمان داد | عذر بپذیر که ایں قیمتِ فرمانی بود

۵۲ درن بیت محذوف است ـ

۷۴۲

وقتے آں کافرِ بے رحم از آنِ من بود [1] دلِ آواره شده نیز از آنِ تن بود
شمع شب گریه همی کرد همه شب تا ناک شعله‌هاے دلِ پُرسوزِ منش روشن بود
گفتمش "دوش رسیدی و مرا دل دادی" گفت "من با نه‌ام از تو که خیالِ من بود"
بیں که چوں موے شد از ساعدِ سیمینِ نگار آهنیں بازوے فرهاد که خارا کن بود
می کنم شکرِ لبت گرچه لبے نقدِ بلا بر من از غمزهٔ آں دولتِ مردافگن بود
عاشقے را که بکشتند به عشق و شهوت خونِ او خونِ شهیداں نه که حیضِ زن بود
دی که رسوا شده‌ای دیدی و گفتی "کایں کیست؟"
"دامن آلوده به خوں خسروِ تردامن بود"

۷۴۳

دوش در خواب مرا با بتِ خود کارے بود بت پرستیِ مرا خدمتِ بت بارے بود
کفرِ زلفش به رگ و پوست چنانم در رفت که از او هر رگِ من رشتهٔ زنارے بود
گفتمش "بود غم مات گہے" آں بدمهر از برِ دلِ ما نیز به گفت "آرے بود"
دل گم گشته همی جستم در هر سویش خنده می کرد به شوخی که دلت یارے بود
زلفِ بنمودمش آلوده به خوں، گفت "آرے یاد می آیدم ایں جا که گرفتارے بود"
سرگذشتِ دلِ خود گفتم در پیشِ خیال محرمِ رازِ شبِ تیره و دیوارے بود
می تراوید ز چشمِ ترم اندک اندک هر کجا در جگرِ سوخته آزارے بود [2]
هر که خسرو را دید از تو جدا، گفت به درد
"وقتے ایں بلبلِ شوریده به گلزارے بود"

۷۴۴

باز عشقِ تو مرا مژدهٔ رسوائی داد فتنه را عهدهٔ کارِ منِ شیدائی داد
غمِ تو در دلِ شبها به دلِ خویش خورم کایں خورش بهشتے ذوق به تنهائی داد

---

[1] درن غزل محذوف است [2] درن بیت ذیل اضافه است ع

شمع بگریست زمانے و ز هر سوز به مُرد سوزم از گریه همی مُرد که بیارے بود

چه[۵] خورد وصل مرا، بین که چو من چند مگس — جان شیرین به دکانِ چو تو حلوائی داد

ای که گوئیم "شکیبا شو و در گوشه نشین" — دل بباید که توان دادِ شکیبائی داد

سنگ هر طفل به دیم گل شادی ست که عشق — هدفم برزد و بس جلوهٔ رسوائی داد

بوی خون زد ز صبا کامد از آن وقتش خوش — که نشانِ دلِ آوارهٔ هرجائی داد

شد به دیوانگیِ زلف بتان، هرچه خدای
خسروِ دل شده را بهره ز دانائی داد

۳۳۵ — غ

دوش آتش زدی و گریه مرا یاری داد — نالهٔ من همه کو را شغب و زاری داد

چشم دارم که به خوابِ اجلم خسپاند — خاکِ کویت که مرا سرمهٔ بیداری داد

مست بگذشتی و شد بیخودیم رهزن عشق — تا که همراه شد و، بخت کرا یاری داد

همه شب خلق در آسایش و من در فریاد — روز بد بین که دلم را چه گرفتاری داد

یارب از خونِ منش هیچ نه گیری دامن — گرچه در کشتنِ من دادِ جفاکاری داد

عقل گو بر سرِ من کارِ رعنائی کردی — کارم افتاد چو بر جان خطِ بیزاری داد

همه در بارِ تو بستند دلِ خسرو بین
داد عقل و دل و دین نیز بسرباری داد

۳۳۶ — ت

چشمِ مستِ تو که دی بر منِ بیتاب افتاد — تو نیفگندی از آلودگیِ خواب افتاد

غمزهٔ تیز به پیرامنِ چشمش گوئی — تیغِ خون ست که در پنجهٔ قصّاب افتاد

مشتبه می شودم قبله ز رویت چه کنم؟ — که ز ابروی تو چشم به دو محراب افتاد

دل به دریای جمالِ تو به بازی می گشت — عاقبت سوی زنخ رفت و به گرداب افتاد

زلفِ تو می نگذارد که ببینم رویت — یارب این شب ز کجا بر سرِ مهتاب افتاد

آبِ خسرو همه بر روی زمین ریخته شد — از چو تو یار که گردنده به دولاب افتاد

---

۵ بیت محذوف در ن.

۳۳۷ غ

آں عزیزاں کہ ہمہ شب بہ دلِ من گردند / فرخ آں روز کہ بر دیدۂ روشن گردند
من چو مرغانِ قفس خوے بہ زنداں کردم / وقتِ شاں خوش کہ بہ گردِ گل و گلشن گردند
آں کساں کز پے آں روے بدم می گویند / پردہ برگیر کہ دیوانہ تر از من گردند
جلوہ کن روے چو خورشید کہ تا اہلِ نظر / بے سر و پا ہمہ چوں ذرۂ روزن گردند
منم و دوستیت، ہم بہ حقِ دوستیت / ہمہ خلقم اگر از بہرِ تو دشمن گردند
آں کہ کارند ہمہ تخمِ ملامت یارب / زہِ من جملہ چو من سوختہ خرمن گردند
زخمِ پیکانِ جگر دوز چہ دانند آناں؟ / کہ نہ از خار کسے سوختہ دامن گردند[۱]

آمدی باز تو در دل پس ازیں خسرو را
عقل و جاں پیش کجا گردِ سرِ تن گردند

۳۳۸ و

جاں فداے پسرانے کہ نکو رو باشند / راحتِ جاں ست جفاشاں چو جفاجو باشند
خود ز خوبانِ پری چہرہ ہمیں کار آید / کہ ستمگارہ و مردم کش و بدخو باشند
غنچہ[۲] شاں بہرِ جداے ہمہ دل پشت شوند / گل صفت مہر صفا را ہمہ تن رو باشند
چہ کند آہوے مسکیں کہ سگ جاں نہ دہد / شہسواراں کہ بہ دنبالۂ آہو باشند
بر درت[۳] گرچہ بنا کردۂ عشاق بسے ست / غرقِ خون اند کسانے کہ دراں کو باشند
عاشقاں در روشِ عشق مسلمان نہ شوند / کہ نہ در سوختنِ خویش چو ہندو باشند
در ہمہ مستیِ من باش تو در فرمانے / دل و جاں نیز بہ یک گوشۂ یک سو باشند

صفتِ نرگسِ جادوے تو کردن نارند
شاعراں گرچہ چو خسرو ہمہ جادو باشند

---

۱ درین بیت ذیل زائد است ــ

زاہداں در ہوسِ زلف چو زنار تو اند / چہ ہمت دارد، بگذار، برہمن گردند

۲ و ۳ و ۴ درین ابیات محذوف اند۔

۳۹۹

یارِ زیباے مرا باز بہ من بنمائید   تُرکِ رعناے مرا باز بہ من بنمائید

لالہ می رویدم از خونِ جگر بر رخسار   سروِ بالاے مرا باز بہ من بنمائید

نیست آراستہ بے آں مہِ زیبا مجلس   مجلس آراے مرا باز بہ من بنمائید

عشرتم یاد همی آید از افزایشِ غم   عشرت افزاے مرا باز بہ من بنمائید

تا از آں زلف شدم دور برفتم از جاے   آخر آں جاے مرا باز بہ من بنمائید

پیشتر زاں کہ بہ یغما برود خانۂ عمر   شیر یغماے مرا باز بہ من بنمائید

از فراقم همہ ناسازی و نابینائی ست

یار زیباے مرا باز بہ من بنمائید

۴۰۰

باز با خویش گہے ہم سخنش خواہم دید   یا نگاہے بہ سوے خویشتنش خواہم دید

زانِ من بود گہے، وہ کہ بداں گونہ کہ بود   ہم بدیں چشم، دگر بار منش خواہم دید

گوشۂ چشمش دیدم دلم آں ماندہ ست   جاں ہم آں جاست بہ کنج دہنش خواہم دید

بنشیناں زیں صبر ندارم، بہ رہش بنشستم   وقتِ آخر کہ ہم آمد شدنش خواہم دید

او اگر آید دگر نہ چو مرا نیست قرار   من ہمیں شستہ بہ رہ آمدنش خواہم دید

یا رب ایں خسرو از ایں جور گہے خواہد رست

چند رسوا شدہ مردودزنش خواہم دید

۴۰۱

یار باز آمد و بوے گل و ریحاں آورد   خندۂ باغ مرا گریۂ ہجراں آورد

باز گلہاے نو از دردِ کہن یادم داد   غنچہ ہا بر جگرم زخم چو پیکاں آورد

سلہ درن غزل محذوف است۔ سلہ و سلہ ہر دو بیت ازن محذوف و سہ بیت ذیل زائد است ۔

مردمانم دیش بہ بینند مرا طاقت نے   من ہماں زلف شکن بر شکنش خواہم دید

آشکارا مردم آں دم کہ نہ خواہد کشتن   من نہانی بہ رخ چوں سمنش خواہم دید

گر کشد بار عطا زیں جور کشیدن بر ہم   سوختم چند چنیں خشم کنش خواہم دید

فصل نوروز که آورد طرب بر همه خلق ‌‌ چشمِ بد بر روز مرا موسمِ باران آورد

هر سحر باد که بر سینهٔ من می گذرد ‌‌ در چمن بوے کباب از پے مستان آورد

بوے آں گم شدهٔ خویش نمی یابم هیچ ‌‌ زاں چه سودم که صبا بوے گلستاں آورد

به چه کار آید بے سروِ خودم گرچه بهار ‌‌ سوے هر باغ بسے سروِ خراماں آورد

نتواں زیست به جانِ دگراں گرچه صبا ‌‌ جاے خاشاک ز کوے تو همه جاں آورد

یاد یارب چو رقیبِ تو پریشاں همه وقت ‌‌ که ترا بر سرِ دلهاے پریشاں آورد

باچناں روے زنی ار بر دلِ خسرو صد تیر
به تواں خوردن و بر روے تو نتواں آورد

غ

سلہ خمِ زلفِ تو که زنجیرِ جنوں می خوانند ‌‌ اے خوش آں طائفه کایں سلسله می جنبانند

عجب آید همه را مردنم از هجر مرا ‌‌ عجب از خلق که بزیند چو تنها مانند

زاهد امروز سرِ توبه شکستن دارد ‌‌ مے فروشاں اگر ایں دلقِ کهن بستانند

بنده ام خواه قبولم کن و خواهی داد آنک ‌‌ عزّت و خواری در کوے وفا یکسانند

زندگاں ایں همه خواهند که در تو نگرند ‌‌ مردگاں نیز به جانِ تو اگر بتوانند

باد حسنت همه خوبانِ جهاں را بشکست ‌‌ بعد ازیں سرو نه خیزد که اگر بنشانند

می برد حسرتِ پابوسِ تو خسرو در خاک
چوں شود خاک بگو تا به رهت افشانند

سلہ دراں بیت محذوف و به جایش چهار بیت ذیل زائد است

اے صبا نرم ترک رو که غبار زلفش ‌‌ که دراں مشتے ز زندانیِ بے ساماںند

جانِ عاشق چو برون رفت نه خوانندش باز ‌‌ زاں که در دل دگرے هست که جانش خوانند

گردِ خوبانِ جهاں عاشقِ بے تاب مگرد ‌‌ که جواں مرد نو خاسته و نادانند

ایں همه شوخی سعد که گوئی دلِ من زدیدی ‌‌ ایں ز تو آید و آناں که ترا می دانند

۱۴۴۳

منم امروز حدیث تو و دُ مهانے چند ‌ ‌ پاره از دیده و دلها همه بریانے چند
هر زماں کآتشِ سودائے تو افروزد عشق ‌ ‌ جائے خاشاک بر آتش فگند جانے چند
دی سوئے سوختگانِ دیدی و گفتی که مگر اندرو ‌ ‌ کافرِ اکثیر به بُت خانه مسلمانے چند
تا تو از خانه بروں آئی هر دم چاک است ‌ ‌ بر سرِ کوئے تو دامانِ گریبانے چند
می ندانم که چه مرغم به یکے گلشن اسیر ‌ ‌ که رود آخر هر مرغ به بستانے چند
ما پریشاں دل و دامی گذرد دستِ اورا ‌ ‌ چه غمِ ار جمع نه گردند پریشانے چند
خسروا بر دل آتش کده بسیار گریست
کایں جهنم نه شود کشته به بارانے چند

ب

۱۴۴۴

باز بوئے گُل مرا دیوانه کرد ‌ ‌ باز عقلم را صبا بیگانه کرد
باز مرا از سر تازه شد مستیِ عشق ‌ ‌ بس که بلبل نالهٔ مستانه کرد
گل چو شمعِ خوب روئی بر فروخت ‌ ‌ بلبلِ بے چاره را پروانه کرد
نے بر آبِ زلفِ تست ار چه به باغ ‌ ‌ زلف را با آبِ سنبل شانه کرد
لاله را بهرِ تقاضائے شراب ‌ ‌ جرعهٔ اے مے در تهِ پیمانه کرد
خرمنِ بسیار هشیاراں به سوخت ‌ ‌ بس که عشقت آتشِ دیوانه کرد
جاں بر داز خانهٔ تن عاقبت ‌ ‌ ایں چنیں عشقت که در دل خانه کرد
قصهٔ شیریں عجب افسانه ایست ‌ ‌ کوه کن خواب اندریں افسانه کرد
خورد خسرو نیست جز غم چاره چیست؟
چوں خدا ایں مرغ را ایں دانه کرد

ب

۱۴۴۵

باز یادِ آں صنم دیوانه کرد ‌ ‌ کاں پسر با من به خواب افسانه کرد
شد خراب ایں دیده و سلطانِ حسن ‌ ‌ از کجا منزل در ایں ویرانه کرد

سله در ن غزل محذوف است۔ سـ۲ه در (ن) بیت محذوف است۔

کم مبادش موے از چہ زلف را | بہر آزارِ دلِ من شانہ کرد
شمع مہماں داشت چوں پروانہ را | مرغِ بریاں نفس ہم از پروانہ کرد
جانِ من آں آشنا گوئی توئی | کو مرا از جانِ خود بیگانہ کرد
من نہ می دانم کہ چوں باشد پری | شکل تو بارے مرا دیوانہ کرد

از دلِ خسرو چہ پرسی حال کہ
قبلہ را درکار ایں بت خانہ کرد

۴۶ له

باز زہرہ مطربی آغاز کرد | پیشِ رنداں بربطِ خود ساز کرد
ماہ روزہ رفت و رُخ بنمود عید | میرِ مے خانہ سرِ خم باز کرد
مریمِ خم زادِ عیسیٰ سیرتے | مرغِ جانم جانبش پرواز کرد
گل نمود از پردۂ عشاق روے | بلبلِ شیدا نوا آغاز کرد
مجلسے آراست پیرِ مے کدہ | نائباں را سوے خود پرواز کرد
دُرد نوشے توبۂ خود را شکست | راہبِ دیرش بسے اعزاز کرد

بر حریفاں داد ساقی بادہ ہا
دورِ خسرو چوں رسیدہ ناز کرد

۴۷ له

روے خوبت کآفتِ جانی نمود | دیدۂ صد گونہ حیرانی نمود
غنچہ را کو چاک دہن پیشِ لبت | چوں کہ رو بکشاد زندانی نمود
چشمِ او بنمود زلفت را بہ من | مست بد ناگہ پریشانی نمود
کافراں را بر دلِ من دل بسوخت | بس کہ چشمت نامسلمانی نمود
لعلِ تو کانگشتری خط را سپرد | دیو را ملکِ سلیمانی نمود
آئینہ بودی و زنگارت گرفت | روے کس را پیش نتوانی نمود

له و له درین غزل محذوف است۔

خواستم دی از لبت بوسے، لبت　　خنده لے بر نمود و پنہانی نمود
دید خسرو کایں سخن نزدیک نیست
روز بنشست و ثنا خوانی نمود

۴۸
صبح چوں از روے مشرق رو نمود　　صحنِ مینا روضۂ مینو نمود
گیسوے شب شد پدید و آفتاب　　نورِ شیبش از تہِ گیسو نمود
ہندوے شب مرد و خورشید آتشے　　از براے سوز آں ہندو نمود
سوے ساقی مدتِ تاریکِ ہجر　　بس اشارت کز خمِ ابرو نمود
چشمۂ خورشید را در تہ نشاند　　عکس ساقی کز رخِ ماہو نمود
ماہ شب رو را چو گردوں سلخ کرد　　استخوانش در تہِ پہلو نمود
بندہ خسرو دل بہ ساقی عرضہ کرد
دردِ دل را پیشِ جاں دارو نمود

۴۹
ابروئے مانندِ ماہش بنگرید　　جعدِ مشکینِ دوتاہش بنگرید
ہر چہ جاں جو سے کہ چشمش می کند　　روے زیبا عذر خواہش بنگرید
بس کہ اندر روے او مست ست چشم　　خفتنِ تا چاشت گاہش بنگرید
بہر چشم بد، دعاے عاشقاں　　گردِ تعویذِ کلاہش بنگرید
دوش دل در کوے او گم کردہ ام　　دوستاں بر خاک راہش بنگرید
کور باد ا چشمِ تاں گر صبح گاہ　　بے من آں روے چو ماہش بنگرید
دعوئ خوں می کند از تو دلم
دیدۂ خسرو گواہش بنگرید

۵۰
خیمۂ نوروز بر صحرا زدند　　چار طاقِ لعل بر خارا زدند

سلہ تا سلہ درین غزل محذوف است۔

لاله را بنگر که گوئی عرشیاں | کرسی او یاقوت بر مینا زدند
کاردارانِ بهار از روزِ گل | زالِ زر بر روضهٔ خضرا زدند
از حرم طارم نشینانِ چمن | خرگهِ گل ریز بر صحرا زدند
گوشه های باغ ز آبِ چشمِ ابر | خنده ها بر چشمهاے ما زدند
در هواے مجلسِ جمشیدِ عهد | غلغل اندر طارمِ اعلا زدند
باد نوردانش همایوں، کایں ندا | قدسیاں در عالمِ بالا زدند
مطربانِ طبعِ خسرو گاهِ نطق
طعنه ها بر بلبلِ گویا زدند

۵۱
عافیت[1] را بر زمیں گردے نه ماند | مردمی را در جهاں مردے نه ماند
خاک بر فرقِ جهاں زاں کز وفا | در همه روے زمیں گردے نه ماند
زاں نمی خیزد چمن کز بهرِ او | مر صبا را هم دمِ سردے نه ماند
کیمیا شد زر چناں کز رنگِ او | بوستاں را هم گلِ زردے نه ماند
غصه را بر خود فرو بر خسروا
چوں همه درد است [illegible]دے نه ماند
غ

۵۲
بزمِ ما را یک دو خواب آلوده اند | مست و خوش، گوئی شراب آلوده اند
سایه پرورد اند و ز خطِ سیاه | سایه را بر آفتاب آلوده اند
جامه بر اندامِ شاں گوئی ز لطف | برگِ گل را از گلاب آلوده اند
مے میانِ شیشهٔ صافی نگر | آتشے گوئی به آب آلوده اند
مے نه بیند سوے ما ساقی از آنک | چشمهایش مست و خواب آلوده اند
یارب آں سرخی لبش را از مے ست | یا خودش از خونِ ناب آلوده اند

---

[1] دریں غزل محذوف است.

بس[۱] بہ اشک آلودہ شخصم گوئیا | سیخے از آب کباب آلودہ اند

ہست خسرو را سوائے زاں دہن

کز پئے اش راہِ جواب آلودہ اند

[۳۵]

ہر کرا یارے چو تو سرکش بوَد | کے ز بیمِ تیغ سر درکش بود

مجلسے کاں جا بود شمعے چو تو | مرغِ جاں پروانۂ آتش بود

چند گہ بگذار تا می بینمت | رنگِ جانم دامِ تو مہ وش بود

روز و شب می میرم اندر یادِ تو | مرگ ہم بر یادِ رویت خوش بود

گر[۲] بہ یک بوسہ لبت بتواں گزید | آں یکے بوسہ بجائے شش بود

خسروا اگر عاشقی، از غم منال

عشق با زاں را دلِ غمگیں بود

[۳۶،][۳]

ہر کرا با تو سرِ کارے بوَد | جاں نہ باشد در رہش بارے بوَد

دل کہ در روئے زندگیِ عشق نیست | دل نہ شاید گفت، مردارے بود

خفتگاں از زندگی آگہ نیند | زندہ بودں کارِ بیدارے بود

عاشقی نہ بود تقاضائے وصال | بہرِ نفسِ خویش پیکارے بود

از شرابِ ما اگر یابد خبر | محتسب شاگردِ خمّارے بود

پیشِ خویشم کش کہ بارے از رخت | کشتہ اے را روزِ بازارے بود

بر بساطِ نازِ شب غافل مخسپ | کو کہ پیش درگرفتارے بود

گومیت "خواہی چو خسرو بندہ اے"

قسمتم از تو ہمیں آرے بود

[۳۷،]

آں چہ بتواں، در غمت جاں می کشد | تا بداں غایت کہ بتواں می کشد

---

[۱] و [۲] درن بیت محذوف است [۳] درن غزل محذوف است۔

می کند خط بر مسلمانی لبت | وان که از خونِ مسلمان می کشد
دیده تا خطِ ترا بالای لب | دیده، خط بر آبِ حیوان می کشد
حسنِ روز افزونت از اوجِ کمال | روی مه را داغ نقصان می کشد
زلف تا دید آن بت، گوئی که دیو | خاتم از دستِ سلیمان می کشد
آن صد دل یک یک، چند از زلفت کشید | از لبِ لعلت دو چندان می کشد
گر ز شوخی تیر بر دل می زنی
خسروِ بیچاره از جان می کشد

۵۵۶
ترکِ من چون تیرِ مژگان بر کشد | ماهِ گردون را سپر در سر کشد
در دلم تیرش ترازوی شود | وز درونِ سینه جان می بر کشد
چون رسن بازی کند زلفین او | گردنِ خورشید در چنبر کشد
دل کنم بر آتشِ رویش کباب | چون لبِ میگونِ او ساغر کشد
چشمش از مژگان چون نوکِ قلم | بر فسونِ جادوان خط در کشد
راست گوئی مردمِ چشمِ من ست | چون قبای آبگون در بر کشد
[۵] خطِ طوطی رنگِ او یارب کجاست؟ | تا به منقار از لبش شکر کشد
مست کرده نرگسِ فتانِ او | وز مژه بر جانِ من خنجر کشد
خسروا زابروی خود سازد کمان
پس به پیشِ خسروِ حنا در کشد

۵۵۷
ای که بر من جورِ تو بسیار شد | زاریم بشنو که کارم زار شد
من که اندر سر جنونی داشتم | خاصه سودای تو باآن یار شد
تا بت بر نقطهٔ جان خط کشید | نقطهٔ جانِ من از پرکار شد

[۱] تا [۵] درین بیت محذوف است [۶] درین غزل محذوف است.

تا تو دست از پا نہادی حسن را — نیکواں را دست و پا بیکار شد
دوش پنہاں می کشیدم زلفِ تو — چشمِ مستت ناگہاں بیدار شد
از عزیزی مردمِ چشمِ منی — گرچہ در چشمِ تو مردم خوار شد
از لبت چوں بادہ نوشانِ خیال
چشمِ خسرو خانۂ خمّار شد

۵۸ء

آخر ایں[1] دردم بہ درماں کے رسد؟ — نوبتِ دیدارِ جاناں کے رسد؟
ایں دلِ سرگشتۂ سودا زدہ — از وصالِ او بہ ساماں کے رسد؟
آدمِ آشفتہ دل در انتظار — ماندہ تا پیغامِ رضواں کے رسد؟
دیدۂ یعقوب بر راہِ امید — تا دگر یوسف بہ کنعاں کے رسد؟
دل چو بلبل زار و نالاں در فراق
تا گلِ رویت بہ بستاں کے رسد؟

۵۹ء

لعلِ شیرینے[2] چو خنداں می شود — در جہاں شیرینی ارزاں می شود
قدِّ او ہرگہ کہ جولاں می کند — گوئیا سروِ خراماں می شود
پرتوِ رویش چو می تابد ز دور — آفتاب از شرم پنہاں می شود
قصۂ زلفش نہ می گویم بہ کس — زاں کہ خاطر ہا پریشاں می شود
من نہ تنہا می شوم حیرانِ او — ہر کہ او را دید حیراں می شود
مہ چو می گوید چہ بنوازم ترا — تا نگہ کر دل پشیماں می شود
ہر کہ را شاہی عالم آرزوست — بندۂ درگاہِ سلطاں می شود
خسروے کز کلکِ گوہر بار او
کارِ بے ساماں بہ ساماں می شود

---

[1] و [2] درین غزل محذوف است۔

۱۶۰

شکلِ موزونت[1] که در دل جا کند — هر که بیند در جهان صحرا کند
با قدت بر جا نماند پای سرو — با غبارش گرچه پا بر جا کند
نسخه‌ای از رخ تو نتوان ستد — گر علم سر زیر پا بالا کند
عاشقِ زلفینِ مشک آلودِ تست — باد کز گل عنبر سارا کند
راز می ترسم که در صحرا نهد — اشکِ من چون روی در صحرا کند
آبِ چشمم را ستادن فارغ است — باد اگر زنجیرش اندر پا کند
چند در خود دیدن، آخر فرصتی — چشم را تا یک نظر در ما کند
جرعه کز جامِ لبت بیرون فتد — عاشقان را بیخود و شیدا کند
چون که از مستی به غلطد چشمِ تو — تکیه بر لطفِ ششیرِ والا کند

ز آفتابِ تیغِ او دشمن به رزم
گونه گونه رنگ چون حنا کند

۱۶۱

گر کسی در عشق آهی می کند — تو نپنداری گناهی می کند
بی دلی گرمی کند جای نظر — صنعِ یزدان را نگاهی می کند
با دمِ صاحب دلان خواری مکن — کان نفس کارِ سپاهی می کند
آن که سنگی می نهد در راهِ من — از برای خویش چاهی می کند
گریه ناله خسته‌ای معذور دار — زحمتی دارد که آهی می کند
عشق را آن کو سپر سازد ز عقل — دفعِ کوهی را به کاهی می کند
گر کند رندی نظربازی رواست — محتسب هم گاه گاهی می کند
یک دم از خاطر فراموشم نشد — آن که یادِ من به ماهی می کند
چند نالیدیم خود هر گز نگفت — کاین تضرع دادخواهی می کند

---

[1] و ۵۲ درین غزل محذوف است ۔

گرچہ خسرو را از یں غم بہاست
ہم اُمید کس را پناہے می کند

۶۶۲ ب
بر رُخت چوں زلفِ پُر خم بگذرد — آہِ من زیں سقفِ طارم بگذرد
تا کند خیلِ خیالت را طلب — بر رُخ من گریہ دم دم بگذرد
وصلت آخر یک شبم روزے شود — روزے آخر ایں تپ غم بگذرد
بر دلم دی تیر زد چشمت، گذشت — ور زند امروز آں ہم بگذرد
بگذرانی مرہمے بر دردِ من — دردِ من ترسم ز مرہم بگذرد

بندہ خسرو از حریم وصلِ تو
وائے گر نا گشتہ محرم بگذرد

۶۶۳
ہر کہ دل بر دل رُبائے می نہد — خویشتن را در بلائے می نہد
می خورد صد غوطہ در دریائے غم — چشم اگر بر آشنائے می نہد
دل برا چابک سوارِ توسنت — دل بری را دست و پائے می نہد
تا سرِ زلفِ تو جائے فتنہ شد — فتنہ ہم خود را بہ جائے می نہد
غمزۂ شوخت جراحت می کند — ہر کہ را لعلت دوائے می نہد
عاشقاں را می کشی لعلِ تو — ہم بر ایشاں خوں بہائے می نہد

کیست خسرو تا جفائے خسرواں
چوں تو شاہے بر گدائے می نہد

۶۶۴ [1]
مردمی نرگسِ او می داند — جادوئی غمزۂ او می خواند
زلفِ او پہلوئے خالِ لبِ او — گوئی از شہد مگس می راند
کارِ عاشق کہ چو ما باریک است — ہمہ زاں زلف ہمی پیچاند

[1] و [2] درین غزل محذوف است۔

شیوهٔ غمزهٔ تو بدخوئیست   همه آفاق نکو می دانند
گر دلم بستد دگر باز دهد   صد دیگر ز کسان بستانند
خسروا از بهر دو بوسه پیشت
نیست زر لیک سرے افشانند

۶۵
گل ز روے تو فرو می ریزد   مشک در زلف تو می آویزد
از پے دیدن روے چو گلت   باد صد نقش همی انگیزد
هر که آن خط مسلسل بیند   خاک بر خط دبیران ریزد
چون سحر بوے تو آید به چمن   باد صبح از سر گل برخیزد
دست شستم ز دل خون گشته   زان که با زلف تو می آمیزد
چشم بیمار تو از خون دلم   می خورد باده نمی پرهیزد
سر نهاده ست چو خسرو به غمت
سر نهد گر ز غمت بگریزد

۶۶   ب
دلم از بخت گهے شاد نبود   جانم از بند غمم آزاد نبود
یک دم از عمر گرانی نگذشت   کان همه ضائع و برباد نبود
گر ببینی دل ویران مرا   گوئیا هیچ گه آباد نبود
کافرے رخت دلم غارت کرد   شهر اسلام و سر داد نبود
شب همی دانم و کو آمد و بس   بیش از خویشتنم یاد نبود
خانه گلشن شده بے منت باغ   سرو بود ار گل و شمشاد نبود
هر چه می خواست همی کرد طبیب   ناتوان را سر فریاد نبود
ناگه آهوے من از دام بجست   زان که اندازهٔ صیاد نبود

مقطع درین غزل محذوف است۔

خسرو از تلخیِ شیریں دہناں
آں چناں است کہ فرہاد نہ بود

۶۷ غ

گر سخن زاں لب چوں نوش شود / پستہ را خندہ فراموش شود
در حدیثِ دُرِ دندانت کنم / صدف آں جا ہمہ تن گوش شود
ز آسماں روے تو گر مہ بیند / بر زمیں افتد و بے ہوش شود
گل[ع] کہ از روے تو ریزد بہ سخن / گر بہ خسپد یک آغوش شود
بادہ بر یادِ لبِ شیرینت / ہمہ گر زہر بود نوش شود
دل کہ پوشیدہ بہ زلفت پیوست / ترسم از غم کہ سیہ پوش شود
دوش با ما بسرے خوش بود ہست / خوش بود امشب اگر دوش شود

گر کنی میل بہ سوے خسرو
شاہ کے ہمدمِ جا دوش شود

۶۸

زاہد[ع] ما دوش باز در رہِ بُت پا نہاد / دینِ قلندر گرفت خانہ بہ یغما نہاد
دل کہ بہ تسبیح داشت در خمِ زنار بست / سر کہ بہ محراب بود پیشِ چلیپا نہاد
پایۂ آں آفتاب ہست بہ غایت بلند / کس نہ رسیدش جز آنکہ بر دو جہاں پا نہاد
محوِ خرد کرد عشق در طلبِ جاں نشست / دست چو اغم بہ کشت دست بہ یغما نہاد
ذوقِ مے لعل گوں پیرِ خرد در نیافت / لذتِ طفلانش نام پستہ و خرما نہاد
راند بہ دلہا سمند، نعل در آتش فگند / تافتہ چوں برکشید بر جگرِ ما نہاد
کرد تقاضاے جاں، دید کباب جگر / پیشِ سگانِ درش مزدِ کفِ پا نہاد
سیلِ غمش در رسید آب ز سر در گذشت / صبر و خرد حملہ کرد رخت بہ صحرا نہاد
سر ز درش بردہ بود خسروِ مسکین عشق / موے کشانش بہ بر دبا زہماں جا نہاد

سلہ درین بیت محذوف است۔ سلہ درین غزل محذوف است۔

۷۶۹

بار قبا چُست کرد رخش به میدان برید | این سر و هر سر که هست در خمِ چوگان برید
غمزه زنان ما رسید ساخته دار بجان | یوسف ما چون رسید مژده به کنعان برید
از رخش امروز اگر توشه شود نعمتے | بهر چه فردا به خلد منّت رضوان برید
دست به دامانِ او نیست به بازوے کس | بوالهوسانِ فضول سر به گریبان برید
مُرغ بیابانِ عشق خارِ مغیلان خورد | وعدهٔ وصل انگبین بر مگسِ خوان برید
مستِ خرابِ مرا حاجتِ نُقلے اگر | هست دلِ خام سوز سوے نمکدان برید

بر دو رخِ خود نوشت خسروِ دل خسته حال
وه که ز درمانده اے قصه به سلطان برید

۷۷۰

هیچ کس از[۱] باغ و بر بوے وفاے نه دید | در همه بستانِ خاک مهر گیاهے نه دید
رسمِ قلندر خوش است بے سر و پا زیستن | کار جهان را کسے چون سر و پاے نه دید
هم نفسان را خرد بیخت به غربالِ صدق | در دلِ پیرانِ شان گنجِ وفاے نه دید
تیرگیِ حالِ خویش پیش که روشن کنم ؟ | چون دلم از دوستان هیچ صفاے نه دید
بے غمی از کامِ دل هیچ نصیبم نه داد | شب پره از آفتاب هیچ ضیاے نه دید
از چه ادب نه کند چرخ مرا ؟ چون ز من | دَور گناهے نه گفت، دهر خطاے نه دید
خواست شکایت کند دل ز جفاهاے عشق | همتِ ما را در آن عقل رضاے نه دید

سینهٔ خسرو ز غم غنچه صفت خون گرفت
کز چمنِ روزگار برگِ نواے نه دید

۱ے درین و تذکرهٔ دولت شاه سمرقندی ص ۲۴۲ و ص ۲۴۳ دو بیت ذیل زائد است ؎

بر صفِ عشاق چون لاف عیارے زند | ماتمِ جان واجب است گر ز غمش جان برید
نیست وے چون منے در خورِ شاهین شاه | پارهٔ مُردار را به سگِ دربان برید

۲ے درین غزل محذوف است۔

د

۷۷۱
نیست بہ دستِ امیدِ بخت مرا آں کمند
کافتدش از پیچ رُو صیدِ مرادے بہ بند

دعویٔ عیاریش رفت بہ کویش فرود
زاں کہ سرم پست شد کنگرِ حسنت بلند

بے سر و پا می دویم تا بہ کجا سر نہیم؟
بارگہِ شاہ شد گردنِ ما در کمند

تنگ میا ز آہِ من چشم بداں ز تو دور
نیست رُخِ خوب را چارہ ز دُود سپند

در رہِ جولانت چوں دیدۂ ما خاک شد
دیدہ لبے در رہست دُور تر کِ راں سمند

ہستم از آں گفتِ تلخ در سکراتِ فنا
از دستِ آخر دمے چاشنئ دہ ز قند

اے کہ بہ بازارِ حسن قیمتِ خوباں کنی
پیشِ زلیخا مگوے یوسفِ آں جا بہ چند؟

سوختہ از پندِ خلق سوختہ تر می شود
کآتشِ عشق ست تیز باد وزانست پند

خسروا اگر عاشقی بیم ز کشتن مدار
پیشِ رُخِ نیکواں جاں نہ بود ارجمند

۷۷۲
باز گرفتار[۱] شد دل کہ دریں سینہ بود
تازہ شد اندر دل آں خستہ کہ دیرینہ بود

دی کہ ہمی دید روے آئینہ از صورتش
اصلِ درونِ دلم نسخۂ در آئینہ تر بود

دیدمے امروز باز تا بزیم ہمنشیں
زندۂ امروز خود زندۂ پارینہ بود

مفلسِ دین و صلاح می روم از دہر آنک
دزد بتاراج برد ہر چہ بہ گنجینہ بود

شب کہ بہ خندہ زدی بر جگرِ من نمک
قابلِ مرہم نہ ماند داغ کہ بر سینہ بود

دولتِ خسرو کہ عشق در پے جانش نشست
گوہر افزوں بلا نرخ بلورینہ بود

ت

۷۷۳
دل کہ بہ غم داد تن آرزوے جاں خرید
برگ گیاہے بہ داد سرو خراماں خرید

ہجدہ ہزاراں جہاں ہر کہ بہاے تو داد
واں کہ بہ ہفدہ درم یوسفِ کنعاں خرید

گرچہ سراسر بلاست بارِ تو نتواں کشید
ور چہ کہ جاں قیمت ناز تو نتواں خرید

---

[۱] در ن غزل محذوف است۔

قد تو از مارِ زلف دولتِ ضحاک یافت خطِ تو از پاے مور مُلکِ سلیماں خرید
تلخیٔ هجرانِ یار زهر هلاهل فشاند بنده به نزدیک خویش چشمهٔ حیواں خرید
دل به وفا نه کنوں، جاں ده و لب کن نثار کایں دلِ نادانِ من عشقِ فراواں خرید
محنتِ عشاق را طعنه نه باید زدن آں که شناساے کار دولت از ایشاں خرید
هر که متاعِ وجود ریخت به بازارِ عشق عمر به قیمت فروخت عشق به ارزاں خرید

داغ غلامیت کرد پایهٔ خسرو بلند
میر ولایت شود بنده که سلطاں خرید

سے ۴،،
غمزهٔ مردم کشے پردهٔ صبرم درید من نه رسیدم بدو، کام به جانم رسید
باد نه ام زیں بلا چند توانم گریخت؟ سنگ نه ام، ایں جفا چند توانم کشید؟
بے دلم اے مردماں توبه نه خواهم شکست عاشقم اے دوستاں پند نه خواهم شنید
سوختم ایں آهِ گرم چند نهانی کشم؟ گریه نه خواهم کشاد جامه نه خواهم درید
دل زمن آں دزد برد کو به خوشی خفته بود باد برادی گذشت موے سیه می برید
دی که کشادی خدنگ خویش پسر ابر شکار شب همه شب تا بروز در دلِ من می خلید
بهر خدا رخ بپوش، یا ز نظر دور شو کافتِ جاں بیش ازیں ما نتوانیم دید
پیشِ خیالِ تو دوش از گلهٔ دل مرا قصه به لب می گذشت اشک بروں می دوید

در سرِ خسرو چناں شست خیالت که گر
کار به تیغ او فتد زو نه تواند پرید

سے ۵،،
من نه شنیدم که خط بر آب نویسند آیتِ خوبے بر آفتاب نویسند
هجر کشیدیم تا به وصل رسیدیم نامهٔ رحمت پس از عذاب نویسند
صبر طلب می کنند از دلِ شیدا همچو براتے که بر خراب نویسند

سه ۵ درین غزل محذوف است۔

شرحِ رُخِ خوبِ زلفِ غالیہ گونت — بر ورقِ زر بہ مشکِ ناب نویسند
قصۂ خوں ریز ایں دو دیدۂ خسرو
کاش بر آں چشمِ نیم خواب نویسند

۶۷۷
صبح دماں بختِ من ز خواب در آمد — کز درم آں مہ چو آفتاب در آمد
گشت معطر دماغِ جاں ز نسیمش — مستیٔ تو درمنِ خراب در آمد
ساقیٔ تو گشت چشمِ مستِ من ارنے — پہلوے من شست در شراب در آمد
زاں کہ بسے شب نہ خفتہ ام ز غمِ تو — بے ہشیم در ربود و خواب در آمد
گشت پریشاں دلم چو بادِ سحرگاہ — در سرِ آں زلفِ نیم تاب در آمد
جُستم از او حالِ دل نہ گفت دے اما — زلفِ دے از بوے در جواب در آمد
خاک رہ خود فگن بہ دیدۂ خسرو
زاں کہ بنا رخنہ شد چو آب در آمد

۶۷۸
از درِ من دوش کاں نگار در آمد — شاخِ تمنّاے من بہ بار در آمد
برگِ حیاتم نہ ماندہ بود کہ ناگہ — باغِ خزاں دیدہ را بہار در آمد
کلبۂ تاریک یافت روشنی اے دل — کز درِ من آفتاب وار در آمد
دیدہ کہ بیمار بود در تہِ پایش — پیشِ کہ نہ پاے او بہ کار در آمد
بر سرِ عقلم کشید جرعۂ جامش — سیل بہ بنیادِ اختیار در آمد
مردنِ خسرو فسوس نیست در ایں رہ
کآرزوے سینہ در کنار در آمد

۶۷۹
روےِ نکوے بے وجودِ ناز نہ باشد — ناز چہ ارزد اگر نیاز نہ باشد
راہِ حجاز از امیدِ وصلِ تو اں داشت — بر قدمِ رہروان دراز نہ باشد

لہ درن غزل محذوف است۔ ۵ے در ان غزل محذوف است۔

مستِ مے عشق را نماز مفرماے	کاں کہ بہ میرد براد نماز نہ باشد
مطربِ دستاں سراے مجلسِ مارا	سوز بود گرچہ ہیچ ساز نہ باشد
بندہ چو محمود شد خوشش کہ سلطاں	در رہِ معنی بہ جز ایاز نہ باشد
حیف بود میلِ شہ بہ خون گدایاں	صیدِ ملخ کارِ شاہباز نہ باشد
پیش کسانے کہ صاحبانِ نیاز ند	ہیچ تنعُّم وراے ناز نہ باشد
خاطرِ مردم بہ لطف صید تواں کرد	دل نہ برد ہر کہ دل نواز نہ باشد

کس متصور نہ می شود کہ چو خسرو
ہندوے آں چشمِ ترکتاز نہ باشد

۷۷۹
دلِ[1] برِ من دوشش کہ مہمان رسید	در شبِ ہجرم مہِ تابان رسید
ذرہ نم از چشمۂ خورشید یافت	مور چہ را ملک سلیمان رسید
سایہ صفت پست شدم زیر پاش	چوں بہ من آں سروِ خرامان رسید
زیستنم باد مبارک کہ باز	در تنِ مردہ قدم جان رسید
آتشِ دل کشتہ شد و من شدم	زندہ چو آں چشمۂ حیوان رسید
جلوۂ طاؤس چرا ناورد؟	پر مگس کاں شکرستان رسید

گریۂ خسرو چو نگہ کرد، گفت

۷۸۰
"خانہ بروم باز کہ باران رسید"

ہر کہ[2] بہ دنبالہ کامے بود	پیشِ تو چوں بندہ غلامے بود
شاخ جو انیم ز سر بشکند	گر ز تو ام باز سلامے بود
ماہ کہ در نیم بہ ماند تمام	پیش رخت نیم تمامے بود
خونِ دلم خوردی و بہ گذاشتی	جرعۂ باقی کہ بجامے بود

---

[1] [2] درین غزل محذوف است۔

نیز خوشم کز لب چون آتشت — هر که نه شد سوخته خامے بود
جانش به صیاد نه باید سپرد — هر که چو من بستهٔ دامے بود
دوش به خسرو شکرے داده‌ای
۷۸۱ زاں لب جاں بخش که دامے بود

گل[۱] به تماشاے چمن می رود — باد به گل گشت سمن می رود
آئینه گشته ست ز عکس سمن — آب که در زیر سمن می رود
دوش شنیدم که به هر مجلسے — از دهن غنچه سخن می رود
وقت بهار آمد و ایام گل — آه که یار از بر من می رود
راحت روح ست رخش چون کنم؟ — روح دل در راحت تن می رود
عهد شکست ست و به هنگام صبر — آں صنم عهد شکن می رود
خسرو دل سوخته را در غمش
۷۸۲ عمر در اندوه و حزن می رود

عشق[۲] تو هر لحظه فزوں می شود — دل ز غمت قطرهٔ خوں می شود
در هوس سلسلهٔ زلف تو — عقل مبدّل به جنوں می شود
روے تو نادیده مه چارده — بنگرش از غصه که چوں می شود
گم شدگاں را به طریق نجات — هجر رخت راهنموں می شود
بس که گران ست سر از جام عشق — زیر سرم دست ستوں می شود
عالمے از مستی چشمت خراب — چشم تو خود مست کنوں می شود
عشق تو در زیم که سلطان عقل — در کف عشق تو زبوں می شود
شوق تو جوئیم که از بار آن — قامت افلاک نگوں می شود

---

[۱] [۲] دریں غزل محذوف است.

در دلِ خسروؔ نگر آں آتش ست
۷۸۳ کز دہنش دُود بروں می شود

د

گر جامِ غم فرستی، نوشم کہ غم نہ باشد — کاں جا کہ عشق باشد ایں مایہ کم نہ باشد
سودائے تست در جاں نقشت درونِ سینہ — حرفے بروں نیفتد تا سر قلم نہ باشد
من خود فتوح دانم مردن بہ تیغت اما — بر تیغ تو چہ گوئی یعنی ستم نہ باشد
خونم حلال بادش تا کس دیت نہ جوید — کاندر قصاصِ خوباں قاضی حکم نہ باشد
اے دوست تا نہ خندی بر پائے لغزِ عاشق — دانی کہ مستِ مسکیں ثابت قدم نہ باشد
نزدیکِ اہلِ بینش کو راست دیگر بے شک — عاشق کہ پیشِ چشمش نرگس صنم نہ باشد
گفتی کہ عشق نفتد تا خوب نبود آرے — نارد شرابِ مستی تا جامِ جم نہ باشد
اے بادِ صبح گاہی کآفاق می نوردی — گر دیدہ اے نشاں دہ جائے کہ غم نہ باشد

خسروؔ تو خود نشینی با عاشقانِ ولیکن
۷۸۴ در صید گاہِ شیراں سگ محترم نہ باشد

سروے چو قامتِ تو در بوستاں نہ باشد[۱] — زیرا کہ بوستاں را سرِ رواں نہ باشد
ہر جا کہ بہ گذری تو باشد زیانِ دلہا — در شہر کس نہ باشد کش زیں زیاں نہ باشد
چشمت بہ نیم غمزہ صد جاں فروشد آرے — رخت متاعِ مراں را نرخِ گراں نہ باشد
گستاخیست از من کاں پا بہ چشمِ من نہ — من خود ترا بہ گویم گر جائے آں نہ باشد

گویند خسروؔ از عشق خود را چہ فاش کردی؟
۷۸۵ خوزِ سنگِ عشق بازاں از رخ نہاں نہ باشد

ت

من دل برے نہ دیدم کش زیں نہاد باشد — زیں فتنہ ہا دلم را بسیار یاد باشد
بہ گذشت دی بہ شادی وامروز نامرادی — آرے نہ کارہا را دایم مراد باشد

---

[۱] درین بیت محذوف است۔ [۲] درین غزل محذوف است۔

آید[۱] به عشق پیدا مردی که غازیاں را — میدانِ تیغ بازی میدانِ داد باشد
اے دوست چند سوزی کآخر چرا نسوزی غم؟ — آں کیست کو نه خواهد پیوسته شاد باشد؟
گر تو خوشی به خونم من خویش را بسوزم — جائے که آب نبود در دوزخے که باد باشد
گفتی که "پیشِ هر کس چندیں مگیر نامم" — ایں زار مانده دل را کے ایستاد باشد ؟
تعلیم نیست حاجت غم را به سینه جستن — در استخواں شکستن گرگ اوستاد باشد
ترسم به نامرادی جاں در دهم به عشقت — گر پیشِ تو بمیرم آں هم مراد باشد
چوں شاهد ست ساقی یک سو نهم تو به — در کوے بت پرستاں تقوی فساد باشد

بسم الله آں چه خواهی فرمائے خسروا اینک
۷۸۶ فرمانِ دوستاں را بر جاں مفاد باشد

چنداں که یارِ[۲] ما را در حسن ناز باشد — ما را هزار چنداں با او نیاز باشد
عمرے به سوے زلفش سرگشته چوں نسیمم — بیمار دار حیراں تا کے جواز باشد ؟
دریک نظر فریبد محرابِ ابروے او — صد ساله زاهدے را کو در نماز باشد
از هر مقام کافتد عشاقِ بے نوا را — آهنگِ کوے جاناں عزمِ حجاز باشد
آں جا که حسنِ خوباں جلوه دهند عاشق — جز روے تو نه بیند گر چشم باز باشد
ترشد مرا ز هجرت از خونِ دیده دامن — چوں شمع نیم سوزے کاندر گداز باشد

جز خونِ دل که آید هر دم به چشمِ خسرو
۷۸۷ یک دوست در نیاید گر اهلِ راز باشد

ما را ز کوے[۳] جاناں عزمِ سفر نه باشد — بے عمر زندگانی کس را بسر نه باشد
وصفِ دهانِ شیریں می گویم و نه دانم — در وصفِ او چه گویم کاں مختصر نه باشد
زلفِ ترا به هر سو باد افگند از آں رو — تا بارِ خسته دلها بر یکدگر نه باشد

---
۱ دریں بیت محذوف است ۔ ۲ ۳ دریں غزل محذوف است ۔

وصلِ تو بے رقیباں ہرگز نہ شد میسر | بے خار و خس کسے را گل در نظر نہ باشد
بر آہِ دردمنداں خود را سپر نہ سازی | کایں تیرِ پُر بلا را سہم از سپر نہ باشد
بر آستانِ شاہی درویشِ بے نوا را | غیر از درِ گدائی راہِ دگر نہ باشد
با تو کجا رساند قاصد سلامِ خسرو ؟
۴۸۸ جائے کہ محرم آں جا بادِ سحر نہ باشد

در شہرِ فتنہ[لہ] اے شد می) دانم از کہ باشد؟ | تیرے کہ ست صید افگن پنہانم از کہ باشد ؟
ہر روز اندر ایں شہر خلقے ز دل برآیند | گر دیگرے نہ داند من دانم از کہ باشد ؟
دردم گذشت از حد معلوم نیست تا خود | سامانم از کہ خیزد درمانم از کہ باشد ؟
درمانِ دردمنداں در ہجرِ تو، تو باشی | گر من بہ دردِ ہجراں درمانم از کہ باشد ؟
ہرگز بہ محباں یک دم نہ می نشینی | گر آتشِ محبت بہ نشانم از کہ باشد ؟
چوں کرد طرۂ تو غارت، قرارِ خسرو
۴۸۹ من بعد اگر صبورے نہ توانم از کہ باشد؟

ہر لحظہ چشمِ[لہ] شوخت نازِ دگر فروشد | جوئندہ بیش یابد دگر بیشتر فروشد
با آں کہ ما نیرزیم از چشمِ تو نگاہے | ہم می دہیم جانے گر یک نظر فروشد
پیوستہ گرم بادا بازارِ تو کہ دردے | لعلِ تو جاں ستاند چشم جگر فروشد
سوز از جہاں برآرد ہر روز خندۂ تو | لختے نمک بگو تا روزِ دگر فروشد
صد جانِ شیریں ارزد ہنگامِ تلخ گفتن | آں تلخ پاسخے کو تا زاں دگر فروشد
ذکرِ لب و دہانت در ہر دہن نہ گنجد | سرگشتہ مفلسے کو دُرّ و گہر فروشد
رعنا بود نہ عاشق کاندیشہ دارد از جاں | کز بہرِ سہل نقدے عیار سر فروشد
دارندہ سر فروشد بہرِ بتاں و خسرو | گرچہ جوے نیرزد روے چو زر فروشد

لہ لہ در غزل محذوف است۔

۹۰

بر آسمان پری[۱] وشِ چون ماهِ ما بر آید — خورشید کیست بارے کو بر سما بر آید؟

چون در خرامشِ وے بارانِ فتنه خیزد — سیلابِ فتنه خیزد موجِ بلا بر آید

گلگشتِ او نه خواهم بر خاکِ خود چو میرم — کز گورِ شوربختان غبارِ عنا بر آید

گفتم که "می بر آید جانم ز هجر"، گفتا — "جانے که ماند بے ما، بگذار تا بر آید"

من چو زیم که جانم وا آرزوے بوسے؟ — بر زلفِ عنبرینش هر دم صبا بر آید

هر شب مرا بر آید ناله ز جانِ سنگین — چون نالشے که شبها از آسیا بر آید

شب بهرِ صبحِ رویت گویم دعاؤ لیکن — حاجاتِ تیره روزان کے از دعا بر آید؟

از خنجرِ جفایت خون ریزها به کویت — هر جا که خونم افتد نقشِ جفا بر آید

ابرے شود که برقش سیاره را بسوزد — دودے که هر شب از دل سوے سما بر آید

در کوے تو که جانها در راه خاک باشند — بے چاره جاے خسرو آن جا گیا بر آید

۹۱

چون بینم[۲] این که رویت در چشمِ دیگر آید — کز دیده هاے خود هم چشمم مراد بر آید

جانا ز حسد بمیرم آن دم که تو در آئی — چون جانِ عشق بازان با تو برابر آید

خام است کز تو جویم بر خود نوازشے را — شاهین ز بهرِ زحمت نزدِ کبوتر آید

اشکم رسید دریا بازم به لب در آمد — دستم بگیر زان پیش اکنون که برتر آید

دی در رخت به بستم دیده ز بس شکایت — بدبخت در ببندد دولت چو از در آید

ده کاین چه عیش باشد نے زنده و نے مرده؟ — نے بر سرم تو آئی، نے عمر بر سر آید

باطل بود شنیدن دعوئ عشق از آن کس — کش با جمالِ جانان پهلو به بستر آید

زینسان که در خیالت گم گشتم ار بمیرم — چه شبهه گر ز گورم هر دم گیا بر آید؟

---

۱ ۲ درین غزل محذوف است۔

فرہاد دار باید مشتاقِ گفت شیریں
۹۲۔ کش گفتہ ہاے خسرو در عشق باور آید

ہر بار[1] کاں پری وش در کوے من در آید — بے ہوشیئ زر و یش در مرد و زن در آید
من در درونِ خانہ دانم کہ آمد آں مہ — کز ہر طرف بہ خانہ بوے سمن در آید
رشک آیدم زبادے کاید بہ گردِ زلفش — ور خود غبار باشد در چشمِ من در آید
یوسف رخا ز چشمم دامن کشاں گذر کن — تا دیدہ را نسیمے زاں پیرہن در آید
شمعی دمی بہ سوزم پیشِ رخ تو آرے — پروانہ بہرِ مردن گردِ لگن در آید
بنشیں کہ یک نفسے تنگت بہ بر در آرم — تا جانِ رفتہ از تن بازم بہ تن در آید
فرہاد گشت خسرو بکشاے لب کہ ناگہ
۹۳۔ شیرے ز جوے شیریں بر کوہکن در آید

امروز چیست کز در جاناں بروں نیامد؟ — مُردند دردمنداں جاناں بروں نیامد
نظارگی ز ہر سو در انتظارِ رویت — دادند جاں بر آں در سلطاں بروں نیامد
جانم فداے یارے کو در دلے چو در شد — بیروں نہ رفت از دل تا جاں بروں نیامد
تیرے کہ زد ز غمزہ لابد بہ سینہ آمد — سینہ شگاف کردم پیکاں بروں نیامد
دی می گذشت گفتم کش نالہ بشنوانم — ہر چند جہد کردم افغاں بروں نیامد
اسبابِ کامرانی از بخت بد چہ جویم؟ — کز ثغبہ مغیلاں ریحاں بروں نیامد
گفتی "بمیر خسرو کز تو رہم"، چہ حیلہ
۹۴۔ چوں جانِ عشق بازاں آساں بروں نیامد

گر بر عذار[2] سیمیں زلفش دو تو نماند — آویختہ دلِ من در تارِ مو نماند
حیراں نہ ماند نے نے آں کو بہ دیدہ دیدش — در کارِ خویش ماند حیراں درا و نماند

---

[1] [2] درین غزل محذوف است۔

بردار پردہ جانا بہ نما حقیقتِ جاں | تا خلق بے بصیرت در گفتگو نماند
زاں رخ منا زچندین داغی کہ در جوانی | نیکو بود ہمہ کس لیکن نکو نماند
بس کن دمے زغوغا در سوز فتنہ خواہی | از آفت و بلائے چشمت فرد نماند
چوں می کشی رہا کن تا پائے تو ببوسم | بارے بہ سینۂ من ایں آرزو نماند
رشک آیدم کہ بوسد ہر کس نشانِ پایت | مخرام تا نشانت بر خاکِ کو نماند
دل چیست بہرہ چوبے چوں سوزِ عشق نبود | گل چیست؟ کاہ برگے چوں رنگ و بو نماند
در مجلسِ وصالت دریا کشند مستاں
۷۹۵ چوں وقت خسرو آید مے در سبو نماند

دل شد ز دست ما را یا را کہ گوید؟ | دیں دردِ سینۂ ما پیشِ دوا کہ گوید؟
من غرق خوں ہمہ شب او خود بہ خواب مستی | آں جا کہ اوست از من ایں ماجرا کہ گوید؟
گفتم کہ "چند بر ما نا مہربانی آخر؟" | تا مہربانِ ما را پیغامِ ما کہ گوید؟
اے جانِ خستہ یارت گر در عدم فرستد | چوں تو از آن اوئی او ہر کجا کہ گوید؟
بر آستانِ خواری جاں داد نیست ما را | زیرا کہ پیشِ سلطان جاں گدا کہ گوید؟
دیدار دوست دیدن داں گہ حدیثِ توبہ | واللہ ورع باشد ہر پارسا کہ گوید
شرح غمت فراواں تو نشنوی ز خسرو
۷۹۶ ہم خود بہ کوے جاناں کایں قصہ با کہ گوید؟

مستانِ چشم اویم از ما خمار ناید | غیرِ دلے پر از خوں جامِ دگر نشاید
گر غمزۂ چو نشتر بر دیگراں زند یار | چشمم ز غیرتِ آں خونہا ز دل گشاید
اشکم بدید بر در گفتا "چہ آب تیرہ ست" | پیشِ در آب آری بس تیرہ می نماید
مقصود ہر کس اے جاں در عاشقی ست چیزے | مقصودِ ماست آہے کز سوزِ دل بر آید

۱؎ درین غزل محذوف است۔

گل رو هزار بلبل داری برو غزل خوان — گل روی بهشت ملک جان بنماید و نیاید
گر آن خیالِ بالا آید بدیده، ای جان — اشکم به پای بوسش از جان بدیده آید
خسرو ادب چه جویی از چشمِ مستِ شوخش
هندو چو مست باشد، از وی ادب نیاید

۷۹۷
چشمم ز دوری[1] تو دور از تو خوں فشاند — دورِ فلک مبادا کاین شربتت چشاند
بر جور بردنِ من انصاف داد عالم — یارب که ایزد از تو انصافِ من ستاند
از بیمِ چشم گفتم کاں روے را بپوشاں — ورنه چناں جمالے پوشیده خود نه ماند
سروِ بلند بالا گر با شما بر آید — هرگز قدِ بلندت از وے فرو نه ماند
نارسته می‌تواں دید از زیرِ پوستِ خطت — چوں نامهٔ که کاتب سوے بروں بر خواند
بر دل به هر گناهے تیغ جفا چه رانی ؟ — دیوانه ایست کایزد بر وے قلم نه راند
ایں دیده می‌تواند غرقه شدن به دریا — لیکن کنار جستن از تو نمی‌تواند
شب ماجراے دیده از خونِ دل نوشتم — کو باد تا ز بلبل نامه به گل رساند؟
تو سهل می‌شماری اندوهِ خسرو، آرے
آں کو ندید رنجے رنجِ کساں نه داند

۷۹۸
زلفت که هر خم از وے در شانه می نه گنجد — دلها که او فشاند در خانه می نه گنجد
دلها چناں که دانی خوں کن که من خموشم — در کارِ آشنایاں بیگانه می نه گنجد
گر می کشیم خود کش، بر غمزه بار مفگن — در بخششِ کریماں پروانه می نه گنجد
مقصودِ دل ز خوباں معنی بود نه صورت — در دل شراب گنجد پیمانه می نه گنجد
افسرده وصل جوید در دل نه داغِ هجراں — بر مے مگس نشیند پروانه می نه گنجد
در جمعِ بت پرستاں سربازِ عشق باید — کاندر صفِ عروساں مردانه می نه گنجد

---

[1] درین غزل محذوف است۔

زیں نازکانِ رعنا خسرو گریز، زیرا
۷۹۹ در کوے شیشہ کاراں دیوانہ می نہ گنجد

غ

دل بے رخِ تو صورتِ[1] جاں را نمی شناسد | جاں بے لبِ تو گوہرِ کاں را نمی شناسد
چندیں چہ می کند آں زلف بر جمالت | یعنی کہ چشم زخمِ جہاں را نمی شناسد
نرگس بزیرِ پایت چرا دیدہ را نہ مالد | یا کور شد کہ سروِ رواں را نمی شناسد
کوچک دہانت بر دمِ سروِ رہے چہ خندد | یعنی کہ غنچہ بادِ خزاں را نمی شناسد
فریاد من ز صبر کہ با ہجر می نہ سازد | شک نیست کہ قدر و قیمتِ آں را نمی شناسد
در خسروِ شکستہ نظر کن کہ در فراقت
۸۰۰ دیوانہ گشتہ، پیر و جواں را نمی شناسد

زیں پیشتر چنیں دلت[1] از سنگِ رو نہ بود | وازارِ دوستانت برایں گونہ خو نہ بود
پیوستہ عادتِ تو چنیں بود در بدی | یا خود ہمیشہ عادتِ خوباں نکو نہ بود
آں کیست کو بدید در آں روئے یک نظر؟ | وانگاہ تا بہ زیست در آں آرزو نہ بود
لاغر تنِ مرا زِ خمِ زلف دار ہاں | انگار کت بزلف یکے تارِ مو نہ بود
دل را فسانۂ تو نہ رہ برد، ورنہ ہیچ | دیوانۂ مرا سرِ ایں گفتگو نہ بود
آخر برآب چشم منت نیز دل بسوخت | گیرم کہ خود مرا بہ درت آبرو نہ بود
اے دل سپاس دار کہ گر دستِ جور کرد | از بختِ نامساعدِ من بود از او نہ بود
مشکم ز زلف غیر چہ آوردی اے صبا | در کوے آں نگار مگر خاک کو نہ بود
خسرو بہ درد خو کن و با بے دلی بساز
۸۰۱ گر گو میت کہ دل بہ کجا رفت گو نہ بود

عہدے کہ بود[2] با منت، آں گوئیا نہ بود | واں پرسشِ زماں بہ زماں گوئیا نہ بود

۱؎ دریں غزل محذوف است۔ ۲؎ غزل محذوف در "ن"۔

یاری مکن ز مردے با بندہ پیش از آنک | گویند مرد ماں کہ فلاں گو ئیا نہ بود
اول کہ دیدمت ز سیہ روے آں نفس | گوئی نہ داشتم، دل و جاں گوئیا نہ بود
دی ناگہانش دیدم و تا نیک بنگرم | در پیش دیدہ ام نگراں گوئیا نہ بود

صد نالہ داشت خسروِ مسکیں ز دردِ خویش
۸۰۲ چوں پیشِ او رسید، زباں گوئیا نہ بود

دی مست بودہ ام کہ ز خویشم خبر نہ بود | من بودم و دو محرم و یارے دگر نہ بود
نی رفت آں سوار و بر او بود چشمِ من | می شد ز سینہ جاں و در آنم نظر نہ بود
سوزِ دلم بدید و ز چشمش نمی نہ ریخت | ایں یار خانہ سوختہ را ایں قدر نہ بود
دیوانہ کرد عاشقی و بے دلی مرا | یا رب دلم کہ برد کجا شد مگر نہ بود
خوش بودہ ام کہ با تو نگاہے نہ داشتم | بارے ز آبِ دیدہ ام ایں دردِ سر نہ بود
دوش آمدی و معذرتے گر نہ کردمت | معذور دار از آں کہ ز خویشم خبر نہ بود
بر من ز روزگار بسے فتنہ می گذشت | چشمت بلا شد، ار نہ بہ جانم خطر نہ بود
پیوستہ روزِ عمرِ دگاں تیرہ بود، لیک | از روزگارِ تیرہ ٔ من تیرہ تر نہ بود

خسرو ز بہرِ عیشِ گذشتہ چہ غم خوری ؟
۸۰۳ چوں رفت گو "مباش اگر بود و گر نہ بود"

یارے کہ بر جدائیے او یم گماں نہ بود | ماہے نہ بود آں کہ شبے در میاں نہ بود
بیگانہ دار از سرِ ما سایہ وا گرفت | ما را ز آشنائیے او ایں گماں نہ بود
داما نش چوں گذشت حقِ صحبتِ قدیم | گیرم کہ دست ہیچ کسش در عناں نہ بود
گل آمد و بہ باغ رسیدند بلبلاں | واں مرغِ رفتہ را ہوسِ آشیاں نہ بود
ز امیدِ وصل زیستنم بود آرزو | ور نہ فراق یار بہ جانے گراں نہ بود
جانم بر جانِ دمن نہ ام از زندگان ازآنک | ز و بود جملہ زندگی ٔ من ز جاں نہ بود

رفتم به بوئے صحبتِ یاراں به سوئے باغ   گوئی به باغ زاں همه گلها نشاں نه بود

خسروا اگر گلِ تو ز گلزار شد، منال
۸۰۴ دانی که هیچ گه چمن بے خزاں نه بود

ت

دی زخمِ ناخنش به رخ چوں سمن چه بود؟   واں در رهی به سلسلهٔ پر شکن چه بود؟

آلودهٔ خمار چرا بود نرگسش؟   پژمردگیش در گل و در نسترن چه بود؟

آں لحظه کامدار نه فرشتست یا پری   گاهِ نظاره مردنِ هر مرد و زن چه بود؟

خونِ من و مئے دگراں گر نه خورده بود   آں رنگِ خون و بوئے مئے اش در دهن چه بود؟

ایں شادیم به کشت که خوش بود با همه   واں پر شکستنش به کرشمه زمن چه بود؟

رخ جمله را نمود و مرا گفت "تو مبیں"   زیں ذوق مست و بے خبرم کایں سخن چه بود؟

سیری ز جاں نه بود گر ایں خوں گرفته را   سیراب دیدنش سوئے آں غمزه زن چه بود؟

گر جانِ یوسف از عدم ایں سو نیامده ست   آں تن که دیدمش به تهِ پیرهن چه بود؟

کشتن صلاح بود چو رسوا شدیم ازآں که   تدبیر پرده پوشی ما جز کفن چه بود؟

دوش آں زماں که رفت ز پیشِ تو خسروا
۸۰۵ چوں ماند جان و دل چه شد، حالِ تن چه بود؟

و

یارب چه بود امشب و مهمانِ من که بود؟   تسکینِ جانِ بے سر و سامانِ من که بود؟

بیدار گشت بختم و البته راست شد   آں جمله خوابهائے پریشانِ من که بود

شبها ز هجر زیستم از جانِ دیگراں   امشب که مرده زنده شدم جانِ من که بود؟

حیرانِ آه و نالهٔ من بود تا صباح   یارے نگه کنید که حیرانِ من که بود؟

نگذاشت آبِ دیده که نیکو ببینمش   یارب که پیشِ دیدهٔ گریانِ من که بود؟

بے هوشیم بلا شد اگر نه چو خواب کرد   گر بوسه دادنیش نگهبانِ من که بود؟

ژولیده خاست ست تفحص کن اے رقیب   کاں دم که خفته پهلوئے جانانِ من که بود؟

من بودم و حریفِ شرابش تمام روز　　شب پاسبانِ دولتِ سلطانِ من که بود؟

بدنامِ روزگار شدی خسروا ز عشق
۸۰۶　　رسوائے شہر و شہرہ چنیں مرد و زن که بود؟

د

یارب که دوشش غائبِ من خانه که بود؟　　تشویشِ ایں چراغ زیر دانه که بود؟

من مست بوده ام به خراباتِ عاشقاں　　آں نازنیں به مجلسِ مستانه که بود؟

بارے نه بود در دلم امشب نشانِ صبر　　تا آں رونده باز به ویرانه که بود؟

از گریۂ شبانه سرم درد می کند　　یارب که ایں شراب ز مخانه که بود؟

می تافت دوشش زلفِ چو زنجیر ده که باز　　آں وقت در دِ بے دل و پروانه که بود؟

فرماں نه داده روے تو چندیں که آسماں　　اقطاعِ آفتاب زکاشانه که بود؟

دستِ مبارکِ تو که دی رنجه شد ز تیغ　　آں دولت از پئے سرِ مردانه که بود؟

ماند از بلائے خالِ تو خسرو به دامِ زلف
۸۰۷　　آں مرغ را اگر ہوسِ دانه که بود؟

غ

آں دل که دائمش سرِ بستانِ باغ بود　　گوئی ہمیشه سوخته دردو داغ بود

ہر خانه دوشش داشت چراغے و جانِ من　　می سوخت زآں که به خانهٔ من ایں چراغ بود

من بے خبر فتاده در آں کوے مرده وار　　نالیدنم صدائے غلیواژ و زاغ بود

روزے نه شد که جلوهٔ طاؤس بنگرد　　ایں دیده را که روزیئے زاغ و کلاغ بود

دی در چمن شدی که ز بوے تو شد خراب　　بلبل که بو بہا ز گلشن در دماغ بود

رفتم به سوے باغ و به یادت گریستم　　بر ہر گلے دگر نه کرایا دِ باغ بود؟

شب گفت میرسم چو بگفتم "به خنده گفت
"خسرو بریں حدیث منه دل که لاغ بود"

---

[1] درں مقطع محذوف است۔

اہلِ خرد کہ از ہمہ عالم بریدہ اند — دانند خود کہ از چہ بہ کنج آرمیدہ اند

دانندگاں کہ وقتِ جہاں خوش بہ دیدہ اند — خوش وقت شاں کہ گوشۂ عزلت گزیدہ اند

محرم درونِ پردۂ مقصود نیستند — جز عاشقاں کہ پردۂ عصمت دریدہ اند

برتر جہانِ جادۂ ہمت کہ کاہل اند — آں بختیاں کہ سدرہ و طوبیٰ خریدہ اند

در بیضہ پرِ مرغ بروید برون تر آئے — کت پر دہد، کز آں بہ بلندی پریدہ اند

جاں نیز نیست با دگراں ایں گروہ را — کز بہرِ عزمِ عالمِ وحدت چریدہ اند

نا رفتہ رہ، روندہ بہ جائے نمی رسد — نا چار رفتہ اند رہ آں کہ رسیدہ اند

داں جاں کساں کہ در غمِ یال ست جانِ شاں — جاں دادہ اند و پارۂ خاکے خریدہ اند

خسرو مگوئے بد کہ دریں گنبد از صدا
خلق آں چہ گفتہ اند ہماں را شنیدہ اند ۸۰۹

یاراں کہ زخمِ تیرِ بلایت چشیدہ اند — با جانِ پارہ از ہمہ عالم رمیدہ اند

بس زاہدانِ شہر کز آں چشمِ پرخمار — سبحہ گسستہ اند و مصلا دریدہ اند

ترسندگاں بہ جورِ دلت یار نیستند — مرغانِ دشت داں کہ بہ سنگے خمیدہ اند

بہ تماشائے شکلِ خود کہ بسے خوں گرفتگاں — جا نہاں بہ کف نہادہ بہ دیدن رسیدہ اند

تر دامناں کساں شدہ اند از تو کز صفا — دامن ز سلسبیل و ز کوثر کشیدہ اند

جاروبِ آستانِ تو معزول شد ز کار — زاں جعدہا کہ بر سر کویت بریدہ اند

آناں کہ عاشقانِ ترا طعنہ می زنند — معذور دار شاں کہ رخت را ندیدہ اند

یابند زیں پس از غزلِ خسرو اہلِ دل
سوزے کہ در فسانۂ مجنوں شنیدہ اند ۸۱۰

رندانِ پاک باز کہ از خود بریدہ اند — در ہر چہ ہست حسنِ دلآرام دیدہ اند

ملہ ملکہ ورن غزل محذوف است۔

خود بیں نیند زاں ہمہ چوں چشمِ مردمند　　روشن دل اند از آں ہمہ چوں نورِ دیدہ اند
چوں رہرواں ز منزلِ ہستی گذشتہ اند　　بے خویش رفتہ اند و بہ مقصد رسیدہ اند
آزاد گشتہ اند بہ کلّی ز ہر دو کون　　وز جان و دل غلامیِ جاناں خریدہ اند
با غم نشستہ اند و ز شادی گذشتہ اند　　از تن رمیدہ اند و بہ جاں آرمیدہ اند
از گفتگوے نیک و بدِ خلق رستہ اند　　تا مرحبائے از لبِ دلبر شنیدہ اند
خسرو چہ گوئی از حرمِ ساقیِ من گرت
جامے شرابِ ساقیِ وحدت کشیدہ اند

۸۱۱
لعلِ[1] شکر وشت کہ بہ جلاب شستہ اند　　گوئی پیالہ را بہ مے ناب شستہ اند
در چشمِ ما ز خونِ جگر خواب بستہ شد　　زاں رو کہ وقتِ خاستن از خواب شستہ اند
ہر گہ کہ خوے ہمی کند آں عارضِ چو ماہ　　خورشید گوئیا کہ بہ ہفت آب شستہ اند
بشکستہ اند توبہ بہ عہدِ تو آں کساں　　کز آبِ دیدہ منبر و محراب شستہ اند
دست از تو می نہ شوئیم از غم تمام خلق　　دست از منِ شکستہ بے تاب شستہ اند
از تشنگی بسوختم اے دیدہ شربتے　　آخر از آں دو لب کہ بہ جلّاب شستہ اند
خسرو کساں کہ غمزہ زناں را دہند پند
از خونِ مے کشش دشنۂ قصّاب شستہ اند

۸۱۲
اہلِ[2] خرد کہ دل بہ جہاں در نہ بستہ اند　　زاں ست کز وے آرزوئے بر نہ بستہ اند
دل را فراخ کن ز پے صیدِ آسماں　　زیرا ملک بہ دامِ کبوتر نہ بستہ اند

---

[1] درین غزل محذوف است۔ [2] درین سہ بیت ذیل زائد ست ؎

راہ از درازیِ رخشِ ترا پے نہ کردہ اند　　نخل از بلند مرغِ ترا پر نہ بستہ اند
جائے خراں ست آخورِ رنگینِ روزگار　　عیسیٰ وشاں بر آخورِ او خر نہ بستہ اند
منت منہ بہ دادہ کہ بخشندہ ایزد ست　　چوں رزق را بروے کسے در نہ بستہ اند

در کار خواجگاں که شوی غرق در گهر — کاین خانهٔ گل ست که به گوهر نه بسته اند
تیغ تو زیورے ست چه خصمے همی کشی ؟ — بفگن که اهلِ معرکه زیور نه بسته اند
خشتِ سرِ تو کرد نگوں پیشِ ناکساں
۸۱۳ ورنه ز چرخ نقشِ تو ابتر نه بسته اند ت

آں رهروان[۵] که گام به صدق و صفا زنند — دل را سرے پرده برونِ این سرا زنند
مردانِ راه زاں قدمِ صدق یافتند — تا هر دو کون را لگدے بر قفا زنند
جاں کندن ست این زدنِ دست و پا به حرص — آرے به گاه کندنِ جاں دست و پا زنند
سحر و فسوں ست از پے تسخیرِ میر و شاه — حلیه گراں که دست به وردِ دعا زنند
بسیار بهتر اند ز پیرانِ زر پرست — شاید اگر ز خاکِ سیاهش دوا زنند
وقتے به رزق اگر به دعا خورده می دهیم — حقّا که واجب است که بر روے ما زنند
آناں که عقلِ شاں نه کند حرص را سزا — بهر چه پاے مور چه بر اژدها زنند؟
خسرو خوش آں کساں که فروزند شمعِ عیش
۸۱۴ و آتش در ایں فریب گهِ پُر بلا زنند غ

دریاب کز فراقِ تو جانم به لب رسید — در آرزوے روے تو روزم به شب رسید
روزم به غم گذشت و شبم تا چساں رود ؟ — روزے عجب گذشت و شبِ بوالعجب رسید
باز آے تا به بوسه فشانم به پاے تو — کز عشق پاے بوسِ تو جانم به لب رسید
زیں پس به جانِ غمزدگاں از کجا رسد ؟ — کاں رفته باز گشت و زمانِ طرب رسید
خسرو نه دیده بود ادب روزگار هیچ
۸۱۵ ایں که ز حادثاتِ جهانش ادب رسید ت

باز آں شکار[۶] دوست ز ابرو کماں کشید — دل صید کرده تیر مژه سو جاں کشید

---

۵ ۶ دران غزل محذوف است .

گفتم به غمزه "شستِ غمت" باد رم نداشت — مغزم به تیزیٔ فره از استخواں کشید

دل دوش می پرید که من مرغِ زیرکم — آمد به دامِ زلفِ خودش موکشاں کشید

بتواں کشید تافتگی ہاے زلفِ او — لیکن چو تیرِ غمزه زند چوں تواں کشید؟

بالا کشید زلف و دلم کے رسد به من — کورا به بام برد و زِتہ نرد باں کشید

گیرم عنانِ صبر ز دستش ولیک صبر — خود رفت آں چناں که نخواہد عناں کشید

خسرو ز گل رخاں به دمِ سرد مبتلاست — چوں بلبلِ که زحمتِ بادِ خزاں کشید

۸۱۶

اے از فروغ[1] روے تو خورشید رو سفید — شب را به جنبِ طرۂ تو گشته مو سفید

خط بر میار تا نه شود روزِ ما سیاه — آں روے در خور است چناں باش کو سفید

با من چو وقتِ صبح چنیں گفت شب که "ما — کردیم موے در ہوسِ روے او سفید

عمرے ہواے زلفِ تو پختیم و عاقبت — کردیم موے خویش درایں آرزو سفید

در آرزوے آں که جوانی بود مقیم — بسیار کرده ایم درایں فکر مو سفید

جز در خطا و ہند بیاضِ سوادِ من — خسرو میانِ نظم سیاہے مجو سفید

۸۱۷

باد آمد[2] و زِ گم شدۂ من خبر نه داد — زاں رہ غبارے از پے ایں چشمِ تر نه داد

آمد بہار و تازه و تر شد گل و صبا — زاں سروِ نوجواں خبرِ تازه تر نه داد

خوش وقت باد کش گذرے ہست زاں طرف — ہر چند دور ماندۂ ما را خبر نه داد

من چوں زیم که ہیچ گه آں نو بہارِ حسن — بوے ز بہرِ من به نسیمِ سحر نه داد؟

گفتم "چگونه می کشی و زنده می کنی؟" — از یک جواب کشت و جوابِ دگر نه داد

---

[1] در ن غزل محذوف است ۔ [2] در ن بیت ذیل زائد است ـ

نا دیدنت بس ست سزا دیده را که او — در راهِ عشق توشۂ ما جز جگر نه داد

دل برد، گر نہ داد، نہ جائے شکایت ست — کالائے خویش را چہ تواں کرد اگر نہ داد؟
بہ گنار تا بہ قحطِ وفا جاں دہیم از آں کہ — تخمِ وفا کہ کاشتہ بودیم بر نہ داد
دُور از درت بہ کنجِ فراقِ تو بندہ، سر — بہ نہاد و آستانِ ترا دردِ سر نہ داد
آمد بہ روے آب ہمہ رازِ ما ز چشم
مارا کجاست گریۂ خسرو کہ در نہ داد؟

۸۱۸
دل جز ترا بہ سینہ دردں جائے[1] گہ نہ داد — ویں مملکت زمانہ بہ خورشید و مہ نہ داد
آبش مباد ریختہ ہر چند زاں زنخ — صد تشنہ را بکشت کہ آبے ز چہ نہ داد
صوفی کہ خاک نیست سرش در رہِ بتاں — گفتش "بہ سر زنید" کہ پیرش کلہ نہ داد
دیدن بہ خواب ہست گنہ لیک دوزخی ست — آں کس کہ در جمالِ تو دادِ گنہ نہ داد
شرمندہ از ہلاکتِ خسرو مشو چہ شد؟
یک جاں نت پیش داد سرو چار و دہ نہ داد

۸۱۹
ت
دل بے رخ تو در گل و گلشن نہ ایستاد — خاطر بہ سوے لالہ و سوسن نہ ایستاد
دامن کشاں بہ نازکشی تا رواں شدی — یک پائے اہلِ زہد بہ دامن نہ ایستاد
عاشق جہاں گرفت کہ تابِ رخت نہ داشت — بلبل بہ دشت رفت و بہ گلشن نہ ایستاد
اے دیدہ آبِ خویش نگہدار بعد ازیں — کاتش بہ دہ رسید و بہ خرمن نہ ایستاد
گویند "منگرش مگر از فتنہ جاں بری" — بسیار خواستم کہ دلِ من نہ ایستاد
از آہِ بندہ دیدۂ ہمسایگاں تہی — کم خشک شد کہ دیدہ بہ روزن نہ ایستاد
من جامہ چوں قبا نہ کنم کز فغانِ من — یک جامۂ درست بہ یک تن نہ ایستاد؟
خسرو بہ راہِ عشق، سلامت مجو از آں کہ
تیغ ست ایں کہ بر سر و گردن نہ ایستاد

---

[1] ایں غزل در نسخہ محذوف است۔

۸۲۰
ما را شکنجِ زلفِ تو در پیچ و تاب برد — آرام و صبر از دل و از دیده خواب برد
از راهِ دل درآمد و از روزنِ دماغ — رختی که دیده بسته به مشکین طناب برد
روزی عجب مدار که طوفان برآورد — بارانِ اشکِ دیده که دست از سحاب برد
چشمم که بود خانهٔ خیلِ خیالِ تو — عمرت دراز باد که آن خانه آب برد
زاهد برای مجلسِ رندانِ باده نوش — دوش آمد و به دوش سبوی شراب برد
دورانِ پیریم به سر آورد روزِ شیب — هجرانِ یار رونقِ عهدِ شباب برد
خسرو بسی خطا که به طغرای دل بران
۸۲۱ خواهد براتِ نامه به روزِ حساب برد

خوبان[۲] گمان مبر که ز اولادِ آدم اند — جان اند یا فرشته و یا روحِ اعظم اند
خوانید روحِ وامق و مجنون و ویس را — کایشان درونِ پردهٔ این راز محرم اند
ای سلسبیلِ راحت و ای چشمهٔ حیات — بر تشنگانِ سوخته لطفی که در هم اند
هر شب منم ز نقشِ خیالِ تو در گریز — چون بوم و شبپرک که ز خورشید می رمند
خسرو که زنده نیست، نصیحت چه می کنند؟
۸۲۲ بادِ مسیح بر سگِ مرده چه می دمند

ای همرهان که آگه از آن رفتهٔ من اید — گمره شدم، برید و بر آن راهم افگنید
نامه کنید سوی ویم تا برد رسم — خاکسترم کنید و بر آن خط پراگنید
بر خاکِ من رسید، پس از مرگ هر گیاه — کو را نه بوی وی بود از بیخ بر کنید
ای طالبانِ وصل، ز ما در کز فراق — ما چاک سینه ایم و شما چاکِ دامن اید
ای تائبانِ عشق یکی دیدنش رسید — دانم که زاهد اید، اگر توبه بشکنید
جانا[۳] یکی بس است که میرند بهرِ او — گوئی نیند زنده چو یک جان به یک تن اید

۱؎ ۲؎ در ل۱ غزل مخالف است۔ ۳؎ بیت محذوف است در ل۱۔

خسرو که سوخته دل او بس دلش دهید
۴۲۳ — وان دل که سوخته نه بود آتشش زنید

دل در[1] هوایت ای بت عیار جان دهد | چون بلبلی که دور ز گلزار جان دهد
از رشک زلف غالیه سای تو هر شبی | گر جان بود به نافهٔ تاتار جان دهد
ابرو دوتا شده ست بر آن چشم پر خمار | چون مشفقی که بر سر بیمار جان دهد
ای ناخدای ترس بر آن خسته رحم کن | کز شوق آن دو لعل شکربار جان دهد
دامن کشان شبی به سر کوی من برآی | تا دل به زیر پای تو ایثار جان دهد
یارب تو جان به سرو سهی ده که در چمن | هر لحظه پیش آن قد و رفتار جان دهد

خسرو به غمزهٔ تو دهد جان چنان که کس
۴۲۴ — بر دست شحنگان ستمگار جان دهد

ت

دل باز سوی آن بت بدخو چه می رود؟ | این خون گرفته باز در آن کوچه می رود
چون رفت از من آن دل نادان و ای صبا | هر شب بر آن غریب همین کوچه می رود؟
گلگشت باغ می کند امروز سرو من | بنگر که باز به گل خوشبو چه می رود؟
آخر گهی به گشت صبا نزد کوی او | چندین به سوی لالهٔ خودرو چه می رود؟
جان می رود ز من چو گره می زند به زلف | مردن مراست از گرهٔ او چه می رود؟
زین[2] سو نشسته منتظرش طالبان خون | آن شوخ پرشکسته بر آن سو چه می رود؟
جان جهانی از رخ او کشته شد هنوز | دیوانه خلق دیدن آن رو چه می رود؟
سرسبز شد لبش اگر آب حیات نیست | این خضر باز بر لب آن جو چه می رود؟

از بهر خویش خسرو بیچاره خون گریست
بر رهروی او همین که از آن رو چه می رود؟

---

[1] بیت محذوف است درن۔ [2] درن بیت محذوف است۔

۸۲۵
عمرم در آرزوے تو رفت ست و می رود | صبرم بہ جستجوے تو رفت ست و می رود
رفتے دُبوے زلفِ تو ماند و ہزار دل | دنبال تو بہ بوے تو رفت ست و می رود
سوے درِ تو رہبرِ جا نہاے عاشقاں | بادے کہ آں بہ کوے تو رفت ست و می رود
خونابہ ایست از دلِ ہمچوں منے دگر | آبے کہ آں بہ جوے تو رفت ست و می رود
بالے قصاص بہرِ چہ آموزدت رقیب ؟ | کایں شیوہ ہا ز خوے تو رفت ست و می رود
درجاں ہمی رود سخن و من نہادہ گوش | ہر جا کہ گفتگوے تو رفت ست و می رود

درکس عناں کہ چوں سرِ خسرو ہزار بیش
پیشت زعشق روے تو رفت ست و می رود

۸۲۶
افسوس از ایں حیات کہ بر باد می رود | کآئینِ ما نہ بر روشِ داد می رود
ہر دم ز من کہ پیروئِ دیو می کنم | بر آسماں فرشتہ بہ فریاد می رود
دہ کایں دلِ خراب عمارت کجا شود ؟ | سیلِ منش چنیں کہ ز بنیاد می رود
زاہد بہ پند دادن و بے چارہ مست لا | خاطر بہ سوے لعبتِ ناشاد می رود
گاہ خمار صد نیتِ توبہ می کنم | چوں ساقی آمد آں ہمہ از یاد می رود
اے من غلامِ دولتِ آں نیک بندہ اے | کز بندگیِ نفسِ بد آزاد می رود
ضایع مکن بہ خندہ و بازی بسانِ گل | ایں پنج روزہ عمر کہ بر باد می رود
اے نفس[1] پند گیر کہ اختر بہ گردش ست | اے مرغ ہوش دار کہ صیاد می رود
آہستہ نہ بہ روے زمیں پاے کادمی | بر روے زاہدانِ پری زاد می رود

زخمِ زبانِ خسرو اثر کے کند ترا ؟
نے خود سخن بہ تیشۂ فرہاد می رود

۸۲۷
باز آں سوار مست بہ نخچیر می رود | دستم ز کار و کار ز تدبیر می رود

---

[1] درین بیت محذوف است۔

اے کاش باز بر دلِ خونینِ من رسد — آں تیر را کہ بر دلِ نخچیر می رود
او اسپ می دواند و ما کشتہ می شویم — لشکر ہلاک می شود و میر می رود
نقاشِ چیں بہ قبلۂ محراب ابرویش — از بہرِ توبہ کردنِ تصویر می رود
من بے ہُشم، کہ می دہد از سرِ من نشاں؟ — ایں باد مشک بو کہ بہ شب گیر می رود
ہر ساعتے کہ می گذرد قامتش بہ دل — گویا کہ در درونۂ من تیر می رود
دیوانہ شد دلم، رہِ زلفِ تو بر گرفت — مسکیں بہ پای خویش بہ زنجیر می رود
عشقت نہ سرسری ست کہ با عشق آدمی — با جاں بر آید آں کہ و با شیر می رود
ما و شراب و شاہد و مستی و عاشقی — کائینِ صوفیاں ہمہ تزویر می رود
نزدیک شد ہلاکتِ خسرو ز دوریت
در کارِ او ہنوز چہ تقصیر می رود؟

۸۲۸
چشمِ تو خفتہ اے ست کہ در خواب می رود — زلفِ تو آفتے ست کہ در تاب می رود
ہندوے سنبلِ تو چہ دزدِ دلا ور است؟ — کو شب بہ روشنائیِ مہتاب می رود
ہر دم ز شورِ پستۂ شیرینِ تو مرا — دامن پُر از سرشکِ چو عناب می رود
گشتم در آبِ دیدہ چناں غرق کایں زماں — صد نیزہ بر تر، از سرِ من آب می رود
ساقی عنانِ سرکشِ گلگوں کشیدہ دار — کایں بادپاے عمر بہ اشتاب می رود
ما را ز طاقِ ابروے جاناں گریز نیست — زاہد اگر بہ گوشۂ محراب می رود
خسرو چو گشت معتکفِ آستانِ دوست
ہرگز بہ طعنِ دشمن ازایں باب می رود

۸۲۹
ت
دل می بری بہ رفتن و ہر کو چناں رود — مردم زمیں ز دیدہ کند تا بداں رود
ہنگامِ باز رفتنِ تو مردنِ من ست — ناچار مردنی بود آں دم کہ جاں رود

ےہ درین غزل محذوف است۔

هر[1] خامشے کہ روے تو بیند فغاں کند | ہر گہ کہ پیر سوے تو آید جواں رود
من منتِ جفاے تو بر جاں نہم از آں کہ | شمشیرِ دوستاں ہمہ بر نیکواں رود
کوشم کہ نام تو نبرد، لیک چوں کنم | چوں ہر چہ در دل ست مرا بر زباں رود
آساں مگیر آہ و دمِ سردِ عاشقاں | اے دل مباد بر تو کہ بادِ خزاں رود
فریاد خواست ست بگو پیش اے رقیب | تا چند گہ ز دیدۂ مردم نہاں رود
اے من کجا رسی بہ رکابِ نگارِ من | گیرم کہ خود عنانِ تو بر آسماں رود
مارا نہ بخت یار و نہ یار آشنا، دریغ | ایں عمر بے بدل کہ ہمہ رائگاں رود
خسرو[1] اگر بتاں بہ قصاصے رواں کنند
۸۳۰ خوش دل بتاں کسے کہ کسے میہماں رود

ت

ایں دل کہ ہر شبیش ز سالے فزوں رود | یک دم چہ باشد ار سوے صبر و سکوں رود
زنہار دل بریم ز سوداے عشق از آں کہ | دیوے ست ایں کہ نہ بہ دعا و فسوں رود
بے درد گو یدم کہ چرا شام تا سحر؟ | گریہ ز چشمِ تو ز نہایت فزوں رود
دردے ست در دلم کہ بود حق بہ دستِ من | از چشمِ من گر از بہ دلِ آب خوں رود
بادا فدائے دیدہ و دل آں زماں کہ او | دل دزدد و ز دیدۂ عاشق بروں رود
نظارۂ تو ہست کشندہ ترا از فراق | جانے کہ ماندہ بود ز ہجراں کنوں رود
جاں زیرِ پاے تو بہ ہوس می دہم مگر | یک بار پاے تا ہوس از دل بروں رود
خسرو چو لافِ عشق زدی از بلا مترس
۸۳۱ زینساں بر اہلِ عشق بسے آزموں رود

سوداے دیدنِ[2] تو ز دیدن نہ می رود | عشقِ رخت بہ جور کشیدن نہ می رود
می آئی و ہمی تپم از دور، چوں کنم؟ | کایں زار ماندہ جاں بہ تپیدن نہ می رود

---

[1] درین مقطع محذوف است۔ [2] درین غزل محذوف است۔

از دے چہ کم شود ز رخ ار جاں دہد بہ خلق — حسن بہت خانہ سوزۂ خریدن نہ می رود
بیداریم بہ کشتۂ وہ اے ساربان خموش — کایں سوزم از فسانہ شنیدن نہ می رود
می بینمش ز دور، نیم سیر، چوں کنم ؟ — چوں تشنگی ز آب ز دیدن نہ می رود
خسرو تو لافِ زہد بہ خلوت چہ می زنی
۸۳۲ کایں آرزو بہ گوشہ خزیدن نہ می رود

شبہا اسیرِ دردم و خوابم نہ می برد — ویں آبِ دیدہ سوزشِ تابم نہ می برد
جورِ زمانہ برد ز من ہر چہ بود، وائے — کایں دردِ عاشقی و شتابم نہ می برد
عمرم بہ بت پرستی و مستی گذشت ہیچ — خاطر بہ سوئے زہد و ثوابم نہ می برد
گرچہ خوش ست شربتِ صافی و لے چہ شود؟ — کز سینہ تشنگیٔ شرابم نہ می برد
از مسجد ار چہ می شنوم غلغلِ دعا — از گوش، بانگِ چنگ و ربابم نہ می برد
دی یار نازنیں کہ دل از دست ما ببرد — می خندد و نمک ز کبابم نہ می برد
امشب درازیٔ شبِ ظالم مرا بکشت — کاندوہِ غم ز جانِ خرابم نہ می برد
من گریہ را بہ حیلہ نگہداشت می کنم — ورنہ کدام روز کہ آبم نہ می برد؟
اے دل ز قصۂ من واز سرگذشتِ خویش — افسانہ اے بگوے کہ خوابم نہ می برد
چوں گل درید سینۂ خسرو نسیمِ دوست
۸۳۳ بوے بہشت ہیچ عذابم نہ می برد

سیمیں زنخ[1] کہ طرۂ عنبر فشاں برد — ب دل را در افگند بہ چہ و ریسماں برد
می گفت سروِ دی کہ از او یک سرم بلند — گو با غباں کہ تا سرِ سرو رواں برد
تیغ ار چہ می برد ہمہ پیوندہاے جاں — فرقت بتر کہ ہمدمیٔ دوستاں برد
کے دردناک تر بود از ضربتِ فراق؟ — جلاد گر بہ گاہِ قصاص استخواں برد

[1] در ن غزل محذوف است۔

بر عقلِ خویش تکیہ مکن پیشِ عشق از آں کہ — دزدے ست کو نخست سرِ پاسباں برد
اے ہجرِ سخت پنجہ بہ بر بند بندِ من — عیب ست آں کہ ترک ز مستے کماں برد
یک بار سر بروبہ رہاں مستمند را — تا چند تیغِ جورِ تو نا مہرباں برد؟
تو جانِ خسروی و بہ جان و سرت کہ گر — نبود امیدِ وصل ز جان و جہاں برد

۸۲۴ غ

آں نخلِ[1] تر کہ آب ز جوئے جگر خورد — بے چارہ بلبلے کہ از آں نخل بر خورد
کشتِ خبث بہ دست نیا یدوہ اے رقیب — جائے کہ پا گرفت خدنگِ سحر خورد
من بے خود ایں چنیں ز رُخش گشتم اے حریف — ور نہ کسے شراب ز من بیشتر خورد؟
اے پاسباں ز خواب چہ پرسی بہ عمرِ من — تا آں کہ جاہل ست غمِ خواب و خور خورد
خوش طوطیے ست خسروِ مسکیں بہ دامِ ہجر — کز بختِ خویش غصہ بہ جائے شکر خورد

۸۲۵ غ

عشقت خبر ز عالمِ بے ہوشی آورد — اہلِ صلاح را بہ قدح نوشی آورد
رخسارِ تو کہ توبہ صد پارسا شکست — نزدیک شد کہ رُو بہ سیہ پوشی آورد
شوقِ تو شحنہ ایست کہ سلطانِ عقل را — موئے جبیں گرفتہ بہ چاؤشی آورد
مردن بہ تیغِ تو چو بہ کوشش میسر است — مردہ ست آں کہ میل بہ کم کوشی آورد
گفتم کہ "زاں لب از پئے دیوانہ شربتے" — گفتا "ایں مفرح ست کہ بے ہوشی آورد"
من ناتواں ز یادِ کسے گشتم اے طبیب — آں دارویم بدہ کہ فراموشی آورد
خسروا اگر فسونِ پری نیست در سرت — چشم از فسوں بپوش کہ مدہوشی آورد

۸۲۶

ناگاہ[2] پیش از آں کہ کسے را خبر شود — آں بے وفائے عہد شکن را سفر شود

---

[1] [2] درین غزل محذوف است۔

گر دند آگهم که فلاں رفت دور رفت   نزدیک بود کز تنِ من، جاں بدر شود
او می رود چو جاں و مرا هست بیم آں   کو بر سرم نیاید و عمرم بسر شود
کو قاصدے که بر دلِ من دل بسوزدش   تا سوے آں خلاصهٔ جاں و جگر شود
لیکن خبر چگونه رساند به سوے من   قاصد که هم ز دیدنِ او بے خبر شود
گوئی مهِ دو هفته به دیدنش که هر شبے   بیگانه تر بر آید و باریک تر شود
بے او جهاں دو چشم نه دارم که بنگرم   بیروں کشم دو دیده اگر دست در شود
اے آبِ دیده ایں دلِ پُر خوں به بر زمو   در پاے او فگنی مگرش دل دگر شود

گر تا به لب رسید فلاں را ز دیده آب
۸۳۷   زاں بیشتر به پاے که بالاے سر شود   ت

هر شب دلم ز دست[۱] خیالت زبوں شود   تا حالِ من به عاقبتِ کار چوں شود
خوں ریز گشت مردمِ چشمت چو ساقیے   کز دستِ مے قرابهٔ مے سرنگوں شود
بارانِ اشک خانهٔ چشمم خراب کرد   دستم هنوز زیرِ زنخداں ستوں شود
تا با کمالِ حسن چو ماهے بر آمدی   هر شب به چرخ کاهشِ من بر فزوں شود
یک ره اگر چو کبک خرامی به سوے باغ   گر کبک بیندت به تگِ پا بروں شود
دل را به سوختنی و هنوز از براے تو   سوگند می خورد که به آتش درون شود

یک بارگی خیالِ تو ما را زبوں گرفت
۸۳۸   زیں گونه کس چگونه کسے را زبوں شود   ت

هر روز ز چشمِ من به جمالے فسرد شود   ایں دل که پاره باد گرفتارِ او شود
لبِ روے ایں دو دیدهٔ بدبینِ من به بیں   تا هر چه به دیدنِ روے نکو شود
شوخے[۲] که دل ز من به برد و ز براے لاغ   آید درونِ سینهٔ و در جستجو شود

---

۱ در ر ۱ غزل محذوف است . ۲ در ن بیت محذوف است .

گویم "بگوی با منِ مسکین حکایتی" — گوید "میانِ هر دو بهم گفتگو شود"

باشد[۱] آن که دیده هرگز از مردمی نه دید — هم در دو دیده مردمِ چشمم همو شود

شرمنده[۲] گشت اشکِ من از چشمِ من چنانک — هر لحظه آب گردد و در خود فرو شود

ابرو[۳] کشد بگوش و رخ را کند نگاه — چوگان نهد بدوش و بدنبال گو شود

امسال خود به دامِ بلای فتاده ام — کز وی به هر دمم غمِ صد ساله نو شود

گویم "فتاده را به کش از خاک" گویدم — "ارزد بدین قدر که قدِ من دو تو شود"

هر چند کآب روی نباشد چو آبِ جوی — هر روز آبرویم از او آبِ جو شود

آرد هم از پیِ لبِ او آب در دهان

۸۳۹ از حوضِ چرخ گر گلِ خسرو سبو شود

غ

دل رفت[۴] و آرزوی تو از دل نه می شود — دل پاره گشت و دردِ تو زایل نه می شود

مه می شود مقابلِ روی تو هر شبی — یک روز با رخ تو مقابل نه می شود

رویم زر است و بر درِ تو خاک می کنم — وصلِ تو کیمیاست که حاصل نه می شود

شاها کبابِ من حمایلِ گر دول ز دستِ تو — دستم به گردنِ تو حمایل نه می شود

بنشسته ام به غم که ز عشقِ تو خواستن — با آن که جان همی شودم دل نه می شود

دل منزلِ غم آمد و از رهزنانِ هجر — یک کاروانِ صبر به منزل نه می شود

خسرو در افتاد به غرقابِ آرزو

۸۴۰ چون کشتیِ مراد به ساحل نه می شود

کاری ست در سرم که به سامان نمی شود — دردی ست در دلم که به درمان نه می شود

می کن به ناز خنده که دیوانه تر شوم — دیوانگیِ من چو به پایان نه می شود

جانم فدای نرگسِ او باد هر زمان — خون می کند هزار و پشیمان نه می شود

---

۱ ۲ ۳ درین بیت محذوف است. ۴ درین غزل محذوف است.

دل را ز عشق چند ملامت کنم کہ ہیچ ؟
ایں کافرِ قدیم مسلماں نہ می شود

آں کس کہ گشت عاشق و بے دل ز دستِ تو
گوئی نہ عاشق ست کہ بے جاں نہ می شود

خسرو کہ ہست سوختۂ خام سوزِ عشق
آتش زنش کہ پختہ و بریاں نہ می شود ۴۴۱

زاں گل کہ اندکے بہ تہ مشکِ ناب شد
بسیار خلق از فرد در خوں خضاب شد

در خرد گیش دیدم و گفتم کہ "مہ شوی"
او خود برائے سوزش خلق آفتاب شد

آں سادگی کہ داشت، بہ سرخی شدش بدل
قندے کہ داشت نیشکرِ او، شراب شد

بہرِ خدا دگر بہ دلِ من گذر مکن
اے چشمۂ حیات کہ خونِ من آب شد

جز[1] بوے خوں نیامد از او در دماغِ من
از زلفِ او گہے کہ جہاں مشکِ ناب شد

اے پند گوے نزدِ تو سہل است عشق لیک
مسکین کسے کہ جان و دلِ او خراب شد

دی در چمن شدم کہ کشاید مگر دلم
آہے زدم کہ آں ہمہ گلہا گلاب شد

در خواب پیش چہرۂ خسرو پدید گشت
سلطاں گذشت و قصۂ ما نقشِ آب شد ۴۴۲

برمن کنوں کہ بے تو جہاں تیرہ فام شد
اے شمع جاں درآے کہ روزم بہ شام شد

تو خوش بہ ناز خفتہ کہ عیشت حلال باد
مسکیں کسے کہ خواب بہ چشمش حرام شد

ہر مرغ شاد با گل و ہر سرو در چمن
بے چارہ بلبلے کہ گرفتارِ دام شد

ناز و کرشمہ اے کہ کنی ہر دم اے صبا
می زیبدت کہ پیشِ تو سلطاں غلام شد

در آستانت لافِ رسیدن کرا رسد؟
آں را کہ زیر پاے دو عالم دو گام شد

گفتی نہ ای تمام بہ عشق آسے ایں سخن
دانی چو بشنوی کہ فلانے تمام شد

بدنامی است عشقِ بتاں بہ دور بہ زما
آں عاشقے کہ دور زما نیک نام شد

---

[1] درین بیت محذوف است ۔

دی آں کلاهِ زهد که صوفی به فرقِ داشت　　بر دستِ ساقیے چو تو امروز جامِ شد

خسرو که زیست با همه خوباں به توسنے

۸۴۳　　اینک به نیم چابکِ عشقِ تو رام شد

بازا ایں[1] دلم خدنگِ بلا را نشانه شد　　ویں زهرِ مار دش به سوے مارِ طانه شد

بیدار بختِ ما که تو دیدی به خواب رفت　　واں عیشهاے خوش که شنیدی فسانه شد

عقلے که در فراخیِ عیشم رفیق بود　　چوں دید تنگیِ دلِ من بر کرانه شد

مرغے که آسمانِ قفس بود میهماں　　بنگر قفس شکست و سوے آشیانه شد

آں سر که صوفیانه کلاهش گراں نمود　　بهرِ بتاں سبو کشِ خمّارِ خانه شد

صوفی که داغ را به هزار آبِ دیده شست　　زاهد بد ار چه مستِ شرابِ مغانه شد

دوریِ هجرِ خود رگِ جانم گسسته بود　　تیغے که زد رقیب بدانم بهانه شد

گه کاهشے ز دشمن و گه طعنهاے زد دوست　　مسکیں کسے که بستهٔ بندِ زمانه شد

خسرو ز بس غبارِ حسد خاک می خورد

۸۴۴　　زاں خاکِ ره که لازمِ آں آستانه شد

ب

گفتی دلت مرا شد و از من جدا نه شد　　گو شو از آنِ هر که شود گر مرا نه شد

روزے صبا نه رفت به کویت که هر دمے　　صد جانِ پاک همرهِ بادِ صبا نه شد

پرسی مرا که "از چه چنیں مبتلا شدی؟"　　"آں کیست کو به دیدِ تو مبتلا نه شد؟"

بسیار[2] داشتم دلِ آباد را خراب　　مانا رها شود تپشِ من رها نه شد

در گردنِ من آں همه خونها که می کند　　خوں ریزِ ما که تیغِ خدنگش خطا نه شد

بی گرم کرده رخش بسے دیده خاک گشت　　بد بختیم که چشمِ منش زیرِ پا نه شد

کردم[3] میانِ خونِ جگر آشنا بسے　　کاں آشناے خونِ دلم آشنا نه شد[4]

---

[1] دریں غزل محذوف است۔ [2] [3] دریں بیت محذوف است ۔ [4] دریں بیت ذیل زائد است ؎ خورشیدِ من خیالِ تو از من گهے نه رفت ٭ مانندِ سایه که ز مردم جدا نه شد

چشمِ وصال نیست درین چون سعلے دوست
شکرِ خدا که حاجتِ خسرو روا نه شد

۴۴۵ه د

از حالِ مات هیچ حکایت نمی رسد — در کارِ مات بیش عنایت نمی رسد
گویند[1] بگسلد چو به غایت رسید عشق — جانم گسست و عشق به غایت نمی رسد
گمره چنان شدست دلم با دهانِ تو — کش از کتابِ صبر هدایت نمی رسد
بگذشت دوش زلف و رخت پیشِ چشمِ من — ماهی گذشت و شب به نهایت نمی رسد
از خون نوشته قصهٔ دردت سوالِ اشک — هر روز در کدام ولایت نمی رسد
ای عقل بگذر از سرِ خسرو که مر ترا
در کارِ اهلِ عشق کفایت نمی رسد

۴۴۶ه

بادِ صبا[2] ز نافهٔ چینت نمی رسد — بوئی به عاشقانِ غمینت نمی رسد
خاکِ توایم و چشمِ تو برما نمی فتد — ماهی و پرتوی به زمینت نمی رسد
شمعی که آسمان و زمین زو منور اند — در روشنی به عکسِ جبینت نمی رسد
گفتم که کام دل بستانم ز لعلِ تو — دستم به پستهٔ شکرینت نمی رسد
ای دُرجِ لعل دوست مگر خاتم جمی — زینسان که دستِ کس به نگینت نمی رسد
هرگز ترا چنان که توئی کس نشان نداد — پای گمان به حدِ یقینت نمی رسد
مفتی مپوی بر درِ زندان که امر و نهی — بر عاشقانِ بی دل و دینت نمی رسد
با خار ساز، خسرو اگر گل به دست نیست
کز گلشنِ زمانه بجز اینت نمی رسد

۴۴۷ه ب

یاری کش از کرشمهٔ خوبی نشان بود — از وی وفا مجوی که نامهربان بود

---

[1] درین بیت محذوف است. [2] درین غزل محذوف است.

اے آفتاب بار دگر چوں تو نت دید | جائے کہ سایۂ تو برایں دل گراں بود
نزدیک دل بوند بتاں واں کہ ہیچو تست | نزدیکِ دل مگوے کہ نزدیکِ جاں بود
گر زروے[1] تافتی سخنے گوے در چمن | گل را دہند قیمت و بو رائگاں بود
خاموشیش حکایتِ حال ست گوش دار | عاشق کہ در حضورِ رخت بے زباں بود
گفتی[2] کہ نالہ ہاے فلاں گوش من بہ برد | آخر چنیں چرا ہمہ شب در فغاں بود؟
آں را کہ می خلی ہمہ شب درمیانِ دل | گر تا بہ روز نالہ کند، جاے آں بود

عمداً جدا مباش کہ در جانِ خسروی
گر خود ہزار سالہ رہ اندر میاں بود

۸۴۸ غ

ترکے و خوب روے کسے کایں چنیں بود | نبود عجب اگر دلِ او آہنیں بود
مائیم و خونبہاے پریشاں تمام شب | خوش وقت آں کہ با چو توئی ہم نشیں بود
تیغم نہ بر قفا، بہ گلو زن کہ گاہِ مرگ | رویم بہ سوے تو، نہ بہ روے زمیں بود
پیرایۂ گلو بود از دستِ دوست تیغ | واں خوں کز او چکد علمِ آستیں بود
اے مستِ ناز جرعۂ خود را بہ روے خاک | مفگن کہ پاے لغزِ بزرگانِ دیں بود
ساقی مرنج از من و رسوائیم از آں کہ | دیوانہ را شراب دہی ہم چنیں بود
فریادِ عاشقاں ہمہ شب گردِ کوے تو | چوں بانگِ مؤذناں کہ بپاس پسیں بود
شد جان صد ہزار چو من در سرِ لبت | آرے بلاے مور ز مگس انگبیں بود

یارب چگونہ خواب کند آں کہ خسرو را
ہر شب ہزار یار کشش اندر کمیں بود؟

---

[1] بیت محذوف است در ن۔ [2] بیت محذوف است در ن و بہ جایش بیت ذیل اضافہ است ع

زاں جا کہ ہست کہ خندۂ گل بلبلِ خراب | برحق بود کہ عاشق روے چناں بود

۴۷۹
مشتاق چوں نظارهٔ آں سیمبر کند　　طاقت نهد به گوشه که آں گه نظر کند
صورت گرے نقشِ خود از جاں کند سخن　　چوں لعلِ او به دید سخن مختصر کند
او پرده برگرفت، بگوئید باد را　　تا خانمانِ گل همه زیر و زبر کند
کنعاں خراب گشت ز اخوانِ روزگار　　باشد کسے که یوسفِ ما را خبر کند
گویند دوستانِ دگر کن به جاے او　　من می کنم، گر ایں دلِ بدخو بدر کند
دی پاره کرد سینهٔ مجروحِ من سرش　　در آدمی مگو که به دیوار اثر کند
اندیشهٔ من از دلِ خودکام خسرو است
صعب آتشے بود که سر از خاک در کند

۴۸۰
چشمے که قصدِ جانِ منِ ناتواں کند　　گویم مکن به قصدِ دلِ من، همان کند
مرغِ دل آشیانه به زلفِ تو می کند　　چوں طوطیے که میل به هندوستاں کند
آں کس که مانده بستهٔ سوداے زلفِ تو　　سودش همیں بود که همه را زیاں کند
از نیم تابِ زلفِ تو هر دم به آفتاب　　آساں سزد که یک شبه در میاں کند
شمعے که پیشِ روے چو ماهِ تو بر کنند　　از تیغ گردنش بزنم گر زباں کند
اندر ستیزه آمدن و زود رفتنت　　هر دم هزار بار دلِ من فغاں کند
خسرو چو در تو می نرسد بارے از به لب
دل را بر آبِ دیده نشاند رواں کند

۴۸۱ [1]
شوخی نگر که آں بتِ عیار می کند　　دل را به بندِ زلف گرفتار می کند
هر دم به شیوه هاے دگر می برد دلے　　در حلقه هاے زلف نگوں سار می کند
دشمن دریغ بود که وا یافت پیشِ دوست　　حیف است گل که همدمیِ خار می کند
انکارِ عشق بازیِ ما می کنند خلق　　ما خاکِ آں کسیم که ایں کار می کند

---
[1] جالگه مدن غزل محذوف است.

تا دید شیخ رونقِ بازارِ عاشقاں | هر بامداد خرقه به بازار می کند
جز عقلِ عاقلاں نه کند صیدِ چشمِ تو | مست است و قصدِ مردمِ هشیار می کند

درخورد درست نیست نثارِ سرِ ترا
خسرو سرے که دارد ایثار می کند

۵۵۴
تا چینِ زلف بر رُخِ دلدار نشکند | بازارِ حسن و رونقِ تاتار نشکند
گر یار بشکند دلِ ما را هزار بار | دانم بدیں قدر که دلِ یار نشکند
ما را مباد توبه ز مستی و عاشقی | تا جامِ عشق و کوزهٔ خمّار نشکند
زاهد چرا ملامتِ مستاں کنی، بگو | تا عهدِ توبه مردمِ هشیار نشکند
در عاشقی درست نه باشد کسے که او | ناموسِ خویش بر سرِ بازار نشکند
با زلفِ تست عهدِ دلِ ما و زینهار | در گوشِ او بگوے که زنهار نشکند
در پاے بوسِ یار ز غوغاے عاشقاں | سر ها رود که گوشهٔ دستار نشکند
گر آبِ خضر خواند لبت را خرد چه شد؟ | نرخِ گهر به طعنِ خریدار نشکند

خسرو ز زلفِ یار خلاصی طمع مدار
تا ایں دلِ شکسته به یک بار نشکند

۵۵۵
ت
چوں طرهٔ تو سلسله بر یاسمیں نهد | خورشید پیشِ روے تو سر بر زمیں نهد
هر بوے خوش که باد ز زلفت برد به باغ | اندر قباے غنچهٔ تنگ آستیں نهد
دیوانهٔ لطافتِ اندامِ تست آب | مانا که باد سلسله بر آب زاں نهد
در خویشتن زمیں زگرانی فرو شود | جاے که قامتت به نشستن سریں نهد
چشمت اگر به کشتنِ ما گو کُشش به ناز | خلقے چه شد که بار بر آں نازنیں نهد
لشکر کشید مار صفت از سبزه بر سمن | زیں پس خراج بر گل و بر یاسمیں نهد

---

۵۵۳ دریں غزل مخدوش است ۵۵۴ و ۵۵۵ بسبب دریں نسخه موجود است.

در بوسہ لب ترش کنی و جاں برد لبت — زاں چاشنی بہ سرکہ کہ در انگبیں نہد
سروِ قدت کہ پائے ناز بجائے دیدہ می نہد
خسرو بر آستانِ شہ سرِ راستیں نہد

۸۵۴
چشمِ فسوں گرِ تو کہ دادِ فسوں دہد — دانا زمامِ عقل بدستِ جنوں دہد
خونابہ می خورم ز غم و گریہ می کنم — آرے شراب گوہرِ ہر کس بروں دہد
غم در دل و جگر خورد آرے بداں بود — ہر کو نہال را بہ دلِ آبِ خوں دہد
مستِ نشاط و عیش کجا گردد آدمی؟ — دورِ فلک چو بادہ بہ جامش نگوں دہد
گفتی "بروں مدہ غمِ خود" چوں نہاں کنم — چوں رنگِ رخ گواہیِ حالِ دروں دہد
اجرائے جور می کنمت بر خود اے عجب — شیشہ فروش سنگ بہ دیوانہ چوں دہد؟
خسرو ز بہر آں کہ خورد سنگ بر درت
خود را میانِ حلقۂ طفلاں بروں دہد

۸۵۵
ہرگاہ مرغے از سرِ شاخے نوا زند — آید بہ دل کسے کہ رہِ جانِ ما زند
فریاد ازاں دلے کہ بہ فریاد ہر شبے — نالش بہ درد ازاں سرِ زلفِ دوتا زند
بے نغمۂ طرب کہ بود ارغوانِ مرگ — مرغے کہ در شکنجۂ دامے نوا زند
اے فاختہ زنالہ زن آتش بہ بوستاں — کز گل امید نیست کہ بوئے وفا زند
او در خرام و دیدہ بہ راہش چہ کم شود؟ — گر او طفیلِ سگ بہ ہمت پشت پا زند
بے خواست کسے از دلِ من می زند بہ تیر — کایں تیر ناگرفتہ ندانم کجا زند؟
اے پند گوئے شیفتہ را چوں نماند سنگ — خلقے رہا کنیش کہ کلوخِ جفا زند
خسرو ز رشکِ غیر بہ جاں می رسد بلے
خیزد قیامتے چو گدا بر گدا زند

سلہ بیت درن محذوف است۔ سلہ درن غزل محذوف است۔

سلہ ۴۵۶

یک رہ ز وزیار اگر قدمے سوے من زند	بخت رمیدہ خیمہ بہ پہلوے من زند
خواہم ہزار جاں ز خدا تا کنم نثار	در ہر قدم کہ سرو سمن بوے من زند
در خورد دوست نیست مگر اشک چشم من	در پیش مردماں ہمہ در روے من زند
مردم در انتظار کہ کے حلقہ بر درم	زلف نگار سلسلہ گیسوے من زند
چشمش ہزار قلب شکست از مژہ ہنوز	لشکر کشیدہ بر دل بدخوے من زند

خسرو ز نازنین رخش دم زنیم نیز
لاف محبتش سر ہر موے من زند

۴۵۷ غ

آں خوں کہ گاہ مستی از آں مست ما چکد	از زلف فتنہ بارد و از جاں بلا چکد
شوید چو رخ بہ صبح کند غرقہ خلق را	ہر قطرہ کہ از رخ آں آشنا چکد
اے زاہد از دعاے بد ایمن مشو کہ شب	مستاں دعا کنند کہ خوں از دعا چکد
جام لبت کہ محتشماں را حلال باد	زو جرعہ چہ باشد اگر بر گدا چکد؟
مردم در ایں ہوس کہ شبے سر نہم بہ پاش	زاں گونہ کآب چشم منش زیر پا چکد
خاک درت بہ چشم من از گریہ خوں خورم	تا خوں جگر ز چشم من آں توتیا چکد
محکم قبا مبند کہ دامن بہ گیر دست	خون ہزار دل کہ ز بند قبا چکد
شمشیر آبدار کشیدی بر اہل عشق	دولت بود کہ ضربے از آں سوے ما چکد

تو می روی ندا ز پے خوں ریز خویشتن
خسرو دواں کہ تا خوے اسپت کجا چکد

۴۵۸

شبے کہ دلبرم از بام ہمچو ماہ بر آید	ز جان سوختہ ام صد ہزار آہ بر آید
بہ سبزہ کہ گذشتی ز آب دیدہ ام آں جا	ہزار لالۂ خونیں ز خاک راہ بر آید
ز پردہ چوں بدر آئی برائے دیدن دیت	ہزار یوسف کنعاں ز قعر چاہ بر آید

سلہ در نسخۂ د ایں غزل محذوف است ۔

چہ عشوہ و چہ کرشمہ چہ دلبری ست کہ حشمت — ہمہ بہ مردمِ مسکینِ بے گناہ برآید
زحالِ خسروِ مسکیں نظر دریغ مفرما
کہ کارِ ما ز تو لے جاں بہ یک نگاہ برآید

۸۵۹[1]
بہ بامِ خویش چو آں ماہ کج کلاہ برآید — نفیرِ نالۂ من بر سپہر و ماہ برآید
نگہ تو دار یش از سوزِ جانِ خلق خدایا — چو او خرامد ہر سو ہزار آہ برآید
چو چشم سُرخ کنم بر رخش ز دیدہ رود خوں — ہزار آہ کہ داد از دلِ سیاہ برآید
فتاد در زنخ او، دلا کہ میر کہ زلفش — نہ رشتہ است کز او غرقہ لے ز چاہ برآید
زرُوئے خوب مُرادِ تو می دہند ولیکن — ہزار تو بہ کجا پیش ایں گناہ برآید؟
شبے پگاہ ترک سر زِ خواب ناز برآور — کہ آفتاب نیارد کہ صبح گاہ برآید
چنیں کہ اخترِ خسرو بہ زیرِ خاک فروشد
مگر ز دولتِ شاہِ جہاں پناہ برآید

۸۶۰[1]
چو آں بت از سر کو با ہزار ناز برآید — ب زخلق ہر طرفے آہ جاں گداز برآید
ز تند باد جگر ہا مرا درونہ بلرزد — گلے کہ بر سرِ آں سروِ سرفراز برآید
مرا نہال قدش بر جگر نشست بدانساں — کہ گر ہزار بار بر کنند باز برآید
بہ یادِ آں قد و قامت سرشکِ لعل دو چشم — بہ ہر زمیں کہ بریزد، درختِ ناز برآید
چو پشتِ دست گزم از فسونِ حیرتِ بدیش — فسونِ حیرتم از نقشہائے گاز برآید
مجب مدار ز بارانِ عشق و تخم محبت — چو سبزہ از گِلِ محمود اگر ایاز برآید
نماز نیست مرا جز بہ سوئے بت نہ ہمانا
کہ کارِ خسروِ گمراہ از آں نماز برآید

۸۶۱[1]
چو ترکِ مستِ من آلودۂ شراب برآید — زشورِ او نمکے در دلِ کباب درآید ت

---

[1] درین غزل محذوف است۔

لبش اگر کشدم در سؤالِ بوسه نترسم   ولیک غمزه مبادا که در عتاب درآید
بیا که زاهدِ خشک از شبیت مست بیابد   به جرعه تر کند آن زهد و در شراب درآید
به گردِ دیدهٔ خود خار بستی از مژه کردم   که نی خیالِ تو بیرون رود نه خواب درآید
گهی که روی به دیوار هجر از تو آرم   عمارتی ست که اندر دلِ خراب درآید
سر از دریچه برون کرده ای بسوختم آخر   رها مکن که در آن روزن آفتاب درآید
کج است تیرِ مژه راست می زنی به دلِ من   که تیرِ کج چو به آتش رسد به تاب درآید
ز بهرِ دیدنِ هندوستانِ زلفِ تو هر شب   بیا ببین که ز سیلابِ چشم آب درآید
ز گریه در غمِ رویت به چشمِ خسروِ بی دل
نماند آب اگر بو که خونِ ناب درآید

۸۶۲

دلم ز دست برفته ست و پیش باز نیاید[۲۲]   نوازشی هم از آن یارِ دل نواز نیاید
تمام عرصهٔ عالم سپاهِ فتنه بگیرد   اگر ز عارضِ یارم خطِ حجاز نیاید
درید پرده، فرو ریخته رازِ دل به صحرا   ز پرده ها که چنین شد حجابِ راز نیاید
بتا به ناز بکشتی هزار صاحبِ دل را   کسی به پیشِ تو میرد که گاه ناز نیاید
چو خاکِ پای تو گشتم بگو که در تهِ پایت   به خاک رفتنِ آن گیسوی دراز نیاید
گرم بگوئی "بوسی بزن بر آن لبِ شیرین"   مرا ز غایتِ شادی دهن فراز نیاید
اگر به باغ رسد قامتِ بلندِ تو روزی   عجب بود که اگر سرو در نماز نیاید
دهند پند که "باز آ" من آن مجال ندارم   که هر که رفت به کویت، به خانه باز نیاید
جهان بسوخت حدیثِ نیازمندیِ خسرو
خنک بود سخنی کز سرِ نیاز نیاید

۸۶۳

شبی گذشت که چشمم خبر ز خواب ندارد[۲۳]   مرا شبی ست سیه که ماهتاب ندارد

---

۲۲ این بیت محذوف است سکه و سکه درین غزل محذوف است

به جانِ دوست که مرده هزار بار به از من | که یارے از دلِ بر خوے من عذاب ندارد
تمام شبکه بامن عتابهای بناز شبست خوش | منم که روزِ مرادِ من آفتاب ندارد
چگونه گویمت که به خوابم بیا بهست بدان دیت | مکن بهیده به بے دلے که خواب ندارد
نه عقل ماند و نه دانش نه صبر ماند و نه طاقت | کسے چنیں دلِ بے چارهٔ خراب ندارد
به کوے تو همه روے زمیں به گریه نشستم | هنوز بر درِ تو روے زرد م آب ندارد

زحالِ خسرو پرسی چه پرسیش که ز حیرت
به پیشِ روے تو جز خامشی جواب ندارد

۸۶۴
کمندِ زلفِ تو[1] عشاق را به کوے تو آرد | دو مهر بند کشی چشمِ فتنه جوے تو آرد
هزار کوهِ غم از دل به یک نظر بر باید | هر آں نسیم که بوے مرا ز کوے تو آرد
ز باد خسته شوم چوں به گردِ روے تو گردد | دمے ز لطفِ صبا شاکرم که بوے تو آرد
کجا گریز کنم از تو هر طرف که گریزم | خیالِ زلفِ تو ام سوکشاں به سوے تو آرد
شوم به راهِ تو خاک و دراں غمم که نباشد | صبا غبارِ غم آلودِ من به کوے تو آرد
به هر سیے که خرامی به یک نظارهٔ رویت | به صد هزار دلِ فارغ آرزوے تو آرد
مرا کرشمه و نازے که نرگسِ تو نماید | دلیلِ کشتنِ مردم برائے خوے تو آرد
گریستم ز تو خونها بسے و با تو نگفتم | چگونه دوست از ایں ماجرا به روے تو آرد

صفت چه داند کند خسروت که سنگ و زمیں را
جمالِ تو به رباید به گفتگوے تو آرد

۸۶۵
منه دل[2] به جهاں کایں جهاں به چیز نیرزد | به نیم چند نگیرش که هیچ چیز نیرزد
اگرچه عاقلِ دانا نده بر زمانه بخندد | به خندهٔ لبِ لیقاں به هیچ چیز نیرزد
کلاهِ مرتبهٔ خویش بیں ز تنگ ملن دل | که با قبائے تو نه چرخِ یا اطلس نیز نیرزد

---

[1] و [2] در اله غزل محذوف است۔

درشت‌خوئی همصحبتانِ دهر حذر کن — که خوی زشت بدان صحبتِ عزیز نیرزد
ببین به باد و بروتی که نیست مردمی او را — به سبلتی که محاسن کم است تیز نیرزد
چو حاصل از پی چرخ است هر چه چرخ نگردد — گر است حاصلِ قارون به یک پشیز نیرزد

عروس دهر کنیزیست خسروا چه هندت
تمام ملکِ جهان ننگ آن کنیز نیرزد

سله ۸۶۶

از آن گهی که کشادم به دیدن این نظر خود — چه خون که خوردم ازین چشم پر دُر و گهر خود
به باغ رفتم و قوتی ز بوی گل به گرفتم — ز بس که سوختم از تابِ سوزشِ جگر خود
کجات بینم و بر بامِ تو چگونه برآیم؟ — هزار وای که مرغان نمی دهند پر خود
سرم که بر درت افتاد تا که پات برنجد — به پشت پا چو کلوخیش دور کن ز درِ خود
چو بندهٔ رهی به ببند بر آن شود که بگردد — هزار بار به گردِ سر دو چشم ترِ خود
دلم که صدق ندارد به کارِ عشق چه کار آید؟ — وه این نگین ره منی جدا کن از کمرِ خود

ز عشق آن که رسیده سپر نه دیده خدنگت
بر آن ست دیدهٔ خسرو که بفگند سپر خود

سله ۸۶۷ سله

ز حد گذشت غمِ ما و آن نگار نه پرسد — بگو که باک تو آن گفت غم که یار نه پرسد
دلم از او ست نگار و مباد هیچ گزندش — اگرچه هیچ گه از این دل فگار نه پرسد
به دردِ عشق بمیرم دوای خویش نه پرسم — که عاشقم منع عاشق صلاح کار نه پرسد
در آشنائیِ دریای عشق راست کسی دان — که تن به غرق دهد ز لب کنار نه پرسد
به هر جفا که کنی راضیم که گشتم اسیرت — شتر مهار به بینی قیاسِ بار نه پرسد
توئی به کشتن ما خوش ز حالِ مات چه پرسش — کسی که تیر زند زحمتِ شکار نه پرسد

سله درین غزل محذوف است — سله درین بیت ذیل زائد است —

بگوی که دیدن تن هر چه طالع آمدی آخر — به مردن آن که ز رد طالع و شمار نه پرسد

گرم تو خاک رہی ازیں زکوے کیست گویم؟ | گدا چو زر دہیش قیمت عیار بہ پرسد
دلش کہ سوختہ شد خسروا از تو پیش کسے را
سخن زحسن جوانان گل عذار نہ پرسد

۸۶۸[1]
گماں مبر کہ مرا ہیچ کس بجاے تو باشد | قسم بجان سر من کہ خاک پاے تو باشد
اگر بہ تربتم آئی ہزار سال پس از من | شگفتہ بر سر خاکم گل وفاے تو باشد
غم تو خاک رہ جو دم بہ باد داد و نہ خواہم | غبار خاطر گردے کہ در ہواے تو باشد
غریب نیست کہ بیگانہ گرد داز ہمہ عالم | ہر آں غریب کہ در شہر آشناے تو باشد
زہے جماعت کوتہ نظر کہ سرو سہی را | گماں برند کہ چوں قد دلرباے تو باشد
چگونہ بر تو نہ ترسم کہ ہر طرف کہ درآئی | ہزار دیدۂ خوں ریز در قفاے تو باشد
بشوی دست زخسرو اگر نہ پیش تو آید
کہ ہر قدم کہ زند دست خونبہاے تو باشد

۸۶۹
زگشت مست لبے بہ ہوش خویش نہ بود | دلم زصبر لبے لاف زد ولیش نہ بود
زدند راہ دلم آہوان بے انصاف | کہ از ہزار خدنگش یکے بہ کیش نہ بود
بہ صد ہزار دلش عاشقاں خریدارند | بہاے یوسف اگر ہفدہ قلب بیش نہ بود
دل او فگند مرا در چہ زنخدانش | دگر نہ چشم من خوں گرفتہ پیش نہ بود
نمک بہ ریش من اے پارسا مزن از پند | بہ شکر آں کہ دلت ہیچ گاہ ریش نہ بود
خوش است عشق بہ گفتن ولے چہ دانی درد؟ | ترا کہ بود لبے و نمک بہ ریش نہ بود
چو وصل می طلبی خسروا از بلا بگریز
کہ در جہاں عسلے بے گزند نیش نہ بود

۸۷۰
مرا بہ صبح ازل جز رخت دلیل نہ بود | بہ گاہ آمدنم جز بہ تو سبیل نہ بود

---

[1] در ن غزل محذوف است.

چناں بہ روزِ وداعش ز دیدہ سیل آمد | کہ ہمرہانِ مرا ہمرہِ رحیل نہ بود
گماں مبر کہ شود گل بہ سعیِ کس آتش | کہ از جلیل بداں لطف از خلیل نہ بود
بہ قتل گاہِ شہیدانِ عشق بگذشتم | یکے بہ غمزۂ ترکاں چو من قتیل نہ بود
بسے بہ مژدۂ وصلِ تو دیدہ سیم فشاند | ولیکے در زرِ وصالش بہ جز قلیل نہ بود
مگر ز شرمِ لبِ لعلِ یار شد بے آب | وگرنہ مردمِ چشمم چنیں بخیل نہ بود
بہ تشنگانِ صداعِ خمار بر گوئید | کہ "دوش بادۂ ما کم ز سلسبیل نہ بود"
حدیثِ لذتِ خرما ز ما مپرس کہ ہیچ | بغیرِ خار نصیبم از آں نخیل نہ بود

مدام خسرو از آں جامِ مے نہد در پیش
کہ ہیچ آئینہ جز جامِ مے صقیل نہ بود

۸۷۱

نمازِ شامم[1] کہ آں سرو را جمال نمود | ز نقشِ ابروِ دیوانہ را ہلال نمود
ز بس کہ روز و شبم در خیال انیم گشت | کہ شب گذشت بہ پیشِ مرا خیال نمود
نہ دانمش ز کجا پرسشِ دلم می کرد | دو دیدہ گریۂ خونیں ز چشم و حال نمود
دلم ببرد، گرفتم کہ "دزدِ دل بنما" | بہ نازِ خندۂ دزدیدہ کرد و خال نمود
رقیب گفت کہ "یادِ تو می کند گہ گاہ" | مرا ز بختِ بدِ خویشتن محال نمود
ترا بہ خوابِ تنعم چہ آگہی زاں شب؟ | کہ در فراقِ تو خاطر ہزار سال نمود
نویدِ تیغِ سیاست ز چوں تو سلطانے | سعادتے ست کہ درویش را جمال نمود

نظارۂ تو زد آتش بہ جانِ خسرو از آنک
ز دورِ تشنۂ تفتیدہ را زلال نمود

۸۷۲ غ

گل و شگوفہ ہمہ ہست و یار نیست چہ سود؟ | بتِ شکر لبِ من در کنار نیست چہ سود؟
بہار آمد و ہر گل کہ باید آں ہمہ ہست | گلے کہ می طلبم در بہار نیست چہ سود؟

---

[1] درین غزل محذوف است۔

بہ انتظارِ تو آں روے دوستاں دیدن   دو دیدہ را چو سرِ انتظار نیست چہ سود؟
ز فرق تا بہ قدم زر شدم ز گونۂ زرد   ولے ز سنگِ شکیبم عیار نیست چہ سود؟
ز بہرِ خوردنِ دل گر ہزار غم دارم   چو بختِ خویشتنم استوار نیست چہ سود؟
ز دوست مژدۂ مقصود می رسد، لیکن   از آں ہزار یکے بر قرار نیست چہ سود؟
اگرچہ بادۂ امید می کشد خسرو
ز دورِ چرخ سرش بے خمار نیست چہ سود؟

۸۷۳
مہے بر آمد و از ماہِ من خبر نہ رسید[1]   نسیمے از سرِ آں زلفِ تازہ تر نہ رسید
کدام دیدۂ خوں بار بعد عناں گیرش   کہ دور ماندۂ من ہیچ از آں سفر نہ رسید
زباں ز پرسشِ آیندگانم ابلہ شد   کز آں مسافرِ رہ دور من خبر نہ رسید
بہ سوختم شبِ ہجر در کنجِ تنہائی   کہ کس ز حالِ منِ مستمند بر نہ رسید
کجا بہ صحبتِ یارے بہ عیش بنشستم؟   کہ ہجر تیغ کشیدہ دو اسپہ در نہ رسید
ز خونِ دیدہ نوشتم ہزار نامۂ درد   ہنوز قصۂ اندوہِ من بہ سر نہ رسید
گذشت بر دلم اندوہ صد ہزار قیاس   ہنوز ایں شبِ ہجرم مرا سحر نہ رسید
بہ صد دعا نظرے خواست در رخش خسرو
در انتظار بہ مرد و بداں نظر نہ رسید

۸۷۴
چمن ز سبزہ خطے بر رخِ جمیل کشید   بہ باغ سرورِ رواں قامتِ طویل کشید
بہ رنگ و بوے بیاراست گلستاں خود را   بہ گوشہ ہاے گلستاں بنفشہ نیل کشید
بتانِ آذری از بتکدہ بروں جستند   چو لالہ زار بہ دشت آتشِ خلیل کشید
بہار در رہِ آیندگانِ باغ نگر   کہ فرش دیدۂ نرگس بہ چند میل کشید
سرودگویاں بلبل بہ جام لالہ شتافت   گہے خفیف گرفت و گہے ثقیل کشید

[1] در "ن" غزل محذوف است۔

بهشت عشرت چمن و خوش کسے که با خوباں — در آں بهشت شرابے چو سلسبیل کشید
[1] به مے سبیل کنم خونِ خود که خوباں را — به سوے خویش توانم بدیں سبیل کشید
[2] دوالِ دامنی کز رکابِ اهلِ کرم — دوال بست و در گردنِ بخیل کشید
بروں خرام کنوں خسروا اگر خواهی
قدح به روے خود و صورتِ جمیل کشید

[3] ۸۷۵

مبصّراں که مزاجِ جهاں شناخته اند — دو روزه برگِ اقامت درآں نه ساخته اند
خراب گردد ایں باغ و بر پرند همه — نوازناں که در و عندلیب و فاخته اند
عجب ز موی گری تیز بر کشد آواز — به خانهٔ که سرود طرب نواخته اند
مبیں ز سیم و زر آهن تنِ تو کاهن و سیم — به بوتهٔ گل از انساں بسے گداخته اند
سرے که زیرِ زمیں شد نهفته شاهاں را — هماں سرے ست که بر آسماں فراخته اند
تهمتناں که به یک تیر چرخ می شکنند — ز بهرِ چیست که شمشیر و خنجر آخته اند؟
نگاهبانی جوهر چو نیست در حدِ کس؟ — چه سود از آں که همه دزد را شناخته اند؟
عنانِ نفس مده خسروا به طینتِ خویش
که عاقلاں فرس اندر وحل نه تاخته اند

[3] ۸۷۶

به دیده و دلِ من دست خانه می طلبد — چرا در آتش و آب آشیانه می طلبد؟
زباں به سوخت ز آه و ز بهرِ شرحِ فراق — لبم ز جان پر آتش زبانه می طلبد
دلم به سوے بتاں میل می کند آں گاه — مزاج عافیتم در زمانه می طلبد

---

[1] در "ن" بیت محذوف است و به جایش دو بیت ذیل زائد است ــ
نهاد نرگسِ بیمار چوں به بالیں سر — حبابے ز آبِ رواں شیشهٔ دلیل کشید
دو دیده خوں ز بناگوشِ پیلِ مستِ سحاب — شب از هلالِ کجک بر سرانِ پیل کشید
[2] در "ن" بیت محذوف است ۔ [3] در "ن" غزل محذوف است ۔

دلم که غرقه به خوں شد ز آشنائیِ چشم
فتاده در دلِ دریا کرانه می طلبد
سوادِ دیده سپر ساختم که غمزهٔ او
ز بهرِ تیرِ بلا را نشانه می طلبد
میانِ نازکِ او را به بر به گیرم تنگ
که از برائے گسستن بهانه می طلبد
شده ست خسروِ بے خویش در میانش گم
تنے چو موے که موے دو شانه می طلبد

۸۷۷[1]

اگر ز حالِ من آں شوخ را خبر باشد
به سوز دار دلش از سنگ سخت تر باشد
حکایتِ من و او عشق نیست می دانم
که عشق دیگر و دیوانگی دگر باشد
روائے نسیمِ صبا دُر از آں دو چشمِ سیاه
اگر نه کشتنیم سهل یک نظر باشد
و لے تو سنگ دلی کے دلم نگه داری؟
نه هر که سنگ تراش است شیشه گر باشد
اگر نمک چکد از چشمهاے من زاں شب
که دیده را ز خیالِ لبت اثر باشد
نگر به موے بر اندامِ من همی خیزد
گیا به خاستن آید زمیں چو تر باشد
نمک چگونه نسائی به چشمِ من که مرا
به نوکِ هر مژه پرکالهٔ جگر باشد
به سوختی دلِ خسرو مگر نه می دانی
که آهِ سوختهٔ عشق را اثر باشد

۸۷۸[2]

درآں هجوم که یارِ تو پادشا باشد
غمِ گدا که بود زیر پا، کرا باشد؟
منم به سوز و گدازش به یادِ سیم برت
چو مفلسے که هوسناکِ کیمیا باشد
یگانه با تو چنانم که در جدائیِ تو
چو یک تنم که از او نیمه اے جدا باشد
تو پادشاهِ بتانی و خاطرم این ست
که شغلِ رهیی بر درت مرا باشد
شوم فدائے جمالے که گر هزاراں سال
کنم نظاره، هنوز آرزو بجا باشد
بلا و فتنه از آں نخل باد یا رب دور
که برگ و فتنهٔ او میوهٔ بلا باشد

---

[1] و [2] در "ن" غزل محذوف است.

نه دانم ایں دلِ آواره را که فتوے داد
که بت پرستی در عاشقی روا باشد

فغاں ز یاد که بوے تو بهرِ کشتنِ خلق
همی برد که چو من بے دلے کجا باشد

مخواه عاقبت اے پندگوے خسرو را
چو عاشق است رها کن که مبتلا باشد

۸۷۹
کسے که عشق[1] نه ورزد سیاه دل باشد
چو سر ز خاکِ لحد بر زند خجل باشد

کسے که سر نه نهد در رهش چه سر دارد؟
دلے که جاں نه دهد در غمش چه دل باشد؟

هواے دوست ز سر کے بروں کند عاشق؟
هزار سال اگر زیرِ خشت و گل باشد

ز هجر سلسلهٔ شوق منقطع نه شود
مرا که رشتهٔ جاں با تو متصل باشد

اگر به تیغِ جدائی مرا به خواهد کشت
بهل که تا به کشد کو ز من بحل باشد

۸۸۰ ت
چه شد که یار بر آهنگ کیں بروں آمد؟
به خونِ کیست که آں نازنیں بروں آمد؟

خداے مهرِ مسلمانیش کند روزے
که باز کافرِ من در کمیں بروں آمد

چه آفت است که باز آں سوار پیدا کرد؟
کدام سرو ز بالاے زیں بروں آمد

صداے نعلِ سمندش به خاکیاں برسید
نفیرِ گم شدگاں از زمیں بروں آمد

به شهرِ دی که در آمد براے دیدهٔ بد
هزار دست دعا ز آستیں بروں آمد

کلیساے مغانم رهم دهید کجاست؟
که باز ایں دلِ کافر ز دیں بروں آمد

دلم ز پرده بروں اوفتاد از پےِ چشم
چناں دلے چه کنم چوں چنیں بروں آمد

هزار دردِ کهن تازه کرد بر عاشق
ز بس که نالهٔ خسرو حزیں بروں آمد

۸۸۱ غ
ز خانه دوش که آں غمزه زن بروں آمد
هزار جانِ گرامی ز تن بروں آمد

---

[1] در "ن" غزل محذوف است۔

به نزدِ کس دلِ آواره با ز هر سوے   که بهرِ دیدنِ آں مرد و زن بروں آمد
به زلفِ شانه همی کرد دی که چندیں دل   شکسته بسته ز هر یک شکن بروں آمد
عجب بود که اگر من زیم در ایں نورد نه   که سبزهٔ تر او از سمن بروں آمد
شبم نه گفت که "چونی" به سوزمش ناگاه   کجا وه از لبش ایں یک سخن بروں آمد؟
دمے ز خانه بروں آ که بهنیت ناگاه   که بهرِ دیدنِ من جانِ من بروں آمد

به عشقِ میر خسرو چه طرفه حالے بود؟
ز غیب کایں سخن از هر دهن بروں آمد

۸۸۲ غ

فغاں که جانِ من از عاشقی به جاں آمد   ز دستِ چشم و دلِ خویش در فغاں آمد
به راه دیدم و گفتم "رود به خانه" نه رفت   به سویم آمد و اندر میانِ جاں آمد
نه دیده بودم و دعوائے صبر می کردم   دلم نه ماند در آں دم که ناگهاں آمد
تو دیر زی که مرا جانِ من بکشت امروز   نظارهٔ تو که چوں عمرِ جاوداں آمد
به گردنِ دگراں آمدم شبے ز تُو بیت   به پاے خویش به کوے تو چوں تواں آمد
غمِ تو دوش همی برد جاں بدل شد صبح   دلِ کساں که خیالِ تو در میاں آمد
گراں نیاید کوهِ غمِ تو بر دلِ من   دمے ز وصل زدم بر دلت گراں آمد
ز ابرویت که به کشتی سرنگوں ماند   اسیرِ غرق شد و عمر بر کراں آمد

نه مانده بود ز خسرو اثر که دی ناگاه
تو رخ نمودی و بیچاره بر زباں آمد

۸۸۳

گل[1] رسید و هر کسے سوئے گلستاں می دود   در چمنها هر طرف سروِ خراماں می رود
شد جهاں زنده به بوئے گل ولے من چوں زیم   کز گلم بوئے کسے می آید و جاں می رود
کوری آں دیدهٔ محروم، باز آں نازنیں   بر بساطِ نرگسِ تر مستِ غلطاں می رود

---

[1] در "ن" غزل محذوف است۔

گر چمن خواہی و فردوس اینک اینک کوے دوست / خلق آوارہ کجا در باغ و بستاں می رود؟
وقت خوش کش گل و صلاے شگفت از روے دوست / سوے ما بارے ہمیشہ باد ہجراں می رود
اے کہ ساماں جوئی از من کے بود ثابت قدم؟ / مست بے چارہ کہ پاے او پریشاں می رود
آں کہ در پایش نہ زد خارے، کجا داند کہ چیست؟ / دردِ آں کش در تہِ ہر موے پیکاں می رود

خسروا بر خاک آسانی تپیدن دور نیست
ہست دشوار آں کہ او از دل نہ آساں می رود

۸۸۴

دلِ مرا چو ز روے تو یاد می آید / ہزار شادی در دل ز یاد می آید
تو یارِ خویش فراموش کردہ ای ز حسن / کجات از من سرگشتہ یاد می آید
غمِ تو در دلم آتش نہاد و از لعلت / صد آتشِ دگر اندر نہاد می آید
سوادِ چیں شدہ زلفینِ تو، کہ ہر سحرم / نسیمِ مشک فشاں زاں سواد می آید

مرادِ سینۂ خسرو توئی و روے ترا
ہر آں صفت کہ کنم بر مراد می آید

۸۸۵

بیا نظارہ کن اے دل کہ یار می آید / ز بہرِ بردنِ جانِ فگار می آید
فرازِ مرکبِ ناز او سوار در عقبش / ہزار شیفتۂ بے قرار می آید
رسید نازکِ من اے نظارگی زنہار / بہ بندِ دیدہ گرت دل بہ کار می آید
چہ گرد ہا کہ برآوردہ باشد از دلہا / کہ فرق تا بہ قدم پُر غبار می آید
دو دیدہ کاش مرا خاک آں زمیں بودے / کہ نعلِ توسنِ آں شہسوار می آید
مرا کہ یاد کند گر ز کوے او بہ روم / یکے اگر بہ رود صد ہزار می آید

سلہ در "ن" غزل محذوف است سلہ در "ن" بیت محذوف است سلہ بہ جایش دو بیت ذیل زائد است

ز مستی ار چہ بہ ہر سوے می فتد لیکن / ز بہرِ بردنِ دل ہوشیار می آید
مکن بہ سروِ سہی نسبتِ درختِ قدش / ز سرو کے گل و [illegible] بار می آید

کنوں بنال بہ زاری چو بلبلاں خسرو
کہ بہرِ نالۂ بلبل ہزار می آید

۸۸۶ غ

بہار بے رُخِ گُل رنگ او چہ کار آید؟ | مرا یک آمدنت بہ کہ دہ بہار آید
اگر دو اسپہ دواند بہ گردِ تو نرسد | گُلِ پیادہ کہ او بر صبا سوار آید
خیالِ روے تو از دیدہ می رود بیروں | اگر نہ از مژہ پایش بہ نوکِ خار آید
مرا چو موے سرت ساخت چشمِ جادویت | کہ موے سر پئے جادوے بہ کار آید
[1] ہزار کشتہ بہ فتراکِ گیسو آویزاں | ہمی رود چو سوارے کہ از شکار آید
غمِ تو بارِ گراں ست لیک چوں از تست | دلم گراں نہ شود گر ہزار بار آید

توئی مرادِ دل و کے بود ز آمدنت
مرادِ خسروِ بے چارہ در کنار آید

۸۸۷ ت

لبالب آر قدح کز گلو فرود آید | مگر کہ از دلم ایں آرزو فرود آید
مگوے تو بہ کہ آید فرود مے ز سرم | مباد کز سرِ من ایں سبو فرود آید
زمے چہ توبہ کہ گر ذوقِ آں کند معلوم | فرشتہ چوں مگس آں جا بہ بُو فرود آید
بہ بند مردنم امروز ساقیا بگذار | کہ باد از سرِ آں ماہرو فرود آید
[2] ز شہرِ مُردنِ دلہاے خلق سیل بلاست | ہر آں عرق کہ ز روے نکو فرود آید
بدیں صفت کہ ہمی خوں خوریم بر درِ تو | ترا چگونہ مے اندر گلو فرود آید

نقاب بر کن و لبہاے عاشقاں بر بند
مگر کہ خسرو ازیں گفتگو فرود آید

۸۸۸

کسے کہ شمعِ جمالِ تو در نظر دارد | ز آتشِ دلِ پروانہ کے خبر دارد

---

[1] و [2] در "ن" ہر دو بیت محذوف و بیت ذیل اضافہ است ــ

خوش آں زماں کہ بہ یادِ تو ہر شبم تا روز | ز دیدہ خونِ جگر سو بہ سو فرود آید

ز مرہمش نہ شود سود دردمندے را — کہ زخم کاری تیغ تو بر جگر دارد
ز بے قراری زلفت قرار یافت دلم — بہ زیر سایۂ او زاں سبب مقر دارد
فضیلتے کہ جمالِ تراست بر خورشید — فضیلتے ست کہ خورشید بر قمر دارد
چہ طوطی است خطِ سبزت اے پری چہرہ؟ — کہ تکیہ بر گل و منقار بر شکر دارد
ز سوزِ عشقِ تو اَم آتشے ست در سینہ — کہ اشکِ دیدہ چوں ناردان شرر دارد

ز آتشِ دلِ آشفتگاں حذر می کن
کہ دودِ خاطرِ خسرو بسے اثر دارد

۸۸۹ ت

کسے کہ بہرِ تو جاں باختن ہوس دارد
چہ غم ز شحنہ و اندیشہ از عسس دارد

منِ غریب بہ راہِ امید خاک شدم
خوش آں کسے کہ بر آں پایہ دسترس دارد

مرا چنینِ نفس زیستن ہوس، واں مست
بہ خوابِ ناز کجا پاسِ ایں نفس دارد؟

ہلاکِ خویش ہمی گویم ار چہ می دانم
کہ انگبیں چہ غم از مُردنِ مگس دارد

تو خفتہ می گذر اے ماہ روے مہد نشیں
کہ بار بر شتر است و فغاں جرس دارد

برفت جاں ز تنِ من در آں جہان و ہنوز
ز بہرِ دیدنِ تو روے باز پس دارد

سطر ۵ بیت در "ن" محذوف و بیت ذیل زائد است ـ

سرشکِ من ہمہ سیاب شد چہ می دانم — کہ کیمیاے صبوری کدام کس دارد؟

توخود[۱] بہ بوسہ دہی جاں ولے نیارد گفت
کہ باز مردہ تو زندگی ہوس دارد
بلاست میل تو در روزگار خسرو از آنک
چہ دوستے ست کہ آتش بہ سوئے خس دارد

[ت]

۸۹۰
کسے کہ یارِ وفادار و مہرباں دارد | سعادتِ ابد و عمر جاوداں دارد
مگر کہ گرد لب لعل آں صنم گشت ست | کہ باد صبح دم امروز بوے جاں دارد
حدیث[۲] او ہمہ روز و ہلاکِ او ہمہ شب | کسے بود کہ مرا دست بر دہاں دارد
گل از جوانی مشغولِ حسن خندہ زناں | چہ آگہ ست کہ بلبل چرا فغاں دارد؟
بترس از آہِ من اے چشمِ یارِ پُر مشکن | کہ ناتوانیٔ ایں گرمیت زیاں دارد
تبارک اللہ چندیں دلے کہ سوے تو رفت | یکے چہ گوئی از آں جملہ خانماں دارد

زباں نماند از نامرت ہنوز سیرے نیست
دریغ خسروِ مسکیں کہ یک زباں دارد

۸۹۱
بتم[۳] چو روے سوے خانہ کتاب آرد | ز خلوق اگر نہ کند رخ نہاں کہ تاب آرد
رخش جریدۂ حسن است اندریں معنی | لبش بہ درجۂ حسن خطِ مشکِ ناب آرد
مگر ز عارضِ او می برد جمالت آب | کہ قطرہ ہاے عرق بر رخ از حجاب آرد

---

[۱] در "ن" محذوف است۔

---

[۲] بیت در "ن" محذوف است و دو بیت ذیل زائد است ؎

مگر کہ جاں بتواں بردازے مسلماناں | کسے ز بے غمی اندر جہاں نشاں دارد
روا مدار کہ مردار جاں دہم ہیشت | کہ چشمِ مستِ تو ہم تیر و ہم کماں دارد

[۳] غزل در "ن" محذوف است۔

اگر به مجلسِ ما چنگ سر فرو نارد — بگو به مطرب عشاق تا رباب آرد
اگر تو گوش کنی دُرِّ نظم خسرو را
به تحفه هر نفست گوهر خوشاب آرد

۹۲ [1]

صبا نسیمے از آں آشنا نه می آرد — شدم خراب ز بے نه دانم چرا نه می آرد؟
خوش ست باد ولیکن چه سود، چوں خبرے — از آں مسافر ره دُور ما نه می آرد
بکشت، کن زِ جانم ز هجر دم مُردن نیست — اجل چگونه کنم جاں خدا نه می آرد؟
کرشمه چند کنی بر من آخر ایں جانے ست — نه می دمد ز زمین و صبا نه می آرد
نه می برد به فلک زاریم هزار دعا — چه فائده چو جوابِ دعا نه می آرد؟
زگشت کوے تو از بس که بند رفت ز جا — چناں شدست که خود را بجا نه می آرد
هزار خوش دلی آرد فلک همی خسرو
دمے چه چاره که بر گدا نه می آرد

۹۳ [2]

نظر ز روے تو خورشید بر نه می گیرد
فلک به پیشِ تو نامِ قمر نه می گیرد
به زیرِ پات چو گل می کند درم ریزی
بنفشه می چیند و سر د بر نه می گیرد
کسے که بر لب و خال تو می نهد انگشت
کدام نکته که او بر شکر نه می گیرد؟
چنیں که از لب تو می چکد شکر عجب است
که آں دو لعلِ تو بر یک دگر نه می گیرد

---

[1] در "ن" غزل محذوف است۔

[2] در "ن"، غزل محذوف است۔

صدف چو غزہ بدیں شد کہ من دہان تو آم
چرا دہاں قدرے تنگ تر نہ می گیرد
بہ آہِ خسروِ بے دل حوالہ باید کرد ؛
بہ عالم آتشِ عشقِ تو در نہ می گیرد

۸۹۴ سلہ
سپیدہ دم کہ جہانے ز خواب برخیزد
نقابِ شب ز رُخِ آفتاب برخیزد
ز بادِ صبح کہ بر اوجِ آسماں گذرد
ز روے شاہدِ مشرق نقاب برخیزد
خوش آں کسے کہ نشیند بہ بادہ وقتِ سحر
نہ از خفتنِ مست و خراب برخیزد
بہ روے دریا گنبد کناں رود چو سحاب
کسے کہ از سرِ مے چوں حباب برخیزد
کجاست ساقیٔ بیدار بخت و خواب آلود؟
کہ بہرِ دادنِ جامِ شراب برخیزد
غلامِ نرگسِ مستم کہ بامداد پگاہ ؛
قدح بہ دست گرفتہ ز خواب برخیزد
بہ آفتاب بہ گوئید بر نیاید تا
ز خوابِ خوش ملکِ کامیاب برخیزد
کجاست خسروِ شب زندہ داشتہ کہ بہ صبح؟
بہ دست کردہ دلے چوں کباب برخیزد

سلہ در "ن" بیت محذوف است ۔

۸۹۵

غمم بہ کشت بہ کارِ جہاں کہ پردازد　　دلم اسیر شد و نیز جاں کہ پردازد؟
من و زیارتِ حاجات و کنجِ ویرانہ　　درایں بلا بہ غمِ خانماں کہ پردازد؟
ہزار شمعِ جمال آیدم بہ پیشِ نظر　　دلم بہ سوختنِ خود بداں کہ پردازد؟
بدیں صفت کہ تو مشغولِ حسنِ خویشتنی　　بہ چارۂ دلِ بے چارگاں کہ پردازد؟
بہ ہمرہیِ تو رفتن بہ باغ بیہودہ ست　　کہ پیشِ تو بہ گل و ارغواں کہ پردازد[۱]؟
روا مدار بہ دوری ہلاکِ خسرو از آنک
بہ جز وصالِ تو با عاشقاں کہ پردازد؟

۸۹۶

جہاں[۲] چو جنیم چوں دیدنی نہ می ارزد　　خوش است دہر بہ پرسیدنی نہ می ارزد
ازآں ست خوابِ اجل چشم بندِ جملہ جہاں　　کہ نقشہائے جہاں دیدنی نہ می ارزد
مکن ز چرخِ مُدوّر گلہ چو می دانی　　کہ جورِ جام بہ جوریدنی نہ می ارزد
مرو بہ درگہِ خلقِ جہاں کہ در دنیا　　ہمہ متاع بہ کوبیدنی نہ می ارزد
مخند شاد بہ زرہائے زعفرانی رنگ　　بہ جانِ تو کہ بہ خندنی نہ می ارزد
ہزار گونہ گل است اندریں چمن لیکن　　چو بے وفاست ہمہ چیدنی نہ می ارزد
مخور بہ رفقِ غمِ یار بے خرد خسرو
کہ پشتِ گاو بہ خاریدنی نہ می ارزد

۸۹۷　ب

بہ راہِ عشق سلامت چگونہ در گنجد
زہے محال کہ در شوقِ خواب و خور گنجد
چو تیرِ غمزہ کشاید رفیقِ تیر انداز
نہ دوستی بود ار در میانِ سر گنجد

۱؎ در "ن" بیت ذیل زائد است ؎　بر آستانِ تو میرم کہ زیرِ دیوارت　　چو جانِ ہم بہ منِ ناتواں ک

۲؎ در "ن" غزل محذوف است۔

چو ما در آرزوے آستانش خاک شویم
غبارِ کیست کہ در زلفِ آں پسر گنجد؟
سخن ہماں قدرے گو کہ من توانم زیست
نمک ہماں قدرے زن کہ در جگر گنجد
بہ دیدۂ تو کہ با خویش کردہ بد خوئی
نہ مردمی بود ار مردمِ دگر گنجد
ہماں[۵۱] بضاعتِ عشقت بیار در بر دل نہ
کہ دردِ غم بہ دلِ تنگ بیشتر گنجد ؛
بہ چشمِ تنگِ تو چندیں کہ نازِ رعنائی ست
چہ خوش بود کہ اگر شرم ایں قدر گنجد
مپوش روے ز خسرو کہ تا ذخیرۂ حشر
رُخت بہ بینم چنداں کہ در نظر گنجد

۸۹۸[۵۲]
خطے کہ بر سمن آں گل عذار بنویسد | بنفشہ نسخۂ آں بر بہار بنویسد
نسیم با دِ صبا شرحِ آں خطِ ریحاں | بہ مشک بر ورقِ لالہ زار بنویسد
بسا رسالہ کہ در آبِ چشمِ ما دریا | بہ دیدہ بر گہرِ آبدار بنویسد
بہ روزگارِ تو اندا اسیرِ درد و فراق | کہ شمہ اے ز غمِ روزگار بنویسد
بہ یادِ لعلِ تو ہر لحظہ چشمِ من فصلے | بدیں دو لعلِ جواہر نگار بنویسد
سوادِ خطِ تو یاقوت اگر دہد دستش | بر آفتاب بہ خطِ غبار بنویسد
حدیثِ خونِ دلم ایں خلیفۂ چشم | ازآں بہ گردِ لبِ جویبار بنویسد

---

[۵۱] در "ن" بیت محذوف است ۔

[۵۲] در "ن" غزل محذوف است ۔

فلک چو قصّہ منصور بشنود خسرو
بخون سوختہ بر پائے دار بنویسد

۸۹۹
سرم فدات چو تیغِ تو گردِ سر گردد
دلم نماند کہ تیرِ ترا سپر گردد
چو بر زمیں گذری ہیچ جانور نزید
دلے بہ زیرِ زمیں مُرد جانور گردد
مخور فریب جوانی بہ حسن دہ روزہ
کہ آفتاب چو بر اوج رفت در گردد
تو بر نہ گشتی جاناکہ بخت پاسم داد
مباد ہیچ کسے را کہ بخت بر گردد
دلم بہ رُوئے تو مستسقی است بر لبِ آب
کہ ہر چہ بیش خورد آب تشنہ تر گردد
چہ تاب جرعۂ دُردی کشانِ عشق آرد
تنک دلے کہ ہم از بُوئے بے خبر گردد
ز دل چگونہ فراموش گردد آں کہ دمے
ہزار بار بہ جانِ خراب در گردد
نہ آرزوست کہ خسرو بہ درد گرید، لیک
چو دل بہ سوزد ناچار دیدہ تر گردد

۹۰۰
چو نقشِ چشمِ تو آمد در دلِ حزیں گردد
مرا نفس بہ دلِ خستہ تیغِ کیں گردد
ترا بہ دیدہ کشم، لیک غیرتم بہ کشد
کہ با تو مردمکِ دیدہ ہم نشیں گردد
شدہ ست خاک بہ کویت ہزار عاشق پیش
بدیں ہوس کہ تہِ پائے بر زمیں گردد

کجا سلامتِ دلہا بہ کوے تو جاے — ہزار بار بلا گردِ عقل و دیں گردد
چہ پرسیم غمِ شبہا کہ چوں رود تا روز؟ — تمام شب بہ دلش چوں تو نازنیں گردد
قبولِ تو نہ شود قطرہاے خوں از چشم — اگرچہ حقّۂ من لعل راستیں گردد
خیالِ بوسہ ہمی گردد م بسینہ، دلے — کجاست بخت کہ اندر دلت ہمیں گردد؟
شبے کہ خواہم دل را سبک کنم با خویش — غم آیدم بہ دل و کوہ آہنیں گردد

دراہلِ شہوت خسرو محبوے عشق کہ عقل
چو بہ [illegible] ذوقِ مگس گردِ انگبیں گردد

غ

سلہ ۹۰
دلے کہ نرگسِ مستش بہ ناز بستاند — کراست زہرہ کزو آں حیلہ ساز بستاند
زہے نوالۂ شیریں دہانِ آں کس را — کہ چاشنی خود از آں لب بہ گاز بستاند
بہ برد جانم و لے کاشکے کہ نہ دہد باز — نہ داد بوسہ و یارب کہ باز بستاند
خوشا جوانی و مستیِ من در آں ساعت — کہ من پیالہ دہم او بہ ناز بستاند
خیال برد صلاحِ مرا کہ رد نبرے او — مرا ز خویشتن اندر نماز بستاند
برآستانش برم آبِ دیدہ را بہ نیاز — مگر کہ تحفۂ اہلِ نیاز بستاند
کسے کہ دل ز خمِ زلفِ او بروں آرد — کبوترے ست کہ از چنگ باز بستاند[1]

قوی دلے کہ بہ معشوقِ او سپر سازد
نکو دلے کہ ز محمود ایاز بستاند

سلہ ۹۰
اگر نسیمِ صبا زلفِ او برافشاند — ہزار جانِ مقید ز بند برہاند
منش بہ [illegible] وا زد و رخ نہم بر خاک — مرا بہ بیند و از دور رخ بگرداند

سلہ در "ن" بیت ذیل زائد است سد

دلم فروشد و صد جاے تا بروئیش را — ز بہر جامۂ عمر دراز بستا[illegible]

سلہ در "ن" غزل محذوف است

قدِ خمیدهٔ خود را همی کنم سجده — از آں جهت که به ابروے دوست می ماند
اگر مُرادِ تو جان است کارِ جاں سهل است — چه حاجت است که چشمت به زور بستاند؟
بسا ز چارهٔ بے چارگانِ خود امروز — که کارِ وعدهٔ فردا کسے نمی داند
ز روے دوست صبوری نمی توانم کرد — چرا که تشنه صبوری ز آب نتواند

کنوں که کارِ منِ خسته از دوا بگذشت
بگو طبیب مرا تا قدم نه رنجاند

٩٠٣
نسیمِ زلفِ تو دل را دروں بجنباند — بلاست چشمِ تو چوں تیغِ خوں بجنباند
چو باد بر سرِ زلفت رود ز هر جانب — بسا که سلسله هاے جنوں بجنباند
یکے نمی زند و دل همی برد چشمت — چو جادوے که لب اندر فسوں بجنباند
بسوخت جانم و روے دلش نه شد که به درد — سرے بسوزِ منِ بے سکوں بجنباند
به خفتِ بختِ فلک هم نه مهرباں که گهے — ز خوابِ پهلوے بختِ نگوں بجنباند
میانِ خلق نگریم که ناله ها دارم — که دردهاے کهن از دروں بجنباند

تو با به هوش نه ای مستِ ناز پرورده
که عرش را دمِ خسرو ستوں بجنباند

٩٠٤
اگر ز پیش[۱] برانی مرا که برخواند — دگر مراد نه بخشی که از تو بستاند
به دستِ تست دلم حالِ او تو می دانی — که حالِ آتشِ سوزنده شمع می داند
برفت آں که بلاے دل است و آفتِ جاں — مگر خداے تعالیٰ بلا بگرداند
چه او فتاد که آں سرو آستیں برخاست — خبر برید به دهقاں که سرو بنشاند
چراغِ مجلسِ روحانیاں فرو میرد — گر او به جلوه شبے آستیں برافشاند
تحیتے که فرستاده شد بداں حضرت — گر ایں مقوله نه خواند در او فرو ماند

له و لـه در "ن" غزل محذوف است .

سرشکِ دیدهٔ خسرو چنیں کہ می بینم
اگر بہ کوہ رسد کوہ را بہ غلطاند

۹۰۵
کسے کہ بوے تو اش در دماغ می افتد — ز زندگانی خویشتن فراغ می افتد
شدم ز زلفِ تو دیوانہ، آہ مسکینے — کہ ایں خیالِ کجش در دماغ می افتد
بہ قطرہ سوزِ دلِ من ہمی کشد زیں چشم — چو شعلہ شعلہ گلے کز چراغ می افتد
نہ می زید کہ دل سوختہ ہست خوردنِ او — بگوے اگرچہ کہ برکشتہ داغ می افتد
خبر ز داغ دلم می رہد بہ بوے جگر — ز خونِ دیدہ کہ بر جامہ داغ می افتد
ز بہرِ سوزشِ مرغاں بہ باغ من چہ دمم؟ — کہ نالہ می کنم آتش بہ باغ می افتد
من اوفتادہ بہ پایاں نہفتہ پیشِ درش
لبش بہ خندہ کہ خسرو بہ لاغ می افتد

۹۰۶
وفا ز یار جفاکار چوں نہ می آید — جفا ز یار وفادار ہم نہ می شاید
جفا چہ باشد و نامِ وفا کہ باز برد؟ — بہ حضرتے کہ دو عالم بہ ہیچ بر ناید
مرا ز جملہ جہاں صحبتِ تو می باید — ترا ز خدمتِ من ذرّہ اے نہ می باید
بہ رغمِ خاطرِ من قولِ دشمناں کردی — چہ طالعے ست مرا آہ تا چہ پیش آید
منوش مے بہ حریفانِ سفلہ طبعِ خسیس — کہ تا بہ وقتِ خمارت صداع نفزاید
بہ آبروے محبت کہ بے غرض بشنو — کہ از مصاحبِ ناجنس ہیچ نکشاید
بہ ترس از آہِ دلِ من کہ مبتلاے توام — بہ سالہا دگرت کے چو من بدست آید
بہ روزِ وصلِ تو دارد خبر دلِ شادے — مرا دو دیدہ شبِ ہجر خوں بہ آلاید
اگرچہ خلوتِ خسرو منور است ولے
بہ جز حضورِ تو اش ہیچ در نہ می باید

سلہ و سلہ در "ن" غزل محذوف است۔

۹۰۷

کدام شب [سلہ] کہ ترا در کنار خواہم کرد؟ | بنای خانۂ عمر استوار خواہم کرد
کدام روز من بی‌قرار بی‌سامان | بہ زیر پای تو آخر قرار خواہم کرد
بہ آب دیدہ نگار الفت نہ خواہم شست | بہ خون دل کف پایت نگار خواہم کرد
کنون نماند سر انتظار و می‌ترسم | کہ دیدہ در سر این انتظار خواہم کرد
دلم کہ تختہ شد از دست غم چو آئینہ | نگاہ دار کہ ناگہ فگار خواہم کرد
مراد و دیدہ یکی شد میان خون تا کی | دو چشم با چو تو شوخی چہار خواہم کرد
مرا مگوی کہ در کار عشق کن جان را | اگر من این نہ کنم خود چہ کار خواہم کرد

حدیث عشق تو بسیار داشتم پنہان
ز حد گذشت کنون آشکار خواہم کرد

۹۰۸ [سلہ]

نہ بخت آنکہ بسوی تو راہ خواہم کرد | ز خواب یا بہ خیالت نگاہ خواہم کرد
چنین کہ جان بلب آمد مرا ز درد فراق | شکیب سہل بود چند گاہ خواہم کرد؟
چو ہیچ قصۂ شبہای مات باور نیست | کنون ستارہ ہمہ را گواہ خواہم کرد
نمی‌رود ز من آن آفت نظر ترسم | کہ عمر در سر این یک نگاہ خواہم کرد
بپوش چشم من از آب دیدگان امروز | کہ من نظارۂ آن کج کلاہ خواہم کرد
گذر چہ می‌کنی آخر بسوی من ای ساقی | مکن کہ توبۂ عمرم تباہ خواہم کرد
ز بہر آنکہ نبینم برابرت سایہ | ز دود سینہ جہانی سیاہ خواہم کرد
چرا مقابل روی تو می‌شود آخر؟ | مبین در آئینہ جانا کہ آہ خواہم کرد

جفا کہ می‌رود امشب ز ہجر بر خسرو
حکایت ار بہ زنم صبح گاہ خواہم کرد

۹۰۹

اگرچہ با تو حدیث جفا نہ خواہم کرد | ولیک تا بہ توانم وفا نہ خواہم کرد

ب

سلہ در "ن" غزل محذوف است۔

به راهِ وصل به یک بوسه جان خواهم یافت — ولیک وقتِ شمردن وفا نخواهم کرد
خطاست بوسه زدن بر لبِ دهانِ تو لیک — تو خواه تیغ بزن من خطا نخواهم کرد
چو دین به کارِ بتان رفت پیشِ بت پس ازین — نماز اگرچه نباشد روا نخواهم کرد
هر آن نماز که ناکرده ماند پیشِ بتان — اگر خدای نخواهد قضا نخواهم کرد
"وان یکاد" به روی نکو بخواهم خواند — نه بهرِ دیدنِ بد هم دعا نخواهم کرد

چو دل به رفت ز خسرو چه سود بند صبر؟
چو دل بیامد وقفِ شما نخواهم کرد

۹۱۰ غ

مرا غمی‌ست[1] که پیدا نمی توانم کرد — حکایتِ دلِ شیدا نمی توانم کرد
تو حالِ من خود ازین روی زرد بیرون بر — که من به روی تو پیدا نمی توانم کرد
درون خون شد و سختیِ جانِ من بنگر — که دل هنوز شکیبا نمی توانم کرد
بدین خوشم که تو بازی درونِ جانِ منی — من ار به خاطرِ تو جا نمی توانم کرد
مگر تو خود به کرم باز بخشی این دلِ ریش — که من ز شرم تقاضا نمی توانم کرد

گذاشتم دلِ خسرو به زلفِ تو، چه کنم
ز دزد خواهشِ کالا نمی توانم کرد

۹۱۱ د

شبِ وفات[2] غمم باز کار خواهد کرد — دو چشمِ تیره ستاره شمار خواهد کرد
خیالِ یار گذر کرد این طرف ای صبر — بیا که باز مرا بی‌قرار خواهد کرد
مرا ز تنگیِ خاطر هوای این خانه — چنین که می نگرم سایه دار خواهد کرد
دلم به صحبتِ رندان همی کشد دایم — دعای پیرِ خرابات کار خواهد کرد

---

[1] در "ن" غزل محذوف است۔ [2] در "ن" دو بیت ذیل زائد است۔
به کینه ای بتِ نامهربان چنین خونم — مخور که این میت آخر خمار خواهد کرد
چو یار دید که قصدِ رقیب دارم، گفت — گدا نگر که به سگ کارزار خواهد کرد

گریز نیست ز تو، هر جفا که هست بکن   که بنده هر چه بود اختیار خواهد کرد
مگو حکایت او ای رقیب بد چندیں   که در دلم همه شب خار خار خواهد کرد
مشو وبال زده ای اجل تو در حق من   که آں چه مصلحتِ تست یار خواهد کرد
به عشق مرد شود کشته دریں هنر خسرو
اگر حیات بود مرد وار خواهد کرد

۹۱۲
منم که تا زیم، از عشق مست خواهم بود   به راه خوباں چوں خاک پست خواهم بود
چو عقل از سر تقوی ز دست رفت کنوں   شراب در سر و ساغر به دست خواهم بود
کلید[1] باده در انداخته به پردهٔ دل   خدای تا در توبه نه بست خواهم بود
ببرد حسن بتاں دینم ای مسلماناں   چو هندواں پس ازیں بت پرست خواهم بود
از اشتیاق تو در رنج نیست خواهم شد   در آرزوی تو تا عمر هست خواهم بود
به سینه زن نه به دیده خدنگ غمزه از آنک   ز دیدهٔ من به تماشای شست خواهم بود
خط تو گفت در آغاز خواستن کاینک   منم که فتنهٔ اهل نشست خواهم بود
دل از خط تو مرا گفت "رو به گلشن و باغ"   که من به سایهٔ آں خار بست خواهم بود
صلاح کاهش جان است، عشق خواهم باخت   فساد لذت عیش است مست خواهم بود
نگار من عمل زلف خود مرا فرمای   اگرچه روز و شب اندر شکست خواهم بود
چو خورده‌ام به ازل جام عاشقی خسرو
همیشه مست شراب الست خواهم بود

۹۱۳
نه بیش از ایں[2] مژه زیں گونه خوں فشانم بود   نظارهٔ تو بلا شد که آں زمانم بود
زباں حدیث تو می گفت و دوش و دل می سوخت   رسید کار به جان و سخن همانم بود
خیال وی رسنم بسته در گلو می گشت   هنوز دل به سوی زلف تو کشانم بود

۱ـ بیت محذوف است در "ن"   ۲ـ در "ن" غزل محذوف است

به کشِ مرادِ ز سر زنده کن به خویش آخر / به جانِ کالبدے چند زنده دانم بود
درآں جهاں من و عشقت، گذاشتم به درت / تنِ خراب که همراهِ ایں جهانم بود
جدا شدے ز فراقِ تو بند بندم، لیک / ز جرعه هاے تو پیوندِ استخوانم بود
به ناز گوئی "خسرو صبور باش به عشق"
چرا نه باشم جانا اگر توانم بود؟

۹۱۴
صبا ز زلفِ[۱] تو بوے به عاشقاں آورد / نسیمِ آں به تنِ رفته باز جاں آورد
هزار جاں سزد از مژده گر به باد دهند / که نزدِ دل شدگاں بوے دلستاں آورد
خبر ز چینِ سرِ زلفِ مشکبوے تو داد / صبا چو از دلِ گم گشته ام نشاں آورد
اگر نه جانِ عزیزی، چرا دمے بے تو / به کامِ دل نفسے بر نمی تواں آورد
دلم ز لطفِ تو رمزے به گوشِ تو می گفت / ز شوق مردمِ چشم آب در دهاں آورد
هزار بوسه لبم زد ز شوق بر دهنم / ازآں که نامِ دهانِ تو بر دهاں آورد
به شستِ هجرِ تو بر جانِ بے قرارم زد / هر آں خدنگ که ایام در کماں آورد
کسے به قربتِ تو دست یافت چوں خسرو؟
که رو به سوے تو و پشت بر جهاں آورد

۹۱۵
خطابِ طلعتِ تو نامهٔ زمیں کردند / فرشتگاں همه بر رؤیت آفریں کردند
به زیرِ[۲] هر خمِ موئے براے کشتنِ خلق / هزار فتنه چو دزدانِ شب کمیں کردند
ازآں گهے که برآمد خطِ تو گردِ عذار / بسا کساں که چو خطِ خانه کاغذیں کردند
به ناتوانیِ چشمِ تو خواست قربانی / خوشم که طرهٔ زلفت مرا گزیں کردند
بتاں[۳] که دست نمودند خلق را در خوں / به عهدِ تو همه دست اندر آستیں کردند
ز خاکِ[۴] مهر گیا رُست خود کجا به درت؟ / کساں ز دانهٔ دل تخم در زمیں کردند

---
۱ در "ن" غزل محذوف است ۲ و ۳ و ۴ بیت در "ن" محذوف است

اگر فرشته شود بسته چوں مگس نه عجب ۔۔۔ ازاں لبے که چو جلاب انگبیں کردند
زمن سؤال کنی گر چه مست و مدهوشی ۔۔۔ ز چشمهات که تاراج عقل و دیں کردند

زنند طعنه که "رسوا چرا شدی خسرو؟"
"مرا قضا و قدر چوں کنم، چنیں کردند"

۹۱۶
چو خط سبز تو بر آفتاب بنویسند ۔۔۔ به دود دل سبق مشک ناب بنویسند
حدیث لعل رواں پرور تو مے خوارال ۔۔۔ به دیده بر لب جام شراب بنویسند
بسا که باده پرستان چشم ما هر دم ۔۔۔ برات مے به عقیق مذاب بنویسند
معین است که طوفاں دگر پدید آید ۔۔۔ چو نام دیدهٔ ما بر سحاب بنویسند
سیاهی ار نه بود، مرد ماں دریا را ۔۔۔ حدیث موج سرشکم به آب بنویسند
سواد شعر من و آب دیده و صفت نجوم ۔۔۔ شبان تیره به مشک و گلاب بنویسند
محرران ذلک شرح آه دل سوزم ۔۔۔ به یک رساله که بر هفت باب بنویسند
خطے که مردم چشمم سواد کرد جواب ۔۔۔ مگر به خون دل آں را جواب بنویسند
برات من چه بود دگر بر آں لب شیریں ۔۔۔ به مشک سوده ز بهر ثواب بنویسند

سزد که بر رخ خسرو قلم زنان سرشک
دعاے خسرو عالی جناب بنویسند

۹۱۷
جماعتے که ز هم صحبتاں جدا باشند ۔۔۔ چگونه باخرد و صبر آشنا باشند؟
هلاکت من بے چاره از کسانے پرس ۔۔۔ که چند گه ز عزیزان خود جدا باشند
ز بنده پرسی کا خر کجا همی باشی؟ ۔۔۔ ز خانماں بدر افتادگاں کجا باشند؟
به شهر چوں تو حریفے بلاے تو به خلق ۔۔۔ عجب نه زاهد و صوفی که پارسا باشند
شراب صاف و سلامت نه بهر بے خبری ست ۔۔۔ ولیک با خبراں تشنهٔ بلا باشند

سلہ بیت در "ن" محذوف است ۔ ٹلہ در "ن" غزل محذوف است

دلا ز کردهٔ خود سوختی، نه می گفتم — "که خوب رویان البته بے وفا باشند

بلای عشق به کش خسروا چو آن مرغان
که صید چنگل شاهین پادشا باشند

۹۱۸[1] — و

نه با تو نسبت سرو چمن شود پیوند — نه شاخ سبزه به شاخ سمن شود پیوند
خوش است دولت آنم که جان به جان پیوست — کجاست بخت که تن هم به تن شود پیوند؟
لبسے نماند که از رشتهٔ دراز فراق — لباس عمر مرا با کفن شود پیوند
به کشت بند بے زخم غمزه اے خوردم — شگاف تیغ کجا از سخن شود پیوند؟
به سوز دل مدے به زبان که رخنهٔ دل — به خون گرم نه ز آب دهن شود پیوند

رسیده شد به من خسروا، نه پندارم
که پیش خاک دل مرد و زن شود پیوند

۹۱۹ — غ

جوان و پیر[2] که در بند مال و فرزندند — نه عاقلند که طفلان ناخردمندند
جماعتے که نگر بند بهر عیش و نشاط — یقین بدان تو که بر خویشتن همی خندند
خوش آن کسان که برفتند پاک چون خورشید — که سایه‌اے به سرای جهان نیفگندند
به خانه‌اے که رہ جان نمی توان بستن — چه ابلهند کسانے که دل همی بندند
به سبزه زار فلک طرفه با ضیا مانند — که هر نهال که شانند باز بر کنند
جمال طلعت هم صحبتان غنیمت دان — که می روند نه زان سان که باز پیوندند
بساز توشه ز بهر مسافران وجود — که میهمان عزیزند روزکے چندند
اگر تو آدمی‌ای در کسان به طنز مبین — که بهتر از من و تو بندهٔ خداوندند

---

[1] در "ن" غزل محذوف است.

[2] این غزل در تذکرهٔ دولتشاه سمرقندی موجود است و در "ن" و تذکره بیت ذیل اضافه است:

بقا که نیست ترا و حاصلے همه هیچ ست — چه بنگری همه مردم به هیچ خورسندند

ترا به از عملِ خیر نیست فرزندے — که دشمنند شها زادگان نه فرزندند
مجوے دنیا اگر اہلِ معنی ای خسرو
که از ہمائے به مردار میل نپسندند

۹۲۰ [۱]
فسرده را سخن از عاشقی نه باید راند — که گردِ عافیت از آستیں جان فشاند
به سوزِ عشق دلم بیش ازایں ہوس بردے — کنوں که شعله برآمد نمی توانش نشاند
بیار ساقی جام و بساز مطرب چنگ — که در سنِ آں که نشانِ صلاح بود نماند
ز گریه می نه توانم نوشت نامه به دوست — وگر جواب رسد نیز می نیارم خواند
شبے که دست در آغوش کرد خسرو را
چرا به گردن او تیغ آبدار نه ماند؟

۹۲۱ [۲]
چو کارہائے جہان ست جمله بے بنیاد — حکیم در پئے نہاد کارہا بنیاد
مشو مقیم در آبادیِ خرابِ جہاں — چو کس مقیم نماند درایں خراب آباد
مبیں که ملک فرو بست شمعِ دولت را — بسے چراغِ سلیماں که کشته گشت ز باد
مبر ز بادِ غرور ار بلند پیئے داری — که خس بلند شد از باد لیک باز افتاد
چو ہست بندۀ خلق آدمی ز بہرِ طمع — خوش آں کسے که ازیں بندگی بود آزاد
چناں بزی که نه میری اگر توانی زیست — چو ہر که ہست به عالم بہلے مُردن زاد
از آنِ خویش مداں خسروا که عاریت است
متاعِ عمر که دادند، باز خواہی داد

۹۲۲ [۳]
دل ز توبے غم نه توانیم کرد — درد ترا کم نه توانیم کرد
جرعه اے از جامِ جفا می کشیم — رطل دمادم نه توانیم کرد
کرد غمت بر دلِ مسکین ما — آں چه که بر غم نه توانیم کرد

---

۱ و ۲ و ۳ در "ن" غزل محذوف است.

پیشِ تو خواہیم کہ آہے کنیم
آہ کہ آہم نہ توانیم کرد

از خنکی ہاے دمِ سردِ خویش
دست فراہم نہ توانیم کرد

با دلِ ریش از تو بہ ہر غصۂ اے
قصۂ مرہم نہ توانیم کرد

۹۲۳ ۱
تا رُخِ تو زلف ترا پیش کرد
زلفِ تو مہ را بہ پسِ خویش کرد

چشمِ تو دی ملکِ جہاں می گرفت
مست شد آں غمزہ و فرویش کرد

دوش دہانت نمکے می فشاند
قطرہ چکید و جگرم ریش کرد

کرد دلم پارہ، ندانی کہ کرد؟
تیرِ تو اے کافرِ بدکیش کرد

چشمِ تو در خواب شد او را بگوے
در نہ تواں بر سگِ خود پیش کرد

خامۂ خسرو نہ تواند نوشت
آں چہ غمت بر منِ درویش کرد

۹۲۴ ۲
در تو کسانے کہ نظر می کنند
ہستیِ خود زیر و زبر می کنند

صندلِ دردِ سرِ عشق است از آنک
خاکِ درت تکیۂ سر می کنند

از پے بوے تو نفسہاے من
خاصیتِ بادِ سحر می کنند

خندہ کہ بر من دو لبت می زنند
نرخِ گل و شکل گہر می کنند

توشۂ جگر پختہ ام از بہرِ آنک
جان و دلم ہر دو سفر می کنند

عقل مرا کارِ فنزا یانِ عشق
کہنہ درختے ست کہ بر می کنند

پند کہ گویند بہ دل سوزیم
سوختہ را سوختہ تر می کنند

خسرو، اگر سیرِ زمانیستند
خلق در آں رو چہ نظر می کنند

---

۱ و ۲ در "ن" غزل محذوف است.

۹۲۵
مگر فتنهٔ[1] عشق بیدار شد | که خلوت نشیں سوے خمّار شد
بگوئید با پیرِ دیرِ مغاں | که ایں کفر و تسبیح زُنّار شد
عجب نیست سرِّ انا الحق ازاں | که مانند منصور بر دار شد
ایا دوستاں موسمِ یاری است | که کارم بدیں گونه دشوار شد
ایا عاشقاں موسمِ زاری است | که احوال یاراں چنیں زار شد
مگر بخت سودلے زلفش دلم | که در چنگِ محنت گرفتار شد

به عیاری آموخت خسرو کنوں
که جویاے آں شوخ عیار شد

۹۲۶ غ
سبزه ها تو دمید و یار نیامد | تازه شد باغ و آں نگار نیامد
نو بهار آمد و حریف شرابم | به تماشاے نو بهار نیامد
چشمِ من جوئبار گشت ز گریه | سروِ من سوے جوئبار نیامد
آمد آں گل که باز رفت ز بستاں | وه که آں آشناے بار نیامد
عمر بگذشت و زاں مسافرِ بدخو | یک سلامے به یادگار نیامد
خوب دیاں بسے بدیدم لیک | دلِ گم گشته بر قرار نیامد
با چنیں آه و اشک چوں باراں | شاخِ امیدِ من به بار نیامد
آں صبوری که تکیه داشت بر او دل | در چنیں وقت هیچ کار نیامد
خونِ دل خوردم و بسوختم آرے | بر کس آں باده خوشگوار نیامد

انچه از غم گذشت بر دلِ خسرو
هر که را گفتم استوار نیامد

۹۲۷
نافهٔ[2] چیں زخاکِ کوے تو زاد | لاله زباغِ روے تو زاد

---

[1] و [2] در "ن" غزل محذوف است

غنچہ کز بوے گشت عاشقِ بستن — عاقبت چوں بہ زاد بوے تو زاد
گرچہ از موے کوہ کم زاید — کوہِ غم دردلم ز موے تو زاد
ہم بہ طفلی ہمہ جہاں بہ گرفت — غمِ دل کاندر آرزوے تو زاد
سوے ما جز وفا نمی زاید — ہر جفاے کہ زاد سوے تو زاد

بندہ خسرو بہ ناخوشی خو کرد
بہ جز از تو مگو ز خوے تو زاد

۹۲۸

دادِ من آں بتِ طراز نہ داد [۱] — پاسخے نیز دل نواز نہ داد
خوابِ ما را بہ بست و باز نہ کرد — دلِ ما را بہ برد و باز نہ داد
بہ کرشمہ نہ دید سوے کسے — کہ بہ یک غمزہ دادِ ناز نہ داد
کرد راجع براتِ بوسہ لبش — عارضش چوں خطِ جواز نہ داد
بہ سرِ سرو چوں تو نہ تواں گفت — کہ کسے دل بداں دراز نہ داد
بر بنت دل نہ سوخت، گرچہ مرا — عشق مجز سوزِ جاں گداز نہ داد
تو چہ دانی "نیازمندی چیست؟" — چوں خدایت بہ کس نیاز نہ داد

دادِ خسرو بہ عشق جاں و ہنوز
دادِ مردانِ پاک باز نہ داد

۹۲۹

داد خواہم، اگر بہ خواہی داد [۲] — خواہم از آہِ صبح گاہی داد
جور کم کن چو آرزوے ترا — بر دلِ من خداے شاہی داد
خطِ تو از براے کشتنِ من — فتویٰ خونِ بے گناہی داد
غمِ دل می نہفتم، آبِ دو چشم — در حقِ من بہ خوں گواہی داد

۱؎ در "ن" بیت ذیل زائد است ؎
لذت عیش و کارسازی بخت — از کہ جویم چو کارساز نہ داد
۲؎ در "ن" غزل محذوف است ۔

ای پسر دیدهٔ سفیدِ مرا　　خالِ مشکینِ تو سیاهی داد
سخنِ تست سلکِ مروارید　　کابرِ نیسان زمه به ماهی داد
بوسهٔ خواه بر من از لبِ خویش
وان گه از خاصِ خویش خواهی داد

۹۳۰　ت

زلفِ یارِ مرا به باد دهید　　بادِ عنبرفشان زیاد دهید
جادوان کز خطش سبق گیرند　　شحنه ای هم از آن سواد دهید
ای کسانی که نزدِ یارِ من اید　　از منش زود زود یاد دهید
سوی او رفته اید، می ترسم　　که شما نیز دل به باد دهید
از لبِ من به پای او گه گاه　　بوسه به دهید و برمراد دهید
خرد سالی همی کند بیداد　　ای بزرگانِ شهر داد دهید
اشکِ خسرو همی رود ز فراق
گر توانیدش ایستاد دهید

۹۳۱　و

عاشقان را چو نامه باز کنید　　نامِ من بر سرش طراز کنید
زهر رفتست ای مسلمانان　　باده نوشید و چنگ و ساز کنید
گر شما دینِ عاشقان دارید　　بعد ازیں پیشِ بت نماز کنید
گاهِ مردن شنیدم از محمود　　گفت "رویم سوی ایاز کنید"
من غلامِ شمایم ای خوبان　　بکشم گر هزار ناز کنید
چند باشید مستِ حسن آخر؟　　چشمها را ز خواب باز کنید
دیده باشید آں جوانِ مرا　　صفتش پیشِ بنده باز کنید
با چناں قامت ای صنوبر و سرو　　شرم ناید که پا دراز کنید
بشنوید ایں حکایتِ خسرو　　پیشِ آں سروِ سرفراز کنید

۹۳۲[1]
جاں[2] شد انگشتِ آں نگاریں دید	عقل انگشتِ خویشتن بگزید
باد بویش بہ بوستاں آورد	غنچہ برخویش پیرہن بدرید
ہر شبے در ہوائے لعلِ لبش	ماہ چشمِ سرشک مروارید
عاشقاں جاں نثارِ او کردند	زلفِ ہندوش یک بیک برچید
عالمے در غمِ لبش بودند	ہیچ کس طعمِ آں شکر نہ چشید
ہر کس از وے حکایتے گفتند	کس بہ کنہِ کمالِ او نہ رسید
ہر دلے از کمندِ عشق بجست	باز زلفش بہ دامِ عشق کشید
ہر کہ در قیدِ عشق شد مجنوں	تا قیامت ز بندِ او نہ رہید

ہیچ خسرو بسوخت از رخِ او
ہر کہ آں شیوہ و شمائل دید

۹۳۳
تا ترا جسم و جاں شکار بود	ہر کہ را دل بود فگار بود
کشت خالِ لبِ تو ام آرے	مگسِ شہد زہر دار بود
ہر کسے کز لبِ تو می نوشد	تا زید ہم در آں خمار بود
آں زمانے کہ سوئے تست دو چشم	ایں دوا کا شکے دو چار بود
ہر کہ در کوئے شاہداں مے خورد	پیشِ ما مسجدش چہ کار بود؟
پارسائے کہ چوں جوانان ست	در نمازش کجا قرار بود؟
مست اگر دو زخی ست گو می باش	عاشقاں را ز تو بہ عار بود
غم مرا سوخت در چہ شرح دہم؟	بے غماں را کسے استوار بود؟
گریہ[3] ام خوش نیاید ست، مگر ے	شربتِ درد خوشگوار بود
پائے تو زیں سپس و سرِ خسرو	عمر باید کہ پائدار بود

[1] در "ن" غزل محذوف است [2] بیت در "ن" محذوف است۔

۹۳۴
پیشِ روئے تو یاسمیں کہ بود؟ | پیشِ لعلِ تو انگبیں کہ بود؟
ہر کجا نامِ طرۂ تو برند | نافۂ خامِ تو سنیں کہ بود؟
گل کہ او می برد زبادِ صبا | باچناں روئے نازنیں کہ بود
چوں بہ بینم کہ پا نہی بہ زمیں | سر نہم من بہ ہر زمیں کہ بود

خسروت شد غلام و بندہ ولیک
بجز از بندہ ایں چنیں کہ بود؟

۹۳۵
دل کہ نزدِ عشق پارہ پارہ بود | دل نہ گویم کہ سنگ خارہ بود
پیر مردے کہ از تقاضائے جواں | خوں نہ خوردہ ست شیر خوارہ بود
اے کہ مہ با کمالِ خوبیٔ خویش | پیشِ روئے تو پیش کارہ بود
ہر کہ یک بار دید روئے ترا | تا زید در غمِ دوبارہ بود
گر ز کافر بود ہزار سوار | چشمِ تو میر آں ہزارہ بود
چوں لبت را بہ گاز پارہ کنم | لب نہ باشد نبات پارہ بود
نیست یک چارہ وصل را اِداں گاہ | می زیم من ہزار چارہ بود
خاکِ پائے تو می کشم در چشم | مگر ایں اشک را کنارہ بود

ہر شبے خسرو است و بیداری
مونسش گر بود ستارہ بود

۹۳۶ غ
عشقِ تو ہر گزم ز سر نہ رود | و ز دل ایں آرزو بدر نہ رود
گر بر آید ز دوریت صد سال | ہم خیالِ تو از نظر نہ رود
گر ترک خفتت و خیز، تا خورشید | پیشِ بالائے بام بر نہ رود

---

۱ ۹۳۵ و ۹۳۶ در "ن" غزل محذوف است
۲ در "ن" بیت محذوف است و بجایش بیت ذیل اضافہ است ؎
صبر من رفت تا عدم بہ رسید | گز بپائے تو پیش تر نہ رود

بوسه‌ای ده که تشنگیِ شراب — هرگز از شربتِ دگر نرود
آن که او را لبِ تو بدخو کرد — آرزوی وی از شکر نرود
چه کنم در دلت نمی گنجم ؟ — زان که در سنگ موی در نرود
گر سر از عشق می رود، "گو رو" — لیک باید که دردِ سر نرود
خسروا جان به شوق بخش که مرد
اندرین راهِ پُرخطر نرود

۹۳۷
دل ز ناز[۵۱] دیدنت به جان نشود — اگرم هوش بیش ازآن نشود
مخرام این چنین به ناز که تا — خلق را جان و دل زیان نشود
دیده را خاکِ پات روشن شد — نور بر دیده ها گران نشود
تو چه سان می ربایم باری — تنِ مرده به حیله جان نشود
عشق پیشم شکسته کیش گرایست
تیرِ خسرو چرا کمان نشود؟

۹۳۸
یار ما را[۵۲] از آنِ خویش نشد — بهر بیداد او به کیش نشد
دوش در پاش دیده می سودم — پاش آزرده دیده ریش نشد
می دهم جان به عشق و می دانم — که کسی را از آنِ خویش نشد
از تو محرومم می روم چه کنم؟ — عمر رونده ز عهد بیش نشد
صنما غمزهٔ تو قصابیست — که پشیمان ز خونِ میش نشد
تا به روی تو چشم کردم باز — هم به رویت که بیش پیش نشد
دلِ خسرو که از قرار برفت
بر قرارِ نخست بیش نشد

---

[۵۱] و [۵۲] در "ن" غزل محذوف است

۹۳۹
هر که بر گفتهٔ تو گوش نهد | ز آتشِ دل به سینه جوش نهد
رویت از زلفِ عنبریں مه را | حلقهٔ بندگی به گوش نهد
سروِ ثابت قدم به پیشِ قدت | نه توانَد که پا به هوش نهد
خلق را لعلت از شکر بکشد | خوں بها بر شکر فروش نهد
نیشِ زنبورِ غمزهٔ تو خورد | از لبت هر که دل به نوش نهد

شد خیالِ تو راست با خسرو
روز اگر چ نهد هوش نهد

۹۴۰
لاله پیشِ رخت کله بنهد | مشک تر زاں خطِ سیه بنهد
غنچه در نوبتِ جوانیِ تو | سر نه بیند اگر کله بنهد
چشمِ نرگس که خویشتن بین ست | دیده پیشت به خاکِ ره بنهد
جزیهٔ روے چوں گلت هر سال | بوستاں بر بهار گه بنهد
شب که آبستن ست از خورشید | پیشِ صبحِ رخِ تو زه بنهد
تو مرا کشتی و به گردنِ او | خونِ من کو ترا گنه بنهد

بوسه ها دزد د از لبت خسرو
وز برائے رکابِ شه بنهد

۹۴۱
عاشقی مرد را سزاے دهد | اشک را سوے دوست راه دهد
محنتِ عالم آزمایش را | بر دلِ محنت آزماے دهد
سوختم از غم و چنیں باشد | هر که دل را به دل رباے دهد
رنج بر من دراں سرائے گذشت | دادم ایزد دراں سرائے دهد
کیست کو را ز من خبر گوید؟ | شاه را قصهٔ گداے دهد

سنه و سنه و سنه در سنه غزل محذوف است

حالِ من گر دمے چنیں باشد — دل بہ تو شوخ دل ربا کے دہد
گفتۂ عقل را بہ خود بہ گمار — عقلِ دیوانہ را خدائے دہد
سخنم جائے می کند در سنگ — گویم ار درد دلِ تو جائے دہد
میہماں شو شبے کہ تا خسرو
با تو شرحِ نفیر و نائے دہد

۹۴۲
ہر کہ دل با غمِ تو یار کند — تیغ را بر سر اختیار کند
ہر کسے را محل کجا کہ قدم — در رہِ عشق استوار کند؟
چوں تو برقع بر افگنی، ایام — صحنِ آفاق پُر نگار کند
در بہ جولاں در آری اشہبِ حسن — چشمِ خورشید پُر غبار کند
گر وصالِ تو تا بہ صد فرسنگ — غم ز نزدیکِ من فرار کند
اندر آں آرزوست خسرو نیز (ق) کہ شبے بر درت قرار کند
بس ز لعلِ تو بوسہ ہا دزدد
بر رکاب تو تا نثار کند

۹۴۳ ۵۲
صبح پیشِ رُخِ تو دم نہ زند — سروِ پیشِ قدت قدم نہ زند
نقشِ شیرینت بیند ار شاپور — گرچہ تیغش زنی قلم نہ زند
خضر پیشِ لبت بہ آبِ حیات — لب چہ باشد کہ دست ہم نہ زند
نرگست چوں سپاہ غمزہ کشد — عقل جز خیمہ در عدم نہ زند
سرِ من و آستانِ تو، ہر چند — کہ مسلماں درِ صنم نہ زند
تنم از بارِ عشقِ تو خم شد — کیست کز بارِ عشق خم نہ زند
چشمِ می زن ز دیدہ بر خسرو — کہ بہ شب پلک خود بہم نہ زند

---

۵۲ و ۵۳ در "ن" غزل محذوف است۔

۹۴۴ از دهانت[۵۱] سخن به کام رسد — از لبانِ تو مے به جام رسد
از پے بستنِ لب، از زلفت — هر شبے صد هزار وام رسد
زلفت ار چاشت گه به پایم — تا به پایان نماز شام رسد
به سلامیت جان به باد دهم — آن زمان کز تو ام سلام رسد
تو کنی جور و تیر نالهٔ من ÷ — هم بدین جانِ ناتمام رسد
خام کاری مکن مبادا امروز — کآتشِ من به چون تو خام رسد
وصل و هجرت به کینهٔ کار من اند — تا ازین هر دو ام کدام رسد؟
وصل اگر دست داد هم در پے — هجر ناگه به انتقام رسد
کشد از هجر و غصه گر روزے
بنده خسرو بدان غلام رسد

۹۴۵ وقتِ آن[۵۲] شد که گل شگفته شود — چشمِ نرگس ز مے غنوده شود
خواهد ابرِ دونده را گیرد — سرو از بس که در هوا بدود
معتدل شد هوا چنان که ز چرخ — بر چمن بادِ گرم هم نه رود
آتش لاله را همی بیند ÷ — زاغ چون هندوان نه می گردد
می زند مرغ نغمه‌اے که چنان — هر زمانے ز دست می به شود
باد گوشِ بنفشه می پیچد — که ز بلبل سخن نه می شنود
ساقیا گر ترا چنین وقتی
گذرے بر من او فتد چه شود

۹۴۶ لبِ لعل تو جز که جان نه برد — آشکارا برد نهان نه برد
جان بدینسان که می برد لبِ تو — هیچ کس از لب تو جان نه برد

---

۵۱ و ۵۲ در «ن» غزل محذوف است.

نہ رود مہ بر اوج در شبِ تار | تا ز زلفِ تو نردباں نہ برد
پیش ازیں بر خودم یقینے بود | کہ دلم ہیچ دل ستاں نہ برد
تو بہ بردی ہمہ یقینِ دلم | بر طریقے کہ کس گماں نہ برد
چشمِ پُر خوں کشم بہ پیشِ تو لیک | کس جگر پیشِ میہماں نہ برد
بر دو چشمم رواں بود کشتی | کایں ہمہ عمر بر کراں نہ برد
برد از ضعف ہر طرف بادم | ہر گزم بر تو ناگہاں نہ برد

خسرو افتاد بر درِ تو چو خاک
باد را گو "کز آستاں نہ برد"

۹۴۷
از نکو بد[۵۱]، نکو نہ می آید | تو نکوئی نکو نہ می آید
با من ار بد کنی، نکو کن ازآنک | بد جز از تو نکو نہ می آید
می روی سوے باغ با آں لطف | آب در ہیچ جو نہ می آید
آں کہ خورشید می کند بر چرخ | تو کنی بہ کز او نہ می آید
عقلِ من با تو رفت زیں طرفہ | کہ تو می آئی او نہ می آید
تابِ سنگیں دلت نہ دارم من | کارِ سنگ از سبو نہ می آید

دلِ خسرو کہ در ہواے تو ماند
جاے دیگر فرو نہ می آید

۹۴۸
مدتے شد[۵۲] کہ یار می ناید | واں بتِ گل عذار می ناید
جانِ خود را شکار او کردم | رغبتش بر شکار می ناید
می شمارند بس کہ یارانش | بندہ خود در شمار می ناید
تا بر آورد گرد از دلہا | زد دلے بر غبار می ناید

---

۵۱ و ۵۲ در "ن" غزل محذوف است۔

روزگارے کہ پیشم آمد ازو — پیش او روزگار می ناید
آرزویم کنارِ او چہ شود ؟ — کارزو در کنار می ناید
دلِ من کز قرارِ خویش برفت — دیر شب بر قرار می ناید
مکن اے دوست ذکرِ صبر بہ عشق — کہ مرا استوار می ناید

خسروا گردِ عشق می گردی
مگرت جاں بہ کار می ناید

۹۴۹ ب

شب کہ باد م زسوے یار آمد — مست گشتم کہ بوے یار آمد
آبِ چشمم دوید از سرِ جاں — پاے کوباں بہ سوے یار آمد
گریۂ خویش وگریۂ دگر است — کابِ رفتہ بہ جوے بار آمد
می کنم یاد و می خورم حسرت — ہر چہ خوردم زجوے یار آمد
نیک نبود کہ بد کنم دل اگر — بد زرد ے نکوے یار آمد

خویش را نیز کرد گم خسرو
جستن دل کہ سوے یار آمد

۹۵۰

ہر کرا[1] خالِ عنبریں باشد — گر کند ناز نازنیں باشد
غمزہ ات چوں کمیں کند بر خلق — ترکِ جاں باز در کمیں باشد
روے تو خرمنِ گلے ست از آنک — خرمنِ ماہ خوشہ چیں باشد
تا ترا نیز قصدِ جان و دل است — کارِ ما نز دِ عقل و دیں باشد
در سماعے کہ عشق بازاں را — بزم پُر آہِ آتشیں باشد
آستیں بر فشاں کہ بہرِ نثار — ہمہ را جاں در آستیں باشد
پیشِ رُخسارۂ منورِ تو — روے خورشید بر زمیں باشد

---

[1] در "ن" غزل محذوف است ۔

آفریں بر جمالِ تو کہ بر اُو
ز آفرینندہ آفریں باشد

۹۵۱ سلہ

ہر کرا یار[۱] یار می افتد — مقبل و بختیار می افتد
اے بسا دُر، کہ در محیط سرشک — ہر دمم در کنار می افتد
عقرب او چو حلقہ می گردد — تاب در جانِ مار می افتد
شامِ زلفش چو می دود در چیں — شور در زنگبار می افتد
گر نہ مست ست جادویش ز چہ رو — بر یمین و یسار می افتد؟
گلِ صد برگ را دگر در دام — ہمچو بلبل ہزار می افتد
چوں ز حالش ہمی کنم تقریر — بخیہ بر روے کار می افتد
دلم از شوقِ چشم سرمستش — دم بہ دم در کنار می افتد
رحم بر آں پیادہ کو ہر دم — در کمندِ سوار می افتد

ہر کہ او خوار می فتد خسرو
ہمچو ما بادہ خوار می افتد

۹۵۲ سلہ

دیدہ با تو چو ہم نظر گردد — ناوکِ فتنہ را سپر گردد
ہر کہ از دردِ عشق نا خبر است — چوں ترا دید، با خبر گردد
زلف[۲] روزے کہ بر رخت گذرد — سایہ از جا بشت بیشتر گردد
تا خیالت درونِ خانہ بود — صبر می کن برونِ در گردد
کیمیاے ست آتشِ عشقت — کہ از آں روے بندہ زر گردد
قصۂ من[۳] دراز شد ز غمت — در بہ گویم دراز تر گردد
می خورم غم بہ یادت، اما زہر — گہ بہ یادِ شکر شکر گردد

سلہ در "ن" غزل محذوف است۔ سلہ و سلہ شعر محذوف است در "ن"

من ز برگشتن تو می میرم — زاں نہ میرم کہ عمر برگردد
خسرو از کاهشِ تو شد نے خشک
بوسہ دہ کہ نیشکر گردد

۹۵۳ عاشق از[1] سینہ جاں بروں گیرد — تا غمت را بہ جاں دروں گیرد
روے او گر شود گرفتہ بہ بیں — گر نہ بینی کہ ماہ چوں گیرد
دیگراں از پری فسوں گیرند — از دو چشمت پری فسوں گیرد
محنت و غم حریف و مونس وے — چوں تواند کہ دل سکوں گیرد
بے تو ایں چشم خوں گرفتہ بسے
آخر ایں آب چند خوں گیرد؟

۹۵۴ با تو در سینہ[2] جاں نہ می گنجد — تو درونی از آں نہ می گنجد
تنگ دارد دلِ مرا کہ در او — جز تو کس لے جواں نہ می گنجد
آں چنانی نشستہ اندر دل — کہ نفس هم در آں نہ می گنجد
می نہ گنجی تو در میانۂ جاں — لیک جاں در میاں نہ می گنجد
غمِ تو آشکار خواهم کرد — چہ کنم در نهاں نہ می گنجد
عشق در سر فتاد و عقل برفت — کایں دو در یک مکاں نہ می گنجد
تا کہ خسرو زباں کشاد از تو
سخنش در جهاں نہ می گنجد

۹۵۵ غ
شیوہ کاں ترکِ ماہرو داند — قتلِ یارانِ مهر جو داند
گر دلم خوں کند و گر سوزد — من کیم زاں اوست او داند؟

---

[1] در "ن" غزل محذوف است [2] در "ن" بیت ذیل زائد است ۔

نا توانم ز عشق و هیچ علاج — در منِ ناتواں نہ می گنجد

گل چه داند که درد بلبل چیست؟ — او همیں کار رنگ و بو داند
شاهدیست گاه سنگ انداز — سر درویش را سبو داند
هر که در عشق دیده را تر کرد — آبروے خود آب جو داند
چند گوئی "دلت که دزد دیست؟" — بنده چشم ترا نکو داند
بے زباں شد ز دیدنت خسرو
کاو همه کار گفتگو داند

۹۵۶[1]

دیده در خون سزاے می بیند — کاں خط مشک ساے می بیند
می رود مست و مے به میر دخلق — کاں رخ جاں فزاے می بیند
پاے بر دیده می نهد وز شرم — دیده بر پشت پاے می بیند
گرچه فریاد می کند سلطاں — که به سوے گداے می بیند
کور بادا رقیب کت هر روز — در میان سراے می بیند
می کند بر دلم کرشمه بسے — ناز را نیز جاے می بیند
جور رویت به هر که می گویم — روے آں دلرباے می بیند
دل که نشنید پند و عاشق شد — اینک اینک سزاے می بیند
دیده من چه است ایں که دلم؟ — از چه تو خود نماے می بیند
از جفا سوے من نه می بینی
مکن آخر خداے می بیند

۹۵۷[2]

شحنهٔ غم دو اسپه می آید — صبر نزدیک من نه می پاید
روزگارم به خشم می نارد — و آسمانم به سرمه می ساید
رفت روزے که با تو خوش بودیم — هرگز آں روز رفته باز آید؟

---

[1] و [2] در "ن" غزل محذوف است

لب چہ خائی برای کشتنِ من | خود فلک پشتِ دست می خاید
زاں لب آسایشے بدہ دل را | زاں کہ از گریہ می نیاساید
بعد ازاینم بہ بندِ زلف مبند | کز چنیں بستہ ہیچ نکشاید

خسروت چوں بہ عشق شد بندہ
خوانی اش گر غلامِ خود، شاید

۹۵۸
دہنت[1] را نفس نہ می بیند | کمرت ہست و کس نہ می بیند
یک نفس نیست کز دہانِ تو دل | تنگیے در نفس نہ می بیند
بلبلے چوں من از گلت محروم | شکرت جز مگس نہ می بیند
برگِ کاہے شدم ز غم، چہ کنم؟ | چشمِ تو سوے خس نہ می بیند
یک شبے خیز و میہمانِ من آے | فتنہ خفتہ عسس نہ می بیند
با تو گویم کہ "از غمِ تو چہ است | کایں دل بوالہوس نہ می بیند"؟
می رسد گرد لم کند فریاد | لیک فریاد رس نہ می بیند
آب چشمم کہ از سرم بگذشت | می رود، ہیچ کس نہ می بیند

نہ شود صبر نالۂ خسرو
کارواں در جرس نہ می بیند

۹۵۹
اگر آں[2] ماہ مہرباں گردد | غمِ دل غمگسارِ جاں گردد
آں کہ چوں نامش آورم بہ زباں | ہمہ اجزاے من زباں گردد
ور کنم یادِ ناوکِ چشمش | مو براعضاے من سناں گردد
چوں کنم نقشِ ابرویش بر دل | قدِ چوں تیرِ من کماں گردد
من ز شرمِ جمالِ تو ہر ماہ | در حجابِ عدم نہاں گردد

[1] و [2] در "ن" غزل محذوف است

یارب این آسیای دولابی — چند بر خونِ عاشقان گردد؟
چون دلم با غمِ تو گوید راز — در میان خانه ترجمان گردد

چون ز لعلت سخن کند خسرو
شکر از منطقش روان گردد

٩٦٠
خمِ زلفت[1] که مشکِ چین آمد — با گل و لاله هم‌نشین آمد
لبِ لعلِ تو کان پر از گهر است — خاتمِ حسن را نگین آمد
کوه را سایه دار نتوان کرد — جز دو زلفت که بر سرین آمد
گرچه گل نازمی کند بر شاخ — نه چو روی تو نازنین آمد
ای که پیکانِ تیرِ غمزهٔ تو — تشنهٔ خونِ حورِ عین آمد
صورت این کن که چینِ ابرویت — صورتِ حسن را چه چین آمد
به گزیدم لبت که خون آید — خون برون نامد انگبین آمد

از شبِ زلف به رست دلم
گشت روشن که خسروا این آمد

غ

٩٦١
دل ز روی[2] تو دور نتوان کرد — بارِ رُخت یادِ حور نتوان کرد
جورِ تو در رخِ تو نتوان گفت — گله اندر حضور نتوان کرد
چشمِ بد دور از چنان روئی — که از او چشم دور نتوان کرد
هم چنان ساده خوشتر است لبت — کان شکر را بزور نتوان کرد
گه به گریم گهی غزل خوانم — دل بدینها صبور نتوان کرد
بخت باید نه زیرکی که به جهد — ماتمِ خویش سور نتوان کرد

---

[1] در "ن" غزل محذوف است [2] در "ن" بیت ذیل زائد است ؎
به زبانے که یابم از جهِ توئی — خویشش را در غرور نتوان کرد

سوخت چوں شمع جانم وزیں شمع
کارِ خسرو بہ نور نتواں کرد

۹۶۲ دلبرم[۱] بے وفاست چتواں کرد؟ میل او با جفاست چتواں کرد؟
چوں دلِ پادشاہِ کشورِ حسن فارغ از ہر گداست چتواں کرد؟
ماجراہا میانِ حسن و وفاست حسن دراز وفاست چتواں کرد؟
دلبرِ بے وفائے عہد شکن چوں نہ بر عہد ماست چتواں کرد؟
از غمت جاں بہ لب رسید مرا چوں ترا ایں رضاست چتواں کرد؟
آں بتِ سستِ عہد سخت کماں ظلم پیشش رواست چتواں کرد؟
چوں ہنوز آں نگارِ شہر آشوب بر سرِ ماجراست چتواں کرد؟
دل بہ شوخی ربود از دستم دلبرِ دل رباست چتواں کرد؟
کلیہ اختیارِ تو خسرو
چوں بہ دستِ قضا چتواں کرد؟

۹۶۳ بارُخت[۲] شب چراغ نتواں کرد بے رُخت سینہ داغ نتواں کرد
پیشِ تو آفتاب نتواں جست روزِ روشن چراغ نتواں کرد
از دو زلفت کماں شدست تنم خود کماں زد و زاغ نتواں کرد
باز کن لب کہ از چناں تنگی میل سوے فراغ نتواں کرد
گر ز باغِ رُخت برسے بہ خورم نظرے ہم بہ باغ نتواں کرد
خشم در سرکنی بہ ہر سخنے با تو زیں بیش لاغ نتواں کرد
بوے خسرو ہمی کشی بہ دماغ
بیش ازیں ہم دماغ نتواں کرد

---

[۱] و [۲] در "ن" غزل محذوف است۔

۹۶۴
آں چہ یک چند آب حیواں کرد — لب لعلت ہزار چنداں کرد
چوں بدید آفتابِ تنگ لبت — لعل را زیر سنگ پنہاں کرد
ابر از رشکِ دُرِّ دندانت — گوہر خویش را پریشاں کرد
تو بتِ آذری و نقشِ رخت — آتشِ سینہ را گلستاں کرد
تا نہ روید گلے چو تو در باغ — از دمِ سردِ من زمستاں کرد
چشمِ بد دور از چناں روئے — کہ از او چشم دور نتواں کرد؟
عاشقاں را نہاد چشمِ تو بند — واں گہ اندر چہِ زنخداں کرد
دل در آویخت جعدِ تو بہ رسن — واں گہ از غمزہ تیر باراں کرد
ہیچ روئے[۵۱] نہ گشت سایہ کہ غم — نہ سرم را چو سایہ گرداں کرد
گشت ویراں ز گریہ خانۂ چشم
غم چنیں چند خانہ ویراں کرد

۹۶۵
دل بدیں[۵۲] و بدو نہ خواہم داد — جز بہ یار نکو نہ خواہم داد
بے تو اے آرزوئے سینۂ من — سینہ را آرزو نہ خواہم داد
مہر تو بر کسے نہ خواہم بست — آبِ حیواں بہ جو نہ خواہم داد
گر بہ بستاں شگوفہ خواہم شد — بے وفائی چو تو نہ خواہم داد
بوسہ اے گفتہ ای توقف چیست؟ — یا بدہ، یا بگو، نہ خواہم داد
بارخت سوئے گل نظر نہ کنم — دل بہ رنگ و بہ بو نہ خواہم داد
سگِ کویت گزید خسرو را
بعد ازیں ہم از او نہ خواہم داد

۹۶۶[۵۳]
دلِ یا درد را کجا یابد؟ — گونۂ زرد را کجا یابد؟

---

۵۱ در "ن" بیت محذوف است ۵۲ و ۵۳ در "ن" غزل محذوف است

باری اندوہ بے دلاں چہ خوش است؟ — نفس سرد را کجا یابند؟
خوب روے من از بتاں فرد است — ایں چنیں فرد را کجا یابند؟
چوں منے کو، کہ حال من پرسد؟ — یار ہم درد را کجا یابند؟
صبرم از دست غم گریخت کنوں — آں جہاں گرد را کجا یابند؟
ہر کہ در عشق جاں بدہ مرد است — ایں چنیں مرد را کجا یابند؟

سگ کویست خسرو اندر عشق
شیر ناورد را کجا یابند؟

۹۶۷
شکن زلف[51] باز خواہی کرد — بر مہ از شب طراز خواہی کرد
روزہ داریم، رخ بپوش ارنہ — روزہ بر ما دراز خواہی کرد
راست کردی ز ابرواں محراب — می نماید نماز خواہی کرد
بر گدائی بکویت آیم لیک — در بروییم فراز خواہی کرد
کشتمت جور، دگو میت کہ "مکن" — گرچہ صد بار باز خواہی کرد

کار خسرو ز دست شد، وقت است
گر ز ظلم احتراز خواہی کرد

۹۶۸
منازاے[52] بت چیں کہ چیں ہم نماند — قرار جہاں ایں چنیں ہم نماند
بہ بحر غم ار عاشقاں کشتہ گردند — شکر خندۂ نازنیں ہم نماند
نہ جم ماند ایں جا نہ نقش نگینش — چہ نقش نگیں بل نگیں ہم نماند
نماند بہ چیں ہیچ بت خانہ آورخ — چہ بت خانۂ چیں کہ چیں ہم نماند
بہ چرخ بریں می کنی تکیہ دایم — برآئی کہ چرخ بریں ہم نماند
چہ مونس ہمی گیری از ہر قرینے؟ — کہ مونس نہ پاید، قریں ہم نماند

---

[51] و [52] در "ن" غزل محذوف است.

سخن گوئی اگرچہ سحر آفریں است   سرانجام سحر آفریں ہم نہ ماند
چو خسرو بہ جز نالش غم نہ ماندہ ست
ازآں ترسم آں دم کہ ایں ہم نہ ماند

بیت ۹۶۹
اگر دلبرے[1] چوں تو جائی برآید   بہ ہر جا کہ شیند بلاے برآید
قدِ تست چوں در گلستاں درآئی   اگر سروے اندر قباے برآید
برآید بہ ہر جا گل اما چو رویت   بہ نزدیک ما دور جاے برآید
بہ کوے تو ہر سال از خونِ خلقے   ز ہر سبزہ مردم گیاے برآید
رسد نالۂ من ز پیشت بہ جاے   کہ از ہفت گنبد صداے برآید
عنایت کن اندر حقِ بندہ خسرو
مگر از تو کارِ گداے برآید

بیت ۹۷۰
چو آں شوخ شب در دلِ زار گردد   مرا خواب در دیدہ دشوار گردد
دلم گردِ آں زلف گردد ہمہ شب   چو دزدے کہ اندر شبِ تار گردد
شب و روز گردد در آں کوے جانم   چو بادے کہ بر بام و دیوار گردد
بلائی[2] جز ایں نیست بر جانِ مسکیں   کہ آں شوخ در سینہ بسیار گردد
مرا کشت و بیداری بخت ما را   ہوس ہم نیاید کہ بیدار گردد
چو[3] بیزار شد یار جاں کیست بارے؟   رہا کن کہ او نیز بیزار گردد
گرفتار از طعنِ بدگوے یارب   بہ روزِ بدِ من گرفتار گردد
چگونہ کند وصف آں روے خسرو
کہ در دیدنش عقل بیکار گردد

---

[1] در "ن" غزل محذوف است [2] بیت محذوف است در "ن" [3] بیت ذیل در "ن" زائد است ؎

طبیبم ہماں بہ کہ سویم نیاید   کہ ترسم ز دردِ من افگار گردد

س۹۷۱ بدان[1] دل فریبی کہ گیتی نماید ؛
خردمند را دل نہادن نہ شاید

چہ بندی دل اندر خیالاتِ عالم
کہ آئینہ رو عاریت می نماید

گرہ ہاے غمزہ مبین سخت و محکم
کہ چپرخش نہ دید آن نگر می کشاید

چہ بیہودہ گوئی کہ "پایندہ مانم" ؛
تو مانی اگر زندگانی نپاید ؛ ؛

کسے زندہ ماند بہ معنی ز صورت ؛
کہ از راہِ صورت بہ معنی گراید

دلِ خلق سنگین و دل در خرابی ؛
ازان سنگہا این عمارت نہ شاید

خس است آدمی چون گرفتارِ زر شد
چو آن کاہ کش کہربا می رباید ؛

ز اصحابِ ناجنس زادے نیابی
کہ اشتر شود جفت و کرہ نزاید

چو تو تلخ گوئی ہمان است پاسخ ؛
عدو گاہِ دشنام شکر نخاید

بدان ماند از خام جستن بصیرت
کہ بر خشتِ خام ابلہی سر نساید

[1] در "ن" غزل محذوف است ۔

حرف دال

حدیث جهان گر ز من راست پرسی
دروغیست آسان که خسرو سراید

۹۷۲[۱]
برآن است جانم که ناگه برآید / چو از بهر یک دیدنت می نپاید
مزن غمزه چون من ز هجران بمردم / که کس تیغ بر کشتگان نازماید
از آن دیده بر خاک پای تو سایم / که زنگار اشکم ز راهت زداید
دلت در قبا راست کاری نداند / چو کج باشد آئینه رو کج نماید
اگر در وفاهای وعده بخیلی / جوان مردی عشق چندین نشاید

مگو خسروا ترک دل بند خود گیر
دلم باد گر کس کجا می کشاید؟

۹۷۳[۲]
ز من بشنو ای دل که خوبان چه چیزند / عزیزان قوم‌ند و قومی عزیزند
به لعل چو آتش جهانی بسوزند / به تیغ مژه خلق را خون بریزند
کمان ابرو دانند با تیر غمزه / به خون ریختن هیچ شمشیر تیزند
به جز دو رچشمانش خود کس ندیده ست / که مستان به هشیار مردم ستیزند
به چشم آهوانند و مردم به صورت / ازان هیچو آهو ز مردم گریزند
نشستن بدیشان کجا می توانند؟ / کسان کز سر دین و دنیا نه خیزند

نیابند یک ذره بی مهر ایشان
اگر خاک خسرو پس از مرگ بیزند

۹۷۴[۳]
خوشش آن شب که چشمم بر آن نای بود / مژه هر زمان اشک پالای بود
بیا ای جهان بر سر من بگرد / که این سر شبی زیر آن پای بود
تنم بر در دوست پامال گشت / چه تدبیر چون خاک آن جای بود

۱؎ درین غزل محذوف است ۲؎ درین غزل محذوف ست ۳؎ درین غزل محذوف است

شبِ دوش هم بد نبود از خیال — اگرچه دراز و غم افزاے بود
ز مئے هاے دوشینه مستم هنوز — مئے کز دو چشمِ جگر زاے بود
به گویم چه خوش داشت وقت مرا — سرودے که از نالهٔ واے بود
بکش زارم اے عشق کاں دل نماند — که صبرِ مرا کار فرماے بود
بفصاد چندیں دلِ خلق دمی — که شانه ترا گیسو افزاے بود
یکے کار زاں لب دریغم مدار
که تا بود خسرو شکرخاے بود

۹۷۵ تو گر ۱ه دیدنِ تن را به خواهی نمود — کسے سرو و گل را نه خواهد ستود
خطت کز لبانت بر آورد سر — برآورد از خانِ عشاق دود
به خونِ کساں آستیں بر زدی — ندانم کرا دست خواهی نمود
به بازی مزن غمزه بر جانِ من — که کس تیغ بر دوستاں نازمود
ز هجرم چه پرسی که یارب مباد؟ — ز صبرم چه گویم که هرگز نبود؟
وزایں آشنائیم دستے مگیر — که سیلابِ چشمم ز جا در ربود
ز غم ناتوانم شفائے ببخش — از آں پس که من مرده باشم چه سود؟
تو باآں که گفتِ کسے نشنوی
ولے گفتِ خسرو بباید شنود — غ

۹۷۶ دو چشمت ۲ه که تیر بلا می زند — چناں تیر بهرِ چرا می زند؟
کماں جانبِ دیگرے می کشد — ولے تیر بر جانِ ما می زند
زهے دیده کز شوخیِ دُچا بکی — کجا می نماید کجا می زند
۳ه دو زلفِ تو از پشتیٔ روے او — شبِ تیره را در قفا می زند

۱ه در این غزل [illegible] است۔ ۲ه در این بیت [illegible] است۔ ۳ه [illegible] ترا در چمن می برد یا نسیم بهار از صبا می زند

حرف د

به هنگام رفتار بالاے تو   تگ کباب را زاغ پا می زند
نوا می زند بلبلِ از راهِ عشق   وے راه ایں بے نوا می زند
مریز آبِ خسرو ہمیں غم بس است
کہ آتش درایں مبتلا می زند

۹۷۷
لبش در شکر خندہ جاں می برد   شکیب از منِ ناتواں می برد
پیالہ بہ کف چوں رواں می شود   دلِ عاشقاں را رواں می برد
کمر بستہ در دل دروں می رود   پس آں گاہ جاں از میاں می برد
چہ[1] مشکل است ایں وہ کہ پیش حریف   ہمی بگذرد دست و جاں می برد
گرم پرسد از بردنِ دل کسے   اشارت کنم کاں جواں می برد
سرِ زلف گاید ہمی بر لبش   نمک سوے ہندوستاں می برد
نگارا جگر بختہ کردم کہ چشم   خیالِ ترا میہماں می برد
شبے میہماں شو بہ بیں کآرزوت
صبوری ز خسرو چساں می برد

۹۷۸
دل از[2] بندِ زلفت رہا کے شود؟   دلت با دلم آشنا کے شود؟
نہ گوئی کہ از لعلِ سیرابِ تو   مرادِ دلِ ما روا کے شود؟
وے مرہم لعل خود کارِ تو   بہ کامِ دلِ ریش ما کے شود؟
نہ می شد دل از بندِ زلفش رہا   کنوں دل نہادیم تا کے شود؟
کجا ہمدم و یار خسرو شوی؟
کہ شہ ہم نشیں گدا کے شود؟

۹۷۹
شبے آں پسرِ دل[3] منِ ستہ اگر ایں طرف گذرے کند   چونگہ کند غم و دردِ من بہ دل آخرش اثرے کند

---
[1] بیت محذوف است در ن — [2] غزل محذوف است در ن — [3] در ن غزل محذوف است

دل و جان فدای نگاه او چو برای کشتن چو منی — نگرد به سوی من و سخن به کرشمه باد گری کند
سخن وی است و سرشک من چو کنم به روی او — که به کام او شکری نهد به دهان من جگری کند
ز غم سمن بر تو خاک ره که ز درد دل به بر افگنم — به از آن مفرح و بهتر آن که دوا نه دردسری کند
نگهی به خسرو خسته دل سخنی کند که رسم به تو
مشنو دلا تو حدیث او که بهانه باد گری کند
غ

۹۸۰
تو رفته ای ز ما[۱] ز تو نامه ای به من نه رسد — چگونه قصهٔ دردم به مرد و زن نه رسد؟
دلم که می پرد اندر هوای تو مرغی ست — که از وطن برود باز با وطن نه رسد
مرا کشی و نه پوشی به عیب من دامن — شهید را چه تفاوت اگر کفن نه رسد
گرفت گریهٔ من دامن تو تمکین چشم — اگر ز یوسف ما بوی پیرهن نه رسد
چنان همی رود اشکم که گر کشائی تیر — به چشم من رسد اما به اشک من نه رسد
به ماند در شکن گیسوی تو دل هشیار
که آتش دل خسرو بدان شکن نه رسد

۹۸۱
از اشک من[۲] به کویت بجز سرخ گل نه روید — زان گل که بویت آید، میرد کسی که بوید
جائی که از لب تو باران بوسه بارد — دل غنچه غنچه خیزد و جان خوشه خوشه روید
چشمم که خورد خونم از بس که خون گرفتش — خود ز بخت خود را بی آن که کس نه جوید
جانم فدائش چون او خود را به خشم سازد — با جمله در حکایت با من سخن نه گوید
زین غم که از جدائی خسرو به سینه دارد
شاید که بر تن او هر موی او بموید

۹۸۲
زلفت صنما[۳] تافته چندین چه نشیند؟ — وان چشم تو با ابروی پر چین چه نشیند؟
پروین چو رخسار تو هر صبح به خندد — تا بر دل خورشید ز پروین چه نشیند؟

---
۱ مطابق نسخهٔ ن ۲ مطابق نسخهٔ ن ۳ مطابق نسخهٔ ن

گر بنشکر از دست تو بر خاک نشسته ست   این دیده بر آن قامت شیرین چه نشیند؟
در تیره نخواهد دل من حالت خود را   با گیسوی مشکین تو چندین چه نشیند؟
در شورت ریختن خون کسی نیست   خط تو بر آن طرهٔ مشکین چه نشیند؟
چون وصل تو ما را نه دهد دست به بالین   چندین غم تو بر سر بالین چه نشیند؟

تو شاد بزی گر ز خسرو نه نشستی
از هیچ توئی بر من مسکین چه نشیند؟

۹۸۳

اگر سرو من[1] در چمن جا بگیرد   عجب باشد از سرو بالا بگیرد
چو شانه کند زلف عنبر فشان را   جهانی بوی عنبرین را بگیرد
به زلفش مدام از پی خون دلها   همه موی او یک دگر را بگیرد
کسی کو گرفتار آن زود شد او را   دل از جمله دو های زیبا بگیرد
اگر بخت یاری دهد آید آن مه   شبی با من و جام صهبا بگیرد
چنان حالم این چشم بر فرق پایش   که این دیده رنگ آن کف پا بگیرد

به دنبال آن سرو هر روز خسرو
چو باد صبا راه صحرا بگیرد

۹۸۴ [2]

به هر جنبش که در زلفت ز باد صبحگاه افتد   بسا دلهای مسکینان کز آن زلف دوتاه افتد
گل اندر خوابگاه نرگس افتد گرد زین بو   ولیکن عشق بازان را نخسپد در خوابگاه افتد
تو می روی مست و غلتان گو هزاران توبه باطل   چه غم دارد از آن شاهد که زاهد در گناه افتد
ز چشمت کاروان صبر من تاراج کافر شد   مسلمانان کسی دیدست کاندر شهر ماه افتد؟
تو جولان می زنی و طالبان چون گرد دنبالت   مبادا کان عنان در دست مست از دگراه افتد
سرم خاک که سروی که چون بیند بالایش   کلاه افتد ز سر بر خاک پیش کلاه افتد

---

[1] مطابق نسخهٔ ن [2] مطابق نسخهٔ ن

هوس دارد که در پایت سر اندازی کند خسرو
ولیکن کے گدا را راه پیشِ پادشاه افتد؟

۹۸۵

بیا ساقی[1] و مے در ده که گل در بوستان آمد   ز جام لاله بلبل مست گشت و در فغان آمد
شرابے خورد غنچه از هوائے ابر در پرده   صبا ناگه لبش بوسید و بویش در دهان آمد
میانِ غنچه و گل از پئے زر بود اشکالے   کشاد آں عقدهٔ مشکل صبا چوں در میاں آمد
نفیرِ بلبلاں نه گذاشت خوردن چشم نرگس را   شبے گر خوابے اندر دیدهٔ آں ناتواں آمد
اگرچه سرو را بادے ست در سر هم به پیشِ گل   قیامے می کند کازادگی را ایں نشاں آمد
اگرچه بوستاں بر روے هائے خوب شد از گل   به روئے خویش، روے خوشِ آں خسرو چوں تواں آمد؟
الا اے ماهِ خرگاهی که ماندی در پسِ پرده   بروں آے و تماشا کن که گل در بوستاں آمد

گلستانے ست خاکِ آستانت از رخِ خوباں
که مرغِ آں گلستاں خسرو سحر البیاں آمد

۹۸۶ [2]

هوائے خرم ست از هر طرف باراں همی بارد   نه گویم قطره کز بالا گل و ریحاں همی بارد
نگوں سارِ خیمهائے سبزه گوئی در همی جنبد   ز بس کابر در افشاں لولوے غلطاں همی بارد
چکاں قطره ز سرهائے انارِ تازه پنداری   که هر دانه که بود ست اندروں پنهاں همی بارد
خوش آں وقتے که مطرب در سماع و نیکواں سرخوش   خراماں در میانِ سبزه و باراں همی بارد
ز بهرِ پائے خوباں را بساطِ سبزه می شوید   هر آبے کز هوا بر سبزهٔ بستاں همی بارد
وے هر قطره بر جاں آب داده هست پیکاں   جدا افتادهٔ را کز مژه طوفاں همی بارد

هوائے ابر با هم صحبتاں خسرو غنیمت داں
که عیش و خوش دلی از صحبتِ ایشاں همی بارد

۹۸۷ [3]

هوائے خرم ست و ابر لولو بار می بارد   زلالِ زندگی بر شاخِ خضر آثار می بارد

[1] مطابق نسخهٔ ن [2] مطابق نسخهٔ ن [3] مطابق نسخهٔ ن ،،

به روی سبزه هائی تر که قطره می چکد، گوئی — که بر سطح زمرد دانه هائی نار می بارد
گل سرخ انار از شاخ سبزش چو چکاند خون — تو پنداری که طوطی گوهر از منقار می بارد
خرامان سرو من مست، و لطافت می چکد از وی — چه نازست و کرشمه وه کزان رفتار می بارد
هوای ابر عاشق را غم آرد، و آن همه قطره — ز هر جان عاشق خنجر خون خوار می بارد
اگر غرق عرق رخسارهٔ خوبان نه دیدستی — نگه کن قطره هائی خوش که بر گلزار می بارد
فرشته چون مگس پا بسته می گردد به شیرینی
چو در وصف تو خسرو شکر از گفتار می بارد

۹۸۸
چو صبح از روی[1] نورانی نقاب تار بگشاید — نسیم از هر طرف صد نافهٔ تاتار بگشاید
نباشد حاجت مطرب حریفان صبوحی را — چو مرغ صبح گاهی ناله هائی زار بگشاید
خوش آن عاشق که خوابش برده باشد در شب هجری — چو خیزد ناگهان، دیده به روی یار بگشاید
غلام خواب آن شوخم که ز آواز خوش ساقی — به صد ناز و کرشمه نرگس بیمار بگشاید
دلت نگشاید الا با لب و روی بتان خسرو
دل هر کس دلی از سبزهٔ گلزار بگشاید

۹۸۹
سفیده دم[2] چو دُر از ابر دُرفشان به چکد — به کام لاله و سوسن زلال جان به چکد
روان کن آن مئی چون آفتاب گرما گرم — چنان که خون ز بناگوش دوستان به چکد
شراب آب حیات است و جان ما مرده — که مرده زنده کند چون به خاکدان به چکد
خوشا کشیدن مئ بر بساط سبزه چو ابر — کشیده باشد و باران یگان یگان به چکد
چنان به آب خود آید چمن ز ابر بهار — که هر زمان نمی از شاخ ارغوان به چکد
به روی نازک گل تیز منگر ای نرگس — که خون ز رویش ترسم که ناگهان به چکد
ز شاخ سبزه چنان آب می چکد ز تری — که در ز خانهٔ خسرو به هر زمان به چکد

---
[1] مطابق نسخهٔ ن [2] مطابق نسخهٔ ن۔

۹۹۰ هوائے[۱] بوستاں خوش گشت و باده لطف جاں دارد   کنوں هر کس که جاں دارد، هوائے بوستاں دارد
سحرگه بکر غنچه باده با خورده ست در پرده   همه سرخیٔ رُو به ده گواهی، گر نهاں دارد
کنوں دل بستگیٔ غنچه با گل کَے نهاں ماند؟   که هر چه اندر دل غنچه ست سوسن بر زباں دارد
ازآں هر لحظه بینی تازه تر داغ دلِ لاله   که بلبل روز تا شب ناله‌هائے عاشقاں دارد
رها کن تا ترا بینم، اگر جاں می رود، گو رو   که مشغولِ جمالت کَے سرِ تشویشِ جاں دارد؟
زماں مستے ست اکنوں توبه از توبه بکن خسرو
که کار امروز ساقی و مئے چوں ارغواں دارد

۹۹۱[۲]
دل از رخ تو به گلهائے تازه در نه رود   که آرزوے عزیزاں به رنگ و بو نه رود
کسے که یادِ لبت هر دمش گلو گیر ست   نه مئے که چشمهٔ حیوانش در گلو نه رود
خطے کشیده به افسوں به گردِ روئے تو حسن   که هر دلے که درو شد به هیچ سو نه رود
به زیرِ پائے تو اَم آرزو ست خاک شدن   اگرچه خاک شوم، نیز آرزو نه رود
لطافتے نه چنیں دارد آبِ دیدهٔ من   وگرنه سروِ من اندر کنارِ جو نه رود
ز سینه جاں به همه حال چوں بخواهد رفت   دریغ باشد اگر زیرِ پائے او نه رود
ازآں پری نه برم جان خسروا به لبم
دعائے دولتِ شاه فرشته خو نه رود

۹۹۲[۳]
رسید موسمِ عید و صلائے مئے در داد   پیاله بر کفِ خوبانِ ماه پیکر داد
مئے که ساقیٔ رعنا ز خونِ مستاں خورد   چه خواب‌ها که بداں غمزه‌هائے کافر داد
مگر بر آبِ خود آیم ز خشکیٔ روزه   دو سه پیاله بباید مرا سراسر داد
بسانِ نیمهٔ بیضه ز جام نقره تمام   که نقلِ مجلسِ مستاں بط و کبوتر داد
خضر بر یخبت به ساغر ز مئے که آبِ حیات   پس آں گهے به کفِ ثانیٔ سکندر داد

۱؎ مطابق نسخۂ "ن"، ۲؎ مطابق نسخۂ "ن" تا ۳؎ مطابق نسخۂ ن

برآستانش خسرو شاد موسم عید
به وزن شعر همه برکشیده گوهر داد

۹۹۳ [1]

آنے کہ از کرشمہ و نازت سرشتہ اند | نقشے چو تو ز کلک قضا کم نوشتہ اند
جاں سودہ اند ریختہ در چشمۂ حیات | تا زاں خمیر مایہ بہ علت سرشتہ اند
عناب ہائے تر کہ ازاں می چکد نبات | پیش لب تو خشک و ترش رو چو کشتہ اند
گر پرتوے ز روے تو بر صالحاں فتد | در حال سایہ گیر و شاں فرشتہ اند
عشاق را بہ جز جگر خستہ بر نہ داد | زاں دانہ ہائے دل کہ بہ کوے تو کشتہ اند
از بہر کام دل چہ تنم بر در تو چوں | در پود چرخ تار مرادے نہ رشتہ اند
خسرو از آں بہ چاہ زنخدان تو فتاد
کش پیش دیدہ پردۂ تقدیر ہشتہ اند

۹۹۴ [2]

بہ کوئے عاشقی از عافیت نشاں نہ دہند | ہر آں کسے کہ بہ او آب دہند ناں نہ دہند
چو عشق جاں برد شکر گوے کایں دولت | عطیہ ایست کہ کس را بہ رائگاں نہ دہند
ز دست می نتواں داد خوب رویاں را | اگرچہ داد دل یار مہرباں نہ دہند
گرت بہ تیغ کشی شرابے ست وقت را خوش دار | کہ در جہاں بہ کسے عمر جاوداں نہ دہند
بہ گفتم آتش کہ بکش تا بمیرم و برہم | جواب داد کہ "راحت بہ عاشقاں نہ دہند"
چو یار نیست بہ تسکین خلق نتواں زیست | کہ دوستاں اگرم دل دہند جاں نہ دہند
چو جاں وہم بہ غمش در رہش کنیدم خاک | حقیقت است کہ جانم بر آستاں نہ دہند
زہے جلادت تیغ از کف نکورویاں | اگر بہ دست رقیبان بدگماں نہ دہند
چو دل حریف تو شد زینہار اے ساقی | تنک شراب مرا ساغر گراں نہ دہند
بہ ہجر ترک چو آناں طریق خسرو نیست | ہمیں بود کہ ز خوں ریزش اماں نہ دہند

---

[1] مطابق نسخۂ ن [2] مطابق نسخۂ ن

۹۱۵ ھ

باز ابر آمد و بر سبزہ گل افشانی کرد | برگِ گل را صدفِ لؤلؤِ مرجانی کرد
قدحِ لالہ چو از بادِ صبا گردان گشت | مست شد بلبل و آہنگِ غزل خ
شاہدِ باغ ز بیک بجستنِ بارانی | گوش ہا را ہمہ پر لؤلؤ عمانی کرد
مرغ در پردۂ عشاق سرودے می گفت | چاک زد پیرہنِ خود گل و بارانی
اے صبا دی کہ فلانے بہ چمن مے می خورد | ہیچ یادِ منِ گم گشتۂ زندانی کرد
آخر ایں شربتِ ہم آں بود کہ او خندہ زناں | بر لبِ آب نشست و شکر افشانی ک
حق چشمِ منِ مسکینت خدا یا مپسند | بالشش آں گشت کہ بر نرگسِ بستا
ہمہ عمرت نہ کنم اے گلِ بد عہد بحل | آں ز بہرِ خندہ کہ بر روئے تو پنہانی
غصہ ام خیزد کاے دل سخن صبر کنی | دہ چرا گوئی از آں چیز کہ نتوانی ک
آخر اے گریہ ہمی جانِ مرا خواہی سوخت | ہیچ اندر دلِ او کار نمی دانی کرد
کس بر آں روئے نہ می یارد گفتن جانا | زلف گرد آمد کہ بسیار پریشانی
عشق در سینہ درون آمد و خالی فرمود | صبرِ مسکیں نہ توانست گران جانی ک
شہ جلال الدین فیروز شہ آں کو در ملک | تا ابد خواہد شاہی و جہانبانی ک
ہیچ دشوارئے در نوبتِ او نیست از آنک | فتنہ بر بسترِ خواب آمد و آسانی ک

تو پری روئی و دیوانہ مکن خسرو را
عہدِ شہ را چو فلک عہدِ سلیمانی کرد

۹۱۶ ھ ب

عہدِ حسنت گر اہلِ دل بد دانند | دو عالم در تہِ پایت فشانند
مسیح و خضر را آں روئے بنمائے | بہ کشش جاناں مرا گر زندہ مانند
مبیں کائینہ لاف از ضمیرت | کہ می گوید دروغے راست مانند
لبت را جاں تواں خواندن ولیکن | نہ می دانم کہ آں خط را چہ خوانند

۵۱ – مطابق نسخۂ ن ۵۲ – مطابق نسخۂ ن

مرنج اے پاک دامن عاشقانت ‌‌ ‌ اگر بر چشم تر دامن فشانند
نه خواهم زیست زخمِ عشق کاریست ‌ رقیباں را بگو تیغم نه رانند[1]
مکن بر ما نصیحت ضائع اے دوست ‌ که مستاں لذتِ تقوی نه دانند
به گویش اے صبا گه گه هم از ما ‌ که اہلِ خاک خدمت می رسانند

نه جائے کز گلِ رویت چکد خوں
در چشم خسرو آں جا خوں چکانند

۹۹۷ [1] ب

خوش آں شبے که سرم زیر پائے یار به ماند ‌ دو دیده در رهِ آں سروِ گل عذار به ماند
شراب ها که کشیدم به روئے ساقیِ خویش ‌ به رفت از سر و در سر خمار به ماند
چرا ش سیر نه دیدم که زود گشتم مست؟ ‌ مرا درونِ دل ایں داغ یادگار به ماند
گر آبِ خضر خورم در دِ سر دہد که مرا ‌ به کام لذتِ مهمانِ خوش گوار به ماند
گذشت آں شب و آں عیش و آں نشاط ولیک ‌ به یادگار دریں سینهٔ فگار به ماند
چه گونه بر نکنم آخر که خاک بر سرِ من ‌ سرے که در رهِ جولانِ آں سوار به ماند
به یادِ درِ پاکِ یکے بوسهٔ یادگار دہم ‌ که جاں همی رود و دست و پا ز کار به ماند
حدیثِ اہلِ نصیحت نه گنجدم در دل ‌ که در درونه سخن ہائے آں نگار به ماند
کنوں چناں که همی بایدت بکش اے دوست ‌ که عقل و صبرِ مرا دست اختیار به ماند
مرا ز بخت دلے بود پیش ازیں نالاں ‌ به رفت آں دل و ایں ناله ہائے زار به ماند

عمر بگشت به زاری و هم خوشم بارے
که ایں فسانهٔ خسرو به گوشِ یار به ماند

۹۹۸ [2] و

دل شد ز دست و بر مژه از خوں نشانی ماند ‌ جاں رفت و یار گم شده بر جائے جانی ماند
از ناخن ارچه سینه کنم کے برون شود؟ ‌ یارے که در درونهٔ جانم نهاں به ماند
دنبالِ یار رفت رواں گرد آبِ چشم ‌ آں رفته باز نامد و اشکم رواں به ماند

---

[1] مطابق نسخهٔ "ن"، [2] مطابق نسخهٔ "ن" و تذکرهٔ دولت شاه سمرقندی

مرهم نه کرد ریشِ مرا پندِ دوستان　　و اندر دلم جراحتِ گفتارشان بماند
ای دیده ماجرای دلِ خون شده کنون　　با دوستان بگوی که ما را زبان بماند
باب چند هرچه هست بود مست و می‌پرستا　　دستِ صلاح در تهِ رطلِ گران بماند
گفتم کنم به توبه سبک دستی‌ئی ولی　　عمری گذشت و این دلِ من همچنان بماند
ما را ز داغ کرد دل و عقل هرچه بود　　الّا سرِ نیاز بر آن آستان بماند
می‌خواست دوش غارتِ جانهای او خیال　　صد تیرِ آهِ نیم‌کش اندر کمان بماند
خسرو ز آهِ گرم بر آتش نهاد نعل
بر هر زمین که از سمِ اسپش نشان بماند

۹۹۹ [۱]　　　　　　　　　　　　　　　　و

زلفینِ تو سرگشته چو بادِ سحرم کرد　　خاکِ سرِ کویت چو صبا دربه‌درم کرد
من خود ز تو دیوانهٔ مطلق شده بودم　　زنجیرِ سرِ زلفِ تو دیوانه‌ترم کرد
گفتم به من افگن نظری، چشم ببستی　　تا چشمِ خوشت بستهٔ آن یک نظرم کرد
اندر جگرم بود خیالِ تو که اشکم　　سر تا قدم آلوده به خونِ جگرم کرد
بفروخت مرا بر کفِ اندیشه خیالت　　من این قدر ارزم که خیالِ تو کرم کرد
آسوده دلی داشتم و بی‌خبر از غم　　ناگاه در آمد غمِ تو باخبرم کرد
خسرو طلبِ وصلِ تو می‌کرد، که هجرت
زین جای حوالت به سرای دگرم کرد

۱۰۰۰ [۲]　　　　　　　　　　　　　　　　غ

عشاق دلِ غم‌زده را شاد نخواهند　　خوبان تنِ ویران شده آباد نخواهند
آنان که به سر رشتهٔ زلفی برسیدند　　گردن ز چنان سلسله آزاد نخواهند
قومی که حقِ صحبتِ محبوب شناسند　　در جور بمیرند و ز کس داد نخواهند
گویند چرا سوی گل و مُل نگرانی؟　　این بی‌غمی است از منِ ناشاد نخواهند

---

۱ مطابق نسخهٔ ل۔ ۲ مطابق نسخهٔ ن۔

در دام تو مُردیم و به روی تو نه گفتیم — کآزادیِ کنجشک ز صیاد نه خواهند
از باد همیں بوی تو آید که بر د جاں — آں گل که چو روییت بُوَد از باد نه خواهند
خسرو ز دلِ خویش مجو حرفِ سلامت
کایں قصّهٔ شیریں ست ز فرہاد نه خواہند

۱۰۰۱ [1] و
عشاق ہر شب از تو به خونناب خفته اند — چوں شمعِ صبح مرده و بے تاب خفته اند
آخر نصیحتے به کن آں ہر دو چشم را — مست اند در میانهٔ محراب خفته اند
از ما چه آگہی ست کساں را که نا به روز؟ — بے التفات در شبِ مهتاب خفته اند
یک شب بر دل خرام نظر کن به کوے خویش — تا چند خوں گرفته به ہر باب خفته اند؟
دُر آرزوے خاره و خاره تو اند
شاهنشهاں که بر سرِ سنجاب خفته اند

۱۰۰۲ [2] ب
غارتِ عشقت رسید، رختِ دل از ما به برد — فتنه به کیں سر کشید شحنه به پیشے فشرد
جاں که به دنبالِ تست، چند عنا کش شود؟ — چوں ز پیے ات رفتنی ست ہم به تو بایا سپرد
عشق اگر ذره ایست سهل نه باید گرفت — آتش اگر شعله ایست خرد نه باید شمرد
عشق که مرداں کشد، سفله نه جوید حریف — تیغ که سرہا برد، موے نه تواند سپرد
شوق که باقی بُوَد یار چه خوب و چه زشت — دست چو ساقی بُوَد، باده چه صاف و چه دُرد
ہستیِ ما زانِ تست ترک بده گیر از آنک — نزد مقامِ خطاست قلب نه دن گاه برد
در ہوسِ مُردنم لیک نه پاے اوُ — گر نه کشد او ز ننگ، ما به توانیم مُرد
خسروا اگر عاشقی سر به میاں آر از آنک
ہر که بدیں راه رفت، سر به سلامت نه برد

۱۰۰۳ [3] غ
گرچه خوباں ز مه فزوں باشند — پیشِ آں ماه من زبوں باشند

---

[1] مطابق نسخهٔ ن۔ [2] مطابق نسخهٔ ن۔ [3] مطابق نسخهٔ ن۔

مردمانے کہ روے او دیدند | تا بہ باشند سرنگوں باشند
گفتمش "بندہ ایم" گفت خموش | تو چہ دانی کہ بندہ چوں باشند؟
یار مہمانِ تست اے دیدہ | مردماں را بگو "بروں باشند"
اے دل خوں گرفتہ عشق مباد | کہ بتاں تشنگان خوں باشند
عافیت را بہ خواب می جویند | دردمنداں کہ بے سکوں باشند
عقل دردِ سر ست، زیں معنی | عارفاں عاشقِ جنوں باشند
تو بروں رو ز سینہ ام کائے جاں | یارِ یاراں از دروں باشند
عشق بازی ز خسرو آموزند
لیلیٰ و مجنوں ار کنوں باشند

غ

۱۰۰۴ ؁

مرا غمے ست کہ پیدا نہ می توانم کرد | شکایت از دلِ شیدا نہ می توانم کرد
تو حال من خود ازیں روے زرد بیں و مپرس | کہ من بہ روے تو پیدا نہ می توانم کرد
درونہ خوں شد و سختی جانِ من بہ نگر | کہ دل ہنوز شکیبا نہ می توانم کرد
بدیں خوشم کہ تو یارے درونِ جانِ منی | من ار بہ خاطر تو جا نہ می توانم کرد
ازاں گہے کہ تماشائے روے تو کردم | بہ ہیچ باغ تماشا نہ می توانم کرد
مگر تو خود بہ کرم باز بخشیم دل ریش | کہ من ز شرم تقاضا نہ می توانم کرد
گذاشتم دلِ خسرو بہ زلفِ تو چہ کنم؟
ز دردِ خواہش کالا نہ می توانم کرد

و

۱۰۰۵ ؂

مائیم دروں سوختہ بیروں شدہ چند | یک سلسلہ لیلیٰ و مجنوں شدہ اے چند
خوردیم بسے خوں ز تو اکنوں تو ہم آخر | یک مئے بہ خور از دستِ جگر خوں شدہ چند
چوں حال دگرگوں شدہ زاندوہ تو مارا | تو رو دے مگرداں ز دگرگوں شدگاں چند

؁ مطابق نسخۂ ل ؂ مطابق نسخۂ ن

اے مرغ چہ خوانی سوے باغم بہ غم ہجر — بگذار دریں بادیہ مجنوں شدہ اے چند
در عشق فنا شد دل و جاں و تنِ خسرو
اینک نگر از بخت ہمایوں شدہ اے چند

۱۰۰۶ سلہ
نہ با تو نسبتِ سروِ چمن شود پیوند — ز شاخ سرو بہ شاخ سمن شود پیوند
خوش ست دولتِ آنم کہ جاں بجاں پیوست — کجاست بخت کہ تن را بہ تن شود پیوند؟
نکوست پند ولے زخم غمزہ خوردہ دلم — شگافِ تیغ کجا از سخن شود پیوند؟
بسے نہ ماند کہ از رشتۂ درازِ فراق — لباسِ عمر مرا با کفن شود پیوند
بہ سوزِ دل مددے بہ زباں کہ خستہ گلم — بہ خون گرم نہ ز آبِ دہن شود پیوند
بہ ہجر شد ہمہ عمرم گہیت خواہم یافت
ز عمرِ دیگر با عمرِ من شود پیوند

۱۰۰۷ سلہ
یاراں کہ بودہ اند نہ دانم کجا شدند؟ — یا رب چہ روز بود کہ از ما جدا شدند
گر نو بہار آید و پرسد ز دوستاں — گوائے صبا کہ آں ہمہ گلہا کجا شدند؟
اے گل چو آمدی ز زمیں، گو چگونہ اند؟ — آں روئے ہا کہ در تہِ گردِ فنا شدند؟
آں سروراں کہ تاجِ سرِ خلق بودہ اند — اکنوں نظارہ کن کہ ہمہ خاکِ پا شدند
خورشید بودہ اند کہ رفتند زیرِ خاک — آں ذرہ ہا کہ چوں ہمہ اندر ہوا شدند
بازیچہ ایست طفل فریب ایں متاعِ دہر — بے عقل مردماں کہ بدیں مبتلا شدند
خسرو گریز کن کہ وفا رفت زیں جہاں
زاہلِ جہاں کہ ہیچ جہاں بے وفا شدند

۱۰۰۸ سلہ
ما نخلِ تر کہ آب ز جوئے جگر خورد — بے چارہ بلبلے کہ ازاں نخل بر خورد
من بے خود ایں چنیں ز رخش گشتم اے ظریف — ورنہ کسے شراب زمن بیش تر خورد؟

سلہ مطابق نسخۂ ا ن سلہ مطابق نسخۂ ا ن ۔

من کیستم که بر درِ تو بے سپر شوم؟ — خاشاکِ خونِ من به چناں خاک رخورد
جاں شد خراب هم ز مئے اول و هنوز — دیوانه باش تا دو سه دورِ دگر خورد
هر مئے مرادِ فراواں بود حریف — مرد آں بود که تیغِ سیاست به سر خورد

خوش طوطی است خسرو مسکیں به دامِ هجر
کز بختِ خویش غصّه به جائے شکر خورد

و

۱۰۰۹ سله

آں مستِ ناز جانِ جهانے که می رود — واں گل به دستِ سردِ روانے که می رود
بنگر که تا دلے که کشانش همی برد — تا هر خاطرِ نگرانے که می رود؟
زیں سوے منگرید که کشته از آنِ کیست — زاں سو نگه کنید که جانے که می رود
جان و دلم ببیں که چو چاوُش در فغاں ست — ایں بیں که در رکاب و عنانے که می رود؟
دی جاں همی سپردم و او بود بر سرم — امروز یا نه تا به سرانے که می رود
از خواب جسته ای که مرا بوسه زد کسے — جائز نه است یارِ گمانے که می رود
گفتی که من جفا نه کنم، گر نه می کنی — هر روز ز پیشِ شاه فغانے که می رود؟

خسرو که می کشد ز تو دامن، به حیرتم
کز هر زمین به آسمانے که می رود؟

ب

۱۰۱۰ سله

اے اهلِ دل نخست ز جاں ز کجا کنید — واں گه نظاره در رخِ آں دل ستاں کنید
سویش همی کنید به بازی نظر، خطاست — مانا بر آں شوند که بازی به جاں کنید
از سرمه رُو سیه چه غوید اے دو چشمِ من؟ — از خاکِ پاش دامنِ همت گراں کنید
باز آں کشید بر سرِ من خنجرِ ستم — وز بهرِ کشتِ شهر سرم بر سناں کنید
در من زنید آتش و خاکسترِ مرا — بر سیلِ چشمِ خویش به سویش رواں کنید
من ار چه خاک بوسِ درش می کنم هوس — اے خلق خاکِ خوار یم اندر دهاں کنید

سله مطابق نسخهٔ ان . سله مطابق نسخهٔ ان .

تا کشتیِ مرادِ من اندر عدم شود　　بدروے نه پردهٔ دلِ من بادبان کنید
خسرو ز دردِ دل چو جنوں شد برائے دوست
پیشانی‌اش به داغِ غلامی نشان کنید

۱۰۱۱ [۱]　　　　　　　　　　　　　　　　د
بیار بادهٔ روشن که صبح روئے نمود　　که در چنین نفسے بے شراب نتوان بود
شراب در دلم و توبه هم کجاست فتوح؟　　که دل بشوئیم از آں توبهٔ شراب آلود
گرفت شعلهٔ شوقم به زیرِ دجلهٔ مے　　که دل تمام بسوزد گرش نه ریزی زود
علاجِ خویش مکن ضایع اے طبیب بیجا　　که بر جراحتِ عاشق نه دوا نه دارد سود
به بندها ز نیایم که زورِ پنجهٔ عشق　　عنانِ صبر و سلامت ز دستِ من بربود
گمان مبر که یکے چوں فراقِ دوست بود　　اگر هزار جفا آید از سپهرِ کبود
ازاں سیاه شود هر زمانه شامِ جهاں
کز آتشِ دلِ خسرو رود به گردوں دود

۱۰۱۲ [۲]　　　　　　　　　　　　　　　　ب
پلئے ناز ار چه گهے جانبِ ما نگذارد　　هم تواں زیستن ار جائے به جا نگذارد
اے که هر بار گذارد قدم در زار کشد　　هم به یک بار همان تیغ چرا نگذارد
هیچ بخشش میاد ار چه در ین بیماری　　هیچ روزے قدمے جانبِ ما نگذارد
خود برد اشک به کوه دردِ دلِ ما تا زنگ　　آنچه اندر دلِ ما هست صبا نگذارد
طاقِ ابروے بلندِ تو قوی محرابیست　　که در او چشمِ تو جز خواب قضا نگذارد
غمزه‌ات گوی گرت کشتنِ جمعے هوس ست
که کسے بهتر ازو حقِ بلا نگذارد

۱۰۱۳ [۳]　　　　　　　　　　　　　　　　غ
تنها غمِ خود گفتن با یار چه خوب آید　　از کار بر آں لبها آزار چه خوب آید
جاناں چو دهد فرماں در کشتنِ مشتاقاں　　پیشِ نظرش رفتن بر دار چه خوب آید

---

[۱] مطابق نسخهٔ ن [۲] مطابق نسخهٔ ن. [۳] مطابق نسخهٔ ن ۔

می سوزم و می گردم گرد سر شمع خود رقاصی پروانه بر نار چه خوب آید
هم بادهٔ جفا بردم، هم جام دغا خوردم این کار که من کردم از یار چه خوب آید
آن روز که جان بدهم در حسرت رخسارش بر خاک من آن بت را رفتار چه خوب آید
روزی که پس از عمری شب روز کند با من شب تا به سحر پیشش گفتار چه خوب آید
من خود بکشم خود را از دست غمش لیکن یارب که هم از دستش این کار چه خوب آید
چون پیش بتان زاهد تسبیح گسل گردد از رشتهٔ تسبیحش زنار چه خوب آید

چون دست کند بر جان دعوی خداوندی
در بندگی از خسرو اقرار چه خوب آید؟

۱۰۱۴ ـ [۱]

جهان به خواب و شبی چشم من نیاساید چو دل به جای نه باشد، چگونه خواب آید؟ [ب]
غلام نرگس نامهربان یار خودم که کشته بیند و بخشایشی نه فرماید
چو مایه هست زکاتی بده گدایان را کمال حسن و جوانی به کس نمی آید
کسی که در دل شب خواب بی غمی کردست بر آب دیدهٔ بیچارگان نه بخشاید
هلاک من اگر از دست اوست ای زاهد تو جمع باش که عمر از دعا بیفزاید
چه کم شود ز تو ای بی وفای سنگین دل به یک نظاره که دردمنده ای بیاساید
دلم مشاهد ساقی و روی در محراب بیار می که ز تزویر هیچ نگشاید
ز من مپرس دلا، گر تو توبه می شکنی که مست و عاشق و دیوانه را همین شاید

به بندگی نه رسد چون به ساعدت خسرو
مکش مگر که به خون دست تو بیالاید

۱۰۱۵ ـ [۲]

ترکی که جست و جوی دل من جز او نبود او را دلی نبود که در جست و جو نبود
شمشیر مهر زد به من بی دل و برید شمشیر نیک بود، بریدن نکو نبود

---

[۱] مطابق نسخهٔ ان ـ [۲] مطابق نسخهٔ ن ـ

به فراغت مرمرا به سخن هاے دل‌فریب ورنه دل مرا سرِ هر گفت و گو نه بود
در حیرتم که یارب ازو بود ایں کرم یا خود به جاے او دگرے بود، اگر نه بود

خسرو بساز با شبِ تنهائی فراق
گر گویمت که شمع کجا رفت کاد نه بود؟

غ ۱۰۱۶ [له]

چوں گاهِ خرامیدن یار مه ز میں خیزد پس فتنه که یاراں را اندر دل و دیں خیزد
سروِ قدِ تو خیزش بنشست مرا در دل چه دل که به جا باشد، سروے که چنیں خیزد؟
شبها که کنم ناله بر یادِ قدش از من قامت شنود موذن چوں باز پسیں خیزد
گوئی که صبا خود را بر داشت ز جاے خود چوں در تگِ اسپ آں شوخ از خانهٔ زیں خیزد
پس کز حسدِ چشمش بیمار شود نرگس از شاخ عصا سازد، آں گه ز زمیں خیزد
ترساں گذرم سویش کز گوشهٔ چشم او با تیر و کماں ناگه ترکے ز کمیں خیزد
من سوخته عشقم چوں دم نه دهم آرے ایں سوخته را آخر آتش هم ازیں خیزد
گر تیغ کشد بر من، من سر نه کشم از وے کز من همه مهر آید، وز وے همه کیں خیزد

گر لعلِ لبش یابد زاں گونه کز و خسرو
کز کار برآں لبها صد نقش نگیں خیزد

ت ۱۰۱۷ [۲]

چو باد صبح در آں سروِ خوش خرام شود سلام گوید و جاں همرهِ سلام شود
غلام اُویم و هر کس که بیند آں صورت ضرورت ست که هیچو منش غلام شود
عنایتے که زهے نیم گشت، غمزهٔ تست به یک اشارتِ ابروے تو تمام شود
جفا کنی تو و من پیشِ خلق شکر کنم مرا جمالِ تو باید که نیک نام شود
لب و دهان و رخت هر یکے بلاے دل اند یکے دلم چه کند، جانبِ کدام شود؟
به چند سوز دل از آه کار پخت کنم دگر ره از خنکی هاے بخت خام شود

له مطابق نسخهٔ ن۔ ۲ مطابق نسخهٔ ن۔

میانۂ غم زدگانم بخواں کہ پیشِ ملک فقیر نیز نہ گنجد کہ بارِ عام شود

بہ برد خواب ز ہمسایہ نالۂ خسرو
مبادِ مرغِ چمن پائے بند دام شود

ت

۱۰۱۸ له

دلبرِ من دوش بہ مہمان رسید در شبِ ہجرم مہِ تابان رسید

ذرّۂ کم چشمۂ خورشید یافت مور چہ را ملکِ سلیمان رسید

سایہ صفت پست شدم زیرِ پاش چوں بہ من آں سروِ خراماں رسید

زیستنم باد مبارک کہ بہ اُو در تنِ مردہ قدم جان رسید

آتشِ دل کشتہ شد و من شدم زندہ چو آں چشمۂ حیوان رسید

جلوۂ طاؤس خراماں در اُو بر مگسے کاں لشکرِ سنان رسید

گریۂ خسرو چو نگہ کرد گفت
خانہ روم زود کہ باران رسید

د

۱۰۱۹ ٢ه

دل ز نادیدنت بہ جاں نہ شود اگرم ہو فش پیش ازاں نہ شود

مخرام ایں چنیں بہ ناز کہ تا خلق را جان و دل زیاں نہ شود

دیدہ از خاکِ پات نامد ننگ نور در دیدہ ہا گراں نہ شود

تو چہ ساں بے زبانیم بارے تنِ مردم بہ حیلہ جاں نہ شود

عشق پشتم شکست کیش گراں کیت
تیر خسرو چرا کماں نہ شود

ب

۱۰۲۰ ٣ه

دلے کاں عاشقِ رو نیست در گلزار نکشاید گرہ کاندر دلِ یارے ست از اغیار نکشاید

ردائے باد تماشا دیگراں را بر بوئے گل کہ ما را غنچہ پُر خون ست در گلزار نکشاید

چہ طالع دارم ایں کز آسمانِ کاروانِ غم کہ آید بر زمیں جز بر دلِ من بار نکشاید؟

له مطابق نسخۂ ن ٢ه مطابق نسخۂ ن ٣ه مطابق نسخۂ ن ۔

مراد از کار خود کندست دندان ترش ابرو | بدین دنداں کہ من دارم گرہ از کار نکشاید
اسیر کفر گیسوئے صنم چوں برہمن باید | کہ گر رگہائے او بگسلد گرہ زنار نکشاید
زند بسیار لاف زہد و تقوی پارسا لیکن | نہاں بہتر کہ چشم خود در آں رخسار نکشاید
بہ جرم عشق اگر کافر کنندم خلق گو "می کن" | مرا بارے زباں ہرگز بہ استغفار نکشاید
چہ ساعت بود آں کاندر رخ او سرخ شد چشمم | کہ جز خوں ہر دمے زیں بیدار نکشاید

دل خود باد رو دیوار خالی می کند خسرو
بہ میر دگر غم خود باد رو دیوار نکشاید

۱۰۲۱ سلہ ب

دل داد مرا ہجرہ بہ جز غم نہ فرستاد | بہ درد دل سوختہ مرہم نہ فرستاد
چندیں شب غم رفت کہ مہتاب جمالش | نورے بہ سوئے زادیۂ غم نہ فرستاد
عمرم بہ سر آورد بہ امید مئے وصل | شربت کہ گہ مرگ بود ہم نہ فرستاد
ماتم دو سر جوشِ جگر، جام لبا لب | کز بزم و فا رطل دمادم نہ فرستاد
دی زم ترے گفت سخن، نیز عنابش | از سینہ گذشت ارچہ کہ محکم نہ فرستاد
لعلش کہ عطا کرد بہ شاہاں دُر و یاقوت | دریوزۂ درویش مسلّم نہ فرستاد
یک خندہ نہ کرد از پے جاں داری بیمار | گر بندہ کسے نیز بہ ماتم نہ فرستاد
شادم بہ جگر سوزی ہجرانش کہ بارے | ایں مایہ ز اقبالِ خودم کم نہ فرستاد

بوسے بہ صبا دہ کہ شدہ لنگر خسرو
تا باد بہ روتش از حد عالم نہ فرستاد

۱۰۲۲ سلہ غ

دست ز کار شد مرا دست بیار در نہ شد | لا بہ نمودمش بسے ہیچ نہ کار در نہ شد
آہ کہ صبر چوں کند ایں دل بے قرار من؟ | کز پئے تنگی اندر او صبر و قرار در نہ شد
دل کہ بہ ہدیہ دادمش کایں رخ زرد دیگرد | سکۂ قلب داشتم زر بہ عیار در نہ شد

سلہ مطابق نسخۂ ان۔ سلہ مطابق نسخۂ ن۔

دی به کرشمه می شدی گشت چمن به سان گل | شوخی گل که از حیا باز به خار در نه شد
گشت غبار جنگ تو سرمهٔ چشم و هیچ گه | سرمه بدان نمط ز ری دیدهٔ تار نه شد
من به غبار خواستم در روم و نه جنبشی | لیک ز بس ضعیفی ام تن به غبار در نه شد

نالهٔ خسرو از غمش رفت به گوش آسمان
هیچ گهی به گوش تو این نالهٔ زار در نه شد

۱۰۲۳ ۱؎ و

تو گر سوزم نه ای واقف دلت بر من نمی سوزد | مرا آن جا که جان سوزد، ترا دامن نمی سوزد
ز غیرت سوختم جانا، چو در غیرم زدی آتش | تو آتش می زنی در غیر و غیر از من نمی سوزد
رخت کز دانهٔ فلفل نهاده خال بر عارض | کدامین روز کان یک دانه صد خرمن نمی سوزد
نه سازد دوست جز با دوست تا سوزد دل دشمن | تو چندین دوست می سوزی که کس دشمن نمی سوزد

مزن بی گریه خسرو دم اگر از عشق می لافی
که مردم از چراغ دیده بی روغن نمی سوزد

۱۰۲۴ ۲؎ غ

به هجر سوخته شد جان من سپند تو باد | دلم همیشه اسیر خم کمند تو باد
دریغ باشد جولان توسنت بر خاک | سواد دیده بساط سم سمند تو باد
چو هندوان که به سوی درخت سجده زنند | نماز من به سوی قامت بلند تو باد
جراحت تو که بی درد ذوق من بشناخت | دوای سینهٔ عشاق دردمند تو باد
اگرچه من به رخت همچو چشم بر دوزم | هزار همچو منی سوخته سپند تو باد
دلم که خوان مسیحش به چشم در ناید | طفیلی مگسان لب چو قند تو باد

گر از گهی سخن تلخ عیش خسرو را
گذشته بر لب شیرین نوش خند تو باد

۱۰۲۵ ۳؎ ت

صبا چو در سر آن زلف نیم تاب شود | شکیب در دل بیننده تنگ تاب شود

۱؎ مطابق نسخهٔ ن ۔ ۲؎ مطابق نسخهٔ ن ۔ ۳؎ مطابق نسخهٔ ن

بہ ترکِ دین مسلمانیش بہ باید گفت — دلے کہ در شکنِ زلفِ نیم تاب شود
سیاہ روے شدم زیں سفید رخساراں — چو ہندوے کہ پرستارِ آفتاب شود
یکے ز پردہ بروں آے تا بہ دیدۂ من — جمالِ جملہ بہشتی و شاں عذاب شود
بہ ہر جفا کہ کند چشمِ تو رضا دادم — کہ از خصومتِ ترکاں جہاں خراب شود
بہ ہر زمیں کہ ہمہ آب حیات بجزا می — دہانِ مردہ بہ زیر زمیں پُر آب شود
بہ مجلسے کہ تو حاضر شوی چہ حاجتِ نقل — کہ ہم بہ دیدنِ تو صد جگر کباب شود
سوالِ غم زدگاں را زلب درے بہ گشا — کہ جانِ خستہ بہ دریوزۂ جواب شود
نہ خفت خسرو مسکیں دریں ہوس شبہا
کہ دیدہ بر کفِ پایت نہد بہ خواب شود

۱۰۲۶ [1]
غم کشت مرا آں بتِ نوشاد نیامد — گنجشک بمُرد از خفہ صیاد نیامد
عاشق شدم ایں بود گنہ واے کہ ہجرش — جاں برد ازیں یک گنہ آزاد نیامد
بر گریۂ عاشق کہ ز دم خندہ نہ مردم — تا پیشِ دو چشمِ منِ ناشاد نیامد
چہ سود ازیں مردنِ بے بہرہ کہ شیریں — روزے بہ سرِ تربتِ فرہاد نیامد
گفتی کہ شبے زود رسم، روزِ بدم ہیں — کاں نیز بہ روزِ دگرت یاد نیامد
با خاک نہ سازد، چہ کند ایں تنِ خاکی؟ — امروز کہ از جانبِ تو باد نیامد
تاراجِ خیالت شدم و بدرقۂ صبر — آں جا کہ مرا دزد رہ افتاد نیامد
فریاد کناں دی بہ سرِ کوے تو رفتم — جز گریہ کسے در پےِ فریاد نیامد
خسرو بہ ستم جاں دہ انصاف مجو زانک
در مذہبِ خوباں روشِ داد نیامد

۱۰۲۷ [2]
کدام دل کہ تو غمزہ زدی نگار نہ شد — کدام کس کہ ترا دید و بے قرار نہ شد

---

[1] مطابق نسخۂ ن ۔ [2] مطابق نسخۂ ن ۔

حرام باد ز خاکِ تو بر در سرِ چشم — کہ ہیچ بہرۂ ایں چشم خاکسار نہ شد
بسوخت نالۂ من سنگ را عجب سنگ ست — دلت کہ سوختہ زیں نالہ ہائے زار نہ شد
جہاں پُر از گل و سرو و روانم از من دور — حساب من بہ جہاں گوئیا بہار نہ شد
خوشا کرشمۂ آں یار، دوش زاریِ من — بہ دیدہ بزرگمکاں داد و شرمسار نہ شد

بہ عشق دوزخیٔ خام سوز شد خسرو
ازاں کہ سوخت دریں کار و پختہ کار نہ شد

۱۰۲۸ ؎۱ — ع

گل آمد و زد و ست صبائے نمی رسد — از باغ وصل مہر گیائے نمی رسد
ہنگام برگ ریز حیاتم شد و ہنوز — زاں نو بہار حسن حیائے نمی رسد
مارا سموم بادیۂ ہجر ہم خوش ایم — گزراں شگوفہ بوئے وفائے نمی رسد
من چوں زیم ہیچ شبے نیست کایں طرف — زاں غمزہ کاروانِ بلائے نمی رسد
سلطاں بہ خواب ناز چہ آگہ ز خلق چوں — در گوشِ او فغانِ گدائے نمی رسد؟
در گنج غیب نقد تمنا بسے ست لیک — مارا بہ چرخ دستِ دعائے نمی رسد
دردِ ترا حیاتِ ابد باد در دلم — کاں ہم دواست گرچہ دوائے نمی رسد
کوشم کہ سر نہم بہ درت لیک چوں کنم؟ — مردم بہ جہد خویش بہ جائے نمی رسد

گر خسروا بہ وصل سرانجامیت رنج
ملاکِ سراں بہ بے سر و پائے نمی رسد

۱۰۲۹ ؎۲ — ب

کسے کہ دیدنِ آں ترکِ بادہ نوش رود — بہ پائے آید و چوں بنگردش بہ دوش رود
تبارک اللہ ازاں رو کہ بہرہ خواہد برد — چو ہم ز دیدن او آدمی ز ہوش رود
گر آں حریف رود سوئے قبلہ صوفی را — گلیم زہد بہ دکان مے فروش رود
بس کہ بے ہشم از وے چو چشم پاک کنم — بہ سوئے چشم برم دست و سوئے گوش رود

؎۱ مطابق نسخہ ان ؎۲ مطابق نسخہ ان۔

خراشِ سینۂ ہمسایہ شد خروشِ دلم — کسے مباد کہ در گوشش آب خونیں رود
صلائے عیش ہمی آیدم ز یاراں لیک — دلم نہ ماند کہ سوئے نشاط و نوش رود

طریقِ سروِ قباپوش دیدہ تا خسرو
دلش نہ خواست کہ بر سروِ سبز پوش رود

۱۰۳۰ لہ

کسے کہ دیدنِ آں چشمِ خوابناک رود — عجب مداں کہ بہ خوابِ خوشتش ہلاک رود
زمیں بہ یادِ لبت بوسہ می زنم لیکن — چگونہ آرزوئے انگبیں بہ خاک رود؟
چنیں کہ روئے تو گل برگِ نازک ست مباد — کہ سوئے ات از دلِ من آہِ سوزناک رود
بہ عشق دعوئ آتش پرستی اش نہ رسد — ہر آنکہ در آتش بہ ترسناک رود
فرو خورد دگراں نالہ دہ اہلِ دل آہ — کہ گر بروں فگند شعلہ بر سماک رود
فدائے غمزہ زنے باد جاں کہ جانبِ او — درست آید و دلہائے چاک چاک رود

گناہ خسرو اگر دوستی ست، غمزہ بزن
کہ از جہاں چو شہیدانِ عشق پاک رود

۱۰۳۱ لہ

گذشت مجلسِ عیش و خمار می نہ رود — بماند در دلم ایں یادگار می نہ رود
شبے خراب شدم نے ز مئے، ز ساقیِ خویش — برفت آں شب و از سر خمار می نہ رود
چہ وقت بود کہ آمد کہ ہیچم از خاطر؟ — طریقِ آمدنِ آں سوار می نہ رود
چرا نہ مردم در زیرِ پائے گلگونش؟ — ہنوز از دلم ایں خار خار می نہ رود
ہماں زماں کہ بروں شد، رقیب را گفتم — "کہ رفتنی دگر ست آں نگار می نہ رود"
جفائے ساقیِ ما را خبر کہ بیروں رفت؟ — کہ کس ز مجلسِ ما ہوشیار می نہ رود
چنیں بہارے و من ہم بہ بوئے او چہ کنم؟ — کہ ایں ہوس ز نسیمِ بہار می نہ رود
ز گوشِ خسرو آں زخمِ چنگ و نالۂ بہ رفت — ولے ز سینہ فغاں ہائے زار می شنود

لہ مطابق نسخۂ لن، ؎ مطابق نسخۂ ان ـ

۱۰۴۲ [۱]

زلفت که هر خمِ از وی در شانه در نه گنجد | دلها که او فشاند در خانه در نه گنجد
دل را چنان که دانی خون کن که من خموشم | در کارِ آشنایان بیگانه در نه گنجد
گر می کشیم خود کش بر غمزه باز مفگن | در بخششِ کریمان پروانه در نه گنجد
در اهلِ دل ز خوبان معنی رود نه صورت | در دل شراب گنجد پیمانه در نه گنجد
افسرده وصل خواهد بارِ تیغِ داغِ هجران | بر مئے مگس نشیند پروانه در نه گنجد
در جمعِ خود پرستان سر بازِ عشق ماند | کاندر صفِ عروسان مردانه در نه گنجد

زین نازکانِ رعنا خسرو گریز آن را
در کوی شیشه کاران دیوانه در نه گنجد

۱۰۴۳ [۲]
غ

زمن به خاطرِ آن نازنین که یاد دهد؟ | ز جورِ او بر که نالم مرا که داد دهد؟
جوان و مست و فراموش کار نازان است | زمان زمان زمنِ بیدلش که یاد دهد؟
مراد جویم و گویند "خدا دهد" آرے | خدا مگر منِ بیچاره را مراد دهد
دلم به ششدرِ غم ماند کعبتینِ دو چشم | سفید گشت که این مهره را گشاد دهد
شکیب کو که سرشکِ سبک رکاب مرا | عنان بگیرد و یک ساعت ایستاد دهد

بدین صفت که دمِ سرد می زند خسرو
عجب نه باشد اگر خویش را به باد دهد

۱۰۴۴ [۳]
و

هوائے می رسد کز سر گریبان چاک خواهم زد | کلاهِ عاقبت با سر بهم بر خاک خواهم زد
بر آن گل رخ چو راهے نیست سوئے باغ خواهم شد | به یادش پیشِ هر سروے گریبان چاک خواهم زد
به تلخیِ فراق اے پند گو بگذار بد هم جان | گذشتست آن که من این زهر را تریاک خواهم زد
به شبهائے غمِ بے تو چه جائے عقل و هوشِ جان | بیا اے شمعِ جان کآتش درین خاشاک خواهم زد
بر این بس شد که بر خاکم سواره بگذری روزے | نمی گویم که من دست اندر آن فتراک خواهم زد

---

۱ مطابق نسخهٔ "ن" - ۲ مطابق نسخهٔ "ن" - ۳ مطابق نسخهٔ "ن"

به جانِ تو که چون تا پاک باشد جان دمِ آخر دمِ مهر و وفایت هم دران تا پاک خواهم زد
همی گفت ای ز تو شویم دست ازین غم گرد بود روزی بسا گریه که پیشش زین دلِ غمناک خواهم زد
ز خونم گرچه ناپاک ست ازآن هم خورده کاشب من آبی بر درت زین دیدهٔ ناپاک خواهم زد

ازین پس خسروا دیوانگی زیرا نماند آن دل
که لافِ صبر پیشِ آن بتِ چالاک خواهم زد

۱۰۳۵ [1] ت

هوائی در سرم افتاده جانم خاک خواهد شد جهانی در سرِ آن غمزهٔ بیباک خواهد شد
تو می زن غمزه تا من می خورم خوش خوش به جا پیکان چه غم دارد ترا گر سینهٔ من چاک خواهد شد
مبیں زین سو که جانم از خیالِ مهرهٔ چشمت چو گنجشک کرد بد خورده در تا پاک غلول شد
بسوزم خویشش را از جورِ بختِ بد ولی ترسم که آتش سوخته از ننگِ این خاشاک خواهد شد
خدایا زو نه پرسی در اسوزی به جای او که کشته عالمی زان نرگسِ چالاک خواهد شد
ره دیدار ای دوستان هر که می باید بران کوشش که این جان خاکِ این کویست این جا خاک خواهد شد
زهی شادی گر او آید که بیند حالِ من لیکن من این شادی نه می خواهم که او غمناک خواهد شد
خیالِ خطِ تو همراهِ من بس باشد آن تیغی که نامِ من ز لوحِ زندگانی پاک خواهد شد

ازان لبِ تلخ می گوئی بترس از مردن خسرو
که هر زهری که آید از لبش تریاک خواهد شد

۱۰۳۶ [2] غ

همیشه زان نمک شوری در جگر باشد خوشم که بادی داغ تو تا تازه تر باشد
شهیدِ عشق که آلوده شد به خون کفنش در آفتابِ قیامت منور تر باشد
دل از نسیمِ تو صد جا دریده چون نه درد؟ حجابِ غنچه ز بادی که پرده در باشد
همه شبم رود از دیده خون وچون نه رود؟ کسی که غمزهٔ خوبانش در جگر باشد
بمیرم ور ز تو پرسش طمع نه دارم ازآنک کجات بر سرِ بیچارگان گذر باشد؟

---

[1] مطابق نسخهٔ ن - [2] مطابق نسخهٔ ن

کنم گر از تو فراموش خاک بر سر من | به زیر خاک که خشتم به زیر سر باشد
میان تنگ ز ابروی گرفتاران | که بی مگس نه بود هر کجا شکر باشد
ز تو به زهر گیاه فراق خورسندم | درخت وصل نه دانیم کش چه بر باشد؟

همیشه خسرو بیدار و بخشش اندر خواب
چه باشد ار شب ما را گهی سحر باشد

۱۰۳۷ [1]

یک روز به عمرے ز منت یاد نیاید | یک شب ز رهے از کوئے غمت شاد نیاید
یا رب که مئے خوش دلی ات باد گوارا | هر چند که از مات گهے یاد نیاید
جانم که به ویرانی غم ماند مخوابید | کاین مرغ خرابیست در آباد نیاید
دشوار نه باشد اگر از بندگی دل | آسان کسے از جان خود آزاد نیاید
دیوانه نه گردم من اگر هر دم از آن سوے | دیوانه وش آن ترک پری زاد نیاید
فرداش مخوانید به بالین منش زانک | شیرین به سر تربت فرهاد نیاید
نو روز گر آید ز برائے همه مرغان | بارے ز پئے بلبل صیاد نیاید
از بوے توام سوختنت صباده دم آخر | کم تر شود این شعله اگر باد نیاید

خسرو چو کند ناله و فریاد شبے نیست
کز ناله او کوه به فریاد نیاید ت

۱۰۳۸ [2]

یا رب این اندیشهٔ خوبان ز جانم چون رود؟ | چون کنم از سینه این آه و فغانم چون رود؟
نقش خوبان را اگر رفتم خود بر آن رانم ز چشم | آن که اندر سینه دارد جائے آنم چون رود؟
در غم خلقے که این افتاده در ره خاک شد | من درین غم کان قدم بر استخوانم چون رود؟
هان و هان اے کبک کهساری که می تازی بگام | تو مرا بنما که آن سرو دوانم چون رود؟
کشتنم بر دیگران می بندد آن جا کاو بود | اے مسلمانان جز به سوی کس گمانم چون رود؟

---

[1] مطابق نسخهٔ ن۔ [2] مطابق نسخهٔ ن۔

مردمان گویند از او دعوایِ خونِ خود بکن — حاش لله این حکایت بر زبانم چون رود؟
ای که پندم می‌دهی آخر بیاموزی مرا؟ — کز دلِ شوریده مشکل آن جوانم چون رود؟
دی جفاکار و ستمگر خواندمش کاین بود سخن — از دلِ آن کافرِ نامهربانم چون رود؟
گرچه ۹ خسرو رود جان و جهان و هر چه هست — از روی روی آن جانِ جهانم چون رود؟

سیمین زنخ که طرهٔ ۱۰ عنبرفشان بگسترد — دل را به چه در افگند و پریشان بگذرد
می‌گفت سروی که از او یک سرم بلند — گر باغبان کند تا سرِ سروِ روان ببرد
کشته در ناک شربوز از ضربت فراق — جلاد اگر به گاه قصاص استخوان برد
بر عقل خویش تکیه مکن پیش عشق از آنک — دردیست کاو ز تخت سرِ پاسبان برد
تیغ ار چه می‌برد همه پیوندهای جان — فرقت به ترک همدمی دوستان برد
یک بار سر به سر برهان مستمند را — تا چند جورِ هجرِ تو این ناتوان برد
ای هجرِ سخت پنجه مزن بند بند من — عیب است آن که ترک زمستی کمان برد
جانا به نام گفتن جان بلب رسید — کس نیست تا که هیچ منی را زبان برد
تو جانِ خسروی و به جان و سرت که گر — نبود امیدِ وصل ز جان و جهان برد

بر بامِ آسمان دوش گر ماه بر آید — خورشید کیست بارے کاو بر سما بر آید؟
گل گشتِ او بخواهم بر خاکِ خود چو میرم — کز گورِ شوربختان خارِ عنا بر آید
چون در خرامش از وی بارانِ ناز بارد — سیلابِ فتنه‌خیز و موجِ بلا بر آید
گفتم که صبحی بر آید جانم ز هجر" گفتا — "جائی که ماند بی ما بگذار تا بر آید"
من چون زیم که جانم در آرزوی بوی — بر زلفِ عنبرینش هر دم صبا بر آید
هر شب مرا بر آید ناله ز جانِ سنگین — چون نالشی که شبها از آسیا بر آید
ابری شود که برقش سیاره را بسوزد — دودی که هر شب از ما سوی هوا بر آید
شب همه صبح روزیت گویم دعا و لیکن — حاجاتِ تیره روزان کی زان دعا بر آید؟
از تیغِ جفایت خون ریز تا به کویت — هر جا که خونم افتد مهرگیا بر آید

---

۹ مطابق نسخهٔ ن ۱۰ مطابق نسخهٔ ن ـ

ذرهٔ کوی تو که جانهاں ذرات خاک باشد — بی چاره جان خسرو آں جا کجا برآید

سودا ز چه یک من پیش چشم من مگذر — مرا بگشتنی از ایں سوز بهر من مگذر

ببیں که چشم کسی چوں بود ز بهر خدا — بدیں صفت که تویی پیش مرد و زن مگذر

بهانه می طلبند اهل دل که جاں بدهند — بپوش روی وگرنه در انجمن مگذر

سرم به خاک ره تست پی شکسته مرو — نماز می کنم آخر ز پیش من مگذر

به دیده و دل و جاں بگذری که جای توام — روا است زاں همه بگذر از ایں سخن مگذر

غبارهاست ز جعد تو در دلم بسیار — کشاں به روی زمیں جعد چوں سمن مگذر

دلا ز زلف گذر بر لبت اگر نتواں

ولیک تا بتوانی از آں دهن مگذر

۱۰۴۲ ۲ه

امروز که از باراں شد سبزه رعناتر — سیم و زر گل جمله گشتند به صحرا تر

صد جاں نه یکی باید تا صرف کنم در ره — گردد چو کف پایت در راه تماشاتر

آهنگ بروں داری آب است به ره ای چشم — زیں راه تفحص کن خشک است زمیں یا تر

در سبزه خرامیدن کردی هوس گشتن — خود سبزه نه خواهد بود از خط تو رعناتر

بالاتر هر جادو چشم تو همی بینم — ابروی تو می بینم از چشم تو بالاتر

خسرو صفت خوباں می گوئی که خود نیکو — در هیچ گلستانی بلبل ز تو گویاتر

بیا جانا رضای من نگهدار — دمی حق وفای من نگهدار

رضا جویت بردن دل بود دانم — تو هم لختی رضای من نگهدار

همه بر دیگراں قسمت مکن غم — از آں چیزی برای من نگهدار

مرا عشقت بلا شد دیگراں را — خدایا از بلای من نگهدار

لبت ناگفته بوسیدم خطا رفت — مکش و بیک خطای من نگهدار

۱ه دریں غزل محذوف است ۲ه دریں غزل دریں بیت ذیل زائد است ۳ه احوال دو چشم من در گریه یکی بنگر چوں خانه برزد دیں جان ترا کامل تر
۴ه بیت محذوف است دریں ۴ه بیت محذوف است دریں ۔ ۵ه بیت محذوف است دریں

[1] مہا بے کاں فرومی ریزی از چشم — برائے آشنائے من نگہدار
صبوری با غمش می گفت دل را — کہ من رفتم تو جائے من نگہدار
بدہ بوسے خیالت را امانت — کہ ایں بہر گدائے من نگہدار

مرو ترساں بکوئے دوست خسرو
توکل کن خدائے من نگہدار

۱۰۴۴ غ

نگارا چشم رحمت سوئے من دار — عنایت بر تنِ چوں موئے من دار
دو تا شد بازویم زیر سر آخر — دمے سر در خم بازوئے من دار
جفا کم کن ولے گر خوبرنت دل — نہ می گویم کہ "شرم از روئے من دار"
ہنوزم چند خواہی سوختن اے چرخ — بکش یا دست را پہلوئے من دار
دلم کز دست ہجراں خوں شد اے اشک — بسر در پیش آں بدخوئے من دار
مکن بے چارہ خسرو را فراموش — زباں گہ گہ بگفت و گوئے من دار

۱۰۴۵
مسلماناں گرفتارم گرفتار — وزاں بے جانِ دل افگارم گرفتار
نظر بر نیکواں چنداں نہادم — کہ شد ناگہ دلِ زارم گرفتار
چو خود کردم نظر در روئے خوباں — بدیں محنت سزاوارم گرفتار
کمندِ گیسوا نگندہ ست و کردہ — یکے خوں ریز عیارم گرفتار
گسستن را ندارم طاقت ارچہ — ز موئے او بہ یک تارم گرفتار
شبم را حال کے داند کہ ہرگز! — بہ روز من نہ شد یارم گرفتار

ہموار ز دیدۂ خسرو کہ بادا
بہ آبِ چشمِ بیدارم گرفتار

---

۱ دریں بیت مخذوف است ۔ ۲ دریں غزل بیت ذیل درین زائد است ۔
۳ مدہ اے پارسا بیہودہ پندم ؛ کہ گرمی توانی سوئے من دار ۴ دریں غزل مخذوف است

چناں چشمے[۱] ز رویم دور می دار | چنینم خسته و رنجور می دار
همی کن یا ز رعنائی زیادت | چراغ عاشقاں بے نور می دار
بروں شد پاے مستوراں ز دامن | تو دلها پیر و مستور می دار
دلم را سوختی از دوری خویش | دلم می سوز و خود را دور می دار
کسے کا حوال من بیند و هد پند | که بر خود عقل را دستور می دار
من از جاں بشنوم پند تو اے دوست | ولیکن عاشقم معذور می دار
نگارا چوں غلام تست خسرو
به چشم رحمتش منظور می دار

۱۰۴۷ ب

اے دل ز بتاں دو دیده برگیر | اندیشه ز عالم دگر گیر
تا شحنهٔ غم ترا دریں راه | سر بر نه گرفت پاے برگیر
شور و شر بے خودی ست ایں جا | با خود شو و ترک شور و شر گیر
نے نے غلطم که چوں اسیراں | دنبالهٔ جعد ہاے تر گیر
گر دردسریست هست از عشق | باده دو باز و ترک سر گیر
سر باز مکش ز پاے خوباں | گر بے سپرست بے سپر گیر
خاکے که براو بتے گذشت ست | از مردم دیده در گهر گیر
خارے که براو گلے نشست ست | در دیدهٔ میل سرمه برگیر
وز عقل ریست زند به کوشش | ترک من مست بے خبر گیر
خسرو بنشیں و دختر رز
با خویش پسران سیم برگیر

۱۰۴۸ ب

اے لعل لبت چو بر شکر شیر | شکر ز لبت تو چاشنی گیر

---

[۱] درین غزل محذوف است ـ [۲] درین غزل محذوف است ـ [۳] درین غزل محذوف است

از زلف بریدنت دلِ من — دیوانه شد و برید زنجیر
زلفش بگرفت و کرد درهم — فریاد هزار باد شب گیر
می گیری و می زنی به تیرم — من کشته شدم ازاین زدوگیر
مادر چو توی نه زاد در تو — چون دیده فرو نیاورد شیر
تقصیر نمی کنی تو هرچند — تقصیر همی کند چو تقصیر

در بند تو بسته ماند خسرو
محبوس کجا رود ز زنجیر؟

۱۰۴۹ [1]

ای برد لم از فراق صد بار — ناگشته به وصل شاد یک بار
در بارگهِ وصالِ خویشم — از لطف نمی دهی دمے بار
شب تیره و بار و خر شده لنگ — ترسم نه رسد به منزل این بار
بلبل به ہوائے بوستاں سوخت — وین خار نمی دهد گلے بار
بارانِ سعادت الهی — از بهر عطا بخسرو ت بار
امید به کس نه دارم الا — بر رحمت و لطف ایزد بار

خسرو که ز فرقت تو سوزد
روزے نظرے به سوے او دار

۱۰۵۰ [2]

اے شمع رُخ تو مطلع نور — زین حسن و جمال چشم بد دور
با پرتوِ عارضِ تو خورشید — چون شمع در آفتاب بے نور
رخسار تو در جهان فروزی — مانندهٔ آفتاب مشهور
از روے تو شام صبح گردد — وز زلفِ تو صبح شام دیجور
انگیخته شام را ز خورشید — آمیخته مشک را ز کافور

---

[1] درین غزل محذوف است۔ [2] درین غزل محذوف است

از دستِ غمِ تو در زمانه — یک خانهٔ دل نه ماند معمور
بردار غمت حلال باشد — زو وصلِ تو گشته هیچ منصور
خاطر نه رود به گلستانی — آن را که جمالِ تست منظور
خسرو که همیشه بر درِ تست
از درگهِ خود مکن ورا دور

۱۰۵۱ ت

در سینه دارم کوهِ غم داند گر یار این قدر — شاید که نپسندد دلش بر جانِ من بار این قدر
بیچاره ای از دست شد آخر چه کم گردد ز تو — گر باز گوئی ای صبا در حضرتِ یار این قدر
گر بهرِ چون تو کعبه ای عمری به دیده ره روم — هم سهل باشد بر جانِ من این مزد را کار این قدر
از دیده زیرِ پای تو چندان فشاندم لعل و دُر — روزی نه گفتی کای فلان همت از تو بس این قدر
گرچه دلم خون شد ز تو نی از تو می رنجد دلم — بودست ما را دیدنی از چشمِ خونبار این قدر
با آن که زارم می کشی دشوار می ناید ترا — آن کت ملامت می رسد از مات دشوار این قدر
در یوزه دارم خنده ای از نقلِ گوهر[۱] — مرهم بکن بهرِ خدا بر جانِ افگار این قدر
ناله که خسرو می کند در آرزوی روی تو
کم نالد اندر فصلِ گل بلبل ز گلزار این قدر

۱۰۵۲ غ

جانی نه دانم این چنین یا زندگانی ای پسر — کز خوبرویانِ جهان با کس نمانی ای پسر
دل می برد رفتارِ تو خون می کند گفتارِ تو — حیرانم اندر کارِ تو تا بر چه سانی ای پسر؟
زرین کمر بالای سر جعدی فرو تر از کمر — ره می روی و ز جعدِ تر جا می فشانی ای پسر
گه هیچ[۱] روی چون سمن ز آئینه بینی بی سخن — چون تو به روی خویشتن حیران نمانی ای پسر
بهرِ چه[۲] تو مردافگنی کردم فدا جان و تنی — گرچه تو قدرِ چون منی هرگز نه دانی ای پسر
چون نیست صبر از روی تو هر ساعتی بر کوی تو — چون سگ دوم در کوی تو گرچه نخوانی ای پسر

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین بیت محذوف است.

آزردہ جانے را مکش بے خانمانے را مکش — مسکیں جوانے را مکش تو ہم جوانی اے پسر

خسرو[1] درایں بے چارگی دارد سر آوارگی

درکار او یکبارگی نامہربانی اے پسر

۱۰۵۳ سلام

صبح است ودہر از خرمی چوں روضۂ رضواں نگر — جنبیدن باد صبا جلوہ گر بستاں نگر

خندیدہ خورشید فلک چوں سبزہ گل در بوستاں — از خندۂ آں سرخ گل آفاق را خنداں نگر

در چشمہ خورشید اگر آبے نہ دیدستی گہے — خیزد نما چوں از خواب خوش روشن خوباں نگر

رکن سریر مملکت کز دولت قطب جہاں — ارکان ملک ودیں قوی از روی چار ارکاں نگر

دالاحسن دستور شہ کز بہر حجر عالمے — از کف دستش ہر خطے دیباچہ احساں نگر

بنمودہ پیش مہر و مہ از لوح محفوظ آیتے — کانیک زبہر عمر خود منشور جاویداں نگر

گر صبح مشرق خسروا از آسماں طالع شود

صبح سعادت را طلوع از فر خسرو خاں نگر

۱۰۵۴ ت

اے از تو خوباں خوردہ خوں تو از ہمہ خونخوارہ تر — عیارۂ کافر دلی چشمت ز تو عیارہ تر

من عاشقم بر روے تو ناداں چہ سازی خویش را — دانی کہ نبود بے سبب چشم کسے ہموارہ تر

در کشتن بے چارگاں آشفتی و بر من زدی — دانم نہ دیدی در جہاں کس را ز من بیچارہ تر

ہر روز تا آیم بنگرم پس بار دیگر بے خبر — صد پارہ گشتہ جامہ ام ز جامہ جانم پارہ تر

بگذار دل را خسروا چوں پند تو می نشنود

خاموش کن دیوانہ را او را از آں غم خوارہ تر

۱۰۵۵ سلام

ماہ نیاری اے ولا یار چو ماہ من نگر — در رخ او نظارہ کن صنع الٰہ من نگر

گفتمش از لب چساں گفت بردۂ زایں ہوس — سجدہ ہزار ہم چو خود بر سر راہ من نگر

دفع کنم ز گریہ من شعلہ دمے ز تو تیا — سوختہ جان و دل سبب زآتش آہ من نگر

---

[1] در بیت ذیل زائد است ے کشتی اگر دل برکنی مرزم اگر دہ رانگنی ذ زیر اکرہم جانامنی ہم زندگانی اے پسر دہ دراں بیت مخذوف است و در نا بیت مخذوف

چند خورد سمندِ تو لاله ز خونِ عاشقاں — گو کہ گہے بشکرِ آں روے چو کاهِ من نگر
کشتنیم بدیں گنہ کن نظرے ہمی کنم — بوسہ چو مست خواہمش عذرِ گناهِ من نگر
سینہ ز زخمِ ناخنم چاک شدہ ست و پر ز خوں — رگ چو نمود از درون رشتہ چاکِ من نگر
صوفی بہ خلوتِ دلم دامنے از دو دیدہ خوں — پارۂ مقنعِ صنم ترکِ کلاہ من نگر
خسرو عاشقاں منم در تو دلم کہ در ہوا
گرد شدہ ست بر سرم چترِ سیاهِ من نگر

۱۰۵۶ لہ

اے بہ تپیدن از تو دل ہوش کہ می بری مبر — وے بہ خرابی از تو جاں بادہ کہ می خوری مخور
خوردنِ غم ز دل بود چند بہ خلق غم دہی — گر غرض این ست از کساں دل کہ ہمی بری ببر
کبکِ روانی و رہت ہست درونِ سینہ ہا — دانۂ دل بخور ولے دور کہ می پری مپر
شاہ بتانی و بتاں بندۂ تو ز بندہ کم — غاشیہ نہ بہ فرقِ شاں بندہ کہ می خری مخر
خسرو خستہ را ز تو پردہ دریدہ شد
یارا ز آنِ دیگراں پردہ کہ می دری مدر

۱۰۵۷ لہ

گر تو کلاہ کج نہی ہوش ز ما شود مگر — ور شکنی بر قبا گرہ تنگ قبا شود مگر
خفتہ بہ است نرگست در بکشا کشِ مے — شہر تمام کو بکو پر ز بلا شود مگر
مست و خراب شو رواں پاے بہ ہر طرف فگن — دیدہ کہ خاک ست بہ رہ در تہِ پا شود مگر
بندۂ چشمِ تو شدم آں دو ازآنِ من نہ شد — خدمتِ لعلِ تو کنم ایں دو مرا شود مگر
مردمِ دیدہ ماندہ را بر درِ خویشتن ببیں — در دلِ ہمچو سنگِ تو میلِ وفا شود مگر
دلی کہ خراب داشتم در برِ من رہا نہ شد — خواہم از خراب شہر از تو رہا شود مگر
از سرِ زلفش اے صبا سوے من آر گہ گہے — دل کہ ز جاے خود بہ شد تا کہ بہ جا شود مگر
خسرو خستہ را اگر دل نہ دہد خیالِ تو — جان و تنم ز یک دگر ہر دو جدا شود مگر

لہ در نسخہ غزل محذوف است لہ در این بیت ذیل زائد است: چشمِ تو مست شد بکن ست ترش بہ خونِ من — نازہمہ تیرِ غمزہ‌ات بہ خطا بود خطا مگر

۱۰۵۸ ای ز چون[۱] تو بت شده صد پارسا زنار دار   آفتابے روے ما در قبلۂ دیدار دار
چون غم واندوه خالت را فراوان پیشوا   در بلا و فتنہ چشمت را ہزاران کار دار
رشکم آید زآن پے عمہا بت دگر یاران خورند   آن ہمہ یک جا کن و پیشِ من غمخوار دار
ناوکے زن بر دلم کز زحمتِ خود وارہم   خویش را بہر دلم یک دم دریں پیکار دار
دردِ دل چون از تو یادم می دہد مرہم مکن   بردگر دلہا زن آویزد دلم افگار دار
من نہ آن یارم کہ دارم پیشِ تو خود را عزیز   راضیم خواہی عزیزم دار و خواہی خوار دار
از چو تو ہندوے کافر کیش گل چہرہ ست رنگ   گل بہ ہندوستاں بود چون برہمن زنار دار
رنگ می آرد کفِ پایت ز خونِ چشمِ من   یکے دمے پا را برایں دو دیدۂ خونبار دار

چند گوئی نیست بے ہوشی ز مشتاقان زمن
من نوانی خسرو بے چارہ را ہشیار دار

۱۰۵۹   ب

اے چراغِ جانم از شمع جمالت نور دار   بارک اللہ چشم بد زاں روے زیبا دور دار
چون دلم را بت پرستی نوش اندر عہد تو   بارے ایں بت خانہ دیرینہ را معمور دار
کارِ دل[۲] کردی بر افگن بعد ازاں بنیادِ عقل   شحنہ را چون دور کردی دست در دستور دار
من نہ آنم[۳] کز درت سر بر کنم تا زندہ ام   گر اجل از کوے تو دورم کند معذور دار
تا بدانی حالِ خون آشامیِ شبہاے من   جرعہ اے زیں بادہ پیشِ نرگس مخمور دار
من بہ جان درماندہ و تو ترکِ بدنامی کنی   می توانی حال رسوائی چو من مستور دار

خسرو بے چارہ مرد نقشِ شیرین تو نیست
صورتِ فرہاد کش در دفترِ شاپور دار

۱۰۶۰ یارب ایں ماتیم از آں جان[۴] زجہاں افتادہ دور   سایہ وار از آفتابے ناگہاں افتادہ دور
چون کنم یاران کہ من بیمارم و مرکب ضعیف   جان بلب تر زیک راہے درمیاں افتادہ دور

۱؎ دراں غزل محذوف است ۲؎ دراں بیت محذوف است ۳؎ دراں بیت محذوف است ۴؎ دراں غزل محذوف است

بی نوا چون بلبلم بی برگ چون شاخ خزان   کز جمال گل بود در مهر جان افتاده دور
آن چنان کاندر نخست چشم بد مرا دور از رخت   باد چشم بد ز روی آن چنان افتاده دور
دور از کوی تو سرگردان همه شب تا به روز   در فغان گوئی سگی ام ز آستان افتاده دور
در خیال ابرویت تنها و بیکس سالهاست   خسته در خاکم چو تیری از کمان افتاده دور
یاد کن از چون منی ای دوست گر یا چون توئی   آن چنان نزدیک بود اینک دم چنان افتاده دور
گفته ای خسرو کیستی مانده درین کوی چنین   بیدلی سرگشته ای از خانمان افتاده دور

در خیالت گفت خسرو حال تنهائیت چیست؟
چیست همچون حال تنهائی ز جان افتاده دور؟

١٠٦١   ت
گر هنر داری مرنج ار کم نشینی بر ستور   زیر عیسی خر نگر زیر خران یکران تور
وز حرونی نام رخش و دارد ت هر جا حسود   در عرب وی را تهمیت است اسم و در تاتار بور
نیک و بد در آدمی تنها نمی ماند چنانک   نافه در جیب ملوک و باده در جام بلور
نفس را چون رام جوئی ساکنی بهتر ز جهد   پیل را چون پست خواهی چاره بنگوتر ز زور
چند بهر لقمه‌ای کش خورده نشوانی ز حرص   پا نهی کآید هی تنگ در ره پیلان چو مور
احمقی باشد که گنجی دارد و خرجش نیست   بر ستورا نبار گوهر که بود سو دستور؟
مرد باشد عرض بخشش پیش دکان بخیل   خیره باشد چاره کردن بر لب دریای شور
در عیار سیم و زر تا کی پرستی سنگ را؟   باش تا سیم تو گردد گور و گردد سنگ گور
ترک در دنباله گور و زر گورش یاد نه   گور دنبالش روان زان گور نه کاو دنبال گور
صنع یزدان شد چنان از دیدهٔ حبشش نهیں   حسن در زنگ و حبش چون عقل در مستان غرور
بر نگیرد بنده خواهش ذرّه ذرّه کن چو ریگ   روغن اندر ریگ ریزی بیشتر گردد صبور
خام تر گردد ز پند معنوی دانای خام   کور تر گردد ز باد عیسوی دجال کور
گر به پند از فسق باز آئی چو خسرو ای حکیم   در حجب سرشتت باید چه دریا چه دور

له بیت دوم محذوف است

۱۰۶۲
یارب آن رویست[۱] یا گل برگ خندان در نظر — یارب آن بالاست یا سرو خرامان در نظر؟
ای خوش آن ساعت که بینم آن رخ و گیرم به پیش — بادهٔ خوش بر کف و گلنار خندان در نظر
تا تو ای سرو خرامان در چمن بگذشته‌ای — می نیاید بیش بلبل را گلستان در نظر
در تو می بینم ز درد دل ز حسرت بیقرار — تشنه را کی سود دارد آب حیوان در نظر؟
یک زمان از دل فرو نائی همه شب تا به روز — گرچه باشد تا به روزم ماه تابان در نظر
در نظرها صورت جان گر نیاید گو «میا» — در تو بینم کایدم چیزی به از جان در نظر
خلق گل بیند و من روی تو زیرا خوشتر است — یک نظر در دوست از صد ساله بستان در نظر

دُرّ دندان تو زان بینم که دل می‌خواهدم
در نظر دریا نیایدم از بذل سلطان در نظر

ت

۱۰۶۳
ای ترا در زیر هر لب شکرستانی دگر — جز لبت ما را نمک ندهد نمکدانی دگر
من غم دل گویم و تو هیچ‌سان مشغول یار — تو بشهری دیگر و من در بیابانی دگر
من به تو حیران تو می گوئی که «پیمان تازه کن» — باری اول عمر ده آنگه عهد و پیمانی دگر
وه که چندان جان محنت‌کش مرا سوزی بسوز — خانه خالی کن که آمد باز مهمانی دگر
زان لب چون آب حیوان کشته شد شهری تمام — ای خضر بنما اگر هست آب حیوانی دگر
بر دل من غارت کافر میارید ای بتان — زان که بود این کافرستان را مسلمانی دگر
هرچه ممکن بود کردم چارهٔ درمان خویش — بعد از این جز جان سپردن نیست درمانی دگر

باچنین خونابه دست از چشم خسرو بشوی
زان که این خانه نیارد تاب بارانی دگر

۱۰۶۴[۲]
پرتو خورشید بین تابنده از روی قمر — شاد باش ای روشنی روی نیکوی قمر
راست چون ماه نوم کاهیده و زار و نزار — کز پس ماهی بود یک روز پهلوی قمر

---

۱ غزل در دیوان محذوف است - ۲ درین غزل محذوف است

هر شبی تا صبح بیدارم به بازیِ خیال   سر به روی خاک ماندم چشم بر روی قمر
ای دل ار خواهی که حلوای خوری از عیدِ وصل   من حلالت می نمایم آن گه ابروی قمر
ماهِ من چاهِ زنخدانِ تو شد از خون پر آب   پاک کن گر زوی در آب افگنده ای گوی قمر
نیکوان خاکِ توانند ای ماه در تو کی رسند   کی رسد خاکی که اندازد کسی سوی قمر
کشت پنهان می کنی و منع خسرو بیهده ست
زان که شب گردی نخواهد رفتن از خوی قمر

۱۰۶۵ و

می نیاید چشمِ من بر آستانِ او گذر   دولت دستی که سازد در میانِ او گذر
باد هر دم تازه تر نو روز عمرش گرچه هست   بلبلِ محروم را در بوستانِ او گذر
ناوکِ مهرش گذشت و این قدر روزی نکرد   این فکار اندر دلِ نامهربانِ او گذر
او به دشنام و مرا بهر زبانش اشتول زانک   حیف باشد چون منی را بر زبانِ او گذر
سرگذشتی باز گوئی از دلِ من زینهار   ای صبا گر افتدت روزی به خانِ او گذر
چون رود جان شهیدان بر فلک جانِ مرا   کشته ایم مباد از آستانِ او گذر
عشق بس ناخوش بلای لیکن ار پرسی ز من   خاک او خوشتر کاین بلا دارد ز جانِ او گذر
جانِ من از صبر می پرسی دلِ ما را بپرس   زان که این معنی نه دارد در کمانِ او گذر
هر شبی کاندر دلِ خسرو گذشتی شب نخفت
کرد گوئی ناوکی در استخوانِ او گذر

۱۰۶۶ ت

خوش بود بادهٔ گل رنگ در ایام بهار   خاصه در سایهٔ گلهای نو اندام بهار
عاشقِ زار بهار است نهانی سوسن   لیک از شرم نیارد به زبان نام بهار
بر چمن بود بسی دامِ بهار از زر و سیم   غنچه بگشاد گره تا بدهد وامِ بهار
بعد ازین بینی در سایهٔ هر سرو بلند   مجلسی کرده جوانان می آشام بهار
هوشیار اوست به نزدِ همه اهلِ معنی   گر به مستی گذراند سحر و شامِ بهار

به غنیمت شمر ای دوست اگر یافته ای — روی زیبا و می روشن و ایام بهار
از پی خوردن می باسخنان خسرو
باد می آرد از آن روی تو پیغام بهار

۱۰۶۷ ل[۱]

یکی امروز سر زلف پریشان بگذار — شانه تا کی بود انگشت به دندان بگذار
گر سرم نیست به سامان ز غمت هیچ مگوی — مر مرا هم به من بی سر و سامان بگذار
نیک دانند لب و چشم تو مردم کشتن — تو مشو رنجه و این کار بدیشان بگذار
طره را کار مفرمای به شهر آشوبی — دیو را شعبده گرفتن به سلیمان بگذار
گوییم جان غمین تو گرفتار من است — دو جهان گشت گرفتار تو یک جان بگذار
گر ز درماندگی عشق ترا دردی هست — هم بدان درد قناعت کن و درمان بگذار
خسروا یا به گریبان وفا سر در کن
یا ز کف دامن اندیشهٔ خوبان بگذار

۱۰۶۸ ب

زلفت از باد دگر باشد و از شانه دگر — مست بگرفته لب ساغر مستانه دگر
در غمت جان ز تنم رفت و خیال تو بماند — عاقبت خویش دگر باشد و بیگانه دگر
دل آسوده دگر حال پریشان دگر است — شهر آباد دگر باشد و ویرانه دگر
اصل شهرت که خود آرای بود سوختن است — کرم شب تاب دگر باشد و پروانه دگر
ای دل[۲] افسانه که گفتی و ببردی خوابم — بهر خواب اجلم گوی یکی افسانه دگر
به تکلف[۳] نشود عشق گران جان و خرد — بیهشی باده دگر باشد و دیوانه دگر
گشت مجموع دروغ آن چه گمان می بردند
که چو خسرو نه بود عاقل و فرزانه دگر

۱۰۶۹ ب

گر ز من جان برد و باد هوایی کم گیر — در جهانم نه بود کهنه سرایی کم گیر

---

۱ دران غزل محذوف است ۲ درین بیت محذوف است ۳ درین بیت محذوف است

این دل سوخته با گوشهٔ محنت خو کرد — گر به باغ نرود برگ و نوای کم گیر
زاهد من خادمِ رندانِ خرابات بس است — که نمازی نه کنم رسم ریای کم گیر
زاهد ار سوی من از ننگ نه بیند هرگز — ما به دشنام تو سازیم دعای کم گیر
گر دلِ مردهٔ ما زندگی تو به نه یافت — در خم آب حیات است صفای کم گیر
خلق از مشک و من از خاکِ درِ دوست خوشم — این صواب است مرا بوی خطای کم گیر
گر ز عشاق تو من کشته شدم عمر تو باد — از صفِ کج کلهان ژنده قبای کم گیر
غم مخور گر شود آواره ز کویت چو منی — از قدم گاهِ سران بی سر و پای کم گیر
من که باشم که کسی از چو منی یاد کند؟ — از گلستانِ ارم برگ گیای کم گیر
صد چو خسرو به درت هست یکی گو کم باش
در طرب خانهٔ جمشید گدای کم گیر

۱۰۷۰ ؎۱

سر به کوی عشق غلتانیده گیر — چشم را بر خواب خوابانیده گیر
زلف پیچانت چو گیرم بیهده — تهمتی بر خویش پیچانیده گیر
چشمِ تو خون می نه غلتد در درون — گوهری از دیده غلتانیده گیر
چون نه می گردد دولت چون آسیا — ما چه گردانیم گردانیده گیر؟
چند ترکانه به خون اغرا کنی — خانهٔ زنبور شورانیده گیر!
پس کند تا کی زبان کردن چو شمع — آتش اندر سینه گیرانیده گیر
گرچه خسرو را بمیرانی ز غم
نام چون باقی ست میرانیده گیر

۱۰۷۱ ؎۲

ای ز تخت از مه جهان آرای تر — وی لبت از می نشاط افزای تر
ترکنم جان در رهت چون ره روی — کاب می ریزد از آن بالای تر

؎۱ در ن غزل محذوف است۔ ؎۲ در ن غزل محذوف است۔

ماند گشتی ار چه از خون ریختن | خون بریز از عارض زیبای تو
خون خود جویم همی تا در تو دید | از کرزین چشم جگر پالای تو
مردم چشم نیاساید ز خواب | زان که هستش روز تا شب جای تو

در غمت آب از سر خسرو گذشت
گر چش از دریا نه گذشته پای تو

۱۰۷۲ ۱؎

با تو در سینه نفس را چه گذر؟ | در دلم غیر تو کس را چه گذر؟
باغ نشگفت و نیامد موسم | در دل خسته هوس را چه گذر؟
من اسیرم ز گلم باده مده | در چمن مرغ قفس را چه گذر؟
خلق گوید که نفس زن در وصل | در تن مرده نفس را چه گذر؟
اندر آن دل که تو ئی، غم چه کند؟ | خانهٔ شاه عسس را چه گذر؟
وصل جو را نبود لذت عشق | در نمکسار مگس را چه گذر؟

می کند خنده که دریا تو ام
در دلت خسرو خس را چه گذر؟

۱۰۷۳ ۲؎

در عشق یار خود را بدنام کردم از سر | یارب فرو مبادا این مے که خوردم از سر
سر بهر خاک گشتن پیش درش نهادم | چه جای آن که یاران ره بند گردم از سر
مهره ز تن جدا شد در تن ز هجر جانان | عشق و بلا از این پس بازنده کردم از سر
جانا بهار حسنت آغاز سبزه دارد | شد وقت آن که اکنون دیوانه گردم از سر
مطرب به نوک غمزه بگشای سینهٔ من | بخراش ریش کهنه کن تازه دردم از سر
رفت آن که بود خسرو نیکو ز شاهد و مے | ای دل گواه باش کا قرار کردم از سر

۱؎ این غزل محذوف است ۲؎ درین بیت ذیل زائد است — خواهم شد امشب آن سو می باید از زد
ای گر بوسه رخ گرد آن رخسار زدم از سر

جولانِ توسنش بین هر سو غبار دیگر
فتراک او نگه کن هر سو شکار دیگر

دلها اسیر گرد جانها شکار سازد
هرگز ندیده ام من زین سان سوار دیگر

بخشم به زلفش ایمان هم نابد استوارش
آن چشم کافرش بین نا استوار دیگر

هست ارچه کار عیسی جانها به مرده دادن
مشکین لب و دهانش دارند کار دیگر

از خندهٔ تو بر جان یک یادگار دارم
وز داغ هجر بر جان صد یادگار دیگر

تا باد در راست گه گه بر طرهٔ تو بازی
از هر شکنج مویت دارم غبار دیگر

گفتی که* بار دیگر ننشست در دلِ تو
تو جای می گذاری از بهر یار دیگر

یک بار دل به من ده سوگند می خورم من
ننهم اگر به خوبان در عمر بار دیگر

از دست خوب رویان دیوانه گشت خسرو
تنها نه او که چون او چندین هزار دیگر

١٠٧٥

ای باد صبح دم خبر آشنا بیار
بوی نهفته زان صنم دلربا بیار

مانا که یابم از دلِ گم گشته آگهی
یک تارِ مو از آن سرِ زلفِ دوتا بیار

تعویذ عمر بایدم اندر شب فراق
یک نامه زان مسافرِ فرخ لقا بیار

گفتی* سلام آرم از آن چشم مردمست
یا خود میای تا نشوم کشته یا بیار

تا کی ز پند بیهده گوشم گران بود؟
آخر از او دمی سخنی ای صبا بیار

زان بوستان که میوه به اغیار می دهد
برگی به سوی فاختهٔ بی نوا بیار

در غیرتم که از دست خارنگی بهر دلی
یکره از آن یکی ز پی جانِ ما بیار

جانِ مرا خرید خیالش به بندگی
این بنده زانِ اوست از آن بت رضا بیار

زان جام لب که جرعه ز شاهان دریغ داشت
پروانهٔ خرابی مستی گدا بیار

از جرعه گاه او قدری آبرو بخواه
بر دردهای کهنهٔ خسرو دوا بیار

---

* درین غزل محذوف است ـ

اے دل از این خرابه وحشت کرانه گیر — رو بر فراز کنگرهٔ عرش آشیانه گیر
هستی به فقر بار و بهانه مکن که نیست — یابی مگر خلاص ز دهر این بهانه گیر
سنگ گران خود به ترازوے همت آر — هر دو جهان به وزن دو خشخاش دانه گیر
از کیش پاک سهم سعادت ستان و بیں — این جانب دو قوس دو گانے نشانه گیر
گیتی فسانه گیر ز خیالے که اندر اوست — آن جا که راستی ست دروغ و فسانه گیر
رخش زمانه نزد تو، خواهی قرار عمر — گر قوتیت هست عنان زمانه گیر
در عشق خون دل خور و از شوق ناله کن — آن باده را به زمزمهٔ این ترانه گیر

خسرو ز نام و ننگ جهان به که وارهی
تا داشت گرد مست شو و شاخسانه گیر

ت

۱۰۷۷

اے شهسوار دست به سوے عنان مبر — بر صید تیر مفگن و از خلق جان مبر
چون در شکار بر سر آهو گذر کنی — چشمت بس است دست به تیر و کمان مبر
در جعد چون کمند تو من صید لاغرم — آزرده می شوم به زمینم کشان مبر
دانی که چند دست دل اندر عنان تست — آن دست نازنین به دوال عنان مبر
چند از مه و ستاره تو تنها شنیده ای — شرمے بدار و نام کسان بر زبان مبر
گفتی که نیست یار ز منت از خدا بترس — بر من که سوختم ز فراق این گمان مبر
دل برده ای بیا شه مردم شکار ده — تن لاغر است طعمه ز زاغ استخوان مبر

سودے بکن همیں که بیائی به سوے من
صبر و قرار خسرو مسکیں زیان مبر

۱۰۷۸

از چشم تو که هست ز تو جان شکار تر — دل نیست در جهان ز دل من فگار تر
می گوئی تلخ از آن لب شیرین که زهر تست — ز آب حیات بر دل و جان سازگار تر

---

۱ در ن غزل محذوف است ـ

خلق از تو با کمالِ وفا با شکایت اند — من هرچه بیش می کشیدم شرمسار تر
پیشِ تو جان شنگافم و باور نبایدت — هرگز نه دیده ام ز تو بی استوار تر
گفتم که هوشیار شو ای دل به کارِ عشق — عقلم بگوش گفت "ز من هوشیار تر"
در عشق یار گوار بود پندِ دشمنان — حقا که پندِ دوست از آن ناگوار تر
پرسی که چون شکست دلت بیقرار نیست" — گر باورم کنی قدری بیقرار تر"
رخ هرچه پیش بر درِ تو می زنم به سنگ — بختم نگر که هست زرم بی عیار تر
هم خود برون برآر چو خسرو بگویدت
کآخر ز چیست چشمِ من سوگوار تر؟

ت

۱۰۷۹
هر شب منم ز هجر پریشان و دیده تر — دل از برم رمیده و من زو رمیده تر
افغان ز تو که هست به گوشت فغانِ من — هرچند بیش می شنوی ناشنیده تر
شیر ببا غمی ست عشق ولیکن زبان کجاست؟ — ای دل بگویمت که بخوان لیک دیده تر
خلقی براه منتظرت جان سپرده اند — ای ترک مست دار عنان را کشیده تر
تو فتنهٔ زمانه شدی ورنه روزگار — بود ست پیش ازین قدر آرمیده تر
ای دوست پرده پوشیِ مجنون ز عقل نیست — کو راست دامنی ز گریبان دریده تر
خسرو زمانِ رفتن و در دوش بارِ عشق
راه دراز می روی آخر جریده تر

ب

۱۰۸۰
نه نرگس ست ز چشمِ خوشِ تو عربده جو تر — نه سنبل ست ز زلفِ کجِ تو غالیه بو تر
اگرچه سوخت مرا هجرِ خام و وعده کاریت — خوشم که دوزخِ نقد از بهشتِ نسیه نکوتر
من از قضاست که میرم به بندِ سلسلهٔ موی[۱] — بیا که نیست کس از تو به دهر سلسله موتر
به سخت چشمیِ یاران کشی همیشه چو ترکی — که از گروهِ سنگین کنار شکار کبوتر

---

۱ بیت در ن محذوف است۔

شرابم از نه زهی تیغ دران به حلق که بارے　　ز دولت تو کنم زان دگر شراب گلو تر
مبین که مایهٔ دیوانگی ست عشق تو این بین　　که عقل اویس از وے پیاده ای ست فرو تر
گرت بگوید از آن منی مرنج ز خسرو
که نیست ز و کسے اندر زمانه بیهده گو تر

۱۰۸۱ [۱]

رضاے من طلب امشب، طریق ناز مگیر　　مبند چشم عنایت نظر فراز مگیر
ز دل گزیده شدم زلف را بدو مگذار　　منم غریب تو سنگ را رسن دراز مگیر
اگر بگیرم زلفت به سوے خویشش مکش　　ز دست من بردن شب طریق باز مگیر
به دزد لب چو بگیرم به تیر دندانش　　نوالہ اے به دهن آمده ست باز مگیر
تنم ز هجر دو تا شد هنوز زخم مزن　　مرا که چنگ شکستم براے ساز مگیر
چو من بسوختم از غم مخاے چندین لب　　چو شمع پیش تو باشد شکر به گاز مگیر
ببرده ای دل خسرو مگوے کے بردم
عنان ناز بکش راه احتراز مگیر

۱۰۸۲

قمر بدید ز من مهر و من خراب قمر　　شبم دراز چو گیسوے نیم تاب قمر
خرابه ها همه چون از قمر شود روشن　　چرا ست تیره دل من چو شد خراب قمر
تمام شب قمر آسمان نمی خسپد　　که چشم این قمر ما ببست خواب قمر
کجا رسد مه گردون بدین قمر بارے　　که نیست چشمهٔ خورشید تر بر آب قمر
ز نور هاشد هر قطره چشمهٔ خورشید　　چو خون چکد ز رخ همچو آفتاب قمر
کنون دمیدن صبح از رخ قمر باشد　　چو آفتاب نهان شد ز ماهتاب قمر
گر آید و برود زود تر نه جاے گله ست
از آن که نیست نهان خسرو از شتاب قمر

---

[۱]: در غزل محذوف است.

۱۰۸۳

منم به خانه تن این جا و جان به جای دگر
به دل توئی و سخن بر زبان به جای دگر

به بوستان روم از غم دلی چه سود کراست؟
دلم به جای دگر بوستان به جای دگر

کجا به کوی تو ماند نسیم باغ بهشت؟
زمین ست جای دگر آسمان به جای دگر

چو جان دهم نرود دل به کویت ار چه برند
سگان کوی تو هر استخوان به جای دگر

نشان ز سوی تو پرسند و من نه بس غیرت
تو جای دیگر و گویم نشان به جای دگر

مگو که "یار دگر کن" کنم اگر بینم
لطافتی که تو داری همان به جای دگر

بگو چگونه توان گفت زنده خسرو را؟
که او به جای دگر ماند و جان به جای دگر

۸۴

رخ گل[1] خوش است، از روی رخت ای نگار خوشتر
چه بود گلی که رویت ز دو صد بهار خوشتر

چه روم به باغ و بستان؟ چو گلی به تو نماند
ز گلی که بی تو بینم به دو دیده خار خوشتر

به یکی سخن که گوئی بزیند ده باره مرده
که ز آب زندگانی دو لبت دو بار خوشتر

چه خوش است یک کرشمه ز برای مردن من
که اگر زیم به دیدن یکی از هزار خوشتر

منم و شبی و با دل همه شب حکایت او
که غم دراز گفتن به شبان تار خوشتر

چو روم به خاک جانم کند این سخن به حسرت
که برای تن زمینی ره آن سوار خوشتر

چو غلام تست خسرو زید و مرد به فریاد
تو ازین دو گوی پیشت که کدام کار خوشتر

۱۰۸۵

سپیده دم که[2] گهر بارد ابر در گلزار
شود به جلوه گل اندر نگار خانهٔ یار

عجب نباشد اگر از نسیم روح افزای
دم حیات زند نقش خامه بر دیوار

چه عشقهای کهن را که نو کند از سر
چو عندلیب برآرد ز شوق نالهٔ زار

گهر فروش شود روی نیکوان ز عرق
گهی که گرم شود آفتاب را بازار

خوش آن کرشمه و نازی که می کند نرگس
چو چشم ساقی رعنا میان خواب خمار

۱؎ مطابق نسخهٔ "ن"، ۲؎ مطابق نسخهٔ "ن".

میان لاله و گل بین صبا زنغمۂ مرغ — که رقص می کند از بے خودی بر آتش خار

شدست صحن گلستاں ز ناز غمزاں و سمن

چو آسمان سراز روے خسروان دیار

۱۰۸۶ [1]

اے سرم را بخاکِ پات نیاز — عاشقی را ز سر کنم آغاز

جاں ز ناز ت نہ می شکیب و نیست — چارہ اے چوں بر آمدہ ست نیاز

گفتی "از من نہاں مکن راز ت" — کے شنیدی کہ من نہ گفتم راز؟

یادم آید ز زلفِ او اے دل — باز گوئی بہ ما شب است دراز

گوشہ می گیرم از کمانِ تو لیک — می زند غمزۂ تو تیرم باز

یک دم اے بخت باز روشن کن — چشم محمود را بہ پاے ایاز

خسروا زارِ خوب دارد دوست

کیست کاو نیست عاشق آواز؟

۱۰۸۷

فرو شد عشقِ جاناں روز تا روز — کجا زین پس شب ماو کجا روز

ز بے ہوشی نہ دانم روز و شب را — شبم گوئی یکے گشتست با روز

دل ست ایں ہیچ پیدا نیست یا خوں — شب ست ایں ہیچ پیدا نیست یا روز

چہ خفتی؟ خیز اے مرغ سحر خیز — ترا روزی ہمی باید مرا روز

مگو جاناں کہ روزے بر تو آیم — نہ دارد چوں شب اندوہ ما روز

تو خوش خفتہ بہ خواب ناز تا صبح — مرا بیدار باید بود تا روز

چہ عیش ست ایں کہ خسرو را بہ ہجرت

شود ہر شب بہ زاری و دعا روز

۱۰۸۸ [2]

زمن چوں دل ربودی رفت جاں نیز — کہ در دل داشت شوقت ایں و آں نیز

---

[1] ایں غزل محذوف است [2] ایں غزل محذوف است۔

ز یاقوت لبت ما را طمعهاست   که از او زنده است جان و هم روان نیز
رقیبت را مده دشنام از آن لب   که دل را سخت می آید روان نیز
سر پابوس، تو تنها نه دل راست   که مشتاق است جان ناتوان نیز
دلی بودم شد آن پابند زلفت   نه می یابم از او نام و نشان نیز
تعالی الله چه تنگ است آن دهانت   که فکر آن جا نه می گنجد گمان نیز

غمت خسرو چه گوید آشکارا؟
که نتوان گفت راز تو نهان نیز

۱۰۸۹ له

گشادی چشم خواب آلود را باز   در فتنه به عالم کرده ای باز
به دور ماه رویت زلف شب رو   پریشان کاری اکنون کرد آغاز
خط سبزت اگر نه خضر وقت است   چرا شد با لب جان بخش دمساز؟
به بستان گر روی در سجده آید   به پیش قامتت سرو سرفراز
ربودی دل ز من زان گه سپردی   به دست طرهٔ دل دوز غماز
چه جای جان که بر دل می زند تیر   چو گردد ترک چشمت ناوک انداز

اگر ناید به عمرے کام خسرو
روا باشد بغیر او مپرداز

۱۰۹۰

بر جان من شکسته دل، باز   کردی تو شراب خوردن آغاز
جانا مخور این قدح، که مستی   لب را بزن و به من بده باز
شد نوبت شربت پسینم   جرعه به پیالهٔ من انداز
ما را غم تو ز خلق بهتر یار   در صحبت دوستان دمساز
پرسی که چگونه ای، چه گویم؟   کز مرده برون نیاید آواز

له درین غزل محذوف است۔

گویند مرا "برو از این کوی" دل گم کردم، کجا روم باز؟
خوش نیست سرود، خسروان را
مطرب مست است و چنگ ناساز

۱۰۹۱ [۱]
مبتلا شد چون دل مسکین به زلف یار باز — جان سلامت کے تواں بردن از آں طرار باز
دل به ابروی بتاں دارد چه اقرار درست — می کند از مومنے تصدیق آں اقرار باز
سرو بستاں در چمن چوں دید رفتار ترا — از خجالت خشک بر جا ماند از رفتار باز
هیچ غمخوارے نه دارم در غم عشق تو من — هم مگر لطف تو گردد بنده را غمخوار باز
چارهٔ بے چارگاں چوں در لب شیرین تست — دامنت خواهم گرفتن اے صنم ناچار باز
چند گه پرکار چرخ ار کرد از هم ماں جدا — عاقبت با هم رساند آں سر پرکار باز
بر جمالت دل نه اکنوں عاشق است اے جان من — مهر تو در سینه دارم مدت بسیار باز
گر هوائے وصل آں مه داری اے خسرو ز دل
چشم غیرت را بدوز از دیدن اغیار باز

۱۰۹۲ [۲]
در فراقش رود خوں از دیده می بارم هنوز — واں ز دل گرمی نه گوید ترک آزارم هنوز
سالها تا گلبن مقصود را می پرورم — ز آب چشم رسته می آید گل از خارم هنوز
گرچه برباد هوس شد خرمن امید من — تخم مهرش در میان جاں همی کارم هنوز
گرچه پر داغ است جان من ز هجر آں نگار — داغ مهرش بر جبین دوستی دارم هنوز
دلبر از کوے محبت پا اگر بیروں نهاد — من بد بختے ناامیدے سر نه می خارم هنوز
زاری و افغان من بے او گذشت از نه فلک — واں نگار آگه نه گشتست از نالهٔ زارم هنوز
گرچه جان خسرو از مهر رخش از دست رفت — تخم عشقش در زمین دل همی کاوم هنوز
مست من چوں جرعه نوشے باده اے بر من بریز — دُر درجامم خود برایں رسوائے مرد و زن بریز

---

[۱] در ۱۰۹۱ غزل محذوف ست۔ [۲] در ۱۰۹۲ غزل محذوف است۔

چشم تو مست ست گر کم ایستد ناکرده خون — خون من در پیش آن قتّال مردافگن بریز
دشمن جان من ست آن غمزه ناخوش گرد او — آن چه در درد من شنیدی پیش آن دشمن بریز
دل شد از تیر غمت روزن چو خواهد رفت جان — شربتی از جام خود باری بر آن روزن بریز
خلعت[۱] زنگی ست واجب گر کشم بر سر سبو — نیمهٔ دیگر بر این دستار و پیراهن بریز
مست می رفتم سبو بر سر فتادم وان شکست — تا رگم بشکن بدان و خون من بر من بریز
تیرگیِ عیش مشتاقان ترا چون روشن ست — بر دل تاریک خسرو بادهٔ روشن بریز

۱۰۹۴ ب

سوم آن نرگس[۲] بی خواب نه بیند هرگز — بختم آن طرهٔ قلاب نه بیند هرگز
هر دمش سجده کنند انجم و مهر و مه و چرخ — یوسف این مرتبه در خواب نه بیند هرگز
بی محابا[۳] کشد و شرم ندارد آری — روی قربانی قصاب نه بیند هرگز
طمع مهر و وفا همت کوته نظران ست — مرد عشق این همه اسباب نه بیند هرگز
هر شکاری[۴] که فتد پیش تو ای تیرانداز — سیری از ناوک پرتاب نه بیند هرگز
ای همه[۵] موذن مکش آواز که هست این دل من — بت پرستی که بمحراب نه بیند هرگز
خسرو آن شب که بکوی تو رود دل از غیرت — سایهٔ خویش به مهتاب نه بیند هرگز

۱۰۹۵

رویت[۶] از خوی همه پر درّ خوشاب است امروز — آفتاب تو زیاده به تاب است امروز
هر خیالی که ز خورشید در آب افتاده ست — پیش رخسار تو لرزنده حباب است امروز
چشم بیمار تو پرهیز که می کرد ز می — می فتد هر طرفی مست و خراب است امروز
دانم آن چشم تو فتنه ست و ز مستی خفته ست — خفته را هیچ ندانم که چه خواب است امروز

---

۱ در ن بیت محذوف است ۲ در ن بیت ذیل زائد است ـ هر زمان خنده دیگر کند آن شوخ دلانگیز؛ داغ دیرینه [illegible] نه بیند هرگز
۳ در ن بیت محذوف است ۴ در ن بیت محذوف است ۵ در ن بیت محذوف است ۶ در ن غزل محذوف است

دوش گفتی که «دهم بوسه‌ت» پس می‌گویی		گر لبم ریش شود این چه جواب است امروز

خنده‌ات دید و دهن باز بمانده‌ست صدف

از دهانت که پر از دُرِّ خوشاب است امروز

۱۰۹۶

دل ز تن بردی و در جانی هنوز		دردها دادی و درمانی هنوز

آشکارا سینه‌ام بشگافتی		همچنان در سینه پنهانی هنوز

ملکِ دل کردی خراب از تیغِ کین		واندرین ویرانه سلطانی هنوز

هر دو عالم قیمتِ خود گفته‌ای		نرخ بالا کن که ارزانی هنوز

خونِ کس یارب نگیرد دامنت		گرچه در خون نی پشیمانی هنوز

جور[1] کردی سالها چون کافران		بهرِ رحمت نامسلمانی هنوز

ما ز گریه چون نمک بگداختیم		تو به خنده شکرستانی هنوز

جان ز بندِ کالبد آزاد گشت		دل به گیسوی تو زندانی هنوز

پیری و شاهدپرستی ناخوش است

خسروا تا کی پریشانی هنوز[2]

۱۰۹۷

تن پیر گشت و آرزوی دل جوان هنوز		دل خون شد و حدیثِ بتان بر زبان هنوز

عمرم به آخر آمد و روزم به شب رسید		مستی و بت‌پرستیِ من همچنان هنوز

آهنگ کرده سوی بتان جان کمترین		کافردلانِ حسن ز در دل، سوی جان هنوز

صد غم رسید و مرگ هنوزم نمی‌رسد		صد کعبه رفت و مهرِ دلم رائیگان هنوز

عالم تمام پر ز شهیدانِ خفته گشت		ترکِ مرا خدنگِ بلا در کمان هنوز

بیدار مانده شب همه خلق از نفیرِ من		وان چشمِ نیم‌مست به خوابِ گران هنوز

هر مردم کرشمه‌های وی افزون و آگهی		خسرو ز بندِ او به امیدِ امان هنوز

---

۱ درین بیت محذوف است. ۲ درین غزل محذوف است.

۱۰۹۸ افتاد کهان ۱ از آه تو بیم از سر نیاز ‌ ‌ ‌ دستے بگیر و در قدمت سر زما بباز
شمع جهان فروز توئی در جهان ولے ‌ ‌ ‌ ما ہیم از برائے تو در سوز و در گداز
از ما چه احتراز نمودی، که در جهان ‌ ‌ ‌ ہرگز نه کرد شمع ز پروانه احتراز
گر تو نماز جانب محراب می کنی ‌ ‌ ‌ ما می کنیم در خم ابروے تو نماز
ببرید زلف و کرد به خسرو اشارتے
یعنی که عمر تست نه می خواہمش دراز

۱۰۹۹ ۲
کجا بود من مدہوش را حضور نماز؟ ‌ ‌ ‌ که کنج کعبه ز دیر مغاں نه دانم باز
مرا مخواں به نماز اے امام و وعظ مگوے ‌ ‌ ‌ که از نیاز نه می باشدم حضور نماز
چو صوفی از مے صافی نه می کند پرہیز ‌ ‌ ‌ مباش منکر دُردے کشانِ شاہد باز
بسانِ مطرب مفلس نواے سوختگاں ‌ ‌ ‌ چو بلبل سحری می کند سماع آغاز
اگرچه عود توام ہر نفس بخواہی سوخت ‌ ‌ ‌ مرا ز ساز چه می افگنی به سوز و به ساز
بداں طمع که کند مرغ وصل خوباں صید ‌ ‌ ‌ دو دیده ام شده از شام تا سحر گه باز
خیالِ زلفِ درازِ تو گر نگیرد دست ‌ ‌ ‌ که بر سر آرد از ایں ظلمتم شبانِ دراز
تو در تنعّم و نازے ز ما کے اندیشی؟ ‌ ‌ ‌ که ناز ما به نیاز است و نازش تو به ناز
اگر ز خطِ تو چوں موے سر بگردانم ‌ ‌ ‌ ببند و چوں سر زلفم بر آفتاب انداز
امید بندۂ مسکیں به ہیچ واثق نیست ‌ ‌ ‌ مگر به لطفِ خداوندگار بنده نواز
گذشت شعر ز شعری و سوزش از گردوں ‌ ‌ ‌ چرا که از پے آوازه می رود آواز
خرد بجوے ز خسرو که اہل معنی را
نظر به عشقِ حقیقت بود نه عقلِ مجاز

۱۱۰۰ ۳
خیال دوست به چشم من اندر آمد باز ‌ ‌ ‌ ہواے عشق دگر باره در سر آمد باز

---

۱ دریں غزل محذوف است - ۲ دریں غزل محذوف است - ۳ دریں غزل محذوف است

کشیده غمزهٔ او لشکر و ولایتِ صبر — خراب کرد که غوغای کافر آمد باز
سبک سوارِ من از کوی فتنه سر برکرد — فغان به شهر تظلم بداور آمد باز
کبوتری بدم از چنگ باز رسته دریغ — که چنگ باز به پای کبوتر آمد باز
جز آب دیده نه شوید غبارِ سینه کنون — که خیلِ غمزه به صحرای دل در آمد باز
بسوز خسرو اگر بخت سایه‌ات نه کند
که آفتابِ حوادث برابر آمد باز

۱۱۰۱ [۱]

دمید صبح مبارک طلوع، ساقی خیز — بدلنوازی می صافی به جام روشن ریز
شراب و شاهد و مطرب به مجلس آر کنون — که در صبوح نشسته ست صوفی گه‌خیز
چو رفت توبه ام ار صافی نیست دُردِ سیاه — بیار و در کلهٔ صوفیانهٔ من ریز
به دردِ عشق بمیرم دلی دوا چه کنم؟ — ز روی خوب میسر نمی‌شود پرهیز
ره حجاز بزن گریهٔ خرابیِ من — نشانِ هجر و بیابان ببر ز راه حجیز
پیاله ام به لب و خون چکان ز دیدهٔ من — چه خوش همی خورم آن باده‌های خون‌آمیز
بکش مرا به من و وز فراق باز رهان — که زنده گردم از این مردنِ خیال انگیز
مدام جرعهٔ خود ریز بر سرِ خسرو
ز لب بمردن و بر گور بالشش آویز

۱۱۰۲ [۲]

نازنینان و چار بالشِ ناز — خاکساران و آستانِ نیاز
جور و خواری کشیدن از محبوب — خوش تر است از هزار نعمت و ناز
گوشِ مجنون و حلقهٔ لیلی — سرِ محمود و آستانِ ایاز
نام و ناموس و دین و دنیا را — چه محل پیش عاشقِ جانباز
ای که عیبم همی کنی در عشق — یک نظر بر جمالِ او انداز

---

[۱] درین غزل محذوف است۔ [۲] درین غزل محذوف است۔

عشق در ہر دلے فرو ناید | زاں کہ ہر سینہ نیست محرم راز
من از ایں در کجا توانم رفت؟ | مرغ پر بستہ کے کند پرواز؟
نہ قرارے کہ لب فرو بندم | نہ مجالے کہ بر کشم آواز
گر بہ بوے تو جاں بر افشانم | ہم بہ بوے تو زندہ گردم باز
ہمہ گفتار دشمناں مشنو | یک دم آخر بہ دوستاں پرداز
ساعتے ایں شکستہ را دریاب | یک زماں ایں غریب را بنواز
امشب از رفتہ با ز نتواں گفت | زاں کہ شب کوتہ است و قصہ دراز

خسروا ار گریہ کرد معذور است
کش چو شمع است کار سوز و گداز

۱۱۰۳ لہ

شب زلف تو شد نشانۂ روز | دور کن آں شب از کرانۂ روز
طرفہ خالے ست در میان رخت | شب کہ دیدہ ست در میانۂ روز؟
روز و شب زان تست زاں خط و خال | دام شب کردہ ای و دانۂ روز
روے تو می کند جہاں روشن | چہ نہی بر جہاں بہانۂ روز؟
بندۂ تست آفتاب کہ ہست | چشم روشن بہ چشم خانۂ روز
زیر پاے تو ریزم ار یابم | گوہر مشرق از خزانۂ روز
بار دہ تا بہ دولت بزنم | نوبت ملک پنج گانۂ روز

بندہ شد ہمچو خسروت خورشید
گرچہ ہست او شہ یگانۂ روز

۱۱۰۴ لہ ب

باز نوروز آمد و درہاے بستاں کرد باز | گل جہانے را بہ روے خوبش خنداں کردہ باز
غنچہ بہر صد درم گل را بہ زنداں کردہ بود | زر بہ داد آں گہ صبا و قفل زنداں کرد باز

لہ دریں غزل محذوف است ۔ لہ مطابق نسخۂ ان ۔

در عرق شد غنچه از گرما و تنگ آمد ز خویش ❊ باد خوش می آید از گرما گریبان کرده باز
چرخ گردان بهر ما را ساخت از گل کوزه‌ها ❊ ابر آن گه کوزه‌ها بر آب حیوان کرده باز
بالش سلطان گل در خار جائے شاخ بین ❊ جز ز بهر بار دادن چتر سلطان کرده باز
چند سوزی زلف سنبل بین که اے نرگس ترا ❊ آرزوے دیدن خواب پریشان کرده باز
یا رب این ابر ست در صحن چمن گوهر فشان ❊ یا شهنشاه جهان دست زر افشان کرده باز؟
تا ز خسرو دست گیری یافت در مدحش قلم ❊ از سخن گفتن زبان بهر درِّ عمان کرده باز

۱۱۰۵ [له] ت

بوستان بشگفت و روے لاله خندان گشت باز ❊ بر رخ گل طرهٔ سنبل پریشان گشت باز
سبزهٔ خط چند بهر خواندن بلبل نوشت ❊ بلبل آن گه از خط خوبان غزل خوان گشت باز
خون لاله گوئیا خواهد چکید از تیغ کوه ❊ با چکید آن خون که کوه آلوده دامان گشت باز
بید هم بر سایهٔ خود تیغ لرزان بر کشید ❊ سایه زیر پاے بید افتاده لرزان گشت باز
ساغر لاله پر از مے گشت و هم از بوے او ❊ سبزه بر روے زمین افتان و خیزان گشت باز
بس که مرغان در هواے باغ پر در پر زدند ❊ باد گفتا کاین مگر چتر سلیمان گشت باز
ماه رویان دی تماشا سوے بستان می شدند ❊ آفتاب از بر رخ بنمود و پنهان گشت باز
سایه می گیرد زمین را زین تعجب در چمن ❊ سایه‌هاے گل پر از خورشید تابان گشت باز
بس که بهر سایه‌شان در فشان گشت آفتاب ❊ سایه‌هاے رخنه بر دیوار درخشان گشت باز
زلف خوبان سر فرو افگنده و در هم بماند ❊ کز پریشانی مرا کشت و پریشان گشت باز
یاسمین و لاله را یک دست بر دی باد گرم ❊ بوسه‌هاے نازک از رخسار ایشان گرفت باز
خفت نرگس مست و از فریاد بلبل برنخاست ❊ نیم شب کز مجلس مخدوم گیهان گشت باز
شعر خسرو را فرو خواندند مرغان چمن ❊ بے دلے کامد به سوے باغ بے جان گشت باز

[له] مطابق نسخهٔ ن ـ

با پستهٔ میگونِ تو شکر چه کند کس ؟ | با خندهٔ میمونِ تو گوهر چه کند کس ؟
با روے خود آئینه برابر منه اے جاں | خورشید بر آئینه برابر چه کند کس ؟
چوں روے توام نیست، جهاں را چه کنم من ؟ | بے دیدنِ رویت به جهاں در چه کند کس ؟
ور (۱) زلف تو صد جور کند بر دلِ عاشق | اے ترک بداں هندوے کافر چه کند کس ؟
با (۲) چشمِ جفاکارِ تو گویم که "وفا کن" | گوید "من ازا بهانه کنم گر، چه کند کس"
بسیار بکوشم که رسم من به تو، لیکن | با بختِ بد و گردشِ اختر چه کند کس ؟
گفتی که "فلاں جهد نه کرد از پے وصلم" | خوں کرد دلِ سوخته دیگر چه کند کس ؟
خسرو که فدا کرد دل و جاں ز پے تست | ور نه دل و جاں هر دو فدا بر چه کند کس ؟

۱۱۰۷
کار دلم از دست شد اے دلربا فریاد رس | تنها فراقم می کشد آخر بیا فریاد رس
تا چند بر من دم به دم از هجرِ عاشق کش ستم ؟ | بهرِ منت گر نیست غم بهرِ خدا فریاد رس
تا کے (۳) رقیبت هر زماں در خونِ ما گوید سخن ؟ | یا هم به دستِ خود زما خوں ریز یا فریاد رس
تا از تو دلبر مانده ام بے خواب و بے خور مانده ام | چوں در غمت در مانده ام درمانده را فریاد رس
شد بر جامِ عیشم بے صفا جانم لگد کوبِ جفا | بگذشت چوں عمر از وفا اے بیوفا فریاد رس
آں هر دو چشمِ دلستاں از عالمے بربود جاں
یک جانِ خسرو را از آں هر دو بلا فریاد رس

۱۱۰۸
بیا که بزم (۴) طرب را چمن نهاد اساس | بیا که بادِ صبا گشت عیسوی انفاس
بنوش بادهٔ گلگوں به طرفِ باغ که من | ز پا فتاده ام از دستِ محنتِ افلاس
چه حکمت است نه دانم که ساقیِ گردوں | مدام خونِ جگر می دهد مرا از کاس
کسے ز چهرهٔ مقصود خود نه یافت نشاں | از آں زماں که نهادند سر نگوں این کاس

---

(۱) بیت در ن محذوف است۔ (۲) بیت محذوف است و بیت ذیل به جائش اضافه است: جائے که حدیثِ لبِ شیرینِ تو گویند ٭ بیهوده سخن از لبِ تو هر چه کند کس (۳) در ن بیت محذوف است و بیت ذیل زائد است: قطعه ست شب تا صبح گه بر ما که نتوان گفت ده ٭ بگذشت چوں ازاو ... ما فریاد رس۔ (۴) در ن غزل محذوف است۔

به راه کعبه که از هر طرف کمین گاهی ست — اگر ز خویش گذشتی قدم منه به هراس
کسی به دلق مرقع کجا شود درویش؟ — چو سینه صاف نه باشد چه سود ترک لباس
درون چو پاک شود از کدورت اغیار — تو خواه جامهٔ اطلس بپوش خواه پلاس
حدیث دوزخ و جنت دگر مگو خسرو
وصال یار طلب کن گذر از این وسواس

۱۱۰۹
خرابیٔ من از آن چشم پر خماری پرس — هلاک جانم از آن لالهٔ بهاری پرس
ز زخم غمزه چه پرسی که در جگر چند است؟ — ز صد فزون ست ولی زخمهای کاری پرس
غلام چشم توام گرچه ناوک تو خوش است — ولیک لذت آن از دل شکاری پرس
دلم که زود فراموش می کند خود را — میرس هیچ ز هجران و بیقراری پرس
[۱] مراست دردسری از خمار مستیٔ عشق — علاج دردم از آن نرگس خماری پرس
کجاست دولت آنم که بر درت باشم؟ — نشان من به سر کوی خاکساری پرس
[۲] روای صبا ز بهر مسافران فراق — از آن دو لب سخنی چند یادگاری پرس
سرود ذوق فراوان شنیده ای اکنون
بیا ز خسرو ذوق فغان و زاری پرس

۱۱۱۰ [۳]
دل ببردی به جنگ جوئی و بس — خو گرفتی به تندخوئی و بس
بس کن این چند از این جفا کردن — یا به عالم تو خوب روئی و بس
مژده ام از غم وصلتم این ست — که ز دل خون من بجوئی و بس
سحر تو نیک می کشم دریاب — اندر این فن تو یار اوئی و بس
پیش تو حال بیکسی مرا
کس نه گوید مگر تو گوئی و بس

---

[۱] درین بیت محذوف است۔ [۲] درین بیت محذوف است۔ [۳] درین غزل محذوف است۔

1111 ای ز تو کارسازی همه کس — همه را هم تو کارسازی و بس
هست عرفان تو به عقل چنانک — کو بسنجد کسی به پر مگس
از من ادراک تو بدان ماند — کابلهی کرده باد را به قفس
در صفات کمال هستی تو — عقل مست است و ناطقه اجرس
پیش حکم تو هست هیجده هزار — روز طوفان و باد پارهٔ خس
مردم از تو بزرگ معنی شد — نی به صورت لباس فیل و فرس
که بیادت نفس زنند به صدق — آسمان بر پرد ز باد نفس
زیر پای گلیم پوشانت — پایمال است مفرش اطلس
کی رسم در تو کمن که در پیشت؟ — سایه آهن شد از هوا و هوس
سوخته باد خسرو از شوقت
راست چون دیو از شهاب قبس

1112 تعالی الله چه دولت داشتم دوش — که بود آن بخت بیدارم در آغوش
چو در گرد سر خود گشتنم داد — ز شادی پای خود کردم فراموش
در آن چشمی که نه خفته نه بیدار — نه بیهش بودم از بودن نه با هوش
خوش آن حالت که گاه گفتن راز — دهانم بود نزدیک بنا گوش
چه سودا می پزی ای جان شیرین؟ — مگس خفته چه بیند شربت نوش؟
دو سه بارای خیال یار با من — بگو خوابی که دیدستم شب دوش
نگویم حال خود با کس که قصاب — به قطعه کردن است و گشته خاموش
فغان خسرو است از سوزش دل
بنالد دیگ چون ز آتش کند جوش

۱؎ درین غزل محذوف است ۔

۱۱۱۳
مرا کارے ست مشکل با دل ریش | کہ گفتن می تیارم مشکلِ خویش
خیالت داند و چشم من و غم | کہ ہر شب در چہ کارم با دلِ خویش؟
ز دلہا پس ماندگاں یادے کن آخر | چہ رانی تند جانا محملِ خویش؟
مرا در اولیں منزل رہ افتاد | ترا خوش باد راہ و منزلِ خویش
نہ من زاں گونہ در دریا فتادم | کہ آید گشتنم در ساحلِ خویش
چہ[۱] فرصتہا کہ گم کردم درایں راہ | ز بختِ خوابناکِ غافلِ خویش

کم آز جولانی آخر در رہ ما
چہ خسرو خاک کرد آب و گلِ خویش

۱۱۱۴ ب
دلِ من برد نتواں یافت بازش | کہ دستے نیست بر زلفِ درازش
شدم در کندن جاں نیم کشتہ | ز چشمِ نیم مست و نیم بازش
بہ من بخشید اجلہائے خود آں خلق | کہ میرم ہر زماں در پیشِ نازش
چرا محمود از غیرت نہ میرد | کہ میرد دیگرے پیشِ ایازش
بہ کارِ دوست جاں ہم نیست محرم | کہ با بیگانہ نتواں گفت رازش
رہا کن تا کفِ پایت ببوسم | پس آں گہ شوئیم از اشکِ نیازش
شبے خواہم بہ بالینت فشوم شمع | تو در خوابِ خوش و من در گدازش
دلم افتاد در چوگانِ زلفش | بہ بازی گوئے دیوانہ مسازش

جفا ہا می کنی بر من مکن شرم
کہ شد شرمندہ خسرو زاں نوازش

۱۱۱۵ [۳]
دلِ من چوں سوددواز وثاقش | کہ ماند آں بختہ زار روئے طاقش
عجب سیارہ دارد دلِ من | کہ می سوزد جہانے در احتراقش

---

[۱] بیت درن محذوف است [۲] بیت درن محذوف است۔ [۳] درن غزل محذوف است۔

هزارم دیده باید گاه جولانش   که بندم فرش در راهِ براقش
مکن ضایع طبیبا مرهمِ خویش   که خوش می‌سوزم از داغِ فراقش
گزیده شد دلم از جان که جانش   سگِ دیوانه شد در اشتیاقش
کجا یا چون تو سیمین ساق ماند؟   درخت گل که همه خار است ساقش
جفاهای ترا گر دال کند چرخ
نه رنجد جانِ خسرو از نفاقش

۱۱۱۶ غ

اگرچه پرسشِ من نیست رایش   رها کن تا بمیرم زیرِ پایش
زمین را بهره زان پا گو سرم دور   به غیرت هر دم از خاکِ سرایش
سرِ ما در کمند و شه به جولان   چه غم می دارد از مشتِ گدایش؟
چو از ما رفت یاران جان بی‌شرم   بدالآری توانی داشت جایش
ترا خون ریزِ عاشق نیست حاجت   که هجران نیک می‌داند سزایش
شرابِ شوق کز جنت دلم خورد   گواران باد آن نقلِ بلایش
تو کش یارا که خواهد مرد بی تو
که خسرو کرد خود را آزمایش

۱۱۱۷ [۱]

مائیم و شبی و یار در پیش   جام می خوشگوار در پیش
وقتِ چمن و شگفته باغی   بی زحمتِ خارِ خار در پیش
گل آمده و خزان گذشته   دی رفته و نوبهار در پیش
من بیهش و مستِ یار و یارم   نی مست و نه هوشیار در پیش
دستم به لب و نظر به رویش   می برکف و لاله زار در پیش
رفت آن که چو غنچه بود یک چند   در بسته و پرده دار در پیش

---

۱ درین غزل محذوف است۔

امروز چو شاخِ گل به صد لطف ، آمد ز برائے یار در پیش
اے دور فلک اگر ترا ہست ، وقتے به ازایں بیار در پیش
مستِ حق را که ہست با دوست ، زیں گونه ہزار کار در پیش
خسرو مئے ناب کش که زیں پس
نارد فلکت خمار در پیش

۱۱۱۸ ؎

دزدانه در آمد از درم دوش ، افگنده کمندِ زلف بر دوش
برخاستم و فتادم از پاے ، چوں او بنشست رفتم از ہوش
گشتم به نظارهٔ جمالش ، حیران و خراب و مست و بیہوش
آں نرگسِ نیم مستِ جادوش ، آہو برہ اے به خوابِ خرگوش
ہر کس که ببیندت به یک روز ، ملکِ دو جہاں کند فراموش
بے روے تو نوش می شود نیش ، وز دستِ تو نیش می شود نوش
یک حلقه به گوشِ خسرو انداز
کو بندهٔ تست و حلقه در گوش

۱۱۱۹ ؎

ای زده ناوکم بجاں یک دو سه چار و پنج و شش
کشته چو بنده ہر زماں یک دو سه چار و پنج و شش
گفته به وعده گر گہے یک شب از آں تو شوم
روز گذشته در میاں یک دو سه چار و پنج و شش
گفت صبا ز غیرتم کا یدا گر ز کوے تو
ہمره بوے تست جاں یک دو سه چار و پنج و شش

؎ دریں غزل مخذوف است۔

پیشِ درِ تو ہر نفس از ہوسِ دہانِ تو
بوسہ زنم بر آستاں یک دو سہ چار و پنج و شش
منعِ دو چشم کن کہ شد از دل خستہ ہر دمے
رابتِ آں دو ناتواں یک دو سہ چار و پنج و شش
گاہِ نظارہ چوں کہ تو جلوہ کنی جمال را
کشتہ شوند عاشقاں یک دو سہ چار و پنج و شش
آہ فغاں ز مردماں بس کہ ہمی کند دمے
خسروِ خستہ دل فغاں یک دو سہ چار و پنج و شش

۱۱۲۰ [لہ]
پیشِ چشمِ خود مگو گر با تو گویم سوزِ خویش
زاں کہ می دانی مزاجِ غمزۂ کیں توزِ خویش
غمزہ را گو ہیبتِ شاہاں زن کہ نہ مردانگی است
بر گدایاں آزمودن خنجرِ فیروزِ خویش
من چو گردم کشتہ، گر گاہے بگردانی بہ زلف
جانِ من گر زِ سرِ آں ناوکِ دلدوزِ خویش
ہمرہِ جاں کردم از جولانت گردی تا کنم
توشۂ فردائے حشر ایں نعمتِ امروزِ خویش
خاک شد جانہا بہ رہ مپسند از بہرِ خدا
ایں غبارِ غم بر آں روئے جہاں افروزِ خویش
ہر شبے پیشِ چراغے سوزِ خود گویم از آنک
سوختہ با سوختہ بیروں فشاند سوزِ خویش

لہ: ایں غزل محذوف است۔

درد لم باز آمد او یاری کن اے خون جگر
تا بگریم سیر من بر روزگار و روز خویش
بنده خسرو بر رخ از خوں حرف بے صبری نوشت
تا کند تعلیم رسوائی به صبر آموز خویش

۱۱۲۱ لہ
گر نه من دیوانه گشتم زیں دل بد نام خویش
ہر چه گویم صیاد مرغ را پیغام خویش
چوں در آید شام آتش در دلم گیرد ز ہجر
خوش چراغے می فروزم ہر شب اندر شام خویش
رفت خوابم ناگہاں چندانکه خیال موے تو
سلسله بندم به پاے جان بے آرام خویش
نیست چوں بخت وصالم بہر صبر از خون دل
ہر دمے یک جا نویسم نام تو با نام خویش
صد سموم فتنه ز آهِ خلق سویت می وزد
در رہے پنہاں مکن بنجشا بر رخ گلفام خویش
کیست خسرو تا لب خود رنجه داری در جوابش
این چنیں ہم جا بجا ضایع مکن دشنام خویش

۱۱۲۲ ۲ہ
سالہا خوں خورده ام از بخت بے سامان خویش
تا زمانے دیده ام روے خوش جاناں خویش
از خیال او چه نالم رفت چوں کارم ز دست
من به خون خویش پروردم بلاے جان خویش

له درین غزل محذوف است ۲ه درین غزل محذوف است

بس که خود را گم کنم شبها بگردِ کوی تو
ره نه یابم باز سوی خانهٔ ویرانِ خویش
مزدِ دندانم بر آن دردم که خنجر دلبر بود
بی تو چون انگشتِ حسرت خایم از دندانِ خویش
گر کشندم بهر او پیشِ وی به من آتش زنند
تا همی سوزم همی بینم رخِ سلطانِ خویش
شهسوار عاشقان را در رهت سر خاک شد
تو کجا زاری سر و پروانهٔ یک دانِ خویش
می کشم خاکِ درت در چشم و کشته می شود
چند خونابه خورم زین دیدهٔ گریانِ خویش
از جفای تست خون اندر دل خسته مدام
از وفا نبود که باشم در پی سامانِ خویش ۱۱۲۳
ای جفا آموختی از غمزهٔ بدخوی خویش
نیکویی نآموزی آخر از رخِ نیکوی خویش؟
می روم[1] زین راه بیدا در جفا از خوی تو
بد نه باشد گرد می بازار بس از خوی خویش
چون تنم از ناتوانی موی شد بی هیچ فرق
فرق کن گر می توانی از تنم تا موی خویش
چون[2] به پهلوی خودم در رنج و بس ترسم کزین
خویشتن را هم به بینم بعد ازین پهلوی خویش

[1] درین بیت محذوف است۔ [2] درین بیت محذوف است۔

روی من از اشک زر رویت از صفا آئینه شد
روی خود در روی من بین روی من زر روی خویش
یک دم ای آئینهٔ جان رو نما تا جا کنم
بر سرِ دستِ خودت یا بر سرِ زانوی خویش
چشم باشد زیر ابرو در تو باشی چشم من
از عزیزی شانمت بالاتر از ابروی خویش
از نزاری آن چنان گشتم که گر می بنگرم
می توانم دیدن از یک سوی دیگر سوی خویش
یک شبی دزدیده می خواهم که آیم سوی تو
که شفیع عفو باشی بر سگان کوی خویش
گر خیالِ قامتت اندر سرِ سرو افتد
سرنگون همچون خیال خود فتد در جوی خویش
گوشش هندو پاره باشد در منم هندوی تو
پاره کن گوشش و مکن پاره دل هندوی خویش
هر زمان گویی که خسرو جادوی چون می کنی
این مپرس از من، بپرس از غمزهٔ جادوی خویش

۱۱۲۴ ب
گر مرا با بخت کاری نیست گو هرگز مباش
ور لبا مال روزگاری نیست گو هرگز مباش
من سگِ خشک استخوانم بس که از تیر قضا
بهر من فربه شکاری نیست گو هرگز مباش

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین بیت محذوف است ۳ درین بیت محذوف است ۴ این بیت محذوف است

هر خسے[۱] را از گلستانِ جہاں گلہا شگفت
گر مرا بوے بہارے نیست گو ہرگز مباش"

چہرۂ زریں و سمیں سینہ ترکاں بسے
با زر و سیمم نگارے نیست گو ہرگز مباش"

آسمان دادست دامانِ مرادِ ناکسان
گر مرا پیوند دارے نیست گو ہرگز مباش"

غم خود از عشق ست گو در جانِ من جاوید باد"
گر غمم را غمگسارے نیست گو ہرگز مباش"

عشق بازی با خیالِ یار ہم شبہا خوش ست
بارے از بوس و کنارے نیست گو ہرگز مباش"

سرخوشم از دُردِ دردے و از ساقیٔ عیشِ آظ
بہرِ من چوں دردخوارے نیست گو ہرگز مباش"

مَن[۲] خراب و مستِ یاراں ہم کہ گر دارد مرا
گر بہ مجلس ہوشیارے نیست گو ہرگز مباش"

مجلسِ عیش ست و جز خسرو ہمہ مستند اگر
ناکسے و نابہ کارے نیست گو ہرگز مباش

۱۱۲۵ [۳]

مست و لایعقل گذشتم از درِ میخانہ دوش
سالکے دیدم نشستہ پیشِ پیرِ مے فروش

گشتہ از دنیا و ما فیہا بہ کلّی اختیار
از پے یک جرعہ مے بر باد دادہ عقل و ہوش

---

۱ درین بیت محذوف است و بیت ذیل زائد است ؎
سر بہ خشتِ مختم خوش گشت گر تاج سرے ٭ بہر چوں من خاکسارے نیست گو ہرگز مباش
۲ درین بیت محذوف است ۳ درین غزل محذوف است۔

مطربان افتادہ بے خود ہر یکے بر یک طرف
از تغیر آسودہ چنگ و از فغان بربط خموش
شمع مجلس ایستادہ زرد و لرزان و نزار
آتشے بر سر و دیدہ آمدہ خونش بہ جوش
خواستم تا بگذرم زاں در کہ ناگاہ از درون
چشم سالک بر من افتاد و در آمد در خروش
گفت اے غافل کجائی چند گردی ہر طرف
بگذر از خویش و در آ و ز شرب ما یک جرعہ نوش
تو ہم از دُردی کشاں شو در خراباتِ مغاں
تا بیابی ہر چہ خواہی ایں نصیحت دار گوش
نیست در خوردِ تو خسرو ایں حکایت ہا برو
۱۱۲۶ آتشے چنداں نہ داری بیہدہ چندیں مجوش ب
دل کہ برد از ما اگرچہ مبتلا می داردش
گر خوش ست او را بدیں بگذار تا می داردش
از کہ پرسم ناکجامی دار داں در ماندہ را؟
اے صبا از من بپرسی ہر کجا می داردش
پند گوید عقل، لیکن کے کند فرمانِ عقل
آں کہ بے فرمانِ او دل در بلا می داردش
اے مسلماناں زآہِ عاشقاں یاد ش دہید
کاں رقیبِ نا مسلماں در بلا می داردش

لہ دریں بیت محذوف ست۔

غمزهٔ جان دارے ست آن سلطانِ خوبان را عقیق[۱]
کز پے جان بردنِ مشتِ گرامی دارد ش
چند[۲] مانند جان مسکینے که هر شب تا سحر
همچو بیماران به افسوس و دعا می دارد ش ؟
سرو را نبود قبا، سروست بالایش ولیک
بے بلائے نیست آن کاندر قبا می دارد ش
از اجل نالد همه کس کاو کند جان را جدا
من ز بختِ خویشتن کز من جدا می دارد ش
چند گه دیگر نخواهم کرد هم با او وفا
آن همه خوبے که با ما بے وفا می دارد ش
گر سلامت نیست بارے کم ز دشنامی کز و
۱۱۲۷ گوش خسرو را که در راه صبا می دارد ش غ
مایه جان در ماندهٔ دل سوے ما می خواندش
وه که این بر خود نه بخشد وه کجا می خواندش؟
تا هوس یار زیستن دل را همی گفتم مخوان
چون ز جان برخاستم بگذار تا می خواندش
چون[۳] ستاده بهرِ رفتن دین و دل بیگانه خواه
غیرتے هم نیست کز دستِ صبا می خواندش
خیز اے ابر و بسر زین دیده آبے و بشوے
پاے آن سرو و بگو آن گه که ما می خواندش[۴]

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین بیت محذوف است ۳ درین بیت محذوف است ۴ درین بیت محذوف

مردماں را از بلاے دل مرا تشویشِ جاں
من قیامت خرامم و خلقے بلا می خواندش

چشم او در جادوے تا خلق دیوانہ شوند
خلق دیوانہ شدہ ہر دم دعا می خواندش

خواہمش در جاں و گوید خانۂ من نیست ایں
باچنیں بیگانگی دل آشنا می خواندش

ماہ مردن بر درش مشتاق را با آں چہ کار؟
کو ہمی راند ز پیش خویش یا می خواندش

راست می گویند "باشد کور عاشق" زاں کہ نیست
خاکِ پایش، چشم خسرو توتیا می خواندش

١١٢٨ ت

مشکِ تر بر مہ پراگندی و شب می خوانیش
برگِ گل را پر شکر کردی و لب می خوانیش

آفتابِ نیم روزی و بہ خدمت کرد نت
می رسد خورشید اگر در نیم شب می خوانیش

ہست بر خورشید پیشت نام خورشید سے خطا
تو بدیں نام از پے حسنِ ادب می خوانیش

نسخہ اے کز خطِ تست اندر دلِ سوزانِ من
سحر آتش بند یا تعویذ تب می خوانیش

لب رطب سازی و آں گہ خستہ از دنداں کنی
خستہ از دندان من کن گر رطب می خوانیش

ماهِ[1] من زلفِ ذنب وش را چه می گیری به دست
ماه کی گیرد ذنب را چون ذنب می خوانیش

نالهٔ[2] عشاق را شور و شغب گفتی ز چیست؟
نفخ صور است این که تو شور و شغب می خوانیش

با رقیب[3] نیست کار و خوانیش می دانم این
تا مرا سوزی ز حسرت بی سبب می خوانیش

سجده کردن پیشِ طاقِ ابرویت از دوستی
فرض شد بر خسرو او را تو مستحب می خوانیش

۱۱۲۹ [4]

دوش ما بودیم و جامِ باده و مهتاب خوش   وان پسر مهمان و عشرت را همه اسباب خوش
سوی لب می برد جام و انگبین می گشت قند   پس که می را چاشنی می داد زان جلاب خوش
از خم ابرو سخن می گفت آن خورشید رو   من نماز چاشت می کردم در آن محراب خوش
گفتم امشب خرّم و خوش دید مست از خواب   پاسبان خفته نباید گرچه بیند خواب خوش[5]
خواب بود آن یا خیال آخر کجا شد آن نشاط   از لب و روی و شراب و خلوت و مهتاب خوش
بر لبش تا سرخ کردم دیده پر خون ماند چشم   جوشش خون را فرو شاند از لب عناب خوش

خسروا خوش خوش ز دیده خون نابی می خوری
تا منم از چشم خود هرگز نه خوردم آب خوش

۱۱۳۰

خوش رخیست آن که گه گه در نظر می آیدش   لیک حیرانم که دل بر جای چون می بایدش؟
زلف بر بالین داد در خوابِ خوش دوش رقیب   با چنان تشویشِ دلها خواب چون می آیدش؟
صوفی ما دعوی پرهیزگاری می کند   باش تا ساقی مستان روی خود ننمایدش

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین بیت محذوف است، ۳ درین بیت محذوف است
۴ درین غزل محذوف است۔

ساقیا چون[۱] دور گردانی ز خونِ من بشوی — آن لب ساغر که بهای توی آلایدش
عشق را اسباب خونِ من همه حاصل شدست — یک کرشمه از سر ابروی تو می بایدش
باغ رو جانا که نرگس در هوای روی تست — روی گل می بیند اما دل نه می آسایدش
عاشق مسکین و کنجی و خیالی و غمی — چون کند بیچاره چون دل با کسی نکشایدش
نیست عاشق را دوائی بهتر از صبر و شکیب — گر بود دانا چنین دانم، همی فرمایدش
خسروا دل بد مکن گر یار بد خولیست، از آنک
هر چه با آن روی زیبا می کند می شایدش

۱۱۳۱ — د

آیتی از رحمت آمد گرچه سر تا پا تنش! — هم دعائی می دهم از سوزِ دل پیرامنش
سوخت جان در شعله‌ای نامد برون ز پیشِ او — زان که ترسم دل بسوزد ناگه از سوزِ منش
شمع را سوز دلِ پروانه چون روشن نبود — سوخت خود را و آتشِ خود کرد بیدار و شنش
باز ویم طوقِ سگانِ کوی او بوده بسی — حیف باشد کاین سفال آویزم اندر گردنش
وه که داماندش چرا گیرد ز خون چون منی — من که نپسندم سرشکِ خونِ خود پیرامنش
دل که با دامانِ یوسف چشم یعقوبی نداشت — آن نه خونِ خود در دغی نیست بر پیراهنش
خاک می سازد تنِ خود خسروا اندر راه دوست
تا شود گردی و بنشیند به روی دامنش

۱۱۳۲

شد دل من[۲] خون ز داغِ هجر او یا رب کیش؟ — بینم و از دیده و دل آورم نقل و میش
دی به ره بود او روان و من فتادم بر زمین — می شد او چون آفتاب و من چو سایه از پیش
شرح روز نها که از تیر تو دارد سینه ام — تا بگوید پیش تو بنواز یک دم چون نیش

[۱] درن بیت محذوف است
[۲] درن غزل محذوف است

تا ز تابِ عارضش خلقے بسوزد ہر زماں — می زند بر آتشِ رخسارِ او آبِ خویش
آں کہ بر خاکِ درت لاف از گدائی می زند — کے بہ پیشِ چشم آید شاہیٔ روم و ریش
راہِ عشق ایں ست اگر بسیار خسرو را ہنوز
رہ بباید کرد تا وادی درایں منزل طیش

۱۱۳۳ — ب

صبحِ دولت می دمد از روئے آں خورشید وش — در چنیں فرخ صبوحی ساقیا یک جام کش
چوں[1] من از بازوئے ہمتے وز روز افزوں کنم — در نیارم سر بہ تاجِ روم و اکلیلِ حبش
مے کہ بر ما زہر شد ہم تو کنی آبِ حیات — تا نہ گیری عیبِ ما اول بگو یا خود بچش
بر لبت گازے زدم بوئی دل و دین و خرد — مہرہ بر چیں چوں کہ نقشِ کعبتین آمد دو شش
بہتریں روز مرا روزِ بدی آمد از آنک
ہست خسرو شیشہ و آں سنگدل دیوانہ وش

۱۱۳۴

نامِ سرچشمۂ حیواں[2] چہ بری با دہنش؟ — سخنِ قند مگو با لبِ شکر شکنش
گر زند با دہنش پستہ ز بے مغزی لاف — ہر کہ بیند شکند با لب و دنداں دہنش
اے صبا گوئے ز من غنچۂ تو دامن را — ”چیست آں غنچہ کہ پنہاں شدہ در پیرہنش؟“
دوش جستم ز دہانش خبرِ آبِ حیات — گفت ”باید طلبید از لبِ شیریں سخنش“
گر شود در غمِ تو چہرۂ عاشق کاہے — باز گلگوں کند از خونِ دلِ خویشتنش
زلفِ کج طبعِ تو ہندوے بلا انگیز است — چشمِ سرمستِ تو ترکے ست کہ یغما ست فنش
روز و شب وصفِ رخِ خوبِ تو گوید خسرو
تا چہ طوطی ست کہ از آئینہ باشد سخنش

---

[1] درین بیت محذوف است — [2] درین غزل محذوف است

۱۱۳۵

آن سخن گفتن[۱] تو هست هنوزم در گوش
وان شکر خندهٔ شیرین تو از چشمهٔ نوش

گریه می آیدم از دور به آوازِ بلند
که از آن گریه نمی آیدم آواز به گوش

سرو قد از چمن سبز به بیرون چه روی ؟
سر برون نازده از لاله تر مرز نگوش

دوش در خواب بدیدم رخ چون خورشیدت
نیم شب روز شد از شعلهٔ آهم شب دوش

اے بہ خشم از برِ من رفته و تنها خفته
چشم را گوے کہ چندیں طرفِ خواب بپوش

خسروا اگرم برون می دودت خواب ز چشم
دیگ دل شد مگر از پختنِ سودا خاموش

۱۱۳۶

از خدنگ[۲] غمزهٔ دلدوز خویش
پاره سازم سینه بهر سوزِ خویش

تا شبِ هجرانِ ناخوش در رسید
بعد از آن هرگز نه دیدم روزِ خویش

ز آشنایاں بر سرِ بالینِ من
نیست غیر از شمع کس دل سوزِ خویش

در خزانِ هجرم از دستِ رقیب
از وصالت کے رسد نوروزِ خویش

از رخت بر آسماں مه شد خجل
در چمن هم بوستاں افروزِ خویش

وا رهم از محنتِ هجراں تمام
گر بیابم طالعِ فیروزِ خویش

خسروا در کنجِ تنهائی مگوئے
رازِ دل با جانِ غم اندوزِ خویش

۱۱۳۷

زلف تو هر موئے[۳] و بادے در سرش
لعلِ تو هر گنج و خوبی بر درش

هست رویت شعلهٔ آتش ولے
شسته اند از عفت آبِ کوثرش

---

۱ تا ۳ هر سه غزلیات درین محذوف است

من نہ گردم گردِ آں چشمہ و لے | باد پیچیدہ ست بر نیلو فرش
خانہ اے کاں جا توئی پردہ بند | کآفتاب اندر نیاید از درش
چشمِ من در سبزۂ خطِ تو یافت | چشمہ اے کو خضر جست اسکندرش
ز آب میرد آتش ایں روشن تراست | آتشیں روئے کہ خوں دارد برش

آں زرہ کز زلف در بر کردہ ای
آہِ خسرو بس بود پیکاں گرش

۱۱۳۸

آں کہ[۱] از جاں دوست تر می دارمش | گرمرا بگذشت من نگذارمش
دل بدو دادم ز من رنجید و رفت | می دہم جاں تا مگر باز آرمش
آں کہ در خونِ دلِ من خستہ است | من دو چشمِ خویش می پندارمش
قالبِ بے روح دارم می برم | تا بہ خاک کوئے او بسپارمش
می دہم جاں روز و شب در کوئے دوست | گوہرے زیں بیش اگر در کارمش
روے در پائے تو می مالم، مرنج | گر بہ روئے سختِ خود می آرمش
گرچہ رویش داد بر بادم چو زلف | ہمچناں جانب نگہ می دارمش
گرچہ ہست او یارِ من، من یارِ او | من کجا یارم کہ گویم یارمش
ہیچ رحمے نیست بر بیمارِ خویش | آں طبیبے را کہ من بیمارمش

بادلِ خود گفتم او را "چیستی"؟
گفت خسرو[۲] "او گل و من خارمش"

۱۱۳۹

اے لب[۳] چوں شکرت چشمۂ نوش | اے رخ چوں قمرت غارتِ ہوش

---

[۱] و [۲] درن ہر دو غزل محذوف است

ورقِ گل بدریده ست صبا — تا بدید آں خطِ چوں مرزنگوش
ہردم از روئے خوں آلودۂ تو — لالہ را خونِ دل آید در جوش
دلِ عشاق چناں می ببری — کہ خبر می نہ شود گوش بہ گوش
کے بود آں کہ نشینم با تو؟ — بادہ در دست و گل اندر آغوش
من قدح دیر نہ دارم بر دست — تا تو مستانہ نہ گوئی کہ "بنوش"
لب نہم بر لبِ لعلت واں گاہ — مے لبالب کنم و نوشا نوش

خسروا تو بہ چو نیٔے در حدِ تست
بارے اندر طرب و مستی کوش

۱۱۴۰

شاد[1] باش اے شبِ فرخندہ دوش — کہ فلاں بود مرا در آغوش
نہ ہمی سیر شدا ز روئیش چشم — نہ ہمی پُر شدے از قولش گوش
ماجرائے دلِ خوں گشتۂ من — دیدہ می ریخت بروں من خاموش
مست بودم خبر از خویش نہ داشت — بادہ را گرچہ نہ می کردم نوش
او ہمی گفت سخن، من حیراں — او ہمی خورد مے و من بے ہوش
اے کہ آں روئے نہ دیدی زنہار — گر مقابل شوی اش دیدہ بپوش
ہست بازارِ تو در دلہا گرم — حسن چنداں کہ توانی بفروش

نالۂ خسرو بشنو کہ خوش است
بر درِ شاہ فغانِ چاووش

۱۱۴۱

در[2] غمِ آں دل کہ نگہدارندش — زیرِ آں زلفِ سیہ دارندش

---

[1] دریں غزل محذوف است — [2] دریں غزل محذوف است

مشک بے زلفِ تو نتواند بود   گر بہ شمشیر نگہدارندش
بر رخِ خوبِ تو ماند چیزے   مہ اگر زیرِ کلہ دارندش
در زماں سر بنہد بر پایت   پایت ار بر سرِ مہ دارندش
چشمِ خسرو بہ گہِ آمدنت
منتظر بر سرِ رہ دارندش

۱۱۴۲   ب

خلق بہرِ کار و من بر سرِ سودائے خویش   در ہوسے ہر کسے من بہ تمنائے خویش
گوید ہمسایہ ام "ہر شبت ایں نالہ چیست؟"   مویہ خود می کنم بر تنِ تنہائے خویش
سینہ[۱] بہ طاباک و من بنگرم از بیمِ جاں   چند عقوبت کنم بر دلِ شیدائے خویش؟
من چو زمی بینمت، لطف کن ار گہ گہے   من نہ ہمہ جائے خود بلکہ ہمہ جائے خویش
حسن فروشی بہ دل نالہ فروشی بہ جاں   سہل چنیں ہم مکن قیمتِ کالائے خویش
در دلِ تنگم ہمی جز تو نہ گنجد کسے   کز تہ ازاں بہ مخواہ حسبت بہ بالائے خویش
پا چو بہ کویت نہم غیرتِ کوئے ترا   سرمۂ دیدہ کنم خاکِ کفِ پائے خویش
من چو ز اندوہِ عشق جاں نہ برم لیک تو   خالِ ملامت منہ بر رخِ زیبائے خویش
در حقِ خسرو فتد ہیچ کہ ضایع کنی
رحمتِ امروزِ خود از پے فردائے خویش

۱۱۴۳

مستی گرفت شیوۂ[۲] آں چشمِ پر خمارش   شد ختم جاں فزائی بر لعلِ آبدارش
تا باغِ حسن گیرد نزہت، قضا نہادہ   سروے ز قامتِ او بر طرفِ جویبارش
افزود مہرش آں دم دل را کہ بے حجابے   بنمود روئے تاباں خورشیدِ سایہ دارش

---

[۱] درین بیت محذوف است   [۲] درین غزل محذوف است

آوازهٔ بُتِ حسن بشکست بے توقف | ناگاہ چوں بر آمد از روم و زنگبارش
از شب اثر نہ ماند از شام چوں بیاید | از شش جہاتِ گیتی از ما بہ پنج و چارش
بکشا ز قفلِ یاقوت آں درج زر بخندہ | کارم رواں ز دیدہ گوہر بسے نثارش
خوں ریز تیرِ غمزہ اش زاں روے شد کہ دارد | در نیم روز مسکن چشم سیاہ کارش
ظلمش گذشت از حد زاں قصہ عرضہ کردم | تا دادِ من ستاند ثانیٔ شہریارش

تا قافیہ ست باقی راند کلامِ خسرو
لیکن طریقِ احسن ایں جاست اختصارش

۱۱۴۴

خواہم کہ سیر بینم روئے چو یاسمینش | لیک آفتے ست فتنہ می ترسم از کمینش
بسیار زہد و توبہ باطل شد از لبانش | فتنہ ست آں کہ بیند گہ گاہ خشمگینش
دل رفت و روزہا شد کز وے خبر نیامد | اے دور ماندہ چونی در زلفِ عنبرینش؟
طاقت نہ دارد آں رخ از نازکی نفس را | اے بادِ تند مگذر بر برگِ یاسمینش
اے جامہ دار از اینساں چستش مبند یکتا | کز بخیہ نقش گیرد اندامِ نازنینش
بارے بہ تیغ راندن آں ساعدش ببینم | خیز اے رقیبِ بدخو بر مال آستینش
گویند شادماں شو شخصے چو غمزۂ او | من بستیے کہ دارم کایمن شوم ز کینش
من خود ز بہرِ خوبی بر روئے او نیارم | لیکن تو گفت بشنو بدخو مکن چنینش

خسرو بہ یک نظارہ دل را بہ باد دادی
گر جاں بہ کارت آید بارِ دگر ببینش

۱۱۴۵

دیدم چو آفتابے در سایۂ کلاہش | سایہ گرفتہ مہ را زاں طرۂ سیاہش
از[1] بس کہ در کلاہش بر دوختم دو دیدہ | بادامہا نشاندم بر بستۂ کلاہش

---

[1] ایں بیت محذوف است

او چشم داشت بر من، من زلفِ او گرفتم   تا بو کہ زندہ مانم زاں غمزہ در پناہش
دل رفت در زنخدانش آواز دادم او را   گفت اینکہ معلق در نیمہ راہ چاہش
بنوشت عارضش خط از بہر عرض خوبی   آں گہ بہ گرد عارض صف می کشد سپاہش
من چشم می نیارم کز وے نگاہ دارم   یا رب مگر تو داری از چشم من نگاہش
کرد آں گنہ کہ خسرو بخشیدہ خواست بوسے
بخشیدنی ست جانا گر ہست ایں گناہش

غ

۱۱۴۶

چندیں شبم گذشت بہ کنجِ خرابِ خویش   نورے نہ دادی ام شبے از ماہتاب خویش
روئے چناں مپوش ز عشاق کاہلِ دل   از تشنگاں دریغ نہ دارند آب خویش
دی سیر دیدم آں رخ و گشتم خراب لیک   نشناخت جانِ تشنہ قیاسِ شرابِ خویش
او حال پرسد از من و گریہ دہد جواب   فریادِ من ز گریۂ حاضر جوابِ خویش
معمورۂ مرادِ چہ گویم کہ جانِ من ؟   خو کرد با خرابۂ عیشِ خرابِ خویش
از عشق سوختم چہ کنم چوں ز روزِ بد   صبح دروغ می دمدم ز آفتابِ خویش
بینم شبت بہ خواب و ز مستی و بے خودی   گویم بہ درد با در و دیوار خوابِ خویش
گر نہ کباب[1] کردنِ دلہا شدش حلال   آں مست را بحل نہ کنم من کبابِ خویش
گر نزدِ دوست کشتنِ عاشق صواب شد
خسرو نہ دوستی ست کہ جوید صوابِ خویش

۱۱۴۷

تنہا من و دلے و غمے بہر جانِ خویش   مشغول با خیال کسے در نہانِ خویش
تا آورد بہ باد بوئے از آں مرغِ باغ ما   نزدیک شد کہ بر پرد از آشیانِ خویش

---

[1] در ن بیت محذوف است

ای[1] یوسفِ زمانه بیا تا بگویمت تفسیرِ "احسن القصص" از داستانِ خویش
خوش وقتِ ما چو از پےِ مردن به چشمِ جاں بینیم خاکِ کوے تو در استخوانِ خویش
تا[2] تیرِ خواب بو که زنیم هر شبے ز تو خوابے دروغ و راست کنم بهرِ جانِ خویش
در خود گماں برم که تو زانِ منی و باز گم کردم از چنیں عجبے در گمانِ خویش
بخت بدار ز کوے تو ما را بروں فگند کم گیر خاکے از شرفِ آستانِ خویش
رفت از درِ تو خسرو و اینک به یادگار
از خونِ دل گذاشت به هر جا نشانِ خویش

۱۱۴۸

ابرِ خوش ست وقتِ خوش ست و هوائے خوش ساقی بمست داده به مستاں صلائے خوش
بارانِ خوش رسید و حریفانِ عیش را گشت آشنائے جان و زہے آشنائے خوش
امروز[3] پارسائیِ زاہد ز بے زری ست کو زر که بے خبر شود آں پارسائے خوش
آں کس ز ہوشیاریِ عقل ست بے خبر کز باده بے خبر نه شود در ہوائے خوش
گرچه دعائے تو به خوش ست اے فرشته ہاں تا سوئے آسماں نه بری ایں دعائے خوش
مستانِ عشق را دل و جاں وقفِ شاہد ست حجت ز خطِ ساقی و مطرب گوائے خوش
بے روئے خوب خوش نه بود دل به ہیچ جا گل گرچه خوب رو بود و باغ جائے خوش
عشقِ بتاں اگرچه بلائے ست جاں گداز
خسرو به جان و دیده خرید ایں بلائے خوش

۱۱۴۹

دل بردو[4] زہره نیست که آں باز خواہمش یا خود ز صبر رفته نشاں باز خواہمش

---

۱ درین بیت محذوف است۔ ۲ درین بیت محذوف است و به جایش بیت ذیل زائد است ؎
بگذار گز زباں کفِ پات آبله کنم ؎ از ذکرِ تو چو آبله کردم زبانِ خویش
۳ درین بیت محذوف است ۴ درین غزل محذوف است

زاں جا کہ ناصبوریٔ دیوانگاں بود — پیداش دل دہم بہ نہاں باز خواہمش
نے خود چو دل کہ جانِ گرامی ست از من — ہرگز دلم نہ خواست کہ جاں باز خواہمش
ہر شبے کہ تا بہ سحر راز گویمش — واں رازِ گفتہ صبح دماں باز خواہمش
بوسے بہ وام برد خیالش ز من بہ خواب — بارِ دگر چو نیست ہماں باز خواہمش
دانم یقیں کہ باز نیابم ازاو، ولیک — تسکینِ خویش را بہ گماں باز خواہمش
دی باز کرد لب کہ زبانے دہد مرا — امروز عذرِ لب بہ زباں باز خواہمش

بس عذرہا کہ گفت بہ خسرو بہ گاہِ وصل
ایں عذر نیز اگر بہ تواں باز خواہمش

۱۱۵۰

ہر بامداد تا بہ شبم بر سرِ رہش — وقتے مگر کہ بنگرم از دور ناگہش
زاں گہ گہے کہ بو ز خوئے گل کند ز رخ — آتش سزد گلاب چو سیمیں بود جہش
آبے کنند[۵۱] ہر کسے اندر رہے سبیل — من خون خود سبیل کنم بر سرِ رہش
گویم ببخش جانِ من او گویدم کہ "نے" — جاں بخشِ من بس ست ہماں گفتنِ نہش
چوں گل ز رشک جامہ درانم کہ تا چرا ست — در گرد کوئے گشتن بادِ سحر گہش
مشکل[۵۲] کہ خویش را بتوانند باز یافت — آناں کہ گم شدند دراں روئے چوں مہش

فریادِ من ز نالۂ خسرو کہ ہر شبے
خفتن نہ می تواں ز نفیرِ الااللہش

۱۱۵۱

فرشتہ می نہ نویسد گناہِ دم بہ دمش — کہ از تحیرِ آں رو نہ می رود قلمش
نہ حدِ دیدنِ خلق ست روئے تو مگر آنک — قضا بہ قدرِ دو یوسف دہد جمال کمش
اگر بہ باغ روم دل بہ گیر دم دردم — کہ خوں گرفتہ دلِ من بہ گوشہ ہائے غمش

---

۵۱ در ن بیت محذوف است
۵۲ در ن بیت محذوف است

سماع و نالهٔ من نے ز خون دل جویند — که ارغنون جگر خواری ست زیر و بمش
کشم ز دستِ تو بر چوب جامهٔ پُر خوں — که هر که شاه بتاں شد چنیں بود علمش
کجا ز چاشنیِ درد دل خبر دارد — کسے که نیست خلاص از وظیفهٔ ستمش ؟
جفائے دوست به مقدار دوستی ست عزیز — اسیر عشق شناسد حلاوت المش
چه جائے بانگ مؤذن بدیں دل بد روز — که روزگار بسر شد به طاعتِ صنمش

به یک دم ست کز او جانِ خسروِ مسکیں
بمیرد ار نه بود یادِ دوست دم به دمش

۱۱۵۲

گر اے نسیم[۵۱] ترا ره دهند در حرمش — بوسی از من خاکِ نشانهٔ قدمش
بخواں به حضرتِ او ز نہار از سر سوز — تحیّتے که نوشتم همه به خون رقمش
ز بعدِ عرضِ تحیّت اگر بماند به رسد — غریب تا نه شماری ز غایتِ کرمش
میانِ دلبر و دل حاجتِ رسالت نیست — ولیک هم بنوشتیم ماجراے غمش
به تشنگانِ بیابان بحر باز رساں — که آبِ خضر نه یابی ز رشحهٔ قلمش
طرازِ زر نه بود زیبِ جامهٔ عشاق — بر آستیں بود از داغِ عاشقی علمش

ز خونِ دیدهٔ خسرو عجب مدار که خلق
بجائے نقل جگر می دهند دم به دمش

۱۱۵۳

ستمگرے که[۵۲] دلم شاد نیست جز به غمش — به خامه راست نیاید شکایتِ ستمش
هزار ناوکِ غمزه زده ست بر دلِ من — که هیچ آه ز من بر نیامد از المش
اگر ز دستِ اجل چند گه اماں یابم — به خاکِ پاش که سر بر نه دارم از قدمش

---

۵۱ درن غزل محذوف است
۵۲ درن غزل محذوف است

هزار نامه نوشتم به خونِ دیده ولے — باین دیار نیامد کبوترِ حرمش
کسے که دیدنِ رخسار او هوس دارد — دگر خلاص نیابد ز زلفِ خم به خمش
مباشرے که به کنجِ فراق می نوشد — سفالِ باده نماید به چشم، جامِ جمش
اگر به زهد شوی شهرهٔ جهاں خسرو
چه سود تا نه کنی اعتماد بر کرمش

۱۱۵۴

قباۓ پیرهنِ او که می رسد به تنش — من از قباش به رشکم قبا ز پیرهنش
کرشمه می کند و مرداں همی میرند — چه غم ز مردنِ چندیں هزار همچو منش
عجب اگر نه تواں نقشِ خاطرش دریافت — زنازکی، به تواں دید روح در بدنش
طفیل آں که کساں را به زلف دربندی — بیار یک رسن و در گلوۓ من فگنش
به کوۓ او کرشوم خاک نیست غم مگر آنک — ز بادِ گردِ غم آلودِ من رسد به تنش
شهیدِ عشق که شد یار در زیارتِ او — مبارک آمد و فرخنده خلعتِ کفنش
وصال با وے ازایں بیش نیست عاشق را — که کشته گشت و در آمد به زلفِ پُر شکنش
زباں که خواست ز تو خسروا نه کردی فهم
کنایتے ست که به گیر تیغ و سر فگنش

۱۱۵۵

کرشمه هاۓ سرِ زلف در بناگوشش — حدیثِ دردِ دلم ره نه داد در گوشش
بیا که سر به فدایت نهاده ام، ورنه — چنیں عزیز نیارم نهاده بر دوشش
نگو که غمزهٔ من خونِ کس نه می ریزد — تو یاد می ده اگر می شود فراموشش
دلم ز بختنِ سوداۓ وصل سوخته شد — که هیچ پخته نه شد کارِ من به صد جوشش

له درین غزل محذوف است

زعشق[1] دیدنِ رویت ببرد و سیر نہ دید — کہ گاہِ دیدنِ رویت ز دل بشد ہوشش
شد آتشم بہ جہاں روشن و چراغ نہ رود — کہ می کنم بہ تنِ ہمچو کاہ خس پوشش
بہ ناشناختگاں بیند و نظر نہ بود — بہ قصد شناخت درایں مستمند مدہوشش
چناں شدم کہ نہ بیند مرا و نہ شناسد — اگر شبے بہ غلط در کشم در آغوشش

بہ جور و تلخیٔ ہجر تو چوں شکر خسرو
حلاوتے ست در آں بادہ تا ابد نوشش

۱۱۵۶

کسے کہ نیست[2] نظر بر جمالِ میمونش — زہے نشاطِ دل و طالعِ ہمایونش
در آبِ خضر کہ محلولِ اوست پایۂ لطف — کہ در لطافتِ محلول ریختہ بے چونش
ہوس نہ دید کہ خورشید و ماہ خاک شوند — در آں زمیں کہ زند گام شمیمِ گل گونش
بہ یک حدیث کند تلخیٔ غمش ہمہ محو — چو زہرِ ناب کہ جادو کند بہ افسونش
غلامِ آں نفسم کامدم بہ خانۂ او — بہ خشم گفت کہ "از در کنید بیرونش"
خوشم ز گریۂ چشمم اگرچہ غم زائد — ز چاشنیٔ مفرّح زِ دُرِّ مکنونش

شد از تو خونِ دلِ خسرو آب شادم از آنک
نماز از خوئے پاشستنِ تو شد خونش

۱۱۵۷ — ت

نظر ز دیدہ بدزدم چو بنگرم رویش — کہ دیدہ نیز نہ خواہم کہ بنگرد سویش
مرا بہ دیدہ دروں خواب از کجا آید؟ — کہ شب نہ ماند بہ عالم ز پرِ توِ رویش
دمے ز رویش اگر در جہاں نہ ماند شبے — ہزار شب نہ تواں ساختن ز یک مویش
ز فرق تا بہ قدم ماہِ نو شدُ و پہلو — بداں امید کہ پہلو نہد بہ پہلویش

---

[1] درن بیت محذوف است — [2] درن غزل محذوف است

زبس که آئینه گشت ست روے زانوئے من | که آئینه زچه شد همنشینِ زانویش ؟
به مردمی[1] اگر آیم بگوے او روزے | "سگم کند به فسون هاے چشمِ جادویش"
بدیں صفت که کنم کامِ عیش را شیریں | شراب تلخ نه ماند ز تلخیٔ خویش

خوش آں کسے که کشد جرعهٔ زجامِ لبش
که مست گشت جهانے چو خسرو از بُویش

۱۱۵۸

شد آں که پاے[2] مرا بوسه می زند او باش | بیار باده که گشتم قلندر و قلاش
چو توبه رفت سر صوفیے چو من اے مست | به جرعه ترکن و هم از سفالِ خم بتراش
مرا ز مقنعِ زاهد کنید خرقهٔ زهد | کز ایں لباس فرو پوشم آں عبادتِ فاش
منم زعشقِ تو خشخاش ذره ذره ولے | نهفته چند تواں سر برید از خشخاش
شدیم ما همه بے پوست بس که چهرهٔ ما | بر آستانهٔ سیمیں براں گرفت خراش
به بزم آں که دعاے کنند اهلِ صفا | زهے سعادت اگر طعنه ام زند او باش
اگر زخامه کج افتاد نقشِ ما چه کنیم ؟ | چگونه عیب توانیم کرد بر نقاش ؟

نبود بر درِ مسجد چو خسروا بارم
گرو به خانهٔ خمّار کردم ایں تنِ لاش

۱۱۵۹ ت

ترکِ من سرکش ز پردهٔ خویش | در کش آخر غبار زردهٔ خویش
در مئے انداز ناتوانی را | با فراقِ هزار مردهٔ خویش
نظرے کردم و چناں گشتم | که پشیماں شدم ز کردهٔ خویش
مطرب از ناله ام چناں شد مست | که فراموش کرد پردهٔ خویش

---

[1] بیت درن محذوف است
[2] غزل درن محذوف است

ساقیا خونِ من بخور به تمام   مے بده لیک نیم خوردهٔ خویش
به غلامی نیرزدت خسرو
تو فروں کن بہائے بردهٔ خویش

۱۱۶۰

باغ بشگفت[1] و سوری و سمنش   تازه گشت ارغوان و نسترنش
صفتِ باغ می کند بلبل   شاخ در شاخ می رود سخنش
یوسفِ گل رسید و شد روشن   نرگس از بوئے بوئے پیرهنش
تا کجا باشد آں سمن برِ من؟   کآب و آتش شود گل از سمنش
مهرِ او ذرّه ذرّه کرد مرا   گرچه یک ذرّه نیست مهر منش
گر به حلقم رسن کند زلفش   بکسلم هم ز زلفِ چوں رسنش
دیده در پیشِ او کشد خسرو
که ببیند به چشم خویشتنش

۱۱۶۱

رفت[1] دل نیست روشنم حالش   بر و[2] ائے جاں تو هم به دنبالش
من بد ینساں که حال خود بینم   نه برم جاں ز چشم اقبالش
چه خبر شهسوار رعنا را   که ضعیف مور گشت پامالش؟
هر که از شمع سوخت پروانه   کآتشِ دل فتاد در بالش
دل شناسد که چیست حالتِ عشق   نیست عقلِ حکیم دلالش
هر که بر حالِ عاشقاں خندد   گریه ائے واجب است بر حالش
منِ مسکیں نه مردِ دردِ توام   کوه البرز و پشه حمّالش

---

[1] غزل درن محذوف است   [2] درن غزل محذوف است

درچہ آں دم فتاد دل کآمد سورۂ یوسف از رُخت فالش
چہ درازدست بیں غمِ خسرو
کررود بے تو ہر شبے سالش

۱۱۶۲

لبِ نگرواں دہانِ خندانش واں خم طرۂ پریشانش
روئے چوں بامدادِ تابستاں زلف ہمچوں شب زمستانش
تیرِ بالائے او بخست مرا از کشادِ رہِ گریبانش
دامن از ماہی کشد امروز چنگِ مارو زحشر دامانش
کوفتہ ماند شخص چوں زرمن از دلِ سخت ہمچو سندانش
چوں فرو برد دردلم دنداں جاں فرستم بہ مزدِ دندانش
دلِ من گشت خون وخون دلم آب شد درچہ زنخدانش
خسروا پرسشے بکن کہ بہ دل
خاردارم ز نوکِ مژگانش

۱۶۳

سوارؔ من از من عناں درمکش یک امروز از گفت من سرمکش
زدل نقشِ ابروئے خود برمگیر بہ کشتن زقرباں کماں برمکش
اگر خنجرِ غمزہ بہر سزاست سرِ اینک فدائے تو خنجر مکش
چو سلطاں شدی بردلم خط میار ولایت بہ فرماں ست لشکر مکش
مژہ تیز برجانِ خسرو مزن
چناں تیر برصیدِ لاغر مکش

لہ درن غزل محذوف است	ئلہ درن غزل محذوف است

۱۱۶۴ و

آں چشم سخن[۱] گو نگر و آں لب خاموش — وان تلخیِ گفتار و شکر خندۂ خوں نوش

رسوا شدم از حالتِ خود زاں کہ ہمہ جاست — رخسارہ بہ گفتار و منِ دل شدہ خاموش

پوشیدہ نہ ماند آتشِ من در تنِ چوں کاہ — آں شعلہ بر آمد کہ نہفتیم بہ خس پوش

من دانم و جانے کہ بہ تن کاش نہ بودے — تا ہجر چہا کرد سرائے دلِ من دوش؟

تو خواہ دلا خوں شو و خواہی برو اے جاں — کاں شوخ نہ خواہد شدن از سینہ فراموش

اے دام ملک زلفِ تو دلہا چہ کنی صید؟ — یوسف کہ عزیز است بہ قلب دو سہ مفروش

عمرم شدہ روزے بہ رُخت سیر نہ دیدم — زیرا کہ تو می آئی و من می روم از ہوش

انبوہ گدایانِ جمال است بہ کویت — مپسند کہ محروم شوم کشتہ دراں جوش

آتش بُوَدم بے تو بہ آگندہ اے دوزخ — گر لالہ کشتم در بر و گر سرو در آغوش

گر لطف و کرم نیست کم از ضربتِ تیغے — بارے بر ہلایں سر تنگ آمدہ از دوش

از رہ زدنِ خسرو اگر منکری اے شوخ

آں دزدِ سیہ را چہ نشانے بہ بنا گوش؟

۱۱۶۵ غ

او می[۲] رود و عاشقِ مسکیں نگرانش — چوں مردہ کہ در سینہ بود حسرتِ جانش

بے مہر سوارے کہ عناں باز نہ پیچد — آویختہ چندیں دل خلقے بہ فغانش

یاد است کہ در خواب شبش دیدہ ام اما — از بے خبری یاد نہ دارم کہ چسانش

یا دش دہی اے باد سگے نامِ گدائے — تا دولتِ دشنام بر آید ز زبانش

بسیار بکوشم کہ بپوشم غمِ خود لیک — آتش چو بگیرد نہ تواں داشت نہانش

از نالہ ام از خلق نخسپد عجبے نیست — از بختِ خودم در عجب و خوابِ گرانش

---

۱ مطابق نسخۂ ن

۲ مطابق نسخۂ ن

خسرو نگرانیش همه بر دل خود گیر
کو ریشِ دلے را که نه باشد نگرانش

۱۱۶۶ — ب

به سنگے چوں[1] سگاں از دور خرسندم نه دربانش — سگ آں عزت کجا دارد که بنشانند بر خوانش
به بازوے منِ گردن زده کے باشد ایں دولت؟ — که من در گردن آرم تنگ دستی از گریبانش
ز دوُر انگشت می خایم چه حیلت چوں نمی یابم — ز بختِ شور کانگشتے رسانم به نمک دانش
چه طعنه بر گرفتارے کز او ماند ست از پائے — همو می داند و جانش که تنها جسته بر جانش
سر و ساماں چه خواهی اے نکوخواه اندریں فتنه — اسیرے را که نے سر کار می آید نه سامانش
چو خوردم بے اجل تیرش دمے بگذار کز گریه — بشویم خونِ غم پرورد خود از نوکِ مژگانش
غبار آلوده خونِ عاشقے با اوست سرگرداں — هر آں ذره که بالا می رود از گردِ یکرانش
ببوسی آستاں کعبه اے باد ار رسی از ما — که ما گم گشتگاں مردیم تشنه در بیابانش

شیریں هوئے خسرو گر نیارد دار معذورش
که بوئے خونِ دل می آید از فریاد و افغانش

۱۱۶۷ — ت

خضر در کوے او ره گم کند زاں شکل موزونش — تعالی الله مگر از آب حیواں ریخت بے چونش
مبادا آں پائے را دردے خراماں کرد "گو بگذر" — تو می دانی که خاک ست آں دلے خون ست معجونش
نثارے گر کند چشمم به پیشت، پا مزن جانا — که حاصل شد به صد خونِ جگر هر دُرِّ مکنونش
بترسم از چناں روزے که باشم رفته از عالم — تعلق همچناں باقی به سوئے زلفِ شب گونش
دروغ ست ایں که گرد آلوده از خونِ جامهٔ یوسف[2] — که چوں بر چشمِ یعقوب آمد آلوده شد از خونش
به وصفِ لیلی ار شرمنده ام در عاشقی بارے — بحمد الله که شرمنده نیم از روئے مجنونش

---

[1] مطابق نسخهٔ ن
[2] مطابق نسخهٔ ن

فسوں خواں را بہ صد زاری ہمی بوسم قدم لیکن — چہ چارہ چوں پری حاضر نہ می گردد بہ افسونش
حسد می بردی اے دشمن زعقل و ہوش خسرو
بیا تا بر مرادِ خاطرِ خود بینی اکنونش

۱۱۶۸ — ب

دل من دست بازی می کند ہر لحظہ با مویش — معاذ اللہ کہ گر ناگہ بہ بیند چشم بد خویش
گہے کز در بروں آید بہ عیاری و رعنائی — زہے تاراجِ جان و دل بہ ہر سو کاوفتد ہویش
گرفتہ آتش اندر جاں و می سوزد ہمہ مستی — من از خود بے خبر مشغول در نظارۂ رویش
بہ بزمی شانہ کن در مویش اے مشاطہ کز دردش — رگِ جاں بگسلد ما را مبادا بگسلد مویش
گذشت است آں کہ مستم کردی از بوئش صبا اکنوں — خرابم ہم بہ بوئے خود گہ از من می زند بویش
چہ عیش ست ایں کہ من ایں جا و جانِ من بہ رعنا — رواں سرگشتہ ہمچوں گرد بادے بر سرِ کویش
دلِ گم کردہ می جستم میانِ خاکِ کوئے او
بہ خندہ گفت "چوں خسرو نہ خواہی یافت می جویش"

۱۱۶۹ — ت

زلفت کہ باد از ہر طرف گہ گہ پریشاں داردش — ہر نوک بر باید از و زنجیرِ صد جاں داردش
جورے کہ ہر دم می کند گر مردمی باشد روا — آخر نہ چنداں کردہ ہا وقتے پشیماں داردش؟
خاکے کہ از کویت برم در دیدہ پنہانش کنم — مفلس کہ یابد گوہرے ناچار پنہاں داردش
گفتارِ تو کآید بروں از جان و در جاں در رود — ہر دم کشد از چہ لبش در آبِ حیواں داردش
دور از من آں کو دور شد از چوں توئی نزدیکِ من — تلخ ست عیشش در فلک، در سنگسارستاں داردش
پروانہ کش ناگہاں شمعے بہ مہماں در رسد — خود را اگر بریاں کند دیگر چہ مہماں داردش

لہ مطابق نسخۂ ن
لہ مطابق نسخۂ ن

بے چارہ خسرو را کنوں ساماں نہ می باشد مگر
ہوشے کہ مردم را بود گو تا بہ ساماں داودش

۱۱۷۰ ش

گہ گہ نظرے[۵۱] بازندار از من درویش
چوں منعم بخشندہ بہ دریوزۂ درویش

مارا دل صد پارہ جراحت نمک آلود
مشمار کہ تا روز اجل بہ شود ایں ریش

حسن تو فزوں باد و جفائے تو فزوں تر
تا درد دل خستۂ من کم نہ شود بیش

جانا مکش اکنونم ازاں شیوہ کہ دانی
کاں صبر نہ ماندست کہ می کردم ازیں پیش

خوش باش کہ آں غمزۂ خوں ریز تو مارا
چنداں نہ گزارد کہ کشائی تو سر کیش

ایمن ز خیال تو نیم با ہمہ پرسش
قصاب نہ از مہر کند تربیت میش

ساقی منگر تو بہ قدح بر سر من ریز
تا غرقہ شود ایں خرد مصلحت اندیش

ایمان من اندر شکن زلف بتاں شد
کافر کندم دل کہ اگر گردم ازیں کیش

اے آں کہ زنی طعنہ بہ خسرو ز پے عشق
تو فارغی از درد کہ من خوردم ایں نیش

۱۱۷۱ ب

نباید گرچہ[۵۲] ہرگز از فراموش کشتگاں یادش
غلام آں سر زلفم کہ در ہم می کند بادش

بہ مکتب دانشے ناموخت جز آزار مسکیناں
کہ داند تا کہ ایں سنگ دل بود ست استادش

اگرچہ پاس دلہا نازنین من نہ می دارد
دعائے عاشقاں ہرجا کہ باشد پاسباں بادش

فراموش کردی درد خود مرا از راہ مظلوماں
خدایا کج مکن موئے ز یاری ہائے بیدادش

مرا ایں آہ بیہودہ ست پیش آں دل سنگیں
کزیں آتش کہ من دارم نہ گردد گرم پولادش

رواں کے اشکے رواں کن پیش یار لشکرے جوئے
کہ گرد آلودہ خواہد بود آں سوری و شمشادش

---

۵۱ مطابق نسخۂ ن
۵۲ مطابق نسخۂ ن

دلم می شد به نظاره که با دافگند زلفش را | نیاید باز در خواهد که هم در ره شب افتادش

جفائے روزگار و جور خوبان خسرو مسکیں
شد آبستن ز غمہائے کاش کہ مادر نہ می زادش

۱۱۷۲

گرم روزے[1] به دست افتد کمند زلف دل بندش | ستانم داد ایں سینه که بے دل داشت یک چندش
ز خوئے تلخ او بر لب رسیده جان شیریں هم | هنوز ایں دل که خوں باد ابه صد جاں آرزومندش
خزاں دیده نهال خشک بود از روزگار ایں جا | در آمد باد زلف نیکواں از بیخ برکندش
چه جائے پند بیهوده دل سرگشته ما را | نه آں دیوانه دارم که بتواں داشت در بندش
شتاب عمر من بینی مبارز دوستاں جا نا | گره بگسل ز تن جاں را که دشوار است پیوندش
حیاتم بے تو دشوار است کایں با تو خوش دل هست | بجان زندگانی چوں توانم داشت خورسندش

نمی بینم خلاص جان نابخشوده خسرو
مگر بخشائش آرد از کرم کیش خداوندش

۱۱۷۳

هر کس نشسته[2] شاد به کام و هوائے خویش | بے چاره من اسیر دل مبتلائے خویش
هم جان درون ایں دل و هم دوست وه که من | خوناب ها خورم ز دل بے وفائے خویش
فرستار به بنده جدائی، دلا بیا | کامروز نوحه‌ہائے بکنم از برائے خویش
تا من از آں دل شدم و دل از آں دوست | ایں جان من کیائے من و من کیائے خویش
جانا رسم به کوئے تو من آں کبوترم | کآید به میهمانی شاہیں به پائے خویش
بارنده بر تو ناوک آه و منت زره | با غم ز آب دیده ز باد دعائے خویش

---

[1] مطابق نسخهٔ ن

[2] مطابق نسخهٔ ن

خسرو ز خویش بهرِ تو بیگانہ شد چنانک
گوئی کہ ہیچ گاہ نہ بود آشنائے خویش

۱۱۷۴

چوں سبزہ بردمید ز گلزارِ یار خط | دارم غبارِ خاطر ازاں مشک بار خط
جانا محقق است کہ جز کاتبِ ازل | بر برگِ لالہ ات نہ نوشتہ از غبار خط
یاقوت جوہر دہنت آب زندگی ست | کز وے مدام زندہ بود خضر وار خط
مشکِ خطت کہ ہست لب واں تر ز آبِ جوئے | بر خواندہ ام نہ دیدہ شدہ ائے گل عذار خط
از تو دلم بہ باغ و بہارے نمی کشد | باغِ من است روئے تو و نو بہار خط
یارب چہ خوش بہ خامۂ تقدیرِ دستِ صنع | بنوشتہ است بر ورقِ روئے یار خط

خسرو چہ دجہ بود کہ تا دیدہ روئے او
آرد لبش بہ خونِ منِ دل فگارِ خط؟

۱۱۷۵

تا شد ز مطلعِ غیب خورشیدِ حسن طالع | عشاقِ بے نوا را مسعود گشتہ طالع
ما از جہاں ملولیم از خویش و غیر فارغ | گشتہ بہ نیم جرعہ در کنجِ دیر قانع
ساقی بیار جامے کز خود رہم زمانے | بگذار تا گذارم بے بادہ عمر ضائع
جز جامِ تو نہ نوشد عشاق در خرابات | جز نامِ تو نہ گویند زہاد در صوامع
چوں تیلِ دقالِ ہر کس بامست در نہ گیرد | در حقِ ما نہ باشد پندِ فقیہ نافع
حالِ درونِ پُر خوں از خلق چوں بپوشم؟ | چوں کرد پیشِ مردم اشکم بیانِ واقع

بگذر ز خویش خسرو گر وصلِ یار جوئی
زاں روکہ نیست جز تو در راہِ وصل مانع

---

۱ ؎ درین غزل محذوف است ۲ ؎ درین غزل محذوف است

١١٧٦

چو مهر[1] می کند از مشرق پیاله طلوع | شود منور از انوار او جهان مجموع
جهان پیر چو روشن شد از فروغ قدح | چه باک اگر نه کند آفتاب چرخ طلوع؟
جماعتی که به تقوی و شرح می نوشند | چرا به باده پرستی نه می کنند شروع؟
کتاب فقه نه دانند در مدارس ما | دریغ عمر که شد صرف در اصول و فروع
فقیه شرع که ما را به مے کند تکفیر | به عمر خویش نکرده ست سجده‌ای به خضوع
چو نامه‌ای بنویسم به سوی دلبر خویش | فَمِنْهُ اٰمَنَ قَلْبِیْ عَلَی الْکِتَابِ دُمُوْع

مگوی پند به خسرو، از او گذر واعظ
که پند خلق بود نزد مست نامسموع

١١٧٧

گل ز بیم[2] باد زیر پرده می دارد چراغ | آری آری باد را طاقت نه می آرد چراغ
هر شبی پروین که عکس خویش در آب افگند | آسمان گوئی میان آب می کارد چراغ
برگ می ریزد ز گل، دانم خزان خواهد رسید | میهمان آید به خانه چون که گل بارد چراغ
چون در افتد برق در ابر سیه نظاره کن | ابر را شب داند و آن را چه پندارد چراغ
ابرها تیره ست نگذارم مے روشن ز کف | کس به تاریکی روان از دست نگذارد چراغ

بی چراغ مے جهان بر دیده خسرو شب است
ساقی خورشید روی کو که بسپارد چراغ

١١٧٨

شاه حسنی[3] وز متاع نیکوان داری فراغ | می نه زیبد بد کنی در پیش مسکینان دماغ
داغ هجرانم ز بس، خالم به رخ هم می نمائے | چند سوزم وه که داغی می نهی بالای داغ

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است

بهترین حاجات آن کائی شبے بینم چو شمع | می نهم از سوز دل هر شب به هر مسجد چراغ
آبِ چشم گفت حال و بر درت زین پس بر آر | هم تو می دانی که نبود بر رسولان جز بلاغ
غنچهٔ دل پاره کردم چون که بر باد آمدم | زان که بودم با گلِ خندانِ تو یک دم به باغ
هست نالان سوخته جانم برامے کبکِ ناز | گر زمردار استخوانے نشنوی بانگ کلاغ

عقل و دین الحمد لله رفت زین پس ما و عشق
یافت چون خسرو ز صحبتهائے بے درداں فراغ

۱۱۷۹ | غ

دی می گذشت و سوئے او دلها رواں از هر طرف | صد عاشقِ گمکرده دل سوئش رواں از هر طرف
گلگونِ نازش زیر زین غمزه بلائے در کمیں | می مردازان پیکانِ کیں پیر و جواں از هر طرف
زولیده موش فتنه جو مخمور چشمش کینه جو | مو پریشاں کرده رد او خوں چکاں از هر طرف
زنجیر دلها موئے او دلال سرها خوئے او | در چار سوئے روئے او بازار جاں از هر طرف
در کنج غم افتاده من بر یادِ سروِ خویشتن | زانم چه کاید در چمن سروِ رواں از هر طرف
کعبه ... ارش می رود لبیکِ جاں می بشنود | گرچه بر پا بوسش رود صد کارواں از هر طرف
چون ... تو دن ناسایدم گر تیغ سر برنایدم | چه باک از آنم کایدم زخم زباں از هر طرف

زین پس که از خوئے بدت آهنگ بے پیرزن باشدت
ترسم که چون خسرو بسے گیرد عناں از هر طرف

۱۱۸۰ | ت

دی مست می رفتی بتا رو کرده از ما یک طرف | شبدیز را مطلق عناں پیچیده عمدا یک طرف

---

۱ بعد ازیں در ن دو بیت ذیل زائد است ۵
جانا و دلها چوں خسے در راهش آب هر کسے | می رفت جان و دل بسے گیسو کشاں از هر طرف
دلهائے پرخونِ جگر گرد کمر گه سر بسر | چوں لعل و یاقوت و گهر گرد میاں از هر طرف
۵ مطابق نسخهٔ ن

تا بر رخِ زیبائے تو افتاده زاهد را نظر ‌‌ ‌‌ ‌‌ تسبیح زهدش یک طرف مانده مصلا یک طرف
تیرے کہ دی زد بر دلم پیداست تا غایت بمن ‌‌ ‌‌ ‌‌ پیکان و کلکش یک طرف سوفار و پرہا یک طرف
در جستجوئے کوئے خود افتاده بینی بنده را ‌‌ ‌‌ ‌‌ تن یک طرف، جاں یک طرف، سر یک طرف، پا یک طرف
سلطانِ خوباں می رسد هر سو گروهِ عاشقاں ‌‌ ‌‌ ‌‌ جاوش شہے کو تا کند مستِ گدا را یک طرف
نوشیں شرابِ لعلِ او شد مجلسِ ما بے خبر ‌‌ ‌‌ ‌‌ ساقی صراحی یک طرف، مستانِ سوا یک طرف

جاں خسرو دل خسته را خوں ریختن فرموده است
خلقے بہ منت یک طرف، آں شوخ تنها یک طرف

۱۱۸۱

اے ز سودائے تو در دل رونقِ بازارِ عشق[له] ‌‌ ‌‌ ‌‌ مرہمِ جانہاست از یادِ لبت آزارِ عشق
دی کہ می رفتی بہ پیشِ عاشقاں غمزه زناں ‌‌ ‌‌ ‌‌ دیگراں بسمل شدند و من شدم مردارِ عشق
من بداں نذرم کہ گر میرم بسوزم بنگری ‌‌ ‌‌ ‌‌ بیں کہ چوں من چند کس مُردست در بازارِ عشق
تیغِ خود بگذار تا دامِ تو بگذارم از آنک ‌‌ ‌‌ ‌‌ دامِ معشوق است سر بر گردنِ عیارِ عشق
عاشق ار بر زیستن میرد رخش بنمائے سیر ‌‌ ‌‌ ‌‌ تا بمیرد زاں مفرح جاں کناں در کارِ عشق
از دعایت من چو اے زاهد نگشتم نیک بخت ‌‌ ‌‌ ‌‌ تو بیا با اے چو من بے بخت شو در کارِ عشق
آں کہ بیدارش ببر خوابِ خوش با شاهد است ‌‌ ‌‌ ‌‌ شاهدش داں آں کہ حق است ایں چنیں بیدارِ عشق

خسروا با جان و دل هم قصهٔ جاناں مگوئے
زاں کہ نتواں گفت با نامحرماں اسرارِ عشق

۱۱۸۲

رسید دوش[۵۲] ندائے ازیں بلند رواق ‌‌ ‌‌ ‌‌ کہ اے مقیمِ زوایائے شهر بندِ فراق!
درایں حضیضِ چرا گشته ای چنیں محبوس؟ ‌‌ ‌‌ ‌‌ گذر چو طائرِ قدسی زاوجِ ایں نه طاق

له درین غزل محذوف است

۵۲ درین غزل محذوف است

منافق اند و ریائی جمیع اہلِ بشر　　بیا بصحبتِ یارانِ بے ریا و نفاق
ترا بروز ازل با حبیب عہد ست بود　　چه آمدت که فراموش کرده ای میثاق؟
مرو بقولِ مخالف بہرزه راهِ حجاز　　وگرنه راه نیابی بپرده عشاق
کسے که مسکنِ اصلیش عالمِ علوی ست　　چه می کند بخراسان چه می رود بعراق؟
زخویش بگذر و بازآے سوئے ما خسرو
که نیست خوشتر ازیں جاے در ہمه آفاق"

۱۱۸۳

دو چشمت آفتِ دلہاست ہریک　　دو زلفت عقدِ مشکلہاست ہریک
شکنہائے سرِ زلفِ کج تست　　فرامش خانهٔ دلہاست ہریک
نشیمن ہا که بر خاکِ درِ تست　　زبہرِ دیده منزلہاست ہریک
کنند ار عاشقانت خاک بر سر　　سزد چوں پائے درگلہاست ہریک
مده پند اہلِ دل را زاہدا زآنک
چو خسرو مستِ باطلہاست ہریک

۱۱۸۴

اے باد[1] لطفی کن ببر در کوئے جاناں ساکنک　　احوالِ من در گوشِ او یک لحظه بر خواں ساکنک
گو خسته استاده بجاں گر زنده می خواہی دلے　　از لعلِ شکر بارِ خود بفرست درماں ساکنک
رفتم زجاں برخاستم در خواب بود آں نازنیں　　از خوابِ خوش برخاستم ترساں و لرزاں ساکنک
چوں خواست او از خوابِ خوش افتادم اندر پائے او　　بر داشتت سر زپائے خود خنداں و نازاں ساکنک
گفتم "که اے گل روئے من وقتے نه کسی آنِ من"　　گفتا "که من آنِ توام بیم رقیباں ساکنک
با یار بودم ساعتے رفتم بباغ و بوستاں　　در باغ و بستاں آمدم افتاں و خیزاں ساکنک

---

[1] درین غزل محذوف است

برروئے تو مومنش بوسہ می دادم و می گفت او | چوں کافراں غارت مکن آخر مسلمانست ایں
دشنامہا می داد او ہر دم بہ زیر لب مرا | من بہر خود برپائے او نالان و مالانست ایں

خسرو اگر در کوئے تو رفتن نہ داند روز را
لابد رود در نیم شب از خلق پنہانست ایں

۱۱۸۵ ب

بوستان[1] جلوہ در گرفت اینک | گل ز رخ پردہ بر گرفت اینک
آتشِ لالہ بر فروخت ز باد | دامنِ کوہ در گرفت اینک
بلبل آمد نشست بر سرِ گل | بے نوا بود زر گرفت اینک
غنچہ در پیشِ فاختہ ز اصول | سبقے تازہ بر گرفت اینک
آب را گرچہ چشمہا پاک ست | بوستاں را بہ بر گرفت اینک
بید در لرزہ گشت و تیغ کشید | آب را رہ گذر گرفت اینک
خار چوں تیز کرد پیکاں را | گل بہ برگش سپر گرفت اینک
شاخِ گل گوں نہ بار گیر گل ست | ناگہ از باد بر گرفت اینک
مرغ می گفت "گل نہ خواہد رفت" | لالہ گوئی کمر گرفت اینک
ابر در گریہ شد ز نالۂ خویش | پردۂ تنگ در گرفت اینک
گرد بر روئے سحاب ریختنی | باغ را دُر و زر گرفت اینک

طوطی آغاز شعر خسرو کرد
روئے گل در شکر گرفت اینک

۱۱۸۶

ترک سغید[2] روئے و سیہ چشم و لالہ رنگ | مثلت نہ زاد مادرِ ایام شوخ و شنگ

---

[1] مطابق نسخۂ ن | [2] درین غزل محذوف است
[3] ورق غنچہ اکہ نم زدہ بود * در قش یک دگر گرفت اینک سہ بیت زائد است

زلفِ تو بر رُخِ تو ہر آں کس کہ دید گفت
بگرفت ملکِ چین و حبش پادشاہِ زنگ

باتیرِ چشمِ جادو و ابروے چوں کماں
داری قدے کشیدہ تراز قامتِ خدنگ

آہو صفت شکارِ دلِ عاشقاں کند
آں شیر گیر آہوئے چشمِ تو چوں پلنگ

در سنگ سیم باشد و ایں طرفہ تر کہ تو
داری درونِ سینۂ سیمیں دلے چو سنگ

آبِ حیاتم از لب و دنداں رواں شود
گر بوسہ اے بہ بندہ دہی زاں دہانِ تنگ

بر نظمِ خسرو از سرِ مستی سخن مگیر
کو ہست در ہوائے تو فارغ ز نام و ننگ

ت

١١٨٧

دل[1] رفت ز تن بیروں دلدار ہماں در دل
افتاد سخن در جاں گفتار ہماں در دل

گفتم "بکنم یادش ماند کہ بماند جاں"
شد کیسہ ہمہ خالی طرار ہماں در دل

یک شہر پُر از خوباں دہ باغ پُر از گلہا
صد جائے نہم دیدہ دلدار ہماں در دل

آزار چو سر آرد گویند کہ "بہ گردد"
خونابہ رواں از چشم آزار ہماں در دل

در کعبہ و بتخانہ ہر جا کہ رود خسرو
دل باد ز تو بدخو دیدار ہماں در دل

١١٨٨

خہی[2] دگر ہر نظر چونہ خویش مقبول
چو من صد بیش در کوئے تو مقتول

کنم اندر حبالت عقل و دانش
چو بیند مصلحت در خویش معزول

---

[1] درین دو بیت ذیل زائد است ٥

قرباں شوی بہرش کافزوں شودے عمرش
باجانِ خود ایں خواہم با یار ہماں در دل

زنگسلم از مویش کز شرم مسلمانی
تن را بہ نماز آرم زنار ہماں در دل

[2] درین غزل محذوف است

خوئے حسنی کہ از رویت چکیدہ　　بشستہ دفترِ معقول و منقول
توا‌ے دانا کہ عاشق را دہی پند　　مکن دل در غمِ بیہودہ مشغول
بسے دیدم فلاطون و ارسطو　　شدہ در عاشقی مجنون و بہلول
فرو خواں قصۂ شیریں و خسرو
کز و لیلیٰ و مجنوں ہست مسجول

۱۱۸۹

مرا ہرست خصومتہاست با دل　　"کنوں با من درایں سودا تو با دل"
اگر با دیرِ زلفت ہمیں ست　　کجا ما و کجا جان و کجا دل
ز تو از گوشۂ چشمے اشارت　　ز ما عقل و ز ما جان و ز ما دل
دل ار بیگانہ گشت از من نہ رنجم　　کہ عاشق را نہ باشد آشنا دل
مرا گوئی کہ جانت از چیست در سوز؟　　بلا شد جان مرا، جاں را بلا دل
بماندم در بلائے دل کہ یارب　　مبادا ہیچ کس را مبتلا دل
چہ گویندم[۱] کہ دل نے پند بشنو　　کہ صد منزل زمن راہ ست با دِل
بہ یک دلدار بس کن خسرو از آنک
نہ بندد ہیچ عاشق جا بجا دل

۱۱۹۰

نگارا صحبت[۲] از اغیار بگسل　　گلِ خنداں من از خار بگسل
نخست از بند جان پیوند بکشائے　　پس آں گہ دوستی از یار بگسل

---

۱ درین بیت ذیل زائد است ـ
بہ خونِ گرم دل پیوست با جاں　　＊　　بدینساں چوں تواں کردن جدا دل؟
۲ درین غزل محذوف است

ندانم تا کہ گفت آں بے وفا را — کہ "مہر از دوستاں یک بار بگسل"
بزن مطرب ز رحمت راہِ عشاق — رگِ جان و دل انگار بگسل
اگر سودہ شود زابریشم چنگ — گلیمِ صوفیاں را تار بگسل
چرا می نالی اے بلبل چنیں زار — نہ می گفتم از آں گلزار بگسل
درون بتخانہ و بیرون مناجات — مسلماں شو دلا زنار بگسل
کمندِ عشق را نتواں گسستن — برو سر رشتۂ پندار بگسل
نیابی دادِ خوباں خسرو از کس
بزن دست و عنانِ یار بگسل

۱۱۹۱
زہے[1] زلفت شکستہ نرخِ سنبل — گلستانِ رُخت خندیدہ بر گل
رساندہ خطِ یاقوتِ تو ریحاں — کشیدہ خط ز کافورِ تو سنبل
عروسے راکہ او صاحب جمال ست — چو دریابد گرش نبود تحمل
چو ریشِ خستگاں را مرہم از تست — مکن در کارِ مسکیناں تغافل
اگر گل را نہ باشد برگ و پیوند — چہ سود از نالۂ شبگیر بلبل؟
بجانت کاں کہ بر جاں دارم از غم — نہ باشد کوہِ سنگیں را تحمل
چو از زلفش بدیں روز اوفتادم — تو نیز اے شب مکن بر من تطاول
خوشا آں بزمِ روحانی کہ ہر دم — کند مستی بہ یادِ آستی تعقل
بزن مطرب کہ مستانِ صبوحی
از آں مست اند و خسرو از تامل

۱۱۹۲
مسلماناں[2] برفت از دستِ من دل — چو دیدم آں چناں شکل و شمائل

---

[1] در ین غزل محذوف است
[2] در ین بیت محذوف است

جهانی را بدین شکل و شمائل — همی بینم چو خود امروز مائل
ز بهر حال مسکینان لطف بگماشت — از ایشان صورتی از آب از گل
نباشد مه چنان باری مجلس افروز — اگر خورشید بنشیند به محفل
دلم منزل به زلفت کرد گوئی — نخواهد رفت ازین فرخنده منزل
تنم گر خاک گردد نقش مهرت — ز نقش جان نخواهد گشت زائل
ملامت می کنند اصحاب ما را — ز درد ما مگر هستند غافل
ندارم طاقت درد فراقت — فراق دوستان بس سخت مشکل

گدای ره خسروا دیوانه می باش
نمی باید شنیدن پند عاقل

۱۱۹۳

خیز که جلوه[52] می کند چهرهٔ دل‌گشای گل — عام بیخودی خوش است خاصه که در هوای گل
نافه‌گشای بوستان سکه به نام گل زده — خطبهٔ بلبلان همه نیست مگر ثنای گل
تاج مرصع آورد شاخ ز هر شگوفه‌ای — تخت زمردین زند بخت به زیر پای گل
ابر دواسپه می رود بهر نظارهٔ چمن — سرو پیاده می شود پیش در سرای گل
حیف بود که ماه و گل خواهمت از سپهر هوس — ای تو بر از هزار مه چند بود بقای گل

مستی ما به بوسه‌ای تو بهر خدا چه حاجت می
شادی من به روی تو بی تو جهان چه جای گل

۱۱۹۴

ترک من[53] رفتم ز کویت گر ز من گشتی ملول — خیر بادت می کنم یک سجدهٔ فرد قبول
زور و زر باشد اسباب وصال، اما مرا — نیست چیزی غیر زاری در تمنای وصول

---

[52] درین بیت محذوف است

[53] درین غزل محذوف است

بس کہ چشم سیل خوں می بارد از ہجران تو — کارواں در رہ نمی یابد ز گل جائے نزول
دم بہ دم از خونِ دل با تو نویسم نامہ لیک — جز نسیم صبح دم دیگر نہ می یابم رسول
درحریم کعبۂ روحانیاں یعنی کہ دل — جز خیالِ دوست کس را نیست امکانِ نزول
تا بخواند آیتِ عشق از خطِ مشکینِ یار — رفت از یادم روایاتِ فروعِ بے اصول
عاقلاں گر غافل اند از حالِ خسرو عیب نیست
از مجانیں کے خبر دارند اربابِ عقول؟

غ

۱۱۹۵

می رود[1] یار و مرا آزار می ماند بہ دل — وائے مسکینے کش آں رفتار می ماند بہ دل
زیستن دشوار می بینم کہ از غمزہ مرا — اندک اندک ہر زماں آزار می ماند بہ دل
پند می گوئی ولے معذور داری دوست زانک — دل پریشاں دارم و دشوار می ماند بہ دل
گر شود جانا دلم زیر و زبر برحق بود — زاں کہ زلفِ او نہ بر ہنجار می ماند بہ دل
وہ کہ جانم بر لب آمد چند بے خوابی کشم؟ — کاندکش می بینم و بسیار می ماند بہ دل
گر نہ خواہی کشتنم غمزہ زناں زینسو میا
کاں غمزہ ہر شب مرا چوں خار می ماند بہ دل

۱۱۹۶

من مسکیں[2] چہ کنم پیش کہ گویم غم دل؟ — کہ ز عشقِ تو بہ جز غصہ نہ دارم حاصل
اے صبا حالِ دلِ من بہ دلدار مگوئے — کہ جہانے ز غمِ عشقِ تو شد لا یعقل
غافل از یادِ تو یک لحظہ نیم تا دانی — زینہار از منِ دل خستہ نہ باشی غافل

---

[1] درین بیت ذیل زائد است ؎
ایں ہم از بخت ست کت در دل نہ باید گفتِ من ※ ورنہ از خسرو ہمیں گفتار می ماند بہ دل

[2] درین غزل محذوف است

طمعِ دانہ کند مرغ کہ در دام افتد — ورنہ در دامِ غم و غصہ نیفتد عاقل
خلق را میل بہ حورانِ بہشتی باشد — چہ کنم نیست مرا جز بہ تو خاطر مایل؟
بہ وصالِ تو بس امید وفا بود مرا — آہ کاندیشہ غلط بود و تصور باطل
بہ قیامت بَرَد از عشقِ تو حسرت خسرو
کہ بہ تشریفِ وصالِ تو نہ گردد واصل

۱۱۹۷

رستہ بودم من ہر چند گہ از زاریِ دل — از نمکدانِ تو شد تازہ جگر خواریِ دل
تو ہمی آئی و صد غارتِ جاں از ہر سو — در چنیں فتنہ کجا صبر کند یاریِ دل؟
ہر کسے با دلِ آزاد ازیں شہر گذشت — من گرفتار بماندم بہ گرفتاریِ دل
دل گنہ کرد کہ عاشق شد و نزدِ خوباں — نہ شود عفو ہمہ عمر گنہ گاریِ دل
وقتے افگن نظرے جانبِ من اے خورشید — کہ سیہ روئے بماندم ز شبِ تاریِ دل
وقت آں ست کہ دستے وہی اے دوست بہ لطف — کہ فرو رفتم در گل ز گرانباریِ دل
عشقت افگند میانِ من و دل بیزاری — بہ رُخ از خوں نگر اینک خطِ بیزاریِ دل
می شود زلفِ تو ز آسیب نسیمے درہم — بس کہ بیتاب شد از زحمتِ بسیاریِ دل
عشق گویند کہ کارِ دل بیدار بود
بہرہ ام خوابِ اجل بود ز بیداریِ دل

۱۱۹۸

مدہ پندم کہ من در سینہ سودائے دگر دارم — زباں با خلق در گفت ست و دل جائے دگر دارم
خراماں ہر طرف سروے و جانِ من نیاساید — کہ من ایں خارخار از سروِ بالائے دگر دارم
مرا ایں تشنگی از بہرِ آبے دیگر ست ارنہ — نہ می بینی کہ در ہر دیدہ دریائے دگر دارم

لہ مطابق نسخۂ ان

طبیبا خویشم از زحمت مده چوں بہ نہ خواہم شد | کہ من اندر سرِ شوریدہ سودائے دگر دارم
ترا گر رائے خوں ریزِ من مسکیں ست بسم اللہ | چہ می پرسی ز من جاناں من رائے دگر دارم؟
بہ بازارِ[1] تو دل را من بریدم یک نظر کردی | کرم کن یک نظر دیگر کہ کالائے دگر دارم
ہمہ مستی من در کارِ چشم و زلف و رویت شد | بہم خاموش و در ہر یک تقاضائے دگر دارم
مراں سوئے کسانم چوں تنم شد خاک در کویت | نہ ماند آں سر کہ جز پائے تو در پائے دگر دارم

نہ می اندیشی از دہائے سرِ دمن نہ می دانی
کہ در ہر کوچہ خسرو باد پیمائے دگر دارم

۱۱۹۹
ہمی خواہم[2] ترا بینم نظر سوئے کہ من دارم | بہ خوباں دیدنم خوش شد عجب خوئے کہ من دارم
اگر بر خاک می غلتم مرادیا ست با رُویت | تعالیٰ اللہ عجائب پشت و پہلوئے کہ من دارم
ز بندت چوں جہم آخر کہ ہر یک بند زلفت را | گرہ بر بستہ ای محکم بہ ہر موئے کہ من دارم
جفایت ہر کرا گویم ہمہ کس روئے تو بیند | بہ چینیست چوں تواں دیدن بدیں روئے کہ من دارم
ترازو کردی از من تیر و گوئی "برکشم آں را" | چہ خواہی برکشیدن زیں ترازوئے کہ من دارم
اشارت کن ز ابرو تا کشم سر زیرِ پائے تو | کزاں چوگاں تواں بردن چنیں گوئے کہ من دارم
صبا دی آمد از کویت دماغم خوش شد از بویت | دماغے خوش تواں کردن ازیں بوئے کہ من دارم
دو چشم جوئے شد گر تو نہ داری آرزوئے من | تماشا ہم نہ می آئی درایں جوئے کہ من دارم

لطیفہ گوئیم خسرو توانی زیست در ہجرم
توانم خاصہ با ایں زورِ بازوئے کہ من دارم

۱۲۰۰ غ
من ایں آہ جگر سوز از دلِ پیماں شکن دارم | چرا از دیگرے نالم کہ درد از خویشتن دارم؟

---

[1] درن بیت محذوف است | [2] درن غزل محذوف است

[3] درن بیت ذیل زائد است ؎
مرا در دا بہ دشواری بروں آرند با از گل ❊ کزاں چشمان عاشق کش بسے خون در کفن دارم

چہ جائے محنتِ ایوب و اندوہِ دلِ یعقوب — بلا اینست و بیماری و تنہائی کہ من دارم
گہے از دیدہ در رنجم گہ از دل در جگرخواری — چہ دانستم کہ من چندین بلا از خویشتن دارم
چو سروش در قبائے سبزگوں دیدم یقینم شد — کہ چوں گل چاک خواہم زد اگر صد پیرہن دارم
مگر ہر پارہ اے زیں دل بہ دلدارے دہم ورنہ — چہ خواہم کرد با خوباں بدیں یک دل کہ من دارم
چو من روئے ترا بینم چرا از گل سخن گویم؟ — چو من قدِ ترا جویم چہ پروائے چمن دارم؟

ز دنیا می رود خسرو بہ زیرِ لب ہمی گوید
"دلم بگرفتہ در غربت، تمنائے وطن دارم"

۱۲۰۱ — ت

برون آ اندکے جانا کہ بسیار آرزو دارم — وداعِ عمر نزدیک ست و دیدار آرزو دارم
مرا بر خار بادا ہر دو دیدہ بلکہ بر گل ہم — اگر بے روئے تو ہرگز بہ گلزار آرزو دارم
قیاسِ روزیِ خود می شناسم کز گلستانت — ہمہ گل آرزو دارند و من خار آرزو دارم
درت می بوسم و آں بخت کو کاندر دلت گردد — کہ ایں بخشش از آں لعلِ شکربار آرزو دارم
ز زلفت یک گرہ بکشا نہ از بہرِ دلم لیکن — خلاصی از پے مشتے گرفتار آرزو دارم
اگر شد عقل و دیں در کارِ عشقت سہل باشد آں — ہنوز اندر سرِ شوریدہ بسیار آرزو دارم

نصیحت می کنی اے آشنا "کاسودہ شو خسرو"
چہ پنداری کہ من ایں مردنِ زار آرزو دارم"

۱۲۰۲

بہ یادِ دیدنِ[1] روئے تو گلزار آرزو دارم — چہ جائے گل کز ایں سودا بدل خار آرزو دارم
ہوس دارم پس از مردن قدِ سروِ رواں یعنی — از آں قامت بخاکِ خویش رفتار آرزو دارم
چنانش دوست می دارم کہ دارند آرزو خلقے — اگر دارند از آں راحت من آزار آرزو دارم
چو آزادی ز بندِ موئے او دارد دلم او را — ہمیشہ در خمِ زلفش گرفتار آرزو دارم

---

[1] درین غزل محذوف است

مرا گفتی کہ "اے خسرو چہ داری آرزو از من"
"میسر نیست ورنہ از تو بسیار آرزو دارم"

۱۲۰۳
من آں[1] خاکم کہ در راہِ وفا رُو بر زمیں دارم ز سودائے بتاں داغِ غلامی بر جبیں دارم
ز مُردن غم نہ دارم لیک روزے کز غمت میرم فراموشت شود از من بہ عالم غم ہمیں دارم
فدا کردیم در عشقت دل و دین و زمن ماندہ ہمیں جانے کہ آں ہم بہرِ روزِ واپسیں دارم
مرا گویند "کاندر وصل او خوش باش" چوں باشم کہ چوں ہجران ستاں روزے بلائے در کمیں دارم
بے گفتند خسرو را "دل از مہر بتاں بر کن"
سخن نشنودہ ام اکنوں نہ دل دارم نہ دیں دارم

ت

۱۲۰۴
نترسم از بلا چوں دیدہ بر رخسارہ اے دارم کہ جانِ غم کشتے بے غیرتے بیکارہ اے دارم
بخواہم سوخت روزے عاقبت ایں آشنایاں را کہ ہر شب بر سر کویش پے خونخوارہ اے دارم
نظر در یار مشغول است و جاں در یار بر بستن تو اے نظارگی دانی کہ من نظارہ اے دارم
نمی دانم حکیما دل کجا شد در جگر خوردن ببینی در غریبستاں یکے آوارہ اے دارم
برآمد دودم از جاں چند سوزم زیں دلِ پارہ مسلماناں نہ دل دارم کہ آتش پارہ اے دارم
چو خاکِ خفتگاں رفتم بہ رخ و اکنوں کہ حاصل شد چگونہ بر جہاں یابے چنیں رخسارہ اے دارم
ز آہ خسروش یارب نہ گیری گرچہ آں نادل
نیارد ہیچ گہ در دل کہ من بیچارہ اے دارم

ت

۱۲۰۵
شبے[2] با سائیستم نبود عجب بیداریے دارم شفا از چشم تو خواہم عجب بیماریے دارم
ہمہ شب می گزم انگشت حسرت را بہ دنداں من ہمیں است از شاخ عمر برخورداریے دارم
الا اے ساقی فارغ دلاں مے ہم بہ دیناں دہ کہ من با روزگار خویشتن خوں خوارئے دارم

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت ذیل زائد است ؎
مرا گوئی کہ دور از چوں منے زندہ چہ می مانی؟ ٭٭٭ خیالات را بقا باداکہ از وے یاریے دارم

بروائے بخت خواب آلود از پہلوئے بیداراں ‏ ‏ کہ تو شب کور ہے داری و من شب کالیے دارم
جگر بریاں و نالہ مطرب و مے گریۂ تلخم ‏ ‏ بیا مہمان من جاناکہ شب بیدار ہے دارم
بر یادِ روئیت از یادِ تو خالی نیستم یک دم ‏ ‏ ز تشویشِ غمت گرچہ فراموش کارے دارم
چو خاک رشدم در زیر پائے خود عزیزم کن ‏ ‏ بداں عزت کہ پیشِ آستانت خوارے دارم
بہ حیثیمت می کند خسرو حق آں گرنہ می دانی
دروغے ہم نہ می گوئی کہ مردم سالیے دارم

۱۲۰۶
بہ چشمِ تر دمے کاندر دل بریانش می دارم ‏ ‏ وے اندر خواب و من نزدیک خود مہمانش می دارم[1]
خیالِ زلفِ او وار نجہ می سازم بیالے جاں ‏ ‏ کہ بیروں آید آں گہ چشم بر جولانش می دارم
رخ او بینم و با خویشتن گویم نہ می بینم ‏ ‏ عجائب غیرتے کز خویشتن پنہانش می دارم
اگر میرم فسوسے نیست بر جانم جزایں حسرت ‏ ‏ کہ جاں بویش گرفت از بس کہ اندر جانش می دارم
ہنوز از غارتِ سیمیں بر آں خرمنہ می گردد
دل خسرو کہ چندیں سال شد ویرانش می دارم ‏ ‏ غ

۱۲۰۷
منم[2] و شبہا و یاد آں سر کوئے کہ من دانم ‏ ‏ دلم رفت ست و جاں ہم می رود سوے کہ من دانم
صبا بوہائے خوش می آرد از ہر بوستاں لیکن ‏ ‏ کہ خواہد زیست چوں می نارد آں بوئے کہ من دانم
سر خود گیر و رَوائے جانِ دل برداشتہ از تن ‏ ‏ کایں سر خاک خواہد گشت در کوئے کہ من دانم
اگر تن مو شد و گر بگسلد جاں نیز گو "بگسل" ‏ ‏ مرا از دل نہ خواہد رفت آں موئے کہ من دانم
بسوزی ہرچہ ہست اے باد اگر آں سو رسی اما ‏ ‏ بہ تندی نگذری زنہار بر روئے کہ من دانم
چو کشتن رسم خوباں ست جاں گر حیلہ می دارم ‏ ‏ ذخیرہ می کنم از بہر بدخوئے کہ من دانم

---

[1] درین غزل محذوف است ‏ ‏ [2] درین بیت ذیل زائد است:
بسوزی ہرچہ ہست اے برق گر زاں سو روی اما ❋ بہ تندی نگذری زنہار زاں روئے کہ من دانم

چه پیچم بر درازیهای شب تهمت چه می دانم؟
که هست این پیچش خسرو ز گیسوی که من دانم

۱۲۰۸
تو لی در[1] بینی من یا خود مه و پروین می دانم — شب قدر من است امشب که قدر این نمی دانم
روی در باغ و می گوئی که "گل بین" چون منم عاشق — همین روی تو می بینم گل و نسرین نمی دانم
چنانم لذت یاد تو بنشست ست اندر جان — که زان پس ذوق تلخ و جان خود شیرین نمی دانم
خرد را گفتم "اندر عاشقی دخلی بکن" گفتا — "غریبم رسم این کشور من مسکین نمی دانم"
به بالینم رسیده یار و من در مردن از سوزش — کجائی در زبان و کیست در بالین نمی دانم
سوالی می کنی از من که "خسرو من کیم پیشت"؟
شنیدم لیک از حسرت جواب این نمی دانم

۱۲۰۹
چو خواهم[2] با تو حال خود بگویم جا نمی یابم — وگر پیدا کنم جای ترا تنها نمی یابم
به جان و دل ترا جویم اگر ناگاه پیش آئی — ز شادی دست و پا گم می کنم خود را نمی یابم
تعالی الله چه گلزاری ست حسن عالم افروزت — که گل در باغ خوبی چون رخت زیبا نمی یابم
ندارد هیچ پروای به حال زار مسکینان — کسی را از بتان مثل تو بی پروا نمی یابم
به کویت عاشقان مستند اما در ره عشقت
بسان خسرو دیوانه شیدا نمی یابم

۱۲۱۰
همیشه در[3] فراقت با دل افگار می گریم — غمت را اندکی می گویم و بسیار می گریم
شبی کاندر حریمت ره نمی یابم به صد زاری — به حسرت می نشینم در پس دیوار می گریم
اگر مردم به مستی گاه گاهی گریه ای دارند — چه حال است این که من هم مست و هم هشیار می گریم
گهی در خلوت تاریک از هجر تو می نالم — گهی در فرقت در کوچه و بازار می گریم

---

[1] درن غزل محذوف است [2] درن غزل محذوف است. [3] درن غزل محذود

چه سوز است این نمی دانم به جان خسرو مسکین
۱۲۱۱ که چون ابر بهار اندر سر کهسار می گریم

خراش سینهٔ خود با یکی خونخوار می گویم   حساب عمر می دانم که غم با یار می گویم
فراهم کی شود ریش دلم زین سان که من هر بار   حدیث آن نمک پیش دل افگار می گویم؟
به جانان گفته ام تا که نخواهد رفت جان یارب   نمی دانم چه نام است این که من هر بار می گویم
درون خویش خالی می کنم زان زنده می مانم   که ذکرت روز و شب پیش در و دیوار می گویم
چو مجنون در بیابان غمم دور از رخ لیلی   که درد خویشتن با پشته های خار می گویم
زبانم تیشهٔ فرهاد شد بهر دلم سنگین   ز بس کافسانهٔ شیرین خود بسیار می گویم
من از سر زنده گردم گر تو با من یک سخن گویی   تو می دانی نه گویی لیک من گفتار می گویم
اگر با من ز بد گفتن خوشی ای لی من فدای تو   تو بد می کن که من بهر تو استغفار می گویم

رقیبا بر حقی گر باورت ناید غم خسرو
۱۲۱۲ که من بیمار بلبل پیش تو بیمار می گویم

بگویم حال خویشتن لیک از آزار می ترسم   وگرنه هم برون زاندیشهٔ گفتار می ترسم
چه حال است این که از بیم رقیبان ننگرم در دوست   هوس می آیدم گل چیدن و از خار می ترسم
معاذالله که از مردن بترسم در غمت لیکن   ز داغ دوری و محرومی دیدار می ترسم
بسی دارم کباب از دست غم پیوسته گشتم لیکن   ز خوی نازک آن نرگس خونخوار می ترسم
ز شب در خواب مستی و مرا تا روز بیداری   مخسپ این که من زین دیدهٔ بیدار می ترسم
جوانی خنده بر خونابهٔ پیران مکن زیرا   تو می خندی و من زین گریهٔ بسیار می ترسم
[۱] از این دیده آزار جراحت می تراود دل   مبادا کاندرو ماند از این آزار می ترسم
[۲] درد من دلت هر سوی زحمت می کند لیکن   ز بی سامانی بخت پریشان کار می ترسم

---

[۱] درین بیت محذوف است   [۲] درین بیت محذوف است

نیم خسرو کہ فرہادم، نماند جانم از عشقت
اگر ماندست از شیرینیٔ گفتار می ترسم
ت

۱۲۱۳ ہمہ شب با دل خود نقش آں دلدار در بندم | مگر ممکن بود کایں دیدۂ بیدار در بندم
مژہ در چشم من شد خار و خواب از دیدہ رفت اکنوں | مگر کایں رخنۂ پُر فتنہ را از خار در بندم
جہاں بے دوست نتواں دید بنشینم بہ کنجِ غم | بہ روئے خود درونِ کلبہ خوں خوار در بندم
غمت گفتم بروں ندہم کشادی چشم از حسرت | فرو بستی لبم بے آں کہ من گفتار در بندم
تو خود را[1] گر نمی دانی مسلماں گو بداں پارے | مرا نزدیک شد کز دست تو زنار در بندم
سر زلفے کز او دیوانہ شد خسرو بہ دستم دہ
کہ تا زاں رشتہ دستِ عقلِ دعویٰ دار در بندم

۱۲۱۴ تو سرمستی[2] و من عاشق بیا تا با تو در غلتم | ز دستِ لعلِ تو تا چند در خونِ جگر غلتم
بغلتم ہر زماں در زیر پایت باز برخیزم | چو رویت بنگرم بار دگر از پائے در غلتم
چناں گشتہ ست حالِ عیش من از تلخیٔ ہجراں | مگس بر من نیارد نشست اگر اندر شکر غلتم
سر شکم گفت در وقتے کہ می غلتید بر رویم | "چو مروارید غلتانم کہ بر بالائے زر غلتم"
بہ کارِ عیش در خونِ دو چشمِ خویش می غلتم
چہ بہتر زاں بود خسرو کہ در کارِ دگر غلتم؟

۱۲۱۵ نیارم تاب[3] دیدن دیر دیرت بہر آں بینم | بباید ہر زماں جانے کہ رویت ہر زماں بینم
مرا گویند "کش چوں مردماں بین و مرو از جا" | دلم بر جائے باید کش بہ چشمِ مردماں بینم
بدیں ساں کامد از روئے تو کارِ من بہ جاں واں گہ | منِ دیوانہ را بر خود نہ بخشو دو ہماں بینم

---

[1] درین بیت محذوف است و بہ جایش بیت ذیل اضافہ است ہ
غبارے یادگارم دہ ز کوئے خود کہ می خواہم ※ کزیں چادر غریبستان عقبی بار بر بندم
[2] درین غزل محذوف است   [3] درین غزل محذوف است

اگر من کشتنی گشتم بزمی گویم "مکش اے غم"   ولے بگذار چندانی کہ روئے آں جواں بینم
چہ حاجت بر دلم ناوک ہمیں بس نیست مرگ من   کہ گہ گہ چاشنی از دست آں نازک کماں بینم
گر جولاں نیارم دیدنش از بیم جاں لیکن   چو من بے طاقتم دزدیدہ در دستِ وے کماں بینم
ز نور روزِ جوانی گرچہ بشگفتہ ست بستانش   مبادا سبزۂ پیراہنِ آں بوستاں بینم

دریغا آں چناں روئے دگر خواہد شدن یارب
۱۲۱۶ مرا آں روز تیماری کہ رویش آں چناں بینم

ب

چمن چوں بوئے تو آرد بہ بویت در چمن میرم   بہ یادِ قدِ تو در سایۂ سروِ سمن میرم
زیم از تو بمیرم ہم ز تو فارغ ز جان و تن   نیم چوں دیگراں کز جاں زیم یا خود ز تن میرم
خوش آں وقتے کہ تو از ناز سویم بنگری و من   بہ زاری کشتہ انگشت او فگندہ در دہن میرم
شدم[۱] رسوا درونِ شہر، در صحرا روم اکنوں   [۳] کہ رسوا تر شوم گر در میانِ مرد و زن میرم
بخور جملہ تنم اے زاغ جز دیدہ کہ دید او را   کہ بیروں اوفتم در عرصۂ زاغ و زغن میرم
مرا[۲] پیراہنِ صد چاک پر خونست ازاں یوسف   ہمیں آرایشِ گورم کنید آں دم کہ من میرم

سخن بر بستی از خسرو مگر حیفت فرود آمد
۱۲۱۷ کرم کن یک سخن جانا کہ تا زاں یک سخن میرم

سوارہ آمدی و صید خود کردی دل و تن ہم   کمندِ عقل بگسستی لجامِ نفسِ توسن ہم
بہ دامن می نہفتم گریہ ناگہ مست بگذشتی   شدم رسوا منِ تردامن و صد چاک دامن ہم
تو ناوک می زنی بر جان و جانِ من ہمی گوید   کہ "چشمم با جدا از آں ناوک و زاں ناوک افگن ہم
نہادم ہر چہ بود از ہر سرے ماندہ مرا بر تن   چو بارِ سر سبک کردی سبک کن بارِ گردن ہم
شبے روشن کن آخر کلبۂ تاریکِ من چوں من   دلِ تاریک در کارِ تو کردم چشمِ روشن ہم

---

۱ درین غزل محذوف است   ۲ درین بیت ذیل زائد است   ۳
بہ دامن می نہفتم گریہ ناگہ مست بگذشتی ٭٭ شدم رسوائے تردامن، مبادا بے کفن میرم

عقوبت می کشم تا زنده ام زان وہ کہ اندر این نداں — ہمہ کس جاں کند صورت مرا جاں ست دشمن ہم
ملامت بر دلِ صد پارۂ عاشق بداں ماند — کہ باشد زخم پیکان و بدو زندش بہ سوزن ہم
چہ کیش است آخر اے خسرو کہ بے خوباں نیای یک دم
زمانے آخر از بت باز می ماند برہمن ہم

۱۲۱۸

ندانم کیست اندر دل کہ در جاں می خلد بازم — چناں مشغول او گشتم کہ با خود می نپردازم
ہر کس با بتے در خواب و من در کنج تنہائی — چہ باشد گر شبے پوشیدہ گردد دیدۂ بازم؟
غمت کشت و ہنوزم شب ز اقبالِ خیالِ تو — امیدِ زیستن باشد اگر من دل بپردازم
سر خود گیر و رو اے جان دل برداشتہ از من — کہ من مرغِ گرفتارم میسر نیست پروازم
اگر چہ شن نالہ ہائے درد ناکم در نمی گیرد — خوشم با ایں ہمہ گرمی شناسد بار آوازم
مسلمانی ہمہ در باختم در کارِ بت رویاں — نہ بینید اے مسلماناں کہ من بیں در چہ می بازم
من و شبہا و در دے و حدیثے بود از حسنت — کہ داد آں دو لتم جاناکہ تا خود بشنوی رازم
بہ دشواری ز کویت دوش جاں را بردہ ام آساں — اگر کشتن دہی فرماں بہ گفتِ چشمِ غمازم
تو در بازی دلم در خوں نخواہم زیستن دانم — زدر دا گر نیم جانے کہ من مشغولِ جاں بازم
چگونہ جاں برد خسرو ازیں اندیشہ کت ہر دم
فرامش می کنی عمداً و در جاں می خلی بازم

۱۲۱۹

ز ہجراں روز من شب گشت و کے بود چنیں روزم؟ — شبے گر روز کردے با من آں ماہِ شب افروزم
بر آید زیں ہوس جانم کہ یک شب شمعِ تو باشم — تو خوش خوش بادہ می نوشی و من چوں شمع می سوزم
بلا و غم خریدارا آمدند از سوئے تو بر من — بحمد اللہ کہ در کوئے تو بازار است امروزم
کشتم تا جاں بود در تن جفا ہائے سگِ کویت — سگِ کوی ترا بارے وفا داری بیاموزم

ؔلہ درین غزل محذوف است

نهاں تا چند دارم درد خسرو را ز تو آخر؟

۱۲۲۰ دلم بردہ ز لف داں گہ لب بیہودہ می دوزم

زد ستم شد[1] عنانِ دل چہ داند کس کہ من چونم؟
دریں تیمار بے حاصل چہ داند کس کہ من چونم؟

من و شبہا و نقشِ او کہ بروے فتنہ شد جانم
ہمہ روزم بدو مایل چہ داند کس کہ من چونم؟

زند ہر دم ز بدخوئی مرا سنگِ جفا بر جاں
ازاں بدخوے سنگیں دل چہ داند کس کہ من چونم؟

شبِ حامل برائے من بزاید ہر زماں دردے
ز دردِ ایں شبِ حامل چہ داند کس کہ من چونم؟

جدا شد کاروانِ صبر و راہ ہجر بے پایاں
چو دور افتادم از منزل چہ داند کس کہ من چونم؟

مرا خر در خلاب افتاد و از آبِ دو چشمِ خود
چو کس را نیست پا در گل چہ داند کس کہ من چونم؟

چو کس را دیدۂ بینش نمی بینم کہ می بیند

۱۲۲۱ بجز شاہنشہِ عادل چہ داند کس کہ من چونم؟

بدو بودم[2] شبے، افسانۂ آں شب بگوئیدم
وگر میرم بہ تعظیمِ سگانِ او بشوئیدم

مرا امروز بردارِ بلا جلوہ ست بہر او
سرودِ جلوہ کاں در نوحہ گوئید آں مگوئیدم

شہیدِ خنجرِ عشقم بہ خونِ دیدہ آلودہ
بہ خاکم، ہمچناں بر خوں درآرید و مشوئیدم

گلے کز خاکِ من روید بہ گوشِ اہلِ دل گوید
کہ "من بوئے فلاں دارم مبوئیدم، مبوئیدم"

ہمہ جا از شہیداں نور خیزد وز دلم آتش
نشاں است ایں میانِ کشتگانش گر بجوئیدم

گر از گل گل شود پیدا ز من خواہد دمن بویش
نہ بوئیدم کہ از غیرت بسوزم گر ببوئیدم

پس از کشتن کہ خوں آلودہ خسپد بر درش خسرو

۱۲۲۲ ازاں بہتر کہ با عزت بہ خونِ دیدہ شوئیدم

نگارا عزم[3] آں دارم کہ جاں در پایت افشانم
بہ بوسہ از لبِ شیرینِ تو انصاف بستانم

مرا تا دادہ ای رخصت کہ گہ گہ می گذر در رہ
چنانم کشتی از شادی کہ رہ رفتن نمی دانم

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است

بس نیست کز زلفِ تو سوئے خود کشم موئی — اگرچه روزگارے شد که در دنبالهٔ آنم
مسلماں نیستم گر نیست زلفت کافرِ مطلق — که کافر می کند آں را که می گوید مسلمانم
مرا باری که نگذارند گردِ کوئے تو گشتن — همی خواهم که خود را بر سرِ کویت بگردانم
بے کوشم که پائے خود کشم در گوشهٔ عزلت — ولے مطلق نه می دارد غمت دست از گریبانم
چو من با دیدنِ رویت بدینسانم که می بینی — مبادا ساعتے کز دیدنِ رویت جدا مانم
بهر جائے که بنشینم ز عنوانِ وفائے تو — نه خوانم نامهٔ تا از جگر خونے نیفشانم
چو خو کردم در آبِ دیده از دریا نیندیشم — چو مرغابی شدم اکنوں چه باک از موجِ طوفانم

تو مستِ نازی اگر آگه نه ای از روزگارِ من
ز خسرو پرس کت وا گوید از حالِ پریشانم

۱۲۲۳
چو دادی[۱] مژدهٔ ایں نعمتم کت روئے بنمایم — رها کن کز کفِ پائے تو زنگِ دیده بزدایم
به پایت ار دیده سایم زنده گردم لیک کشت آیم — کز ایں خونِ غمِ آلوده چگونه بپات آلایم
ز خونِ دیدهٔ خود شرمسارم پیشِ تو کز وے — همه یاقوتِ قلب ست ایں نثارِ آں حنا پایم
بمیرم زیں هوس کاید شبے خواب و ترا بینم — چو از خواب اندر آیم هم به رویت چشم بگشایم
شنیدن چوں توانم ذکرت از گفتارِ هر غیرے — چو گویم نامِ تو خواهم زبانِ خود فرو خایم
مزن طعنه که از کویم عزیزِ چشمها گشتی — که آخر خاکِ در می ریزم ایں نه سرمه می سایم
بباید سوختن صد بار و بازم آفرید از سر — کز انساں پاک گردم کاتشت را سوختن شایم

دعا ایں می کند خسرو که گردم خاک در کویت
مگر بختم کند یارے که روزے زیرِ پات آیم

۱۲۲۴
سرو منی[۲] وز دل بستانِ خودت خوانم — درد منی وز جاں درمانِ خودت خوانم
اول بدو صد زاری جاں پیشکشت کردم — واں گاه به صد عزت مهمانِ خودت خوانم

---

[۱] درین غزل محذوف است
[۲] درین غزل محذوف است

مهمانت چه خوانم من نه خضر نه عیسیٰ تا؟ — بر آبِ خودت جویم بر خوانِ خودت خوانم
هر چند که جانِ من دید از تو جفائے چند — با ایں همه دردِ دل جانانِ خودت خوانم
هر لحظه مرا با دل جنگے ست درایں معنی — کو زانِ خودت گوید من زانِ خودت خوانم
از بس که نه می ارزم نزدِ تو به کشتن هم — قربان شوم ار گوئی "قربانِ خودت خوانم"

از گونهٔ روئے خود دار زد همه شب خسرو
زیں پس که اگر گوئی "سلطان خودت خوانم"

1225
سودائے سرِ[1] زلفت کاندر دل و جاں دارم — ز اندیشه دلم خوں شد تا چند نهاں دارم؟
گر سر نه نهم پیشت خلقے بهمی بر سر — من سر مه کنم آں را در دیدهٔ جاں دارم
از تو نگرانیها افتاد مرا در دل — تا چند به روئے تو دیده نگراں دارم
بے خواب کنی چشمم تو دیدهٔ آں داری — چوں باز کنم پیشت من زهرهٔ آں دارم
گردِ دلم از عشقت گردابِ بلا شد غم — تا چند ازیں طوفاں خود را بکراں دارم
گفتی که "بیا بر من اندیشه مدار از کس" — گر بخت دهد یاری اندیشهٔ آں دارم
با تو چه دهم هر دم چوں هست دمم سرد — گل را چه برم مهماں چوں بادِ خزاں دارم

در هجرِ تو خسرو را اینک به لب آمد جاں
جانے که رسد بر لب چندش به زباں دارم؟

1226
اے گل صفتِ[2] حسنت بر روئے چه حسن گویم — سر تا به قدم جانے، کفر است که تن گویم
آں میم دهاں داند از ابروئے چوں نونش — نے نے که غلط گفتم من دانم و من گویم
هے هے سخنِ کفر است آں موئے رسن گفتن — ببریده زباں با دم گر پیشِ رسن گویم
زلفے که از او آید بوئے چو دمِ عیسیٰ — بس فکر خطا باشد گر مشکِ ختن گویم
چشمم که دو صد دریا دارد به هر مژگاں — ایں قلزمِ پر خوں را چوں نامِ عدن گویم

---
[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است

پیراہنِ خود گلہا سازند قبا در خوں　　گر از رُخ جاں بخشت وصفے بہ ختن گویم
گفتی: "ز دہان من خسرو تو حدیثے گوے"
در وصفِ دہانِ تو من خود چہ سخن گویم؟

۱۲۲۷
در دیدہ[1] چہ کار آید ایں اشک چو بارانم　　بر دیدہ اگر جانا سروے چو تو بنشانم
خود را بہ سر کویت بدنامِ ابد کردم　　از ہر چہ جز ایں کردم از کردہ پشیمانم
جانم بہ فدات آں دم کز بعدِ دو سہ بوسہ　　گویم کہ "یکے دیگر" گوئی تو کہ "نتوانم"
از تیغ جفایم کش بے ہیچ دیت، زیرا　　زیں بیش نمی ارزد در نرخِ وفا جانم
گر با تو غمے گویم در خواب کنی خود را　　ایں دردِ دل ست آخر افسانہ نمی خوانم
تو نامِ کرم گیری، من جور و ستم خوانم　　گرچہ بہ زباں گوئی من نام تو می دانم
چاکِ دلِ اے محرم چوں دوخت نمی دانی　　ضائع چہ کنی رشتہ در چاکِ گریبانم؟
عشق بت و بیمِ جاں ایں نقد بہ کف تلکے؟
خسرو بہ غزل برگو تا دست برافشانم

۱۲۲۸
نبضِ دلِ[2] شوریدہ رنجور گرفتیم　　وایمن ز ہوائے ہوسش دور گرفتیم
زیں خانہ ویرانہ چو شد سردِ دل ما　　ما راہ دراں خانہ معمور گرفتیم
گر راہ دراز است چہ اندیشہ کہ پنہاں؟　　رہ توشہ ازاں منظرِ منظور گرفتیم
در صورتِ حور ار نفسے نیست ز بخشش　　تا دیدہ ز دیدار چناں حور گرفتیم
ما مردہ دلاں را ز کفِ غم برہانیم　　چوں روح نفس در نفسِ صور گرفتیم

---

[1] درن بیت ذیل زائد است ـ
جانے دگرم باید شکرانہ فرمانت　　آں لحظہ کہ در کشتن آید ز تو فرمانم
[2] درن غزل محذوف است

در حضرت سلطانِ معانی بہ حقیقت

بردیم مثال خود و منشور گرفتیم

۱۲۲۹
ما ترک رضائے دل خودکام گرفتیم ... در زاویۂ نیستی آرام گرفتیم
بدنامی و آوارگی ما چو ز دل بود ... ترک دلِ آوارۂ بدنام گرفتیم
دل زحمتِ خود برد ز ما و ز بلا رست ... آزاد نہ شد مرغ کزیں دام گرفتیم
تا سوختنِ عشق ز پروانہ بدیدیم ... سودائے ہمہ سوختگاں خام گرفتیم
غم خوردن پیدا بُد و خوں خوردنِ پنہاں ... ذوقے کہ ز خوبانِ گل اندام گرفتیم
ہر کس درِ پیری زد و ما دامنِ خمّار ... زیں عاشقی عاریت آرام گرفتیم
اے اہلِ سلامت کہ نہ داری خبر از ما ... رو سبحہ ترا باد کہ ما جام گرفتیم
گفتی کم جانی و تنی گیر در ایں راہ ... ما راہ تو اے شیخ بہ ناکام گرفتیم
ما ئیم دِ نا گوے و ز اقبالِ رقیبت ... کز وے قدرے لذّتِ دشنام گرفتیم
می کن ز جفا ہر چہ توانی و میندیش
کاں در حقِ خسرو کرمِ عام گرفتیم

۱۲۳۰
آں نرگسِ پُر ناز و جفا راز کہ دانیم؟ ... واں غمزۂ بے مہر و وفا راز کہ دانیم؟
گر یار جفا کرد گنہ بر دل ریش است ... اے خلق جفا گوے شما راز کہ دانیم؟
مردم ز پئے کشتنِ آں زلف تو جنبند ... اے خرمنِ گل بادِ صبا راز کہ دانیم؟
ہر شب کہ بود ماہ کہ بر بام بر آید ... آں شہرۂ انگشت نما راز کہ دانیم؟

لہ درین بیت محذوف و بر حاشیہ بیت ذیل زائد است ۵
سودائے تو تا کامِ دل از کامِ بروں برد ⁂ ہر چیز ہمہ خوبان جہاں کام گرفتیم
سلہ درین غزل محذوف است

دیوانگیٔ خسرو از اندیشه شد آخر
آن سلسلهٔ زلف دوتا را ز که دانیم؟

۱۲۳۱
ما از هوسِ[1] روی بتان باز نیائیم — تیغ ست حدِ ما به زبان باز نیائیم
گر تیر زنی بر جگرا ای یار کمان کش — تیریم که رفته ز کمان باز نیائیم
مردانه نهادیم چو پا بر سر کویت — گر سر برود از سر آن باز نیائیم
باز آمدن از مهرِ جانان نه توانیم — لیک از چه توئی چون بتوان باز نیائیم
باز آمدن از عشق تواں ماند اگر دل — لیکن ز پے ماندنِ جان باز نیائیم
راندیم چنان بے تو ز عالم کاجل و عمر — گر هر دو بگیرند عنان باز نیائیم
پیدا نفس امروز زند گرچه که خسرو
زینها چه شود گر به نهان باز نیائیم

۱۲۳۲
جان[2] ز محنتِ خود برد و به جانان نه رسیدیم — دل رخنه شد از درد و به درمان نه رسیدیم
موریم که گشتیم لگد کوبِ سواران — در گوشه که بر پای سلیمان نه رسیدیم
دنبالِ دلِ دوست دویدیم فراوان — بگرفت اجل راه و بدیشان نه رسیدیم
در عشقِ غبارِ سرِ زلفش تنِ خاکی — شد خاک و بدان زلفِ پریشان نه رسیدیم
چون مرغ که دارند نگاه از پے کشتن — در دام بماندیم و به بستان نه رسیدیم
ای بادِ سلامی برسانی تو اگر ما — در خدمتِ آن سرو خرامان نه رسیدیم
چه سود که فردا رخ چون عید نمائی — کامروز بمردیم و به سامان نه رسیدیم
از خونِ جگر نامهٔ دردِ تو نوشتیم — بگذشت همه عمر و به جانان نه رسیدیم
دل نزل به بیگانه به خسرو جگرے بس
ما خود سگِ کوئیم و به مهمان نه رسیدیم

---

[1] درین غزل محذوف است — [2] درین غزل محذوف است

۱۲۳۳ غ

عمرے شد و ما عاشق و دیوانہ بماندیم — در دام چو مرغ از ہوس دانہ بماندیم
ہر مرغ ز باغے و گل بہرہ گرفتند — مائیم کہ چوں بوم بہ ویرانہ بماندیم
وقتے دل و جان و خردے بہرۂ ما بود — عشق آمد و زیشاں ہمہ بیگانہ بماندیم
یاراں چو فرشتہ ز خرابات رمیدند — ما چوں مگساں بر سر خم خانہ بماندیم
در کوئے بتاں رفت ہمہ عمر دریغا — چوں برہمنِ پیر بہ بت خانہ بماندیم
اے بختِ سیہ روئے تو خوش خفت کہ شبہا — ما با دلِ خود بر سر خم خانہ بماندیم
خاکستر افتادہ، نہ دم ماندہ و نہ دُود — زیرِ قدمِ شمع چو پروانہ بماندیم
ناگاہ پری صورتے اندر نظر آمد — دیدیم در آں صورت و دیوانہ بماندیم
خسرو بہ زبانہا کہ فتادیم ز زلفش
گوئی تو کہ موئیم کہ در شانہ بماندیم

۱۲۳۴

صافی مدہ[1] اے دوست کہ ما دُرد کشانیم — نے رندِ تمامیم کزیں رند و شانیم
ایں کاسۂ سر بہر چہ داریم بہ عزت — گر در صفِ مستانش سبوئے نہ کشانیم
ہر چند کہ در کیسہ نہ داریم پشیزے — در ہمتِ ما بین تو کہ جمشید و شانیم
کو ساقیِ نوخیز کہ بالائے دو دیدہ — چنداں کہ دو ابرو بنشاند بنشانیم
پیش آر مے اے ساقی خوں ریز کہ پیشت — از لب بخوریم و ز مژہ ہا ز فشانیم
گر زندہ نہ داریم شبے پیش تو گر زانک — خود را بہ سر کوئے تو یک شب بکشانیم
خوں خوردنم اے مستِ جوانی چو نہ دانی
دانی چو ترا شربتِ خسرو بہ چشانیم

۱۲۳۵ ت

اے از نظرم رفتہ، نظر سوئے کہ دارم؟ — دل کز تو ستانم بہ خمِ موئے کہ دارم؟

[1] درین غزل محذوف است

تسلیم جفایت چه کنم گر نه کنم جان　　چون با ز رهم قوتِ بازوے که دارم؟
گفتی که "تو ایں بے دلی از روئے که داری"؟　　"از روئے تو دارم دگر از روئے که دارم"؟
هر[1] جا که یکے روئے نکو جانِ من آں جاست　　یارب به جبیں خو که منم خوئے که دارم؟
اندازهٔ من نیست که برگیرم ازآں چشم　　کاں چشم که برگیرم ازآں سوئے که دارم؟
دستے که دوتا ماند به بالینِ فراقم　　گر باز رسم درتهِ پہلوئے که دارم؟
گویند که "رو خسرو ز زو جادوے آموز"
۱۲۳۶ چندیں دگر از نرگسِ جادوئے که دارم؟

ب

عاشق شدم و محرم ایں کار نه دارم　　فریاد که غم دارم و غم خوار نه دارم
آں عیش که یارے دهدم صبر نه دیدم　　واں بخت که پرسش کندم یار نه دارم
بسیار شدم عاشق و دیوانه ازایں بیش　　آں صبر که هر بار برایں بار شدارم
یک سینه پر از قصهٔ هجر است ولیکن　　از تنگ دلی طاقتِ گفتار نه دارم
چوں راز بروں نفتدم از پرده که هرچند؟　　گویند مرا گریه نگه دار نه دارم
ایں کوری چشم غمِ نا دیدنِ یار ست　　ورنه غمِ ایں چشمِ گهر بار نه دارم
گویند[2] که "بیدار مدار ایں شب غم را"　　اندازهٔ من نیست که بیدار نه دارم
جانا چو دل خسته به سودای تو دارم　　او داند و سودائے تو من کار نه دارم
خوں[3] ریز شکرفست لبت سهل نه گیرم　　مهمانِ عزیز است غمت خوار نه دارم
مرگم ز کو دور افگند اندیشه ام این ست　　اندیشه ازایں جانِ گرفتار نه دارم

---

[1] درن بعدهٔ بیت ذیل زائد است ؎
تیرے که مرا هست به سینه ز کمانے ※ من دانم و دل کز خمِ ابروے که دارم
[2] درن بیت محذوف است　　[3] درن بیت محذوف است و بجایش بیت ذیل زائد است
؎ دارم هوسِ زیستنی نیز ولیکن ※ پروانهٔ آں لعلِ شکر بار نه دارم

خوں شد دلِ خسرو ز نگہ داشتنِ راز
۱۲۳۷ چوں ہیچ کسے محرمِ اسرار نہ دارم

گمراہ شدم رہ سوے جاناں ز کہ پرسم؟   وز ہجر بمردم خبرِ جاں ز کہ پرسم؟
از سرزنشِ مردہ دلاں جاں بہ لب آمد   داروے دلِ زارِ پریشاں ز کہ پرسم؟
خوابِ اجلم در سر و من مستِ خیالت   تفسیرِ چنیں خوابِ پریشاں ز کہ پرسم؟
اے راتبِ عشقِ تو رواں کشتنِ عشاق   در آدمیاں فتویٰ قرباں ز کہ پرسم؟
یک دردِ تو گردد دو اگر زاں کہ نہ پرسی   ایں درد کرا گویم و درماں ز کہ پرسم؟
خواہم کہ کشم پیشِ دو بادامِ تو خود را   سلطاں دو بہ یک مرتبہ فرماں ز کہ پرسم؟
دادند نشانِ دلِ خسرو سوے چشمت
۱۲۳۸ مست است چو آں نرگسِ فتاں ز کہ پرسم؟

ب

یارب غمِ آں سروِ خراماں بہ کہ گویم؟   دل نیست بہ دستم سخنِ جاں بہ کہ گویم؟
آہ از دلِ من دود برآرد ہمہ شب آہ   کایں سوختگیٔ غمِ ہجراں بہ کہ گویم؟
افسانۂ من ناخوش و کس محرمِ آں نیست   اندک نہ بود صبرِ فراواں بہ کہ گویم؟
خونابہ پیدا ہمہ بینند خود از چشم   احوالِ جگر خوردنِ پنہاں بہ کہ گویم؟
دردیست دریں سینہ کہ ہمدرد نشناسد   بیدرد چو باور نہ کند آں بہ کہ گویم؟
دشنام دہد دشمن و تشنیع زند دوست   چندیں شنوم از کہ و چنداں بہ کہ گویم؟
من قصہ دہم شرح و ز مستی نہ نہد گوش   آں زود کشِ دیر پشیماں بہ کہ گویم؟
بلبل نہ کند نالہ چو خسرو بہ سحرگاہ
۱۲۳۹ چوں بشنود آں سروِ خراماں بہ کہ گویم؟

ت

ہردم غمِ خود با دلِ افگار بگویم   چوں زہرۂ آں نیست کہ با یار بگویم

لہ دریں غزل محذوف است

هر شب روم اندر سر آں کوے و غم خود　　چوں نشنود او با در و دیوار بگویم
کو جان گرفتار که باور کند از من ؟　　گر من غم ایں جان گرفتار بگویم
انکار کنم همچو دل خود دل آں کس　　کو را سخنے زاں دل افگار بگویم
شب[1] خواب شبم نے که اگر بینمت آں جا　　خونابهٔ ایں دیدهٔ بیدار بگویم
دردے ست درایں سینه که بیروں نتواں داد　　حیف است که درد تو به اغیار بگویم
خوں شد ز نهفتن دل و اکنوں روم اے یار　　رسوا شوم و بر سر بازار بگویم
یک روز بپرس آخر از آں محنت شبها
۱۲۴۰ تا کے غم خسرو بشب تار بگویم

زیں پائے ادب نیست که در کوے تو آیم؟　　سازم ز دو دیده قدم و سوے تو آیم
اے کاش شوم زود ترے خاک که بارے　　با باد شوم همره و پهلوے تو آیم
در کوے تو گمره شوم از بوے تو با آنک　　آں جا همه زاں رهبری بوے تو آیم
خورشیدی و من ذره کنم بے سر و پا رقص　　آں لحظه که در جلوه گه روے تو آیم
گفتی که "سیاست کنمت" کے بود آں تا　　گل بسته و آراسته در کوے تو آیم؟
گفتی که "برو جاں ببر از من" چه روم چوں　　هر جا که روم بسته به یک موے تو آیم
بر سی غم خسرو ز پے شرح زباں کو
۱۲۴۱ چوں پیش نمکداں سخن گوے تو آیم

بیا[2] ساقی که ما در مے فتادیم　　به خدمت پیش مے خواراں ستادیم
سر رندی چو گم کردیم در فسق　　کلاهِ صوفیاں را کج نهادیم
رها کن غرقه گردیم ار برانیم　　میانِ مے چو اندر مے فتادیم
چه جائے توبه چوں مے می بنوشیم　　که از خوباں به خوں روزه کشادیم

---

[1] دریں بیت محذوف است　　[2] دریں غزل محذوف است

مرادے از غم او عشق داریم | چه داند او گر از غم نامرادیم
بکش اے خوش پسر ما را بیک ناز | همان پندار کز مادر نزادیم
بده یک جام. کیخسرو به خسرو
۱۲۴۲ همان انگار ما هم کیقبادیم

برخ[له] خاکِ درت رفتیم و رفتیم | دعائے دولت گفتیم و رفتیم
ز روئے خویش کردی دور ما را | چو گیسویت برآشفتیم و رفتیم
جفاہائے ترا با کس نگفتیم | درونِ سینه بنهفتیم و رفتیم
چو غنچه بس که پر خوں شد دلِ ما | چو گل ناگاه بشگفتیم و رفتیم
بخود بیروں نمی رفتم ازایں در | ولے از خود بدر رفتیم و رفتیم
بعهدت خوابِ خوش هرگز نکردیم | کنوں آسوده دل خفتیم و رفتیم
ندارد قوتِ رفتار خسرو
۱۲۴۳ میانِ سیلِ خوں افتیم و رفتیم

همی دزدی ز من اندام چوں سیم | کدایں[ب] سیم دزدت کرد تعلیم؟
ز بهر سیم پیشانی گره چیست؟ | گره تا چند بتواں بست بر سیم؟
بتانِ آذری بشکن ازاں روئے | کز آتش سبزه بر زد چوں براهیم
مرا[له] حرفِ نخستیں است از جاں | سر زلفت که شد چوں حلقهٔ جیم
خوش است آں خال نزدیکِ دهانت | اگرچه نیست حاجت نقطه بر میم
چه[له] بیم اندر دلے چوں شرم در چشم | نه شرم از چشم داری نه ز دل بیم
منم در کاغذیں پیراهن از تو | چو نقشِ ماهِ نو بر روئے تقویم

له درن غزل محذوف است
له درن بیت محذوف است
له درن بیت محذوف است

چو تر کردیم پیشت دیدهٔ دل — از این پس ما و جانِ خشک و تسلیم
گر آئی سوئے خسرو نیم روزے
دو روزه عمر باز آید بد و نیم

۱۲۴۴ — ب

سفر کردند یاران جان ما هم — بسے بیگانگان و آشنا هم
ز ما یک بار برکندند دل را — ز صحبت خیمهٔ مهر و وفا هم
چه تاب رنج راه آن نازنین را — که راهش در دل و در دیده جا هم
دو بوسے یادگارے داد ما را — دو مے می دادنش از دیده با هم
طفیلِ آهوئے صحرا چه بودی — که در فتراک خود بستی مرا هم
جراحت می کند از جانِ من عشق — جدائی بند بند من جدا هم
فلک[ل] را کور بادا دیدهٔ مهر — که نارد دوستان را دیده با هم
اگر آن سو روی از خسرو اے باد
ببوسی باد پائے یار ما هم

۱۲۴۵ — د

به بستی چشمِ من زافسون زبان هم — دلم بردی نه تنها بلکه جان هم
خرابم می کنی از رخ ز لب نیز — از اینم می کشی جانا از آن هم
ز تیرت[ل] ما را دعوئ خون — گواهی می دهد دل آن کمان هم
ز بیدادِ تو خرسندم همه عمر — اگر خون ریزیم راضی بدان هم
برو اے باد بوسے زن بر آن پائے — اگر چیزے نه گوید بر دهان هم
بده ساقی که من مست و خرابم — پیاله خورده ام رطلِ گران هم
غمے دارم که باد از دوستان دور — بر حقِ دوستی کز دشمنان هم

[ل] درین بیت محذوف است
[ل] ″ ″ ″ ″
[ل] درین بیت محذوف است

بتے[1] اندر قبلہ دارم نہمیں بت — کہ زنارِ مغانہ بہ میاں ہم
اگر افتد قبول ایں جان خسرو
۱۲۴۶ بہ بوسے می فروشم رائیگاں ہم

بتے ہر[2] روز بر دل میر سازم — بہ خوردن خون خود را تیر سازم
تنِ پیرم گرفتارِ جواناں — بدیں طفلی چہ خود را پیر سازم؟
دلِ پارہ نیارم دوخت ہر چند — رگِ جاں رشتۂ تدبیر سازم
چو کافوری نہ خواہد گشت روزم — ضرورت باشب چوں قیر سازم
نہ پائے آں کہ بگریزم ز تقدیر — ہماں بہتر کہ با تقدیر سازم
نہ دارم چوں بہ حالِ صدق تا کے — ز زہد آئینۂ تزویر سازم
بس از بیہودہ گفتن خسروآں بہ
۱۲۴۷ ہمہ قوتِ تو مرغ انجیر سازم

خیالت[3] بر دلِ خود شاہ سازم — ز بہرش دیدہ منزل گاہ سازم
ہمہ جا ہا کنم چاک ار توانم — کہ از بہر سمندت راہ سازم
چو دل خواہم برآرم از ز نخدانت — رگِ جاں رشتۂ آں چارہ سازم
چو کافوری نہ خواہد گشت روزم — کہ شبہائے غمت کوتاہ سازم
چو بدخواہیم صد جاں بایدم تا — نکوخواہِ چو تو بدخواہ سازم
چو خسرو را تو خود شاداں نہ خواہی
۱۲۴۸ ضرورت بارخ چوں کاہ سازم

ت

ز ہر موئے تو دل در بند دارم — دلم خوں گشت پنہاں چند دارم
بہ سوگندِ تو جاں را بستہ ام وائے — کہ چندش دل بر ایں سوگند دارم

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است

عمت باخویشتن گویم همه شب — بدبیناں خویش را خرسند دارم
بروجائے کہ من می دانم اے باد — کہ من آں جا دلے دربند دارم
مرا از صحبتِ جاں شرم بادا — کہ با جز تو چرا پیوند دارم؟
دہندم پندِ گفتارِ تو در گوش — چہ گوشِ خویش سوئے پند دارم
بہ خسرو دہ کہ من نا دادہ وامے
بر آں بہائے شکر خند دارم

۱۲۴۹
مرا[له] دل دہ کہ من سنگے نہ دارم — بہ جز خونِ جگر رنگے نہ دارم
دل من بردہ ای نیکوش می دار — وگر نہ در داری اش جنگے نہ دارم
سر کوئے گرم رسوا کند عشق — چو من عاشق شدم ننگے نہ دارم
سرودِ دردِ خود با خویشتن گویم — کہ نالاں تر زخود چنگے نہ دارم
ز من تا صبر صد فرسنگ راہ ست — ولے من پائے فرسنگے نہ دارم
دہندم پند و با من در نہ گیرد — کہ من عقلے و فرہنگے نہ دارم
منم خسرو کہ از غم کوہِ فرہاد
بہ سینہ دارم و سنگے نہ دارم

۱۲۵۰
عمت با[ٹه] این داں گفتم نہ گفتم — اگرچہ ترک جاں گفتم نہ گفتم
ترا جاں گفتم اے دلبر تو دانی — کہ من ایں از زباں گفتم نہ گفتم
بہ خاموشی بکش مسکیں منے را — چنیں دریا چناں گفتم نہ گفتم
خوش آں لحظہ کہ تو گوئی بہ صد ناز — "ہمیں داں کاں فلاں گفتم نہ گفتم"
بہ گوشت گرچہ گفتم رازِ خسرو
تو گوئی "بود آں گفتم نہ گفتم"

۱۱

له درن غزل محذوف است — ٹه درن غزل محذوف است

ت

شبے در کوئے آں مہ روئے رفتم — سرو پا گم چو آب جوئے رفتم ۵۱

نہ می رفتم بلا شد بوئے زلفش — خراب اندر پے آں بوئے رفتم

بہ کویش رو نہادم بہر رفتن — زبے ہوشی بہ دیگر سوئے رفتم

شبت خوش باد اے دل نزد آں ماہ — کہ من خالی شدم زیں کوئے رفتم

شدم بدخو بہ رویش ہر دم اکنوں — کجا من دیدنِ آں روئے رفتم

بہ سینہ نقد جاں تشویش می داد — بہ رشوت دادنِ آں خوئے رفتم

کج ست آں زلف و می دانم بہ سویش
بہ گفت خسرو بدگوئے رفتم ۱۲۵۲

غ

بہ دستِ باد، کاں سو جاں فرستم — مرا بوئے ست آخر آں فرستم

اگر خود تیر بر جانم کشائی — بہ استقبالِ تیرت جاں فرستم

بہ کشتن خوں بہایم آں قدر بس — کہ گوئی بہر خوں فرماں فرستم

ہمائی چوں تو واں گہ استخوانم — بگو تا بر سگِ درباں فرستم

نہ ماند اندر تنم نقدے کہ در شاہ — خراجے زیں دہِ ویراں فرستم

ز تیزیٔ نظر کش نہ بہ شمشیر
کہ خسرو را بہ تو قرباں فرستم ۱۲۵۳

ت

پری روئے کہ من حیرانِ اویم — بہ جاں آمد دل از حیرانِ اویم

رقیبا دیدنم بارے رہا کن — دو روزہ عمر تا مہمانِ اویم

بگفتندش "فلاں مرد از غمت" گفت — "نہ خواہد مرد، چوں من جانِ اویم"

صبا ہم بر شکست از ما کہ روزے — نیارد بوئے از بستانِ اویم

چو مردم تشنہ من در وادیٔ ہجر — چہ سود از چشمۂ حیوانِ اویم

ز زلفش دل ہمی جستم، دلم گفت — کہ "زانِ تو نیَم من زانِ اویم"

چو بر خسرو سیاست راند گفتم
که "با تو گفت من سلطان اویم"

1254 دلِ بے عشق را من دل نگویم — تنِ بے سوز را جز گِل نه گویم
شکایت نادرم از عشق بر عقل — جفائے شحنه با عاقل نه گویم
الا اے آبِ حیواں پیشِ زلفت — رہِ ظلمات را مشکل نه گویم
بگیرم زلفِ تو فردا ولیکن — چه زائد آں شب وحاصل نه گویم
به اقطاع تو دل را خاص کردم — که جاں را هم دراں داخل نه گویم
زجانت نیک گویم تا توانم — وگر بد گویمت از دل نه گویم
بسوزم در غمت ویں راز با کس — فراقم گر کند بسمل نه گویم
به خسرو گویم ایں غم کو اسیر است
وگر خود بینمش عاقل نه گویم

1255 زعشقت بیقرارم با که گویم؟ — زهجرت خوار و زارم با که گویم؟
نه می پرسی زاحوالم که "چونی"؟ — پریشاں روزگارم با که گویم؟
همی خواهم بفرستم سلامے — چو یک محرم نه دارم با که گویم؟
نه یک محرم که راز دل تواں گفت — فراواں راز دارم با که گویم؟
دلم بردی غمِ کارم نه خوردی — خراب ست روزگارم با که گویم؟
ندارد جز تمنائے تو خسرو
جمالت دوست دارم با که گویم؟

1256 نهانی چند سوئے یار بینم؟ — نهاں دارم غم و آزار بینم
زصد جانب نظر دزدم که یک ره — بدزدی سوئے آں غیار بینم

درین غزل محذوف است   سه درین غزل محذوف است   سه

گہے تنہاش خواہم یافت یارب — کہ بے اندیشہ آں رخسار بینم
چنیں ہم ہیچ گہ باشد خدایا — کہ سیر آں روئے چوں گلنار بینم
ہمہ عمرم دریں حسرت بسر شد — کہ رویش بینم و بسیار بینم
تماشائیست باشد بے رخ دوست — کہ جاناں نبود و گلزار بینم
بروئے گل تواں دیدن چمن را — چو گل نبود چہ بینم خار بینم؟
روائے رضواں تو دانی و بہشتت — مرا بگذار تا دیدار بینم
زغم شب می نخسپم باشد آں روز — کہ بخت خویش را بیدار بینم
فرو گویم بہ حیثیت قصۂ خویش — اگر آں مست را ہشیار بینم

چنیں کافتاد خسرو در رہ عشق
۱۲۵۷ رہ بیروں شدن دشوار بینم

منت ہر شب کہ گرد کوئے گردم — ز بہر آں رخ دل جوئے گردم[ب]
ہمی گوید کہ جاں دہ پیش رویم — چہ می گوئی سیر آں روئے گردم
ہماں تلخم کہ می گوئی ہمی گوئے — کہ گر بنوازیم بد خوئے گردم
زمن پرسی کہ "بر در کیستی تو؟" — "سگم گرد سر آں کوئے گردم"
ز کویت بگذرم گر خاک گردم — ز زلفت نگسلم گر موئے گردم

دل خسرو تو داری گر ہمہ عمر
بہ گرد لالۂ خودروئے گردم

ب درین سہ بیت ذیل زائد است ـ

مرا جانا زگل بوئے تو آید — بہ بستاں از پئے آں بوئے گردم
زمن دی یاد دادنت بہ بد گفت — فدائے گفت آں بدگوئے گردم
صبوری شب مرا می گفت تا چند؟ — گریزاں از دلت ہر سوئے گردم

۱۲۵۸

ز تو[1] صد فتنه بر جاں بیش دیدم   چنیں باشد چو گفت دل شنیدم
گذر کردم به بازارِ جہالت   دلے بغزو خثم جلنے خریدم
جہانے کشته اے از من مکن ننگ   که من ہم در صفِ ایشاں شہیدم
به کویت مردنم روزے ہوس بود   بحمد اللہ به کامِ دل رسیدم
بدارا ے پند گوا ز دامنم دست   که من پیراہنِ عصمت دریدم
چه داند بے خبر خوں خوردنِ عشق   تو از من پرس کایں شربت چشیدم
ز گلزارت گنه کارم به بوئی   مکش چوں نه بدیدم نه چشیدم
اگر گوئی ز من بر با دلِ خویش
زتو نتوانم از خسرو بریدم

۱۲۵۹ غ

لبالب کن قدح ساقی که مستم   به مے ده جملگی اسبابِ ہستم
مرا کن سرخ رو از جرعۂ خویش   چه می رانی؟ که پشتِ خاکِ پستم
اگر اصحابِ عشرت مے پرستند   بیا ساقی که من ساقی پرستم
مرا گویند" در مستی چه دیدی   که می گوئی دل اندر باده بستم"
تعالے اللہ ازیں بہتر چه باشد   که از ننگِ وجودِ خود برستم
چه مستی اے نگار تیغ زن زانک   نه من از مے ز روے خوب مستم
مرا گوئی که از کے باز مستی
از آں روزے که با خسرو نشستم

۱۲۶۰

بیا جاناں[2] که جانب را بمیرم   وگر میرم به جاں منت پذیرم
خلاصِ من بجوئید اے رفیقاں   که من در قیدِ مہر او اسیرم

---

[1] درن غزل محذوف است

[2] درن غزل محذوف است

نظر گفتند داری با فقیران — من مسکین نه آخر هم فقیرم
نمی آید به گوشت نالهٔ من؟ — که گوش چرخ کر گشت از نفیرم
همی ترسم سر آید عمر خسرو
به دردِ هجر از حسرت بمیرم

۱۲۶۱

نمی داند[له] مهِ نامهربانم — که دور از روی خوبش بر چه سانم
چو زلفِ بیقرارش بیقرارم — چو چشمِ ناتوانش ناتوانم
برو باد و گدائی کن به کویش — بگو با آن مهِ نامهربانم
"که گرچه می نهی بارِ فراقم — وگرچه می زنی تیغ زبانم
هنوزم مهرِ ت اندر سینه باشد — اگر در خاک ریزد استخوانم"
بپرس از شمع حالِ سوزِ خسرو
که تا گوید که شبها بر چه سانم؟

۱۲۶۲
ب

امشب سوی دوست راه گیریم — می بر رخ همچو ماه گیریم
دی زهد فروختیم بسیار — امروز ز می پناه گیریم
اقرار به می کنیم و تنها — بر خود همه را گواه گیریم
زنار کمر سبوی می تاج — بر دکمرو کلاه گیریم
آن دوست که با صلاح کوشد — با دشمنِ کینه خواه گیریم
نی جانِ زیادتی ست ما را — کان سلسله دو تاه گیریم
همای رخ چو گل که ناله — چون بلبلِ صبحگاه گیریم
می خواند اجل بر آستانت — بوسی بزنیم و راه گیریم

[له] در ن غزل محذوف است

خسروؔ که قلم زکارِ ما خاست
چوں ترک خطِ سیاه گیرم   ت

۱۲۶۳
مادل شدگانِ بے قراریم   ماسوختگانِ خام کاریم
آتش زدگانِ سوز عشقیم   رسوا شدگانِ کوئے یاریم
بودیم خرابِ ساقیٔ دوش   امروز ہم اندر آں خماریم
ایں کاسۂ سر سبوئے می راست   زیرا کہ سرِ سبو نہ داریم
اے ترک چہ جائے زحمت ایں جا   تو تیر بزن کہ ما شکاریم
جانے ست فدائے یک نظارہ   نہ در ہوسِ لب و کناریم
جنت[1] طلبا تو دانی و حور   با شاہدِ خود نمی گذاریم
ماخاکِ رہیم ہمچو خسروؔ
وز کوئے بتاں بہ یادگاریم

۱۲۶۴
از دستِ[2] غمت بہ نالہ مائیم   در خونِ جگر چو لالہ مائیم
خورشید تو در کلالہ پنہاں ست   در سایۂ آں کلالہ مائیم
با خاک یکے شدہ بہ کویت   چوں مردۂ دیر سالہ مائیم
یک سینہ ز خونِ دل لبالب   از دستِ تو چوں پیالہ مائیم
از قطرۂ اشک و از دمِ سرد   یک دامنِ پُر ز ژالہ مائیم
چوں ہیزمِ تر بہ روئے آتش   در گریہ و سوز و نالہ مائیم
از محنت اگر نوالہ بخشند   بریانیٔ آں نوالہ مائیم

---

[1] درن بیت ذیل زائد است ـ
از خارِ رہِ بتاں چہ باک ست؟ ؛؛ گر تیغ زنند سرِ نہ خاریم
[2] درن غزل محذوف است

می کن غمِ خود بہ ما حوالہ
چوں درخورِ آں حوالہ مائیم

۱۲۶۵
ما عاشقِ[1] روئے نیکوانیم / دیوانۂ شکل ہرجوانیم
ہرجا کہ چکید خوئے زخوباں / ما خوں زدو چشم خود چکانیم
ہرچند زعشق موئے گشتیم / برخاطرِ نازکاں گرانیم
ما زندہ نہ ایم جز بہ یک دوست / نہ یک تن و نہ ہزار جانیم
ہجراست کمینِ جان گرفتہ / جانا تو بیا کہ زندہ مانیم
دل خود زغمت دگر نماندہ / کاں عمر حساب راندانیم
تلخی ممنا کہ شور بختیم / شمشیر مکش کہ بے زبانیم
گر سنگ زنی و گر دہی قوت
خسرو سگِ ست و ما ہمانیم

۱۲۶۶
آں مرغ[2] کہ بود زیرکش نام / افتادہ بہ ہر دو پائے در دام
در دامِ بلا فتاد ز آغاز / تا خود بہ کجا رسد سرانجام؟
آیا تو کجا و ما کجائیم؟ / دردا کہ بہ ہرزہ رفت ایّام
ترسم کہ بہ جور تو برآید / ناگاہ بہ شہر فتنۂ عام
خرم دل آں کہ با نگارے / در گوشۂ خلوتے کشد جام
رخسارِ تو زیرِ زلفِ مشکیں / صبح است مقیم بر درِ شام
چوں کامِ دل از تو بر نیاید / صبر از تو ہمی کنم بہ ناکام
نومید مشو دلا چہ دانی؟
باشد کہ بیابی خسروا کام

---

[1] درین غزل محذوف است   [2] در غزل محذوف است

۱۲۶۷ از دشت رسے بہ یار دارم — نہ طاقتِ انتظار دارم
ہر جور کہ از تو بر من آید — از گردشِ روزگار دارم
در دلِ غمِ تو کنم خزینہ — گر یک دل وگر ہزار دارم
ایں خستہ دلِ چو موئے باریک — از زلفِ تو یادگار دارم
من کاندہِ تو کشیدہ باشم — اندوہِ زمانہ خوار دارم
در آب دو دیدہ از تو غرقم — وامید لب و کنار دارم
دل بردی و تن زدی ہمیں بود — من بارہ بسے شمار دارم
دشنام ہمی دہد بہ خسرو
من با دولبِ تو کار دارم

۱۲۶۸ من کشتۂ[2] روئے یارِ خویشم — درماندۂ روزگارِ خویشم
زیں غم کہ بہ کس نمی تواں گفت — تنہاست کہ غمگسارِ خویشم
در خونِ خود از باشمت یار — بس یار توئی کہ یارِ خویشم
ساقی بدہ آں قدح مرا زانک — من سوختۂ خمارِ خویشم
یاراں چو قرار و صبر جویند — از من نہ کہ بر قرارِ خویشم
اے ناصحِ من کہ می دہی پند — می گوئی کہ من بہ کارِ خویشم
گویند کہ "خسروا چہ نالی؟"
من فاختۂ بہارِ خویشم

۱۲۶۹ اے روئے[3] تو عمرِ جاودانم — عمرے ست کہ بے تو در فغانم
از نرگسِ جادوئے تو ہر روز — پیدا ست کہ چیست در نہانم؟
چوں سحرِ دو چشمِ تو ببینم — "ہٰذانِ لساحِرَان" بخوانم

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است

رویت دیدم نکو نکردم — هر بد کہ کنی سزائے آنم
غم خور کہ ز عاشقی زبونم — مے دہ کہ زبے دلی زبانم
می نالم زار ازاں کہ چوں نالۂ — بے مغز شدست استخوانم
در اولِ عشق رفتم از دست — تا چوں شود آخرش نہ دانم؟
بر خاکِ درت فتادہ ماندم — مگذار کہ ہم چنیں بعالم
گفتی "غم خود بگو" چہ گویم؟ — چوں کار نہ می کند زبانم
نے با تو دمے ہمی نشینم — نے خاستن از تو می توانم
غم خسرو را بہ ہیچ بفروخت
بستاں کہ غلام رائیگانم

۱۲۷۰
من عاشقِ آں رخِ چو ماہم — گوزار مکش کہ بے گناہم
تاراجِ غمت شدم کہ فتنہ — زد در شبِ گیسوئے تو راہم
از شعلۂ بسے گریخت چشمم[2] — ہم داد ازیں مند کلاہم
در زیستنم نہ ماند امید — ور ماند ترا حیات خواہم
بر من نفسے بخند تا بوک — صبحے دمد از شبِ سیاہم
پختہ نہ شدم ز عشق ہر چند — جاں سوختہ شد ز دودِ آہم
گفتی کہ "کسے نہ داشت خسرو
آں صبر کہ بود چند گاہم"

۱۲۷۱
اے گریہ[1] ترا چہ شکر گویم؟ — کز تست ہزار آبرویم
آید ہمہ بوئے آتشِ دل — ہر بار کہ از جگر بجویم
بیگانہ و آشنا بہ یک بار — دانند کہ من غلام اویم

---

[1] درن بیت محذوف است — [2] درن غزل محذوف است

اے دیدہ بجائے اشک خوں ریز — یا دست ز دیدنت بشویم
گفتی کہ "اسیر کیست خسرو؟" — از غمزہ بپرس من چہ گویم؟

١٢٧٢

زاں غمزۂ[1] خوں خوار جاں افگار خوش می آیدم — ناخوش بود زخمِ نہاں زاں یار خوش می آیدم
اے آں کہ بر دردِ دلم تدبیرِ درماں می کنی — بگذار کایں دل ہمچنیں افگار خوش می آیدم
شاہد پرستم خواندہ ای اے زاہد و منکر نیم — پنہاں چہ دارم پیش تو ایں کار خوش می آیدم
تسبیح و زہد اے پارسا دانم کہ خوش باشد و لے — گر راست می پرسی ز من زنار خوش می آیدم
افتادم اندر راہِ تو تا خاک گردم زود تر — واں پائے نازک چوں کنم رفتار خوش می آیدم
گفتی "دو چشم و دو لبم زینہا کدام آید خوشت؟" — خوردند اگر چہ خون من ہر چار خوش می آیدم
از گریہ من خار رہت اندر سر کویت کنوں — از دیدہ رفتن سوئے تو بر خار خوش می آیدم
بر یاد روئے گل می بینم و خوں می خورم — خلقے چناں داند مگر گلزار خوش می آیدم
خسرو چو خواندی ذکر او یک بار دیگر خوش بود — می گو کہ یادِ آں صنم ہر بار خوش می آیدم

١٢٧٣

یارب چہ[2] باشد گر گہے جاناں در آغوش آیدم — مستسقی لعلِ وے ام یک شربتِ نوش آیدم
در رہ فتادہ ماندہ ام دیدہ نہادہ بر رہم — بازو کشادہ ماندہ ام تا کے در آغوش آیدم؟
خواہم شبے کز بوئے او بے خود شوم پہلوئے او — گہ رو نہم بر روئے او گہ دوش بر دوش آیدم
گاہے کہ عجز آمد برہ سلطان با تاج و کلہ — گریہ ازیں روزن برہ مانندِ جادوش آیدم
اے دل مرہ یادم از او در چشمِ من گریہ مجو — ناگہ مبادا کز دو سو سیلابِ در جوش آیدم
مسکیں دلم سویش رود گم گشتہ بر بویش رود — ہشیار در کویش رود مجنون و بیہوش آیدم
اے آمدہ با صد فتن بردہ ہمہ ہوشم ز تن — در بے ہشی مگذر ز من بنشیں کہ تا ہوش آیدم

---

[1] درین غزل محذوف است — [2] درین غزل محذوف است

بس کز غمت شب تا سحر غلتید گویم بے خبر　　از دیدہ مروارید تر غلتاں سوئے گوش آیدم

خواہم چو سوز دخرمنم پوشیدہ ماند در تنم

از آہ خسرو چوں کنم کآتش بہ خس پوش آیدم

۱۲۷۴

مستم کامشب گوئیا[۱] مے ہائے پنہاں خوردہ ام　　من با خیال خویش مے، با نا مسلماں خوردہ ام

نے نے کہ خوردم خونِ خود چوں پوشم از تو چوں زخم　　بر من گواہی می دہد ہر مے کہ پنہاں خوردہ ام

از تشنگی آں دو لب می آیدم خواں در جگر　　مردم کہ در خواب از لبش دوش آبِ حیواں خوردہ ام

ایں نیم کشتِ غمزہ را بیروں میار از لبش　　تا جاں ہم آں جا یم ودگر نیا ز پیکاں خوردہ ام

اے مستِ جانِ خوش دلی بر جانِ من طعنہ مزن　　تو جام عشرت خوردہ ای من جام ہجراں خوردہ ام

وقتے بہ خسرو گفتہ ای "کت من بہ دستِ خود کشتم"

چندیں ہمہ غم ہائے تو از شادی آں خوردہ ام

۱۲۷۵　　ب

امشب میان[۲] نو خطاں سرمست و غلتاں بودہ ام　　جمعم کہ بارے یک شبے مست و پریشاں بودہ ام

در جمعِ خوباں بودہ ام گر بر تنے عاشق شدم　　عیبم مکن اے پارسا در کافرستاں بودہ ام

گر من اسیر بت شدم اے پارسا عیبم مکن　　آخر منِ گمراہ ہم روزے مسلماں بودہ ام

با او بُدم شب و ہمیں زماں در خود گمم یعنی دلا　　من آں گدائے ام کہ شب بر خوانِ سلطاں بودہ ام

پرسی کہ "با من بودہ ای وقتے و غمہا خوردہ ای"　　دُور از تو اکنوں مردہ ام آں روز با جاں بودہ ام

گفتی کہ "در داماں من خود را شناس و دست زن"　　عمرے کہ از شرمندگی سر در گریباں بودہ ام

شد خسرو عشقم بلا زیں پس من و دیوانگی

رفت آں کہ وقتے عقل را در بندِ فرماں بودہ ام

۱۲۷۶

اینک بہ کوئے[۳] یارِ خود من بہر مردن می روم　　با من کہ خواہد آمدن بر جاں سپردن می روم

من می روم تا بنگرم چند است کشتہ بر درش　　خود را میانِ کشتگاں بہر شمردن می روم

---

[۱] درین غزل محذوف است۔ [۲] درین غزل محذوف است۔ [۳] درین غزل محذوف است

چوں دیگراں مے می خورند از ساغرِ وصلِ تو من — زیں غصّہ سوئے میکدہ خونابہ خوردن می روم
میدانِ وصلت اے پسر جاں می دہند گو "می برند" — من نیز از سر خاستم چوں گوئے بردن می روم

برکشتنِ خسرو مگر دارد دشنہ من آرزو
جاں برکف اکنوں بر درش من بہر مردن می روم

۱۲۷۷

از غمزہ ناوک[1] زن شدی آماج گاہت چوں کنم؟ — ہر روز جانے بایدم تا بر درت منزل کنم
دل رفت و جاں ہم می رود گوئی کہ بے ما خوش نئی — گیرم کہ ہر کس دل دہد جاں از کجا حاصل کنم؟
جو جو بسرم خویش را از تیغ بر خاکِ درت — تا خوشہ مہرم دہد تخمِ وفا در گِل کنم
حاصل مرا صبح طرب دل عاشق شبہائے غم — بدروز مادرزاد را از حیلہ چوں مقبل کنم
دی گفت "صید جاں کنم" گفتم "چہ داری از عمل؟" — گفتا کہ "ترکِ کافرم، ہر سو شکار دل کنم"
گفتم کہ "خلق اندیشہ نت جاں می دہد بارے مکش" — گفتا "نمی باید مرا چنداں کساں بسمل کنم"

گوید خسرو میل کن بر دیگراں زاں بے وفا
جان و دلم بردی کرا بر دیگراں مایل کنم؟

۱۲۷۸

بسیار خواہم[2] از نظر تا روئے او یک سو کنم — می خواست چشم سوئے او از چہ دگر سو رو کنم
گر می ندانم کز وفا دور است خوئے نازکت — ایں چشم خوں پالائے را در چشم آں بد خو کنم
در چارسوئے آرزو کارے ست با رویت مرا — رو سوئے من کن یک زماں تا کار خود یک سو کنم
پہلو کنم از غم کرا دل شکست پہلوئے مرا — من خود سگم گر فی المثل شیرم ز غم پہلو کنم
بیمارئے دارم نہاں زاں نرگسِ جادوئے تو — دردم زیادت می شود ہر چند مے دارو کنم
چوں نگذراند زلفِ تو بوئے بجانش جا کنم — ہر جا کہ زلفت بگذرد خاکِ زمیں را بو کنم

خسرو ہمہ تن موئے شد در آرزوئے روئے تو
یک مویت از سر کم شود ایں را بجائے او کنم

---

[1] درن غزل محذوف است — [2] درن غزل محذوف است

ب

۱۲۷۹

هر دم چو نتوانم که آں رخسارِ زیبا بنگرم — جائے که روزے دیده ام روٗ آرم آں جا بنگرم

گه گریه پوشد چشم و گه بے خود شوم چوں در رسد — ممکن نه گردد هیچ گه کاں روئے زیبا بنگرم

آتش بتر گیرد به دل هر چند بر یادِ رُخش — بیروں دوم وز هر طرف گلهائے صحرا بنگرم

اے باغباں لطفے بکن در بوستاں ره ده مرا — گر نخل ندهد میوه‌اے بارے تماشا بنگرم

دیدن[1] نه یارم چوں رُخت پابوسِ خود نگذاره‌ام — بگذار بارے یک نظر در پشت آں پا بنگرم

خونابهٔ خسرو به دل افسرد تو بر تو بدل
چرخم نه داد آں بخت کت از خلق تنها بنگرم

۱۲۸۰[2]

جانم بروں آمد ز غم آخر به جاناں کے رسم؟ — عقلم نه ماند و هوش هم بر نازنیناں کے رسم؟

من عاشق و رسوا چنیں خلقے ز هر سو نقشِ من — دشمن هزاراں در کمیں بر دوست آساں کے رسم؟

از یاد روئے چوں گلم اشک است هر رنگ ملم — نالنده همچوں بلبلم تا در گلستاں کے رسم؟

هستم به صحرائے چمن مورِ ضعیفِ ممتحن — صد ساله ره در پیشِ من تا در سلیماں کے رسم؟

در جانم از غم خرمنے صد پاره گشتم دامنے — من بنده ام بے جاں تنے تا بر توائے جاں کے رسم؟

با ایں سرشک افشاندنم حیف است ز تو ماندنم — تا خود نخواهی خواندنم ناخوانده مهماں کے رسم؟

تو کردیم دردِ کهن آں گاه درمانِ سخن — بالے تو زاں خود بکن من خود بدرماں کے رسم؟

هر جا که یار و همسرے رفتند در هر کشورے — من شهر بندِ کافرے ماندم بدیشاں کے رسم؟

هر شام خسرو تا سحر انجم شمارد سر به سر
لیکن نه دانم ایں قدر تا من به جاناں کے رسم؟

---

[1] بعد ازیں درن دو بیت ذیل زائد است ۵

تو خود ز بهر آزموں شوخی کنی کایں سو مبیں — لیکن منِ بے هوش را کو هوشِ دل تا بنگرم

از دیدنت جاں می رود در جاں دو در چوں نیست — حیرانم اندر کارِ خود کت جاں دهم تا بنگرم

[2] غزل درن محذوف است

۱۲۸۱

خواهم دل خون[۱] گشته را از دست تو در خون کشم ... یعنی بدیده آرمش وز دیده در جیحون کشم

چشمم که زیر هر مژه دارد دو صد دریای خون ... زان رو به نوک هر مژه صد گوهر مکنون کشم

چشم خوشت مستانه زد تیری به دل دی از نظر ... بادا به جانم تا ابد از دل اگر بیرون کشم

گفتی که چشم از لعل من بر دارد بر رویم فگن ... چشمم به خون پرورده است از خون به دامن در کشم

خواهد که روی زرد را خسرو بسازد یار سرخ

گریان به یاد آن لبان جام می گلگون کشم

۱۲۸۲

یک شب اگر من[۲] دور از آن گیسوی درهم اوفتم ... بالین سودا زیر سر بر بستر غم اوفتم

چون در نگیرد سوز من با شمع روشن دل از آن ... رو سوی دیوار آورم در شب به ماتم اوفتم

دامن چو صبح از مهر او زین سان که در خون می‌کشم ... هر لحظه در صد موج خون زین چشم پُر نم اوفتم

چون نقطه پیش خط نهاد از خاک گندم گون رخش ... زان دانهٔ دردا ز بلا روزی چو آدم اوفتم

هر سو به جستجوی او چون آب می گردم روان ... در پای آن سرو سهی هر جا که یابم اوفتم

با غمزه گو تا زان کمان تیری زند بر جان من ... باشد به فتراک تو زان ابروی پُر خم اوفتم

خواهم چو خسرو یک شبی افتم بدان مه در دچار

بسیار می خواهم ولی از بخت بد کم اوفتم

۱۲۸۳ غ

باز آمد آن وقتی که من از گریه در خون اوفتم ... دامان عصمت بر درم وز پرده بیرون اوفتم

غمهای خود گویم کرا و همدرد را باور شود ... گر من به محشر ناگهان پهلوی مجنون اوفتم

سیارهٔ دولت مرا گر پایه بر گردون برد ... بهر زمین بوس درت از اوج گردون اوفتم

چون قرعه گردم هر شبی پهلو به پهلو تا مگر ... وقتی به زیر پای تو زین فال میمون اوفتم

این گریه گوئی روغن است از بهر سوز آتش دلم ... کافزون شود شعله مرا گر خود به جیحون اوفتم

---

۱ غزل درن محذوف است ... ۲ درن غزل محذوف است

خوابِ اجل می آیدم لابد همی آید چو من ‌‌ بر بالشِ غم سر نہم، بر بسترِ خوں اوفتم
در محنت آبادِ دلم خسرو نہ می گنجد غمش
فرہاد وارا کنوں مگر در کوہ و ہاموں اوفتم

۱۲۸۴ ‌ غ

دیدم بلائے ناگہاں عاشق شدم دیوانہ ہم ‌ جانم بجاں آمد ہمی از خویشتن و از بیگانہ ہم
دیوانہ شد زو عشق ہم ناگہ برآورد آتشے ‌ شد رخت شہرے سوختہ خاشاکِ ایں ویرانہ ہم
شمع اند خوباں کاہلِ دل دانند سوزِ داغِ شاں ‌ ایں جا نشینہا اندکے دارد خبر پروانہ ہم
ماندہ دو چشمِ من برہ جانا مکن بیگانگی ‌ ایں خانہ اینک زانِ تو می بایدت آں خانہ ہم
زآئینہ ہر دم تا چرا گیرد خیالت را بر ‌ ہر چہ در زلفت رود در غیرتم از شانہ ہم
ہنگامِ[۱] مستی و خوشی چوں بر حریفانِ طرب ‌ گہ گہ بہ بازی گل زنی سنگے برای دیوانہ ہم
بر منِ[۲] جفا کز دولت آید چہ خواہی عذرِ آں ‌ رنجے کہ بر دست آسیا منت منہ بر دانہ ہم
چوں خواب ناید ہر شبے خسرو فتادہ بر درت
در ماہ و پرویں بنگرد غم گوید و افسانہ ہم

۱۲۸۵ ‌ ب

ہر سحری بہ کوئے تو شعلۂ وائے خود کشم ‌ چند بہ سینۂ خلق را داغِ جفائے خود کشم؟
بس کہ بہ خفتم از غمت فرق نہ باشدم دگر ‌ گر بہ درونِ پیرہن رشتہ بجائے خود کشم
عشق بود بلائے من کاش بود ہزار جاں ‌ کز پے دوستی ہمہ پیشِ بلائے خود کشم
شب کہ بگشتِ کوئے تو خارم اگر بپا خلد ‌ از مژہ سوزنی کنم خار ز پائے خود کشم
رفت[۳] خطا کہ سر بشد خاکِ درِ تو تیغ کو ‌ تا سرِ خود قلم کنم خط بہ خطائے خود کشم

۱؎ درین غزل محذوف است ۲؎ درین غزل محذوف است و بجایش بیت ذیل زائد است ؎
دو ابروئیت سرہا ہم در کارِ دزدیہائے دل ※ دزدیدہ چشمک می زند آں نرگسِ مستانہ ہم
۳؎ درین بیت محذوف است و بجایش بیت ذیل زائد است ؎
تا بسرائے خویشتن یک نصیحت دیدہ ام ※ ہر نفسے بہ دردِ خود دردِ سرائے خود کشم

دعویٔ[ل] یار و زهد بده که نیست ره به دل   پیشِ درِ تو همتِ صدق و صفائے خود کشم

بهرِ وصالِ می کشد خسروِ خسته درد و غم

بر تو چه منت است چوں جور برائے خود کشم

۱۲۸۶

بر درِ تو ز دشمناں گرچه که صد جفا کشم   دوستیم حرام باد ار ز تو پائے وا کشم

غنچهٔ دل به نازکی نشکندم بسانِ گل   صبح دمے که ناگهاں بوئے خوش از صبا کشم

طعنه زنی تو از جفا من نه به ترکِ از صفا   تحفهٔ پادشاه را پیشِ درِ گدا کشم

شرم ز دیده نایدم کو بتو دید واں گہے   خاکِ درت گذاشتم منتِ توتیا کشم

کشتِ فراق و کافرم وه که بیا و زنده کن   پیشِ جہاں لب و دہاں منت جاں چرا کشم

سر به درِ تو کرده خوں می کنم و ز درد روں   ناشده سر چو خاکِ راه از تو چگونه پا کشم؟

وائے که خونم آب شد چند ز دیده خوں خورم   آه که سوخت جانِ من چند ز دل بلا کشم؟

ہر شبم از خیالِ تو دل نه دہد زباں زدن   من به چنیں عقوبتے تا به سحر کجا کشم؟

بختِ ستیزه کارِ من ایں همه تاخت بر سرم

خسروِ مستمند را چند به ماجرا کشم؟

۱۲۸۷   ب

آن نه منم که از جفا دست ز یار درکشم   یا لبسِ زانوئے خرد پائے قرار درکشم

دل به خطِ بتاں شد و دامنِ خویش می کشد   دامنِ من به چند جا از سرِ خار درکشم

شاه سوارِ من کجا تنگ قبائے کج کلا   تا بشِ درونِ چشمِ خود اسپ سوار درکشم

عمرِ من ست بار تنگ ہیچ وفا نمی کند   عمر اگر وفا کند هم به کنار درکشم

طاقتِ صبر طاق شد بر سرِ راهِ اوردم   دیدهٔ آبِ رفته را بو که غبار درکشم

خیز و قیامتے نما بهرِ شمارِ عاشقاں   تا به میانه خویش را گاه شمار درکشم

یک سرِ مو ز خط خود از پے کشتنم بکش   تا به عوض به جائے او ایں تنِ زار درکشم

ل درں بیت محذوف است

ساقی بخت اگر شبے بادہ بہ کام ما دہد　　جام مراد تا بہ لب از لب یار درکشم

خسرو بے لب توام مست شبانۂ لبت
یک دو لبالبم بدہ تا بہ خمار درکشم

۱۲۸۸
مملکت عشق ملک شد از کرم الٰہیم　　پشت من و پلاس غم این ست قبائے شاہیم
قاضی شہرم ار کشد بہر وطن روا بود　　خاصہ کہ آب دیدگاں داد بخون گواہیم
شد سیہم ز عشق رو گریہ درا و از آں کنم　　گرچہ سود چوں ز رخ شستہ نشد سیاہیم
چند بہ ناز خفتنت وہ کہ مباد ناگہاں　　شعلہ بہ دامنت زند نالۂ صبح گاہیم
گر تو ز بہر کشتنم جرم و درو غ می نہی　　حیف بود ز بہر جاں دعوئے بے گناہیم
وقف خیال تست جاں از پے ایں خورم غمت　　من وکہ ایں عمارتم گر تو خراب خواہیم
تو گل و باغ بیں کہ من در تہ چاہ محنتت　　تو مے لعل خور کہ من بر سر تابہ ماہیم

ہمرہ خسروست داں تا بہ عدم وفائے تو
شکر کہ عقل بے وفا ماند ز نیم راہیم

۱۲۸۹
گر گلے نہ دہی ز باغ خود بہ خارے ہم خوشیم　　در کنارے و لبے نہ دہی بہ بارے ہم خوشیم
چوں عنان دولت نے قدِ دستے دیزمت　　در گذرگاہ سمندت با غبارے ہم خوشیم
بادۂ وصلت گوارا باد و ہر کس را کہ من　　ما قدح ناخوردہ با رنج خمارے ہم خوشیم
روئے زرد ما و سنگ آستانت روز و شب　　ایں زر ار نقدے نیرزد با عیارے ہم خوشیم
دردہائے کہنہ داریم از تو در دل یادگار　　گر تو ناری یاد ما باری دگارے ہم خوشیم
گر میان عاقلاں سنگے نہ داریم از خرد　　در رہ دیوانگاں با سنگسارے ہم خوشیم
چوں بہ گاہ آمدن دردم بہ بند رفتنی　　تا ہنوز اندر رہے با انتظارے ہم خوشیم

گرچہ جان خسرو از بیداد تو بر لب رسید
جور یارا نزا شکایت نیست بارے ہم خوشیم

۱۲۹۰

اے[1] خوش آں روزے کہ ما با یار خود خوش بودہ ایم
بادہ نوشاں زاں لب لعل شکر وش بودہ ایم

روئے او خوش خوش ہمی دیدیم و می دادیم جاں
جاں فدائے آں دمے کز روئے او خوش بودہ ایم

قامت او تیر و قد او کماں ہر دو بہم
الغرض زاں شست زلفش در کشاکش بودہ ایم

دی بہ پائے من زرہ بر یدہ دُمن ساختہ
ما بہ دیدہ زیر پایش نقش مفرش بودہ ایم

از خیال او کہ سرتا پائے باشد نقشبند
پائے تا سر ہمچو دیبائے منقش بودہ ایم

انقلاب چرخ بنگر کز پے یک روزہ دل
مدتے از محنت ہجراں مشوش بودہ ایم

بہر یک ساعت کہ دست اندر کف او داشتیم
روزہا از دوری او دست درکش بودہ ایم

سی و ہشت عمر در شش و پنج غم شد سر بہ سر
شادمانی ایں عمر روزے پنج یا شش بودہ ایم

ہر کسے گوید کہ سوزے داشت خسرو پیش ازیں
ایں زماں خاکسترم از وقتے آتش بودہ ایم

۱۲۹۱

ما گرفتار غم و[2] از خویشتن وا ماندہ ایم
رحمتے از دوستاں کز دوست تنہا ماندہ ایم

سخت جانیم و بلاکش زآرزوئے روئے دوست
زندہ کم ماند کسے در عاشقی ما ماندہ ایم

ہجر خواہد کشت اکنوں کہ بہ چندیں عاشقی
تاکنوں ناکشتہ زاں بے رحم رعنا ماندہ ایم

صبر تا با کار گردش از بلائے ما گریخت
ما و بے صبری و محنت جملہ یک جا ماندہ ایم

گر بگویم اے مسلماناں نشاید منع از آنک
درد مندیم و ز روئے یار زیبا ماندہ ایم

دوستاں از ما جدا گشتند چوں خوں نگریم
ہیچ می دانید آخر کز کیاں وا ماندہ ایم؟

گر بیائی جان خسرو زیستم ورنہ ز شوق
مردن آمد یا خود اینک بر سر پا ماندہ ایم

۱۲۹۲

بادہ در دہ[3] ساقیا تا جائے در جانش کنیم
ور درون دل دروں آید سبودانش کنیم

---

[1] تا [3] ہر سہ غزلیات محذوف است در ن،

در دلِ ما گر عمارت خانه‌ای کرده است غم — باده را نیم و به سیل تند ویرانش کنیم
آدمی گر می‌خورد سر تا قدم گوهر شود — ما همه از می گهر سازیم و غلتانش کنیم
زهره گر در بزمِ ما یک جو بجنباند خرک — گاوش از گردون فرو آریم و قربانش کنیم
چون به رقص آیند مستان و کمان برهم کشند — چشمِ بد گر تیز بیند تیر بارانش کنیم
ساقیِ خورشید وش گر نور بخشد ماه را — گر نه از خورشید خواهد نور پایانش کنیم
دل به سکرات است کش غم زهر داد اندر شراب — یک دو شربت دیگرش بدهیم و آسانش کنیم
ساقیا گر زاهدان می‌خواره را کافر کنند — ما به محرابِ دو ابرویت مسلمانش کنیم
هر کسی گوید "مخور می عقل فرمان می دهد" — عقل باری کیست در عالم که فرمانش کنیم
باده در اسلام اگر گویی "حرام" این ست کفر — کاین چنین نعمت خوریم آن گاه کفرانش کنیم

مجلس آراییم گر باری قدم رنجه کند
از زبانِ بنده خسرو گوهر افشانش کنیم

۱۲۹۳

اے سفر کرده[1] ز چشم و در دل و جانے مقیم — روزها شد تا نیاید از سرِ کویت نسیم
پیش از آن روزی که جان را با بدن شد اتحاد — عشقِ تو با جانِ من بودند یارانِ قدیم
کس مقیمِ کعبهٔ مقصود نتواند شدن — تا نه گردد خاکِ پای محرمانِ آن حریم
باده نوشیدن به خلوت لذتی دارم مدام — خاصه آن ساعت که باشد نازک اندامی ندیم
اشک گردد از سمومِ قهرِ تو آبِ حیات — زنده گردد از نسیمِ لطفِ تو عظمِ رمیم
مدعی فقرم ببین کز دولتِ عشقش مرا — هر نفس دُرِّ یتیمی می دهد طبعِ کریم

هم به مکتوبی ز خسرو یاد می کن گاه گاه
چند باشی محترز از طعنهٔ مشتی لئیم

۱۲۹۴

گر گذر افتد[2] ترا در کوی جانان اے نسیم — خدمتِ من عرضه کن در خدمتِ یارِ قدیم

---

[1] درین غزل محذوف است

[2] درین غزل محذوف است

طورِ ہستی را حجابِ دیدۂ بینا مساز | تا جوابِ "لن ترانی" نشنوی ہمچوں کلیم
سیلِ اشکم از جنابش کے رود ہر جانبے؟ | سائلے کے روئے بر تابد ز درگاہِ کریم؟
شد دلم بیمارِ چشمِ ناتوانِ او و ہیچ | آں طبیبِ ما نہ می پرزد احوالِ سقیم
گر صبا آرد نسیمے از تو بر خاکِ رہش | جاں برافشانم روان و منتے دارم عظیم
از درش زاہد بہ باغِ جنتم دعوت مکن | سر فرو نارد سگِ کویش بہ جناتِ نعیم
بس بدی ہا کردہ ام یارب طفیلِ نیکواں
عفو فرما ہر چہ خسرو کرد از لطفِ عمیم

۱۲۹۵
ہر شبے چوں[1] یادِ آں رخسارِ گلناری کنم | تا بوقتِ صبح از مژگاں گہر باری کنم
گاہ از تفِ دہاں دامن بسوزم زہرہ را | گہ ز دودِ سینہ سقفِ آسماں تاری کنم
تیرِ مژگانش بہ جانم تا رسید از نوکِ آہ | زخمہا ہر صبح در نہ طاقِ زنگاری کنم
گر تمنائے جفائے او بہ خوں ریزم بود | شحنۂ غم را بہ خونِ خویش ہم یاری کنم
ضربتِ غم می خورم سلطانی آسا تا بہ کے؟
قبلۂ جاں روئے آں رخسارِ گلناری کنم

۱۲۹۶
بخت گویم نیست[2] تا پیشِ تو سر بازی کنم | تو بہ جاں چوگاں زنی گر من سراندازی کنم
پوستے دارم کہ در وے نقدِ ہستی ہم نماند | با خریدارانِ غم چوں کیسہ پردازی کنم؟
با خیالت جاں بہ یک تن کے روا باشد کہ من؟ | با فرشتہ دیو را خانہ بہ انبازی کنم
چند نالانم درایں ویرانہ دور از کوئے تو؟ | من نہ آں مرغم کہ با بلبل ہم آوازی کنم
آفتابم در پسِ دیوارِ ہجراں ماندہ من | سایہ را مانم کہ با دیوار ہمرازی کنم
چشمِ او ترکے ست مست و خنجرِ خونی بہ دست | وہ کہ باایں مست خونی چند جاں بازی کنم
سرو گفتش خط دہم از سبزہ پیشِ بندگیش | گر زآزادی برم باخود سر افرازی کنم

[1] درن غزل محذوف است
[2] درن غزل محذوف است

ہر کسے گوید که "گو حالِ خودش خسرو به شعر"
دل کجا دارم که دعویٔ سخن سازی کنم

۱۲۹۷
بخت اگر یاری[1] دہد چوں جاں در آغوشش کنم ۔ تلخ گوید آں لب و ہمچوں شکر نوشش کنم
بر سرِ من عقل اگر دعوائے ہشیاری کند ۔ روئے تو بنمایم و از خویش بے ہوشش کنم
آتشِ عشقش فرو پوشم دریں شخص چو کاہ ۔ شعلہ روشن تر شود ہر چند خس پوششش کنم
سر فرو آرم ز دوش و رانم اندر راهِ او ۔ چو فرو مانم ز رفتن باز بر دوشش کنم
آفتابِ عارضِ آں مہ در یادِ من ست ۔ کافرم تا صبحِ محشر گر فراموشش کنم
گو سگے از کوئے تو تا از برائے زندگی؟ ۔ من دمِ او گیرم و چوں حلقه در گوشش کنم
آشنا باید که گیرد دستِ خسرو زاں زمیں
ہیں در آیم زاں که چوں دریاست[2] در جوشش کنم

۱۲۹۸
منزلِ عشقت[1] که من پوشیده در جاں می کنم ۔ رخ گواہی می دہد ہر چند پنہاں می کنم
جاں که بندِ رفتن ست و ماندنش از بہرِ آں ست ۔ کز کمانت ہر زماں من وعدهٔ پیکاں می کنم
توشه ده جانِ گراں گشته از برائے آں جہاں ۔ بس که غم ہا یت ذخیره از پئے آں می کنم
گفتی ام "خاکِ درم ہر چه می داری به چشم؟" ۔ گریهٔ چشمم را جراحت کرد درماں می کنم
دیده بیرید ایں زماں از دیدنِ غم ہائے تو ۔ ہر کجا نشینم دلِ حلقه پریشاں می کنم
غمزه می زد گفتمش "چوں عاشقاں جاں می کنند ۔ چیست آں؟" گفتا "پریشاں مردن آساں می کنم"
اے که دلہا می ستد از خلق گفتم "ایں چرا ست؟" ۔ گفت "در بازارِ غم نرخِ دل ارزاں می کنم"
جان و دل دادم خیالش را کجا ماند به جا؟
خسروا چوں دزد بر کالا نگہباں می کنم

۱۲۹۹
سایه وارم ہر شب از سودائے زلفت چوں کنم؟ ۔ چند گردِ خویشتن که سحر گه افسوں کنم؟ غ

---

[1] درین غزل محذوف است ۔ [2] درین غزل محذوف است

از دل بدخوئے خود خوں نابہ لے دارم کہ گر — قطرہ اے از دل بروں ریزم جگر ہا خوں کنم
توبہ بندِ کشتنِ من، من برآں کز دوستی — عمرِ خود را بگسلم در عمرِ تو افزوں کنم
گوہرے دارم کہ در وے نیست جز تو بوئے خام — چوں نثارِ خاکِ پایت لولوئے مکنوں کنم
چند گوئی "عشق را از دل برون خوش بزی" — گر توام جانِ خود از دست تو بیروں کنم
گفتی ام کہ دل را چرا از عشق ناری سوئے زہد — دہ کہ شاہد خانہ اے را وقفِ مسجد چوں کنم؟

روحِ مجنوں آید و آموزد آیت ہائے عشق
شعرِ خسرو گر رقم بر تربتِ مجنوں کنم

۱۳۰۰ غ

عزم آں دارم کہ از دل نقدِ جاں بیروں کنم — آرمت نہ رہیش و خود را از میاں بیروں کنم
قامتم از غم دوتا کردی، ز آہِ من بترس — کآسماں دوز خدنگے کز کماں بیروں کنم
گرچہ در خونِ منی گر تیر بر جانم زنی — تیرِ تو بیروں نیارم گر ز جاں بیروں کنم
سروِ من یک رہ بہ گلزار آئے تا در پیشِ تو — سرو اگرچہ نارون باشد رواں بیروں کنم
نرگسِ بیمارِ تو رنجِ خود ار بر من نہد — تندرستی را بہ شمشیر از جہاں بیروں کنم
دوش می گفتی و چشمم در خیالت در نہ بست — گر چنیں باشد مگر از خانہ شاں بیروں کنم
گر [۲] نہ در پیشِ تو ماہ و آسماں گردن نہد — ماہ را گردن نہ گیرم ز آسماں بیروں کنم

مہرِ تو گر نیست خسرو را بہ مغزِ استخواں
مغزِ او از نوکِ غمزہ ات ز استخواں بیروں کنم

۱۳۰۱ غ

یک سخن گر زاں لبِ شکر فشاں بیروں کشم — صد دلِ گم گشتہ را از وے نشاں بیروں کشم
آرزو دارم میانت بنگرم بے پیرہن — ماہِ من بگذار تا لے از کتاں بیروں کشم
نیم [۳] مزدِ بوسۂ تو صد جاں بود آں ہم ہیچ نیست — نیم جانے ہست اگر گوئی ہماں بیروں کشم
ملکِ جاں بدہم لبت را در بہائے بوسہ اے — ہم بہ بوسہ جانِ دیگر زاں دہاں بیروں کشم

---

۱ تا ۲ دریں ابیات محذوف است

خطا[1] تو در چشمِ من ننشست تدبیرے لبا ز — تا گلیمِ خود مگر زآب رواں بیروں کشم
چوں جہاں را بیم طوفاں ست زآبِ چشمِ من — رختِ ہستی گر توانم زیں جہاں بیروں کشم
بس[2] کہ آہِ آتشینم در جہاں دارد گذر — آبلہ بینی سراسر از زباں بیروں کشم
اے ترا صد کشتہ چوں من چند گوئی کز جفا — خوں بہ ہمانِ یم وجانِ فلاں بیروں کشم

یک شبے مہمانِ خسرو باش تا از جورِ تو
سینہ را خالی کنم رازِ نہاں بیروں کشم

۱۳۰۲ ب

نے مجال آں کہ او را از دلِ خود بر کشم — نے دلِ خالی کہ در دل دلبرے دیگر کشم
دیدہ را گر حقِ آں نبود کہ دیدار دے تو — من ز خوں ہائے کز و خوردم ز چشمش بر کشم
گر نہ ترسم زاں چہ در خونابہ ماند یارِ من — بر کشم دیدہ بجائے دیدہ او را در کشم
در رہے کو رفت ایں سر تا نہ گردد خاکِ رہ — ہم بہ خاکِ راہِ او زاں خاکِ راہش بر کشم
بر خودش خوانم فضولی ہیں کہ می خواہم بہ جہد — چشمۂ خورشید را در جنبِ نیلو فر کشم
عاقبت روشن شود ہم خانہ ہا را سوزِ من — گر چہ آہِ آتشیں از خلق پنہاں در کشم

چوں بر آں افسوں تواند داشت خسرو سالہا
گر توانم یک سخن زاں لعلِ جاں پرور کشم

۱۳۰۳ ب

اے خوش آں شبہا کہ من در دیدہ خوابے داشتم — گر چراغِ روشن و گہ ماہتابے داشتم
بارہا یاد آورم در خوابِ بے ہوشی روم — آں کہ وقتے با خیالِ دوست خوابے داشتم
چند داغِ بے دلی پیوستہ بینم بیش ازیں — دل مرا بود ار چہ ویرانِ خرابے داشتم
روزگار آں دیدہ نتوانست دید و کرد خوں — من کہ بر روئیم ز چشمِ خویش آبے داشتم
محرمے دیدم شبے از دیدہ بیروں ریختم — آں ہمہ خونابہ ہا کاندر کبابے داشتم
آں[3] چہ دولت بود کاندر یک شبے خسرو زناں — گوئی از فردوسِ اعظم فتح بابے داشتم

---

[1] تا [3] درین ابیات محذوف است

گفت "نتوانم برت" گفت "آں چہ شب بر من گذشت" کاے بہشتی روئے دور از تو عذابے داشتم

زاریم بشنید یار و گفت "می نالی ز عشق"

خسروم زاں بر دہاں گرچہ جوابے داشتم

۱۳۰۴

خرم آں روزے کہ من با دوست کارے داشتم | باوصالِ او بہ شادی روزگارے داشتم

داشتم بارے ازیں اندیشہ کاید جاں بروں | بر زباں راندنہ می آرم کہ یارے داشتم

تن چو گل صد پارہ شد از بس کہ غلتیدم بہ خاک | از فسوں آں کہ خرم نوبہارے داشتم

خوش نیاید کایم از خانہ بروں کایں خانہ را | دوست می دارم کہ در وے دوستدارے داشتم

نیست رنجے گر تن از غم موشد و رنج ست ویس | کاں ز تارِ موئے خوباں یادگارے داشتم

چند گوئی "صبر کن در روزِ شادی در رسد" | طاقتم شد صبر کردم تا قرارے داشتم

عشق گوید "خسروا وقتے دلِ خوش داشتی"

ایں زماں چوں نیست چوں گویم کہ "آرے داشتم"

۱۳۰۵

یاد باد آں کز لبش ہر لحظہ جامے داشتم | وز مے وصلش بہ نو ہر روز جامے داشتم

مست آں ذوقم کہ در دورِ خمارِ چشمِ او | زاں لبِ یاقوت گوں عیش مدامے داشتم

آخر اے جاں یاد کن یک شب کہ دور افتادگاں | روزے آخر با تو من حقِ سلامے داشتم

روز ہا می خواہم آں شب کز عبیرِ زلفِ او | چوں نسیمِ صبح دم مشکیں مشامے داشتم

ایں سرافرازی کجا یابم منِ کوتاہ دست؟ | کز ہواداری سروِ خوش خرامے داشتم

یاد خسرو گر فراموشت زنام و ننگ شد

ایں قدر بارے بگو "وقتے غلامے داشتم"

۱۳۰۶

دوش من روئے چو ماہ آشنائے دیدہ ام | جاں فدایش گرچہ بہر جاں بلائے دیدہ ام

کشت آں ذوقم کہ دی از حالِ من گفتند گفت | "یاد می آید کہ من روزیش جائے دیدہ ام

له تا که در ن ہر سہ غزلیات محذوف است

خواست وے بدہد زکوٰۃ حسن چوں دیباں مرا ... دیدہ بر گفت "اندریں کوچہ گدائے دیدہ ام"
بر کشتم ایں دیدہ کز وے بر کشم خونابہ لیک ... زانش می دارم کہ وقتے زیر پلئے دیدہ ام
زابرویش ز خندہ شد فالم چو جاں در عشق رفت ... کایں مہ نو من بہ روے آشنائے دیدہ ام
عشق را گفتم "کمالِ عقل" گفت آخر گے ... معنیٔ پیرِ خرد در روستائے دیدہ ام

صد قبائے خوں چو گل پوشیدہ خسرو از دو چشم
خلعتِ سروے کہ دی زیرِ قبائے دیدہ ام

۱۳۰۷ ... ب

من کہ دور از دوستاں وز یار دور افتادہ ام ... مرغ نالانم کہ از گلزار دور افتادہ ام
چوں زیم کز دل دہند م خلق و دلداری کنند؟ ... من کہ ہم از دل ہم از دلدار دور افتادہ ام
گر نہ خواہی یاری از جان و بمیرم در فراق ... حق بہ دستِ من بود کز یار دور افتادہ ام
پیشِ ہر سنگے ہمی ریزم ز دل خونابہ اے ... چوں کنم چوں کز در و دیوار دور افتادہ ام
گرچہ ہجرم کشت ہم شادی کہ بازی چند گاہ ... زاں دلِ بدبخت بد کردار دور افتادہ ام
اے کہ ساماں جوئی از من ترکِ جانم گیر زانک ... سالہا باشد کہ من زیں کار دور افتادہ ام

عیشِ من گو تلخ باش اے آشنا یادم مدہ
زاں لبِ شیریں کہ خسرو وار دور افتادہ ام

۱۳۰۸ ... ب

ایں ہمہ یارب[1] کہ با دلدار ہم زانو شدم ... پہلوئے او رفتم اندر خواب و ہم پہلو شدم
دور دور از آفتابِ روئے او می سوختم ... گشت جاں آسودہ چوں در سایۂ گیسو شدم
وصلِ او از بس کہ با دِ شادی اندر می دمید ... من نہ گنجم در جہاں گرچہ از فراقش مو شدم
شکر ایزد را کہ گشتم جمع و رفت از من فراق ... رفت جاں یکسو و دل یکسو و من یکسو شدم
از پئے دیدن ہمہ رُو چشم گشتم ہمچو شمع ... وز برائے شدہ چوں آتش ہمہ تن رو شدم
چندیم بگذار چوں دیدن رہا کردی بہ بلغ ... مردنم بگذار چوں بازیستن بدخو شدم

[1] در ایں غزل محذوف است

مردودِ دوری نیستم گر خود دلِ شیرم دهند
خسروا دل ده که من زین پس سگِ این کوشدم

۱۳۰۹ ب

بازوقت آمد که من سر در پریشانی نهم — روئے زیبا بینم و بر خاک پیشانی نهم
سوده گشت از سجدهٔ راهِ بتاں پیشانیم — چند بر دل تهمتِ دینِ مسلمانی نهم
تو به جنب اے بخت و دشواریٔ شبهایم مپرس — من گرفتارم کجا پهلو به آسانی نهم
دل[۱] به زلفِ یار و از من صد پیام غم براو — چند داغِ غم برایں مسکینِ زندانی نهم؟
او نهد تیرِ بلا را در کماں ناز و من — جاں نهم در پیش و بر دل منتِ جانی نهم
اے صبا گر دے ز لعلِ مرکبش بر من رساں — تا دوائے بر جراحتهائے پنهانی نهم
دیده گاں بر تو نهم اے سروِ آزادت غلام — ایں ست کوته بینی ار بر سروِ بستانی نهم
بر من[۲] افشاں جرعه اے زاں جامِ خود تا از نشاط — رختِ هستی را به بازارِ پریشانی نهم
چوں پریشاں گشت کار خسروا از عشقت چه سود؟
گر کنوں صد پے به سر دستِ پشیمانی نهم

۱۳۱۰

نکنم عشق[۳] توبه که سرِ گناه دارم — چه کنم نمی توانم دلِ خود نگاه دارم
چو نیایی دُنیا ید زره جز آں که پیشت — نگہے به خاک ریزم نظرے به راه دارم
ز فراق شهر بندم به کدام سو گریزم؟ — که به گردِ قلعهٔ جاں ز بلا سپاه دارم
شبکے ز سوزِ سینه کنمت چو شمع روشن — همه تیرگی که در دل ز شبِ سیاه دارم
چه کنم که آبِ حسرت نکنم رواں ز مژگاں — که به سینه ز آتشِ دل همه دودِ آه دارم
چو فرو شدم به طوفاں چه کنم جفائے دیده — چو گذشت آبم از سر چه غمِ کلاه دارم
نکش ار به نامهٔ جاں رقمِ وفا نوشتم
نه منِ سیاه نامه به جز ایں گناه دارم

---

[۱] و [۲] درن ابیات محذوف است — [۳] درن غزل محذوف است

۱۳۱۱ ب

شب من سیہ شد از غم رہ کن کجات جویم؟ | بر شب دراز ہجراں مگر از خدات جویم
نہ ای آں گلے کہ آرد سوئے مات ہیچ بادے | ز پے دل خود ست ایں کہ من از صبات جویم
سخنت بہ سر دگویم خبرت ز باد پرسم | تو درون دیدہ و دل ز کساں چرات جویم؟
بہ دل و دو دیدہ و جاں ہمہ جا نہفتہ ہستی | چو نہ بینم آشکارا بہ کدام جات جویم؟
تو کہ بر در تو گم شد سر و تاج پادشاہاں | چہ خیال فاسد ست ایں کہ من گدات جویم؟
دل من[1] گرفت از دیں بت من کجات یابم؟ | شب من سیہ شد از غم رہ من کجات جویم؟
تن زار من شکستی دل و جاں فدات سازم | طلب از کنی سر من ز سر رضات جویم
چو ز آہ دردمنداں سوئے تو رود بلاے | بر میاں سپر شوم ہم رہ آں بلات جویم

سر گم شدہ بجوید مگر از در تو خسرو
ز کجاست بخت آنم کہ بہ زیر پات جویم؟

۱۳۱۲ ب

ز تو نعمت ست و راحت لب شکرین و رو ہم | بر من آفت ست و فتنہ دل پر بلا و خو ہم
ہمہ عشق و آرزوے غلطم کہ در لطافت | شدہ بیقرار و مجنوں ز تو عشق و آرزو ہم
نہ فقیہ اگر فرشتہ چو تو گر حریف یابد | نہ نہد ز کف پیالہ ببرد سر سبو ہم
تو کہ خون خلق ریزی چہ غمت از آں کہ ہر دم | رود آب دیدۂ ما ز غم تو آبرو ہم
چہ بلاست بارک اللہ رخ تو کزاں تحیر؟ | بہ خموشی اندماندہ ہمہ کس بہ گفتگو ہم
بہ کرشمہ گہ گہ ایں سوگذرے کہ بہر رویت | جگرے دو پارہ دارم نظرے بجا و سو ہم
کشتی و[2] بہ ناز گوئی کہ "اجل ہمی برد جاں" | دل تو اگر نہ رنجد مہ من رخ نکو ہم

بہ فدا ہزار جانت دہی ار چہ صد چو خسرو
بہ خراش غمزہ کشتی بہ شکنجہاے مو ہم

---

[1] و [2] درن ابیات محذوف است

۱۳۱۳

نفسے بروش نہ دادم کہ حدیث دل نہ گفتم | سخنے نہ گفتم از تو کہ ز دیدہ دُر نہ سفتم
چہ کنوں نہفتہ گویم کہ شدم ز عشق رسوا | کہ بروئے آبم آمد غمِ دل کہ می نہفتم
من از آں گہے کہ دیدم بہ دو چشمِ خوابناکت | بہ دو چشمِ خوابناکت کہ اگر شبے بخفتم
ہمہ خلق خواند مجنوں زپے توام کہ ہردم | بہ صبا پیام دادم، بہ پرندہ را زگفتم
من اگر ز دیدہ رفتم سرِ کوئے تو چہ رنجی؟ | کہ رہے زدور رفتم نہ ستانۂ تو رفتم
شبِ من ہزار سالہ تو بہ سینہ طرفہ کارے | کہ ہزار سالہ راہم بہ میان و با تو خفتم

رسدت کہ بوئے خسرو نہ کشی کہ نازنینی
کہ من آں گلِ عذابم کہ زخارِ غم شگفتم

۱۳۱۴

وقت آنست[۱] کہ ما رُو بہ خرابات نہیم | چند بر زرق و ریا نام مناجات نہیم؟
گر فروشیم مصلا زپے مے بہ از آنک | رخت تزویر بہ بازارِ مکافات نہیم
مست گر پائے بلغزد چو دراں ثابت پاست | دیدہ بر پاش بہ صد عذر و مراعات نہیم
دیدہ داریم دل و جان و تن از عشق خراب | بر خرابی دو سہ در وجہ خرابات نہیم
عاشقِ صورتِ خوبیم کہ خلقے ہمہ سر | بر درِ کعبہ و ما بر قدمِ لات نہیم
شاہ جاں گشت چو بازیچۂ نفسِ کج باز | بیننم اندر محلِ شہ رُخ و سرمات نہیم

دلِ خسرو کہ ہمہ شیشۂ مے می سنجد
سنگ قلب است کہ در پلۂ طاعات نہیم

۱۳۱۵

عہدہا[۱] راگہ آں شد کہ ز سر تازہ کنیم | مہرہا را بہ دلِ خستہ اثر تازہ کنیم
غزلِ سوختہ خواہیم ازاں مطربِ مست | داغ دیرینۂ خود باز ز سر تازہ کنیم
جگرِ سوختہ را ریشِ کہن بکشائیم | دردہا را بہ ہمہ شہر خبر تازہ کنیم

---

[۱] تا [۱] ہر سہ غزلیات درن محذوف است

مست و لایعقل با دوست به بازار شویم | قصهٔ عشق به هر کوچه و در تازه کنیم
چون خورد باده لبش پاک کنیم از دامن | وز سر آلوده گے دامنِ تر تازه کنیم
امشب آن ست که افسانهٔ هجران گوئیم | ور ترا خواب برد، بار دگر تازه کنیم
زنده داریم ازایں پس شب اگر عمر شود | پس دعائے شه جمشید گهر تازه کنیم

زلف آشفته از آں روئے به یک سوئے نهیم
جان آزردهٔ خسرو به نظر تازه کنیم

۱۳۱۶ غ

ما به کوئے تو سگانیم و به راه تو خسیم | ایں که پیشِ تو بس ست از همه رُو نیز بسیم
دیگران[1] را چه کنی گر درِ رخ خویش ببند | کز پے سوختنی هم من و دل هر دو بسیم
گر نوا زند رقیبان تو مارا، خاکیم | ور بسوزند، بسوزیم، که خاشاک و خسیم
ما که باشیم که مارا سگ خود نام نهی؟ | ایں سخن باد گرے گوئے که ما هیچ کسیم
در میان[2] هیچ نه و خشک زبانے بر دهاں | عالمے کرده پر آواز تو گوئی جرسیم
عذر تقصیر نه خواهیم که از خدمتِ رفت | گر خدا خواسته باشد که به خدمت برسیم
به یکے جرعه مے باز خر از خود ما را | که به بازارِ فنا در گروِ یک نفسیم

مومیائی به کرم ها به فگن بر خسرو
که ز ناچیزی چون سایهٔ پرِ مگسیم

۱۳۱۷ ب

فرخ آں روز که دیده به رخت باز کنم | تو مرا جانبِ خود خوانی و من ناز کنم
چند گوئی که "توهی نال که من می شنوم"؟ | ایں نه چنگ ست که پیشِ تو چو مر ساز کنم
سالها شد که نه یابم خبرے در کویت | دلِ بیرون شده را آیم و آواز کنم
باغبا ناز تو گرگه بود ار فرمانم | بلبلم بر سر خود آیم و پرواز کنم
بهرِ دلبستگی اے دوست رهِ بد مگذار | ایں گره من نه توانم که دگر باز کنم

۱؎ درن بیت محذوف است

۲؎ درن بیت محذوف است

خلق از صحبتِ من غمزده گشتند از آنک — ہر کجا بنشینم و غمہاۓ خود آغاز کنم
ابر را مایہ کم آید گہِ باریدنِ آب — گر نہ در گریۂ خوں با خودش انباز کنم
دل بہ یک قلب زدن برد بہ یک داو و کنوں — جاں ہم اندر سرِ آں چشمِ دغا باز کنم
خسروا جان و دل و تن ز تو بیگانہ شدند
دیگراں را چہ غم ار محرمِ ایں راز کنم

۱۳۱۸
اے خوش آں دم کہ سخنہاۓ تو در گوش کنم — چاشنی کردہ از آں لب بہ سخن گوش کنم
مست آئی تو و پس گوئی "از ہوش مرو" — باش بارے بزیم وآں کہ سخن گوش کنم
می خلی روز و شب اندر دلِ آزردۂ من — بہ چہ مشغول شوم کز تو فراموش کنم؟
وہ کہ از دودِ جگر ایں تنِ چوں کاہ بسوخت — تلکے ایں آتشِ افروختہ خس پوش کنم؟
اے خردمند دریں گوشہ سخنہاۓ کسے ست — کے توانم کہ سخنہاۓ تو در گوش کنم؟
کیست خسرو کہ عناں گیرِ تو گردد بہ وصال؟
لیکن ار حکم کنی غاشیہ بر دوش کنم

۱۳۱۹
پیشِ روۓ[۱] تو حدیثِ مہ و جوزا نہ کنم — ور کنم نیز یقیں داں کہ بہ عمدا نہ کنم
بہ تماشاۓ رخِ چوں گلِ تو می آیم — ور نگوئی بہ چمن بیش تماشا نہ کنم
آں چہ بر من لبِ تو می کند اے جانِ من نیز — می توانم کہ کنم بر لبت اما نہ کنم
تا بگویم کہ فلاں در دلِ من دارد[۲] جاۓ — خویشتن را بہ دلِ ہیچ کسی جا نہ کنم
تو ہمہ خوں کنی از غمزہ و من آہ کنم — پس نگوئی "مکن اے شوخ، مکن تا نہ کنم"
دوش گفتی کہ "وفاۓ بکنم" ترسم از آنک — ناگہاں در دلت آید کہ "کنم یا نہ کنم"
بوسہ اے چند بگفتی کہ ترا خواہم داد
گر بہ خسرو نہ دہی بیش تقاضا نہ کنم

---

۱ درین غزل محذوف است
۲ درین غزل محذوف است

غ

۱۳۲۰
من اگر بر درِ تو هر شبے افغاں نہ کنم — خویش را شہرۂ بدنام بدنیساں نہ کنم
گرد ہم در دسرے تنگ میا بر من ازآنک — نہ توانم کہ ترا بینم و افغاں نہ کنم
روزے انیا دِرَخت بیش گلے خواہم مرد — من ہماں بہ کہ گذر بیش بہ بستاں نہ کنم
وہ کہ دیوانہ دلم باز بہ بازار افتاد — من نہ می گفتم کا فسانۂ ہجراں نہ کنم
غم خور د ایں دلِ بے چارہ زبانش داری — بعد ازایں چارہ ہمانست کہ درماں نہ کنم
آشنایاں ہمہ بیگانہ شدند از من ازآنک — ہر کسے مصلحتے گوید و من آں نہ کنم
شکر گویم ز تو اے توبہ کہ کورم کردی — تا نظر بازی ازایں بیش بہ خوباں نہ کنم
خلق گویند دعا خواہ ز خوباں نہ روم — روزگارِ خوشِ درویش پریشاں نہ کنم

چند گویند کہ خسرو زبتاں چشم بدوز
گر میسر شودم روئے بدیشاں نہ کنم

۱۳۲۱
بے تو جاں رفت و بہ تن باز نیاید چہ کنم؟ — وزدلم پرسشِ ایں راز نیاید چہ کنم؟
بازداری کہ منہ دیدہ بر رویم چندیں — دیدہ باز آمد و دل باز نیاید چہ کنم؟
از یک ابرو دہیم دل کہ بہ بخشم جانت — چوں رضا دوم ابناز نیاید چہ کنم؟
تن کنم طعمۂ زاغانِ بیاباں لیکن — وز تحیّر ز من آواز نیاید چہ کنم؟

خسروا ز یادِ لبت گرچہ لبِ خود بگزد
آں حلاوت زچنیں کار نیاید چہ کنم؟

۱۳۲۲
التفاتے بہ من آں ماہ ندارد چہ کنم؟ — آں چنیں ملتفتم می نگذارد چہ کنم؟
سودہ شد بر صفتِ سرمہ تنِ سنگینم — ہیچم آں شوخ چو در چشم نیارد چہ کنم؟
ہر پیالہ کہ زمے بر لبِ او نوش کنم — گر بود چشمۂ حیواں نہ گوارد چہ کنم؟

۱؎ درین بیت محذوف است ۲؎ درین غزل محذوف است ۳؎ درین غزل محذوف است

بادرا گفتم "پیغامِ من او را بگذار" — آں قدم ست سبک چوں نگذارد چہ کنم؟
برگ کاہے شدم از کاہشِ بسیار و مرا — باد زلفش بخسے ہم نہ شمارد چہ کنم؟
زلفِ او در سرِ ہر موئے جفائے دارد — وز وفا یک سرِ مو نیز نہ دارد چہ کنم؟
گویدم "چشمِ تو چندیں چہ می بارد خوں"؟ — ہم نہ خواہم کہ ببارد، چو ببارد چہ کنم؟
می کشد ہر دم از اندیشۂ خود خسرو را
یک دم اندیشہ بخودمی نہ گمارد چہ کنم؟

۱۳۲۳
ہر شب از دستِ غمت دیدہ و دل خوں شودم — واں گہ از ہر مژہ راوق شدہ بیروں شودم
گاہ گاہے بہ سرِ زلفِ تو در می آیم — باد دے درہم و آں ہم ز غمت خوں شودم
مردمِ دیدہ کند رقص بہ صحرائے دو رخ — چوں بہم وزیر دل خستہ بہ گردوں شودم
روزگارے ست مرا سخت پریشاں ز غمت — چہ کنم بے تو ایں عمر بسر چوں شودم؟
خارِ خارت نہ شود از دلِ خسرو بیروں
گرچہ از خونِ جگر رُخ ہمہ گلگوں شودم

۱۳۲۴
سوئے من بیں کہ ز ہجرت بگداز آمدہ ام — روئے بنمائے کہ بہ پشت بہ نیاز آمدہ ام
بہ سرِ زلفِ درازت کششے داشتمے — زاں کشش کردہ بہ شبہائے دراز آمدہ ام
از تو رفتم چہ کنم صبر چو نتوانستم — اینک آشفتہ و عاجز شدہ باز آمدہ ام
گرد را بر روئے تو بینم منِ مدہوش، مرنج — چہ کنم مست بہ محراب نماز آمدہ ام
دلِ من جاں بتو بخشید و منم پروانہ — وز پے سوختنِ شمع طراز آمدہ ام
خسروم از چو منے دور مکن چشم کہ من
خاکِ درگاہ شہ بندہ نواز آمدہ ام

۱۳۲۵
بے تو امید نہ[۱] دارم کہ زمانے بزیم — سہل آں ست کہ تا چند بہ جانے بزیم

---

[۱] تا [۳] ہر سہ غزلیات دراں محذوف است

رخصت زیستنم نیست ز چشم تو و لے　　گر دہد غمزۂ شوخ تو امانے بزیم
چو دہانِ تو یقیں نیست رہاکن بارے　　چند گاہے کہ توانم بہ گمانے بزیم
دست دہ بر دہنِ خویش ببوسے تو مرا　　مگر از لطف تو دستی بہ دہانے بزیم
خسروم لیک چو فرہاد شدم کشتۂ عشق
گر بہ گوئی کہ "چگونہ است فلانے بزیم"

۱۳۲۶
بخت برگشت[۱] ز من تا تو برفتی ز برم　　کے بود باز کہ چوں بخت در آئی ز درم
گفتم احوالِ دلِ خویش بہ گویم بہ کسے　　لیکن از بے خبری رفت بہ عالم خبرم
پیش ازایں یک نفسم بے تو نمی رفت بسر　　بعد ازیں تا ز فراقِ تو چہ آید بہ سرم
جاں سپر ساختہ ام ناوکِ ہجرانِ ترا　　تا ہمہ خلق بدانند کہ من جاں سپرم
بے گل روی تو چوں غنچۂ دلم تنگ آمد　　بیم آں ست کہ بر خویش گریباں بدرم
سروِ گفتم کہ بہ بالائے تو مانند روزی　　زہرہ ام نیست کزیں شرم بہ بالا نگرم
خون دم می طلبم باز و یقیں می دانم　　کہ من از دستِ تو گر دل ببرم جاں نہ برم
ترکِ دنیا کنم ار سوئے خودم راہ دہے　　کو سر کوئے تو تا من ز جہاں در گذرم
تا خیالِ رخِ خوبِ تو مرا در نظر است　　می نماید ہمہ ملکِ دو جہاں در نظرم
بہ صبوری بہ تواں کرد مداوا خسرو
بیم آں است کہ ہر روز کہ آید بترم

۱۳۲۷　ت
من و کنجِ غم و در سینہ ہماں سیم تنم　　چہ کند دل نہ کشاید بہ بہار و چمنم؟
چوں دلم زمزمۂ شوق بر آرد ہر صبح　　از سرِ حال بہ رقص آیم و چرخی بزنم
عاشقی ام کہ گر آواز دہی جان مرا　　دوست از سینہ ام آواز بر آرد کہ "منم"
بس کہ بیروں و درونم ہمگی دوست گرفت　　بوے یوسف زند از باز کنی پیرہنم

---

[۱] درین غزل محذوف است

رشکم آید که مگس بر شکرش سایه کند | ور فرشته بپرد آں سوپر و بالش فگنم
سایهٔ همچو همایم به سر افگن زاں بیش | که فراقِ تو کند طعمهٔ زاغ و زغنم
همه شب نام تو می گویم و جاں در طاپاک | کیست آں لحظه که چیزے بزند بر دهنم؟
منم[1] که بر بوئے تو در راهِ صبا خاک شدم | چوں کشاید ز نسیمِ گل و بوئے سمنم؟
خسروا هیچ نه دانم که چه طاعت بود ایں
روئے در کعبه و دل سوئے بتانِ ختنم

۱۳۲۸
خرم آں روز که من آں رخ زیبا بینم | او کند ناز و من از دور تماشا بینم
لشکرِ جانش[2] که پیراهنِ دلها گوئی | بس منش خواهم از اغیار که تنها بینم
دلِ من گاهِ خرامیدنش از دست برفت | هر کجا پائے نهاد ست من آں جا بینم
دل نه و صبر نه و هوش نه و طاقت نه | من در آں صورتِ زیبا به چه یارا بینم؟
آخر اے شاخِ گلِ تازهٔ نوبر تا چند؟ | خارِ حسرت خورم و جانبِ خرما بینم؟
کیست خسرو که کند بوسه ز پائے تو هوس؟
ایں بسم نیست که از دور در آں پا بینم

۱۳۲۹
یارب[3] آں روز بیابم که جمالت بینم | چند بر یادِ جمالت به خیالت بینم

---

[1] درن بیت ذیل زائد است ے
من چو جاں بد هم باید که به خونِ دیده | قصهٔ دوست نویسند و دعائے کفنم

[2] درن بیت محذوف و به جایش سه بیت ذیل زائد اند ے
دوش مه دیدم و گفتم که ترا می ماند | زهره ام نیست ازیں شرم که بالا بینم
وعده فرداست نه فردا بکشم من مگر آنک | بامداواں رخ شهزادهٔ والا بینم
شمس آفاق خضر خاں که به لطفِ جاں بخش | هر دمش معجزهٔ خضر و مسیحا بینم

[3] درن غزل محذوف است

شاه حسنی و سپاه تو بلا و فتنه ‏ ‏ ‏ ‏ جان کشم پیش و بدان جاه و جلالت بینم
چون به گنجم به دو لب بس بودم کاین تن خویش ‏ ‏ ‏ ‏ در تنِ صافی چون آب زلالت بینم
نیست بس آن که شبم بی تو چو سالی گذرد ‏ ‏ ‏ ‏ وین بتر بین که ز دوری مه و سالت بینم
خواهیم سیر ببینم که بمیرم در حال ‏ ‏ ‏ ‏ این نه دانی که به امیدِ وصالت بینم
چشم از گوش برد رشک که نامت شنود ‏ ‏ ‏ ‏ گوشم از چشم خورد خون چو خیالت بینم
می خورم خون ز سفالی که تو می نوشی ‏ ‏ ‏ ‏ که چرا در لبت آلوده سفالت بینم
ای که می سوزیم از پند و نصیحت یارب ‏ ‏ ‏ ‏ که بسانِ دلِ خود سوخته حالت بینم

صنما خسروم آخر به قفس مانده اسیر
تلکے از دور در آن کنجدِ حالت بینم

و

۱۳۳۰

حالِ خود باز بر آیین دگر می بینم ‏ ‏ ‏ ‏ بازکارِ دل خود زیر و زبر می بینم
آن پسر نازکنان می رود اندر رهِ من ‏ ‏ ‏ ‏ دلِ افتاده آن راه گذر می بینم
که تواند که مرا باز رهاند امروز؟ ‏ ‏ ‏ ‏ کیست آن فتنه که در پیشِ نظر می بینم
جان به طاپاک برون می رود و می آید ‏ ‏ ‏ ‏ خلق دانند که من عارضِ تر می بینم
هم به اقبالِ غمش جان به غمش خواهم داد ‏ ‏ ‏ ‏ راهِ یک خنده از آن تنگ شکر می بینم
این[1] نیم تشنهٔ دیرینه فرو پوش آن رودے ‏ ‏ ‏ ‏ شربتم سیر بده زان که خطر می بینم
آخر آن[2] پای تو جایی به زمین می آید ‏ ‏ ‏ ‏ من بر این دوش چه امنت سر می بینم
پیشِ[3] آن زلفِ پریشان تو آید روزی ‏ ‏ ‏ ‏ آن چه من زد همه شب تا به سحر می بینم

---

[1] درن بیت محذوف است ‏ ‏ ‏ ‏ [2] درن بیت محذوف است

[3] درن بیت محذوف است و بجایش بیت ذیل زائد است ـ ه

میبرید انپیِ من رنج که من روز به روز ٭ روزگارِ دلِ شوریده بتر می بینم

همه خسرو ز فراقِ تو به رسوائی بود
آخر الامر همان ست چو در می بینم

۱۳۳۱

می گذشتی و به سویت نگران می دیدم زارِ می مردم و در رفتنِ جان می دیدم
همچو دزدے که به کالاے کساں می نگرد جاں به کف کرده در آں روے نهاں می دیدم
از دلِ گم شده سر رشته همی جستم باز که به فتراک و گهے سوے عناں می دیدم
پرسشِ حالِ دل از طرهٔ او زهره نه بود گرچه از خوں ته هر موے نشاں می دیدم
او ز محرومیِ بختِ بدِ من می خندید من طمع بسته در آں شکلِ دهاں می دیدم
عاشقم[1] گرچه شود کشته غمے نیست چه باک؟ گاه گلهے ست به جانِ گذراں می دیدم
اے خوش آں شب که به یادِ رخِ او می خفتم در دلم بودی و در خوابِ همان می دیدم
هم زا[2] دل اجلِ خویش همی دانستم که دل و دیده به سویت نگراں می دیدم

مردنِ خویش ز تو بود گماں خسرو را
شد یقیں اینک هر آں چه به گماں می دیدم

۱۳۳۲

مدتے[3] شد که نظر بر رخِ یارے دارم بلبلم ایں همه افغاں ز بهارے دارم
نازنینے ست که بهرش دل و دیں می بازم خوب روئے ست که با او سر و کارے دارم
مست دلدارم اگر می نه بود ورنه از آنک ساقیِ سرو قدے لاله عذارے دارم
هر که پرسد که "تو دل سوے فلانے داری؟" هیچ منکر نه شوم، گویمش "آرے دارم"
می روم غاشیه بر دوش غبار آلوده چه کنم خدمتِ دیوانه سوارے دارم؟
بامدادانش گرفتم که بیا مے نوشیم گفت "بگذار بجنبم که خمارے دارم"

---

[1] درین بیت محذوف است۔ [2] درین بیت محذوف است و بجایش بیت ذیل زائد است —
او شد از دیدهٔ من غائب و من هم زاں سو ** جاں کناں می شدم و دیده کناں می آیم
[3] درین غزل محذوف است

خسروا خدمت خوبان کنم از دیده از آنک

۱۳۳۳ هر چہ دارم من بے چارہ زیانے دارم غ

گرچہ از عقل و دل و دیده و جان برخیزم　　حاش لله کہ ز سودائے فلان برخیزم
یک زمان پیش من اے جان و جہانم بنشین　　تا بدان خوش دلی از جان و جہان برخیزم
گفتیم یا ز من و یا ز سر جان برخیز　　از تو نتوانم و لیک از سر جان برخیزم
از پس مرگ اگر بر سر خاکم گذری　　بانگ پایت شنوم نعره زنان برخیزم
بہ گہ حشر چو از خاک برانگیزندم　　ہم ز بہر تو بہ ہر سو نگران برخیزم

خسروم بیہده مپسند کہ ہر دم با تو
شادمان شینم و با آه و فغان برخیزم

۱۳۳۴ ت

کس بدین روز مبادا کہ من بد روزم　　کس بدین گونہ مسوزاد کہ من می سوزم
دین نہ ماندست کہ تا نامہ عصمت خوانم　　دل نہ ماندست کہ تا تختہ صبر آموزم
شب بسے رفتہ بہ بیداری و آں بخت نزد　　چند شب تا بہ سحر ہمچو چراغ افروزم
آخر اے چشمہ خورشید یکے روئے بنمائے　　کہ دمد صبح مرادی ز رخت یک روزم
ترک قتال و مرا گریہ و زاری بسیار　　آں گنا ہست کہ بروے نہ کند فیروزم
چند گویند کہ رسوا شدی از دامن چاک　　چاک دل را چہ کنم گیر کہ دامن دوزم؟

غم نہ بود از دگراں تا رہ خسرو توزدی
گشت معلوم حد طاقت خود امروزم

لہ درین سہ بیت ذیل زائد اند ؎

ہوسم ہست کہ پیش تو دمے بنشینم　　وز سر ہر چہ بگوئی پس ازاں برخیزم
مردم دیده مرا بہر تو در خوں بنشاند　　من بہ رویت نگرم وز سر جان برخیزم
ناتواں گشتم ازاں گونہ کہ نتواں خاست　　ور مرا دست بگیری تو رواں برخیزم

ت

۱۳۳۵

دل آواره بر جائیست که من می دانم ‌ ‌ ‌ جائے گرفتار ہوائیست که من می دانم

بوی خون دل مشتاق سر زلفیم رسید ‌ ‌ ‌ نگران باد ز جائیست که من می دانم

سبزه بر خاک شهیدانش در اخبار مبین ‌ ‌ ‌ زان که این مهر گیائیست که من می دانم

چشم و زلف و رخت ار چه همه عشاق کشند ‌ ‌ ‌ لیکن این شکل بلائیست که من می دانم

گفتی[1] از تیغ سیاست کنم این لطف بود ‌ ‌ ‌ زانکه هجر تو سزائیست که من می دانم

آنکه با خسرو گوئی که وفا خواهم کرد
اینهم ای شوخ جفائیست که من می دانم

ت

۱۳۳۶

دل صد[2] پاره که صد جا گرهش بر بستم ‌ ‌ ‌ نقد عشقی ست که در هر گرهی دربستم

جز به خون جگر این چشم گهی بسته نشد ‌ ‌ ‌ حاصل این بود که من از دل خود بر بستم

دلم از خوی بد خویش به زنجیر افتاد ‌ ‌ ‌ تهمت بیهده بر زلف معنبر بستم

دل من بستهٔ زلفی شد و نگشاید باز ‌ ‌ ‌ که گشاید که هم از خون گرهش دربستم

دی خرابات شدم گفت سبوکش می زن ‌ ‌ ‌ سر به دیوار که من میکده را دربستم

من که پا تا به همت کنم از اطلس چرخ ‌ ‌ ‌ افسر جم نگر این ژنده که بر سر بستم

خسروا عشق در آمد به دلم مژده ترا
که به دام شه جبریل منور بستم

۱۳۳۷

سبزه[3] با ذوقی دمد بیرون رویم ‌ ‌ ‌ مست در صحرائے مینا گون رویم

دوستان مستند و باران می چکد ‌ ‌ ‌ همچنان خیزان فرا بیرون رویم

---

[1] درین بیت ذیل زائد است ؎

عمر در کوئے توام رفت و نه گفتی روزے ‌ ‌ ‌ کین همه کهنه گدائیست که من می دانم

[2] درین غزل محذوف است

[3] درین غزل محذوف است

مطرب وسے گرچہ موجود است لیک — خوب روئے نیست آخر چوں رویم
اے صبا آں سرو بالا را بخواں — تا بروں با آں رخِ گلگوں رویم
چند یا دِ سرو با رے چند گاہ — ہمرہِ آں قامتِ موزوں رویم
روئے خوباں دارد بے ہوشی است — چوں زنیم ار با چنیں افیوں رویم
جعد او گیریم و بر خسرو بریم
سلسلہ در دست بر مجنوں رویم

۱۳۳۸
اے بہ چشمِ تو خمار و خواب ہم — در لبِ تو انگبیں حلاب ہم
زلفِ مشکینت کہ دل دزدد در او — ہست مشکل تاب چوں سیماب ہم
در خیالِ روئے و مویت ہر شبے — طالبِ شب می کنم مہتاب ہم
دل گرفتار است چوں خوں خوار تست — زاں کہ خوں گیرا بود جلاب ہم
بس کہ خوار است آبِ چشمم پیشِ تو — غرقِ آبم بر درت بے آب ہم
چند چوں بے رحمتاں خواہیم کشت — مہرے آخر می کند قصاب ہم
دیں خسرو بیں کز ابرو و رخت
شد دلش بت خانۂ و قصاب ہم

۱۳۳۹
اے رخت[۱] چوں ماہ واز مہ بیش ہم — خستہ کردی سینۂ ما ریش ہم
غمزۂ تو بر صفِ خوباں زند — گر نہ رنجی بر دل درویش ہم
تیرہ کردی عیش ما و روزِ دل — روزگار عقل دور اندیش ہم
کشتم از دستِ جفایت خویش را — بر تو آساں کردم و بر خویش ہم
می رود صبرِ من آوارہ زمن — پس نہ می بیند زبیم و بیش ہم

---

۱ درین غزل محذوف است — ۲ درین غزل محذوف است

گرچه بر جانم قیامتها از اوست
تا قیامت عمر بادش بیش هم

غ
در فراقت زندگانی چون کنم   با چنین غم شادمانی چون کنم؟ ۱۳۴۰
یار بدخو و فلک نامهربان   تکیه بر عمر و جوانی چون کنم؟
عشق و افلاس و غریبی و فراق   من بدینسان زندگانی چون کنم؟
ماه من گفتی که "جان ده" می‌دهم   عاشقم آخر گرانی چون کنم؟
خواه[1] خونم ریز و خواهی زنده کن   بنده‌ام من رایگانی چون کنم؟
من نه بودم مرد سودای تو لیک   بی‌درم بازارگانی چون کنم؟
حال خود دانم که از غم چون بود   چون تو حال من ندانی چون کنم؟
ماجرای[2] دل نوشتم بر دو رخ   گر تو بینی و نخوانی چون کنم؟
نرخ[3] بوسه لیک میدانم ولیک   با قضای آسمانی چون کنم؟
مست[4] باشی پاس چون فرمائیم   من که دزدم پاسبانی چون کنم؟
در به خسرو بوسه ندهی آشکار
مرهم زخم نهانی چون کنم؟

باز با درد[5] جدائی چون کنم؟   باز با هجر آشنائی چون کنم؟ ۱۳۴۱
دل ز جان چون برکنم روز وداع   ترک آن ترک ختائی چون کنم؟
عقل گوید "پارسائی پیشه کن"   مست عشقم، پارسائی چون کنم؟
گفتمش روز وداع دوستان   گر به زودی باز نائی چون کنم؟
گفت" کای مستغرق دریای عشق
خسروم، من بیوفائی چون کنم؟

---

[1] تا [4] درین هر چهار ابیات محذوف اند   [5] درین غزل محذوف است

١٣٤٢
بر جمالت[1] مبتلایم چوں کنم؟ | من به عشقت بر نیایم چوں کنم؟
لافِ عشقت می زنم جانا ولے | بس فقیرِ بے نوایم چوں کنم؟
گفتی "از کویم برو بیگانه باش" | با سگانت آشنایم چوں کنم؟
سر به شاہاں در نمی آرد حریف | من که درویش و گدایم چوں کنم؟
روزگارے شد که از لعلِ لبش | کشتهٔ یک مرحبایم چوں کنم؟
خسروِ بیچاره می گوید به صدق
"عاشقِ روئے شمایم چوں کنم؟"

١٣٤٣
می زنی[2] تو غمزه من جاں می کنم | وز دلِ مجروح پیکاں می کنم
چوں نمی یارم که بوسم پائے تو | پشتِ دستِ خود به دنداں می کنم
می رود جاں رخصتِ نظاره ده | تا، که خوش ایں می کنم آں می کنم
عاشقِ سیمم که چوں کاوش زنم | کوئے آں چاهِ زنخداں می کنم
بپرسیم "کاندر چه کاری خسروا؟"
اینک از دوریٔ تو جاں می کنم

١٣٤٤
رازِ[3] دل پوشیده با جاناں برم | درد را در خدمتِ درماں برم
نیک می دانم که خویش باز گشت | چوں برو دردِ سرِ ہجراں برم
اے مسلماناں نه پندارم که من | از چناں کافر دلے ایماں برم
دل برا زیں ساں که دیدم شکلِ تو | من عجب باشد که از تو جاں برم
دادیم تو جاں که جانا دل بده | بنده ام از جان و دل فرماں برم
دل به موئے آویخته پیشت کشم | دزد گردن بسته به سلطاں برم

---

[1] تا [3] درین ہر سه غزلیات محذوف است

زلف را از بند خسرو گو کہ چند
رنج ایں سودائے بے پایاں برم؟

۱۳۴۵
دوش رخ بر آستانش سوده ام — گردِ دولت را براو اندوده ام
جاں بہانہ جوئے و می بینم زخت — بیں کہ من برخود چہ نابخشوده ام
از درت سنگے زدندم نیم شب — سگ گماں بردند و آں من بوده ام
در پذیرائے کعبہ چوں مردم براه — گر نہ کردم حج رہے پیموده ام
کشت ہجرم خوں بہایم ایں بس است — کایں قدر گوئی کہ من فرسوده ام
دیدنت روزے بہ خوابم ہم مباد — کہ شبے در ہجر تو نغنوده ام
دل بسے جاں می کند با من بہ عشق — در تبِ غمہاش از آں افزوده ام
از تری خواہد چکیدن گوئیا[1] — آں لباں لعل کش بستوده ام
غم بہ کشت و پرسیم "خسرو چہ حال؟"
شکر کز لطفِ تو بخت آسوده ام

۱۳۴۶
ہر شبے با گریہ ہائے خود خوشم — گرچہ ہست آں روغنے بر آتشم
مرگ شیریں شد مرا از عیش تلخ — زنده کردم وہ کزیں شربت خوشم
گل ز باغِ وصل نزدیکاں برند — من چو سگ از دور با سنگے خوشم
اے کہ با[2] بوسی فغانم زن کہ من — زاہدِ کویم ولے شاہد وشم
بس کہ جانم عاشقِ دشنام اوست — ہر کرا گوید بہ سوئے خود کشم
یک نفس بنشیں کہ میرم پیش تو — تا نفس باقی ست بنج و باششم
مور گر میرد نہ باشد خوں بہا — پے سپر کن زیر پائے ابرشم

۱؎ درن بیت محذوف است — ۲؎ درن بیت محذوف است

زآہ خسرو جانِ من ایمن مباش
کآسماں دوزست تیرِ ترکشم

۱۳۴۷ غ
توبۂ دیرینہ را می بہ شکنم ساقیا در دہ شرابِ روشنم
ساقیم گرچوں توبت روئے بود توبہ چیبوَد دہرا یاں بشکنم؟
دقتے آید عاشق از مستی خویش آں کہ زاں مے مست میرد آں منم
دامنم از گریہ خوں آلود چیست؟ من کہ با یوسف بہ یک پیراہنم
بر رسیمؔ کاندر چہ حالی باز گوئے؟ اینک از اقبالِ تو جاں می کنم
ہر نفس آہے کشم وز روزِ بد روزگارِ خویش را آتش زنم
زندگی و مردنِ من چوں زتست تہمت جاں چیست بارے برتنم؟
بارِ عشقت بس پذیرم منتے باز سر گر کم کنی از گردنم
گفتِ خسرو سوزشے دارد از آنک
بلبلِ دامم نہ مرغِ گلشنم

۱۳۴۸
دل ترا[۱] در جاں نشیں فی العین ہم اے ز تو شادی بہ جاں فی القلب ہم
گریۂ خوں بیں و می کن پرسشے چوں بہ ماند اکنوں مرا فی الجسم ہم
چوں کنم من خواب خوش درگشت چشم؟ توبہ خندہ گوئیم فی الحشر ہم
تا ز ہر دل بر دغم خالِ رُخت بیں ہمہ جا غم بحرا لحال ہم
عمر خسرو در غمِ رویت گزشت
چند باشد دردِیَم و الصبر ہم؟

۱۳۴۹
از دو زلفِ تو شکن وام کنم وز برائے دلِ خود دام کنم
از پےِ آں کہ بہ رویت نہ رسد چشمِ بدرا بہ سخن رام کنم

---

[۱] درن غزل محذوف است [۲] درن غزل محذوف است

تا تو ننمائی رُو، گیرم زلف | تا رُخت چاشت کند شام کنم
چشم از زلفِ سیاه تو کشم | گله از محنت ایام کنم
از تو صد جور و جفا می بینم | با که گویم به که پیغام کنم؟
دل نه دارم که نهم بر دگرے | هم ز زلفِ تو مگر وام کنم
بوسه خواهیم وگر تند شوی | خویشتن را عجمی نام کنم

نیست حلوائے تو بهرِ خسرو
چه بداں لب طمعِ خام کنم؟

۱۳۵۰
خم آں[۵۱] طرهٔ دلبند کشم | غم آں لعل شکر خند کشم
زلفِ تو هر سر موئے نازے ست | آخر ایں ناز تو تا چند کشم
نیست مانندِ رُخت آئینه | مگرت ز آئینه مانند کشم
نه کشم من سخنِ تلخ از کس | ور کشم از لبِ چوں قند کشم

کورم از گرد مگر در دیده
خاکِ درگاهِ خداوند کشم

۱۳۵۱
گر سخن[۵۲] زاں قد رعنا گویم | بیش از آں ست که زیبا گویم
با چناں قد چو کمر بر بندی | جائے آں ست که برجا گویم
تا تو در سینه درونی دل را | تیر در خانهٔ جوزا گویم
دل من حاملِ غم کردی و من | "زادهٔ الله تعالیٰ" گویم
هر دو چشمم که در آب اند یکے | هر یکے دو یم دریا گویم
بے رقیب آئے شبے تا پیشت | حالِ خود گویم و تنها گویم
سر نهم بر کفِ پایت واں گاه | "لیتنی کنتُ ترابا" گویم

---

۵۱ درین غزل محذوف است | ۵۲ درین غزل محذوف است

آں چناں سوختہ ام از جورت — کہ بسوزد دلت او را گویم

حالِ خسرو نگر ابرو مشکن

گر نگویم سخنی یا گویم

۱۳۵۲

روئے تو ماہ سما می گویم — موئے تو مشک ختا می گویم

پیش آں قامت چوں نیشکرت — سرو را زہر گیا می گویم

مر ترا ایک نظر از ما نہ رسد — گرچہ انگشت نما می گویم

دیدہ را خاکِ درت می دانیم — تا نہ دانی کہ ریا می گویم

شکر آن ست کہ اندر لبِ تست — سخن این ست کہ ما می گویم

قصۂ خود ز لبت می جوئیم — غصۂ خویش ترا می گویم

کعبتین ست دو چشمت کو را — مہر بازی بہ دغا می گویم

طاقِ محراب دو ابروت ز دوُد

ما ببینیم و دعا می گویم

۱۳۵۳

من عاشقم نہ[1] رعنا کز دوست کام خواہم — کامم ہمیں کزاں در خاکے بہ[2] گام خواہم

دارم ہوس کہ میرم در پیش تو رکیم من؟ — نہ خضر و نہ مسیحا نہ ایں مقام خواہم

از زندہ داریٔ شب چوں نیم کشتہ گشتم — از کشتگانت مانا خوابے تمام خواہم

من خونِ دیدہ نوشم ایں است عشرتِ من — آیا چہ جائے بادا بے تو کہ جام خواہم

یا بم اگر گدائے شاہے بہ گردِ کویت — نقصاں بود بہ ہمت گر ملکِ شام خواہم

دیدن ز بس کہ بینم حسن تو دیگراں را — نہ گل درست بینم نہ مہ تمام خواہم

خود را سلام گویم از تو بدیں شوم خوش — تو زر پختہ بخشی من سیم خام خواہم

---

[1] درن غزل محذوف است

[2] درن غزل محذوف است

بر درد عشق بازی خسرو دوا نه خواهد
دردش نصیبِ من شد، من بر دوام خواهم

۱۳۵۴

ابر بہار باراں ویں چشم خوں فشاں ہم
ب
بلبل بہ باغ نالاں عاشق بہ صد فغاں ہم

صحرا و بوستاں خوش ویں جان زار ماندہ
ناسایدے بہ صحرا در باغ و بوستاں ہم

باز آکہ شہر بے تو تاریک و تیرہ باشد
در شہر بے تو نتواں واللہ کہ در جہاں ہم

این ست مردن من اے خیرہ کش کہ ہستی
زآبِ حیات خوش تر وز عمر جاوداں ہم

خواہی بہ دیدہ بنشیں خواہی بہ سینہ جا کن
سلطانِ ہر دو ملکی این زان تست و آں ہم

گفتی بہ حجتِ خط شد ملکِ من دلِ تو
گر راست پرسی از من جاناں توئی و جاں ہم

صد[1] منت از تو بر من کز دولتِ جمالت
بدنام شہر گشتم رسوائے مرداں ہم

شد نرخ بندہ خسرو از چشم تو نگاہے
گر ایں قدر نیرزد بندہ بہ رائیگاں ہم

۱۳۵۵

از دل[2] پیام دارم، بر دوست چوں رسانم؟
آں جا کہ اوست بارے خود را دروں رسانم

آں باد را کہ آرد از تو پیام اے جاں
یک جاں چہ باشد او را صد جاں فزوں رسانم

گفتی کہ "خود مرا کس چوں با کسے رساند"
گر در حضور باشی دانی کہ چوں رسانم

جاں می بری ز سینہ وز دل گرانئ غم
تو دست خود مرنجاں تا من بروں رسانم

گیرم جواب ندہی، دشنام گوئے بارے
تا من بداں تمنا دل را سکوں رسانم

آں جا کہ کشتۂ دل شمشیرِ تیز برکش
تا سر نہم ہم آں جا ہم خوں بہ خوں رسانم

---

[1] قبل ازیں درن بیت ذیل زائد است ـه

نامم نشانۂ اے شد در تہمتِ ملامت ٭ اے کاش کہ نبودے نامِ من و نشاں ہم

[2] درن غزل محذوف است

حکم ار کنی به مردن بر دیگران توانی
لیکن اگر به محشر گوئی کنون رسانم

۱۳۵۶
جانا[1] بر آستانت روزے که جا بگیرم   خاکِ درت به دیده چون توتیا بگیرم
پیشِ تو روئے چون زر مالم به خاکِ جانا   وندر دلِ چو سنگت زیں روئے جا بگیرم
خورشید اگر بخواند پیشت برات خوبی   در روزنامۂ او صد جا خطا بگیرم
باریکئ میانت تا غایتیست کز وے   تیغم به دست ناید از هر کجا بگیرم
عالم ترا که گوید پیشت مرا که آرد؟   دست گدا ببوسم پائے گدا بگیرم
اے کاش پر بر آید بر بازوئے نیازم   تا بر پرم به سویت راهِ هوا بگیرم
گه دست کیں بر آری گه پا به خوں فشاری   پیش آیدم به زاری گرد دست و پا بگیرم
شد بندۂ تو خسرو گر باورش نداری
او را که تو بگوئی بر خود گوا بگیرم

۱۳۵۷
از دستِ[2] دل بر آنم کز جان خود به شورم   بیروں جهم که باشد خوبا گوزن و گورم
دیوانہ‌ام من اے دل زاں شمع یادم آور   کاتش زنم جهاں را ناگہ اگر بشورم
ذوق خرد نه جویم کز غم کشانِ عشقم   فضلِ عرب ندانم کز روستائے غورم
هر مرده از گناهے سوزند و من چو سوزم   از سوز عشق بارے باشد عذاب گورم
زاں نور آفتابم بینا و کور هر دم   نیلوفرم نداند یا بوم روزه کورم
من چون زیم که دید با خط مور مالش   او در دل و جگر شد سوراخ هائے مورم
گویند خسرو آں سو چندیں مرو به زاری
نے خود همی روم من دل می برد به زورم

۱۳۵۸
چون نارم آں که فارغ زاں آشنا گریزم   گه در فسوں نشینم گه در دعا گریزم

[1] درن غزل محذوف است   [2] درن غزل محذوف است

بوئے کشندۂ او خود ہمرہ صبا شد | خلق از سموم وادی من از صبا گریزم
شمشیر برکشیدہ عشق و مرا درآں کوئے | پائے خرد شکستہ چوں از بلا گریزم؟
ہرجانور کہ باشد بگریزد از بلائے | من خود بلائے خویشم از خود کجا گریزم؟

خسرو مگوئے درکش پا از طواف کویش
کو نیست آں حریفے کز وے بہ پا گریزم

ت
۱۳۵۹
کارمے چو برنیاید از آہ صبح خیزم | تا چند ہر زمانے با بخت بر ستیزم؟
درآرزوئے خوابم کت گہ گہے بہ بینم | میرم چناں کہ ہرگز تا حشر بر نہ خیزم
از تیغ جور جانا گر خون من بریزی | مہرت ز دل نہ ریزم گر بر زمیں بریزم
بر تیغ کند باید کشتن چو من کسے را | زحمت بود کہ داری مہماں بہ تیغ تیزم
از ہول رستخیزم واللہ خبر نہ باشد | پیش آید ار بہ ناگہ در حشر رستخیزم
سوئے تو می گریزم آں گہ کہ زندہ مانم | بکشد مرا خیالت گر سوئے خود گریزم

برماست نظم خسرو ناوک زنی نہ دانم
کا ہوئے ہند دم من یا اشتر حجیزم

غ
۱۳۶۰
رفتیم با دُو دل بہ یکے سو گذاشتیم | جان خراب نیز ہماں سو گذاشتیم
مائیم و راہ دوری وُ تا با زکے رسد؟ | جان و دلے کہ بر سرِ آں کو گذاشتیم
بگذاشتیم روئے عزیزے کہ سالہا | عمرِ عزیزِ خویش برآں رو گذاشتیم
آں بخت کو کہ درخمِ بازو کشیم باز | آں گردنے کہ از غمِ بازو گذاشتیم
آں دل کہ او زما سرِ موئے جدا نہ بود | آویختہ بہ حلقۂ آں مو گذاشتیم

لہ درین بیت ذیل زائد است۔ سہ
از عزتِ درِ تو خواہم کشم بہ دیدہ ※ خاکِ درت کہ از وے خاشاک و خس نہ بیزم
سہ درین غزل محذوف است

دل بوئے وصل داخست کنوں تنگ خوش گرفت | زیں رنگ از آنِ ما شد و آں بو گذاشتیم
هر بار گفته ای که "ز پهلوئے من برو" | رفتیم اینک از تو و پهلو گذاشتیم
خوئے که دل به صحبتِ یاراں گرفته بود | بگسست سلکِ صحبت و آں خو گذاشتیم

زیں پس وفا ز عمر نه جوئیم خسروا
چوں روئے دوستانِ وفا جو گذاشتیم

۱۳۶۱

هر دم گذر به کوئے و سرائے که ما کنیم | هوے فقد ز ناله و واے که ما کنیم
با ما دل آں چه کرد کنیمش اگر کباب | هستش هنوز سهل سزائے که ما کنیم
روز از کجا گواهیِ شبهاے ما کند؟ | چوں صبح کاذب است گوائے که ما کنیم
اے پند گو "مگو که دعا کن ز بهر صبر" | تعویذ شاهد است دعائے که ما کنیم
بر بت[۱] برائے فرشته که در خورد کعبه نیست | گاهِ نماز رسم و ریائے که ما کنیم
لاف وفا زنیم و بنالیم از جفات | سگ به بسے بود ز وفائے که ما کنیم
بر مشتری[۲] خرام که ارزی هزار مهر | جانے و دیده است بهائے که ما کنیم

خسرو ز عشق بے سر و پا شد چنیں بود
احوال خویش را سر و پائے که ما کنیم

۱۳۶۲

هر شب به کوئے[۳] وصلِ تو دزد دیده ره کنیم | پیشِ در از طفیلِ سگاں خوابگه کنیم
دزدیم هر طرف نظر از بیم مردماں | واں گاه در رخ تو به دزدی نگه کنیم
روزے دو دیده چاره نه شد ده که با تو چند | در چار سوئے راهِ تو دیده به ره کنیم
شطرنج عشق باز که ما بهر نردِ تو | خود را به مات گاه رسانیم و شه کنیم

---

[۱] درین بیت محذوف است [۲] درین بیت محذوف است و به جایش بیت ذیل زائد است
با هیچ تو حریف که جاں می برد بلاغ ؎ خود را ز نیم تیر دعائے که ما کنیم
[۳] درین بیت محذوف است [۴] درین غزل محذوف است

سختت کن اے فرشتہ خطِ یار بہر ما — بارے چنیں چو نامۂ خود را سیہ کنیم

ہاں اے حریف مئے خور و مے، زندہ ایم ما — ور تو بہ مردن است بیا تا گنہ کنیم

صوفی و شیم و دادِ کلہ چوں نمی دہیم — ہر گرز پائے تا بہ مستاں کلہ کنیم

رندانِ مفلسیم و اگر دسترس بود — خمہائے مے سبیل بہ ہر کوئے وُ رہ کنیم

گفتی کہ "بُرد ہم دو سہ گر خسروا خوری"

۱۳۶۳ درمانِ مے بیار، مبادا کہ نہ کنیم

ما عافیت نثارِ رہِ درد کردہ ایم — جاں را بہ مئے بریدِ عدم فرد کردہ ایم

زیں بحر آبگوں چو کسے آبِ خوش نخورد — دل را ز آبخوردِ جہاں سرد کردہ ایم

نیکست ہر بدی کہ کند کس بہ جائے من — گر نیک و بد ہر آنچہ تواں کرد کردہ ایم

تا چند از طپانچہ تواں سرخ داشتن؟ — روئے اَمل کہ بیش کساں زرد کردہ ایم

ایں سینۂ حریف کہ گردد ز خاک سیر — کردیم پُر غبار و چہ در خورد کردہ ایم

از بہر[1] آں کہ تیرہ کنیم آبِ آسماں — دہر از غبارِ سینہ پُر از گرد کردہ ایم

نظارہ گیست چشم درایں چرخ مہرہ باز — ایں کعبتین در خورِ آں نرد کردہ ایم

اے عشق درد بخش کہ درماں مراد نیست

۱۳۶۴ درمانِ جانِ خسروا زایں درد کردہ ایم

رحمے کہ بر درِ[2] تو غریب اوفتادہ ام — در خونِ دل ز دستِ تو چوں جامِ بادہ ام

دی بادِ صبح بوئے تو آورد سوئے من — امروز دل بہ سوئے تو بر باد دادہ ام

از بہر نیم بوسہ کہ بر پائے تو دہم — یارب کہ چند بار بہ پایت فتادہ ام

آں روز نیست کز تو نمی زایدم غمے — غم نیست چوں من انپے ایں وزادہ ام

گفتی "دلِ شکستہ بنہ بر دو زلفِ من" — من خود شکستہ وار بر ایں دل نہادہ ام

---

[1] درن بیت محذوف است

[2] درن غزل محذوف است

روبرد مرادِ خسرو دل خستہ یک دمے
تا چند گوئیم کہ ببیں ایستادہ ام؟

۱۳۶۵
تا دامن از بساط جہاں درکشیدہ ایم — رخت خرد بہ کوئے قلندر کشیدہ ایم
اے ساقی از قرابہ فرو ریز مے کہ ما — خونابہ ہا ز شیشۂ اخضر کشیدہ ایم
در حقۂ سفید و سیہ بر بساط خاک — چوں بر دغاست بادۂ احمر کشیدہ ایم
فقر است و صد ہزار معانی درو چو موئے — آں را گلیم کردہ و در سر کشیدہ ایم
چوں جیبِ[1] حرص پُر نشد از حاصلِ جہاں — دامان ہمت از سرِ آں در کشیدہ ایم
خسرو نہ کودکیم کہ جوئیم سرخ و زرد
چوں بالغاں دل از زر و گوہر کشیدہ ایم

۱۳۶۶
خیز اے[2] بہ دل نشستہ کہ بے دل نشستہ ایم — مگسل ز ما کہ بہر تو از خود گسستہ ایم
آہ ار بہ روئے تو نہ کشائیم ما شبے — چشمے کہ در فراقِ تو تنہا نشستہ ایم
آلودۂ جفائے تو جاں می رود دروں — ہر چند کز خدنگِ جفائے تو خستہ ایم
ساماں ز ما طلب مکن اے پارسا کہ من — میخوارہ و سفال بہ تارک شکستہ ایم
دردہ شرابِ شادی ازاں رو کہ عقل رفت — دانی کہ از کدام بلا باز رستہ ایم؟
خسرو چہ جائے صرفہ جان ست و بیم سر
ما را کہ پیشِ سنگ ملامت نشستہ ایم

۱۳۶۷
بخرام تا بہ زیرِ قدم پے سپر شویم — خاکیم در رہت قدمے خاک تر شویم
گر بخشتے دگر نہ کنی خونِ من بریز — بارے بدیں بہانہ بہ نامت سمر شویم
عقلم ز نام و ننگ خبر می دہد ہنوز — بنمائے یک کرشمہ کہ تا بے خبر شویم
شبہا قرار نیست دمے گر بود قرار — بادے وزد ز زلفِ تو زیر و زبر شویم

---

[1] درین بیت بیت محذوف است
[2] درین غزل محذوف است

ما را نہ مانند خواب رہا کن کہ بعد ازیں — بر باد رُو نہیم و بہ خواب دگر شویم
ما را دگر مگوے کہ جائے حوالہ نیست — دل کو کہ ناوکِ دگرے را سپر شویم
مقصودِ خسرو است ز تو یک نظر کہ تا
ہر روز نیم کشتۂ آں یک نظر شویم

۱۳۶۸
می خواستم کہ روزہ کشایم نماز شام — سر بر زد آفتاب جہاں سوز من ز بام
با قامتے کہ سروِ سہی گر ببیندش — یک پا ستادہ تا بہ قیامت کند قیام
برداشت پردہ از رخ و چوں دز غمزہ کرد — بر من نمازِ صبح بہ وقت نماز شام
کردم سلام و سر بنہادم بہ روئے خاک — ہر چند سجدہ سہو بود از پے سلام
اے عید روزگار نہاں کن رخ چو ماہ — بر عاشقانِ خویش مکن روزہ احرام
من بے قرار ماندہ و تو بر قرار خویش — درویش روزہ بستہ و حلوا ہنوز خام
روزہ مدار چوں لبِ تو پُر ز شکر ست
آزاد کن غلامے اے خسروت غلام

۱۳۶۹
از طرۂ تو جز رہِ سودا نہ یافتم[1] — وز غمزۂ تو جز درِ غوغا نہ یافتم
در زلفِ تو شدم کہ بجویم نشانِ دل — خود را ز دست دادم و دل را نہ یافتم
تا دُردیِ غمِ تو بہ کام دلم رسید — در دیدہ جز سرشکِ مصفا نہ یافتم
گویند "یافت ہر کسے از دوستاں وفا" — بارے من ستم کشِ رسوا نہ یافتم
بوسے بہ حیلہ با زلبت یافتم شبے — پیشِ آں چناں مراد دہیا نہ یافتم
ہر کامِ من ہر آنچہ ز جامِ لبت رسید — از جامِ خضر و کامِ مسیحا نہ یافتم
سلطانی از نسیمِ وصالِ تو بہرہ مند
من جز سمومِ ہجر دراعضا نہ یافتم

---
[1] درین غزل محذوف است

ت

۱۳۷۰ عمرم گذشت و روی تو دیدن نه یافتم　　طاقت رسید و با تو رسیدن نه یافتم
گفتم «رخت ببینم و میرم به پیش تو»　　هم در هوس بمردم و دیدن نه یافتم
گفتی «به خونِ من سخنے هم خوشم» ولیک　　چه سود کز لبِ تو شنیدن نه یافتم
دی بر رخِ گلت به چمن همنشیں شدم　　خود باغباں درآمد و چیدن نه یافتم
بر دوست خواستم که نویسم حکایتے　　از آب دیده دست کشیدن نه یافتم
مرغم کز آشیانِ سلامت جدا شدم　　ماندم ز آشیان و پریدن نه یافتم
شد جان خسرو آب که از ساغر امید
یک شربتِ مراد چشیدن نه یافتم

۱۳۷۱ هرگز ز[۱] دورِ چرخ وفائے نه یافتم　　وز گلشنِ مراد صفائے نه یافتم
گر هم چو نائے در شعب آیم عجب مدار　　کز چنگ روزگار نوائے نه یافتم
ایام ناشتا صفت آمد ازیں قبل　　بر خوانچهٔ امید صلائے نه یافتم
دردم ز حد گذشت و صفائے نه شد پدید　　کارم به جان رسید و دوائے نه یافتم
خونم بریخت عالم و خونِ دگر ز چشم　　عمداً بریختم که بهائے نه یافتم
سلطانیا به صحبتِ دشمن گذار عمر
کز دوستان عهد وفائے نه یافتم

ب

۱۳۷۲ شب تا به روز خونِ جگر نوش کرده ام　　خوش عشرتے ست ایں که شبے نوش کرده ام
خوں شد حرامِ شرع و لے من چو عاشقم　　بر من حلال باد که خوش نوش کرده ام
گر سرو و لاله اے ببرم نیست ایں بس است　　کز خونِ دیده لاله در آغوش کرده ام
گفتی «به فرق بر سر کویم طواف کن»　　زیں لطف پائے خویش فراموش کرده ام

۱؎ درن غزل محذوف است

این‌ست به که نیست یک نفس از دردِ عشق دور — بارے زمحنتے ست که بر دوش کرده ام

گویند "کز چه عاشق دیوانه گشته ای؟"

گفتارِ خسرو است که در گوش کرده ام

۱۳۷۳

اول به سینه ات به غمت جائے کرده ام — وآں گاه دلبرے چو تو خود رائے کرده ام

شادی به روئے تو چو غمم بهر روئے تست — اینک درونِ جانِ خودت جائے کرده ام

سنگم که می زنند مگو کاین نهفته دار — کاین جلوه خویش را به ترِ پائے کرده ام

بیروں کشم دو دیده که در عهدِ حسنِ تو — گه گه نظر به ماهِ شب آرائے کرده ام

مجنونِ روزگارِ توام کز غمِ تو خو — با آهوانِ بادیه پیمائے کرده ام

وصفِ تو نیست درخورِ خسرو من این صفت

وام از سخنورانِ شکر خائے کرده ام — غ

۱۳۷۴

هر شب فتاده بر درِ تو خاکِ در خورم — باشد ز پاسبانِ تو سنگے دگر خورم

جائے که تو کماں کشی اے نخل فتنه بار — پیکانِ آب داده چو خرمائے تر خورم

روزے که بینمت ز پے دیدنِ دگر — شب تا به روز حسرتِ روزِ دگر خورم

گر تو خوشی که برگِ مرادے نه باشدم — از شاخِ عمرِ خویش مبادا که بر خورم

مستم کند ز شوق لباں شرابِ تلخ — خونابهٔ غمت که چو شیر و شکر خورم

سیری هنوز نیست لبِ خوں گرفته را — چندے که من همی ز فراقت جگر خورم؟

کم تر کرشمه کن که کشنده ست این شراب

بیچاره خسرو ار قدرے بیشتر خورم

ے درن لعد ازیں بیت ذیل زائد است ے

بکشید وه مرا که نه خفته ست آں نگاه — زاں ناله ها که شب منِ بے هوش کرده ام

ے درن غزل محذوف است

۱۳۷۵

تلخ آبِ حسرت[1] ست هر آبے که من خورم   خونابهٔ دل ست شرابے که من خورم
از خوردنِ جگر جگرِ من کباب شد   نبود سزائے خورد کبابے که من خورم
هرگز نه خوردم آبِ خوشِ خویش در جگر   تیغ ست بے تو قطرهٔ آبے که من خورم
ور خوں خورم به یادِ لبت قطرهٔ که نیست   طوفانِ آفت ایں مےِ نابے که من خورم

سنگ ست خسروا ارنه کجا طاقت آورد؟
از شعله هائے دل تف و تابے که من خورم

۱۳۷۶

امشب منم آں نیم که فغاں را فرو برم   طوفاں کنم ز دیده جهاں را فرو برم
شمعے به سینه وُ نه توانم بروں دهم   جاں سوخت چند سوزِ نهاں را فرو برم
بشناختم که لذتِ شمشیر و تیر چیست   هر دم ز بس که آه و فغاں را فرو برم
حسرت فرو برم چه به سینه گره شود   آشامِ خونِ دل کنم آں را فرو برم
نے سنگ ماند و نے دلِ سنگیں درایں خراب   تا طعنه هائے پیر و جواں را فرو برم
ده[2] گر نه مرد یے سائے اجل آخر به پائے زود   تا من ز خویش نام و نشاں را فرو برم
روزے به روئے تر شدا ز ابروئے تو نرفت   تا کے ز دورِ آبِ دهاں را فرو برم؟

من خسروم شکر شکن اما به ذکرِ دوست
خواهم ز ذوق کام و زباں را فرو برم

۱۳۷۷

هر شب به[3] دل تصورِ نازش فرو برم   با خونِ دل فسانهٔ رازش فرو برم
نازش که نیست بر لبِ شیریں برآں شوم   کاندر میانِ آں گِهِ نازش فرو برم
چوں تیر بر کماں نهد او خواهم از هوس   پیکانهائے دیده نوازش فرو برم
شبها ز ذوقِ خاکِ درش در دهاں کنم   در آب دیدگانِ نیازش فرو برم

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت محذوف است [3] درین غزل محذوف است.

دیوانہ شد دلِ من و زنجیر واجب است | خواہد ازاو کہ زلف درازش فرو برم
باشد کہ یک دمے لب خود بر لبم نہد | تا من زبانِ عمر بدہ سازش فرو برم

خسروا اگرچہ عشق مجاز است زانِ او
تحقیق خویش من بہ مجازش فرو برم

۱۳۷۸
فریاد ازاین[۱] جفا کہ من از یار می کشم | اندک ہمی شمارم و بسیار می کشم
خاکم کہ کوب می خورد و پست می شوم | مورم کہ رنج می برم و بار می کشم
گراز جفائے او دلم افگار می شود | بازم ہم اندر این دلِ افگار می کشم
ہمسایہ می بسوزد و فریاد می کند | زاں نالہ ہا کہ من پسِ دیوار می کشم

خسرو خراب گشتہ و جاں ہم شدہ خراب
کز دیدہ بادہ ہائے چو گلنار می کشم

و

۱۳۷۹
چوں نالہ بہر دیدنت از ناز بر کشم | خواہم کہ ایں دو دیدۂ غمّا ز بر کشم
بانگِ بلند خیزد از آتش چو شد بلند | نالیدنم ہماں ست چو آواز بر کشم
صبرے نباشد ار چہ کہ ہر دم ز خونِ دل | در خانہ نقش آں بت طناز بر کشم
بر یادِ قامتت چو بگریم عجب مدار | کز گل ہزار سروِ سرافراز بر کشم
او در دل ست و صبر نہ کردم ہزار بار | گر خویش را فرو برم و باز بر کشم
رسوا[۲] شدم ز خلق گرم دسترس بود | یک یک زبانِ سفلہ و غماز بر کشم

یارا بسوختند من خسرو آہِ گرم
تا چند پیشِ ہمدم و ہم راز بر کشم؟

---

[۱] درین غزل محذوف است [۲] بعد ازیں درن بیت ذیل زائد است ؎
دستِ عزیز گر بکتا ید بہ کشتنم ؛؛ خود تیغ آں سوار سراندا ز بر کشم

۱۳۸۰

نے پائے آں کہ از سرِ کویت سفر کنم — نے دست آں کہ دست بہ زلفِ تو در کنم

چندیں شبم گذشت بہ کنجِ خرابِ خویش — ممکن نہ شد کہ بوجِ صبوری زبر کنم

ماہے متاعِ صبر کنم جمع ز آبِ چشم — در مجلسِ خیالِ تو یک روز تر کنم

خوابم نہ ماند و خوابِ اجل ہم خوش است لیک — گر خشت ز آستانۂ تو زیرِ سر کنم

عمرم گذشت ہیچ نیاید ز مانِ آنک — روزے بہ روئے تو شبِ غم را سحر کنم

ذوقِ جفا و جورِ تو بر من حرام باد — گر من بجز وفائے تو کارے دگر کنم

چشمت بہ خوابِ ناز و مرا قصہ ہائے دراز — آمد شبم بہ روز، سخن مختصر کنم

ہر کس بہ سوئے گور رود من بہ سوئے تو — چوں بامدادِ حشر سر از خواب بر کنم

روزے گذشتہ بود برائے سوار و من — ہر بامداد آیم و آں سو نظر کنم

دردش بہ از سر است و من سر بریدہ را — آں سر کجا کہ در سرِ آں دردِ سر کنم

یاراں ز پند بس کہ ز خسرو رہا نہ شد — آں دل کہ پیشِ تیرِ ملامت سپر کنم

۱۳۸۱

ہر روز دیدہ بر رہِ بادِ صبا نہم — بر دیدگانِ خاکِ درش تو تیا نہم

زو صد جفا کشم کہ نیارم بہ روئے گفت — کایں دردِ خود چگونہ بر آں بے وفا نہم

ننہم بروں غمش کہ مرا خود بسوخت غم — دلہائے دیگراں چہ دگر در بلا نہم

گفتند "یاد می کندت" دل نمی دہد — کایں تہمتِ دروغ بر آں آشنا نہم

شاہاں مجال نیست کہ سر بر درش نہند — چوں من گدا رسیدہ کہ کاسہ کجا نہم

روزے چو خواست کشتنم از بوئے تو صبا — آں بہ کہ جاں ہوسم و پیشِ صبا نہم

چوں دل ز گفتِ دیدہ مرا سوخت دیدہ را — بیروں کشم بہ پیشِ دلِ مبتلا نہم

شبہا کہ گردِ کوئے تو گردم بہ یک قدم — اول نہم دو دیدہ و آں گاہ پا نہم

بگذار پارہ پارہ کنم بر تو خویش را | پس طعمہ پیشِ ہر سگِ کویت جدا نہم
گفتی کہ "گل بہ جائے زخم ہیں" زہے خطا | کاں دل کہ آہ می نہ کنم بر گیا نہم
زیں گونہ کز لبت سخنے نیست روزیم
زنہار بر جراحتِ خسروؔ دوا نہم

۱۳۸۲
با تو چہ روز بود کہ من آشنا شدم؟ | کز روزگار صبر و سلامت جدا شدم
ہر دم بہ خونِ دیدۂ خود غرقہ می شوم | من خوں گرفتہ با تو کجا آشنا شدم؟
از من قرار و صبر نہ دانم کجا شدند؟ | من خود ز خویش ہیچ نہ دانم کجا شدم
از بس کہ گم شدم بہ خیالاتِ زلفِ تو | مورے بُدم کہ در دہنِ اژدھا شدم
بارم نہ بود کوہِ غم، اما بہ بوئے تو | در زیرِ بارِ منتِ بادِ صبا شدم
اے پند گوئے تا رخِ او را نہ دیدہ ای[1] | بگریز و جاں ببر تو کہ من مبتلا شدم
او رخ نہ می نمود بہ زاری بدیدمش | من خود برائے جان و دلِ خود بلا شدم
ہر دم بہ داغِ ہجر چو علیشم عذاب بود | بارے ز ننگِ زیستنِ خود رہا شدم
خسروؔ بہ بندگیت غلامے ست بے بہا
خاصہ کنوں کہ بندۂ تو بے بہا شدم

۱۳۸۳
اے دیدہ[1] پائے شو کہ بہ یار می روم | در جلوہ گاہ آں بتِ عیار می روم
راہش ز رفتنِ مژہ پُر خار کردہ اند | من باز دیدہ کردہ بر آں خار می روم
اے خار، خارِ ہجر ز دل دور شو، کہ من | بہر نظارۂ گلِ رخسار می روم
گر سر زند رقیب کسے را برِ او چہ باک؟ | من سر زدہ خود از پئے ایں کار می روم
اے باد پیش از آں تو برو، پردہ زاں جمال | بر کن، کہ من بہ دیدنِ دیدار می روم
گو زلف را "کمند مکن، کز میانِ تو | من خود بہ تارِ موئے گرفتار می روم"

---

[1] درین غزل محذوف است

من خسروم کہ زاغِ سیہ گشتم از فراق
بلبل کنوں شوم کہ بہ گلزار می روم

۱۳۸۴
رحمے کہ بر[1] درِ تو غریب اوفتادہ ام | درخونِ دل زدستِ توچوں جامِ بادہ ام
دل دادہ ام بہ دل بَرو جانے خریدہ ام | ایں تحفہ بہر جانِ خراب آوریدہ ام
عشقت کہ ہست قیمتِ او صد ہزار جاں | سوداگری ست ایں کہ بہ جانے خریدہ ام
جاں ست در ہوائے پریدن کہ شب بخواب | بر شکرش مگس شدہ گوئی "پریدہ ام"
اے ساربان من اشترِ مستم مکن کہ من | در وادئی فراق مغیلاں چریدہ ام
نظارہ ام کنند کہ در کوئے عاشقی | روئے سیاہ کردہ وُ جعدِ بریدہ ام

خسرو غمم بکشت ہماں ہمدم ست ایں
کش سالہا بہ خونِ جگر پروریدہ ام

۱۳۸۵
گر خود سخن ززہرہ وُ از ماہ بشنوم | نبود چناں کز آں بتِ دل خواہ بشنوم
بے خوابیم بکشت وہ از من کہ ہر شبے | بنشینم و فسانۂ آں ماہ بشنوم
تیغم زن اے رقیب کہ قرباں شوم ترا | آں دم کہ من روا رو آں ماہ بشنوم
آواز ارغنوں نہ دہد ذوقم آں چناں | کآوازِ پائے اسپِ تو ناگاہ بشنوم
دل پارہ ہائے خوں فگند ہمچو برگِ گل | چوں بوئے تو ز بادِ سحرگاہ بشنوم
خود را[2] کنم سپند و نہ خواہم ترا گزند | از عاشقاں چو بر درِ تو آہ بشنوم

مدح و ثنائے خسرو خوباں کہ گفتہ ای
خسرو بخوانش تا منِ گمراہ بشنوم

۱۳۸۶
رُو زرد[3] ے از من است زچشمِ سیہ گرم | ورنہ کے آئی آں کہ من اندر تو بنگرم
من دائم و دلے کہ شد ست آبِ جوے او | کز دستِ چشمِ خویش چہ خونابہ می خورم

---
[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت محذوف است [3] درین غزل محذوف است

در جبینِ شگوفهٔ روئے تو شد رواں | بادے کہ از جوانیٔ خود بود در سرم
اکنوں کہ مرمرا غمِ تو سرخ روئے کرد | بیش کہ گویم ایں غم وایں زر کجا برم؟
بکشا نقاب کز رخِ چوں آفتابِ تو | روزِ فرود رفتهٔ خود را بر آورم
دل چوں چراغِ سوختہ شد ز آتشِ فراق | از شامِ غم ہنوز بہ تاریکی اندرم
سودائے خاکِ پائے تو تا در سرِ من ست | سر در کلاهِ سبزِ فلک در نیاورم

من خسروم ولیک نگر کز فراقِ تو
گوئی کہ از نگارشِ شاپور دفترم

۱۳۸۷

اگر نہ روئے تو بینم بہ ماہتاب نہ بینم | وگرچہ ماہ نہ تابد بہ ماہ تاب نہ بینم
درآں زماں کہ نہ بینم ترا بہ چشمِ چو ابرم | چناں ببارد باراں کہ آفتاب نہ بینم
بہ خانہ سایہ ہمی گیردم ز فکرتِ زلفت | کہ آفتاب درایں خانہ خراب نہ بینم
وصال خواہم وایں در بہ روئے من کہ کشاید؟ | ز خندهٔ شکرینت چو فتح باب نہ بینم
بہ وصل چند تواں گفتنم ہنوز توقف | کنم توقف اگر عمر را شتاب نہ بینم
طمع بود ز دہانِ تو شکر بتیم ولیکن | سؤال از کہ کنم چوں رہ جواب نہ بینم
چو دل سخن نہ شنود و تو عاقبت ببردی | رواں بکش کہ نگہ داشتن صواب نہ بینم

جز آب می نہ رود از دو چشمِ خسرو و ترسم
کہ چند روز دگر خوں رود کہ آب نہ بینم

۱۳۸۸

کرشمہ کردنت ارچہ بلاست باز نہ دارم | ولے بہ تیغ کشتی بہ کہ تابِ ناز نہ دارم
چہ روز بود کہ پیچید نقشِ زلفِ تو بر من | کہ عمر رفت و خلاص از شبِ دراز نہ دارم
چناں بہ روزِ بدِ خود خوشم بہ دولتِ عشقت | کہ سوئے روز نکوئے کساں نیاز نہ دارم
بیار ساقی و دردہ بہ ما صلائے خرابی | کہ بیش ازیں سرِ عقل حیلہ ساز نہ دارم

لہ درن غزل محذوف است

مرا ز مسجد معذور دار خواجه مؤذن   که من ز شاهد و مے فرصت نماز ندارم
چو بت پرست دلم شد چناں که باز نیامد   به هر صفت که بود گو "برباش" باز ندارم
چساں رود غم خسرو که دست در پے کشتن
ز دیگرے سخنے نیز دل نواز ندارم

۱۳۸۹
برفت عمر و به سوئے خدائے روئے نکردم   برشد غنیمت اوقات جستجوئے نکردم
ز لوث فسق دل من چگونه دست بشوید؟   به غسل جائے ندامت چو دیده جوئے نکردم
سیاه روئی خود را به آب دیده نشستم   به صف مردان خود را سفید روئے نکردم
طریق شیر دلیهائے شب رواں چه شناسم؟   که صحبتے دو سه شب با سگان کوئے نکردم
کجا به حضرت سلطاں قبول حال بیابد   سرے که در خم چوگان عشق گوئے نکردم
دماغ کردم چنینم که طبیب خلق ندانم   زکام داشت برآنم که مشک بوئے نکردم
به ترک خوئے بدم می دهند پند ولیکن   کنوں چگونه کنم کز نخست خوئے نکردم
تمام عمر برانداختم به کذب که هرگز   به صدق پیش خدا قامت دو توئے نکردم
وبال من همه شعر آمد و دریغ که خسرو
نه گفت خامش و من ترک گفتگوئے نکردم

۱۳۹۰   ب
خراب کرد به یک بار خواب نرگس مستم   خبر دهید به جاناں که دل برفت ز دستم
ز بس که این دل خوں گشته در دو دیده به چشمم   نه ایستاد دلم تا میان خوں ننشستم
هزار شب رود و من به خواب چشم نه بندم   کنوں چگونه ببندم که از نخست نه بستم
مرا من ار به تو بینم مگو "که بت چه پرستی؟"   چو دیں به کار تو کردم چگونه بت نه پرستم؟
مشو به خشم که "در من تو کیستی که نه بینی؟"   گر آں گناه نه بخشی جوان و عاشق و مستم
مرا ز روئے بتاں توبه داده بود عزیزے   تو شوخ بار بر آں داشتی که تو به شکستم

---

۱ درین غزل محذوف است

منِ ارچہ سگ نیَم اما برائے داغِ تو ہستم   نہاد داغِ سگے پاسباں کوئے تو برمن
دہند پند کہ خسرو صبور باش کہ رُستی
اگر سخن بہ صبوری بود بداں کہ نہ رستم

۱۳۹۱   ب

گذشت عمر و دمے در رخِ تو سیر نہ دیدم   ز ہجر جاں بہ لب آمد بہ کامِ دل نہ رسیدم
چو غنچہ تا بہ تو دل بستم اے بہار جوانی   بہ ہیچ جا نہ نشستم کہ جامہ اے نہ دریدم
گرِ جدا شدنِ جانُ تن بداں تو کہ ہرگز   عقوبتے کہ من اندر جدائی تو بدیدم
جز ایں ز مردنِ خویشتم فسوس نیست بہ سینہ   کہ زیرِ پائے تو شادیِ مرگ خویش نہ دیدم
سرم ز سرزنشِ مدعی بہ خاک فروشد   چنیں بود کہ نصیحت ز دوستاں نہ شنیدم
اگر بہ تیغِ سیاست مرا جدا کنی از خود   ز تو بریدن نیارم و لے ز خویش بریدم
فریب و عشوہ کہ نزدِ خرد بہ ہیچ نیرزد   بدہ کہ گر ز تو باشد بہ ہر دو کون خریدم
چو سایہ در پیِ خوباں بسے دویدم و اکنوں   ز روئے خوب چو سایہ ز آفتاب رمیدم
بہ عین[1] بے ہوشیم رُخ نمود و گفت کہ "چونی؟"   چہ تشنگی برد آبے کہ من بہ خواب بدیدم
چہ[2] جائے طعنہ کہ "خسرو چرا بہ نفس اسیری؟"
نہ من بلائے دلِ خود بہ اختیار گزیدم

۱۳۹۲

اگر ز من[3] بہ روئے تاب دوری تو ندارم   اگر نمائیم آں روزِ نیز تاب نہ دارم
ہمی خورم ز تو صد خارِ غم ہمیں برم آرد   چو کار خویش بہ دنبالِ بختِ تیرہ گذارم
مباد ہیچ زوالت چو زیرِ پائی آں خط   کہ خالِ خویش بہ خارِ رہت بہ گریہ نگارم
دو لب بہ گریہ بشویم چو خاک پائے تو بوسم   نگیر خشم اگر آبِ دیدہ پاک ندارم
بہ زندہ داشتنِ شب بمرد خسروِ مسکیں
زہے جفا کہ من ایں عمر در حساب نیارم

---

[1] درن بیت محذوف است   [2] درن بیت محذوف است   [3] درن غزل محذوف است

۱۳۹۳

کجائی ای[1] به فدای تو گشته جان و جهانم — بیا بیا که جدا بودن از تو می نتوانم
صبا سلام تو آرد ولی به من نرساند — که در غلط فتد از دیدنم از آنکه نه آنم
شدم ز دستِ تو و هم عنانِ تو نگرفتم — فتاده دیده به رویت ز دست رفت عنانم
دلم بری و بگوئی "مگو من این به که گویم؟" — مرا کشی و نه دانی ندانم این ز که دانم؟
در آب دیده تنم غرقه گشت و آه نکردم — ز تیر هم چه گشاید چو نم گرفت کمانم
ز گریه رشتهٔ جان پر گره شد و دمِ سردم — گره گرفته به صد حیله می رسد به دهانم
بسوخت خسروِ مسکین در آرزوی لب تو
ببخش از پی تسکین دو شربتی هم از آنم

۱۳۹۴

دلم ز دستِ[2] تو خون شد ندانم این به که گویم؟ — علاج خود ز که سازم دوای دل ز که جویم؟
به بخت اشک من آن را که پاره گشت در غم — برفت آبِ من آن را که رخنه گشت سبویم
از این دو دیدهٔ پر آبِ من که ریخته بادا — چه آب ریختگیها که آمده است به رویم
رهی به کوی تو جویم که گمیت سخنِ خود — تو سوی خود نه دهی ره ندانم این به که گویم؟
توئی چو چشمهٔ آبِ حیات و من به تو تشنه — نخورده شربتی آخر چگونه دست بشویم؟
میار طره فراهم فرو گذار که بر من — کند هر آن چه بباید چو می بیاید از اویم
تنِ چو موی مرا بگسل و بسوز در آتش — که پی گسست در آمد غمت به شخص چو مویم
تبسمی که تو آن جا نه دلبری گلِ باغی
نوازشی که من این جا نه خسروم سگ کویم

۱۳۹۵ ت

بیار ساقی دریای بیکرانه به سویم — که کشته می نشود آتش جگر به سبویم
طفیل خاک یکی جرعه ریز بر سر من ریز — که گرد توبه از این دلق بی نماز بشویم

---

[1] درین غزل محذوف است
[2] درین غزل محذوف است

نگنجم[1] ار به درِ زاہداں ز بہرِ ترک — بس ست خدمتِ رندانِ مست بر سر کویم
خوش آں خمار پیاپے کہ لعبتانِ خماری — شبم دہند شراب و رہِ درونہ ربویم
بہ یک سفالِ لبالب فروختم ہمی جنت — کہ دُرِّ نقد بہ از سلسبیلِ نسیہ بجویم
حریف بیشتر از من شود خراب کہ پیشش — بہ ہر پیالہ سرودے ز دردِ خویش بگویم
صلاح[2] رہزنِ من شد کہ ذوق بت بگرفتم — کجاست شاہدِ بت رُو کہ رہ بہ قبلہ بجویم؟
بہ بت پرستی خلقے کہ سنگسار کنندم — نہ صبر آں کہ ز سنگے بہ دز روے برویم
دلم بہ خدمتِ او بود دوش گفت کہ خسرو
تو دانی و در مسجد کہ من سگِ درِ اُویم

۱۳۹۶
نہفتہ می[3] خورد آں شوخ و منکر است بہ رویم — کجاست دولتِ آنم کہ تا دہانش ببویم؟
شبیش دیدم در خواب سالہاست کہ ہر شب — ز شام تا سحر آں خوابِ پیش خویش بگویم
مگر ز وادیِ جاناں صبا برد خبرِ من — کہ کاروانِ سلامت گذر نہ کرد بہ سویم
بہ ناتوانیم از دے چہ آں کہ حال بپرسیش — ہمیں بس است کہ من سر بر آستانہ اویم
کنوں کہ توبہ شکستم کہ دے مے بہ سرم نہ — چناں کہ کاسۂ سر بشکند ز بارِ سبویم
تو بر گلوے من ار تیغِ آبدار برانی
بسے ز شربتِ آبِ حیات بہ بہ گلویم

ت

۱۳۹۷
غمم بکشت کہ از یار ماندہ ام چہ کنم؟ — بہ دستِ ہجر گرفتار ماندہ ام چہ کنم؟
نماند طاقتِ زاری و نالہ ام آں شوخ — نمی رود ز دلِ زار ماندہ ام چہ کنم؟
بروں دہم غمِ ہجران و با ہمدم نہ کند — اسیرِ صحبتِ اغیار ماندہ ام چہ کنم؟
شدم ز یار و ز خویش و ز جان و دل بیزار — کہ ہم ز خویش و ہم از یار ماندہ ام چہ کنم؟
ہمی کشند کہ منگر بہ روے خوب چو من — بہ عالم از پے ایں کار ماندہ ام چہ کنم؟

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین بیت محذوف است [3] درین غزل محذوف است

همی کنند ملامت که چند گریی خون　　ز زخم غمزه دل افگار مانده ام چه کنم؟

رقیب گفت که "مخمور از چه ای خسرو"
بسے شب ست که بیدار مانده ام چه کنم؟

۱۳۹۸

برون[۱]م از دل پُر خون نه می شوی چه کنم؟　　ز جانِ سوخته بیرون نه می شوی چه کنم؟
تو ئی به حسن چو لیلیٰ ولیک هیچ شبے　　انیسِ خاطرِ مجنون نه می شوی چه کنم؟
به یک فسون که بکردی در آمدی به دلم　　کنون ز دل به صد افسون نه می شوی چه کنم؟
هزار قصّه نوشتم ز خونِ دل بر تو　　تو هیچ بر سر مضمون نه می شوی چه کنم؟
مگو به طعن که خسرو مکن فراموشم　　کنم اگر بشوی چون نه می شوی چه کنم؟

به جان تو که فراموشش نیستی نفسے
اگرچه می شدی اکنون نه می شوی چه کنم؟

۱۳۹۹

گذشت یار و نه سازم به خوے او چه کنم؟　　چو صبر نیست ز روے نکوے او چه کنم؟
رقیب گویدم اے خون گرفته چشم به بند　　چو عاشقم منِ مسکیں به روے او چه کنم؟
شدم[۲] اسیر سمند و خلاص می جویم　　ولیک می کشدم دل به سوے او چه کنم؟
به جوے اوست کنوں آب و من چنیں تشنه　　و لے ز خونِ من ست آب جوے او چه کنم؟
روم به باغ بدیں بو که خوش شود دل تنگ　　به هیچ باغ نه یابم چو موے او چه کنم؟
چه جاے آں ست که گویدم "آبروے مریز"　　بسوخت ست مرا آرزوے او چه کنم؟
فتادگی خودش عرضه می دهم از پے　　فتاده چند برایں خاک کوے او چه کنم؟

چو شیر خورد همه خون خسرو آں بدخو
ز شیرخوارگی ایں ست خوے او چه کنم؟

---

۱ درین غزل محذوف است　　۲ درین بیت محذوف است

۱۴۰۰
برابرِ لبِ او انگبیں چگونہ کنم؟ | مقابلِ رخِ او یاسمیں چگونہ کنم؟
خدائے چوں سخنت راز انگبیں کردہ ست | بہ پیشِ تو سخن از انگبیں چگونہ کنم؟
بہ دزدیٔ دلِ من زلفِ تو ہمی آید | بگو گرفتنِ او را کمیں چگونہ کنم؟
بہ تاب دیدہ نشیں کاندریں ہوس مردم | کہ دیدہ با چو توئی ہمنشیں چگونہ کنم؟
زگریہ دیدہ سفیدم بلے بہ قطعِ امید | سفید می شود ایں جنیں چگونہ کنم؟
برآستیں گہر از دیدہ بر تو می ریزم
پُر از جبیں گہر آستیں چگونہ کنم

۱۴۰۱
گر آشکارِ حدیثِ نہانِ خویش کنم | بہ آشکار و نہاں قصدِ جانِ خویش کنم
زگریہ رازِ تو بر سینہ چوں رسد چہ کنم؟ | رواں زگریہ گرہ بر زبانِ خویش کنم
بہ حیلہ آں چہ توانستم آنِ خود کردم | ولے ترا نہ توانم کہ آنِ خویش کنم
از آنِ تست جفا و از آنِ بندہ وفا | تو آنِ خویش کن و من از آنِ خویش کنم
رواں شدی بہ سفر می رسد مرا چو جرس | کہ نالہ ہا نہ سرِ کاروانِ خویش کنم
وداع کردی و چشم رواں شد از برِ تو | کنوں وداعِ دو چشمِ روانِ خویش کنم
طبیب رفت ز خسرو دگر کنوں وقت ست
کہ خود علاجِ دلِ ناتوانِ خویش کنم

۱۴۰۲
نہ بختِ آں کہ بہ سوئے تو جائے خویش کنم | نہ صبرِ آں کہ سکوں در سرائے خویش کنم
بہ گشتِ کوئے تو تقصیر کردہ باشم اگر | دو چشمِ خویش نثارِ دو پائے خویش کنم
زغیرتِ دل بم جان و دیدہ خوں گردند | چو آستانۂ تو بوسہ جائے خویش کنم
خوش آں زماں کہ دگر جانہ بینی و شنوی | چو من بہ گریۂ خوں ماجرائے خویش کنم

لہ تا ۳ہ درنسخۂ ہر سہ غزلیات محذوف است

درخت کہ گشت بلا دیدہ را یکے بنمائے   کہ دیدہ پیشکشِ دل بلائے خویش کنم

برد خسرو بر آستان و سلطان را

بہ دل نہ گشت کہ یادِ گدائے خویش کنم

۱۴۰۳

نہ یار وعدۂ بوس و کنار می کندم   نہ دل ز دیدنِ رویش فرار می کندم

درون دل نہ یکے صد ہزار افسون ست   ہنوز آرزوئے آں سوار می کندم

شبے ز بیمِ گزندش ہزار ناوکِ آہ   فرو ہمی خورم ارچہ فگار می کندم

دگر ز بخت خودم عزتے نہ می باید   ہمیں بس است کہ پیشِ تو خوار می کندم

توام[۱] بہ تیغ کُشی وُ خیال کشت کہ او   شفیع می شود و شرمسار می کندم

شبم بہ خوردنِ خوں رفت ساقیا مے دہ   کہ آں شرابِ شبانہ خمار می کندم

نگہ بیامد و ہمسایہ گفت "خوابم نیست   کہ نالہ ہائے تو در سینہ کار می کندم"

شرابِ عشقِ تو می بایدم بہ سر ہر چند   کہ بامدادِ اجل ہوشیار می کندم

بہ ناز گفت شبے "خسروا دلت نشگفت"

ہنوز آں سخنش خار خار می کندم

۱۴۰۴

من آں نیم کہ[۲] بہ عمر از وفائے خود بروم   ز آستانت بہ حسنِ رضائے خود بروم

منم فتادہ بہ خاکے وُ ہر زماں چوں باد   گذر کنی بہ سر من ز جائے خود بروم

بہ راہ بے سر و پا می روم کہ آبِ دو چشم   رہا نہ می کندم تا بہ پائے خود بروم

چناں ضعیف شدم گر دعائے وصل کنم   ز آہِ خود بہ فلک با دعائے خود بروم

مرا جہانِ بلا بر سر است و می خواہم   کہ سر نہم بہ جہاں با بلائے خود بروم

---

[۱] درین بیت محذوف و بہ جایش بیت ذیل زائد است ؎

ہمی خلد بہ دلِ من چو ناوکِ دشمن   نصیحتے کہ کسے دوستدار می کندم

[۲] درین غزل محذوف است

به دست بوسِ خیالِ تو گر شود ممکن　　درونِ دیدهٔ صورت نمائے خود بروم
در انتظارِ وصالت ز دست شد خسرو
دلت نه شد که به سوئے گدائے خود بروم

۱۴۰۵
ببیں که باز[له] به دست تو اوفتاد دلم　　متاعِ کاسدِ خود را کجا نهاد دلم
به جائے بود دلم تا نشسته بود آں زلف　　به باد شد چو پریشاں بیو فتاد دلم
هزار عهد بکردم که سنگرم رویش　　چو پیشِ چشم من آمد نه ایستاد دلم
تمام عمرِ من اندر غمِ جواناں رفت　　که هیچ گاه از ایشاں نه بود شاد دلم
دلت به ناخوشیٔ روزگار سوختگاں　　اگر خوش است همه عمر خوش مباد دلم
ازاں گهے که شدم با تو دوستی هرگز　　ز دوستانِ گذشته نه کرد یاد دلم
نماند خسروِ محروم، بخت اگر این است
زهے محال که یابد گهے مراد دلم

۱۴۰۶
شکست پشتِ[له] من از بارِ غم چه چاره کنم؟　　ز غصه چند خورم خونِ خویش و دم نه زنم
به تیغِ هجر دلِ من هزار پاره شد ست　　عجب نه باشد اگر خوں بر آید از دهنم
ز بس که سینه خراشم چو گل ز دستِ فراق　　چو لاله غرقهٔ خون ست چاک پیرهنم
ز بعدِ مردنم ار سوزِ دل چنیں باشد　　بسوزد از تپِ هجرِ تو در لحد کفنم
ازاں دمے که دلم شد به صحبتت مائل　　نماند میل به بالائے سرو و نارونم
حدیثِ باغ چگویم که با خیالِ رخت؟　　نمی کشد دلِ غمگیں به لاله و سمنم
بیا که بے تو به جانم ز محنت خسرو
به لطفِ خویش رهاں از عذابِ خویشتنم

۱۴۰۷
گذشت[له] باز بدیں سوئے ترکِ کج کلهم　　کنوں من و چو سگاں خواب گه به خاکِ رهم

له تا له درن هر سه غزلیات محذوف است

زبس که من به زنخدانش درشدم بخیال — گمان برم به خیالے مگر به زیر چهم
دلم به ماند به دنبالِ چشمِ او که مگر — زمان زمان به حقارت گہے کند نگهم
زهے درازیٔ عمر و هلاکِ من زیں غم — که نیست صبح شبِ غم کم از هزار مهم
مکن نصیحتم اے آشنا که بے خبرم — مدار آئینه در پیشِ من که روسیهم
گرت ز عشق گناه هم، سیاستم کن لیک — نویس بر کفنم هم ز خونِ من گنهم

به پیشِ دیدهٔ خسرو توئی ز بس چه کنم؟
به پیشِ چشم نیاید آفتاب و مهم

۱۴۰۸

زبان[1] نه ماند ز لعلت سخن کجا یابم؟ — سخن نه ماند دمے زاں دهن کجا یابم؟
ز زلفِ تو همه چوں بوے عشق می آید — من آں نسیمِ ز مشکِ ختن کجا یابم؟
دلم ز شکلِ تو بد خو به بوستاں چه روم؟ — کرشمه از گل و ناز از سمن کجا یابم؟
علاجِ زیستنم جز نظر نه بد به رخت — من ایں دوا ز پےِ جان و تن کجا یابم؟
درایں زمان که مرا دشنهٔ فراق بکشت — ترا که جانِ منی جانِ من کجا یابم؟
گرم به گوئے دو بوسه به صد هوس میرم — من ایں قدر ز دهانت سخن کجا یابم؟

ز دوریت غمِ خسرو چو کوه و محرم نه
شکاف چوں کنم ایں کوهکن کجا یابم؟

۱۴۰۹

نجات جویم و گر جویمت کجا یابم؟ — غمم که داند و همدرد خود کرا یابم؟
حدیثِ من همه جا و مرا شنیدن کشت — کجا روم که خلاصی ازایں بلا یابم؟
ازآں زمان که ز هجرم به مردن آمد کار — ترا که مایهٔ عمرِ منی کجا یابم؟
یکے بیا و برایں سینه پاے نه نفسے — مگر که درد دل خویش را دوا یابم؟
زباد چند زیَد آدمیِ بے چاره — که من زیَم ز نسیمِ تو گر صبا یابم؟

---

[1] دریں غزل محذوف است

خوشم[1] کہ بہ خونِ خود آر تو گہے بہ تربتِ من | زیارت آئی و این پایہ خوں بہا یابم؟

چہ کم شود ز تو اے پادشاہِ کشورِ حسن
کہ یک نظر ز تو بر خسروِ گدا یابم؟ غ

1410 کدام سوئے رَوم کز فراق اماں یابم؟ | کدام تیرہ شبِ ہجر را کراں یابم؟
ز تند بادِ فراقم بریخت برگِ وجود | کجاست بوئے از آں بوستاں کہ جاں یابم؟
زباں نماند ز پرسش ہنوز نتواں زیست | اگر بیافتنش را کسے زباں یابم
بہ ہجر چند کنم جاں بمیرم ار یکبار؟ | خلاص یابم بل عمرِ جاوداں یابم
بہ جاں ستاند اگر باد گردے آرد ازو | کہ کیمیائے سعادت ز رائگاں یابم
ز آفتابِ جمالش بسوختم یارب | کجا رَوم کہ ازیں روزِ بد اماں یابم؟
ستارہ سوختہ می آید از دلم درخم | چو طالع ایں بود آں ماہ را چساں یابم؟
چو جاں دہم من از آں سو برائے صبا خاکم | مگر ز گم شدنِ خویشتن نشاں یابم

بخواب داد مرا خسروا ز لبت شکرے
مگر کہ بوسہ بدینگونہ زاں دہاں یابم

1411 بہ جاں[2] رسیدم و از دل خبر نہ می یابم | وز آں کہ نیز دلم برداشتہ نہ می یابم
ازیں دو دیدۂ بے خواب شب شناس شدم | ولے قیاسِ شبِ ہجر در نہ می یابم
بہار آمد و گل ہا شگفت، لیک چہ سود | کہ بوئے تو ز نسیمِ سحر نہ می یابم
کجا روم کہ بہ ہر انجمن حکایتِ تست | بہ شہر ہیچ بلا زیں بتر نہ می یابم
تو اے عزیز کہ با یوسفی، غنیمت داں | کہ من ز گم شدۂ خود خبر نہ می یابم

۱؎ درن بیت ذیل زائد است ؎
نہ مستجاب دعائے ست بت پرستاں را ٭٭ کہ پائے بوسِ بتے چوں تو از دعا یابم
۲؎ درن غزل محذوف است

نوائے خسروِ مسکین خوش است بلبل وار
ولے دریغ کہ از باغ برنہ می یابم

۱۴۱۲ غ
من آں چہ دوش بدیں جانِ مبتلا گفتم　　ہمہ حکایتِ آں طرۂ دوتا گفتم
گرت ہوائے مے است و ترا بخوارۂ من　　بیا کہ خونِ دل و دیدہ را صلا گفتم
بہ شہر در دفِ رسوائیم بزد ہمہ خلق　　کجا بہ پیشِ تو دیوانہ ماجرا گفتم
ہنوز باز نہ می آید ایں دلِ بے شرم　　تبارک اللہ تا من بدو چہا گفتم
کنوں مرا بہ سرِ کوئے شاہداں جویند　　کہ ترکِ صحبتِ مردانِ پارسا گفتم
بہ ہر جفا کہ ز خوباں رسد سزاوارم　　کہ بے دلاں را بسیار ناسزا گفتم
ز صبر اگر سخنے گفتم اے فراق مکش　　گناہ کردم و بار کردم و خطا گفتم
اگر بہ خدمتِ یارانِ من رسی اے باد　　سلام من برسانی کہ من دعا گفتم
دلے کہ رفت ز تو خسروا در آں سرِ زلف
بجوے و خواہ مجو باز من ترا گفتم

۱۴۱۳ ت
نہ بود آں کہ منت دل نواز می گفتم　　چرا ز سادہ دلے با تو راز می گفتم
ہمہ حکایتِ نازِ تو گفتمے زیں پیش　　کنوں بلائے من است آں کہ ناز می گفتم
دلا بسوختی و تلخ می نمود ترا　　من ار ز پندِ حدیثے ست باز می گفتم
خوش آں شبے کہ بہ روئے تو بادہ می خوردم　　بہ آبِ دیدہ ہمہ شب نیاز می گفتم
عظیم دردِ سر آورد نازنینِ مرا　　کہ من فسانہ بہ غایت دراز می گفتم
دلش گر از سخنِ من گرفت برحق بود　　کہ دردہائے دلِ جاں گداز می گفتم
ہر آں سخن کہ از و یاد بود شب تا روز　　تمام می شد و ہر بار باز می گفتم
خیالِ خندہ نہ می سوخت جانِ خسروِ من
دعائے آں لبِ کمتر نواز می گفتم

غ

۱۴۱۴
بیا که بهر تو جان در بلا گرو کردم — بتے خریدم و هر دو سرا گرو کردم
تنے شکسته به خاکے فروختم بر در — دلے خراب به تیغ جفا گرو کردم
غلام را تبه خوار غمم توام مفروش — که دل به درد زبان و دعا گرو کردم
اگرچه[۱] سر بفروشم خرید نتوان باز — چنیں که دل به گل عشق و بلا گرو کردم
چه روز بود که افتاد در سرایں سودا — که رخت عمر به دست بلا گرو کردم
اگر ستانند و منکر شود حلالش باد — متاع دل که بدان آشنا گرو کردم
سگم اگر نه دهم جان به بوئے او بر باد — بدیں قرار نفس با صبا گرو کردم
دلت چو در خور عشق ست خسروا افسوس
که قیمت گهرے بر گدا گرو کردم

ب

۱۴۱۵
توانم از همه خوبان نظر بگردانم — محال نیست کزان خوش پسر بگردانم
خوش آن زمان که به بویش نهفته می نگرم — چو سوئے من نگرد ایں نظر بگردانم
مرا به بند موذن زبون کند هر روز — چنان که آب در ایں چشم تر بگردانم
چنان ز دست تو مسکیں شدم که خوبان[۲] — اگر به راه ببینم گذر بگردانم
کمر چه[۳] بندی بگذار تا به گرد میانت — دو دست خویش به جائے کمر بگردانم
ز رشک سوخته شد خسروا اگر بود دستم
ز زلف تو ره باد سحر بگردانم

۱۴۱۶
خراب گشته و با خویش بس نه می آیم — که هیچ با چو توئی هم نفس نه می آیم
تو تیر می زنی از غمزه و من بے دل — به دیده می خورم و باز پس نه می آیم

۱ه دریں بیت محذوف است ۲ه دریں بیت محذوف است و بجایش بیت ذیل اضافه است ۳ه
توانم ایں نگس از شکّر به دانم لیک ** ز دل مگس به چنان از شکر بگردانم ؟

مرا مگوئے "کجائی" من اینکم لیکن ٭ ز بس ضعیفم و در چشم کس نه می آیم
ز دستِ جور نه می خواهمت که بینم روئے ٭ ولیک با دلِ خود کام بس نه می آیم
مرا برِ تو گلو بسته می برد نه لغت ٭ وگر نه من به هوا و هوس نه می آیم
کدام باد به کوئے تو می رود هر روز؟ ٭ که من به همرهیِ او چو خس نه می آیم
رقیبِ تو به جفا خسته کرد خسرو را
چو طوطیم که به چشمِ مگس نه می آیم

۱۴۱۷
منم که بے تو به صد گونه داغ می سوزم ٭ تو لا به دانی و من لاغ لاغ می سوزم
فراغِ وصل نه دارم ز مفلسی هر چند ٭ چو مفلساں ز برائے فراغ می سوزم
شبِ سیاهِ مرا نیست روشنی هر چند ٭ که شام تا به سحر چوں چراغ می سوزم
مرا به داغ سگے سوختی و درد نه کرد ٭ سگم نه خواندی از این درد و داغ می سوزم
مباش گرم دماغ و بسوز خسرو را
من آخر از تو نه هم زیں دماغ می سوزم

۱۴۱۸
همه شب از تو به دیوار خانه غم گویم ٭ فسانه گویم و با چشم بر زِ نم گویم
چو غنچه گشت دلم خونِ قصهٔ تو ز رشک ٭ دلم نه خواست که با بادِ صبح دم گویم
تو خود یقیں ست که خوش کردی از غمم لیکن ٭ کجاست دولتِ آنم که با تو غم گویم؟
خوش آں شبے که تو در خوابِ ناز باشی و من ٭ نیاز خویش بداں زلفِ خم به خم گویم
تو آں که می دهیم پند بگذر از سرِ من ٭ همان لب است که من دردِ خویش کم گویم
حدیثِ جانِ دژم پرسدم همه کس و من ٭ همه حکایتِ آں نرگسِ دژم گویم

له درین بیت محذوف و به جایش بیت ذیل است ۔
سکون دل را گویم فلاں از آنِ من ست ٭ چناں اگر چه نه باشد دروغ هم گویم

مربع از شعب بے تکلف خسرو

سرود نیست کہ او را بہ زیر و بم گویم

ت

۱۴۱۹ رخے کہ بر کف پائے تو سیم تن مالم — دریغم آید اگر بر گل و سمن مالم
دد آں شبے کہ کنم گشت توئے تو ہمہ روز — دو دیدہ را بہ کف پائے خویشتن مالم
گرم بہ راہ سناں روید از ہوائے رخت — بہ زیر پائے چو نسریں و نسترن مالم
بہ یاد تو ہمہ شب خوں خورم چو روز شود — زبیم سنگ دلاں خاک بر دہن مالم
غبار کوئے تو با خویشتن برم در خاک — عبیر رحمت جاوید بر کفن مالم
چو بہر یوسف خود نیست گریہ ام تا چند — ز دیدہ خون دروغیں بہ پیرہن مالم

مگر رسد رخ خسرو بہ پاش ہر دم رخ
بہ صد نیاز تہ پائے مرد و زن مالم

۱۴۲۰ اگر چہ از تو دل خستہ و غمیں دارم — بدیں خوشم کہ بتے چوں تو نازنیں دارم
بہ بند زلف تو زنجیر جان خود سازم — دل ستم زدہ را چند گہ بریں دارم
بہ وصل تو چو نیارم نمود گستاخی — کہ شحنہ اے چو فراق تو در کمیں دارم
بہ ناز بینی و بدخو شدی و ہم بد نیست — کہ دلبرے چو تو بدخو و نازنیں دارم
مرا[۱] اگر چہ کہ بر دست غم فروختہ ای — ہنوز داغ غلامیت بر جبیں دارم

اگر چہ خسرو ز روئے زمیں شدم بہ سخن
ہم از دو فا سوئے تو روئے بر زمیں دارم

ب

۱۴۲۱ نہ یک دل ار چہ ہزار است آن او دانم — کہ من کرشمۂ آں ترک فتنہ جو دانم
مرا چو بخت بدست ار چہ صد بلا بہ سرم — رسد ز یار نہ یاری بود دگر و دانم

---

[۱] درن بیت ذیل زائد است ۵

برائے آں کہ کشم پیش چشم بیمار رت ٭ متاع عافیت اینک در آستیں دارم

خوشم ز تو به جفائے مده فریبِ وفا — که من فریبِ تو و نیکواں نکو دانم
چنیں که بر سرِ کوئے تو راه گم کردم — ز آستانِ تو رفتن کدام سو دانم؟
ہوائے روئے تو بر داں ہمہ ہوس ز سرم — که گشت سبزه و رفتن به باغ و جو دانم
دلم[۱] بہار که می آید از تو بوئے دلم — که من سگِ تو ام و بوئے را نکو دانم

اگرچه گریهٔ خسرو نشانِ رسوائی ست
ولیک من به حضورِ تو آبرو دانم

۱۴۲۲
نیامده ست به چشم آدمی بدیں سانم — پری و یا ملکی، چیستی نه می دانم
نظر به روئے تو کرده دو دیده حیراں شد — تو رفتی از نظر و من ہنوز حیرانم
چناں مقابلِ تو با دِ عاشقی در سر — ہمی روم که به شمشیر رُو نه گردانم
دریده پردهٔ دل تیرِ غمزهٔ تو چنانک — شگاف گشت ہمه رازہائے پنہانم
به صبر گفتم "یک لحظه مونسِ من باش" — جواب داد که "از ہجر نیست درمانم"
کرشمهٔ تو و جورِ رقیب و دردِ فراق — بدیں صفت من بےچاره زیست نتوانم
خوش آں زماں که حریفِ معاشراں بودم — فراغ شاہد و مے بود و برگِ بستانم
نه دانم آں ہمه ہمصحبتاں کجا رفتند؟ — که ہیچ باز نیامد خبر از ایشانم

کنوں ز دولتِ عشقت امیدِ خسرو نیست
که پیشِ جمع شود خاطرِ پریشانم

۱۴۲۳
چنیں که غمزهٔ خوباں نشست در کینم — مداں که یک نفس ایمن ز فتنه بنشینم[ب]
حلال باد چو مے خونِ من بر آں ساقی — که غرقه کرد به یک جرعه تقوی و دینم

---

[۱] درین بیت محذوف و به جائش بیت ذیل زائد است ــــ
به جز به بندگیم روزگار می پرسی ؞ به زیرِ پائے تو مردن به آرزو دانم
[ب] درین غزل محذوف است

چناں اسیر بتام که کم ز قبله نیست خبر — ز من حکایت بطحیٰ مپرس کز چینم
گذشت عمر و عمارت نمی پذیرد از آنک — خراب کردهٔ نظاره نخستینم
به بوستاں نه روم کاں هوس نخست گذاشت — که دل کشد به سوئے ارغواں و نسرینم
خوش ست و گریه و آں هم نه گوهرے ست کزو — مفرحے بتواں ساخت بهر تسکینم
بخواب دیده ام امشب که در کنار منی — چه خوابهائے پریشاں ست ایں که می بینم
هنوز با تو مقام دو کن خواهم باخت — اگرچه مهره ز نطع حیات بر چینم

بکش به تیغ که راضی ست خسرو مسکیں
مکش ز بهر خدا از زبان شیرینم

۱۴۲۴
چو من[1] ز دوست به داغ درونه خرسندم — نه دستی گو دم ازبه همرهی بندم
اگر به تیغ به برند بند بند مرا — تو ذکر وصل خودم کن که باز پیوندم
چو مو که برکنی و باز روید آں غم تست — که باز رست به دل هر چه پیش که برکندم
هزار کوه غم ار بر دلم نهی بکشم — غبار خنگ تو بر دامن تو بر بندم
ز بهر کشتن خویشش حیات خواهم و بس — اگر حیات دهد بعد ازیں خداوندم
روا مدار که از دیدنت شوم محروم — چنیں که من به جمال تو آرزومندم

دل شکستهٔ خسرو تهی کنم یک بار
شوند محرم اگر دل شکسته ایں چندم

۱۴۲۵
به دیده[2] اے که ترا دیده ام نمی آرم — کزاں نظر به سوئے دیگرے به بار آرم
چه وقت بود که افتاد با تو ام سر و کار؟ — که کار سر شد و در سر نمی شود کارم
کجا روم چه کنم کز تو هر کجا که روم؟ — کمند گیسوئے تو می کند گرفتارم
کنوں که پیش رخت همچو زلف می پیچم — فرو گذاشت مکن ایں چنیں به یک بارم

---

[1] درین غزل محذوف است

[2] درین غزل محذوف است

محتسب این از آہ کہ می زنم ہر شب — کہ فتنہ بار تو ام تا بہ روز بیدارم
مرا بہ ہر سخنے از زبان غمزہ مسوز — بہ دست خویش بزن تیغ اگر گنہ گارم
بہ پیش روئے تو از بیم آں کہ کشتہ شوم — چو شمع سوختم و دم زدن نمی یارم
فتادہ بر در تو خسرو و نہ دانستی
کہ او فتادۂ خود را فرو نگذارم

۱۴۲۶
بہ دیدنت کہ من خوگرفتہ می آیم — بکش بہ غمزہ کہ بر خویش می نہ بخشایم
چو بہر دیدن روئے خودم بخواہی کشت — بہ خشم روئے نہ تابی گرت بہ خواب آیم
شبے بہ خواب نیاسودہ ام بیا کہ مگر — ز دولت تو بہ خواب اجل نیاسایم
گریست دیدہ بسے خوں ز رشک خسرو زانک — شبے بہ کوئے تو خارے خلید در پایم
ز بہر آں کہ نہ بوسد کسے درت جز من — ز خون دل ہمہ خاک درت بیالایم
گہے فتادہ بدم نیم سوختہ جانے — وزید بادے از آں کوئے و برد بر جایم
برون نمی رود از کام تلخی ہجرم
اگرچہ من بہ سخن خسرو شکر خایم

۱۴۲۷
ما کہ در راہ غم قدم زدہ ایم — بر خط عافیت رقم زدہ ایم
ما بہ طوفان عشق غرقہ شدیم — بر سر نہ فلک قدم زدہ ایم
قدمے کو براہ عشق نشافت — دیدہ بر راہ آں قدم زدہ ایم
چوں کہ اندر وجود نیست ثبات — دست در نامۂ عدم زدہ ایم
آستیں بر زد آب دیدہ بہ رقص — بس کہ در سینہ ساز غم زدہ ایم
از سر نیستی چو سلطانی
ہستی ہر دو کون کم زدہ ایم

۱؎ تا ۲؎ درین ہر دو غزلیات محذوف است

۱۴۲۸
ما در[1] ایں شہر پاے بند تو ایم | عاشقِ قامتِ بلند تو ایم
مردۂ آں دہانِ چوں پستہ | کشتۂ آں لبِ چو قندِ تو ایم
می دوانی و می کشی ما را | چوں بدیدی کہ در کمندِ تو ایم
اے جفا بر دلم پسندیدہ | دوستی بود ار پسند تو ایم
گو رفیقاں سفر کنید کہ ما | نہ توانیم پاے بندِ تو ایم
باز پرسی تو حالِ خسرو را
تا چہ غایت نیازمندِ تو ایم

۱۴۲۹
غم کشے[2] چند یارِ خویش کنم | گریہ بر روزگارِ خویش کنم
با دلِ خویش دردِ خود گویم | مو بہ بر سوگوارِ خویش کنم
می رود چوں زخونِ دل رقمے | بر درت یادگارِ خویش کنم
دل نہ و جاں نہ، پیشِ تو چہ کنم؟ | کہ ترا شرمسارِ خویش کنم
چوں بہ جز غم کسے نہ محرمِ ماست | غمِ خود غمگسارِ خویش کنم
بار یابد بہ وقتِ خوردنِ غم
خسروِ خستہ یارِ خویش کنم

۱۴۳۰
خیز تا بادہ[3] در پیالہ کنیم | گل درونِ قدح چو لالہ کنیم
ساقیِ جاں فزا و نغمۂ چنگ | تا بکے خوں خوریم و نالہ کنیم
با گل و لالہ ہمچو بلبلِ مست | وصفِ آں عنبریں کلالہ کنیم
شاد خواراں چو بادہ پیمایند | دفعِ غم راست بر حوالہ کنیم
وز شگرفانِ چاردہ سالہ | طلبِ عمرِ شصت سالہ کنیم

---

[1] تا [3] درین ہر سہ غزلیات محذوف است

وز بہ خارِ شرابِ آتشِ خام ورقِ چہرہ پُر ز ژالہ کنیم

ہمچو خسرو بہ نام مے خواراں

ملکِ دیوان بہ خوں قبالہ کنیم

۱۴۳۱ ب

ہر شب از شوق جامہ پارہ کنیم عاشقم عاشقم چہ چارہ کنم؟

گر برآید مہ از گریبانش دامن از گریہ پُر ستارہ کنم

از درونم بروں نہ خواہد رفت گرچہ صد جائے سینہ پارہ کنم

خونش شد این دل نگر ز ہر جفات[1] دلِ دیگر ز سنگ خارہ کنم

جرعہ اے گر بیابم از لبِ تو صوفیاں را شراب خوارہ کنم

چند گوئی کہ "صبر کن در ہجر؟" گر توانم ہزار بارہ کنم

من ہمی میرم و تو آبِ حیات چوں توانم ز تو کنارہ کنم؟

تو کنی جور بر دلِ خسرو

من چو بیگانگاں نظارہ کنم

۱۴۳۲

چوں شکرزاں[2] دو لعل تر بکنم دل نہ خواہم کہ از شکر بکنم

لبِ تو آبِ زندگانی را طرفہ خوں شود اگر بکنم

تا بسوزم در آتشِ غمِ تو گوشہ اے ہر دم از جگر بکنم

گر نہ باشد امیدِ دیدنِ تو دیدۂ خویش را ز سر بکنم

پیشِ رویت در آتش اندازم گل کہ از باغِ تازہ تر بکنم

نہ کنم دل ز حسرت او ہر شب جاں ز عشقِ تو تا سحر بکنم

بر مکن چشمِ مردمے از من کہ نیارم ز تو نظر بکنم

---

[1] در ن بیت محذوف است [2] درن غزل محذوف است

جان کند خسرو از لبت هردم

خنده‌ای زن که بیشتر بکنم

ت

۱۴۳۳ جان من از غمت چنان شده‌ام | که ز غم خوارگی به جان شده‌ام

غم جان بود بیش ازین و کنون | بکشم خویش را بران شده‌ام

تا تو مهمان من شوی خود را | از اجل یک شبه ضمان شده‌ام

پندت ای نیک خواه می‌شنوم | من که خود پند مردمان شده‌ام

کوه دردم ترا گنه چه کنم؟ | که اگر بر دلت گران شده‌ام

گر سگان تو التفات کنند | دور ازان روی استخوان شده‌ام

خوار مگر که خسروم آخر

که غلام تو رایگان شده‌ام

۱۴۳۴ گر در[1] وصل را گشاد دهیم | دیده را مژدهٔ مراد دهیم

پا نهادی به خاک و دل دادیم | جان همت بر آن نژاد دهیم

دی برفتی و خواستم جان را | که نوید برو فتاد دهیم

وعده کردی وفا نه فرمودی | ور فراموش گشت یاد دهیم

صبر را گر عنان به دست آریم

اشک را یک دم ایستاد دهیم

۱۴۳۵ تیغ بر[2] کش که تا ز سر برهیم | تیر بگشای کز نظر برهیم

آشکارا مکش که تا باری | هم ز مرهم ز درد سر برهیم

خشم کن تا بمیرم اندر حال | از تو وز خویشتن دگر برهیم

آخرم جرعه‌ای به بخش از لب | تا ازین عقل حیله گر برهیم

---

[1] درین غزل محذوف است

[2] درین غزل محذوف است

گفتی ام "خوش بزی و عشق مباز" زنده از دستِ تو اگر برہیم
وہ کہ شب درمیاں کنم نہ ردم از تو روزے کہ اے پسر برہیم
غمِ خسرو بگویمت کہ اگر
از رفیقانِ بے ہنر برہیم

۱۴۳۶
گلِ[له] دل تازہ گردد از دمِ خُم دلِ گل زندہ گردد از نمِ خُم
روح پاک است چشمِ عیسیٰ جام وز شکِ لعل است خون مریمِ خُم
تا شوی محرمِ حریمِ حرم غوطہ اے خور بہ آبِ زمزمِ خُم
در شبستانِ مے پرستاں کش شاہدِ جام را ز طارمِ خُم
خیز تا صبح دم فرو شوئیم گلِ روئیں قدح بہ شبنمِ خُم
دادِ عیش از ربیع بستانیم بہ طلوعِ مہِ محرمِ خُم
جانِ خسرو مگر بہ وقتِ صبوح
ہمچو ساغر بر آمد از غمِ خُم

۱۴۳۷
ایں توئی یا بہ خواب می بینم یا بہ شب آفتاب می بینم
در دلِ خویشتن خیالِ لبت نمکے بر کباب می بینم
یک شب از خویشتن مکن دُورم کہ ز ہجراں عذاب می بینم
رازِ دل چوں نہاں کنم از اشک ہمہ بر روئے آب می بینم
با کہ گویم غمِ تو کز غمِ تو؟ ہمہ عالم خراب می بینم
نگر امروز کز پئے عمرے نرگست را بہ خواب می بینم
جانِ خسرو مرو شتاب مکن
عمرِ خود در شتاب می بینم

[له] درین غزل محذوف است

غ

۱۴۳۸

روییت ای نازنین که می بینم — جاں ستاند چنیں که می بینم

گفتی "از رویم آرزوی تو چیست؟" — "آرزویم همیں که می بینم"

دیدنت مردنی ست هر روزم — نه زیم من چنیں که می بینم

نتواں رنج عشق او بشنید — منِ بیچاره بیں که می بینم

بهر روی تو دوست می دارم — هر گل و یاسمیں که می بینم

لب نمودی به بخش چاشنیی — هم از آں انگبیں که می بینم

یا خود از بهر جان خسرو راست

ایں همه خشم و کیں که می بینم

۱۴۳۹

دوش[1] می رفت و آه می کردم — در پی او نگاه می کردم

هر دم از خونِ دیده در پی او — قاصدی رو به راه می کردم

شب همه شب ز دودِ سینهٔ خویش — سرمه در چشمِ ماه می کردم

ناوکِ غمزه در دلم می زد — منِ دل خسته آه می کردم

خونِ دل تا به روز می خوردم — ناله تا صبح گاه می کردم

گریه می کردم و به حالتِ خویش — خنده هم گاه گاه می کردم

آفتابی به صبح باز آمد — کانتظارش نگاه می کردم

یافتم عاقبت همی کو را — طلبش سال و ماه می کردم

بعد ازیں وقتِ تو به نشد خسرو

بیش ازیں گر گناه می کردم

۱۴۴۰

دل[2] به زلفت سپردم و رفتم — در به زنجیر کردم و رفتم

---

[1] درن غزل محذوف است

[2] درن غزل محذوف است

در شبِ وصل ماندنم بیمار — روزِ ہجراں شمردم و رفتم
پیچشے داختم زِ بہر مُویش — ہمہ از دل ببردم و رفتم
چوں غمت جملہ قسمتِ من شد — غمِ تو جملہ خوردم و رفتم
چند گوئی کہ "رو بمیر از غم" — تو ہماں داں کہ مُردم و رفتم
گر ترا بود زحمتے از من — زحمتِ خویش بردم و رفتم

جانِ خسروؔ کہ کس قبول نہ کرد
ہم بخدمت سپردم و رفتم

۱۴۴۱
دل[۱] ز ہجرِ تو در کہ پیوندم؟ — دل ز حسرت کجا کند بندم؟
بس کہ دل می دری و می دوزی — یک دل ست و ہزار پیوندم؟
پیش ازینم دلے و دردے بود — دل شد اکنوں بہ درد خرسندم
بہ یکے دل غمِ تو نتواں خورد — بو کہ زلفت دہد دلے چندم؟
روئے من زعفران شد وزیں روئے — خیرہ بر روئے خود ہمی خندم
ہر دم از تند بادِ سینۂ خویش — صبر از شاخ و بیخ برکندم
پند کم دہ مرا کزاں بگذشت — کہ نصیحت کند خردمندم

بعد ازیں دل بہ نیکواں نہ دہم
خسروؔ ار جاں دہد خداوندم

۱۴۴۲
من[۲] اگر دوستت ہمی دارم — نکنم اکنوں برائے ایں کارم
من خود از ہجر مردہ ام لیکن — خویشتن را بدو نہ می آرم
لافِ یاری نہ می زنم ہر چند — با تو در خویشتن نہ می آرم
در نشانِ ستارگانِ سپہر — ہمہ شب تا بہ روز بیدارم

---

[۱] درن غزل محذوف است
[۲] درن غزل محذوف است

می دهم جاں به یادِ گیسویت | شب بدیں یاد زنده می دارم
نه ستانی تو جانِ خسرو لیک
گر بگوئی به غمزه نسپارم

۱۴۴۳
اے وجودِ تو دیدهٔ جانم[1] | جسم پیدا و جانِ پنهانم
بس که سوئے تو می روم بخیال | سوئے خود باز ره نه می دانم
گر کرشمه کنی و گاہے ناز | من بدیں گونه زیست نتوانم
حسرت از جانِ من بروں نرود | جانِ من گر بروں رود جانم
تا ترا دیده ام و نه دادم جان | واللہ از زیستن پشیمانم
چوں جوئے در دلت نه می گردد | آسیلے نتی چه گردانم؟
پندم اے دوست می نهفتم ازآنک | تو ز شهرے من ازبیابانم
ایں چنیں با خیالِ یارب من
خسروم با خیالِ جانانم

۱۴۴۴
سحرگه که[2] بیدار اگر دیده بودم | صبوحی دوسه باده نوشیده بودم
شدم بامدادان بد انساں که دل را | کنم خوش که محمود تر دلیده بودم
بتم ناگه آمد به پیش وز دستم | فرو ریخت هر گل که بر چیده بودم
بدیدم رُخش را و دیوانه گشتم | من ایں روز را پیش از ایں دیده بودم
بخندید بر حالِ من خلقِ عالم | که داند که من بر که خندیده بودم؟
مرنج ار در آویختم با تو جانا | که دیوانه و مست و شوریده بودم
نگارا چه خوش آشنا ها که کردی؟ | هر آبے که از دیده باریده بودم
مرا فتنه بودی وزاں چشم بودی | ترا بنده بودم وزیں دیده بودم

---

[1] دریں غزل محذوف است
[2] دریں غزل محذوف است

زغم ہائے خسرو شدم آزمودہ
کہ من عشق بازیت ورزیدہ بودم

۱۴۴۵ ت
من از دستِ دل دوش دیوانہ بودم — ہمہ شب درا فسون وافسانہ بودم
عمش بود و من گم شدم در دلِ خود — کہ ہمراہِ غولے بہ ویرانہ بودم
ز دل شعلہ ہائے شوق می زد بہ یادش — بر آں شعلہ شوق پروانہ بودم
بہ مسجد رود صبح ہر کس بہ مذہب — من نامسلماں بہ بت خانہ بودم
دل و جان و با خیالش یکے شد — ہمیں من در آں جمع بیگانہ بودم
دریغا خیالش بہ سیری نہ دیدم — کہ شوریدہ و مست و دیوانہ بودم
خرابیٔ خسرو نہ گفتم بہ رویش
کہ بے ہوش از آں شکلِ مستانہ بودم

۱۴۴۶
من آں[1] ترک طناز را می شناسم — من آں شوخِ بد ساز را می شناسم
مبینید تا می توانید در روے — کہ من آں سر انداز را می شناسم
نہ بینم بہ سویش ز بیم دو چشمش — کہ آں ہر دو غماز را می شناسم
شنم تازہ شد جاں بہ دشنامِ مستے — تو بودی من آواز را می شناسم
زمن پرس ذوق سخنہائے خسرو
کہ من آں رہ و ساز را می شناسم

۱۴۴۷
ز عشقت[2] من خستہ جاں می خراشم — چگونہ زِ ہر دیدہ خونے نہ پاشم
بہ یک جرعہ اے ساقیا جملہ زہدم — کزیں بیشتر می نیرزد قماشم
سر گنجِ شاہاں نہ دارم مرا بس — رخِ خوب رویاں وجوہِ معاشم
بہ میخانہ ہا بس کہ دیوانہ گشتم — مراد تو گیرد چو زود دور باشم

---
[1] ۵ درین غزل محذوف است — [2] درین غزل محذوف است

چو بر سر کلہ شد سفالِ شرابم — ز سر خود سزد گر سفالے تراشم
زہے سرخ روئی خسرو کہ خوش خوئے
بہ سنگِ درِ میکدہ رد فراشم

۱۴۴۸
گذشت آں کہ من صبر و دیں داشتم — تو گوئی نہ آں و نہ ایں داشتم
ہمی رفت و با بوس زہرہ نہ بود — ہم از دور دُو بر زمیں داشتم
نہ دیدم در آں پایۂ زندگی — کہ من مردنِ خود یقیں داشتم
رقیبش ز ننگم نہ گشت ارنہ من — سر و تیغ در آستیں داشتم
بہ یادش ز خورشید می سوختم — ہمیں سایۂ ہمنشیں داشتم
ہنوز از گمانِ صبوریم از آنک — نہ ماند آں کہ من پیش ازیں داشتم
فتادم بہ چاہِ زنخ گرچہ من
چو خسرو دلے دور بیں داشتم

۱۴۴۹
چو نامہ تو در نامہ اے دیدہ ام — بہ نامت کہ بر دیدہ مالیدہ ام
بہ یادِ زمیں بوسِ درگاہِ تو — سراپائے آں نامہ بوسیدہ ام
ز نامِ تو آں نامۂ نامدار — سر بندگی بر نہ پیچیدہ ام
جز ایں یک ہنر نیست مکتوب را — وگر نیست باے من ایں دیدہ ام
کہ آنہا کہ در روئے او خواندہ ام — جوابے از او باز نشنیدہ ام
قلم چوں سر یک زبانیش نیست — از آں ناتراشیدہ بتریدہ ام
ولے ایں کہ بنہاد سر بر خطم — از او راستی را پسندیدہ ام
زبانم چو یارائے نطقش نہ ماند — زبانِ زنے بر تراشیدہ ام
بیا اے دبیر ارنہ داری مداد — سیاہی بروں آور از دیدہ ام

لہ درن غزل محذوف است

سخن ہائے بگزیدہ بنویس و گوے ق «گداے مفلس دیار بگزیدہ ام
چو زلفِ تو شوریدہ شد حالِ من بہ بخشائے بر حال شوریدہ ام
سیہ کردہ ام نامہ از دودِ دل سیہ رُو تر از خاک کن دیدہ ام

چو خسرو درایں رقعہ از سوزِ دل
بہ نے آتشیں تیز پوشیدہ ام»

ت

۱۴۵۰ بیا تا[۱] بے گل و صہبا نہ باشیم کہ گل باشد بسے تو ما نہ باشیم
ز گل نازک تریم و چند گاہے بہ جز زیرِ گل و خارا نہ باشیم
بیا یارا تو با ما باش امروز چو می دانی کہ ما فردا نہ باشیم
چو تنہا بودے باید ہماں بہ کہ باہم صحبتاں تنہا نہ باشیم
چو نگذارند یک جا دوستاں را چرا با دوستاں یک جا نہ باشیم؟
چو زیرِ پائے می باید شدن خاک چرا چوں خاک زیرِ پا نہ باشیم؟

چہ بودن نیست خسرو جز دو روزے
دو روزے نیز بگذر تا نہ باشیم

غ

۱۴۵۱ بحل[۲] کن آں ہمہ خوں ہا کہ در غمت خوردم کہ عمرے از دل و جاں شکر ایں کرم کردم
حدیثِ وصل نہ گویم کہ گفتہ شد روزے ز بختِ بد چہ لگدہا کہ بر جگر خوردم
بہ ہر دم و نہ دہم دردِ خود بروں زیراک کجاست دل کہ شناسد حلاوتِ دردم؟
جہاں خوش ست جفایت کہ گر تو تیر زنی قبول اگر نہ کنم من بہ دیدہ نا مردم
چہ کارم آید اگر خاکِ کوئے تو نہ شود تنے کہ از پئے ایں سالہا تش پروردم
شبے کہ گرد سرِ کوئے تو توانم گشت بہ عشقِ گردِ سرِ خود ہزار می گردم

---

[۱] و [۲] مطابق نسخۂ ن

گریست خوں بہ جفائے تو خسرو اصد شکر
کہ سرخ کرد بہ گاہِ وفا رُخِ زردم

۱۴۵۲
رُخ زرد روئے من ست زچشم ستم کرم ورنہ کہ پائے آں کہ من اندر تو بنگرم
من دانم و دلے کہ شدست بخونِ او کز دستِ چشمِ خویش چو خونابہ می خورم
در جستنِ شگوفۂ روئے تو شد بیرون بادے کہ از جوانی خود بود در سرم
دل چوں چراغ سوختہ شد ز آتشِ فراق از شامِ غم ہنوز بہ تاریکی اندرم
سودائے خاکِ پائے تو تا در سرِ من ست سر در کلاہِ سبزِ فلک در نیاورم
من مُردم ولیک نگر کز فراقِ تو
گوئی کہ از نگارش شاپور دخترم

۱۴۵۳
دوستاں ذرّہ دل سنگِ گراں ست تنم چہ کنم تا زرہ ایں سنگ بہ یک سو فگنم؟
بلبلِ جاں بہ ہوائے چمنِ خویش بسوخت کے بود کے نفسِ تنگ ہم بر شکنم؟
شاہبازم کہ شکارم بود از عالمِ دل تا کیم زیں دلِ مردار نہ زاغ و زغنم
آبِ خوش خوردنم از عقل میسر نہ شود وقت مے خوش کہ کند بے خبر از خویشتنم
مستم از عقل لب خویش کن اے دست چنانک خویشتن را بہ قیامت نہ شناسم کہ منم
منِ دُردی کشِ دیرینہ چو میرم سرمست بہ مے ام شوئے و نالے ہم از دکن کفنم
مگسیم و بہ خُمِ بادہ در افتادہ چو من بہ کرانے نہ رسم، چند پر و بال زنم
ساقیا غرقہ بہ مے کن قدحے خسرو را
چند باشد ز بتاں غرقۂ خونابہ تنم؟

۱۴۵۴
گر ہم روزے بہ تو ناآشنائی ہا کنم ہر چہ باید خواہم و بخت آزمائی ہا کنم
او چو شاہ از گوشہ ہائے چشم بیند سوئے من من ازاں لبہا بصد منت گدائی ہا کنم

لہ تا ۵ہ ہر سہ مطابق نسخۂ ن

اے خوش آں وقتے کہ او خوش خوش درآید در خواب من   پیشِ چشم و زلفِ او شرحِ جدائی ہا کنم
از شرابِ عشق سیلِ آمد مصلایم ببرد   گر شوم ہشیار ازیں مئے پارسائی ہا کنم
از درِ او مست بیروں آیم و در پیشِ خلق   چوں گدایانِ توانگر خود نمائی ہا کنم
در شبے در کنجِ تاریکم ستد در پیشِ او   خویش را زندہ بسوزم روشنائی ہا کنم
بندگی را خط نویسم بر رُخ از خونِ جگر   وز دو دیدہ ہم بر و ثبتِ گوائی ہا کنم
گر طفیلِ پاسباناں بینم اندر کوئے تو   با سگانِ آں سر کو آشنائی ہا کنم
یک غزل گر بشنود آں مہ بہ گوشِ خود ز من
ہمچو خسرو پیشِ خلقے خود ستائی ہا کنم

۱۴۵۵ غ
چوں ز تو مئ[1] نہ توانم کہ شکیبا باشم   چہ غمت دارد بگذار کہ رسوا باشم
در فراقِ تو کہ داند کہ کجا خاک شوم؟   بختِ آں کو کہ من اندر رہِ آں پا باشم؟
شب نہ دانم ز پئے دیدنِ او چوں گذرد؟   بس کہ تا روز در اندیشۂ فردا باشم
اے خوش آں دم کہ برانی بہ گلویم شمشیر   من در آں فرصت سویت بہ تماشا باشم
تا بہ جز من نہ خورد کس غمِ تو بیشترے   از پئے خوردنِ غم ہائے تو تنہا باشم
رشکم آید کہ سگاں بر سرِ کویت گردند   گر بفرمائے من نیز ہم آں جا باشم
وعدہ خواہم و در بندِ وفا نیز نیَم   غرض آن ست کہ بارے بہ تقاضا باشم
از سرم در گذراں خوابِ خوشت خوش بادا   عاشقم من ہمہ شب در غم و سودا باشم
حجتِ بندگیِ من خطِ یار است ازانک
خسروم من کہ غلامِ خطِ زیبا باشم

۱۴۵۶ د
ز عشقت خواستم از جان و یک دم با تو ننشستم   بریدم از جہاں بہرِ تو و با تو نہ پیوستم
تو دا برو گرہ بستی و گفتی "خونِ تو ریزم"   من ایں فالِ مبارک اندرونِ دل گرہ بستم

---

۱ مطابق نسخۂ ن   ۲ مطابق نسخۂ ن

نه دارم حد آن کز شب روان زلف تو لافم — ولیکن این قدر دانم که در کویت سگی هستم
چو ارزان نیست آن دولت که پیشت بار یابد کس — مرا این دولت ارزانی که بر خاک درت بستم
چو در دل شستی و جان این سخن گفت و برون آمد — "مبارک باد خصم خانه را منزل که من جستم"
به بالای همچو تیر کز نشست پهلویم — مرا تیری ست در پهلو چو پهلوی تو بنشستم
به غمزه عاشقی را کش که او را زنده می دانی — که من از دولت هجرت ز ننگ زیستن رستم

گله می کرد خسرو "کز جفا بشکستیم" گفتی
"چه رنجه کردم سفال خرد در نعل تو بشکستم"

١٤٥٧ — د

عاشق شدم بابا یار بد عهد وفا کردم — زان شوخ جفا دیدم هر چند وفا کردم
یارب چه شد آن پرفن دل را که ستد از من — من هوش کرا دادم من صبر کجا کردم؟
مطرب غزلی تر زد، درد کهنم نو شد — معذور بدم جانا گر جامه قبا کردم
یک چند ز هر سودا باز آمده بود این دل — ناگاه ترا دیدم بر خویش بلا کردم
بر هر صنمی رفتم، در هر پسری دیدم — ننشست کسی در دل چندانش که جا کردم

تا بار دگر خسرو دل بر پسران ننهد
در کشمکش عشقت نیکوش سزا کردم

١٤٥٨ — ت

هر نیم شب نهفته[1] به کوی تو ره کنم — وانگاه در رخ تو به دزدی نگه کنم
روزی دو دیده چار نه شد با تو وه که چند — در چارسوی راه تو در دیده ره کنم
شطرنج عشق باز که ما بهر نزد تو — خود را به مات گاه رسانیم و شه کنم
رندان مفلسیم که گر دسترس بود — خمار می سبیل به هر کوی و ره کنم

گفتی که "پر دهم دو سه گر خسروا خوری"
دریای می بیار مبادا که نه کنم

---

[1] مطابق نسخهٔ ن   [2] مطابق نسخهٔ ن

۱۴۵۹ غ

رفتیم ما و دل[1] بہ یکے کوگذاشتیم | جانِ خراب نیز بہ یک سو گذاشتیم
ماییم و راہِ دور بہ ما باز کے رسید | جان و دلے کہ بر سرِ آں کو گذاشتیم
بگذاشتیم روئے عزیزے کہ سالہا | عمرِ عزیز خویش برآں رو گذاشتیم
آں بخت کو کہ بوسہ ربا ز و کشتیم باز | آں گردنے کہ از خمِ باز و گذاشتیم
آں دل آں زما سرِ موئے جدا نہ بود | آویختہ بہ حلقۂ آں مو گذاشتیم
ہر بار گفتہ ای "کہ ز پہلوئے من بروُ" | رفتیم اینک از تو و پہلو گذاشتیم

زیں پس وفائے عمر نہ خواہیم خسروا
چوں روئے دوستانِ وفاجو گذاشتیم

۱۴۶۰ غ

زیں بیش[2] سرِ آں نیست کہ من زہد فروشم | ساقی قدحے دہ کہ بہ روئے تو بنوشم
جائے کہ نیرزد بہ جوے دینِ دُرستم | ایں توبۂ صد جائے شکستہ چہ فروشم؟
بس پیرِ خرابات کہ ہر دم بہ شفاعت | تا باز کشادند درِ میکدہ دوشم
اکنوں کہ سرم شد بہ درِ میکدہ پامال | چوں بیم دہد محتسب از مالشِ گوشم
بودست ز ہوش و دلم اندیشۂ تیمار | المنۃ للہ کہ نہ دل ماند، نہ ہوشم
رفت آں کہ مصلّی بہ کتف داشتم اکنوں | با ز بچۂ گبرِ مغ بچگاں شد سرِ دوشم
پوشید بسے خدمتِ بُت کردم و زیں پس | زنار ہوس می کندم از تو چہ پوشم؟

چوں باز نیامد ز بت و بتکدہ خسرو
اصلاحِ مزاجِ سگِ دیوانہ چہ کوشم؟

۱۴۶۱ غ

گر من بہ کمندِ[3] تو گرفتار نہ باشم | افتادہ دریں سایۂ دیوار نہ باشم
آخر ز تو چیزے ست دریں سینہ وگرنہ | چندیں بہ سرِ کوئے تو بیدار نہ باشم

---

[1] مطابق نسخۂ ن [2] مطابق نسخۂ ن [3] مطابق نسخۂ ن

زنجیر کشایم بہ برد زلفِ تو گر من | نو بردۂ آں غمزۂ خوں خوار نہ باشم
خونہا خورم و شکر تو گویم کہ ازیں مئے | یک لحظہ ز اقبالِ تو ہشیار نہ باشم
خوش وقت دلے کو بود آزاد کہ بارے | من می نہ توانم کہ گرفتار نہ باشم
چوں خاصِ خیالت شدم اے جان و خرد دور | آں بہ کہ کنوں پہلوئے اغیار نہ باشم

گویند کہ "خسرو نگری" وائے کہ چندیں
بیروں نہ تراود اگر افگار نہ باشم

۱۴۶۲ چوں دولتِ[1] آں نیست کہ پہلوئے تو باشم | کم زاں کہ فتادہ بہ سرِ کوئے تو باشم
کشتن چو ترا خوئے شد اکنون من و این درد | یک روز مگر راتبۂ خوئے تو باشم
ہر صبح بہ قبلہ ہمہ خلق و منِ بد کیش | افتادہ در اندیشۂ ابروئے تو باشم
روز از ہوسِ قدِ تو گشتم بہ چمن ہا | شب نیز در اندیشۂ گیسوئے تو باشم
خورشید بہ آید خبرم نبود و مہ نیز | بس گرد دلِ پُر خوں بہ غم روئے تو باشم
بنواز بہ یک ناوکم اے ترک کہ بارے | من نیز طفیلی خورِ آہوئے تو باشم
آں دم کہ تو در کشتنِ من دست برآری | خلقے ہمہ سوئے من و من سوئے تو باشم
نایم بدر از منتِ دشنامِ تو ہرگز | باآں کہ ہمہ عمر دعا گوئے تو باشم

ایں ست بہارِ دلِ خسرو کہ چو غنچہ
صد پارہ جگر از ہوسِ روئے تو باشم

۱۴۶۳ ب
عشقت نصیبِ[2] من ہمہ غم داد، درد ہم | ہوش و قرار من نہ شد و خواب و خورد ہم
دردا کہ آہِ گرم بہ تنہا ئیم بسوخت | تنہا نہ آہ گرم کہ دم ہائے سرد ہم
عشاق را کسے کہ جفا گفت عیب کرد | دید آں چہ گفت و یا دکند آں چہ کرد ہم
جرمم کہ از و فاست بہ بخشائے و عفو کن | اینک شفیعِ خونِ دل و روئے زرد ہم

---

[1] مطابق نسخۂ ن
[2] مطابق نسخۂ ن

اشکم روان بسوی تو آورد چون کنم؟ | این خاک روزیم بد و این خواب و خورد هم
آن جا که پای خود نهی از ناز بر زمین | خاکِ درت ز دیده دریغ ست و گرد هم
بر جانِ خود نهم همه دردِ تو بهر آنک | درمانِ تو به کس نه رسد بلکه درد هم
تا مرد نیست مردِ تحمل به راهِ عشق | نامرد را چه زهره و یارا که مرد هم
خسرو درین ره از سرِ مردانگیست نیست
با دردِ عشق جفت شو از خویش خورد هم

۱۴۶۴

ماهی رود[1] و من همه شب خواب نه دانم | وه این چه حیات ست که من می گذرانم
گفتی که "چسانی، ز غمم باز نه گوئی؟" | من با تو چه گویم چه نه دانم که چسانم؟
یک شب ز رخِ خویش چراغیم کرم کن | تا قصهٔ اندوهِ تو آرم پیشِ تو خوانم
بودست گمانم که ز دستت نه برم جان | جاوید بزی تو که یقیں گشت گمانم
پرسی که "بگو حالِ خود" ای دوست چه پرسی؟ | آن به که من این قصه به گوشت نه رسانم
نی زانِ منی تو چه برم رشک ز اغیار؟ | بیهوده مگس از شکرستان که رانم؟
تا چند دهی درد سرِ اهلِ نصیحت | من خود ز دلِ سوختهٔ خویش به جانم
زان گونه که ماندی تو درین سینه هم اکنون | مانی تو درین سینه و من بنده نه مانم
گویند که "خسرو تو شوی خاک به کویش"
ناچار چو رفتن به درش می نه توانم

۱۴۶۵

دریاب[2] که من طاقتِ هجرِ تو نه دارم | بشتاب که افتاد به جان بهرِ تو کارم
از من تو گران کردی و خون ماند به چشمم | گوهر ز برم رفته و دریا به کنارم
هر روز دمِ سرد، مگر بادِ خزانم | هر لحظه ز نم اشک، مگر ابرِ بهارم
هر شب ز پئی طالعِ بد تا به سحرگاه | قطره ز مژه بارم و سیاره شمارم

---

[1] مطابق نسخهٔ ن   [2] مطابق نسخهٔ ن

آں دل کہ زِ من بستدہ ای بہرِ خدا را | بسپار بہ من تا بہ خدایت بسپارم
گر صد ستم از بہرِ تو بر روئے من آید | آرم ہمہ بر خویش و بہ روئے تو نیارم

ہشدار دلِ خسروؔ اگر زلفِ تو گیرد
تا نالۂ شب گیر بہ رُویت نہ گمارم

غ

۱۴۶۶ ابر می بارد[۱] و من یارِ سفری بندم | چشم می گرید و من از تو نظر می بندم
چشم گریاں بہ لبش داشتہ یعنی در راہ | بر سرِ آبِ رواں پل ز شکر می بندم
بہرِ بستن بہ دگر چیز ہمی آرم دست | وز تحیّر بہ غلط چیزِ دگر می بندم
گفتی "اے دوست کہ بر بند بہ موئے دلِ خویش" | حال این ست کہ می بینی اگر می بندم
در تو می دیدم و چوں آمد چشمم بربست | بنگر از چشمِ خود اے دیدہ چہ بر می بندم؟

نمکے بخش بہ خسروؔ کہ برائے توشہ
خوں بروں می کشم از دیدہ جگر می بندم

د

۱۴۶۷ بر درِ تو ز دشمناں[۲] گرچہ کہ صد جفا کشم | دوستیم حرام باد ار زِ تو پائے وا کشم
غنچۂ دل ز ناز کی نشگفدم بسانِ گل | صبح دمے کہ ناگہاں بوئے تو از صبا کشم
طعنہ زنی تو از جفا من بہ تبرک و رضا | تحفۂ بادشاہ را پیشِ دلِ گدا کشم
شرم ز دیدہ نایدم کوئے تو دیدہ واں گہے | خاکِ درت گذاشتہ زحمتِ توتیا کشم
وائے کہ خونم آب شد چند ز دیدہ خوں خورم؟ | آہ کہ سوخت جانِ من چند ز دل بلا کشم؟
ہر شبم از خیالِ تو دل ز دہد نماں زماں | من بہ چنیں عقوبتے تا بہ سحر کجا کشم
گشت فراق و کافرم وہ کہ بہ ناز زندہ کن | پیشِ چناں لبے دہن منتِ جاں چرا کشم؟
من بہ درِ تو کردہ خوں می کشمت نہ در جہاں | ناشدہ سر ہنوز خاک از تو چگونہ پا کشم؟

۱؎ مطابق نسخۂ ن　　۲؎ مطابق نسخۂ ن

بخت ستیزه کار من این همه تاخت بر سرم
خسرو مستمند را چند به ماجرا کشم؟

۱۴۶۸

مرا بین کاندرین[1] حالت سروسامان نمی خواهم — نهانی خنده‌ای هم زان لب و دندان نمی خواهم
به غمزه زاهدان را کش، به ناوک مصلحان را زن — که من خون پلید خود بر آن دامان نمی خواهم
سر لبهات گردم سبزه شان آغاز شد آن گه — وگر زین بگذرد من زیستن چندان نمی خواهم
به رؤیت آرزومندم مدارا از من دریغ آخر — که بت می جویم ای کافر تو ایمان نمی خواهم
مرا کش ای نکوخواه و دعای بد مکن او را — که من این را ز دل می خواهم و از جان می خواهم
برو ای عهد مستوری، در آی ای دور بدنامی — که من دیوانهٔ عشقم سروسامان نمی خواهم

ز دست بیدلی خسرو به جان آمد اگر بخشی
ولی می خواهم از تو لیک آبادان نمی خواهم

۱۴۶۹[2]

از آن لب می وزد بوی و بوی خون ناب است این — بیا تا تر کنم لب را اگر بوی شراب است این
ز مستی چشم نگشائی و تیرت بی خطا بر جان — جهانی کشته شد آخر چه می گوئی صواب است این؟
نخفتم از غمت شبها و امروزت که می بینم — ز تن جان می رود حیرانم نمی دانم چه خواب است این
فرامش شد مرا خورشید از شبهای بی پایان — ترا می بینم و اندر گمانم کافتاب است این
مزن طعنه که عاشق نیستی چون خون نمی گریی — که خون بوده ست آخر بیش ازین کامروز آب است این
ز سوزم خواب شب بوی در آمد مست من گفتا — "در این خانه جگر می سوزد و بوی کباب است این"
شبی زلفش گرفتم گفت "هم زینت در آویزم" — بره ای دزد جان شکرانه ای مشکین طناب است این
رقیبا تیغ می رانی و در جان می کنی رخنه — تو این را زخم می گوئی و ما را فتح باب است این

تو ای ساقی که هر دم می دهی خونابه ای ما را
به خسرو می چه می بدهی که خود مست و خراب است این

---

[1] مطابق نسخهٔ ان   [2] درن غزل محذوف است

۱۴۷۰

غبارِ مشک[1] می خیزد نه دانم تا چه باد است این؟ — سوادِ مست می آید فسادست و فسادست این

به زلفش صد دلِ مظلوم در فریاد می بینم — نه دانم رشتهٔ ظلم است یا زنجیرِ داد است این

همه کس را ز یادِ دوستان در دل نشاط آید — مرا جاں می رود بیروں نه دانم تا چه یاد است این؟

مبیں عار ار به گریه ریخت مردم دیده در پایت — که از خونِ دلش پرورده طفلِ خانه زاد است این

دلا درمانده گشتی از خیالِ من هم از اول — که او را جائے می دادی نه می گفتم "فساد است این"

به امیدِ سلامے رفت روزِ عمر در کویش
شبت خوش خسروا بگذر که وقتِ خیرباد است این

۱۴۷۱

همی رفتی و می گفتند "اندر حسن فردست این" — بتِ خانه نشین ست این نه ماهِ خانه گردست این

نگویم چشم و غمزه ست این که بهرِ جانِ من داری — که پیکانِ شکار است آں و شمشیرِ نبردست این

لبت گه گه بخندیدی به روئے زعفراں رنگم — چه شد آخر نه اکنوں هم همان رخسارِ زردست این؟

خوشم با آبِ چشمِ خویش تا گفتی که "غم می خور" — ولیکن هم تو می دانی که ناخوش آبخوردست این

هر آں[2] خاکے که می ریزد به فرقم از دیده بپذیرم — ولے شرطے که گویندم که از کوئے تو گردست این

به شوخی می زنی سنگم گلست این بر رخِ عاشق
گلِ مرداں مزن بر روئے خسرو چوں که مردست این

ت

۱۴۷۲

شب است این وه چه بے پایاں و یا خود زلفِ یار است این — مه ست این پیشِ چشمم یا خیالِ آں نگارست این

رسید موسمِ نوروز و هر کس در گلستانے — جهاں در چشمِ من زنداں چه ایامِ بهارست این

چه آیم در چمن اے باغباں کاں گل که هست آں جا — به دیده می نمایم دل به من گوید که "خارست این"

سیه شد روزِ من از غم پریشاں روزگارم هم — نه روز آسائشم باشد نه شب چوں روزگارست این؟

---

[1] درین غزل محذوف است   [2] درین بیت ذیل زائد است   [5]

مرا دردیست اندر جاں که هم با جاں رود بیروں ※ دگر درد آں که همدردے نه یابم وه چه دردست این

غمِ ہجرم کہ می سوزد رہا کن تا ہمی سوزم | کہ از نامہربانی چوں ببینی یادگار ست ایں
غبار آورد چشمم ز انتظار و باد ہم روزے | غبار نارد از کویش کہ مزدِ انتظار ست ایں
بہ غم خوردن[1] موافق نہ شوندم دوستاں ہردم | ندارم من روا زیرا نہ نقلِ خوشگوار ست ایں

مرا افسوس می آید ز تیرش بر دلِ خسرو
سگش ہم ننگرد زیں سو کہ بس لاغر شکار ست ایں

۱۴۷۳
غ

درآ اے شاخِ گل خنداں و مجلس را گلستاں کن | بگفتِ تلخ چوں مے عاشقاں را مست و غلطاں کن
از آں زلفِ پریشاں نامزد کن باد را در کس | بہ عہدت خوابِ خوش دارد ہمہ خوابش پریشاں کن
مگو "پیراہنِ یابانی آمد چیست بر یوسف" | تو ہم بشناس خود را و یکے سر در گریباں کن
فراواں بت پرستیدم بہ محرابِ نماز اکنوں | بہ محرابِ دو ابروے خودم از سر مسلماں کن
پس[2] از مردن منہ تابوتم اندر گوشۂ مسجد | برآں ہیمہ را در کارِ آتش گاہِ گبراں کن
منہ بر آئینہ آں روئے وہ گرمی نہی بارے | بسوز ایں جانِ کم بختِ مرا خاکسترِ آں کن
چو نتواں بوئے تو بشنید از وے می درم جامہ | چرا بیہودہ گویندت کہ "گل در مشک پنہاں کن"
گہِ جاں دادن ست[3] شربتِ دیدار می خواہم | اگرچہ بر تو دشوار ست بارے بر من آساں کن
بروں آ چوں سوادِ دیدہ اے ابرِ سیہ واں کہ | بر گرما سایہ اے بالائے آں سروِ خراماں کن
طبیبا دردِ من دارد نہفتہ در دلم کارے | تو دردے را کہ بیکار ست رو تدبیرِ درماں کن
نثارِ[4]ت ست چوں جاں ہائے مشتاقانِ تو بارے | نثارِ دیگراں چیند نے خود غارتِ جاں کن
ندارم خوابِ من از آستانت بو کہ خواب آید | بیار آں خاک را ہم خوابہ آں چشمِ گریاں کن

---

[1] درن بیت ذیل زائد است ہ

مرا گویند بیکاراں چہ کار ست ایں کہ تو داری | ز دل پرسید ایں، من ہم نمی دانم چہ کار ست ایں؟

[2] درن بیت محذوف است　　[3] درن بیت محذوف است

بنای عشق جانان نو شد اندر سینهٔ خسرو
بناهای کهن از کارگاه غمزه ویران کن

۱۴۷۴ بهار آمد و نے سرو گلستان چون توان کردن — که بے یاران خود حیف است گشت بوستان کردن
گسسته سلک صحبت دوستانم باز و من زنده — بدین خواری نه از راه است یاد دوستان کردن
مرا گوئی "فراموشش کن و آزاد شو از غم" — مسلمانان چنین روئے فراموش چون توان کردن؟
بگوییداں مسافر را که صد پاره شده جانم — کم از یک نامه‌ای کز وی توان پیوند جان کردن
به فتراک تو دل بندم مرا چون نیست آن پنجه — که بتواند ترا دست شفاعت در عنان کردن
کجا اند آن همه مرغان که رفتند از چمن یارب — ندانستند، پندارید یاد آشیان کردن

بیا تا شکر غم گوییم خسرو بعد ازین چون ما
ندانستیم در ایام شادی شکر آن کردن

۱۴۷۵ زهے رسم بناگوشت گل اندر سبزه پروردن — حرامت باده بے یاران مے اندر ساغر آوردن
لطافت گوییم آن یا حسن یا خود آدمی کشتن — شمائل خوانم آن یا شکل یا خود مردم آزردن
چه روییست آن تعالی الله که نتوان زیستن بے او — چه شکل است آن نمی دانم که نتوان پیش او مردن؟
گهے از رخ فشاندن گرد و گه در دامن افگندن — گهے بر روے بردن دست و گه در آستین کردن
اگر گویم که "دارم بر لبت کارے به جای لب" — روا باشد چنین در کار یا دندان فرو بردن
خوش است آن لب گزیدن گاه شور انگیزی خنده — اگرچه نیست از معهود حلوا با نمک خوردن

مپرور خسروا در دل خیال خوبرویان را
نشاید دشمن خود را به خون خویش پروردن

۱۴۷۶ مرا قامت چو چوگان است و سر چون گوے سرگردان — بیا اے ترک چوگانے بدین سرگشته در گردان
همه شب جان من گردان است گرداگرد رخسارت — بدان گونه که باشد گرد گل باد سحر گردان

۱؎ درین غزل محذوف است ۲؎ درین غزل محذوف است

ید

سرت گردم زمانے گوش کن بر نالہ ہائے من | گرت دردِ سرے باشد مرا بر گردِ سر گرداں
ز غم شب تا سحر جاں می کنم بردار زلف از رخ | اگر مردن نہ باشد زود بارے بے خبر گرداں
چہ منعم می کنی زاہد ازیں روئے و بدیں دیدن | تواں گفتن مسلماں را کہ روے از قبلہ برگرداں
شبے اے آفتابِ حسن در مہتاب گشتے کن | در و دیوار را از سایۂ خود جانور گرداں

برون آ از در دیوانہ گرداں ہوشیاراں را
ولیکن خسرو دیوانہ را دیوانہ تر گرداں

۱۴۷۷
شبے با ما خیالِ[1] خویشتن را میہماں گرداں | ز باغِ عارضِ خود مجلسم را بوستاں گرداں
بہ زیبائی و رعنائی بروں آیک رہ از خانہ | ز رخ بنما گلستان و ز قد سرو رواں گرداں
ہوس دارم از آں نرگس نگاہے سوئے من بنگر | چو چشمِ ناتوانِ خود مرا ہم ناتواں گرداں
خدارا چند سوزم ز آتشِ بے مہری آں مہ ؟ | بہ صبرے مرا یا با من او را مہرباں گرداں
غمِ عشق تو دارد با ہمہ عالم تا شوم کشتہ | تو ہم با او جفا را بہرِ قتلم ہم عناں گرداں

چہ پنہاں می شوی بنماے روے خویش خلقے را
چو خسرو ہر طرف از عشقِ خود بے خانماں گرداں

۱۴۷۸
وصیت می کنم[2] گر بشنود ابرو کمانِ من | پس از مردن نشانِ تیر سازد استخوانِ من
زبانِ اوست ترکی گوے و من ترکی نمی دانم | چہ خوش بودے اگر بودے زبانش در دہانِ من
بہ شکرِ نسبتِ لعلِ لبِ جاں پرورش کردم | بروں کن از پسِ سر گر غلط کردم زبانِ من
اگر با ما سخن گوئی ز روئے مرحمت می گو | منم فرہاد سرگرداں توئی شیریں زبانِ من
چناں از عشق می سوزد تنم در زیرِ پیراہن | کہ از بیرونِ پیراہن نماید استخوانِ من

مرادِ خسروِ بے دل برآر و یک زماں بنشیں
کہ رحمے بر دلت آید ز فریاد و فغانِ من

۱؎ درین غزل محذوف است   ۲؎ درین غزل محذوف است

١٤٧٩

ندارم[1] روزے از روئیت بجز حیرت گزیدن — چہ سود از دیدنِ بستاں چو نتواں میوہ‌اے چیدن؟

گر دزدیدنِ جاں می نہ خواہی چیست از شوخی؟ — بہ ہنگامِ خرامش خویش را صد جائے دزدیدن

بے کو عاشقِ شمعے بود خیزد چو پروانہ — کہ بر آتش پریدوئی بود چوں دود لرزیدن

جگر خارے بپیکاں غمزۂ خوباں روائے رعنا — کہ تا آرد نازنیں طاقتِ ناخن بپشت خاریدن

مرنج از جورِ یار ار عاشقی، خسرو کہ بہ نبود

مزاجِ نیکواں دانستن و بر خویش پوشیدن

١٤٨٠

مخند از دردِ[2] من جانانہ بر بازی ست آہِ من — دروں تا آتشے نبود نہ خیزد دود از روزن

گناہے جز وفاداری من اندر خود نہ می بینم — ندانم تا کہ فرمودت کہ "دل از دوستاں برکن"

اگر از ناز خوں ریزی، حلالت کردم اے بدخو — وگر از دوستاں خواہی، رضایت خواہم اے دشمن

مرا در باغ می خوانی مگر آگہ نہ‌ای از خود — رہا کن تا ترا بینم چہ جائے لالہ و نسرن

الا اے ساقیِ مستاں طفیلِ جرعۂ رنداں — شرابے گر نہ می ارزم سفالے بر سرم بشکن

ببر از من ہمہ اسبابِ ہستی جز وفائے خود — کہ آں در خاک خواہد رفت و راز دیدۂ تو با من

---

[1] درین چہار بیت ذیل زائد است ھ

زکاتِ آں لبت بر جانِ من یک خندہ ضائع کن — کہ ایں دیوانہ زاں لب ہا ہمی ارزد بہ خندیدن

لب و چشمم بر شکند از پئے خاکِ درت باہم — کہ ایں در گردنِ سر مست و آں در بندِ بوسیدن

نخیے گفتم کہ "سوزِ من نہ بینی گہ گہے" گفتا — کہ "باشد خس نہ بہرِ سوختن نئے از پئے دیدن"

کسے کو جاں نہ بازد عشقِ او بازی ست با جاناں — نہ شاید خود پرستاں را طریقِ عشق ورزیدن

[2] درین دو بیت ذیل زائد است ھ

ز جامہ گر چہ جاں پارہ کنم کے با ورم داری؟ — ترا کاسیبِ خواری ہیچ گہ نگرفت در دامن

رقیبا گردنش با زنگلاں را بر نہ می تابد — تو از خونِ مسلماناں گراں باری مکن گردن

برفت از یادِ خسرو زاد و بوم کہنہ در کویش
چو مرغے در قفس ماند فراموش گردد ش مسکن

ت

۱۴۸۱
با چون تو چہے یک شب گر خواب توان کردن
بہر خوشی عمرے اسباب توان کردن
گر پائے ترا وقتے از گریہ تو شستن
از بہر چنیں کارے خوناب توان کردن
آں طرہ بہ یک سو نہ وز گوشہ مہِ تاباں
شبہائے سیاہم را مہتاب توان کردن
گر غمزۂ تو جوید تا گرد بہ خوں ریزے
صد خضر و مسیحا را قصاب توان کردن
بیداری من بودستا ز رنجِ فراق امشب
چنداں کہ بہ آسائش دہ خواب توان کردن
زاہد کہ ترا بیند مگر قبلہ بہ دل خواہد
از طاقِ دو ابرویت محراب توان کردن
آں خوں کہ ز روئے تو گہ گاہ چکد بر لب
کام دلِ خسرو را جلاب توان کردن

۱۴۸۲
گیسوئے ترا نسبت[۱] با شب نہ توان کردن
وز ماہِ جمالت را غبغب نہ توان کردن
جاں عزمِ سفر دارد بردار ز رخ پردہ
منزل گہِ مہ عمداً عقرب نہ توان کردن
تو ظلم کنی بر من، من بندہ دعا گویم
یارب چہ کنم کایں جا یارب نہ توان کردن
گیرم کہ تو پیکاں را بیکار نہ می خواہی
خوں ریختنِ خلقے مذہب نہ توان کردن
کودک شدی و جانم بازیچۂ خود کردی
ور خود ز تنِ من شد مرکب نہ توان کردن
شربت ز لبت خواہم ویں بیہدہ گوئی را
بہر دلِ گرمِ خود در تب نہ توان کردن
حلوائے لبِ خود نہ اندر دہنم تا خود
از غایتِ شیرینی در لب نہ توان کردن
خسرو بہ جہاں اندر از بہرِ تو می باشد
ورنہ بہ چنیں جائے یک شب نہ توان کردن

۱۴۸۳
یوسف چو رخت[۲] ماہے در خواب ندیدہ ست ایں
خورشید چناں زلفے در تاب ندیدہ ست ایں

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است

دو چشمم چو بادام است در خواب بود دایم — بادام چنان چشمے در خواب نه دیده ست این
محراب دو ابرویت طاق ست درین عالم — طاقے که چنان هرگز محراب نه دیده ست این
بوئے که دهد زلفت گلزار کجا دارد؟ — خونے که خورد لعلت عناب نه دیده ست این
بالائے تو گر بیند مهتاب شود سایه — خود سایهٔ بالایت مهتاب نه دیده ست این
نقشے که رخت دارد در آب دو چشم من — یک چشم چنان نقشے در آب نه دیده ست این

صد حرف فرو خوانده ست از دفتر تو خسرو
بے دایرهٔ عشقت یک باب نه دیده ست این

۱۴۸۴

مبارک[۱] باد ماه روزه داران — بدان مستی فزائے هوشیاران
مده اے محتسب تشویش چشمش — که در خواب خوش اند آن پر خماران
ز گریه بلبش می سوزیم با آنک — نه گیرد هیمه اے آتش زباران
رخت در چشم مشتاقان چنان است — که شربت در دهان روزه داران
خورد خون من آن کافر همه روز — گوارا بادمے بر باده خواران
غنیمت دار خواب بے غمے را — که شب ناخوش بود بر سوگواران

بیار آن ده قدح اے ساقی هوش
که بر خسرو نبود این مے گواران

۱۴۸۵

خمار و خواب[۲] و چشم کافرش بین — شکنج و پیچش زلف ترش بین
دل پاکان و جان پارسایان — هلاک غمزه هائے ساحرش بین
چو غوغائے مگس در خانهٔ شهد — نفیر مستمندان بر درش بین
به جائے آب اگر ساکن نه دیدی — درون پیرهن سیمین برش بین
بتا جعدت پر از دل هاست خواهی — گره بگشا به هر موا ندرش بین

---

[۱] درین غزل محذوف است — [۲] درین غزل محذوف است

همه شب باده نوشیده ست تا روز — هنوز آن خوابِ مستی در سرش بین
به دیدم یک رهش دیوانه گشتم — دلم گوید که "بار دیگرش بین"
دلم را سوختی و ر باورت نیست — درونم چاک کن خاکسترش بین

چو گوید خسرو از غم گریهٔ چشم
ز خاکِ پائے شاهِ کشورش بین

۱۴۸۶
برآمد[1] ماهِ عید از اوجِ گردون — طرب چون ماهِ نو شد هر دم افزون
براوجِ آسمان نونے ست یا عین — که بیرون آمده ست از کلکِ بےچون
به گردش چیست چندیں نقطه ز انجم — اگر یک نقطه باشد بر سرِ نون
به بین اندر رکوع آن پارهٔ نور — هلالش گوئے خواہے خواه ذوالنون
همانا حلقهٔ گوشِ سپهر ست — چو لیلیٰ هست در پہلوئے مجنون
شفق بین و سیاهیٔ شبِ عید — تو پنداری که این مشک است آن خون
چنیں ماهِ نو و عیدِ خجسته — مبارک باد بر ذاتِ همایون

در اوصافِ کمالت نظمِ خسرو
نیامیزد همه سحرست و افسون

۱۴۸۷
شبے[2] به خرام و مه را کار بشکن — رخے بنما و گل را بار بشکن
ز سرجوشِ دلم برگیر جامے — خمارِ نرگسِ بیمار بشکن
مخور با مردمانِ عشق باده — سفالش بر سرِ اغیار بشکن
صبوحی کرده از مجلس بروں آئے — بتاں را چاشنت گه بازار بشکن
جهانِ مے کشی هر روز بنشیں — یک امروز از پے من کار بشکن

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت ذیل زائد است [3]
سرم نطع ست پائے کوب اے مست ※ دماغِ عقلِ دعویٰ دار بشکن

خطِ مشکینِ یار اے گل نہ سہل ست　　ورق کاں جا رسی زنہار بشکن

بر آں دامن نہ خواہم خونِ خود ریز　　قبا را عطفِ خونیں وار بشکن

دل خسرو شکستی وہ کہ گفتست

کہ مہر حقۂ اسرار بشکن

۱۴۸۸

خوش آمد[1] با تو ام دیدار کردن　　نظر در روئے چوں گلنار کردن

کشیدن بادہ بر روئے تو واں گاہ　　تماشائے گل و گلزار کردن

چہ خوش باشد ترا از خوابِ مستی　　بہ زخمِ بوسہ ہا بیدار کردن

زمن در پیشِ تو کارے نیاید　　بہ جز نظارۂ دیدار کردن

نیارم از لبت دل را جدا کرد　　کہ نتواں خوں زخوں بیزار کردن

بہ جرمِ عشق اگر خونم بریزند　　نہ خواہم ہرگز استغفار کردن

بہ شمشیرے نہ گردم منکر از عشق　　ز تو کشتن زمن اقرار کردن

مگو خسرو کہ ایں ہا گفتنی نیست

نمی شاید سخن بسیار کردن

۱۴۸۹

بر آں روئے کہ نتواں مے گرفتن　　ترش بر روئے ما تا کے گرفتن

حلالش باد خونم آں چناں کو ست　　جفایت چوں تواں بر وے گرفتن

صبا[2] بستاں کبابِ نیم سوزم　　بہ دستش دہ بہ جائے مے گرفتن

کجا افتادہ ای زاہد زما دور　　نہ شاید مفلساں را پے گرفتن

چنیں کز غمزۂ شوخت اماں یافت　　نہ خواہد فتنہ روم و رے گرفتن

ترا ہم مست شوقے لیک فرق ست　　بتا از سوختن تا خوئے گرفتن

---

۱ درین غزل محذوف است　　۲ درین بیت محذوف است.

زتو در خان و ماں سوزی اشارت
زخسرو آتش اندر نے گرفتن

۱۴۹۰
نه بے[۱] یادت برآیت یک دم[۲] ازمن | نه بے رویت جدا گردد غم ازمن
بزن بر جانم آں زخمے که دانی | بہ شرطِ آں که گوئی مرہم ازمن
دلم را خوں تو می ریزی و ترسم | که خواہی خوں بہائے دل ہم ازمن
مرا از ہر که دیدی بیش کشتی | مگر کس را نمی بینی کم ازمن
اگر آہے برآرم از دلِ تنگ | بہ تنگ آیند خلقِ عالم ازمن
کجا کارم بہ عالم راست گردد؟
که برگشتی چو زلفِ پُرخم ازمن

۱۴۹۱
روزے[۱] که بہ عالم است شب[۲] داں | پرسیدنِ کرم رازِ تب داں
زشکالِ زمانه نورِ ہر کار | خورشید بہ عقدهٔ ذنب داں
لافیدنِ سفله باشد از مال | بر جیفه کلاه برشعب داں
در فاقه بود فروغِ تقوی | پیرایه گرِ چراغِ شب داں
بر اشکِ حریص عارفاں را | صد خنده ذخیرهٔ زیرِ لب داں
نقب افگنِ حرصِ تو ز دین ست | مه پرده درندهٔ قصب داں
از خسرو پندِ تلخ سود ست
بپذیر و ملیله رالحب داں

غ
۱۴۹۲
از ہیچو توئی برید نتواں | بر تو دگرے گزید نتواں
تا چند کشم جفایت آخر؟ | محنت ہمه عمر دید نتواں
زیں پس من و جورِ عشق و تسلیم | کز آمده سر کشید نتواں

---

۱ درن غزل محذوف است   ۲ درن غزل محذوف است

غم سینہ بسوخت چوں تواں کرد؟ | خود پردهٔ خود درید نتواں
یارانِ عزیز پند گویند | گویند ولے شنید نتواں
من کز پے خوار یم چہ تدبیر؟ | عزّت بہ درم خرید نتواں
بے یاریٔ بخت کامِ دل نیست | بے پر بہ ہوا پرید نتواں
ایوانِ مراد بس بلندست | آں جا بہ ہوس رسید نتواں
ایں شربتِ عاشقی ست خسرو
بے خونِ جگر چشید نتواں

۱۴۹۳ ب

اے میر ہمہ شکر فروشاں | توبہ شکنِ صلاح کوشاں
عشاق ز دست چوں تو ساقی | خونابہ بجاۓ بادہ نوشاں
در میکدهٔ عمرت سفالے | نرخِ ہمہ معرفت فروشاں
یک خرقہ ز رخت درست نگذاشت | در صومعۂ کبود پوشاں
از پردہ چو گل دمے بروں آۓ | باوے ہمہ نیکواں فروشاں
خوش وقت تو، کاگہی نداری | از آتشِ سینہ ہاۓ جوشاں
بیدار نگشت نرگسِ مست | از نالۂ بلبلِ خروشاں
از تو سخنے بہ ہر ولایت
خسرو بہ ولایتِ خموشاں

۱۴۹۴ ت

زیں خوش پسران و شکل ایشاں | بیگانہ شدم ز جملہ خویشاں
خوبانِ ہمہ شہر و یک دلِ من | بے چارہ دلم بہ دست ایشاں
با ما سر راستی ندارند | ایں کج کلہانِ مو پریشاں

له درین بیت ذیل زائد است ۵
درکاوشِ کنہ خوبیٔ تو ؛ کندست خیالِ تیز ہوشاں

کشتند به تیغ غمزه مارا | این سخت دلانِ سست کیشاں
جانا مگذر نمک فشاناں | بر سوختگاں و سینہ ریشاں
اے مرہم نیکواں فدایت | لیکن دل و جانِ من فداشاں
گر خوں ریزی زصد چو خسرو
با گرگ چہ دم زنند میشاں

و ۱۴۹۵
اے آرزوئے امیدواراں | اے مرہم دردِ دل فگاراں
از دشمنی آں چہ بود کردی | اے دوست چنیں کنند یاراں؟
تا سایۂ زلف تو بدیدم | دیوانہ شدم چو سایہ داراں
افگند تنِ چو موئے باریک | در زیرِ گلیم سوگواراں
می گریم بر غریبیٔ خویش | چوں ابر بہ موسمِ بہاراں
گر شرح دہم غمِ تو صد سال | یک قصّہ نہ گویم از ہزاراں
آں ہا کہ تو می کنی بریں دل | از دل نہ شود بہ روزگاراں
با ایں ہمہ چشم بر سرِ راہ | می دارم چوں امیدواراں
تا کے گذری بہ سوئے خسرو؟
چوں بر سرِ کشتِ خشک باراں

غ ۱۴۹۶
سرمست رود چو در گلستاں | پامال کند جمالِ بُتاں
من نالہ کناں ز غم ہمہ شب | او خفتہ بہ ناز در شبستاں
یارب کہ از آں خدائے ناترس | انصافِ منِ شکستہ بستاں
اے چشمِ ترا بہ کشتنِ من | یک غمزہ و صد ہزار دستاں
ہم مستی و ہم خوشی ہمہ وقت | خوش باد ہمیشہ وقتِ مستاں
فریاد ز بلبلاں برآمد | مخرام بہ ناز در گلستاں

داغے کہ فراق بر دلم کرد بہ شگاف و ببیں ہنوز ہست آں
شد کشتہ بہ دستِ جور خسرو
آخر نگہے بہ زیرِ دستاں

۱۴۹۷
تا از برِ تو جدا شدم من یارب کہ غمت چہ کرد با من؟
از دیدنِ تو ز دست رفتم اے کاش نہ دیدمے ترا من
سیماب شدی وُ از خیالت در خویش گم ام چو کیمیا من
رفت آں کہ بہ یک دگر رسیدیم من بعد کجا تو وُ کجا من
گیرم بہ غمم رہا کنی تو ہرگز غمِ تو رہا کنم من
گر زندہ بمانم اندر ایں غم جز مرگ نہ خواہم از خدا من
کس نیست بدیں ستم گرفتار
یا خسروِ دل شکستہ یا من

۱۴۹۸
جاناگزرے بہ بوستاں کن بادہ خور و رخ چو ارغواں کن
جاں ہا کہ گراں ست زرخِ ایشاں یک بار بخند و رائیگاں کن
از غمزہ روانہ کن خدنگے یک جانِ مرا ہزار جاں کن
گرمی کشیم ز کس چہ پرسی؟ چیزے کہ ترا خوش آید آں کن
زن در دلِ خسرو آتش اما
خود را ز میانہ بر کراں کن

۱۴۹۹
یک دم فراموشتم نہ ای گرچہ نیاری یادِ من انصاف حسنت می دہم باآں کہ ندہی دادِ من ب

لہ درن غزل محذوف است ٤ه درن غزل محذوف است
٣ه درن بیت ذیل زائد است ؎
من می نہ گفتم کاں جواں یکے وز خواہد بر د جاں دیدی چہ جب زد نا گہاں ایں صبر بے بنیادِ من

گفتم که "نزدِ من نشیں مگذار زارم ایں چنیں　　تو نازکی، و نازنیں تنگ آئی از فریادِ من"
هر ساعت از مژگانِ خود خونِ دلم پیش اوفتد　　زیں رو که ماند بختِ بد ایں ست پیش افتادِ من
شب مونسم پروین بود روزم ز خوں بالین بود　　پیوسته گر غم ایں بود مسکیں دلِ ناشادِ من
جاں می شود از تن جدا هیچ ار گذر افتد ترا　　بوے بیاری اے صبا زاں سوسنِ آزادِ من
اے دل در آں زلفِ دوتا می باش تسلیمِ بلا　　کاساں نه خواهد شد رها از دامِ ایں صیادِ من

فریادِ خسرو هیچ گه اندر دلش نگرفت ره
گرچه کند در سنگِ ره ایں ناله و فریادِ من

۱۵۰۰　　ت

سودائے خوباں کم نه شد زیں جانِ غم فرسودِ من　　هستی همه کردم زیاں ایں بود زیشاں سودِ من
با هر که بنمودم وفا دیدم جفائے عاقبت　　شکرے نه گفت از هیچ کس ایں جانِ ناخشنودِ من
من خود ز دستِ هجرِ تو در تلخیِ جاں کندنم　　ابرو ترش کرده مرو اے ترکِ خشم آلودِ من
بنشیں بر بالینم دمے من خود نه خواهم زیستن　　بارے به بینم روئے تو کافی ست خود مقصودِ من
زیں آهِ درد انگیزِ من بگریست چشمِ خلق خوں　　یارب چه بودے چشمِ تو گر پُر شدے از دودِ من
نالیدنِ یعقوبیم در سنگ می گردد همی　　دیوار در رقص آورد ایں نغمهٔ داودِ من
امشب نهانی روئے را بر آستانش سوده ام　　اے گریه امروزے مشو ایں روئے خاک آلودِ من

خونابهٔ خسرو چنیں دیده بیفگندی بروں
گر دل نه داری هر دمش اشکِ جگر پالودِ من

۱۵۰۱　　ب

ماهے گذشت و شب نه خفت ایں دیدهٔ بیدارِ من　　یادے نه کرد از دوستاں یارِ فراموش کارِ من
فریادِ شبها ام چنیں کز درد می آرد خبر　　بسیار دلها خوں کند ایں ناله هائے زارِ من
زیں بختِ بے فرمانِ خود در حیرتم گم دمے　　بیروں نیاید چوں کنم ایں جانِ بدکردارِ من

له بیت محذوف و به جایش درین بیت ذیل زائد است ؎
از ناله و زاری زباں یکدم نه می آسایدم ٭٭ بیں تا چه خواهد کرد باز ایں آهِ زود از دودِ من

یارا اگرچه از چشم نکو دیدن نمی آید مرا | ای دیدهٔ بد کور شو، گر ننگری در یار من
هان ای رقیب ار می کشی هم بر کفش نه تیغ را | مانا که شرمی آیدت از دیدهٔ خونبار من
گر تو نیا[1] زاری بگو تا خویش را قربان کنم | چه پرسی از آزار دل می بین بجان آزار من
من[2] خون خود کردم بحل ازان گو نه کت باید بکش | باشد که خشمت کم شود ای کافر خونخوار من

گفتی که راز این درون سوی نه دارد آن جهان
تو راست می گوئی ولی پیداست از گفتار من

ب

۱۵۰۲

ماه هلال ابروی[3] من عقل مرا شیدا مکن | غمزه زنان زین سو میا آهنگ جان ما مکن
گه زلف سوی رخ بری گه خال پیش لب نهی | جان در آخر هر کسی چندین بلا یک جا مکن
گر من ز جور چشم تو کردم شکایت گو نه ای | زارم بکش لیکن "نگو" "در روی من پیدا مکن"
دیرینه یاران من اند ای بند گو اندوه و غم | ور بی غمی منمای ره زینسان مرا تنها مکن
گفتی "شوم فردای هجر آن کشتنت را ساخته" | امروز مهمان توام، تو وعده فردا مکن
گر زهد می ورزی دلا پروانه ای شو نی مگس | بالای آتش چرخ زن پرواز بر حلوا مکن
گفتم "ز زلف چون توئی زنار بندم" گفت "رو | در کفر هم صادق نه ای زنار را رسوا مکن"

خسروا گر بختت گهی یاری دهد کان جا رسی
هم بر زمین نه دیده و گستاخی آن پا مکن

د

۱۵۰۳

مانا که بکشاید دلم بندی ز گیسو باز کن | گم گشتگان عشق را پنهان یکی آواز کن

---

[1] درین بیت محذوف است   [2] درین بیت محذوف و بجایش بیت ذیل زائد است ــه
بر جان من آخر هنوز از چیست بر آمد گره ※ بس نیست این کان لف زد چندین گره در کار من
[3] درین بیت ذیل زائد است ــه
ای من غلام روی تو گر جور خواهی ور ستم ※ بر بندهٔ خود می کنی چون گوییت "کن یا مکن"

غم هاست در هر دل ز تو هر یک به دیگر چاشنی | ما نیز گرم ذوق غم با هر یکی انباز کن
گو تا مراد در کوی تو سوزند پیش عاشقان | بازار تو چون گرم شد پس من بدیده باز کن
گر جان درون و گر برون کارم مگر یکتا شود | نالۂ که اول کرده ای یک بار دیگر ناز کن
پیش رقیب کافرت درد دل ما را چشم تو | گر ذکر کشتن می کنی هم ذکر آن غماز کن
باز[1] آمد این باد صبا آورد بوی از چمن | ای مرغ جان بشکن قفس هم سوی او پرواز کن
بکشاد[2] عشق از دیده خون نالان شو ای شخص نگون | آمد تراپ تو کنون جنگ کهن را ساز کن
چون[3] زاهد ما توبه را بشکست وی عاشق شد ترا | خواهی برو جرعه فشان خواهیش سنگ انداز کن

گر بت پرستان را رسد بر تارک از خواری لگد
آغاز آن ای محتسب زین پیر شاهد باز کن

۱۵۰۴ د

هر مجلسی و ساقیی من در خمار خویشتن | هر بی دلی آمد بخود من بر قرار خویشتن
زین سوی جور دشمنان زان سوی طعن دوستان | خلقی به طعن گفتگو عاشق به کار خویشتن
ای پند گو هر دم دگر چه آتشم در می زنی | من خود بجان در مانده ام با روزگار خویشتن
جانا[4] چو خواهی کشتنم در آرزوی یک سخن | باری به دشنامی مرا کن شرمسار خویشتن
می[5] دانی آخر مردنم عمدا چه می گویی سخن ؟ | در مانده ای را کشته گیر از انتظار خویشتن
تو در درون جان و من هر دم در اندوه دگر | یارب که چون پاره کنم جان فگار خویشتن
بر داشتم ره در عدم بگذاشتم دل در برت | گه گه مگر یاد آوری از یادگار خویشتن

---

۱ درین بیت محذوف است   ۲ درین بیت محذوف است

۳ درین بیت محذوف است و بجایش مقطع ذیل زائد است ؎

خسرو تو در دے کے رسی لیکن به کویش کن گذر | در خاک با هر ذره ای بنشین بیان راز کن

۴ درین بیت محذوف است   ۵ درین بیت محذوف و بجایش بیت ذیل زائد است ؎

گر در خمار آن مئی کز کشتن عاشق چه کرد | این خون خود کردم بحل بشکن خمار خویشتن

خود غمزه بر خسرو زنی بر دیگراں تهمت نهی
مانا به فتراکِ کساں بندی شکارِ خویشتن

۱۵۰۵ ب

خونے ز چشمم می رود در انتظارِ کیست ایں؟ / تیرے به جانم می نهد از خارِ خارِ کیست ایں؟
دل کز بتانِ بوالهوس آورده بودم باز پس / بارے دگر دزدید کس بنگر که کارِ کیست ایں؟
هر دم به خاکے منزلم هر دم غبارے حاصلم / اے خاک بر فرقِ دلم آخر غبارِ کیست ایں؟
آهنگ[1] سیر آں کینه کش جاں در رکابش کینه وش / بر کشتنم دل کرده خوش مردم شکارِ کیست ایں؟
گل گوں انار انگیخته گیسو کمند آویخته / دل خسته و خوں ریخته چابک سوارِ کیست ایں؟
بسته میانے در کمر چوں ریسمانے دگر / بارے مرا آمد به بر تا در کنارِ کیست ایں؟

بر خسروِ بے دل زکیں اسپ جفا را کرده زیں
گر ریزدش خوں در زمیں در زینهارِ کیست ایں؟

۱۵۰۶

آمد بهار اے[2] یارِ من بشگفت گلها در چمن / شد در نوا هر بلبلے بر شاخِ سرو و نارون
بادِ صبا گل ریز شد ساقی بده مے تا شوم / گه از خمارِ چشمِ تو مست و گه از دُردیِ دن
با عارضِ زیبائے تو ما را چه جائے باغ و گل / با قامتِ رعنائے تو چه جائے سرو و نارون
چنداں به یادِ عارضت بارم ز چشمے دیده خوں / تا لاله هایت را دمد سنبل بر اطرافِ چمن
چشمم چو در هر گوشه‌اے سرشار دارد چشمه‌اے / در چشم ار ناری گهے بارے بیا در چشمِ من
شادم اگر میرم ز غم بارے ز محنت وارهم / از هجرت اے زیبا صنم تا چند باشم ممتحن؟
گاهیم سازد بے خبر گاهیم نادر در نظر / با عاشقاں آں چشم را باز ایں چه سحر است و فتن؟
داریم با زلفت بتا وقتِ خوش و ایں قصه را / مکشائے با بادِ صبا وقتِ مرا بر هم مزن

---

[1] درین بیت محذوف و به جایش بیت ذیل زائد است ــه

گویند اگر آں خوش پسر آید چه آری در نظر؟ / در چشمِ من چندیں گهر بهرِ نثارِ کیست ایں؟

[2] درین غزل محذوف است

از انتظارت دیده ها شد خسرو بے چارہ را
اے یوسف فرخ لقا بوئے فرست از پیرہن

۱۵۰۷
بالائے قست ایں پیش من یا سرو بستانی ست ایں | چشم من ست ایں پیش تو یا ابر نیسانی ست ایں
تو می روی و ز ہر کراں غلغلہ فریاد و فغاں | اے کافر نا مہرباں آخر مسلمانی ست ایں
ہر سو کہ می افتد گذر ہر غم کزاں نبود بتر | ہر لحظہ می آید بہ سر ما را چہ پیشانی ست ایں
ترساں ہمی بودم کہ جاں خوبی ستاند ناگہاں | اے دل کنوں ہشیار ہاں کاں آفت جانی ست ایں
ہر چہ آیدت زیں حرف روش اے جان محنت کش بکش | بسیار بودے جمع و خوش وقت پریشانی ست ایں
شہرے بکشت آں تندخو زنہار جام مے مجو
گستاخ می بینی درد خسرو چہ نادانی ست ایں

۱۵۰۸
زندانہ بگذشت آرزو طاقت ندارم بیش ازیں | دیدم کہ ہجراں چوں بود دیگر نیارم بیش ازیں
دل تشنہ دیدار تو جاں میمانِ یک نفس | اے آشنا بر درد ماں بیگانہ دارم بیش ازیں
بگذار بوسم پائے تو بس از جہاں محنت برم | ہم جاں تو کاندر جہاں کارے ندارم بیش ازیں
آزردۂ دیرینہ را یک غمزہ زن کاں بہ شود | مرہم نہ می خواہد ز تو جانِ فگارم بیش ازیں
اے ابر نیسانی مزن لاف از دُرِ غلتان خود | کز بہر ایثار رہش در دیدہ دارم بیش ازیں
آرام گیر اے بے وفا یک دم نشیں بر چشم تر | زاں رو کہ دیدار ترا نبود قرارم بیش ازیں
خسرو چو مو یداز غمت زندہ تو بارِ گراں
آخر مسلمانی منہ بر سینہ بارم بیش ازیں

لہ درین بیت ذیل زائد است ـــ
مردم بہ جاں جا کر ترا دیو و پری لشکر ترا | نے خوبی ست ایں مر ترا ملک سلیمانی ست ایں
لہ درین غزل محذوف است

۱۵۰۹ ب

خواهی دلا فردوسِ جان رخسارِ جانان را ببین | ور بایدت سروِ روان آن پیرِ خوبان را ببین
ای دل که هستی بیقرار از بهرِ روی آن سوار | از جانت می آید بکار آن شکلِ جولان را ببین
ای بت پرستِ هند و چین کز یادِ بت بویی همی | چندین چه گوئی بت چنین آن یک مسلمان را ببین
دی شب که می رفتی چو مه می گفت با من دل به ره | «گر جان نه دیدی هیچ گه این جا بیا جان را ببین»
دارم ز تو داغِ کهن و ز نیست باور این سخن | بیدادِ دلِ من پاره کن و آن داغِ پنهان را ببین
بخرام[1] همچون عاقلان از بهرِ جانِ غافلان | در هم ز آهِ بی دلان زلفِ پریشان را ببین
ای[2] چون پری در دلبری در حسنِ خود گشته بری | خواهی سلیمان بنگری بر تختِ سلطان را ببین

می گوئی هر دم خسروا سلطان مبارک را دعا
ور راست خواهی قبله را آن قطبِ دوران را ببین

۱۵۱۰

خواب[3] نه چشمِ من برفت چشمِ تو بست خوابِ من | تا نه ماند در تنم زلفِ تو برد تابِ من
فتنه بچشمِ تو بست خوابِ مرا به عهدِ تو | فتنه چو خواب کم کند بهر چه برده خوابِ من؟
تشنهٔ خونِ فتنه ام بس که بخورد خونِ من | دشمنِ آبِ دیده ام بس که بریخت آبِ من
دردِ سریت می دهد گریهٔ زارِ من بلی | خود همه دردِ سر بود حاصلِ این گلابِ من
سوزشِ خود چه گویمت بس که بگفت دم بدم | آتشِ دل به صد زبان حالِ دلِ کبابِ من
روزِ من از تو گشت شب و ز غمِ روشنی خورم | آهِ جهان فروزِ دل بس بود آفتابِ من
در شبِ ماهتاب اگر سگ همه شب فغان کند | آن سگِ با فغان منم روی تو ماهتابِ من
عمر شتاب می کند وقتِ وفای عهد شد | هست ز عمرِ بی وفا بیشتر این شتابِ من

---

[1] بیت درن محذوف است [2] درن بیت محذوف و بجایش بیت ذیل اضافه است؎
گم کرده جانان بر درت هم جان و هم دل جا کرت | در گیسوی عذر آورت این را بجو آن را ببین
[3] درن غزل محذوف است

از تو ہمائے کہ فتد سایہ بر آشیانِ ما — چند بہ حیلہ می پرد در وطنِ خراب من
دی درِ تو ہمی زدم لب بہ جفا کشا دیم — بخت درِ دگر کشود از پے فتحِ بابِ من
بوسہ سوال کردمت بوسہ زدی بہ زیر لب — گر نہ من ابلہم ہمیں بس نہ بود جواب من
خسروا از انقلاب تو گرچہ کہ ماند بے سکوں
ہم ز سکوں بدل شود ایں ہمہ انقلاب من

۱۵۱۱
آفتِ زہد تو بہ شد ترکِ شرابخوار من — یار گر اوست کے شود توبہ وز ہدیار من
بادۂ ہجر خوردنم رنج خمار در تنم — جز ز حلاوتِ لبش نشکند ایں خمارِ من
اے چو تو ئی نہ خاستہ پہلوئے من نشستیں دمے — تا بنشیند از دروں آتشِ انتظارِ من
رغبت اگر نہ می کنم ساقیٔ خونِ خود شوم — مطرب را ئیگانِ تو نالۂ زیر دارِ من
بے تو دو چشم چار شد خاکِ درِ تو سر مرام — سرمہ گر از تو بایدم خاک بہر چہارِ من
چوں تو سوار بگذری دیدہ گہر نشاں کنم — خواہ قبول و خواہ رد نیست جز ایں نثارِ من
بس کہ پر از غبار شد دل ز تو گر نفس زنم — خاک بہ رویم افگند ایں دل پر غبارِ من
لاغ مکن کہ خسروا دامنِ خود ز من مکش
چوں کہ ز دست من بشد دامنِ اختیارِ من

د

۱۵۱۲
گرچہ ز خوئے نازکت سوختہ گشت جانِ من — سوئے تو می کشد ہنوز ایں دلِ ناتوانِ من
خواب نماند خلق را در ہمہ شہر از غمت — دور شنیدہ می شود دردلِ شب فغانِ من
ہیچ غبارت از دروں می نہ پذیرد م سکوں — گرچہ نشد آب جملہ خوں در تنِ ناتوانِ من

لہ درین غزل محذوف است — ٢ہ درین دو بیت ذیل زائد است ٥ـہ
گفتی ام "از چہ ناخوشی رنج تو چیست باز گو؟" — دوریٔ دوستان وبس دور ز دوستانِ من
خشم کناں بیا کہ ما صلح کنیم یک دگر — جان و دلِ من آنِ تو رنج و غمِ تو آنِ من

ور کہ جورِ چوں توئی نام غبار بر زباں　　نیست کسے کہ بگفند خاک برایں دہانِ من
گر دہیم بہ جاں اماں نزلِ رہِ تو عمرِ من　　ور کشیم بہ رائیگاں گردِ سرِ تو جانِ من
بس کہ تو شوخ و دلبری گم شود ار دل کسے　　گرچہ کہ دیگرے برد بر تو بود گمانِ من
دور مکن ز دامنش گردِ من اے صبا از آنک　　در رہِ او از ایں ہوس خاک شد استخوانِ من
خونِ دلِ من آب شد از پے روئے شستنش　　خواب نہ می رود ہنوز از پے ایں جوانِ من
بگذرد و نیو فتد ہیچ بہ خسروش نظر
پیکِ شتاب می رود ترکِ سبک عنانِ من

۱۹۱۳
تنگ نبات[۵۱] چوں بود لب بکشا کہ ہم چنیں　　آبِ حیات چوں رود خیز و بیا کہ ہم چنیں
ہر کہ بگویدت کہ "تو دل بہ چہ شکل می بری؟"　　از سرِ کوئے ناگہاں مست برآ کہ ہم چنیں
ہر کہ بگویدت کہ "جاں چوں بود اندرونِ تن؟"　　یک نفسے بیا نشیں در برِ ما کہ ہم چنیں
ہر کہ بگویدت کہ "گل خندہ چگونہ می زند؟"　　غنچۂ شکرینِ خود باز کشا کہ ہم چنیں
ور بہ تو گویم اے پسر "کت بہ کنار چوں کشم؟"　　تنگ بہ بند بر میاں بندِ قبا کہ ہم چنیں
لاف وفا زنی ولے نیست برائے نام را　　در تو نشانے از وفا ہم بہ وفا کہ ہم چنیں
ہر کہ نہ خواند ہیچ گہ نامۂ عشق چوں بود
قصۂ حالِ خسروش باز نما کہ ہم چنیں

۱۹۱۴
رفتی و شد[۵۲] بے تو جانم زار باز آئے و بیں　　سینہ اے دارم ز ہجر افگار باز آئے و بیں
بر سرِ راہِ تو زاں بادے کہ از سویت رسید　　دیدۂ من پُر خس و پُر خار باز آئے و بیں
گر بیائی و بہ بینی حالِ من از گفتِ من　　بو کہ بزیم جانِ من یک بار باز آئے و بیں
چوں تو رفتی از من و من از خود اکنوں لطف کن　　گاہ رفتن آخریں دیدار باز آئے و بیں

---

[۵۱] درن غزل محذوف است
[۵۲] درن غزل محذوف است

من نہ می گویم "بیاویں شخص چوں مویم نگر" ‌ ‌ ‌ ‌ از خمِ گیسوئے خود یک بار بازآمے ببیں

گر نہ دیدی سوزشِ مجنوں ز درد و داغِ عشق

دردو داغِ خسروِ غم خوار بازآمے ببیں

۱۵۱۵

آخرائے خود بیں من روئے بہ غم خوارے ببیں ‌ ‌ ‌ ‌ از گرفتارے بپرس و در گرفتارے ببیں

اینک اینک بر سر کوئے تو زارم می کشند ‌ ‌ ‌ ‌ گر زکشتن باز نستانیم بازارے ببیں

چوں نہ خواہی دید آں خوں ریز ائے دیدہ بیش ‌ ‌ ‌ ‌ بارے ایں ساعت کہ در قتل است بسیارے ببیں

نیست ہمدردے کہ گویم حالِ خود را ائے صبا ‌ ‌ ‌ ‌ بلبلے نالندہ ترا زمن بہ گلزارے ببیں

وصل خاصاں راست من نیستاں نیم ائے بختِ بد ‌ ‌ ‌ ‌ بہر من اندازۂ ادبار من کارے ببیں

بلبلا امروز من در گلستانم گل مجوے ‌ ‌ ‌ ‌ از جگر برگالۂ بر نوک ہر خارے ببیں

ائے دل آخر می بباید داشتن پاسِ کارِ خویش

خسروا ار گم شد سگے دیگر بہ بازارے ببیں

و

۱۵۱۶

آں کلاہِ کج برآں سروِ بلندِ او ببیں ‌ ‌ ‌ ‌ واں شراب آلودہ لبہائے چو قندِ او ببیں

دل درآں زلف ست عذرش ستوائے بادِ صبا ‌ ‌ ‌ ‌ مو بہ موئے او بہ خود پیوند و بندِ او ببیں

[1] ائے کہ می بافیش موآہستہ ترکن شانہ را ‌ ‌ ‌ ‌ ریش دلہا را بہ جعدِ چوں کمندِ او ببیں

ہاں و ہاں ائے چشم من کاندر رکینِ آں رخے ‌ ‌ ‌ ‌ جانِ من بر آتشِ سینہ سپندِ او ببیں

دل اسیرِ عشق شد اقبالِ بختِ من نگر ‌ ‌ ‌ ‌ سر فدائے تیغ شد بختِ بلندِ او ببیں

پیشِ من روئے سوارہ می گذشت آہم بجست ‌ ‌ ‌ ‌ اینک اینک داغ بر رانِ سمندِ او ببیں

جانِ من مخرام غافل پیش ہر درماندۂ ائے ‌ ‌ ‌ ‌ ناگہاں آہے ز جانِ مستمندِ او ببیں

---

[1] در ن ایں بیت محذوف و بیت ذیل زائد است ؎

ائے رقیب ار می کشی اول دلِ من پارہ کن ‌ ‌ ‌ ‌ داغ ہائے خنجر بیدادِ مندِ او ببیں

پند خسرو شاہد ساقی ست ہاں تا نشنوی
خان و ماں ہائے خراب اینک ز پندا و ببیں

۱۵۱۷

صبح[1] دولت می دمد یا خود رخ جاناں ست ایں — بوئے گل می آید ایں یا بوئے آں بستاں ست ایں
ز آبِ چشم من گیاہِ مہر می روید مدام — بنگر اے نامہرباں تا چہ عجب باراں ست ایں
جانم از ہجراں بروں رفت ست و[2] می بینم ترا — دل گواہی می دہد با من کہ اینک آں ست ایں
ہر کہ دید آں صفحۂ رخسار خواند "الحمد و" گفت — اللہ اللہ آیتے از رحمتِ یزداں ست ایں
رکنِ حق والاے دیں کاختر بتعظیم تمام — پاش می بوسد گہے دستوری سلطاں ست ایں
دی رسیدہ ارغنونِ عشرتِ شادی بہ دست
داد خسرو را کہ خدمتگار خسرو خاں ست ایں

ب

۱۵۱۸

اے بہ کوئے بر نشاں گہ جائے تنہا ماندگاں — رحمتے بر چشم خوں پالائے تنہا ماندگاں
چوں بہ کوئے دوست تنہا پائے را خاکے کند — کز بجز گریہ نہ شوید پائے تنہا ماندگاں
با چنیں شبہا کہ من دارم چہ باشد وہ کہ گر — یادت آید روزنے از شبہائے تنہا ماندگاں
نئے منت گویم ز تو "حالم توانی گوش کرد" — کاندہِ سخت ست در سودائے تنہا ماندگاں
ماند آہم آفتاب و مہ کہ در شبہائے غم — سایہ باشد مونس شبہائے تنہا ماندگاں
آفتابِ[3] چرخ تنہا سوزد و گوید "مسوز" — وائے تنہا ماندگاں اے وائے تنہا ماندگاں
تو غمِ خسرو کجا دانی کہ نشنیدی گہے؟
نالہ و فریاد در دافزائے تنہا ماندگاں

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین دو بیت ذیل زائد است [3]
کشتی از تنہا یئم آخر نیامد وقتِ آں — کت گذر باشد بہ محنت جائے تنہا ماندگاں
دردِ تن باشد ولیکن نئے بیانِ دردِ دل — در مثل گردوں رود بالائے تنہا ماندگاں

۱۵۱۹

باش تا مشکت ز برگ یاسمین آید برون ‖ بینی از تن چند جانِ نازنین آید برون

تیر زہر آلود چشمت قصد جانم می کند ‖ ہمچو زنبورے کہ ناگہ از کمیں آید برون

ماندہ در زیرِ زمیں خورشید آں رخ بہوش ‖ تا مگر خورشید از زیرِ زمیں آید برون

گر لبِ[۱] چوں انگبینت را بہ دنداں بر کنم ‖ خوں از او بیروں نیاید انگبیں آید برون

نقشِ تو بر دیدۂ خسرو نشست از انتظار

گر نیائی چشمِ من با ہمنشیں آید برون

۱۵۲۰

دوش[۲] سرمست آں نگارِ نازنیں آمد برون ‖ ہم چو طاؤسے کہ از خلد بریں آمد برون

قامتِ زیبا و روئے چوں بہارِ آراستہ ‖ راستی گوئی کہ سروِ راستیں آمد برون

او میان مطلق ندارد ایں کہ می بینیم چیست؟ ‖ تار موئے کز دو زلفِ عنبریں آمد برون

نازنینا تا میانِ خویش بنمائی مرا ‖ ز انتظارم دیدۂ باریک بیں آید برون

چوں سخن می گوئی از روئے تو می گوید سخن ‖ صورتے کز خامۂ نقاشِ چیں آمد برون

تا بدید انگشتریں لعلِ تو خسرو نہ دید

دیدہ کو آب از لبِ انگشتریں آمد برون

۱۵۲۱

نامِ گل بردن بہ پیشت بر زباں آید گراں ‖ دم زدن بے یادِ رویت از دہاں آید گراں

در[۳] تر از قے دل ارسنجم ترا با جانِ خویش ‖ از لطافت تو سبک آئی و جاں آید گراں

---

[۱] درین دو بیت ذیل زائد است ــ ہ

چوں بہ پشتِ زیں نشینی گر نہ دیدستی ببیں ‖ کز میانِ بید سرو راستیں آید برون

زہرۂ من بس کہ از دستِ جفا ہایت نہ شد ‖ خوں ہمی از چشمۂ چشم انگبیں آید برون

[۲] درین غزل محذوف است [۳] درین بیت ذیل زائد است ــ ہ

آں گرانی دارم از غم ہا کہ با ایں لاغری ‖ سایۂ او بر زمین و آسماں آید گراں

ابرویت در سینه ام بشکست و می لرزم ز بیم — کیں چنیں توزی بر آں زیبا کماں آید گراں
گر بمیرم از غمت روئے نه دارم جز آنک — بر چناں خاکِ عزیزاں استخواں آید گراں
گر خیالت بر دهانم بر زباں نارم از آنک — منتِ کم همتاں بر میهماں آید گراں
تنگ ناید عاشق از صد جور از جاناں رسد — گر بریزد ابر کے بر ناوداں آید گراں
گرچه موئے گشتم از غالیے گرانم بر همه — بوالعجب موئے که بر جمله جهاں آید گراں

گرچه پندِ دوستاں تلخ ست اے خسرو نکوست
کز طبیباں کن مکن برنا تواں آید بروں

۱۵۲۲

عافیت را[1] در همه عالم نه می یابم نشاں — گرچه می گردم به عالم هم نه می یابم نشاں
آدمیت را کجا بر تختهٔ طینت کنم؟ — کآدمی را از بنی آدم نه می یابم نشاں
مردمی جستن ز هر نامردمے نامردمی ست — چوں ز مردم در همه عالم نه می یابم نشاں
طالعم ناخوب وا ز اختر نه می بینم اثر — سینه ام مجروح وا ز مرهم نه می یابم نشاں
دل ز من گم گشت و من از دل بر ایں نطعِ بلا — از که خواهم جستنش کز غم نه می یابم نشاں

خسروم لیکن چو کے خسرو ز ترکانِ اهل
شهر بندِ ظلم از رستم نه می یابم نشاں

۱۵۲۳

آں که[2] فصلِ گل همی گویند اینک آمد آں — گل گریباں می درد از خجلتِ نسریں خزاں
شکرستانے ست گوئی باغ از شکر لباں — نیشکر عارے ست گوئی گلشن از عرعرداں
شاهدِ با طاعتِ باده ست کز وے زنده ایم — محتسب بگذار تا میرد میانِ مرتداں
ما کیائے زهدِ اهلِ فسق را خاکِ رهیم — چوں مغانِ معتقد در زیرِ پائے موبداں
بسترِ خاشاک کا سودیم و بر حقیقیم مست — بهتر از دیبائے پُر تشویش زریں مرقداں

---

[1] درین غزل محذوف است
[2] درین غزل محذوف است

هست فرق اندر میانِ دون و عالی همتاں — خانه‌ها از عود و صندل ساخت ایں او دیگراں
چوں جدائی خواست بود اے دوست دامن بر مچیں — قدرِ صحبتها بدان و قدر گیر از بحر داں
گرچه جوزائیم یا چوں فرقداں هم محرم ست — زاں که هم جوزا جدا خواهد شدن هم فرقداں
خسروا چوں هیچ عاقل را نه دیدی خوش دلی
خوش دلِ دیوانگاں و عاشقانِ هجراں
غ

۱۵۲۴
جانِ من از بے دلاں آخر گہے یادے بکن — ور به انصافے نه می ارزیم بے دادے بکن
شادمانی ماست از حسن و جوانی در سرت — شکر آں را یک نظر در حالِ ناشادی بکن
هر شبے مائیم و تنهائی و زندان و فراق — گر توانی از فرامش گشتگاں یادے بکن
گر به دولت خانهٔ وصلم نه خوانی اے پسر — بارے ایں جا آئے و سر در محنت آبادے بکن
امشب ایں هجرانِ عاشق کش نه خواهد کشتنم — اے مؤذن گر نه مردی بانگ و فریادے بکن
خاکِ کویت کردم اندر چشم تو زیں آب و گل — هم در ایں خانه ز بهرِ خویش بنیادے بکن
اشکِ خسرو را نهاں در کوئے خود راهے بده
جوئے شیریں را رواں از خونِ فرهادے بکن
غ

۱۵۲۵
چشم را در ملکِ خوبی شحنهٔ بیداد کن — غمزهٔ خوں خواره را بر جادواں استاد کن
زلف بر دستِ صبا نه تا پریشانش کند — خان و مانے را به هر موئے از آں آباد کن
تیغِ عیاری بکش سرهائے خستگاں ببر — پس طریقِ عشق بازی را ز سر بنیاد کن
اے که از حسن و جوانی مست و خواب آلودهٔ — گاه گاه از حالِ بیدارانِ شبها یاد کن
ناله را هر چند می خواهم که پنهاں بر کشم — سینه می گوید که من تنگ آمدم فریاد کن
دل به زلفت بستم ار در بندگی در خورد نیست — اے سرت گردم بگرداں گردِ سر آزاد کن
حسرت روئیت هلاکم کرد، از بهرِ خدا — روئے بنما و دلِ درماندهٔ را شاد کن

من نسیم زیں ہا کہ خواہم کہ از جنابت کشیم — خواہ فرمانِ ستم فرمائے و خواہی داد کن
ملکِ خوبی را شنیدم سکہ نو زد اے صبا — اولش جاں خدمتے دہ پس مبارک باد کن

سینۂ من کوہ دردست و بہ ناخن می کنم
آں کہ نامم بود خسرو بعد ازیں فرہاد کن

۱۵۲۶
عاشقاں را[۱] گہے از رخ نوائے تازہ کن — خستگان را گہ از پاسخ جفائے تازہ کن
غمزہ را آشفتہ ساز و خونِ ما برخاک ریز — خندہ را برلب گمار و خوں بہائے تازہ کن
بوسہ اے دزدیدہ خواہم گر نہ بدہی ظاہرا — وعدہ اے پوشیدہ دہ لب را گوائے تازہ کن
لعلِ تو درمانِ جان ست و لبم را دردمند — دردمندِ خویش را آخر دوائے تازہ کن
بے وفائی را دہاں بربستہ ای بکشا دہاں — یا ز ما خوں ریز یا با ما وفائے تازہ کن

صبح دم بوئے ز زلفِ خود سوئے خسرو فرست
ملکِ افریدون و خاقاں بر گدائے تازہ کن

۱۵۲۷
ترکِ من[۲] بر عزمِ رفتن تیر در ترکش مکن — غمزۂ خوں ریز را بر فتنہ لشکر کش مکن
زاں دلِ سنگیں چو کردی تیر پیکانِ فترہ — تا مرا جاں ہست درتن تیر در ترکش مکن
گر نہ داری زاں لبِ شیریں شکر ورزیدنم — خندۂ دزدیدہ زاں لبہائے شکروش مکن
پائے کوباں می رود خنگت بر آتش لاخ نہ — گو برائے جانِ ما را نعل در آتش مکن
چرخ مہ گم کرد و زلفت یافت پنہانش مدار — ہفت دوران ست سیارِ فلک آتش مکن

پیش رفت ست آبِ چشمِ خسرو از بہرِ وداع
ابر بارانی ست در رہ تنگ بر ابرش مکن

۱۵۲۸
ناز در چشم و کرشمہ در سرِ ابرو مکن — ور کنی خیر و بلا ہائے نظر ہر سو مکن

۱؎ درین غزل محذوف است — ۲؎ درین غزل محذوف است

باز می داری ز کشتن نرگسِ بدخواه را — ایں فسوں گیرانه می آید بر آں جادو مکن
بوسه ای دادی و کشتی وه که دیگر گاه گاه — در دعا شق را به درماں می کنی بدخو مکن
تیغ بر وے زن که پیشت لافِ آزادی زند — ما گرفتاریم تندی بر سرِ ابرو مکن
درد دل می گویم و با آں که خوئے نازکت — گر دل ایں جا نیست بارے سوئے دیگر رُو مکن
تشنهٔ خونِ مسلماں ست چشمِ کافرت — گر مسلمانی تو کافر گفتِ آں هندو مکن
پردهٔ عشاقِ تو صد پاره خواهد شد چو گل — باده را گستاخ با آں زلفِ عنبر بو مکن
من که از جاں دست شستم دادنِ پندم چه سود؟ — اے طبیبا رهوشیاری مرده را دارو مکن

اے که چوں خسرو گرفتار هوائے دل نه ای
عافیت خواهی نظر اندر رخِ نیکو مکن

۱۵۲۹ ت

بے وفا یارا چنیں هم بے وفاداری مکن — گر وفائے نیستت بارے جفاکاری مکن
چند گوئی "کز جفا کردن دلت را خوں کنم" — هر چه خواهی کن همیں از بنده بیزاری مکن
بر نیفتاد آخر از عالم نشانِ مردمی — شرم دار از مردمان و مردم آزاری مکن
چشم را دل می دهی در کشتنِ ما بے گنه — کافراں را در قصاصِ مؤمناں یاری مکن
آیتِ حسنی و رویت هدیهٔ دلها بس ست — بر لبِ شنگرف فام ایں رنگ نگاری مکن
در خیالش بے هشم چه چارهٔ پنداست اے حکیم — خوابِ دیوانه ست تعبیرے به هشیاری مکن

خسروا با او به عزت جاں برابر می نهی
هم بداں عزت که یادِ او بدیں خواری مکن

۱۵۳۰

تا کے اے[1] مه روے کیں انگیختن؟ — خونِ را بر خاک عمداً ریختن
تنگ بر بستن کمیتِ فتنه را — در شکارستانِ عشق انگیختن

---

[1] درین غزل محذوف است

که روا باشد به کوی عاشقان؟ — دل ز ما دزدیدن و بگریختن
جان به مهر خویش بستن وان گهی — کشتهٔ خود را به زلف آویختن
گشت خسرو موی از خود مگسلش
سهل باشد موی را انگیختن

۱۵۳۱
خویش را[۱] در کوی بی خویشی فگن — تا به بینی خویش را بی خویشتن
جرعهٔ بر خاکِ میخواران فشان — آتشی در جان هشیاران فگن
هر که را دادند مستی در ازل — تا ابد گو "خیمه در میخانه زن"
مرغ نتواند که در بندِ زبان — صبح دم چون غنچه بکشاید دهن
باد اگر بوی تو بر خاکم دمد — همچو گل بر خود بدرّانم کفن
از تنم جز پیرهن موجود نیست — جانِ من جانان شد و تن پیرهن
آن چنان بدنام و رسوا گشته ام — کز درِ دیرم براند برهمن
جز خیالش در بدن یک موی نیست — وز غمِ او هست یک مو هم بدن
معرفت خسرو ز پیر عشق جوی
تا سخن ملکِ تو گردد بی سخن — ت

۱۵۳۲
عمر رفت و نرفت عشق ز سودای من — ترک جوانان نگفت این دلِ شیدای من.
بسته به جانم کمر پیشِ بتان چون کنم — خاصیت این می دهد طالع جوزای من
تا به خرابات عشق دامنم آلوده گشت — بر سرِ بازارِ عشق هیچ نه شد پای من
پختنِ سودای وصل جان و دلم را بسوخت — چون نگرم خام بود این همه سودای من
آینه[۲] گر روی تست آهِ دل ای آهِ دل — علت اگر عشق تست وای من ای وای من

---
۱ درن غزل محذوف است
۲ درن بیت محذوف است

تو[1] قتالِ منی من به تماشاے تو — بهتر ازاین خود نه بود هیچ تمنّاے من
تا[2] تو به چشم آمدی از پسِ این، هیچ گه — در رخِ خوبان نه دید چشمِ گهرزاے من
پیش[3] نیامد مرا شکل گلے پیش چشم — پیش خسے نگذرد برلبِ دریاے من
قصه[4] بارانِ اشک بیش نه گویم ازآنک — درخورِ گوشِ تونیست لؤلؤے لالاے من
هرچه می داریم بنده اگر کشتنی ست — رنجه کن آں تیغ را بهر تقاضاے من

خسروِ بے دل زشوق بردرِ تو خاک شد
هیچ نه گفتی "کجاست عاشقِ تنهاے من"؟

۱۵۳۳ غ

اے[5] دل ازآں ها که رفت گرتوانی مکن — یادجوانی بلاست بیش تو دانی مکن
قسم خود اے جاں زتن حیله گرفتی کنوں — خانهٔ تودیگرست خیز و گرانی مکن
اے لب وچشمت بلا غمزهٔ پنهاں مزن — تیغ بزن آشکار داغ نهانی مکن
چند خراماں روی وه که بترس ازخدا — غارت پیرانِ راه بین وجوانی مکن
هرچه به خواهی زجور برسر افتادگاں — می به توانی ولیک گر بتوانی مکن

نرم ترم زن گره برسر ابروے یار
حالِ دلم دیده ای سخت کمانی مکن

۱۵۳۴

از[6] شبِ گیسوے تست روشنیٔ روزمن — از رخِ چوں انجمت روشنیٔ انجمن
تاکه شکسته دلم صحبتِ زلفت گزید — صحبتِ دل کرد اثر زلفِ تو شد پرشکن

---

[1] درین بیت محذوف است — [2] درین بیت محذوف است
[3] درین بیت محذوف است — [4] " " " "
[5] درین بیت ذیل زائد است ؎
اهلِ دل ار بیش ازیں کشتهٔ خوباں شدند ٭ باقی ازآنِ تواند دل نگرانی مکن
[6] درین غزل محذوف است

از سرِ زلفت نخاست این دلِ گردن زده[1] / من ز سرش خواستم گردنِ او را بزن
من همه سر می کشم پیشِ تو بے گفتِ تو / تو همه سر می کشی پیشِ من از گفتِ من
بر رخ خسرو بماند نقش ز خوبانِ دل
تا دلِ پر خونِ اوست نقشِ رُخت[2] را وطن

۱۵۳۵
اے دل بہ چشمِ عبرت نظارۂ جہاں کن / ظاہر نہاں چہ بینی نظارۂ نہاں کن
پرواز کن بہ ہمت بر پر بہ اوجِ عزت / جبریلِ اوجِ خود شو بر سدرہ آشیاں کن
چشمت چو تند گیری چوں پردہائے دیدہ / بکشای پردۂ دل سر پوش از آں رواں کن
عمرِ روندہ خواہی پایندہ تا قیامت / زنہار نام نیکو با عمر ہم عناں کن
گر تختِ عاج خواہی خود را بلند منگر / در خاک تست بادے زاں مشتِ استخواں کن
ور در صدف چنانی کآرند روئے در تو / آئینہ ہائے خود را آئینۂ جہاں کن
خسرو بہ مُلکِ شہرت چندت زبانِ ہرزہ؟
عالم ہمہ گرفتی شمشیر درمیاں کن

۱۵۳۶
یک رہ ز در بروں آ قصد ہزار جاں کن / قرباں ہزار چوں من بر چشمِ ناتواں کن
رویت بلاست بنما تا جاں دہند خلقے / در عہدِ خود ازیں سان رخ بلا گراں کن
از دیدنِ تو مردم تا بزیم و نہ میرم / در شخص مردۂ من خود را بیار و جاں کن
از نوک غمزہ تا کے خونہا کنی دمادم / شہرے بکشتن اکنوں شمشیر درمیاں کن
از کوششِ غمِ تو بگسست بند بندم / یک جرعہ مے ام دہ پیوند استخواں کن
از لب چو دیگرانم چوں شکرے بہ بخشی / بارے طفیلِ ایشاں خاکے در ایں و آں کن
گر دل بری توانی ور جاں بری ز من ہم
تسلیم تست خسرو خواہ ایں و خواہ آں کن

۱؎ درین غزل محذوف است ۲؎ درین غزل محذوف است

۱۵۳۷ د

تا چند کوشی آخر در خون بے گناہاں؟ آہستہ تر زمانے اے میرِ کج کلاہاں
چنداں کہ بینم آں رو چشمم نمی شود پُر چوں دیدنِ گدایاں بر خوانِ پادشاہاں
بے تو دو دیدہ چوں نیست از ہیچ گریہ فارغ من دادِ خود نیابم ہرگز ازیں گواہاں
من چشم باز کردم خاکِ درِ تو دیدم چوں کوریم نیاید از سرمۂ سیاہاں
غوغاست پیش رویت از عاشقاں کہ باشد بازار بردگاں را گرمی بچاشت گاہاں
عشاق روسیہ را لازم بود ملامت چوں لعنتِ ملایک بر نامۂ گناہاں
خسرو بہ زلف و حالش اندوہِ خود چہ گوئی؟
دانی کہ غم نیاید اندر دلِ سیاہاں

۱۵۳۸

اے دورمانده[1] از نظر دور ماندگاں بازآ کہ ہم بجان و سر دورماندگاں
عمرم بہ باد رفت و نیامد بہ سوئے من آں بادکاورد خبرِ دورماندگاں
مردم ز زندہ داشتنِ شب کہ در فراق دشوار می رسد سحرِ دورماندگاں
خلقے بسوزدم کہ رسیدند رفتگاں ایں ست داغِ تازہ ترِ دورماندگاں
بود بہ از نظارۂ دیدار رفتہ دیر ہر تحفہ کآید از سفرِ دورماندگاں
ہر شب رویم و گریۂ خونِ جگر کنیم آں جا کہ خود بود گذرِ دورماندگاں
ہر ساعتم ز خوردنِ غم خوابِ مردن است آیا ہمیں ست خوابِ خورِ دورماندگاں
دلہا شود کباب چو خسرو کند نفیر
چوں دورماندگاں ز برِ دورماندگاں

۱۵۳۹ غ

اے تیغ برکشیدہ چو مردم کشندگاں زنجیرِ خود بہ گردنِ گردن کشندگاں

---

[1] درین غزل محذوف است

وز رفتنِ تو مردہ شود زندہ زیرِ خاک — جانا مرو کہ باز بمردند زندگاں
چوں تو یکے نیافت اگر آبِ چشمِ من — ہر چند گشت گردِ جہاں چوں دوندگاں
ہر بامداد بر سرِ راہت روم بہ درد — بر سمِ حکایتت ہمہ روز از روندگاں
من دانم و کسے کہ چو من طالبِ کسے است — کعبہ چہ آگہ است ز پائے دوندگاں
بادے ست کآتشِ من از آں بیش می شود — چندیں کہ می دمند بہ گوشم دہندگاں
صبر و قرار جستم و دل گفت "صبر کن" — تا بر پریدہ اند ز دام ایں پرندگاں
بے چارہ خسروم کہ بے خوباں بجاں رسید
یا رب خلاص بخش مرا زیں کشندگاں

۱۵۴۰ — د

اے بے خبر ز دیدۂ بے خوابِ عاشقاں — تا سوختہ دلت زتف و تابِ عاشقاں
ذکرِ لب و دہانِ تو تسبیحِ بے دلاں — نعلِ سُمِ سمندِ تو محرابِ عاشقاں
شب خواب دیدمت بہ برِ خویشتن ولے — آں بخت کو کہ راست شود خوابِ عاشقاں
یک شب بہ میہمانی خونابۂ من آے — تا بے خبر شوی ز مے نابِ عاشقاں
گفتی "گر کُشتنِ تو ہوس دارم آشکار" — پوشیدہ نیست لطفِ تو در بابِ عاشقاں
گر چہ درونِ حجرۂ جانہاست جائے تو — ہم ایمنی خطاست زیرِ تابِ عاشقاں
مردن ہم رہا نکنی زیرِ پائے خویش — زیں گونہ ہم ببر مہ من آبِ عاشقاں
خسرو نزار و غمزۂ خوباں کشیدہ تیغ
شرمندہ می شویم ز قصابِ عاشقاں

۱۵۴۱ — غ

اے بادِ بوئے یار بدیں مبتلا رساں — در چشمِ من زخاکِ درش توتیا رساں
گر ہیچ از آں طرف گذرے افتدت زمن[1] — خدمت برو سلام بگوے و دعا رساں

---

[1] درین بیت محذوف است

یک تار بہرِ پرسشِ من زاں قبا بکش — تشریف پادشاہ بہ پیشت گدا رساں
آں دل کہ بردہ ای زمن ار نیستت قبول — باز آر و ہم بہ سینۂ ایں مبتلا رساں
گفتی کہ "نالۂ تو بہ یارِ تو می رسد" — آں جا کہ نالہ می رسد آں جا مرا رساں
از دیدہ غرقِ آب شدم مردمی بکن — ایں آب را نہفتہ بداں آشنا رساں
ما چوں[1] نمی رسیم بداں آرزوے دل — یارب تو آرزوے دلِ ما بما رساں

خسروؔ کہ از فراق خیالے شد اے صبا
از جانش درد رُبا وُ بداں دل رُبا رساں

۱۵۴۲ غ

برداشتن نظر ز نگارے نمی تواں — ور نیز می تواں ز تو بارے نمی تواں
از چوں تو گل نگو کسے آستیں کشد — دامن کشیدن از سر خارے نمی تواں
گر در کشید گردنِ خورشید را دوال — جز در رکاب چوں تو نگارے نمی تواں
چوں[2] صید طرۂ تو نہ گشت ست آسماں — مہ را گرفتن از دمِ مارے نمی تواں
دریا شد از ہوائے لبِ تو کنارِ من — آخر کم از لبِ چو کنارے نمی تواں
باآں کہ در شکنجۂ غم بستہ ماندہ ام — ہم باز ماندہ از تو چو یارے نمی تواں

خسروؔ ز دور در تو درودے ہمی دہد
چوں بر درت ز دیدہ نثارے نمی تواں

۱۵۴۳ ب

بشکست عشق یارب جانم چناں دروں — کز عافیت نماند نشانے در آں دروں
خوناب گشت و کشتہ نمی گردم ہنوز — آں آتشے کہ ہست دریں استخواں دروں

---

[1] درن بیت ذیل زائد است ہ

جانے خراب دارم و دردستِ نامِ او ※ ایں درد را گرفتہ بہ نزدِ دو ا رساں

[2] بیت محذوف است درن

هر کس زدے زمُردنِ فرہاد داستاں ‏ ما نیز آمدیم درایں داستاں درون
یارب کسے بود کہ زبانم بروں کشد ‏ یک دم زنالہ می نرود از دہاں درون
گفتم چو دیدمش کہ بجانش دروں کشم ‏ او رفت بے اجازتِ من خود بجاں درون
در ہر دلے کہ در نرود دلبرے بسوز ‏ آتش بخانہ اش کہ نشد میہماں درون
خوش وقت آں زماں کہ بود گاہِ مردنم ‏ آں بت درآید از درِ من ناگہاں درون
مردم بر آستان و نرفتم دروں کنوں ‏ خاکم نگر کہ باد برد آستاں درون
اے[1] مرغِ جاں بخندیکے تا بروں پرد ‏ مرغے کہ برنشست درایں آشیاں درون
گفتی کہ "خسروا بہ دلم جاے کردہ ای"
خشنودم از درم نہ بری یک زماں درون

۱۵۴۴ دل می بری و در خمِ مو می کنی مکن ‏ آزردنِ دلِ ہمہ خوں می کنی مکن
تو جور می کنی و من از دیدہ می کشم ‏ ایں شیوہ گرچہ نیک نکو می کنی مکن
خلقے ز بوے تو ہمہ دیوانہ گشت و مست ‏ بالاے تو گل ز بہر چہ بو می کنی مکن
گاہم[2] زرخ نمائی و گہ زلف می کشی ‏ بے رشتہ ام بہ چاہ فرو می کنی مکن
خوں می کنی دلِ من و بندی بہ زلفِ خویش ‏ خود می کنی و بر سرِ او می کنی مکن
جاے دگر مدہ دلِ گم گشتہ را نشاں ‏ آوارہ ام چہ سوے بہ سو می کنی مکن
گفتی کہ "خسروا چہ کنم کت بود خلاص؟"
آں شانہ را کہ در خمِ مو می کنی مکن

۱۵۴۵ اے دیدہ[3] بیش در رخِ جاناں نظر مکن ‏ ور می کنی بر آں بتِ بیداد گر مکن

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین بیت محذوف و بیت ذیل زائد است
لرزاں ست بر تو جانِ من از آہِ بے دلاں ٭ گر گہ کہ گشت بر لبِ جو می کنی مکن
[3] درین غزل محذوف است

اے دل نہ ماند طاقتِ آنم کہ بشنوم — با من ہمہ بکن سخن آں پسر مکن
می رفت و من بہ خاک نہادہ سرِ عزیز — گر وے نہ دید یارب ازایں خوار تر مکن
جاں خواہدم برآمدن اے باد زینہار — از زیرِ موئے زلفِ پریشان و تر مکن
گفتم "نہ ماند خواب و خورم در غمِ تو" گفت — "آخر ز عاشقی سخنِ خواب و خور مکن"
اے خرہ سوار شکلِ تو ما را خراب کرد — یک مردمی بکن کہ ازایں سوگذر مکن
اے ماہِ نو ز حلقہ بہ گوشانِ بندگیت — ما بندہ ایم حلقہ در آں گوش در مکن

خسرو بر آستانِ تو افتاد و خاک شد
خواہی در او نظر کن و خواہی نظر مکن

۱۵۴۶

عزمِ[۱] بروں چو مست خمارے شوی مکن — تاراجِ نقشِ آذریٔ مانوی مکن
جاں کش نخست در قدمِ شب روانِ عشق — خوبی ولے چہ سود کہ بد می شوی مکن
گرچہ خوش است جور و جفاہائے نیکواں — لیکن اگر نصیحتِ من بشنوی مکن
کج می نہی بہ گاہِ خرامش بہ دیدہ پائے — افگار گشت چشمِ من ایں کج روی مکن
گیرم کہ از لبم نہ رسانی گل انگبیں — بارے بدیں سخن دلِ دشمن قوی مکن
بنمائے رو و چشمِ مرا منتظر مدار — بکشائے زلف و کارِ مرا یک توی مکن

عشق آفت است خسروِ یارا بہ ہوش نہ
تسلیم شو بہ بندگیٔ خسروی مکن

ب

۱۵۴۷

اے دل ز وعدۂ کج آں شوخ یاد کن — خود را بہ عشوہ گرچہ دروغ است شاد کن
بنویس نامہائے رواں کن بہ دستِ اشک — لیک اوّل از سیاہیٔ چشمم سواد کن
تا چند خود مرادہ کنی صد ہزار کار — یک کار بر مرادِ من بے مراد کن

---

۱ درین غزل محذوف است

اینک سوارہ می رود و تا بہ بینمش ‏ اے آبِ دیدہ یک نفسے ایستادہ کن

خسرو چو زرِ عشق بہ جاں باختی کنوں

ماندی سرے بہ دست گرا و راز یاد کن

۱۵۴۸ لہ

اے دل علم بہ ملکِ قناعت بلند کن ‏ بر آتشِ درونہ آں جاں سپند کن

آں کش ریاضتے نہ بود خود ز نند نہ ‏ وآں کش محاسنے نہ بود ریش خند کن

آں کوسِ عقل بر درِ سلطانِ عشق زن ‏ ویں تاج لفگن از سر و نعلِ سمند کن

تا چند زاغ مذبلہ بختے ہمائے باش ‏ خود را بہ نامودنِ خویش ارجمند کن

جاں کش بخست در قدمِ شب روانِ عشق ‏ برجِ حصارِ چرخ ز ہمت کمند کن

دشمن گرت ز پستیٔ ہمت لگد زند ‏ تو خاکِ راہِ او شو و ہمت بلند کن

سنگ ار یکے زنند دعا شاں دو بارہ گوئے ‏ کبر ار یکے کنند تواضع دو چند کن

ایں آستانہ ملکِ کسے زانِ دیگر است

خسرو برو تو ہیچ کسے را پسند کن

۱۵۴۹ ۲ ‏ غ

جانا شبے بہ کوئے غریباں مقام کن ‏ چوں جاں دہیم در کفِ پایت خرام کن

داری بہ زیرِ غمزہ و لب مرگ و زندگی ‏ تا چند جاں دہم بہ زباں ناتمام کن

دعوائے خوں بہانۂ دلِ خویش می کنم ‏ یک بوسہ بر لبم زن و قطعِ کلام کن

مے کت حلال باد بنوش و بروں خرام ‏ بر زاہدانِ صومعہ تقویٰ حرام کن

اے بادِ صبح دم چو بداں سوئے بگذری ‏ از من سگانِ آں سرِ کو را سلام کن

اے دل چو سوختی ز ہوس ہائے خامِ خویش ‏ عمرِ عزیز در سرِ سودائے خام کن

لہ درین غزل محذوف است ‏ ۲ درین دو بیت ذیل زائد است ‏ سہ

یک کاسہ نیم خوردۂ خود بر زمیں بریز ‏ در کامِ مردہ شربتِ یحییٰ العظام کن

تا بو کہ بر لبِ تو رسم خونِ من بریز ‏ واں گہ بہ جامِ بادۂ رنگیں بہ جام کن

خسرو نظر در آں رخ و واں گہ حدیثِ صبر
اندازۂ تو نیست زباں را بہ کام کن

۱۵۵۰ غ

امروز باز شکلِ دگر گشت یارِ من — یادے نہ کرد از من و از روزگارِ من
صد رہ فتادہ بر رہِ خویشم بدید و ہیچ — رحمت نہ کرد بر دلِ امیدوارِ من
مردم در آرزوئے کنارے ؤ بختِ بد — ننہاد آرزوئے من اندر کنارِ من
عمرم در انتظار شد و یک دم آں حریف — نامد کہ وائے بر من و بر انتظارِ من
گہ آہ و گاہ گریہ ؤ زاری ؤ گہ نفیر — یارب کجا شد آں ہمہ صبر و قرارِ من ؟
گر من بہ کوئے می دوم از بہرِ یک نظر — تا با کہ گشت می زند آں شہسوارِ من ؟
اے مردماں بہ زہرہ ؤ مہ بنگرید لیک — زنہار منگرید بہ سوئے نگارِ من
ایزد کجات بہرِ ہلاکِ من آفرید؟ — اے آفتِ دلِ من و آشوبِ کارِ من
دشمن بدید گریۂ خسرو دلش بسوخت
ہرگز نہ گفتیش کہ بس اے دوستدارِ من

۱۵۵۱

باز آمد آں کہ سوختۂ اوست جانِ من — خوں گشتہ از جفاش دلِ ناتوانِ من
ہر چند بیمش ہوسم بیش می شود — روزے در ایں ہوس رود البتہ جانِ من
آں جا طلب مرا کہ بود گردِ توسنش — روزے اگر ز خاک نہ یابی نشانِ من
اے[1] زاہد آں قدر کہ دعا می کنی مرا — نامش بہ گوئے بہرِ خدا از زبانِ من
داغِ غلامیٔ تو دریغم بود از آنک — ہیچ ست و باز ہیچ نہ یابی کرانِ من
گفتی "حدیثِ بوسہ تو دانی ز من مپرس" — زیرا نہ گنجد ایں سخن اندر دہانِ من
چوں[2] نالم از غمِ تو کہ پروردۂ وے ست — گر بشکنند بند ز بند استخوانِ من

---

[1] در ن بیت محذوف است [2] در ن بیت محذوف ست و بہ جایش بیت ذیل زائد است ؎
بیگانگی مکن چو در آمیختی بہ جاں ؛؛ جاں خود از آنِ تست و خلاصِ تو آنِ من

اے مہر آرزوئے ز خسرو بتافتی
شرمت نیامد از من و اشکِ روانِ من

۱۵۵۲

اے بودہ[1] در قفائے تو دائم دعائے من — بیگانگی مکن کہ شدی آشنائے من
دست از جفا بدار وگرنہ دعا کنم — تا دادِ من ز تو بستاند خدائے من
گر من دعا کنم بہ سحرگاہ وائے تو — گر دست من نگیری صد بار وائے من
تو از برائے عشقی و عشق از برائے تو — من از برائے دردم و درد از برائے من
تو بادشاہِ حسنی و خسرو گدائے تو
اے جاں بگو کہ کیست فقیر و گدائے من؟

۱۵۵۳

کم زاں کہ جاں[2] بہ کوئے تو دانیم سوختن — گر جملہ وام را نہ توانیم سوختن
گر تو نظارہ آئی و یا پرسشے کنی — ما را کدام چارہ بہ از جامہ دوختن
در پردہ پوشی ام چہ کنی کوشش اے رقیب؟ — جہل است چاک دامنِ دیوانہ دوختن
جانا مدہ اگر دو جہانت دہند از آنک — یوسف بمن یزید نہ شاید فروختن
شبہائے من سیاہ تر است ار چہ نیم شب — از آہِ من چراغ تواں بر فروختن
دعوئے عشق کردہ خسرو ببایدت
چوں ہندواں در آتشِ غم زندہ سوختن

۱۵۵۴

خوش ست[3] میکدہ ساقی بروئے ہم نفساں — ز جامِ ساقی دوشینہ جرعہ اے برساں
محقق است کہ خیاطِ غیب روزِ ازل — نہ دوخت خلعتِ رندی بقدِ بوالہوساں
بہ کنج میکدہ بنشیں مدام و قانع باش — کہ خونِ خویش خوری بہ کہ مے ز دستِ کساں
چراغِ عیش برافروز از شراب کہ زود — شود ز دستِ تو رغبت چو روغنِ بلساں

---

[1] دریں بیت محذوف است
[2] دریں بیت محذوف است
[3] دریں بیت محذوف است

کسے کہ گوہر ذاتیش بے خلل باشد   چہ التفات نماید بہ اختیار خساں؟
نہفتہ دار قدح را درونِ خلوتِ خاص   روا مدار کہ افتند اندرو مگساں
بیار بادہ کہ ما را نہ ماند چوں خسرو
غمے ز شحنہ و قاضی و بیمے از عسساں

۱۵۵۵   غ

رواے[۱] صبا و سلام بدل نواز رساں   نیاز بندہ بداں شوخ عشوہ ساز رساں
بہ جان کاستہ افسانۂ فراق بگو   بہ شمع سوختہ پروانۂ گداز رساں
کجائی اے کہ دلت بر ہلاک ناخوش بود؟   بیا و مژدہ بداں لعل دل نواز رساں
من آں چہ می کشم اندر درازیٔ شبہا   بہ روزگار سرِ زلفِ او فراز رساں
دلم ببردی و ترسم کہ درد آں رسدت   دلم بہ زلف نگہدار و درد باز رساں
حریف می طلبد نرگسِ مقامر تو   خبر بہ حلقۂ مردانِ پاکباز رساں
چو نیم خوردۂ خود بادہ بر زمیں فگنی   بگو بہ روحِ ستم کشتگانِ ناز رساں
زناز ایں ہمہ نتواں فروخت بر خسرو
شکستہ را قدرے مرہمِ نیاز رساں

۱۵۵۶

نظر چہ گونہ تواں[۲] در ہمہ جہاں کردن   چو نیست آں کہ بہ رویش نظر تواں کردن
بہ ہر چہ بے رخِ تو بینش از ایں نظر کردم   بہ جانِ تو کہ پشیماں شدم از آں کردن
بہ فتویٔ خطِ تو کایتے ست در خوبی   حلال نیست تماشائے بوستاں کردن
چو کعبتیں شگرف ست چشمِ تو کہ چناں   مقام را نہ تواند از استخواں کردن
گراں کنی دل اگر گویمت کہ "سنگ دلی"   اگر نہ سنگ دلی چیست دل گراں کردن

---

۱ درون بیت ذیل زائد است سہ
بردم و نکشادم غمش چو جاں بہ ہم ※ بہر حکایت و بر محرمانِ راز رساں
۲ درون غزل محذوف است

غمت که دانهٔ دلها خورد عجب مرغیست   که جز به سینه نمی یارد آشیان کردن
عنان صبر شد از دست در چه آویزم؟   که هیچ می نتوان دست در عنان کردن
غلام تو شوم ار التفات کم نکنی   خدای صبر دهادت بدین زبان کردن

پر آب دیده شدم کشتیی همی باید
بدین طریق مرا عمر بر کران کردن

۱۵۵۷

صواب نیست[1] به تو فکر حور عین کردن   خطاست نسبت زلفت به مشک چین کردن
برای خاطر دشمن ز دوست برگشتی   روا نباشد با دوستان چنین کردن
شکارهٔ اے نه بر دهان ز تیر غمزهٔ تو   چه حاجت است به هر جانبی کمین کردن؟
هزار جان گرامی هنوز کم باشد   فدای خاک ره مرد دوربین کردن
مکن تعجب از این داغ مے بر این خرقه   به حشر خواهم از این داغ بر جبین کردن

ندارد از تو دمی صبر در جهان خسرو
مگس شکیب ندارد ز انگبین کردن

۱۵۵۸

میسر ار شود از چون تو نخل برخوردن   ز شاخ عمر توان میوه‌های تر خوردن
من از لب تو خورم خون تو از دل و جگرم   چه دوستی بود این خون یکدگر خوردن؟
چو مفلسان هوسناک با تو چند از دور   به وهم خویش در اندیشه گل شکر خوردن
گر این گل است خود از خاک در دهنم   که تو به خوردن می من به خاک در خوردن
غمت که لقمهٔ جان است کی تواند خورد؟   شکم پرست که نشناسد او مگر خوردن
چنین[2] که سر زده در کوی دوستی قتل ماست   نه آنشیم بخواهیم یا به سر خوردن
به غمزهٔ تو کشان می بود دلم ورنه   کسی به خود نرود دشنه بر جگر خوردن

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت محذوف است

به جاں پذیر نه از دیده زخم او خسرو
که عاشقی نه بود زخم بر سپر خوردن

ت

1559
چنیں که بے تو زمانے نمی تواں بودن — نه مردمی بود از چشمِ ما نہاں بودن
دمے به سوئے من آ ارچه عیبِ شاہاں ست — به کنجِ محنتِ درویش میہماں بودن
ز دیده گوہر و دُر بر درت فشانم از آنک — نه دوستی ست به کوئے تو رائیگاں بودن
صبور بودنم از دیدنِ رُخت گویند — چرا ز دیده نه باشم اگر تواں بودن
نه جانِ من نه ہمانا برون روی ہمه عمر — چنیں که خوئے شدت درمیاں جاں بودن
ملامتت نه کنم کر جفا کنی زیراک — رہا نمی کندت حسن مہرباں بودن
به بندِ سخت شدن در شکنجه جاں دادن — از آں به است که در بندِ نیکواں بودن
طریق بوالہوساں ست نے رہِ عشاق — ز عشق لاف پس از فتنه بر کراں بودن

مپرس قصهٔ خسرو چه جائے پرس آں را
که حیرتِ رُخت آموخت بے زباں بودن

1560
اگر بنخواہمش[1] آں روئے دلستاں دیدن — به ہیچ روئے نه خواہم به گلستاں دیدن
چو روئے او نگرم جاں دہم که حیف بود — چناں جمالے واں گه به رائیگاں دیدن
رخش بدیدم و شد سرخ چشمِ من پیشش — به شیر دیدم و خونم نمود آں دیدن
بسے زیانِ دل و جاں به ہجرِ او دیدم — که ہیچ سود نه دیدم از ایں زیاں دیدن
تمام ہستیِ من برد، گر کند نظرے — نه خواہم آں ہمه را ہیچ درمیاں دیدن
نگارِ من زخمِ جعد یک گره بکشا — مگر که دل بتواند خلاصِ جاں دیدن
کران گریه نمی بینم از غمت ویں سیل — به غایتے ست که نتوانیش کراں دیدن
ہزار خوں به زمیں ریختی و گر گویم — ز شرم سوئے زمیں چیست ہر زماں دیدن؟

---

[1] درین غزل محذوف است

چو در به بند خسرو گرش بریزی خون
زهی محال که با زآید از چنان دیدن

۱۵۶۱ و

ز زلف تو کمر فتنه بر میان بستن
زمن به یک سر مویت همه جهان بستن

دل پر آتش من زان به زلف در بستی
که بس عجب بود آتش به ریسمان بستن

ز عشق طرهٔ تو نافه می کند آهو
وگر که چند گره بر شکم توان بستن

نگار بستن تو جادوئے ست اندر دست
کزان نگار توان دست جادوان بستن

زناتوانی چشمت جهان چو گشت خراب
طبیب را نه بود چاره از دکان بستن

نه بست[1] خسرو مسکیں دلے به تو که تراست
اگرچه چیز کشاید ازاین میان بستن

۱۵۶۲ و

دلم که سوخت ز عشقش چراغ جان من ست آں
غبار کز تو رسد نور دیدگان من ست آں

مسوز جان دگر عاشقان بداں غم خود
که من ز رشک بمردم که حق جان من ست آں

بر آستانت که حالے ز خون دیده نوشتم
بخواں که درد فزاید که داستان من ست آں

به خاک کوئے تو مردن که خواستم به دعا من
تو نام اجل نهی و عمر جاودان من ست آں

شد ارچه خار مغیلاں ز هجر بستر خاکم
چو یاد می دهدم از تو پرنیان من ست آں

اگرچه گوشهٔ غم ناخوش است بر همه لیکن
چو در خیال تو ام باغ و بوستان من ست آں

گر اے صبا روی آں جاں به جان عاشق بگوئے
زمن ولیک نه گوئی کز زبان من ست آں

شود به راه تو خسرو چو خاک تا بنشانی
غبار با چو نه دانی که استخوان من ست آں

---

[1] درین مقطع محذوف و بیت ذیل زائد است ؎

خیال روئے تو شد شهر بند سینهٔ من ٭٭ همائے را نه تواں جز به استخواں بستن

۱۵۶۳ ق

بیار ساقی و جامِ شراب در گرداں | خراب کردهٔ خود را خراب تر گرداں

ز بهرِ دُرد کشاں آبگینه حاجت نیست | یکے سفالِ شکسته بیار و در گرداں

هنوز عقل ز تو دیر می دهد خبرم | لبالبم دو سه پیش آر و بے خبر گرداں

گر آں حریفِ مرا بینی اے صبا جائے | خبر دهیش از ایں مستمند سرگرداں

به ترکِ صحبتِ دیرینه گفتمش هوس ست | به فضلِ خویش خدایا دلش دگر گرداں

کساں به یاربِ او مست و بے خبر یارب | که پیشِ تیرِ همه جانِ من سپر گرداں

نماند خسرو لب خشک و ز آهِ گرم آخر
گہے به پرس و زبانے به لطف در گرداں

۱۵۶۴

دریغ[۱] صحبتِ دیرینهٔ وفا داراں | خوش آں نشاط و تنعّم که بود با یاراں

چو از شگفتنِ نوروز عیش یاد کنم | به چشمِ من گل اگر نیستند از آں یاراں

چو دوستانِ وفا دار رخت بر بستند | جهاں چگونه تواں دید بے وفا داراں

پدید نیست یکے هم از آں تعالی الله | نه بوده اند مگر آں خجسته دلداراں

فراق کرده دلِ ما خراب و مرهم نه | به حقهٔ فلک از بهرِ ایں دلِ افگاراں

دلا بداں که به تعبیر هم نمی ارزد | جهاں که صورتِ خواب است پیشِ بیداراں

عزیزِ من به متاعِ زمانه غرّه مشو | که آں ست دارفے کیسه برانِ و طراراں

چو عمر می رود از حرص و آز جاں چه کنی؟ | به هرزه چند تواں کرد کارِ بیکاراں؟

صلاحِ نفس مجو خسروا ز دلِ خود از آنک
طبیب مرده نه سازد علاجِ بیماراں ۔

۱؎ در ن غزل محذوف است

۱۵۶۵
آخر نگاہے[۱] بر حال ما کن — دردِ دلم را روزے دوا کن
از دستِ ہجراں من در بلایم — یا رب بہ فضلت آں را ادا کن
گفتی "بہ وصلت روزے نوازم" — وقت ست جانا وعدہ وفا کن
من در فراقت شوریدہ حالم — باز آے و رحمے بر حال ما کن
صد رہ نویدم دادی بہ وصلت — امید ما را بارے وفا کن
از خوب رویاں زشتی نشاید — ایں زشت روئی آخر رہا کن
زیں بیش ما را از خود میازار — اندیشۂ آخر روزِ جزا کن
در عشقِ خسرو دل را چہ قیمت؟
جان و رواں را پیشش فدا کن

۱۵۶۶ — غ
سبزہ ہماں و گل و صحرا ہماں — باغ ہماں سایہ ہماں جا ہماں
گر دِ چمن شاہد زیبا بسے — در دلِ من شاہد زیبا ہماں
پہلوئے من صدبت جاں بخش وائے[۲] — آں کہ مرا می کشد الا ہماں
در چمنے ہر کس و من بر درش — باغِ من آن ست و تماشا ہماں
نام نماند از دل و جان و ہنوز — عشق ہماں ست و تمنّا ہماں
چشم مرا سیل ز دریا گذشت — سوختگیِ دلِ شیدا ہماں
قہر تو لطفے ست کہ عشاق را — خارِ ہماں باشد و خرما ہماں
فرقِ میانِ دولت کے تواں — خضر ہماں ست و مسیحا ہماں
از تو بلا وز دلِ خسرو رضا
کز تو ہماں شاید و از ما ہماں

---

[۱] درین غزل محذوف است   [۲] درین بیت محذوف است

۱۵۶۷ غ

روے ترش کرده بہ یاران مبین — سرکہ فروشی مکن اے انگبین
چاه مزن زیر لب چون سمن — رخنہ مکن در شکم یاسمین
روے زمین را تویی آبِ حیات — تشنہ ز تو ہر کہ بہ روے زمین
زلف کہ شد طوق گلوے تو کرد — سلسلہ در گردنِ ماہِ معین
بے گنہے چشم زما بر مگیر — بے جہتے چہره زما در مچین
لیک از آن چشم کمین می کنی — دیدهٔ بد نیز بہ بین در کمین
پاے بریں دیدهٔ پر خون منہ — بیہده در خون و دلم منشین
اے کہ ز روے تو جہان روشن است — آهِ منِ سوختہ را ہم ببین

خسروِ آخر چو سگ از خود مران
چند چو روبہ کنیم پوستین

۱۵۶۸ غ

اے سمن نامۂ وفا بستان — نسخہ زان روے دلربا بستان
وے بنفشہ ز رشکِ طرهٔ تو — کوژپشتی بر او عصا بستان
خاک او توتیا شد اے نرگس — دیده بفروش و توتیا بستان
گر توانی بدو رسانیدن — یک سلام از من اے صبا بستان
پس بگو کز دو چشم فتنہ پرست — بده انصاف ما و یا بستان
روے چون ماه را بہ چرخ نماے — ہفت آئینہ رونما بستان
بہ سلامے بخر مرا از من — چشم گریانم آشنا بستان
پس بہ چشمِ خیالِ خود بفروش — لیکن از چشمِ خود رضا بستان
دل ببردی و جان ہمی خواہی — گر بخواہی ستد بیا بستان
زر چہ جویی ببین رخِ زردم — وز غمِ خویش کیمیا بستان

نامۂ ما اگر نہ می خوانی   قصہ بارے ز دستِ ما بستاں
داد خسرو ز دست قصۂ ہجر
از برائے خدائے را بستاں

۱۵۶۹ ب
عالم[۱] از جامِ لب خراب مکن   تہمت اندر سرِ شراب مکن
ہر زماں تافتہ مشو برما   تو مہی کارِ آفتاب مکن
باچناں رہ مرو بہ غارتِ شب   کارِ دزدی بہ ماہتاب مکن
گرچہ زاں غمزہ فتنۂ شہری   امشبے آرزوئے خواب مکن
ور ترا آرزوئے کشتنِ ماست   غمزہ خود می رود شتاب مکن
از دہانِ تو آم سوالے ہست   گر نہ داری دہن خواب مکن
چشم از گریہ یک زماں باز آر   خانۂ مردماں خراب مکن
بے چراغ ست خانۂ خسرو
ہر زماں روئے در نقاب مکن

۱۵۷۰
گواہِ[۲] جبین ست بر دَرِ دمن   سرشکِ رواں بر رخِ زردِ من
بہ بخشائے بر نالۂ عندلیب   الاائے گلِ نازپرورِ دِمن
کہ گر ہم بدیں نوع باشد فراق   بہ کوئے تو آرد صبا گردِ من
کہ دیدہ ست ہرگز چنیں آفتے؟   کز و می برآید دمِ سردِ من
فغانِ من از دستِ جورِ تو نیست   کہ از طالعِ مادر آوردِ من

---

[۱] درن دو بیت ذیل زائد است ؎
خیمۂ حسن را بہ صحرا زن   گردنِ عاشقاں طناب مکن
زلفِ خود را بہ زیرِ گوش منہ   دامِ ماہی بہ زیرِ آب مکن
[۲] درن غزل محذوف است

من اندر خورِ بندگی نیستم — وز اندازہ بیروں تو در خوردِ من
تو دردے نداری کہ دردت مباد
ازآں رحمتت نیست بر دردِ من

۱۵۷۱
دلِ[1] شکیبا نمی تواں کردن — واشکارا نمی تواں کردن
سوخت جانم درونِ تن چہ کنم؟ — پردہ بالا نمی تواں کردن
گفتی "اندر دلِ تو پنہاں کیست؟" — آہ پیدا نمی تواں کردن
گرچہ گویند ہرچہ زیبا نیست — ترک زیبا نمی تواں کردن
بخت بد بہ نگردد از کوشش — خار خرما نمی تواں کردن
"صبر گویند" خسروا دانی؟
دانم امّا نمی تواں کردن

۱۵۷۲
منِ[2] خستہ رازانِ خود کن ببیں — یک امروز مہمانِ خود کن ببیں
مخور بادہ آئینہ در پیش دار — نظر در گلستانِ خود کن ببیں
نہ دیدی کہ مہ در گریباں بود — سر اندر گریبانِ خود کن ببیں
اگر نشکند دُر ز دندانِ تو — یکے زیرِ دندانِ خود کن ببیں
چہ گوئی کہ "خسرو ازآنِ من است"
منِ خستہ رازانِ خود کن ببیں

۱۵۷۳
چہ کنم کز[3] دلِ من آں صنم آید بیروں؟ — ب یا دل از سلسلۂ خم بہ خم آید بیروں
آخر اے آہِ دروں ماندہ دمے بیروں رو — مگر از دل قدرے دودِ غم آید بیروں
مژۂ تست چو پیکانِ کج اندر جگرم — بکشم لیکن با جاں بہم آید بیروں

---

[1] دریں غزل محذوف است   [2] دریں غزل محذوف است
[3] مطابق نسخۂ ن

جاں رود لیک دم مہر و وفایت گردد   آخر آں روز کہ از سینہ ام آید بیروں
من و رسوائی جاوید کہ عشق تو بلاست   ہر کہ افتاد دریں فتنہ کم آید بیروں
گر معمائے خطت را بہ خرد برخوانند   قصّہ اے بیدلے از ہر رقم آید بیروں
چنگ را ماند خسرو کہ زند چوں رہِ عشق
نالہ از ہر رگِ او زیر و بم آید بیروں

ت
۱۵۷۴
اے تکلّف و[1] بالایت بلا از بہرِ جانِ مردماں   بس کن ز جولاں ورنہ شد از کفِ عنانِ مردماں
تا بر نہ خواہد آمدن ناگہ ز کویت آتشے   آگہ نہ خواہد شد دلت زآہِ نہانِ مردماں
بادے ز زلفت می وزد جانے ز ہر سو می برد   کو آں کہ بودے پیش ازیں سنگِ گرانِ مردماں
ہر ذرّہ از خاکِ درش جانے دو سہ گردش دواں   یا رب چہ سرگردانی ست از بہرِ جانِ مردماں؟
پنہاں سگم خواندی خوشم گیرم کنندی لقمہ اے   بارے بہ سنگے شاد کن سگ را میانِ مردماں
ہر شب من و کنجِ غمت گویند خلقے «با توام»   آخر ز صد شب ہاست کن یک شب گمانِ مردماں
آخر مسلمانے ست ایں آں غمزہ را بندی بدہ   تاراجِ کافر تا بہ کے در خان و مانِ مردماں
من بر درِ تو ناکساں آخر ہمی بار آورد
ناخواندہ چوں مہماں رود خسرو بہ خوانِ مردماں

د
۱۵۷۵
چہ بلاست[2] از دو چشمت نظرِ نیاز کردن   مژہ را کشادہ دادن درِ فتنہ باز کردن
چو کمالِ صنعِ بے چوں ز جمالِ تست پیدا   نتواں حدیثِ عشقت ز رہِ مجاز کردن
ہمہ خوابِ مردماں شد بہ دو دیدہ تلخ یا رب   ز کجات گشت شیریں حرکاتِ ناز کردن
چہ خوش ست باد خلوت کہ دہد سرشکِ خونیں   ز خراشِ دل گواہی بہ زبانِ راز کردن
تو بہ خسپِ خویش کہ ما را ز غمش چو شمع خوش شد   ہمہ روز زندہ بودن، ہمہ شب گداز کردن
بہ جفات دل بہادم بکن آں چہ می توانی   چہ کنم نہ می توانم ز تو احتراز کردن

---

۱ مطابق نسخۂ ن   ۲ مطابق نسخۂ ن

به هوس خدا کنم جاں به درت که نیست عالے — پسرِ سبکتگیں را هوسِ ایاز کردن

صفِ عاشقاں ست اینجا مدہ اے فقیه زحمت — که به شهرِ بت پرستاں نتواں نماز کردن

چه بُوَد متاعِ خسرو که کند نثارِ جاناں؟

مگسے چه طعمه راند به دهان باز کردن؟

غ

۱۵۷۶ له

گر ز شوخی نیستت پروائے من — رحمتے بر چشمِ خوں پالائے من

ناگهاں گر گشتِ کویت می کنم — چشمِ من در غیرت ست از پائے من

من چو جاں بدهم سگِ خود را بگوئے — تا نگهدارد به کویت جائے من

سوزشِ من از چراغِ خانه پرس — کوست سوزاں هر دم از سودائے من

سنگ هائے کاں به کویت می خورم — گو، گوارا باد بر رسوائے من

جانِ خسرو در دو چشمت یک نظر

گرچه سر زد ایں قدر کالائے من

د

۱۵۷۷ لهٔ

یا ربے فرماں دلِ من همچناں — یک دمے باقی و همدم همچناں

شانه کردن زلف را چندیں چه سود؟ — بسته چندیں دل به هر خم همچناں

هر کسے پندے شنید و صبر کرد — کارِ من دشوار و درهم همچناں

عشق صد گونه بر من فگند — کفرائے امیدِ من کم همچناں

هر شبے تا روز با خود بهر صبر — صد فسانه گویم و غم همچناں

جاں نفس بشکست و در پرواز شد — دل به دامِ فتنه گر کم همچناں

شد زیاراں دیده خسرو را خراب

عشق را بنیادِ محکم همچناں

له و لهٔ هر دو مطابق در نسخهٔ ن

ت

۱۵۷۸

همی ریزی[1] به بازی خونِ یاران / چنین باشد سزای دوستداران

به خونِ بی‌دلان خوردن مکن خوی / که کس را نآید این شربت گواران

منِ رسوا و هر سو خندهٔ خلق / چو مستی در میانِ هوشیاران

برای صبحِ پیروزی که بی تست / حیاتِ من چو شامِ سوگواران

تنم پرورده شد در خونِ دیده / چنان کز می سفالِ باده‌خواران

نگویم دردِ خود با کس که این راز / نگنجد در دلِ نا استواران

منم سرگشته زیرِ پای خوبان / چو گوی افتاده در پیشِ سواران

نشانه‌ای را نه تیرِ ترکِ روزیست / مرا از ناوکِ مردم شکاران

چه خوش می نالد اندر عشق خسرو

چو بلبل در قفس وقتِ بهاران

د

۱۵۷۹

عشق آتشم[2] در جان زد و جانان از آنِ دیگران / ما را جگر بریان شد و او میهمانِ دیگران

ای مرغِ جان زین ناله زین چون نیست جانان زانِ تو / بیهوده افغان می‌کنی در بوستانِ دیگران

گر نقدِ جان لب را دهم گر مایهٔ دل دیده را / من بوالفضولی می‌کنم کالا از آنِ دیگران

جویی ز پیران بی‌غمی لیکن چنین بختم کجا؟ / با من جوان مردی کند بختِ جوانِ دیگران

گر کشتنی شد بی‌دلی تا کی ز خلقم سرزنش؟ / باری به تیغِ خویش کش چند از زبانِ دیگران؟

بگذار میرم بر درت منمای خوبانِ دگر / مفرست خاکِ کوی خود بر آستانِ دیگران

بر دیگران می‌بندی‌ام ای چشمهٔ حیوان مکن / چون خود بشستی از دلم نام و نشانِ دیگران

گویم که «مردم از غمت» گویی که «نتوان این قدر» / سهل است آخر جانِ من مردن به جانِ دیگران

تو سود کردی بنده را من جان زیان دارم به تو / مپسند بهرِ سودِ خود چندین زیانِ دیگران

---

[1] مطابق نسخهٔ ن [2] مطابق نسخهٔ ن

تو مئے خوری من درد و غم یعنی روا باشد چنیں شربت تو آشامی و تپ در استخوانِ دیگراں
خسرو به تارِ موئے تو جاں می دہد دیگر جہاں
گرچه علی الرغمِ منے جان و جہانِ دیگراں

و

۱۵۸۰

دل گم گشته[1] به بازار خریدن نتواں درد ہد لابه چو تو یار خریدن نتواں
عشوه می ده که خریدار به جانم تا آنک ایں متاعےست که بسیار خریدن نتواں
مردمی کن قدرے، چند درشتی و جفا؟ گل خرد ہر که بود خار خریدن نتواں
آه دل نیک نه باشد تو جوانی آخر جانِ من روز و شب آزار خریدن نتواں
جاں به سودات ہم لیک بدیں نقد حقیر نازِ آں نرگسِ بیمار خریدن نتواں
ما ہلاک و تو به درویش نه بینی چه کنم؟ دولت و بخت به بازار خریدن نتواں
خسروا زر به میاں آر، چه جائے سخن ست؟
ابر چوں سیم به گفتار خریدن نتواں

ت

۱۵۸۱

در ره[2] عشق از بلا آزاد نتواں زیستن تا غمش در سینه باشد شاد نتواں زیستن
دشمنی چوں عشق در بنیادِ دل افشرده پائے بر امیدِ صبر بے بنیاد نتواں زیستن
قوتِ جانِ من تو ئی چند از صبا بوئے و بس آخر ایں کس خرمن ست از باد نتواں زیستن
دل مرا شاہد پرست و نازِ آں بدخو بلا با چنیں دل از بلا آزاد نتواں زیستن
من به جاں مرغِ اسیر و خلق گوید "صبر کن" ایمن اندر رشتهٔ صیاد نتواں زیستن
ہر کجا گفتار شیریں رخنه در جاں افگند حاضر مردن کم از فرہاد نتواں زیستن
گرچه من سختی کشم آخر جفا را ہم حدست ہم تو دانی کاندریں بیداد نتواں زیستن
روزگارِ من پریشاں شد زیادِ زلفِ تو در چنیں ویرانهٔ آباد نتواں زیستن

---

[1] و [2] مطابق نسخهٔ ن

جور کش خسروؔ و مزن دم از جفائے دوستاں
روز و شب با نالہ و فریاد نتواں زیستن

۱۵۸۲ ب

آرائشِ مجلس[1] توئی مجلس بیارا ہر زماں — نقل و شراب زاں دو لب پیش آر یارا ہر زماں
زیں ساں کہ بر ہر موئے تو از نفسِ خود در غیرتم — آنجا کہ گستاخی ست ایں بادِ صبارا ہر زماں
چوں عاشقانت را نماند از نقد ہستی مایۂ — تاراج سلطانی مکن مسکنتِ گدارا ہر زماں
جاں می رسد ہر دم بہ لب دانی کہ بارے نیست آں — ہر ناز دستوری مدہ چشم و غا را ہر زماں
اے سر بہ زودی خاک شو پیشِ درآں نازنیں — بو کہ طفیلِ نازنیں بوسیم پا را ہر زماں
گرچہ نیرزم از رہش گردی تو اے بادِ صبا — می گو سلامِ چشم من آں خاکِ پارا ہر زماں
گر نیست بارانِ کرم سنگے ببارا اے آسماں — تا چند بازآرم تہی دستِ دعارا ہر زماں؟

خسروؔ اگر عاشق شدی از تیغ عذرش خواہ بس
تا چند عاری بر زباں آں یک خطارا ہر زماں؟

۱۵۸۳ ب

یک[2] دگر خلق پے سودائے دل و جاں گفتن — من و سودائے و ہمہ شب غمِ پنہاں گفتن
پرسی ام "بر کہ شدی عاشق؟" وا شد بر تو — مختصر شد ہنرے نیست فراواں گفتن
گفتِ تلخ از لبِ شیریں تو زہرست وگر — پرسی از بندہ تو "آں چشمۂ حیواں گفتن"
خوں شود دل کہ کنم با تو ز زلفِ تو گلہ — بر چناں روئے و آں گاہ پریشاں گفتن
بہتریں روز مرا خوابِ اجل خواہد بود — زیں شبِ بد بہ دل افسانۂ ہجراں گفتن
نامِ تو گویم و حسرت خورم آرے چہ کنم؟ — کامِ شیریں نہ شود از شکرستاں گفتن
چند گوئی غمِ خود گو "ز سرِ من بگذر" — کایں حدیث ست کہ بہ روئے تو نتواں گفتن
گفتی ام "جانت چگونہ ست ز ہجرم؟" یعنی — جز ترا نیز تواں با دگرے جاں گفتن

---

۱ و ۲ مطابق نسخۂ ن

شور خسرو همه پرسند ولے چوں نہ کنم ؟
کاتش جان و جگر بیش شود زاں گفتن

ت

۱۵۸۴
جانان[1] ہماں و دل ہماں درد من شیدا ہماں — ہر کس بہ سودائے گلے جان مرا سودا ہماں
در باغ ہر کس از گلے مست و من شوریدہ را — دیدہ بہ سوئے سرو گل اندر دل شیدا ہماں
گویند[2] کز بہر چرا چندیں خوری غم ، چوں کنم؟ — کام خوشی بخش ہمہ بخش من تنہا ہماں
زاہد بہ محرابم مخواں صوفی ز تسبیحم مگوئے — ما ئیم کوئی ذبئی محراب و درد ما ہماں
سویش بہ پائے خود شدم وز پائے دیگر آمدم — ایں بار سر خواہم نہاداں را کہ مست پا ہماں
چنداں چہ جوئی کشتنم کاں غم کہ دارد ہجر تو — خواہی شنیدن ناگہاں امروز تا فردا ہماں
پندم دہند و نشنوم خواہم کہ ہم صبرے کنم
چوں تو بہ خاطر بگذری دل باز خسرو را ہماں

غ

۱۵۸۵
صبح دمید[3] و روز شد شمع بہ گوشہ نہ کنوں — شمع چہ آفتاب ہم چوں تو نشستہ ای درون
ساقی حسن خود تو شو ساقی خون خویش من — تو ز پیالہ بادہ خور من ز دل کباب خوں
از تو کہ شمع سینہ ای سوختہ گشت جان من — جاں بہ چہ ساں بروں کشم تا تو ز دل دی بروں ؟
فتوی بت پرستیم داد رخ تو چوں کنم ؟ — چوں بہ شریعت غمت مفتی عقل شد بروں
لالہ ستان عاشقاں بر رخ تو ز خون دل — نو شد و بر ہمیں دہد دیدن روئے لالہ گوں
من ز وجود بے خبر خیل خیال در نظر — بحر بہ خواب در کشم تشنگی ام شود فزوں
ساغر آرزوئے من دہ کہ چگونہ پر شود ؟ — چرخ چنیں کہ می دہد دور بہ کاسہ نگوں
جہد چہ سود خسروا در طلب مراد دل
رام کسے نہ می شود بخت بہ حیلہ و فسوں

۱۵۸۶
اے مشک[1] وام دادہ زلفت بہ سوئے چیں — زاں زلف مشک تا مت عشاق کشتہ مشکیں

---

[1] مطابق نسخۂ ن   [2] مطابق نسخۂ ن   [3] مطابق نسخۂ ن

برخاست بوئے ریحاں زاں طرۂ چو سنبل ... بشکست بادہ لبتان اں عارض چو نسرین
یک رہ بہ نیم خندہ دنداں نمائے مارا ... تا او فتادن آید دندانہائے پروین
بسیار روئے خوباں دیدم ولیک بے تو ... خاطر نمی پذیرد از ہیچ روئے تسکیں
چوں من نمی توانم برخاستن ز عشقت ... گہ گہ اگر توانی نزدِ من آئے و بنشیں
پیراہنِ جفا را ہر روز می بہ پوشی ... حالم چہ نیک دانی برخود مپوش چندیں

لب خواہد از تو خسرو گوئی کہ "ہیچ ندہم"
گر ہیچ نیست جانا بارے زبانِ شیریں

۱۵۸۷ ... ب

خود از کجا ہا[۱] می رسی آلودۂ مئے ہمچنیں؟ ... در خوں شدہ زلف آں جہاں رخسار خوئے ہمچنیں
چوں دشمنانم میکشی من خود شدم کشتہ ولے ... آخر مسلمانے ست ایں اے دوست تا کئے ہمچنیں؟
سختی جانم بیں کہ چوں سوزِ ترا تاب آورم ... تا خیر گردد گر فتد یک شعلہ در نئے ہمچنیں
ہر شب خورم در بزم غم گر خونِ دل گاہے جگر ... وہ چوں خرابی نارد نقل آں جہاں مئے ہمچنیں

خسرو کہ نالہ گہ گہے از جور واز بیدادِ تو
گر لاف عشقت می زند نپسندم از وے ہمچنیں

۱۵۸۸ ... غ

از خانہ[۲] دشمن خاست دل فریاد کردن چوں تواں؟ ... بے صبرم از بہر خان ماں برباد کردن چوں تواں؟
اے دوست چندیں غم مخور بہر خرابی دلم ... تا دولتِ خوباں بود آباد کردن چوں تواں؟
ہر چند کوشیدم بجاں دل باز ماندن از بتاں ... شاگرد ما زد دوست را استاد کردن چوں تواں؟
گفتم "دلم آزاد کن" گفتا "بہ بازی بستدم" ... زیں ساں کتاں دادہ بہا آزاد کردن چوں تواں؟
غمزہ زناں آں شوخ و من خاموش حیراں در رہش ... سلطاں چو خود خنجر کشد فریاد کردن چوں تواں؟
گفتی کہ "از جاں یاد کن، از من چہ حیراں ماندۂ ای"؟ ... آں جا کہ حاضر تو شوی یاد کردن چوں تواں؟
ہجراں کشیدہ تیغ کیں، تو سست پیماں دل وہی ... بر اعتمادِ چوں توئی، دل شاد کردن چوں تواں؟

---

[۱] مطابق نسخۂ ن
[۲] مطابق نسخۂ ن

من خود کشتم جورت ولے، تو خود بگوئی بیوفا   چندیں بروئے دوستاں بیداد کردن چوں توان؟

خسرو ز دل غرقہ بہ خوں، یاراں بہ تیمارِ منش

در روزِ طوفاں خانہ را بنیاد کردن چوں توان؟

۱۵۸۹ ب

آستانِ[1] یار وآں گہ خونِ من   شاد باش اے طالعِ میمونِ من

بادہ خواہی خورد، روشن شد مزاج   چوں چنیں شد بارِ اول خونِ من

بوالعجب کارے ست من مشغولِ جاں   واں رقیبت در چرا و چونِ من

کار افتاد ست باستبہا مرا   تو بخسپ اے بختِ دیگر گونِ من

کشتی‌ٔ دہ بازم رہائی شد ز ہجر   دیر زی دردِ دروں افزونِ من

خونِ دل از دامن لے دیدہ شوئی   یادگارست ایں ازاں مجنونِ من

سحرِ خسرو مایۂ دیوانگی ست

تا نیاموزد کسے افسونِ من

۱۵۹۰ ب

عیشِ من[2] تلخ ست ازاں شکر لبِ شیریں سخن   چوں بخندد، ور چہ باشد، ہست دریزیں سخن

مردمم نزدیک شد ہنگام شربت داد دست   کیست کار دیگ سخن برمن ازاں شیریں سخن؟

بوکہ بہ زیم اے صبا تر بہرِ من بہرِ خدا   گہ گہے جاسوسی می کن ز دمے بر چیں سخن

کاش بے دردے بدیدندے رخِ زیبائے یار   تا نہ گفتندے بہ طعنِ بے دلاں چندیں سخن

اے کہ گوئی "عشق چہ بود"؟ باش تا از خونِ من   بعد از انت مُرد خوانم، گر بگوئی ایں سخن

عاشق ای واں گہ مسلمانی، نہ دانی اے سلیم   دوستی چوں با بتاں افتد، رود در دیں سخن؟

بہتریں روز آفتے می بینم از تو در جہاں   گفتِ من بشنو مکن جانا بدیں آئیں سخن

در ہوائے روئے تو خوں می چکاند از غزل

خسروِ رنگیں سخن کز رنگِ تازی زیں سخن

---

[1] مطابق نسخۂ ن   [2] مطابق نسخۂ ن

۱۵۹۱

صد ره[1] گذری هر دم بر جانِ خرابِ من   رحمت نه کنی هرگز بر چشمِ پُر آبِ من
بر زد زِ دماغم دود از شربتِ عشق آرے   بے دردسری نبود مستیٔ شرابِ من
هر چند دلم خوں شد سوزاکِ من افزوں شد   کشته نه شد ایں آتش از آبِ کبابِ من
جانم به گداز آمد کو آں همه عیشِ من ؟   شبهائے دراز آمد کو آں همه خوابِ من
چوں گریه کند چشمم ماتم کده اے باید   تا بر سرِ همدرداں ریزند گلابِ من
می سوزد دلِ تنگم اے هجر، مگر زیں سو   بر بوئے کباب آید آں مستِ خرابِ من
در دوزخ اگر سوزم زیں نیست مرا دردے   هستی تو بهشتی رُو، ایں ست عذابِ من
یک تارِ قبایم ده خلعت ز پئے خسرو
در آں نه بود بارے تشریفِ جوابِ من

ب

۱۵۹۲

سواره اینک[2] آں سروِ روانم می رود بیروں   بگیرید اش کز کفِ عنانم می رود بیروں
دعائے خوانش اے زاهد که چندیں خاطرِ خسته   به همراهیٔ آں جانِ جهانم می رود بیروں
کمر بکشائے اے کافر که دینم می شود غارت   عناں گرد آرائے خونیں که جانم می رود بیروں
به جاناں گفتنم ناگه نه خواهد رفت جاں یا رب   چه نام ست ایں که هر بار از زبانم می رود بیروں؟
چه دلها زاں که خست ایں نالهائے زارِ من یارب ؟   جگر دوز ست تیرے کز کمانم می رود بیروں
دلیری می کنم پیشش که خواهم ترکِ جاں گفتن   دلِ مرغ اندوهم من که جانم می رود بیروں
عجب حالے که خالی می نه گردد سینهٔ خسرو
بدیں گونه که ایں اشکِ روانم می رود بیروں

ت

۱۵۹۳

چشم ست یا رب[3] آں چناں یا خود بلائے جانِ من   جور ست از آں سان دلستاں یا غارتِ ایمانِ من
شوخ و مقامر پیشه اے قتّال بے اندیشه اے   خونیں چو شیریں تیشه اے صیدت دلِ قربانِ من

---

[1] مطابق در نسخهٔ ن   [2] مطابق نسخهٔ ن   [3] مطابق نسخهٔ ن

هر روز آیم سوی تو دل جویم از گیسوی تو — کان دل تو دارد بوی تو بودست روزی آنِ من

از غارت خوبان مرا جانِ رها شد مبتلا — تو شوخ دیگر از کجا پیدا شدی از جانِ من؟

ای نرگس دلها مستی ات، در قتل جانها دستی ات — درد من آمد مستی ات، دیوانگی درمانِ من

هجرم بکشت و شوق هم روزی نه گفتی از کرم — "چون ست در شبهای غم آن عاشقِ حیرانِ من؟"

با عاشقانِ تنگ دل از پرسان منه در جنگ دل — آخر بترس ای سنگ دل زاهِ دلِ بریانِ من

خیز ای صبای مشک بو، بر گل رُخِ من راه جو

۱۵۹۴ حالِ من مسکین بگو در خدمتِ جانانِ من — غ

آه از پی[51] تنگ قبا آمده تنگ آن داماں — که نه سر ماند مرا در غمِ ایشان داماں

لب کشایند و نباتے نه دهندم آرے — کام خود را نتوان یافتن از خود کاماں

گر برم در برشان دست بدزدید اندام — سیم دزدے عجبے نیست ز سیم انداماں

رخ چو آتش بنمایند و جگر پخته کنند — این دلِ پختهٔ من سوخته شد زین خاماں

خسروا از پی تو بدنام شدا زوے بگریز

۱۵۹۵ نیک نامی نه بود در روشِ بدناماں — د

ای جهان[52] نے کشته جانِ چند کس خواهی شدن؟ — تهمت آلود زبانِ چند کس خواهی شدن؟

من ز دورت هم نه بینم تو علیٰ رغم مرا — مونسِ چشم و روانِ چند کس خواهی شدن؟

جان دهد هر کس که بیند ناگهت زین گونه کو — تا بلای ناگهانِ چند کس خواهی شدن؟

از خرامت بس که می میرد بسے نظّارگی

۱۵۹۶ جانِ خسرو جان ستانِ چند کس خواهی شدن؟ — غ

بنشین[53] نفسی که زهمه لطف تو بس ست این — بستان که زجانم نفسی باز پس ست این

---

۵۱ مطابق نسخهٔ ن

۵۲ مطابق نسخهٔ ن

۵۳ مطابق نسخهٔ ن

در مستی من چند زنی شعلهٔ هجران | آخر دل و جان ست نه خاشاک و خس ست این

گفتم که "گزیدم لب چون قند تو در خواب" | خندید و شکر ریخت که خواب مگس ست این

ای باد برو این نفس از ما برسانش | کای عیسی جان ها گرو یک نفس ست این

خوش می کنم اندر هوس روی تو جانے | هست ارچه خوش آینده ناخوش هوس ست این

گفتم که "به فریاد رس از غمزهٔ خویشتت" | تیرے به من انداخت که فریاد رس ست این

من بندهٔ آن چشم که از گوشهٔ چشمم | شب دیدی و گفتی که "برای در چه کس ست این؟"

خسرو چه کند نالهٔ عشاق میا تنگ

کاخر هم ازاں قافله بانگ جرس ست این

۱۵۹۷ غ

دلم را کرد صد پاره به سینه خار خار تو | مرا این گل شگفت و بس همه عمر از بهار تو

تو سلطان چون گدایان از کات حسن فرمائی | مرا این بس که زیر پا شوم هنگام بار تو

سر خود می زنم بر آستانت تا برآید جان | که این سر در دخواهم برد با خود یادگار تو

همه کس بیندت جز من روا باشد کزین نعمت | به محرومی بمیرد پیش در امیدوار تو

نیارم[1] چشم کس پوشید لیکن چشم خود بندم | اگر بینندگان بینند روی چون نگار تو

به خشمم گفته ای "کاندر دل و جانت زنم آتش" | "زہے دولت اگر خاشاک من آید بکار تو"

اگر بشکافیم سینه من از جانت کنم یاری | وگر بیرون کنی چشمم منم از دیده یار تو

اگر[2] نگرفتیم دستے لگد بر سر هوس دارم | بدین مقدار هم روزے نه گشتم شرمسار تو

عفاک الله ز چشم خسرو آن خونها که افشاند

معاذ الله که گویم پیش چشم پرخمار تو

۱۵۹۸

دلم آشفته[3] شد جانا به بالای بلای تو | بکن رحمے بجان من که گشتم مبتلای تو

---

[1] درین بیت محذوف است

[2] درین بیت محذوف است

[3] درین غزل محذوف است

اگر رائے تو ایں باشد کہ من دائم جفا بینم   جفائے جملہ عالم را کشم جانا برائے تو
میان بگشائے ورنہ پیرہن صد چاک خواہم زد   کہ در دل بسکہ رہ دارم من از بندِ قبائے تو
رقیبت را نمی خواہم الٰہی نیست گردانش   کہ دائم می کند محروم ما را از لقائے تو

اگر تو ہر رقیبے را بہ جائے بندہ می داری
بحمد اللہ کہ خسرو را کسے نبود بہ جائے تو

۱۵۹۹

مہ شب گرد من امشب چو مہ می گشت و من با او   لبے و صد فسوں در وے خطے و صد فتن با او
قبا را بر زدہ دامن بہ خوں ریزی و از مژگاں   چو قصابے کشیدہ تیغ و زلفِ چوں رسن با او
ز بیمِ خلق از دوری کشیدم پائے خود لیکن   مرا بر داشتہ می برد آبِ چشمِ من با او
فلک ہرگز گذارد ماہ را در گرد شب گشتن   اگر زاں طرۂ شبرنگ باشد یک شکن با او
مرا گوئی کہ "ہر کس بیند از سودائے آں روزے   کہ آں دیوانہ می آید جہانے مرد و زن با او"
گریبانم بہ صد چاکست ازیں حسرت کہ تا روزے   برہنہ در رہش گیرم کہ نبود پیرہن با او

نگارا ہمچو جاں در تن درآ اندر برِ خسرو
بروں کن جان رسمی را کہ راضی نیست تن با او

۱۶۰۰

دو[1] رخ بنمائے و بازار کواکب بشکن از ہر دو   کہ گردد تافتہ خورشید و ماہت روشن از ہر دو
ز جان و دل چو یادت می کنم دارم عجب از وے   کہ جان و دل ز یک دیگر بشکند و من از ہر دو
کشیدند آں دو لب فتوائے خط ہمچوں مسلماناں   بلا بنگر کہ تعلیمِ تو چوں گشت ایں فن از ہر دو
ببیں اے یوسفِ جاں گر نہ زاں دو چشم یعقوبی   کہ غرق خون و خوناب ست یک پیراہن از ہر دو
دو ہمدم می دہد پندم و لے چوں من گرفتارم   بہ حقِ دوستی نزدیکِ من بہ دشمن از ہر دو
عمارتہائے عمر و عقل چوں شد بے خلل از وے   بیا زود اے اجل بنیادِ ہستی بر کن از ہر دو
مرا ہمتائے دو عالم جزائے طاعت اے زاہد   کہ من کردم گریباں چاک و چیدم دامن از ہر دو

---

[1] در ن غزل محذوف است

اگر از عشق لافد مرد و نامرد و بنازد بہ
سرِ مرداں کہ خسرو مرد تر باشد ازاں ہر دو

۱۶۰۱ ب

بدیں ساں کز غمت بر خاک دارم ہر زماں پہلو | از آہن بایدم یا سنگ نہ از استخواں پہلو
چنیں شبہائے بے پایاں و من بر بسترِ اندُہ | ازاں پہلو بریں پہلو وزیں پہلو براں پہلو
اگر بالا کنی یک گوشۂ ابرو فرو ماند | مہِ نو کز بلندی می زند با آسماں پہلو
وفاداری بیاموز از خیالِ خویشتن بارے | کہ از من وانہ گیرد روز تا شب یک زماں پہلو
کنارم گیر تا بر ہم نشیند پشت و پہلویم | کہ دل بیروں شد ست و ماند جائے در میاں پہلو
تو خوش می خسپ کز خوابِ جوانی بس کہ سرمستی | بہ ہر پہلو کہ می خسپی نہ می گردی ازاں پہلو

من و شبہا و خاکِ درگہ و آں بختِ خسرو را
کہ بہرِ خوابِ پہلویت نہد اے دلستاں پہلو

۱۶۰۲

بے چارہ[5] دلم خوں شد در پیشِ خیالِ تو | تا چند ہنوز آخر دوری زد وصالِ تو
عقل و دل و جاں از تن بردایں ہمہ عقل از من | من ماندہ ام و چشمے حیرانِ جمالِ تو
خنجر کش و بازم کش تا باز رہم زیں غم | ور زاں کہ بود جانا ہر چند وبالِ تو
زیں گونہ کہ من دیدم شکلِ تو و حالِ خود | دشوار برم جاں را از دستِ خیالِ تو
اے لشکرِ مشتاقاں در پیشِ رکابِ تو | اے گردنِ سربازاں در پیشِ دوالِ تو
یا رب کہ چہ ظلم ست آں یا رب کہ چہ داغ ست ایں؟ | بر جانِ مسلماناں از ہندوے خالِ تو
جانے ست مرا ہدیہ مہمانے چناں ردیم | کاندازۂ من نبود تعظیمِ جمالِ تو

صد قصہ فزوں دارم از دردِ دلِ خسرو
لیکن بہ زباں نارم از بیمِ ملالِ تو

---

۵ در ن غزل محذوف است

۱۶۰۳

ای جانِ من آویزان از بند قبای تو　　بیچاره دلم خون شد در عهد وفای تو

افتاده نخواهم بود الا به درت زین پس　　گر خاک شوم بارے زیرِ کفِ پای تو

گفتی که بدین زاری از بهر که می میری؟　　واللہ که برای تو باللہ که برای تو

یارب نفسے باشد کز عشق امان یابم　　وآسوده بخسپم شب ایمن ز بلای تو

جان تیغ ترا دادم از شرمِ رخت مردم　　زیرا بر از این باید تعظیم جفای تو

یارِ دگرم گوئی وز آه نمی ترسی　　یعنی که کسے دیگر آن گاه بجای تو

هر چند که شد خسرو سلطانِ سخن گویان

از بهر یکے بوسه هم هست گدای تو

۱۶۰۴　　غ

آن کیست که می آید صد لشکرِ دل با او؟　　درویشِ جمالش ما سلطانِ دلِ ما او

بی صبح و شبے خواهم کو را غمِ خود گویم　　من گویم و او خندد تنها من و تنها او

مستم ز خیالِ او من با وے و دے بے من　　یارب چه خیال ست این این جا من و آن جا او

مهتاب چه خوش بودے گر بودی و من تنها　　لب بر لب و رو بر رو او با من و من با او

گویند مرا "آخر دیوانگی ات خوش شد"　　دیوانه چرا نبوم ماهِ من و شیدا او

من خسرو و او زیبا بنگر که چه ننگ است این

دیباچهٔ دلها من آئینهٔ جان ها او

۱۶۰۵　　ت

از دوریِ خود جانا حالِ دلِ من بشنو　　اندوهِ فراقِ گل از مرغِ چمن بشنو

زان موی بناگوشت هر کس گلهای دارد　　آن طره به یک سو نه از گوشِ سخن بشنو

نافه همه بوی خوش از بوی تو می دزدد　　غمازیِ آن دزدی از مشک ختن بشنو

با این همه نیکوئی اندر حق مسکینان　　مشنو سخنِ بد گو گفتِ بدِ من بشنو

از بادِ هوایت دل صد جان بدرید این خود　　بشگفت گلے دیگر اے غنچه دهن بشنو

توجان منی و من دور از تو همی میرم — اے جان جدا مانده آخر غم تن بشنو

بشکست مے لعلت چوں توبۂ خسرو را
اکنوں صفتِ مستی زاں توبہ شکن بشنو

ت

۱۶۰۶ اے رہزنِ عشاق چہ عیار کس ای تو؟ — وے ماہِ شب افروز چہ طرار کس ای تو؟
خوں ست مے نوش گوارت ز دلِ خلق — اے ظالم بے مہر چہ خوں خوار کس ای تو؟
ہر چند کہ گویند "مکن جور" کنی بیش — زیں خوئے مخالف چہ جفا کار کس ای تو؟
خنجر زنی از غمزہ و رحمت نہ کنی ہیچ — زیں بیش عفا اللہ چہ ستم گار کس ای تو؟
گر جاں نہ دہم، سر نہم، آزردہ کنی دل — ہم جان و سر تو کہ دل آزار کس ای تو؟
خوارم کنی و عزتم ایں بس کہ بہ گوئی — کاے بر درم افتادہ قوی خوار کس ای تو؟

چندیں کہ جفا بردز تو خسرو مسکیں
روزیش نہ گفتی کہ "وفادار کس ای تو"

و

۱۶۰۷ خلقے ہمہ[۱] در شہر و مرا جاں بہ دگر سو — ہر کس بہ رہے و من تنہا بہ دگر سو
بینم چو بہ راہش، بدوم، پاش بگیرم — دستم بہ دگر سو رود و پا بہ دگر سو
وہ ایں چہ زیاں بود کہ کردیم و داغش — کو رفت بہ سوئے دگر و ما بہ دگر سو
او رفت و من از بیخودیٔ خویش نہ دیدم — کو باز سوئے خانہ بشد یا بہ دگر سو
در عشق عفا اللہ طلبم وصلِ تو زشت ست — معشوق دگر سو و تمنا بہ دگر سو

گر کام رسد ورنہ رسد دوست پسند ست
خسرو نہ رسد از رخِ زیبا بہ دگر سو

---

[۱] درین دو بیت ذیل زائد است

جاں برد و من از دل طلبم وہ کہ چہ طرفہ — دامم بہ دگر سو و تقاضا بہ دگر سو
آیا بود آں روز کہ با ہم بنشینیم — آشوب دگر سو شد و غوغا بہ دگر سو

۱۶۰۸
اے سبزہ[1] دمانیدہ بہ گردِ قمر ازمُو | سرسبزیٔ خطِ بہت سر بہ سر ازمو
موئے ست دہانِ تو وُ در موئے نشگافی | ہنگامِ سخن ریختہ لؤلوئے تر ازمو
کس موئے میانت نہ کند یک سرِ مو فرق | تا ساختہ ای موئے میاں را کمر ازمو
بیروں ز خیالِ تو کہ مانندہٗ موئے ست | کس بر تنِ سیمینت نبندد اثر ازمو
جُز عارضِ سیمینِ تو بر طُرّہ شب رنگ | ہرگز نہ شنیدیم طلوعِ قمر ازمو
بر طرفِ بناگوشِ تو آں طرّہٗ مشکیں | صد سلسلہ انگیختہ بر یک دگر ازمو

خسرو کہ بہ وصفِ دہنت موئے نشگافیست
یک نکتہ نہ گوید ز دہانت مگر ازمو

ت

۱۶۰۹
من ایں جاوٗ دل گرہ در آن کو | از آں گم گشتہٗ مسکیں نشاں کو؟
مگواے پند گو "بے او بزی خوش" | خوشم گر زندہ مانم لیک جاں کو؟
بہ دل گویم کہ "غمہا خواہمش" گفت | "چو او پیشِ نظر آید زباں کو؟"
بپرس ایں ناتواں را پیشتر زانک | بپرسی خلق را "کاں ناتواں کو؟"
پس[2] از مُردن دعائے تربتِ من | پسندست آں کہ گوئی "گو فلاں کو؟"

بہ گستاخی حدیثِ بوسہ گفتم
بہ خندہ گفت "کاے خسرو دہاں کو؟"

۱۶۱۰
زیں[3] ساں کہ ناوک می زند چشمم شکار انداز او | بسیار مردِ شیر دل کاید شکارِ ناز او

---

[1] درن غزل محذوف است [2] درن بیت ذیل زائد است

مرا گوئی کہ "رَو با صابری ساز" ؎ تو خود می گوئی "اما گو کہ آں کو؟"

[3] درن غزل محذوف است

جائے کہ باہر تار موشد بستہ صد گردن کشش — با ما چہ عیاری کند زلفِ کمند اندازِ او
بر حکمِ آں خطِ قضا بنوشتہ اش "بر گرد رخ" — جاں وام دار ازداد و بہ بیں مر عاشقِ جانبازِ او
گفتی کہ "مرغِ جانت را بند و قفس بسیار شد" — ایں ہم نہ ماند اے جاں بسے نزدیک شد پروازِ او
شوقے کہ ہست از شمعِ خود آلودۂ آتش مرا — گر مطرب آرد در نوا ترسم بسوزد سازِ او

خسرو نہ نالد پیشِ کس زیرا کہ گرید خلق خوں
بس کز جراحتہائے دل خوں می چکد ز آوازِ او

۱۶۱۱
آں شکلِ[۱] جولانش نگر واں خلق در دنبالِ او — واں خوابِ ناز آلود بیں واں غمزۂ قتالِ او
یک تار مویش را صبا ہر دو جہاں گوید بہا — ہرگز بدیں ندہم رضا گر من بود دلالِ او
خنگش چو از جا در جہد ہر گونہ پیشش سر نہد — سبزہ بہ خطِ خود دہد فتوائے خون و مالِ او
گر در شکار آں کینہ کش گاہے بہ میداں مست و خوش — مسکیں دلِ دیوانہ وش سرگشتہ در دنبالِ او
گرمی پرد ایں چشمِ تر کاں رویش آید در نظر — بگزر دلا کاندر اثر خوں می چکد از خالِ او
آہِ دلِ زارم کنوں سوزاں نمی آید بروں — کش داغہا اندر دروں گنجد نہ گنجد خالِ او
در بندِ آں زلفِ دوتا دیوانہ ام دائم دلا — زنہار زنہار اے صبا گہ گہ بپرسی حالِ او

خسرو شناسد سوزِ من واں نالۂ دل سوزِ من
زاں کاگہ ست از روزِ من شبہائے ہمچوں سالِ او

۱۶۱۲
ترکے ست[۲] بد خو آنکہ من دارم سرِ سودائے او — چشمے ست کافر آں کہ شد جان و دلم یغمائے او
شکلے بہ دل پنہاں شدہ بالا بلائے جاں شدہ — اے صد چو من قرباں شدہ بر قد و بر بالائے او
دل زاں سرِ زلفِ دوتا زیرِ کلاہش کردہ جا — گر جانِ من پرسی "کجا" اینک تہِ یکتائے او
زو ناوک و دوزمن تنے زو تیغ و دوزمن گردنے — ایں ست رائے چوں منے تا خود چہ باشد رائے او
گر خواست بر تیدن سرم زاں رفت بر تن خنجرم — تا وقتِ مردن بنگرم بارے رخِ زیبائے او

---
[۱] دریں غزل محذوف است   [۲] دریں غزل محذوف است

امروز در جانم سخن فردائے وصلم در دہن | او در غمِ امروزِ من، من در غمِ فردائے او
تن شد بہ رنج آموختہ دل شد بہ درد افروختہ | جاں با بدن ہم سوختہ از آتشِ سودائے او
ہر شب نَوَم با چشم تر آں جا کہ بود آں سیم بر | گرچہ ازو نبود اثر بارے ببینم جائے او
در چشمِ من آں خاکِ پا گہ سرمہ شد گہ توتیا
در مانِ چشم آمد سرا خسروؔ بہ خاکِ پائے او

۱۶۱۳
خیزد چو[1] از خواب آں پسر تا کس نہ شوید روئے او | کاندر خمارم خوش کشد آں نرگس جادوئے او
زیں گو نہ کز ایں دیدہ ام خوں می رود پے در پے اش | مشکل کہ آب خوش خورد ہرگز کسے از جوئے او
شمشیر در دستم نہید امشب بہ کویش می روم | تا خویش را بسمل کنم آں جا کہ بینم روئے او
اے باد کز وے آمدی قلبے مکن کز گلشنم | ایں نیست بوئے باغ و گل من می شناسم بوئے او
کس را از آنِ خود نہ شد آں بے وفائے سنگ دل
بیہودہ سودا می پزی خسروؔ بہ جستجوئے او

۱۶۱۴
اے[2] زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو | در آرزوئے مُردنم از حسرتِ دیدارِ تو
گر شہد بینم در زباں یا آبِ حیواں در دہاں | تحقیق می دانم کہ آں نبود بہ جز گفتارِ تو
معذوری از زلفِ سیہ پوشے بہ روئے ہمچو مہ | سیری نہ دارد ہیچ گہ چوں دیدہ از دیدارِ تو
گر خود ترا زیں چشمِ تر دشوار می آید نظر | بیروں کشم دیدہ ز سر آساں کنم دشوارِ تو
زیں پس بہ خوباں ننگرم در کوئے ایشاں نگذرم | گر ہیچ یک رہ جاں برم از غمزۂ خونخوارِ تو
خواہی نمک نہ ریش را خواہی بکش درویش را | ہر خوں کہ باشد خویش را بر بستہ ام در بارِ تو
در کوئے تو بر ہر دَرے افتادہ می بینم سرے | ایں نیست کارے دیگرے جز کارِ تو جز کارِ تو
چوں غم بہ گفتار آورم با دیدہ در کار آورم | چوں رو بہ دیوار آورم بالے بود دیوارِ تو

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است

خواهی که بهرِ خنده لے پیش افگنی افگنده ای
اینک چه خسرو بنده ای او بندهٔ دیدارِ تو

۱۶۱۵

گرچه که هست خونِ دل بادهٔ خوشگوارِ تو — سرخوش و شیرگیر شد نرگسِ پُر خمارِ تو
سرو بلند و نخل تر گر گهے آورم به بر — وه که بدین کجا رود آرزوے کنارِ تو
تیر بر آهوان زنی غمزه به ما از آں سبب — رشکِ شکارِ تو ز من رشکِ من از شکارِ تو
چشمِ من ست و خاکِ ره رفته بتا بیا ببیں — دیده که خاک می خورد در رهِ انتظارِ تو
چوں سرو کار شد مرا با چو توئی به دوستی — رسمِ وفا نه باشد ار سر ننهم به کارِ تو
از پے تو ز خونِ دل شربتِ مهر ساختم — تیر نه کرد رحمتے چشمِ حرام خوارِ تو
هست چو یادگارِ تو غم که مرا در دلے — جائے به سینه کرده ام از پے یادگارِ تو
بے تو که زنده مانده ام سیر نمائے رو به من
تا برهد ز ننگِ جاں خسروِ بیقرارِ تو

۱۶۱۶

تا به زمانه شد خبر از مه که با کمالِ تو — شیفته گشت عالمے ز ابروے چوں هلالِ تو
تا به دو[۲] هفته ماه اگر راست کند جمالِ تو — تیز نگاه هش او فتد هر شبے از کمالِ تو
از خطت ارچه گشته شد خلق بترس از خدا — نامهٔ او سیاه باد از رقمِ وبالِ تو
قرعه دروغ می زنم بهر صبوری ار نه کو — دولت آں که بنگرم روئے خجسته فالِ تو
دور ز بندگیِ تو گرچه خیال گشته ام — از دل و دیده می کنم بندگیِ خیالِ تو
گیر که ذرّه بر رود کے رسد آفتاب را — همت مدبرے چو من بس هوسِ وصالِ تو
خالِ[۳] تو گشت در چشمِ من رهزنِ خال چوں منے — کافرِ سرخ چشمِ من دزدِ دلم خیالِ تو
نخلِ قدِ تو در دلم کآب همی خورد ز خوں — بیں که چه میوه می دهد زیں خورشِ نهالِ تو

---

۱ درین غزل محذوف است — ۲ درین بیت محذوف است
۳ درین بیت محذوف است

عمر به گنج فرقتم رفت و نه گفتیم گهے
این قدرے که خسروا چیست به گوشهٔ حال تو؟

۱۶۱۷
باز به[1] خون خلق شد چشم جهان نمائے تو — عمر اگر وفا کند جان من و جفائے تو
نیست امید کز توام یک گل بخت بشگفد — تا نه روی زجائے خود اے دل و دیده جائے تو
گریه و آه سرد من گر بر باد م کسے — هست حرام خوارگی گر نه کنم دعائے تو
وقتے اگر ز جان من ناوک تو خطا شود — تن به قصاص در دهم معذرت خطائے تو
باد بر آستان تو خاک شده وجود من — تا به طفیل آستان بو که رسم به پائے تو
از حسد خیال تو با دل خود به غیرتم — گل چه چنین چرا کشد هودج کبریائے تو
گوش به خسروا آر شب تا که به بینی از کجا؟
نغمهٔ شوق می زند بلبل خوش نوائے تو

۱۶۱۸
نیست[2] گشاده چشم من جز به خیال روئے تو — بسته کس نه شد دلم جز به شکنج موئے تو
هر سحرے چو بے دلاں آیم و بر تو بنگرم — از پے آن که شد مرا فال خجسته روئے تو
بهر من آن که ساعتے با تو مگر دمے زنم — زان که به لب رسیده شد جانم از آرزوئے تو
دیدهٔ من ز نیکوان روئے تو اختیار کرد — از پے چشم زخم تو کم نگرم به سوئے تو
مرد چو خسروا ز غمت بوئے وفا بدو رسان
تا به وسیلهٔ صبا زنده شود به بوئے تو

۱۶۱۹
روئے یار را[3] ز سبزهٔ تر بوستانے یافت نو — چشم من بهر تماشا گلستانے یافت نو
تا لب او در ته هر موئے خط جان نمود — بنده زان لب در ته هر موئے جانے یافت نو
بود نه پیدا دهانش تیز دیدم بوسه جاش — در لب از دندان نشانے شد دهانے یافت نو

---

[1] درین غزل محذوف است
[2] درین غزل محذوف است
[3] درین غزل محذوف است

ماهِ من زلف سیه بر خطِ سبزت سر نهاد | طوطیِ شکر خورت هندوستانے یافت نو
دی کمر بستی و در دو سے لبت شد موئے ز جعد | بے میاں بودی تہی گاہت میانے یافت نو
قامت تو کز ضعیفی بسته در مویت نه ماند | بر سرِ هر تار موئے خانمانے یافت نو
بس که فو نو داستانت فتنه شد بر هر زبان | هر زبان از قصهٔ من داستانے یافت نو

بس که سودم روئے زرد خویش بر خاکِ درت
۱۴۲۰ باد هر دم زآستانت زعفرانے یافت نو ب

هست می گردی ز خانه بیش نافرمان مشو | چشم بد نیکو نباشد جا بجا مهمان مشو
گر ترا جولان نه باشد گر توا زمن صد کشی | یا مرا اول بکش یا بیش در جولان مشو
طوق شاهان است فتراک تو برما سهل گیر | شرم دار و بر گدایان صاحب فرمان مشو
غمزه می آری و می گوئی "مرد از خود عجب" | تیغ می رانی و می گوئی "مرا قربان مشو"
دل ز من بستانی و گوئی " نه می دانم که برد" | این چنین یک بارگی هم جانِ من نادان مشو
از غمت[1] شبهانه خفتم و آن زمان کت یافتم | گر مرا خوابِ دگر گیرد تو دیگر سان مشو
دوستان[2] گشتند دشمن اے دل آخر آگهی ؟ | زانِ من بودی تو بارے جانبِ ایشان مشو
دل که[3] ویرانے ست اندر طالعش از نیکوان | گفت "مردم کے شود گر گویدش ویران مشو"

خسروا دیدی که حیران ماندهٔ ای در کار خویش
من ترا صد ره نگفتم کاین چنین حیران مشو
۱۴۲۱ ت

مردم چشمم مرا برد آب و گر آئی در و | مردمی باشد که بنشینی چو بینائی در و
ماه را با چون توئی بارے که نسبت می کند | نیست چون عیاری و شوخی و رعنائی در و
در رخت گم گشت عقل و گفت "یا رب چون کنم"؟ | وصف زیبائی که حیران ست زیبائی در و
عقل استاد ست و شاگردش بلائے کوے دوست | مکتب بدبختی و تعلیم رسوائی در و

۱؎ درین بیت محذوف است ۲؎ درین بیت محذوف است ۳؎ درین بیت محذوف است

تشنۂ[۱] تو میرد آب زندگی گر بیندت | زندۂ سیراب گردد گر فرود آئی درو
گردِ کویت رانہ بیزم من بدامانِ دو چشم | زاں کہ گم گردد دلِ بد روز ہر جائی درو
خلق گوید خسروا از عشق کے دیوانہ شد؟
چوں کند بے چارہ چوں نبود شکیبائی درو

۱۴۲۲
از من[۲] اے سادہ پسر دور مشو | بر شکستہ مگذر دور مشو
گرچہ سرتا بہ قدم از نمکی | ہم ازیں خستہ جگر دور مشو
مُردنم از غمِ تو نزدیک است | یک زمانیم ز سر دور مشو
مرو از پیشِ من و بہرِ خدا | مطلق از پیشِ نظر دور مشو
ترئ دیدۂ پُر خوں دیدی | وہ کزیں دیدۂ تر دور مشو
لب بہ خسرو دہ و آں گہ بہ لاغ
بانمکس گو، "ز شکر دور مشو"

۱۴۲۳
پُر زخم ست[۳] و شکست زلفِ گراں بارِ تو | زاں کہ ہزاراں دل ست بستہ ہر تارِ تو
خط کہ برآں لب کشید از سرِ کلکِ قضا | نقشِ فنا زد رقم بر لبِ خوں خوارِ تو
زندہ بہ کویش نماند دہ کہ چہ مردم کُش ست؟ | ہمچو طبیبانِ خام نرگسِ بیمارِ تو
فاتحہ خواں ست خلق سوئے سرایش کہ ہست | خاکِ شہیدانِ عشق در گلِ دیوارِ تو
ہر کہ زباں می کشید از پے تو سوے من | ہمچو منِ بے زباں گشت گرفتارِ تو
اے سرِ خسرو ترا مژدہ کہ ہر بامداد
فتنہ بہ قصا نیست بر سرِ بازارِ تو

۱۴۲۴
پردۂ صبرم[۴] درید غمزۂ دل دوزِ تو | زہرۂ من آب کرد عشقِ جہاں سوزِ تو

---

[۱] درین بیت محذوف است | [۲] درین غزل محذوف است
[۳] درین غزل محذوف است | [۴] درین غزل محذوف است

من که سحر هر شبی دم نزنم تا به صبح | ترسم روشن شود مهر دل افروز تو
رنگِ گلِ عارضت روز به روز ست نو | خارکشی را چه رنگ از گل نوروز تو؟
هندوی چشم ترا غارتِ ترکانِ چین | نیکوئی آموخت ست زلف بدآموز تو
تا تو بر اهلِ صواب تیر زنی بی خطا | هست کمانِ بلند ابروی کین توز تو

خسرو بیچاره کرد وقف هوای تو دل
گرچه پی جانش کرد غمزهٔ دل دوز تو

۱۶۲۵
گر نه کمندِ[۱] بلاست بر دلِ عشاق تو | بهر چه بازی کند زلف تو با ساق تو؟
تو که به غلتاق تنگ چست درآمد تنت | پردهٔ دل را درید رشک به غلتاق تو
بو که بیابد سزِ تو شستنِ نعلِ سمند | پای بزرگان گرفت گریهٔ عشاق تو
گریه کنم تا مگر ز ابرو اشارت کنی | لیک زبارانِ من غم نخورد طاق تو

پیش تو مردن مرا چون نگذارد رقیب
بهر چه بارے زید خسروِ مشتاق تو

۱۶۲۶
نوبت[۲] خوبی زنند در شبِ گیسوی تو | فتنه عسس گشت باز گردِ سر کوی تو
گر به ترازوی چرخ دست رسد مر مرا | حسنِ تو یک سو نهم مه به دگر سوی تو
روی مرا زرد کرد روی تو منکر شود | اینک اگر راست ست روی من و روی تو
نیست کمانِ غمت چون که به بازوی من | گوشه گرفتم ولی گوشهٔ ابروی تو
من به فسونِ و فازانِ خودت می کنم | تفرقه گر نفگند نرگسِ جادوی تو
بس که شکسته دلان بستهٔ زلفت شدند | هست هزاران شکست در سر هر موی تو
ای به دو رخ چون پری زلف ز رخ دور کن | دیو نه نیکو بود خاصه به پهلوی تو

---

۱ درین غزل محذوف است

۲ درین غزل محذوف است

قامتِ خسرو زغم چون دُمِ سگ حلقه شد
تا فلکش طوق ساخت بهرِ سگِ کوئے تو

۱۶۲۷ غ

عاشق و دیوانه ام سلسلۂ یار کو؟ — سینه ز هجران بسوخت شربتِ دیدار کو؟
گرچه گلستان خوش ست ورچه چمن دلکش است — آن همه دیدم ولے آن گل رخسار کو؟
نالۂ هر عاشقے از دلِ افگارِ خویش — از منِ مسکیں مپرس "کان دلِ افگار کو؟"
نفسِ منِ بُت پرست هست به کشتن سزا — تیغ سیاست کجاست بازوئے این کار کو؟
آه که دعویٔ عشق بس غمِ جان چون بود — دوستیٔ جان گرفت دوستیٔ یار کو؟
وه که[1] جهانے چنان روزی چشم ببست — دیدهٔ بیدار هست دولتِ بیدار کو؟

بر سخن درد ما گوش نهد گرچه یار
خسرو بیچاره را طاقتِ گفتار کو

۱۶۲۸ و

خون گریم ارچه از ستمِ بیکرانِ تو — هم خاک روبم از مژه بر آستانِ تو
بسیار آبگینۂ دلها شکسته ای — زین جرم سنگ شد دلِ نامهربانِ تو
جان رفت و نه وصالِ تو ام شد نه عیشِ خویش — نه من از آنِ خویش شدم نه از آنِ تو
در دل که شب جفائے تو می گشت تا بروز — گفتم که "اے تو در دلِ من" گفت "جانِ تو"
از[2] تنگیٔ دهانِ توام دست کے دهد؟ — روزیٔ من چو تنگ ترست از دهانِ تو

گفتی که "خسرو آنِ من ست" این چه دولت ست؟
یعنی منم که می گذرم بر زبانِ تو

۱۶۲۹

هر جا که لب[3] به خنده کشاید دهانِ تو — خونابه اے ست از لب چون ناردانِ تو
اے بس عنان که بر سر کوئے تو شد ز دست — کز راه جور بازنه تا بد عنانِ تو

---

[1] بیت درن اضافه است   [2] درن بیت ذیل زائد است
ابرو ترش مکن که شود کشته عالمے ※ زین چاشنی که می نگرم در کمانِ تو
[3] درن غزل محذوف است

شد خانمانِ صبر ہمہ غارب و خراب	از ترکتاز غمزهٔ نا مهربان تو
از خوئے بد چہ ظلم کہ بر مانمی کنی	آخر چہ کرده ام من مسکیں ازان تو

عشق تو بس کہ بر دل خسروؔ زدست زخم
گر ہست امیدِ زیستنم ہم بہ جانِ تو

۱۴۳۰ غ

کس چوں جہد زگیسوئے ہمچوں کمندِ تو	جائے کہ آں کمند شود پائے بند تو
آموخت چشمہائے مرا گریہ ہائے تلخ	در دیده خنده ہائے لبِ نوش شند تو
شویم زگریہ روئے زمیں راکہ ہست حیف	کافتد بہ خاک سایۂ سرو بلند تو
اے پندگو کہ گوئیم "از عشقِ او بخیز	چوں دل بہ جائے نیست، چہ خیزد ز پند تو"
تا کے ہنوز در دلت از خستہ اے غبار	کز خونِ دل نشاند غبارِ سمندِ تو
دل[۱] تنگیم بکشت مفرمائے عیب اگر	تنگ ست ایں قبا بہ تنِ ارجمند تو
گو تا بہ[۲] روحِ من کند از بعد مردنم	کس گر بود نصیبہ ز حلوائے قند تو

گر دآر زلف راکہ ز عالم بروں گریخت
خسروؔ ہنوز می نہ جہد از کمندِ تو

۱۴۳۱ ب

گر بادہ می خورم بہ سرِ من خمارِ تو	ور در چمن روم بہ دلم خار خارِ تو
خوں شد ز نالشم جگرِ سنگ و ہمچناں	با سنگ خویشتن دل با استوارِ تو
از دیدنِ تو مست و خرابم تمام روز	جاں می کنم تمام شب اندر خمارِ تو
بیروں جہاں سمند کہ پیشت بہ صد ہوس	مردن بہ پائے خویشتن آید شکارِ تو
دل را تب غم تو چو بے من نہ می خورد	شرمندهٔ دلم من و دل شرمسارِ تو

---

[۱] درین بیت محذوف است	[۲] درین بیت محذوف و بجائش بیت ذیل اضافہ است

۵ پند است آخر ایں نہ سپند ایں چنیں مسوز
یک پند من بہ گوش کن اے من سپند تو

عمرم بہ یاریٔ سگ کوئے تو شد بسر | روزے نہ گفتیش کہ "چگونہ ست یارِ تو؟"
داغِ تو دارم ار نہ کنم خدمتِ دگر | کم زاں کہ باز میں برم این یادگارِ تو
بہر کدام روز بود عقل و جان و دل | گر این متاعِ خرج نہ گردد بہ کارِ تو
صد پارہ شد چو غنچہ دلِ خسروؔ و ہنوز
بارے گلے شگفت مرا در بہار تو

۱۶۳۲ ب

ہر شب[1] منم فتادہ بہ گردِ سرائے تو | تا روز آہ و نالہ کنم از برائے تو
روزے کہ ذرہ ذرہ شود استخوانِ من | باشد ہنوز در دلِ تنگم ہوائے تو
ہرگز شبِ وصالِ تو روزے نہ شد مرا | اے وائے بر کسے کہ بود مبتلائے تو
جاں بارہا رواں برائے تو خواہم نثار کرد | دستم نہ می دہد کہ نہم سر بہ پائے تو
بر حالِ زارِ من نظرے کن ز روئے لطف
تو پادشاہِ حسنی و خسروؔ گدائے تو

۱۶۳۳

بوئے[2] وفا ز طرۂ عنبر فشانِ تو | عشاق را نہ جز ستمِ بے کرانِ تو
شب نیستی کہ می نہ کنم تا بہ وقتِ صبح | افغاں ز جور غمزۂ نامہربانِ تو
برق از نفس کشایم و ژالہ زنم ز اشک | شاخِ وفا دمد مگر از گلستانِ تو
نادیدہ کس میانِ تو و تا بہ دیدہ ام | گم گشتہ ام ز لاغری اندر میانِ تو
تن موئے شد مرا و بہ ہر موئے از تنم | غم کوہ کوہ در غمِ کوہ روانِ تو
زرد و خمیدہ شد تنِ خسروؔ کہ تا شود
خلخالِ پائے ہائے سگِ پاسبانِ تو

۱۶۳۴

مستیم آمد آں نگار کہ ما مست روئے او | دیوانگی ست کارِ من از جستجوئے او

---

[1] دریں غزل محذوف است
[2] دریں غزل محذوف است
[3] دریں غزل محذوف است

باخود برید چشم من از روئے مردمی ⁂ گر آرزو کنید کہ بینید روئے او
برخاک کوئے وے دلِ من دوش گم شدست ⁂ یکرہ طلب کنید دل از خاک کوئے او
خواہید تا چو من نہ شوید از بلائے ہجر ⁂ در من نگہ کنید و بہ بینید سوئے او
گر تلخی سخن دہد از خوئے تلخ خویش ⁂ ہم بشنوید و تلخ مدانید خوئے او
گر ہیچ نیست پیشِ نسیم صبا روید
بر خسروِ شکستہ رسانید بوئے او

د ۱۶۳۵

عشق نوست و یار نوست و بہار نو ⁂ زاں روئے خوب روز نو و روزگار نو
چوں در نیاید از درِ من نو بہار من ⁂ زانم چہ خوشدلی کہ در آید بہار نو
در نو بہار چوں تو نہ ای در چمن مرا ⁂ از سرو و گل چہ خیزد و از لالہ زار نو
بس نو بہار کہنہ کہ بشکست زاں کہ کرد ⁂ در چشم نیم مست تو ہر دم خمار نو
دارم دلِ غمیں و نہ دانستم ایں کہ باز ⁂ ہر روز نو شود غمم از غم گسار نو
با خاک یادگار برم درد تو کہ باز ⁂ ہم یادگار کہنہ شود یادگار نو
خواہی ببیں و خواہ نہ بارے من از دو چشم[۱] ⁂ ریزم بہ خاک کوئے تو ہر دم نثار نو
خسرو ز عشق لافی و جوئی قرار دل
بخشد مگر خدائے دولت را قرار نو

د ۱۶۳۶

سوئے شکار رائے پسر نازنیں مرو ⁂ رحمے بکن برایں دل اندوہگیں مرو
شیراں نیند مرد تو چوں غمزہ می زنی ⁂ بر آہوانِ خستہ بہ آہنگ کیں مرو
مگذار تا بہ خویشتن آیم ز بے ہشی ⁂ روزے دو مردمی کن و بر پشت زیں مرو
شب تیرے از کمانِ توام می کند ہوس ⁂ امروز ہم مراکش و جائے بہ کیں مرو

---

[۱] درین بیت ذیل زائد است

بردی دلم مرنج ز گستاخی اش از انک ⁂ نو بردہ ای ست پیشِ خداوندگار نو

دی گشته رفتی و دل خلقی زجا برفت | رفت آن چه رفت بار دگر این چنین مرو
یک پارسا نماند به شهر از خدا بترس | مست و خراب سوی برون بیش ازین مرو
گل کیست تا به پات رسد یا مرا بکش؟ | یا پابرهنه بر گل و بر یاسمین مرو
گفتی[1] به شبنم ار نه روم خون بریزمت | مسکین بر آن چه رای تو باشد همین مرو
بر نازکان باغ ببخشای و لطف کن | زین سان به ناز در چمن ای نازنین مرو

ای آن که در نظارهٔ آن شوخ می روی
دیوانگی خسرو مسکین ببین مرو

۱۶۳۷
ای[2] خرد مست لعل چون می تو | ما ز آزاده ابروی خوی تو
می مرا چه نه لب به کوشش برم | بس که مستم ز لعل چون می تو
چون کنی وعده باز گویی "کی؟" | من به صد جان غلام آن کی تو
چون غمت بکشدم بگویی "هی" | روح بخشد به تن همان هی تو
گویم "مردن تو از پی کیست؟" | هم به جان و سر تو از پی تو
گفتم "از تو حیات دارم" گفت | "تو نگر دان حیات لاشی تو"

خسروا چون سزای سوختنی
مهربانی ست شعله بر نی تو

۱۶۳۸
ای[3] به بالا بلند و زیبا تو | رشک سرو بلند بالا تو
زرگر از سیم چون تو بت نه کند | خواه هم بر دو خواه فرما تو

---

[1] درین بیت محذوف و به جایش بیت ذیل زائد است
چشم تو آفت ست به روی کسی مبین | پای تو نازک ست به روی زمین مرو

[2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است

در دلت هیچ جا نمی گیرم / گرچه ما هسته ایم و خرما تو
تیغ برکش که جان فدا کردیم / گر نه خواهی برید از ما تو
خیز و بر دیده شیں چناں که بود / مردم دیده زیر و بالا تو
روز ها شد که اندر ایں هوسم / که شوم هم نشیں شبے با تو
گل دماند اشکِ من از خاک / بو که آئی بدیں تماشا تو
همه راهت برفتم از مژگاں / گرچه دورست ره ز من تا تو
جان خسرو چو جائے خود کردی
دور تا کے شوی از ایں جا تو؟

۱۶۳۹ یا دلم[1] را به از محرم شو / یا تنم را بدوز و مرهم شو
گر نه ای آگه از درونهٔ من / یک زمانے بیا و هدم شو
نه شوی کم به پرسشے که کنی / ور شوی کم بدیں قدر کم شو
چند سر بر کنی ز جیبِ جفا / پا به دامن کش و فراهم شو
ور غمت بهرِ بردنِ دل ماست / دلِ ما را بگیر و بے غم شو
گر شوی دیده می توانی شد / مردمِ دیده گر شوی هم شو
جائے در چشمِ خسرو از نه کنی
خاک پائے سرِ معظم شو ب

۱۶۴۰ ب

لاله[2] دمد از خونِ شهیدانِ غمِ او / تا حشر درآیند به خونِ علمِ او
از جور و جفا و ستم هر که بپرسی / در عشق مساوی ست وجود و عدمِ او
می زد رقمِ غالیه نقاش سیه کار / بشکست ز رشکِ خطِ سبزت قلمِ او

---

[1] دریں غزل محذوف است [2] مطابق نسخهٔ ن

در ہائے خم امروز چو من صاف وے نیست | جز دردکہ پیوستہ بود در قدم او

خسرو چو خوردی ز سفالِ سگِ کویش

جمشید حسد می برد از جام جم او | د

١٦٤١

تا شدم[١] چشم آشنا بر روئے تو | چشمہا از من رواں شد سوئے تو

بس کہ مویت در خیالِ من نشست | در خیالم کیں منم یا موئے تو

عاشقِ اُوئیم تو کز بس صفا | روئے تو آں دیدن اندر روئے تو

گفتیم "بے روئے من در گُل مبیں" | چوں کنم می آیدم زو بوئے تو

من کجا خسپم کہ از فریادِ من | شب نہ می خسپد کسے در کوئے تو

نفگنی در گردنم دستے کہ نیست | ایں کماں را طاقتِ بازوئے تو

سر بہ زانو ماندہ ام از دامنت | تا چرا بوسد سرِ زانوئے تو؟

بندہ خسرو از سرِ جاں خواستت

تا نشیند ساعتے پہلوئے تو | غ

١٦٤٢

آئینِ تو[٢] دل بردن ست اے چشم خلقے سوئے تو | خوئے تو مردم کشتن ست اے من غلامِ روئے تو

گہ جاں بہ بوئے می دہم گہ دل بہ موئے می نہم | کارے ست افتادہ مرا با ہر خم گیسوئے تو

از بس کہ کویت ہیچ گہ خالی نہ باشد راہِ کس | ہر لحظہ بینم تازہ تر داغِ سگانِ کوئے تو

نزدیک مردن می شوم از بوئے زلفت می زیم | تا حال چوں خواہد شدن روزے کہ نبود بوئے تو

گر من نہ مانم ظن مبر کز کوئے او دامن کشم | با باد ہمراہی کند خاکِ من اندر کوئے تو

آیم بہ کویت ہر شبے چوں خواب نا ید چوں کنم؟ | مشغول دارم تا سحر خود را بہ گفت و گوئے تو

گفتی کہ "سوئے باغ رو تا بو کہ دل بکشایدت" | او فتح مارا کے دہد، چندیں گرہ در موئے تو

---

[١] مطابق نسخۂ ن   [٢] مطابق نسخۂ ن

امشب که مهمان منی، فردا که خواهی زیستن	بگذار تا یک ساعتی می بینم اندر روی تو

دست رقیبت بس بود گر تیغ بر من می زنی
بیکار خسرو چون نهم بر ساعد و بازوی تو

۱۶۴۳ و

دل و جان مرا زاندازه بگذشت آرزوی تو	بباید خون من تا جان کنم قربان خوی تو
دلم بستی چو در زلف درازش آن قدر رشته	که گردد هر زمان گرد سر هر تار موی تو
تو خود هم زین پر خون برون بر حال دل جانا	که من گفتن نمی آرم بر آن خوی نکوی تو
براهت خاک گشته عاشقان ست و تو در جولان	مبادا کاین جبین گردی نشیند گرد روی تو
نمی یابد خبر خلق از دل گم گشته جز آن دم	که بوی خون دلها باد می آرد ز سوی تو
نه بر تو بلکه هم بر دیدهٔ خود می نهم منت	اگر در دیده پا گردم ز بهر جست و جوی تو

من و شبها و بیداری و حیرانی و خاموشی
که محرم نیست خسرو را زبان در گفت و گوی تو

ب

۱۶۴۴

ز دلها[1] لشکری دارد سخن با تاجداران گو	قرار لشکر خود ده، به ترک بی قراران گو
ترا دو چشم جادوکش من از دوری بمردن خوش	خود از خنجر نمی رانی بدان خنجرگذاران گو
بگو با من که "در کویم بلا و فتنه می بارد"	ز باران چه ترسانی حدیث تیرباران گو
چه گویی این که "پامال غلامانت کنم بر در"	به راه خویشتن ای سلطان لگدکوب سواران گو
چرا هر دم همی گویی که "سوز عشق بد باشد"؟	مرا در سینه دوزخهاست، این با خام کاران گو
جفا گر می کند، بر روی او چون گویم ای محرم؟	ولی زان گونه کاندر گوش او افتد به یاران گو
غم من بشنو ای باد، و چون هست این گلهٔ نوعی	مگو آن جا و گر گویی به سان شرمساران گو

[1] مطابق نسخهٔ ن

توای کز بادهٔ عشق بتانم توبه می گوئی — مرا عمری ست مستم، این سخن با هوشیاران گو
چو گل چیند کسی کز خار ترسد خسروا سر نه
به تیغ همچو سوسن بس حدیث گل عذاران گو

۱۶۴۵ (و)

ای گلستان[1] ترا بالای سرو — وز تو زیب قامت زیبای سرو
شکل سروار چه به بستان ها خوش ست — با چنان قدی کرا پروای سرو
هر کرا با گل عذاری سرخوش ست — کی سر باغ ست یا سودای سرو؟
راستی گویم مرا با تست کار — راست ناید کارم از بالای سرو
می درم بر یاد بالایت چو گل — جامه پیش قامت یکتای سرو
هیچ گه باشد که زیر پای تو؟ — سر نهم چون سبزه زیر پای سرو
خسروت بر چشمها جا کرد از آنک
بر گذار سرو باشد جای سرو

۱۶۴۶ (غ)

همی گویم که وقتی[2] زان مشتاقان مجنون شو — تو نافرمان بدخو را نمی گویم که اکنون شو
چه حاجت نامه های درد ما را مهر اکردن؟ — ببین عنوان خون آلوده دیده خود مضمون شو
من امشب جان شیرین در سر و کار وفا کردم — تو در دولت بمان جاوید هر روزی به افزون شو
بده سر جرعه ای در کش رجا رم شوق ای زاهد — پس آن گه های گویان پیش آن لبهای میگون شو
به دیوار خرابات او فگندم خرقهٔ رسمی — حلالت کردم ای دزد اندرون بستان و بیرون شو
نیاید عاقلان را خسروا سودای تو باور
گر این را محرمی خواهی به گورستان مجنون شو

۱۶۴۷ (ت)

بیا ای باغ[3] جانان تا بنگرم سرو روان تو — مرا دربان رها کن تا بمیرد باغبان تو

---

[1] تا [3] مطابق نسخهٔ ن

ز فریادم بنالد کوه و رہ ندہی بہ سوے خود — تعالی اللہ چہ سنگ ست این دلِ نامہربان تو
بخواہی دید کز ظلمِ تو ناگہ بہترین روزے — منِ مظلوم خواہم ہر دو دست اندر عنان تو
مرا گفتی کہ "باشی تو کہ بوسی آستانِ من" — کہ آں گستاخیم بخشی غلام رایگانِ تو
دگر زیں تنگ می داری کہ خود را زانِ تو گفتم — من و تنہا ازآنِ خود، دل و جانم ازآنِ تو
تو آگہ نیے کز من باتو از این میاں عشق می سازم — کہ خود را گہے دشنام گویم از زبانِ تو

بہ حیلہ زیستی خسرو کہ دیدی بیش آمد و دیدی
کنوں باز آمد آں مردم کش اینک بہرِ جانِ تو

۱۶۴۸ غ

امشب[۱] اے باد یکے جانبِ آں بستاں شو — سرِ آں زلفِ پریشاں کن و مشک افشاں شو
من کہ زاں بوئے شوم کشتہ و خواہی بروم — از پئے بوئے دگر جانبِ آں بستاں شو
چوں شدی اے دلِ بدخو کہ مدت ایں راہ — کہ بہ آں سرکشِ خود کامہ و بے ساماں شو
تشنۂ خونِ دلِ ماست دو چشمِ مستت — ہر دم اے دیدۂ من ساقیِ آں مستاں شو
صنما رفت چو جانم بہ غمت لطفے کن — تا شوم زندہ ز سر ہم تو درایں تن جاں شو
ہمہ در مجلسِ شاہاں نتواں خورد کباب — یک شبے بر جگرِ سوختہ ہم مہماں شو
آرزو دارم کامے ز لبت یک روزے — تا مگس گوئی کہ "غارت گرِ خورستاں شو"
سرہا ہست کہ در دیدہ کشند ست خوباں — گفت خسرو کہ ز خاکِ درِ خسرو خاں شو

رکن دیں آہ ز فتانیِ حسن آں کس بہ دعا
آسماں گفت کہ "فرماں دہ چار ارکاں شو"

۱۶۴۹ ب

دلے دارم[۲] چو داماں گل از غم چاک گردیدہ — سرے بر آستانِ او ز محنت خاک گردیدہ
زبس کز غمزۂ او تیغِ بیداد آمدہ بر من — مرا سر سینہ ام چوں دامنِ او چاک گردیدہ

---

۱ مطابق مسودہ   ۲ درین غزل محذوف است

به طاباک افگند پروانه را شمع وفا بینش | که گر در سر هنوزش اندر آن طاباک گردیده
بر آن شکل و شمایل با وجود حسن خورشیدی | نه دیده چون توئی هر چند در افلاک گردیده
عجب گر شادمان گردد و رو بنما بعد ازین هرگز | دل خلقی چنین کز درد من غمناک گردیده
بزهر هجر خسرو جان نه خواهی داد دور از وی
ازآن روی که آئین وفا تریاک گردیده

۱۶۵۰

چه شکل است[1] این که می آید سمند ناز بر کرده | هزاران جان و دل آویزهٔ بند کمر کرده
گهی خواهم کشم دیده گهی خواهم نکو دارم | چو بینم سوی او انگشت با در دیده ور کرده
سر آن چشم گردم دیده چون زد دیده سوی من | چو سویش دیده من از ناز دیگر سو نظر کرده
چه شرمش آید از تلخی که از شوخی و بدگوئی | کند با من حدیث تلخ رو سوی دگر کرده
نه من مردم به خون گرم و عشق شهوت آلوده | عروسی دان مرا گلگونه از خون جگر کرده
خوش آن مجلس که خسرو گشته غرق جرعهٔ خوبان
لباس هستی خود پیش شان از گریه تر کرده

۱۶۵۱

من ار چه[2] هر شب از شبهای هجرش می کنم ناله | ز آه من مبادا بر لبش آزار بتخاله
گذشت از حد درازی شبم ترسم که ناگاهان | شود شبهای بی پایان درین یک ره ز صد ساله
به سیم در رخت گر ره بود در آتش و تیغم | دوم زان سان که گوئی می دوم بر سوسن و لاله
چه خوش جان دادنی باشد که من از تلخی مردن | تو بخشی از لب خویش آخرش شربت ز لال حاله

---

[1] درین غزل محذوف است

[2] درین بیت ذیل زائد است

مرا از ناله خود صد خراش ست و یکی راحت ⁂ که می نشناسد آن سلطان سگان خویش را ناله

گرم چوں خاک زیر پائے توسن پے سپر سازی　　ہمت نگذارم دگر دے شوم آیم ز دنبالہ

فراقت کشت خسرو را کہ ترسیدی ز روزِ بد
ملخ زو کشت دہقاں را کہ می ترسید از ژالہ

١٦٥٢　　　　ب

تو دور افتادہ از ما و نہ گنجد شوق در نامہ　　بیا کز دست تو ہم پیش تو پارہ کنم جامہ
ترا خالِ بلا پرور چوں نقطہ بر رخے چوں مہ　　مرا داغت بہ پیشانی چو عنواں بر سرِ نامہ
ز خوں[1] ریزی تو ہم در سایۂ زلفِ تو آویزم　　رقیبت گر بجاہ گشت بالائے اندر آں شامہ
من از جاں خاستم تو خوئے بد مگذار جانِ من　　کہ مردن خوش بود از دست چوں تو شوخ خودکامہ
ز آہِ خویشتن یک سینہ بے آتش نمی بینم　　ببیں دیوانۂ خود را کہ چوں گرم ست ہنگامہ
ہمہ شب خوں خورم با دل نہ دارم عقل را محرم　　کہ ہست ایں تربیتِ خاصاں نگنجد در دلِ عامہ

بہ چندیں پیش ہر چشمے ز چشمم خسروت رفتی
پسندت نیست آخر ہیچ کے خادم دو بادامہ

١٦٥٣

اے[2] از رقمِ شب گوں دیباچۂ مہ کردہ　　صد نامۂ پاکاں را خطِ تو سیہ کردہ
چاہِ ذقنت کاں جا جاں ہا بہ حیل گنجد　　طرفہ کہ ہزاراں دل خوں گشتہ بہ چہ کردہ
جولانِ خیانت را چشمِ تو بہ یک غمزہ　　اندر دلِ تنگِ من بشکافتہ رہ کردہ
ہر کس رخِ زیبائے بیند بہ نظر ہر سو　　من دیدہ خیالت را ہر سو کہ نگہ کردہ
خاکِ درِ تو صوفی بیزد بہ کلاہِ خود　　خاکِ درِ ایشاں ہم تعظیمِ کلہ کردہ

---

[1] بیت محذوف درن و بہ جایش بیت ذیل زائد است

ہزاراں نامہ تر کردم بہ خوں آخر چہ کم گشتی ※ اگر تو بے وفا را تر شد روز سرِ خامہ

[2] درن غزل محذوف است

اول دلِ من خود را خون کرد به صد زاری — وان گاه به صد زاری یادِ تو چو مه کرده
شد پخته دلِ خسرو کش خام همی خواندی
تو سوخته سر تا پا بر خاک سیه کرده

١٦٥٤

ای جان[١] چو سخن گویم مستانه و رندانه — سرمستم و لایعقل زان نرگس مستانه
پرسد ز سرشکِ خون جانم ز غمت آری — برگشته مرا آخر در عشقِ تو پیمانه
ای دوست سرِ زلفت در سینهٔ من بکشا — زنجیر نه این در را سرباست درین خانه
با عشق دو چشمش چون رفتی ز پی خویش
خسرو تو ره رفتی رندانه و یارانه

١٦٥٥ ت

ای رفتی و ترکِ من بدنام گرفته — وز دست وفای دگران جام گرفته
باز آمده‌ای تا بنمای و بسوزی — در سوز میا در دل آرام گرفته
خونم مخور ای دوست که این بادهٔ غم آرد — چون دید توان آن رخِ گلفام گرفته
دشنام مرا گفته بدی دوش همه شب — من لذتِ آن گفتنِ دشنام گرفته
از پیش مران بندهٔ دیرانهٔ خود را — گر دل شدت ای کافر خود کام گرفته
من[٢] دوزخیِ عقل و لبادوزخیِ عشق — گر صد چو منِ سوخته را خام گرفته
ای گل چه زنی خنده ز نالیدنِ خسرو؟
کآزرده بود بلبلِ در دام گرفته

١٦٥٦

دلی دارم ز هجران پاره پاره — جگر هم گشته پنهان پاره پاره

---

[١] درین غزل محذوف است   [٢] درین بیت ذیل زائد است
وزدان دل از شاه بگوید که بگیرند ** من گیرم و هر موی ترا نام گرفته

بیا کت بینم و ہمچوں سپندے — بر آتش افگنم جاں پارہ پارہ
چہ خوش حالے کہ گردم گرد کویت — دلے پُرخوں گریباں پارہ پارہ
بہ کویت کردہ ام شب گریۂ خوں — جگر اینک بہ داماں پارہ پارہ
ز پیوندت نہ خواہد شد جدا دل — کنیش ار خود بہ پیکاں پارہ پارہ
بہ صد خونابہ ایماں در دل آویخت — مکن اے نا مسلماں پارہ پارہ

لبت گر خورد خونم گرد ہر دست
کند خسرو بہ دنداں پارہ پارہ

۱۶۵۷

دلم در عشق جاناں گشتہ پارہ — دل ست آں شوخ را یا سنگ پارہ
کنار[1] خود نہ می بینم ز گریہ — کہ نتواں دید دریا را کنارہ
چو بکشادم بہ گریہ چشم دُربار — کشاد ابرو پدید آمد ستارہ
دو[2] بوسم داد دوش و تا بہ امروز — خرابم زاں شراب مستکارہ
نگار[3] بگسلاں سر رشتۂ خود — کہ نتواں دوخت ایں قبائے پارہ

اگر خوں خورد خواہی شیوہ بگذار
کہ خسرو نیست طفل شیر خوارہ

۱۶۵۸ — غ

نسیم زلف بر دست صبا دہ — مرا خوں غیر را مشک ختا دہ
لبے کز چشم می دارند لطفت — مرا خاک و کساں را توتیا دہ

---

[1] دریں بیت محذوف است
[2] دریں بیت محذوف است
[3] دریں دو بیت ذیل زائد است

من ودیں بس دو سہ بدنام مستے — سگاں رسوائے طفلاں در نظارہ
بہ عشقم چارہ فرمایند یاراں — ولے بایار بے فرماں چہ چارہ؟

از آں مے کت چو خون من حلال است | پیالہ خود خور و شربت بہ ما دہ
بکش از یک نظر چوں کشتہ گردم | یکے دیگر بیفگن خوں بہا دہ
بہ حکم خدا خویش اے آیت حسن | ہمہ فتوی بہ خوں آرو مرادہ
دلیری می کند در دیدنت خلق | بہ دستِ غمزہ شمشیر بلا دہ
مرا صد پارہ کن بر چشم بیمار | قلیواثراں و زاغاں را صلا دہ
چو خاکستر شوم از سوزِ عشقت | بہ دست خویش بر باد صبا دہ

بہ صد تعویذ جاں در دم نہ شد بہ
بہ یک دشنام خسرو را دوا دہ

۱۶۵۹

چو[1] بنمائی رخ گلنار گونہ | گل اندر خار غلتد خار گونہ
ہمیشہ چشم تو مست ست جانا | وے در دلبری ہشیار گونہ
شفا حاصل نہ شد درد دلم را | مگر زاں نرگسِ بیمار گونہ
خرد در صدر دیواں خانۂ عشق | ہمی گردد دلِ بیکار گونہ
چو غم اینک بے تو می گذارم
نفس پیمودن تکرار گونہ

۱۶۶۰

کشادم[2] دیدہ و روئے تو ناگہ | بہ جانم در شدی ناکردہ آگہ
اگر گویم کہ "از جورت کنم آہ" | زنی فی الحال تیغ و گوئیم "دہ"
قدت شاخ انار و روئے تو نار | تعالی اللہ از آں قدِ انارہ
اگر بر تو زند خورشید رویت | بسوزد مہ درونِ ہفت خرگہ

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است

مکن با چشمِ خود نرگس مقابل — کسے آئینہ ننهد پیش اکمه
صفا از روئے او برد آئینہ رہ — بنامی زد زہے دخل موجه
بگریم ہر سحر بر یادِ رویت — کہ باراں خوش بود اندر سحرگه
بگفتِ خسرو از خطِ موئے معنی
مسلسل کرد اعز اللہ شانه

۱۶۶۱
تا[1] دل تو ام بہ غم نشستہ — جاں در گذرِ عدم نشستہ
بر خاکِ درِ تو من مقیم — مانند سگ حرم نشستہ
ہر کس کہ بدید حسنِ رویت — در خانۂ زہد کم نشستہ
آں خطِ غبار بر عذارت — چوں ہندوے پشت خم نشستہ
ہستم بہ رقیب ناکس اے دوست — چوں گل بہ گل دژم نشستہ
جہر از ہوسِ رخِ تو ہر شب — تا وقتِ سحر بہ غم نشستہ
از دولتِ وصلِ تست خسرو
بر مسند و تخت و جم نشستہ

۱۶۶۲
در[2] خون منم اے صنم نشستہ — وز عشق تو در دلم نشستہ
مانند تو دلبرے بہ خوبی — در ملکتِ حسن کم نشستہ
اے ابروئے شوخ دلربایت — بگرفتہ دل و بہ خم نشستہ
ہر کس بہ مقام و منزلِ خویش — در کوئے تو چوں سگم نشستہ
خسرو بہ حریمِ عشق فارغ
از زمزم و از حرم نشستہ

---

[1] درین غزل محذوف است   [2] درین غزل محذوف است

غ

۱۶۶۳

اے دردِ دلِ من مقیم گشتہ — دل بے تو اسیرِ بیم گشتہ
خالِ تو چو نقطۂ دو ابروت — چشمم ہمہ نون و میم گشتہ
پشتِ صدف از لبت شکستہ — دُر در شکمش یتیم گشتہ
از میم[۱] دہان و نون ابرویت — یک دائرہ دو نیم گشتہ
خطت بہ سواد دیدۂ من — بنشستہ و مستقیم گشتہ
تو مردہ[۱] فتادہ بندہ در عشق — در مذہبِ غم قدیم گشتہ
من بے ردِ آستینِ تنگت — از دست تو پر ز سیم گشتہ

خسرو بہ گدائی جہاں سیم
پیشِ درِ او مقیم گشتہ

۱۶۶۴

اے[۲] درد دلِ من چو جان نشستہ — در سینہ دروں نہاں نشستہ
بالات کہ راست کردہ تیرے ست — تیرے ست بہ مغز جاں نشستہ
من رفتنِ جاں چگونہ خواہم — تو شوخ چو درمیاں نشستہ
جاں بر لبم آمد و نہ رفتہ — تا نام تو بر زباں نشستہ
من غرقۂ دست و پا زناں وائے — می خند تو بر کراں نشستہ
اے خاک بہ زاریم مکن دور — گردے ست بر آستاں نشستہ

عشاق کشی چو بر در تست
خسرو بہ امید آں نشستہ

۱؎ درین بیت محذوف است — ۲؎ درین بیت محذوف است۔
۳؎ درین غزل محذوف است

۱۶۶۵

ای[1] آرزوی دلِ شکسته   ما در دلِ تو شکسته بسته
بس دل که به دولتِ فراقت   از ننگِ حیات باز رُسته
مجروح لبت بسی ست کس دید   یک خرما را هزار هسته
دل کوفتهٔ من چو آهنِ سرد   زان گونه که صد شرار جسته
سروت چو برای جانِ ما خاست   برخاسته وُ به جان نشسته
اندوهِ من ار نهند بر کوه   کُه را بینی کمر شکسته

بر خسرو غمزه ای تمام ست
شمشیر چرا زنی دو دسته؟

۱۶۶۶

ای[2] آمده جان هر شکسته   می ده ز شکسته بر شکسته
بشکسته ام از تو هیچ عهدی؟   ای عهد ببسته بر شکسته
کم کرده درست هیچ عاشق   وصفی ز لبت نگر شکسته
گل خندهٔ لعلِ شکرینت   قدرِ گل و گل شکر شکسته
تا طوقِ سگِ تو سازد ایام   عشاق ترا کمر شکسته
نشکسته به هیچ زر تو ازکس   الا که به روی زر شکسته

دریاب که خسرو از هوایت
ماندست چو مرغِ پر شکسته

۱۶۶۷

ای[3] دهلی وُ ای بتانِ ساده   یک بسته وُ رسته کج نهاده

---

[1] درین غزل محذوف است   [2] درین غزل محذوف است
[3] درین غزل محذوف است

خوں خوردنِ شاں بہ آشکارے ست — گرچہ بہ نہاں خورند بادہ
قرباں نہ کنند از آں کہ مستند — از غایتِ ناز نامرادہ
نزدیک دلی چناں کہ دل را — برداشتہ گوشہ اے نہادہ
جائے کہ بہ دہ کنند گلگشت — در کوچہ دمد گلِ پیادہ
آسیب صبا رسید بر دوش — دستار چہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بہ دنبال — خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ بادِ حسن در سر — ایں ہا ہمہ دل بہ باد دادہ
خورشید پرست شد دلِ ما — زیں ہندوکانِ شوخ سادہ
کردند مرا خراب و سرمست — ہندو بچگانِ پاک زادہ
بربستہ بہ موئے شاں چو مرغول
خسرو چو سگے ست در قلادہ

۱۶۶۸ — ب

اے غالیہ گرد ماہ سودہ — آراستہ شمع را زدودہ
برداشتہ نسخہ اے ز خورشید — آہستہ کہ روئے تو نمودہ
یک[1] خندہ ز لعلِ شکرینت — زنگارِ ہزار دل زدودہ
جاں تازہ شود ز گردِ خنگت — کاں خاک مفرحے ست سودہ
ہر[2] روز بہ کوئے تو جواناں — جاں کاشتہ و جگر درودہ
ہر روز بہ دیدنِ رخِ تو — جاں دادہ و عمرِ تو فزودہ
بیگانہ شدہ آں کسے کہ بودست — وقتے بہ دلِ خراب بودہ
ہر شب دلِ من حدیث دردت — ہم گفتہ و ہم ز خود شنودہ
کس در غمِ تو نہ دادہ پندم — جز آں کہ غمے نیازمودہ

---

[1] درن بیت محذوف است [2] درن بیت محذوف است

بستہ بہ عطائے او دلِ خویش
خسروؔ کہ میانِ خوں غنودہ

۱۶۶۹ و

اے حسن تو آفتِ زمانہ — روئے تو بہ دلبری فسانہ
ہر دم سوئے قبلۂ دو ابرویت — خورشید یگانہ در دوگانہ
از زلف[له] تو گاہ قبلہ بازی — مطروحِ دو رخ شدہ زمانہ
من غرقہ و تو بہ آب چشمم — پیشِ رخِ خویش بر کرانہ
تیرم زنی و خوشم کہ بارے — بشناختیم بدیں بہانہ
گم گشتی و خسروا بہ کویش
یا ماند مگر ترا بہ خانہ

۱۶۷۰ و

اے آرزوئے ہزار سینہ — وندر دل تو ہزار کینہ
ہستم زبرت کہ ہست پیدا — در جامہ چو می در آبگینہ
ہر قطرۂ خوں ز چشمِ من ہست — بر خاتمِ عاشقی نگینہ
اے عشق چہ نام و ننگ جوئی؟ — در آب رواں کن ایں سفینہ
طاقت بہ دلم نماند یارب — بفرست ز بہرِ من سکینہ
مجنونِ خراب کردہ داند — اندوہِ منِ خراب سینہ
ننگ ہمہ عاشقاں ست خسروؔ
مپسند سفال در خزینہ

له دریں بیت محذوف است و بیت ذیل زائد سه

صد دل بدرد دمے بہ زلفت ٭ گر تیز زود زبانِ شانہ

۱۶۷۱

اے[1] قبلۂ ابروے تو محراب ابرار آمدہ | محرابیان در کوے تو از قبلہ بیزار آمدہ

ہم عاشقان در شست تو ہم روزہ داران مست تو | ہم زاہدان از دست تو در بند پندار آمدہ

وہ کان کمندِ عنبرین مشک ختا اندر خم و چین | از بہر آن موے ببین جانے گرفتار آمدہ

زیبا تو بر بام آن چنان شوخی و عیاری کنان | اے آفتاب عاشقان از تو بہ دیوار آمدہ

تا دیدم آن چشم عجب سوگند آن چشم مست و لب | گر مست و جویم روز و شب در چشم بیدار آمدہ

تو سرکش و من بے دلم افتادہ کار مشکلم | حاصل ز دست حاصلم صد رنج و تیمار آمدہ

تا زے ست اندر سر ترا خشمے ست بر چاکر ترا | وان خوے نازک مر ترا از چشم بیمار آمدہ

خسرو گرفتارِ ہوس دیوانۂ روے تو بس
وز خونِ مژگان ہر نفس آلودہ رخسار آمدہ

۱۶۷۲

عید[2] است خوبان نیم شب در کوے خمار آمدہ | سرمست گشتہ صبح دم غلتان بہ بازار آمدہ

عید آمد از چرخ برین پُر شادمانی بین زمین | مہ را چو زرین جام بین از بہر خمار آمدہ

از دہر ہاے بے سکون چون سلخ شد مہ بین کہ چون | پہلوگہ سلخش کہ چون بے ہیچ آزار آمدہ

بازار لطافت سر بسر کردہ لبانِ نغز تر | ہر یک برآئینِ دگر خون ریز و خون خوار آمدہ

گوئی کہ ابر اندر فلک پیلے ست لیکن بے ہیچ شک | وان پیل را زرین کجک بر سر نگون سار آمدہ

انگشترینِ بے نگین وز بہر آن انگشترین | چندین ہزار انگشت بین ہر سو پدیدار آمدہ

ہر کس بہ کف کردہ مے ہر دل شگفتہ چون گلے | وز کوس ہر سو غلغلے در چرخ دوار آمدہ

شب کس نہ خفتہ خوابِ خوبان گلابِ ناب را | نقل و مے و جلاب را ہر سو خریدار آمدہ

خوش خوش گلابِ مشکبو گشتہ روان از چار سو | زو خانہ و بازار کو چون صحن گلزار آمدہ

---

[1] درین غزل محذوف است   [2] درین غزل محذوف است

شب مار دود انگیز داں صبح از دمش خندہ زناں　　گوئی کہ ضحاکے ست آں اندر دمِ مار آمدہ
خورشیدِ تیغِ آتشیں زنگار چرخش ہم نشیں　　آں تیغ را بر چرخ بیں روشن ز زنگار آمدہ
در خانہ ہر خورشید وش گلگونہ تر کردہ خوش　　مژگاں چو تیرم نیم کش لب ہا چو سوفار آمدہ
در عیدگہ گشتہ سرآں ہر سوئے چوں پیر و جواں　　ہم عقل بردہ ہم رواں دل دزد و طرار آمدہ
بر تافتہ جعدِ سیہ وز ناز کج کردہ کلہ　　وز روئے ایشاں عیدگہ یغما و خوں خوار آمدہ
جوشاں بہ مرکب گرم رو در دیدہ میداں کردہ نو　　در ہر رکابش نو بنو گنبد گرے کار آمدہ
میخوارہ را امروز بیں غرق شرابِ شکریں　　مو لے ست اندر انگبیں گوئی گرفتار آمدہ
چنگ از نوائے ارغنوں از بسکہ جانے کردہ خوں
تن تن کناں جانے بروں از زیر ہر تار آمدہ

۱۶۷۳
عیدست[1] و ساقی در قدح جامِ مصفا داشتہ　　تشنہ لبانِ روزہ را شربت مہیا داشتہ
تا از شرابِ با صفا گوید حریفاں را صلا　　اینک سپہر اندر ہوا جامِ مصفا داشتہ
ہست ایں مہ فرخندہ فر لیکن بروز فرخندہ تر　　کو دیدہ مہ را در نظر در روئے زیبا داشتہ
در دی کشے کز عشقِ من در ماہ ماندہ چشم وے　　ساغر بہ دستش پے بہ پے دیدہ بہ بالا داشتہ
اے چشمۂ حیوانِ جاں نے نے کہ جانِ جانِ جاں
در حقۂ پنہانِ جاں معجون اصبا داشتہ

ت

۱۶۷۴
جانا رواں کن راحتے اے راحتِ جانِ ہمہ　　با ما ہمہ تلخی مکن اے شکرستانِ ہمہ
تو مست و غلتاں تو بتو زلفت پریشاں ہو بہ ہو　　جاں باد گرداں سو بہ سو گردِ سرت جانِ ہمہ
غم دارم و دل ریش از آں بے خوابیٔ من بیش از آں　　می گفت حالم چشم از آں خوابِ پریشانِ ہمہ

---

[1] درین غزل محذوف است

زان روئے چون مہتاب خوش یک دم نکردم خواب خوش — از تو نہ خوردم آب خوش اے آبِ حیوانِ ہمہ
تو خفتہ[۱] شبہا بے خبر خلقے بہ فریادِ سحر — من جانِ خود سازم سپر در پیشِ پیکانِ ہمہ
اے دردِ تو مہمانِ من مہمانِ دردت جانِ من — دردِ تو تنہا زانِ من درمانِ تو زانِ ہمہ
خسرو ز جانِ سوختہ گم گشتہ صبر آموختہ
وقتے شدہ آخر دوختہ چاکِ گریبانِ ہمہ

غ

۱۶۷۵
اے غمزہ[۲] خونخوارِ تو خونم بہ افسون ریختہ — افسونِ چشمِ کافرت زین گونہ صد خون ریختہ
تا ہر کہ باشد یارِ تو بے خود شود در کارِ تو — اے زیرِ لب گفتارِ تو در بادہ افیون ریختہ
اے آن کہ گردون چند گہ می داشت در خونم نگہ — زین ہر دو چشمِ رو سیہ شد اینک اکنون ریختہ
نے سرو اے شاخِ رطب کان قامتِ زیبا سلب — از نقرۂ خام اے عجب نخلے ست موزون ریختہ
اے کردہ خسرو را زبون ہرگز شنیدستی کہ چون
خون کردہ دل را در درون وز دیدہ بیرون ریختہ

۱۶۷۶
دوش[۳] در آمد از درم تازہ چو بادِ صبحگہ — مشک فشاندہ بر قبا غالیہ سودہ بر کلہ
بس کہ دو دیدۂ سیہ بر کفِ پائے سودمش — گشت سفید چشمِ من شد کفِ پائے او سیہ
دست گرفتمش کہ دل حاملِ درد شد ببین — گرچہ گرفتہ حاملہ بر طبقِ سفید مہ
کوہِ غم است بر دلم کاہ شدہ ز غم تنم — پیشِ تو می کشم بگیر آن چہ کہ ہست کوہ و کہ

---

۱ درین بیت محذوف است   ۲ درین دو بیت ذیل زائد است
ہر جا کہ اشکم تاختہ آہم علم افراختہ — ہامون ز دریا ساختہ دریا بہ ہامون ریختہ
خواہم ببرم بر سما کو جویہ او گردم رہا — صد گونہ بارانِ بلا گردد ز گردون ریختہ
۳ درین غزل محذوف است

روئے نمارست چشمِ من خاک درِ تو اندرو — آب چو صفا بود خاک ببینمش به ته
ایں دلِ کور بیشتر بر زنخت گذر کند — مرگ به خنده در شود کور چو بگذرد به چه
عارض گندمینِ تو هست گزیدنم ہوس — گر ز بهشت روئے خود افگنیم بدیں گنہ
بوده ام اندریں سخن صبح رسید از افق
ساخت به طرهٔ ماهِ من طرهٔ صبح را سیه

۱۶۷۷
گر کنی گشتِ[1] چمن با شوخ و با شنگے دو سہ
باغ صد رنگ آورد از بوئے وُ از رنگے دو سہ

ہر مژه از نرگست گو باز بانے شد کہ ہست
بہرِ دل بردن درو افسون و نیرنگے دو سہ

خشم ہا گیری نبود آشتی ور با شدت
با شدت اندر میانِ آشتی جنگے دو سہ

چوں بہ بازی سنگ بر عاشق زدن کار بتاں ست
اے بت آخر بر من بے سنگ ہم سنگے دو سہ

وه کہ خسرو چوں زید گر ہمچو تو باشد بہ شہر
شوخ چشم و خیرهٔ بازنده وُ شنگے دو سہ — غ

۱۶۷۸
ہمہ شب رود ہے رو بہ رهِ صبا نشستہ
ہمہ کس بہ خوابِ راحت منِ مبتلا نشستہ

غرضے ورائے امکاں چہ خیال فاسد ست ایں
ہوسِ جمالِ سلطاں بہ دلِ گدا نشستہ

---

[1] درن مخذون است

نفسے[1] فرونہ بردم کہ نہ اندہِ تو خوردم
تو بگو کہ چون زیم من بہ دلِ ہوا نشستہ؟

بہراے دلِ اسیران بہ کجا گریزم از تو؟
بہ حوالیٔ دو چشمت حشمِ بلا نشستہ

ہمہ شب صبا بہ بویت منِ سوختہ چہ گویم؟
کہ چہاست در دلِ من زدمِ صبا نشستہ

تو ز نالۂ من از من سزدار جدا نشینی
کہ ز دستِ خویش من ہم ز خودم جدا نشستہ

اگرست رسمِ خوبان کہ بہ سر شوند راضی
منم این کہ اندرین رہ بہ رہِ رضا نشستہ

سرِ کوئے تست خسرو شب و روز چون کنم من؟
کہ توام نہ می گذاری نفسے بہ ما نشستہ

۱۹۷۹ و
مہِ من خراب گشتم زِ رخت بہ یک نظارہ
نظرے ز تو عفااللہ چہ مئے ست مست کارہ

بہ چسانت سیر بینم کہ ہم از نخست دیدن
شوم از خود و نیارم کہ ببینمت دوبارہ

ہوسم بود کہ دیدہ ز ہمہ ستانم و بس
بہ ہزار دیدہ تنہا بہ رخت کنم نظارہ

چو روی بہ گشتِ میدان دلِ عاشقان بود گو
کہ ز نعلِ بادپایت جہد آتشین نظارہ

---

[1] درن بیت محذوف و بجایش بیت ذیل زائد است
تو درآ دُ غمزہ اے زن کہ نہند پیش بت سر ٭ بہ ستانۂ کہ باشد صفِ پارسا نشستہ

تو به ره روان و خلقے به هلاک مانده بهر سو
چه غم آب تند رو را ز خرابیٔ کناره

سر آں دو چشم گردم که چو هندوانِ رهزن
همه راز نوک مژگاں زده بر جگر کناره

چه[۱] زیم دم عیارے تو آں بلند ایواں
که به کنگرهٔ جلالش نه رسد کمند چاره

چو ز دست رفت خسرو رگ جاں مکش ز دستش
که برشته دوخت نتواں جگرے که گشت پاره

۱۶۸۰
نو بهار[۲] ست و چمن جلوهٔ جوزا کرده
ابر ها ریختنی لؤلؤے لالا کرده
گره طرهٔ سنبل ز صبا جستم گفت
"دامنِ لاله پُر از عنبر سارا کرده"
بر گل و لالهٔ ترمی رود و نیک ببیں
پائے آلوده به خوں پائچه بالا کرده
عاشقاں رفته به گلزار و دلِ سوخته را
به تکلف ز گل و لاله شکیبا کرده
هر که را بر جگر از فتنهٔ خوباں داغے ست
من هم از گل گله اے از رخ زیبا کرده
داشته چشم به نرگس برِ هر گل که رسید
به هوس دیدهٔ خویشتنش به تهِ پا کرده
می شنودی که گل و لاله به باغ و نرگس
مطرباں را به نوا بلبلِ گویا کرده
پس ازیں ماؤ شراب و چمن و مستیٔ چند
دل و دیں را به سر شاهد و صهبا کرده
بنده خسرو ز شکر ریز صفت هر روزه
کلکِ خود را به دو دندانه شکرخا کرده

---

۱ درین بیت محذوف و به جایش بیت ذیل زائد است
مشترم حکیم طالع چو زر و زرِ بد به گریم ✻ که من آب خوش نه خوردم به شمار ایں ستاره
۲ درین غزل محذوف است

۱۶۸۱ ای بچشم از بر من رفته و تنها مانده | تو بجان رفته و درد تو به سرجا مانده
تا تو ای دیدهٔ بینای من اندر خاکی | نیست جز خاک درین دیدهٔ تنها مانده
خرمی تو که از ناکسی ام وا ماندی | وای بر من که من از چون تو کسی وا مانده
گله زین سوختگی با که کنم چون بجز دل | نیست سوزنده کسی بر من رسوا مانده
آه صد آه که ایمن نیم از آتش آه | گرچه سر تا قدم غرقهٔ دریا مانده
ای مسلمانان یارب دل تان سوخته باد | گر نه سوزد دل تان بر من تنها مانده
لولوی دیده عزیزست بچشم من از آنک | یادگاریست کز آن لولوی لالا مانده
کس نه ز اندوه غم خسرو مگر آن کس که بماند (ق) بی چراغی بود اندر شب یلدا مانده
قدر داغ چه شناسد مگر آن سوخته‌ای
که بود یک شبی از پهلوی عذرا مانده

۱۶۸۲ غ
منم امروز زده سوی تو چه یاری مانده | بادهٔ عیش ز سر رفته خماری مانده
چشم و سینه بگذرهای تو بر ره سوده | دیده بر خاک و دلی پر ز غباری مانده
عشق خون خوردن و جان سوختنم فرموده | من به نزدیک خود اندر سر و کاری مانده
بوستانی که درو جز گل بی خار نبود | چون توان دید که گل رفته و خاری مانده؟
وه درین فتنه که فریاد رسد جان مرا | ترک قتالم فرس تند و شکاری مانده
ای صبا عذر بخواهش اگر ما رفتیم | راه خون خورده خرا فتاده و باری مانده
دوستان باز نیابید دل من بگذارید | کشته صیدیست به فتراک سواری مانده
خلق گویند که بی او بچه سانی خسرو؟
چون بود بلبل مسکین ز بهاری مانده؟

۱۶۸۳ له
ای صبا از زلف او بندی بخواه | عاریت از لعل او قندی بخواه

له درین غزل محذوف است. ۲ درین بیت محذوف و بجائش بیت ذیل است سه رفته از پیش نظر نقش نگاری زیبا. بر رخ از خون جگر نقش و نگاری مانده ۳ له درین غزل محذوف است.

چوں لبِ مئے گوں بپالاید نہ مے | چاشنی از لعلِ او قندے بخواہ
پارہ شد پیراہن جاں از غمش | زاں لبِ جاں بخش پیوندے بخواہ
اے کہ می گوئی قناعت کن بہ ہجر | رَو قناعت را ز خرسندے بخواہ
زآتشِ دل دفترِ صبرم بسوخت | نسختِ او از خردمندے بخواہ
نوبتِ وصلش اگر پیوستہ نیست | گر توانی خواست یک چندے بخواہ

ہست وصلش با خداوندانِ بخت
خسروا بخت از خداوندے بخواہ

۱۶۸۴
ہر شب از سودائے آں زلفِ سیاہ | بگذرانم از فلک من دودِ آہ
گر کنی دعوائے خوبی می رسد | شاہداں داری ز رخ چوں مہر و ماہ
ماہ را با ابرویت نسبت کنم | شرمساری چوں نہ بینم زیں گناہ؟
خونِ چندیں سوختہ در گردنش | آں کہ نامش کردہ ای "زلفِ سیاہ"
مملکتِ دل ملکِ تو شد اے شاہِ حسن | کامراں بنشیں بہ صدرِ بارگاہ

خسروش خلوت گہِ دیدار ساخت
دیدہ را چوں دید روشن جائے گاہ

۱۶۸۵ غ
اے جفایت بر منِ مسکیں ہمہ | چند ازیں خشم و عتاب و کیں ہمہ؟
قصدِ جانم می کنی چوں دشمناں | دوست می دارم ترا با ایں ہمہ
محنتِ من بین و رو بنمائے از آنکہ | بہر رویت می کشم چندیں ہمہ
در بناگوشِ تو سر در کردہ زلف | کشتنِ ما می کند تلقیں ہمہ
تا کے آخر شربتِ زہرم دہی | تلخ گوئی زاں لبِ شیریں ہمہ
کاش کہ خوباں نبودندے بہ دہر | تا نبودندے بدیں آئیں ہمہ
ہرچہ دانی تو بکن چوں مر ترا | می رود بر خسروِ مسکیں ہمہ

لہ درین بیت محذوف است

اے ترا چو رو جفا آئین ہمہ　　خشم و نازت بر من مسکین ہمہ
بار قیبانِ تو اے جاں چوں کنم؟　　ظالم اند و بے کس و بے دیں ہمہ
داغ حسرت بر دلم ماندی و رفت　　جان من با ظالمے با این ہمہ
عالمے را بارِ رخت عیش ست و من　　تلخ کامم زاں لب شیریں ہمہ
در شب ہجراں غمت بار و ے خویش　　می فشانم در سحر پروین ہمہ
اے ترا بندہ شدہ شاہانِ ہند　　وے غلامت دلبرانِ چیں ہمہ
نیست ما نندت بسے جستیم ہیچ　　در ختا و خلخ و در سقیں ہمہ
پیشِ روئیت در چمن گشتند آب　　از خجالت لالہ و نسریں ہمہ
ہر چہ می خواہی بکن چوں مر ترا
می رود بر خسرو مسکیں ہمہ

۱۶۸۷ ع

جان من بر دست بے دادم مدہ　　دم بہ دم ہر روز بر بادم مدہ
نالۂ من نیست بے دردسرے　　گوش را رہ سوے فریادم مدہ
داد اگر خواہم بخواہی کشتنم　　ور نخواہی کشتنم دادم مدہ
جاں کہ در محنت بپیر و ر دم بخواہ　　دل کہ در خدمت فرستادم مدہ
دوست گر دشمن شود رفت اے خیال　　تو ہم دشمن شوی ہا یادم مدہ
می دہی کوہے ز غم جانِ مرا
خسروم آخر نہ فرہادم مدہ

۱۶۸۸ ع

باغ بین فصلِ بہارے ساختہ　　سرو چوں سلطاں کلہ افراختہ
قمریاں گشتہ غزل خواں یک طرف　　پردۂ نوروز را بنواختہ
بردہ باد اوراق اسناد خزاں　　غنچہ نو مجموعہ اے خوش ساختہ

لہ درین غزل محذوف است ع درین غزل محذوف است ـ ع درین غزل محذوف است

بلبل از اوراق گل کرده درست　　منطق الطیر و اصول فاختہ
گل فرش از ریسماں شیرازہ بست　　دختر گل بیں کہ چوں پر داختہ
واں بنفشہ بیں کہ خطِ سبز را　　می بخواند سر فرو انداختہ
مرغ باچنداں فرو خواند لطیف
عشقہا با شعر خسرو باختہ

۱۶۸۹
اے جہاں چشم سیاہت بستہ　　فتنہ خود را بہ پناہت بستہ
آسمان دستِ مہ از رشتۂ صبح　　پیش آں روے چو ماہت بستہ
غم بپیچید مرا چوں طومار　　پس بہ تعویذ کلاہت بستہ
دیدہ رہ داد ترا اندر چشم　　خونِ دل آمدہ راہت بستہ
دلِ من غرقۂ خون ست کہ شد　　در سر زلفِ دو تاہت بستہ
خواب گر چشمِ جہاں می بندد　　ماند از آں چشم سیاہت بستہ
خطت آورد سپہ بر من و شد　　مہ بہ فتراک سپاہت بستہ
جاں بر آرم ز زنخدانِ تو تا
نہ شد از خط سیہ چاہت بستہ　　ت

۱۶۹۰
خسروا گر عاشقی جام بلا بیش نہ　　داغِ عقوبت بیار بر جگر ریش نہ
تا بہ تیرہ ست عقل صیقلِ او کن ز عشق　　تا بہ چو آئینہ گشت دم مزن و پیش نہ
نعل در آتش فگن از پے معشوق وگر　　عاشقِ حال خودی بر جگرِ ریش نہ
جاں کہ نہ ماند مقیم در صفِ عشاقِ ناز　　سر کہ نہ داری بہ راہ در رہِ درویش نہ
بوکہ[۱] ز چشم نہاں سیر بیت آید گہے　　آں ہمہ ناوک بیار بر دل بد کیش نہ
چشم ستیزندہ را جا یک تا دیبان[۲]　　ظلم رسانندہ را شکر فرو لیش نہ

---

۱ درین غزل محذوف است　۲ درین بیتہ محذوف است

خوں کہ مے عارفاں ست بر لب جاں فشاں بریز — غم چو خورد عاشقاں ست از پے دل پریش نہ
گر رسد از دوستاں زخم ملامت مرنج — خون تنت فاسد ست رگ بہ تہ نیش نہ
طعنہ کہ ناخوش تر ست در دہن خویش کن
لقمہ کہ بایستہ تر پیش بد اندیش نہ

۱۶۹۱ الف

از لب او اے خیال نقل لب ما مدہ — مرغ خشک خوارہ را بستہ و خرما مدہ
من کہ بہ نامش کنم وصف جمالش بگو — غرقہ یکے غوطہ را قطرۂ دریا مدہ
زندِ خراباتیم مے بہ سفالم رساں — دُردکش کہنہ را جام مصفا مدہ
گر گذری اے صبا از پے چشم بیمار — خاکے از آں پاد دے بوسہ بآں پا مدہ
تاکہ زید با مرا دکشش تو نوازش کنی — کشتۂ امروز را وعدۂ فردا مدہ
دل کہ مرا سوخت ست آمدہ در زلف تو — تا کہ نہ سوزد چو من پیش خودش جا مدہ
بہر تو ام می کشد ہدیہ من روے تو — جلوۂ عاشق بدہ ہدیہ بدہ یا مدہ
جور تو خوشتر زداد نزد دلے کو دل ست — گر بہ جفا جاں دہیم داد دل ما مدہ
جان و دل خسرو است در رہ سودائے تو
ہر چہ بری خوش بہ بر قیمت کالا مدہ

۱۶۹۲ ب

اے از گل تو ما را در دیدہ خار ماندہ — وز نوک غمزۂ تو جانم فگار ماندہ
تا نقش تو زمانہ در پیرہن کشیدہ — در کارگاہِ گردوں مہ نیم کار ماندہ
تا بو کہ چوں تو ماہے بینم بہ طالع خود — ہر شب بہ گریہ چشم انجم شمار ماندہ
پس دل کہ ہست ہر دم از نار دانِ لعلت — در پردہ قطرہ قطرہ ہمچوں انار ماندہ
تو رفتی و دل من دنبال کردہ چشمت — مگذار دوستاں را دل پر غبار ماندہ
بے تو درونِ جانم زار ست چوں کنم من — بہبود ل چو می نیاید ایں جان زار ماندہ

لہ در دون غزل محذوف است لہ درین بیت محذوف است ۔

رحمے کز انتظارت دو چشم چار کردم | وز گریہ ہست صد جو در ہر چہار ماندہ
دستم بگیر یارا یاری بکن کہ ہستم | در محنت جدائی دستے ز کار ماندہ
تن می سپرے گشت گرگہ زاں می کنم عزیزش | کز زلفِ تست ما زا ایں یادگار ماندہ
عمرم کہ رفت بے تو اندر حساب ناید
دامے ست بہر خسرو بر روزگار ماندہ

۱۶۹۳

مہر تو در دل من مانند جاں نشستہ | ہمچوں منت بہ ہر سو صد ناتواں نشستہ
من با دو چشم گریاں پیوستہ در فراقت | تو شادماں و خرم با دیگراں نشستہ
گر خوں چکد ز دیدہ زیں غصہ جائے نیست | تا کے توانت دیدن با ایں و آں نشستہ
یک شب بہ کلبۂ ما گر بگذری ببینی | گرد فراق و محنت بر خوان و ماں نشستہ
بخرام سوے گلشن تا ہر طرف ببینی | بلبل ز شوقِ رویت نالہ کناں نشستہ
آیا بود کہ بینم روزے بہ کامِ خویشت؟ | از دشمناں بریدہ با دوستاں نشستہ
از گرد رہ نگارا عمرے ست تا کہ خسرو
از بہرِ پائے بوست بر آستاں نشستہ

۱۶۹۴ ب

مائیم و مجلسے خوبے سہ چہار سادہ | من در میانہ پیرے دیں را بہ بادہ دادہ
مجلس میانِ بستاں گل با صبا بہ بازی | نرگس بہ ناز خفتہ سروِ سہی ستادہ
خوباں بہ بادہ خوردن من جرعہ نوشِ مجلس | ہر جرعہ اے کہ خوردہ سر بر زمیں نہادہ
من بے خبر[1] ز ساقی وز چشم من بہ مجلس | چوں جرعہ ہائے مستاں خوں خورجائے بادہ
ساقی چو من ز بادہ مست و خراب میرم | بفرست خشتِ گورم بستاں سفال بادہ
سیراب خوں ست دائم زاں می زند بسر گو | آں سبزہ کہ کت بر آید گردِ لبان سادہ
مو بیت بہ زلف در ہم نئے خاستہ نہ خفتہ | چشمت بہ خوابِ مستی نے بستہ نہ کشادہ

---

[1] درین بیت محذوف است۔

زان دم[1] که بد خسرو مستانه خفت و خیزش — ما جاء کل شیٔ راس علیٰ بنیاده

چون راست آید آخر با تو طریق خسرو؟

او نامراد مسکین تو شوخ خود مراده

۱۶۹۵ [2]

از بس که ریخت چشم بهر تو خون تیره — کم ماند بهر گریه در چشم من ذخیره

چشم مقامر تو از بس دغا که دارد — مالیده صبر ما را همچون خروف حیره

ای من غلام آن لب کان را اگر ببیند — پر گم شده فرشته همچون مگس به شیره

آباد بر تو جانا گزشتن عزیزان — ده کو خراب کرده آباد صد حظیره

از آفتاب دیدن گر چشم خیره گردد — شد آفتاب چشم از دیدن تو خیره

گر شاهیم بر آتش گوئی نشینم او را — فرضم بود نشستن در قعدهٔ اخیره

افگنده روز بختم سایه بر این شب من — ورنه شبم چنین هم نبود سیاه و تیره

این ناله‌های زارم بشنید و گفت خسرو

زان تو نیستم من زحمت مبین و خیره

۱۶۹۶ [3]

ده زی بلاغ گفتم کت نیستی سن آیه — من بعد لست حیاً من شارة اللوامه

گاهی کشد به تیغم گاهی زند به تیرم — فی کل ما لعمری حلافنا ادامه

چون حال خویش گویم با ظالمی که پیشش — لم تعتبر حدیثی والعجم فی التهامه

مائیم و کعبهٔ جان مردن به وادی غم — واللّه فرمنی یا طالب السلامه

خسرو ز طعن ترسد این جاست بازی جان

یا لحیف لحق من خافهٔ ملامه — ت

۱۶۹۷

شمع فلک بر آید با آتشین زبانه — ساقیٔ نامسلمان در ده می مغانه

کشتی من روان کن ما ناکرانه یابم — دریای غم نه دارد چون هیچ جا کرانه

---

[1] درین بیت محذوف ست [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است۔

مے نیم خوردهٔ خود ده وز بادهٔ ترنجی　　دل بر لب تو دارم مے خواستن بهانه
نے نے که از رخ خود بیهوش کن که بارے　　یک دم خلاص یابم از محنت زمانه
روتا روم بیروں دستم به گردن تو　　تو نیز خود صبوحی من بیهش شبانه
اے مه غلام حسنت چوں در خمار باشی　　نے روے خواب شسته نے موے کرده شانه
مطرب[1] برودِ خود زن دستے به ابر باراں　　دیں زهد خشک ما را تر کن به یک ترانه
خسرو خراب مطرب تو مست ناز و نخوت
یاں در چنیں نشاطے یک رقص عاشقانه

١٦٩٨　　غ

من بهر تو به دیده و دل خانه ساخته　　از من تو خویش را ز چه بیگانه ساخته
شانه چرا به موے سر دست ده که اره باد　　بر فرق آں که بهر تو ایں شانه ساخته
مائیم رخنه کرده دل از بهر نیکواں　　مسجد خراب کرده و بتخانه ساخته
من چوں زیم که جا به تو در خانهٔ درون　　سنگ ملامتم سگ دیوانه ساخته
یاراں که در فسانهٔ راحت کنند خواب　　بے خوابیٔ مرا همه افسانه ساخته
چوں نالهٔ شبانهٔ عاشق کشید نیست　　مطرب که صد ترانهٔ مستانه ساخته
مردم[2] چو بے وفاست همه آهوان دشت　　کارام گاهِ خویش به ویرانه ساخته
خسرو به عشوهٔ تو زبوں گشت عاقبت
خود را اگرچه عاقل و فرزانه ساخته

١٦٩٩　　و

اے عشقت آتشے به همه شهر در زده　　واں آتش از درونهٔ من شعله بر زده
هر روز چشم مستِ تو در کاروان صبر　　بیروں کشیده تیغ و ره خواب و خور زده

---

[1] درون بیت ذیل زائد است ؎ گر تو به بام نکشی کز نیست وجه باده ؛ بفروش خانهٔ من یا آں شراب خانه

[2] درین بیت ذیل زائد است ؎ آتش خورے ست مرغ دلم خوش پر زنان هے ست ؛ کاین دو به فضل تو تنش ازیں دانه ساخته

مژگان تو به هر زدن چشم بهر قتل / آراسته دو لشکر و بر یک دگر زده
هر تیر کز اشارت تو راست کرده چشم / آن تیر راست کرده مرا بر جگر زده
لب تر مکن به پاسخ تلخ و مرا مکش / زان لعل آب کرده و اندر شکر زده
نی[1] چشم تو ز دست مرا تیر بلکه هست / هم چشم من مرا ز گشاد نظر زده
اشکیک[2] ز چشم من بتو آمد بمستغاث / خون جگر بدامن تو دست تر زده
چون[3] شانهٔ تو مانده ام از دست موی تو / پای بگل بمانده و دستی بسر زده
دل[4] برگرفته از تو چرا نشکند دلم / چون سنگ برگرفته ای و بر گهر زده
تو تیغ جور بر سر من می زنی و من / آیم همی به کوی تو هر روز سر زده

هر شب زده ز جور تو خسرو هزار آه
هر چند گفته بیش مزن بیشتر زده

۶۰۰ [5]

بیا شبی بر من سرخوش از شراب شده / که بهر نقل تو دارم دلی کباب شده
خراب کرده همه عاقلان عالم را / خطت چو هر سر مه بر سر شراب شده
شب ست و زلف تو یکسو شده ز رخ تو / کنون که ابر گشاد ست و ماهتاب شده
وفا مکن که بود عیب خوب رویان را / که جان دوست گدازند تا خراب شده
بهشت روی تو بادا همیشه خوش هر چند / که هست بهر من آن دوزخ عذاب شده
در آب کرده ز سوز آفتاب جوزا خوی / رخت چو غرق خوی از تف آفتاب شده
به سان طفل کز آواز خوش به خواب شود / ز آه و نالهٔ من بخت من به خواب شده

مگو که گریهٔ خون نیستش ز دوری من
چنین که از غم تو خون خسرو آب شده

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین بیت محذوف است [3] درین بیت محذوف است [4] درین بیت محذوف است [5] درین غزل محذوف است

۱۷۰۱

رسید وقت که هر روز بامداد پگه | خوریم باده و بر روی گل کنیم نگه
ز شاخ یک تن سرو است و صد هزار قبا | ز لاله یک سر کوه است و صد هزار کله
کلاه لاله که لعل است اگر تو بشناسی | نمونه ای است مگرش داغ کینه است سیه
چو از کرشمه بیاراست چشم را نرگس | بدید بلبل و گفتنش عافاک علیک الله
دمید گل به روی نیکوان و گل در باغ | روان شد نار و بر دنار دجله را از ره
هزار سال خوشی بیش دارد اندر عمر | اگرچه مدت عمر گل است روزی ده
کنون به باغ ز لب جوی غنچه باید زد | خوش آن حباب که بر آب می زند خرگه
کجاست ساقی نوخیز ساده رو که ز شرم | نگه کند به زمین چون در او کنیم نگه

مرنج ساقی اگر چشم من به روی تو نیست
که هست دیدهٔ من زیر پای هیچ توشه

۱۷۰۲ [۱]

به کوی عقل مرو گر به عشوه بردی راه | وگر ز عقل گذشتی بگوی بسم الله
هزار بار به گوش دلم رسید از غیب | که عشوه را نهایت و عقل مانع راه
وگر به سلسلهٔ عشق مبتلا شده ای | برو به میکده و ز پیر و بر همت خواه
به یک پیاله رهاند ز بند عقل ترا | من آزموده ام ار نشنوی مرا چه گناه؟
بیا به مجلس رندان و بر کف ساقی | قرار چشمهٔ خورشید من به یک شبه ماه

بجو بجو قدح باده در جهان خسرو
که آب بوالهوسان ریخت حب منصب و جاه

۱۷۰۳ [۲]

مدار جان من از بهر جان ما را روزه | از آن که جانی و جان را دهد عنا روزه
لبت پر از مے و گوئی که روزه می دارم | تو خود بگوی که باشد چنین روا روزه
اگر تو روزه برای خدای می داری | مدار بیش برای خدای را روزه

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است ۳ درین غزل محذوف است

ز دیده ساخته ام شربتی ولی نخوری — اگرچه روزه ترا خوش بود خوشا روزه
یک ابرویت نگرم روزه گیرم از پی وصل — به دیدن مه ابرو کنم قضا روزه
برد تشنگی خلق را اگر از لب تو — به تاب چشمهٔ حیوان شده آشنا روزه

به تو چو کرد لبالب دکان خسرو را
فقاع از آن لب شیرین گشاد تا روزه

ت ۱۷۰۴

مهی درآمده در دیده درون جا کرده — برفت جان و به تو جای خود رها کرده
چه چشمها که به ره مانده بهر آمدنت — چه دیده ها که سمند تو زیر پا کرده
نبود[1] قیمت یوسف ز سفله قلب فروش — هزار جانت فزون یوسفان بها کرده
نعوذ[2] بالله گویم که پیش چشم تو باد — هر آنچه چشم تو بر روزگار ما کرده
خیالت[3] آمده هر دم ز بهر کشتن من — ز دیده گریهٔ من پیش و مرحبا کرده
نپرس از تو کسی این که از کرشمه و ناز — قصاص می کنم و بر گناه نا کرده
مرا[4] به سایهٔ بالای خود یکی بنواز — که سرو سبز گهی سایه بر گیا کرده

دعای خسرو جز دیدن جمال تو نیست
به پیش دیدهٔ خود هر کجا دعا کرده

ب ۱۷۰۵

چو بوی زلف تو همراهی صبا کرده — ربوده جان ز من و کالبد رها کرده
پناه سوزش بیچارگان شده زلفت — که در کنارهٔ خورشید تکیه جا کرده
کلاه تو که شده کج ز باد رعنائی — هزار پیرهن عاشقان قبا کرده
به یک خدنگ که بگشاد نرگس مستت — دلم ز سینه و جانم ز تن رها کرده

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین بیت محذوف است [3] درین بیت محذوف است [4] درین بیت محذوف است و به جایش بیت ذیل است تو خیره دیدگی من نگر که هر باری ـ غبار خنگ تو در دیده از صبا کرده
بجان خریده دلم از تو بوسه ها وان را ـ ذخیره بهر زمین بوس بادشا کرده.

تو هیچ گاه نه دیدی مرا به چشم نکو | منت نهان ز پے چشم بد دعا کرده
چو شکرِ دیدنِ رویت نه دیده ام هجران | بنا نمودنِ رویت مرا سزا کرده
عقوبتے کہ بہ شبہائے ہجر دید دلم | ستارگاں را بر خویشتن گوا کرده

خیال تو کہ از و غرقِ خوں شدم ہرچند
میانِ خونِ دل خسرو آشنا کرده

۱۷۰۶ له

بکش بہ گردِ رخ خطِ دلربا پرده | کہ ہیچ کس نه کند آفتاب را پرده
ز بیم آں کہ رسد چشمِ آفتاب بہ تو | بہ بست ابر بہ ہر لحظہ در ہوا پرده
کند بہ پیشِ رخت پرده پوشی سبزه | چو گل بہ باغ کشد بر سر گیا پرده
گل از رخ تو بدزدید روے پنہاں داشت | ولیک پاره شدش ناگہ از صبا پرده
جمال روے تو پوشیده چوں نه خواہد ماند | مپوش پیش رخ از پردهٔ دوتا پرده
تنت بجاے نہفتن چناں بود کہ کشد | بہ روے باده ز جانِ جہاں نما پرده

شہا ز ہجر جدائی و ملح تو خسرو
کشاد از پسِ ہر پرده اے جدا پرده

۱۷۰۷ له

چو خاست صبح دم آں مہ ز خواب پژمرده | گلِ رخش ز خمارِ شراب پژمرده
در آفتاب مرو ماه من کہ نارد تاب | رخت کہ می شود از ماہتاب پژمرده
بہ روے آب ہمہ گل رخاں دوتا گشتند | چو آں گلے کہ کشند ش گلاب پژمرده
بدید نرگسِ بستاں بہ خواب چشم ترا | شد از تحیرِ آں ہم بہ خواب پژمرده
مرا بگیر چو گل لعل بر رخ از دم سرد | کہ تو بہ توست ہمہ خون ناب پژمرده

له درین بیت ذیل زائد است سه سپیده دم تو بہ خواب و مرا بگشته ز رشک ؎ مرا غمہا کہ بہ گردِ رخت صبا کرده ٢له درین غزل محذوف است۔ ٣له درون غزل محذوف است۔

وصال یافت ز تو خسروے ولے جوابے یافت
کہ گشت غنچۂ دل زاں جواب پژمردہ ت

۱۷۰۸
مکش بہ ناز مرا اے بہ ناز پروردہ | مریز خونِ مسلماں بہ جرمِ ناکردہ
مرا بکشت لبِ جاں ستانِ تو ہر چند | مفرحے ست بہ آبِ حیات پروردہ
ببخش[1] قندے از آں لب کہ بیشِ آں نمکید | ہم از خیالِ لبت وام کردہ ام خوردہ
بترس از آں چہ بہ شب یا بہ خواب کردہ دراز | ہزار کس بہ دعا دستہا برآوردہ

برآمد یک نفس اے صبحِ تیرہ روز امید
مگر سفید شود ایں شبِ سیہ کردہ

۱۷۰۹ د
اے فراقِ تو یارِ دیرینہ | غمِ تو غمگسارِ دیرینہ
دردِ تو میہمانِ ہر روزہ | داغِ تو یادگارِ دیرینہ
غرقِ خونم کہ می خلد ہر دم | در دلم خارِ خارِ دیرینہ
اے دریغا کہ خاک خواہم شد | با دلِ پُر غبارِ دیرینہ
اے[2] صبا زینہار یاد دہش | گہ کہ از دوستدارِ دیرینہ
گاہ گاہے خرامشے نہ کنی | بر سرِ خاکِ یارِ دیرینہ
چند گاہے خلاص یافتہ بود | جانم از کار و بارِ دیرینہ
وہ کہ باز آمدی و خسرو را | بردی از دل قرارِ دیرینہ
۱۷۱۰ اے[3] رخت شمعِ حسن برکردہ | شبِ عشاق را سحر کردہ

---

[1] دریں بیت ذیل زائد است ۔ زر بلا پردۂ دل را فراق و جاں رہ یافت: ہنوز چند کنم پیش ہر دلے پردہ ؟ بماں کہ من بہ شبیخونِ ہجر جاں نبرم ۔ چنیں کہ صبر من آوردہ گشت در پردہ ۔ چہ جائے پند چو من خستہ از دست شدم ۔ چہ سود نعلِ زرا کنوں کہ لنگ شد خر دہ ۔ [2] دریں بیت محذوف و بجائش دو بیت ذیل است ۔ بہ ہر کسے را مئے دیار دُوں خبر از خمارِ دیرینہ ۔ ہیچ گہ در حضور خواہم گفت ۔ محنتِ انتظارِ دیرینہ [3] دریں غزل محذوف است ۔

مه به زلف تو گم شده خود را | می بجوید چراغ بر کرده
لب تو بر شکر نهاده خراج | چشم تو ناوکے نظر کرده
تن من نے شده و خیال لبت | بند بندم چو نے شکر کرده
عکس دندان تو به طرف دهن | قطرهٔ اشک را سحر کرده
پختگی دلم که بر خون ست | دم به دم از غم تو سر کرده
بے خبر کرد ناله گوش مرا | لیک گوش ترا خبر کرده
بینمت یک شبے بخانهٔ خویش | چون مهے سر به عقده در کرده
تو چو آب حیات بر سر من | من به پاے تو دیده تر کرده

خسروا ندر میانت پیچیده
موے را هم ز مو کمر کرده

۱۷۱۱ [1]
مه بزلف تو گر شود بسته | هر زمان خوب تر شود بسته
گر به زلف تو چشم بکشایم | موے در مو نظر شود بسته
چون کشائی دهان شیرین را | تنگهاے شکر شود بسته
گر ز جور ت به چرخ ناله کنم | چرخ را هفت در شود بسته
دیده کز خواب بسته می نه شود | هم به خون جگر شود بسته
از دم سرد من عجب نه بود | آب چشم اگر شود بسته

بنده خسرو که دل به مهر تو بست
کے به مهر دگر شود بسته؟

۱۷۱۲ [2]
جهان تا مه روشنت ساخته | ز دلها فلک خرمنت ساخته

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است۔

رخ خویش تا بیند اندر رخت ... همه آیینهٔ روشنت ساخته
قضا کرده یک جا هزار آرزو ... خلاصه کشیده تنت ساخته
غمت پُر ز خون کرده دلها بسی ... وزان غنچه ها گلشنت ساخته
میا تنگ اگر خسرو تنگ دل
دلِ تنگ را مسکنت ساخته

۱۷۱۳ ط
لبت در سخن انگبین ریخته ... رخت مشک بر یاسمین ریخته
از آن روی و موی دلاویزِ تست ... دلم در شب و روز آویخته
چو بادِ صبا دید رخسارِ تو ... به گل گفت کای روی تو ریخته
برانگیختی بر من اسپ جفا ... دگر تا چه ها باشد انگیخته؟
ز خسرو گریزان مشو کو شدست
اسیر تو و ز خویش بگریخته

۱۷۱۴ ط
درازِ صافِ خود عقل را ره مده ... بهشت بربین را به ابله مده
چنان مست و دیوانه کردی به زلف ... نسیمی به بادِ سحرگه مده
چه گویم به تو رازِ پنهانِ خویش؛ ... خودش بشنو و سوی خود ره مده
گر انصاف جویی دل ظالم ... مده، پیشِ انصاف والله مده
زنخ می نمائی و خون می خورم ... چنین شربتم زان چنان چه مده
رقیب ار کشد خسرو خسته را
زبان را در آن رخصتِ نه مده

۱۷۱۵ ط ب
قلاغم ای منکرم از دربانی میخانه ده ... این عقلِ رسمی غرّه کن میِ تا لب پیمانه ده

ط درین غزل محذوف است ط درین غزل محذوف است ط
مطابق نسخهٔ ن۔

من تو به تنها بشکنم اول سبو نه بر سرم   وان گه ندائے زاهد من پیش در مے خانه ده
من عاشق و هر بے خبر از خان و مان یادم   اے آه سوزان شعله اے بر دست این دیوانه ده
مشغولِ شهدِ بے غمی چه آگه از سوزِ دلم   یارب مگس را چاشنی از لذتِ پروانه ده
بیگانه شد یارا اے صبا با جا چه کارا کنون مرا   این آشنائے کهنه را بستان بدان بیگانه ده
اے خواجهٔ دیوانِ دل آخر به اقصائے غلش   گر نیست وجهِ زندگی بر مردنم پروانه ده

چون بر پری رویان همه ملکِ سلیمان یافتی
بستان تو خسرو جان و دل مرغِ بلا را دانه ده

۱۷۱۶ له   ب

جان بهانه طلب و شکلِ تو نازآلوده   من بیم زیستنی جان چه کنم بیهوده؟
بس که در سایهٔ دیوار تو در فریادم   زادهٔ من سایهٔ دیوارِ تو همه ناسوده
با تو در خواب مرا پهلوے آزاده نه بود   گرچه بر خاکِ درت پهلوے من شد سوده
بر ساقی ز من اے گریه گر آن سو گذری   خدمتِ چند به خونابهٔ چشم آلوده
سالهاست دلِ من رفت و نه دانم به کجاست؟   از که پرسم خبر آن دل گمره بوده

یارب از سوزِ دلِ ما تو نگاهش داری
گرچه بر خسرو دل سوخته کم بخشوده

۱۷۱۷ ته   و

اے گل که چنین در بغلت تنگ گرفته   کز خونِ دلت پیرهنت رنگ گرفته
آن سوختگی جگر لاله از آن ست   کز آهِ من آتش به دلِ سنگ گرفته
تا دستِ تظلم نه زند کس به عنانش   تن داده به مستی و عنان تنگ گرفته

از سوزنِ زنگار گرفته بشناسد
بس کز نمِ گریه مژه ام زنگ گرفته

۱۷۱۸ سه

خردی هنوز و کودکی اے نازنین نادانی   جورت نه می گیرم گنه کز نیک و بد دانا نه ای

له مطابق نسخهٔ ن ته مطابق نسخهٔ ن سه درین غزل محذوف است۔

هر سو که زیبا بگذرد دردل همی بار آورد   زیبائیت جاں می برد با آفتِ زیبانه ای

رخسارِ جاں پرورِ ترا شکلے زجاں خوش‌تر ترا   بیهوده هر کس مرترا جاں می نه خوانده تانه ای

آشوبِ عقل گمرهی بر نیکواں شاهنشهی   نے نے که خورشیدی مهی پر دیں نه ای جوزانه ای

سر و سهی چینیں یا سوسنی یا از گلِ تر خرمنی   یعنی تو پهلوے منی یارب تو کی ایں یانه ای

روے چو گل شسته به خوں والوده بهار آبه همے   دل ها به گردت پیے بپے می بینمت تنهانه ای

بدعهدی و نامهرباں گه دل دهی گاهے زباں   من با توام بارے به جاں گر تو ز دل با ما نه ای

شوخی مکن زیں ها مگو گفت نیست با ما آرزو   من بنده ام آں جا که تو لیکن تو آں کایں جانه ای

دی شب کشیدم از کمیں زنجیرِ لطفِ عنبریں
چشمِ تو گفت از خشم و کیں خسرو مگر دیوانه ای

۱۷۱۹   له

ویرے ست کاے گل برگ تر بر روے ما خندانه ای   هستی لطیف و خوب روزاں در وفا خندانه ای

زلفِ دو تا هست چیست ایں زیر کلاهت چیست آں   چنبر بیابت چیست ایں چوں بر دلم سلطانه ای

چوں بر توی دارم نظر از چیست زیں ساں لطیف‌تر   آخر نه دانی ایں قدر نیکو نه هم نادانه ای ؟

تاراجِ دل کردی بسے دستے بر او یاری رسے   در بردنِ دل هر کسے می دانمت پنهان نه ای

اے عشق داری مدخلے در جانِ منِ شیدا قابلے   در گفتن آسانی بلے در تاختن آساں نه ای

بشگافتی جاں از میاں خود را نه پیوندی بر آں   یعنی توئی پیوندِ جاں پرکاله ای از جانه ای

لب را نگر میگوں شده سر سبز از آبے خوں شده   با خضر همره چوں شده گر چشمهٔ حیوان ای ؟

زیں پیش بودی هم نفس اکنوں نه مانی هم نفس
خسرو به جاں بنده ست و بس تو آں که بودی آں ای

۱۷۲۰   ت

اے درد بے درد دلم تاراج پنهاں کرده ای   با جاں بهم بیروں روی کارام در جاں کرده ای

در حیرتم تا هر شبے چوں خواب می آید ترا   زیں ساں که در هر گوشه اے صد دل پریشاں کرده ای

له درں غزل محذوف است

فتنه دمی در عهد تو بیکار ننشیند همی — از نقد جان‌ها لاجرم مزدش فراوان کرده‌ای
تو شست و دلها بر درت گشته روان از هر طرف — در چار بازار بلا نرخ دل ارزان کرده‌ای
گفتی نه دانم بی‌سبب غمگین چه می‌داری مرا — من آشکارا گوییمت خون‌ها که پنهان کرده‌ای
از بلبلان کس را نبود این مرحمت بر عاشقان — آباد بر تو کز بستم صد خانه ویران کرده‌ای
دانم که نتوانی وفا لیکن اندک خوی کن — کاین هیچ از جفا کاره بود چندان که تو کرده‌ای
دل در گلی بندم ولی گل نیست چون تو چه کنم — آخر تو هم وقتی گذر سوی گلستان کرده‌ای
در پیش زلف و خال تو خون جگر می‌ریختم
دل گفت «کاین هم خسروا شب‌های هجر آن کرده‌ای»

۱۷۲۱
قاصد بیامد کاورد زان نامسلمان نامه‌ای — جان هم نک از راه قاصد کاورد ز جانان نامه‌ای
چون کافرم کشت غم چون بنهادنم سوخت هجر — یا رب بود کامد زان نامسلمان نامه‌ای؟
بیم است جانان کز غمت از پرده بیرون اوفتم — تا راز من پنهان نه شد بفرست پنهان نامه‌ای
بر دل نهم آن نامه را چون کاغذی بر ریش تو — بر ریش دل مرهم کنم ناچار ازین سان نامه‌ای
خود گیر کاید نامه‌ای زنده نمیرد شوریده سر — خواندن نیارم چون کنم زین چشم گریان نامه‌ای
تیر آورد نامه بسی بفرست بر جانم ز تن — تا مونس گورم شود بفرست باران نامه‌ای
دارم به دل ولی تو پیچیده تو بر تو به دل — بهر دل از تیغ مژه بشگاف و بر آن نامه‌ای
ای دیده خوناب جگر بر نوک مژگان برهمه — پس از زبان کالبد بنویس بر جان نامه‌ای
خسرو درین سوز نهان بیهوده سودا می‌زنی
درویش را آن بخت کو کاید ز سلطان نامه‌ای

۱۷۲۲
شهری ست معمور دو در و از هر طرف مه پاره‌ای — مسکین دلم صد پاره شد در دست هر مه پاره‌ای
اشکال هر کس را ببین کاندر میان آن همه — دارد هوای کشتنم ناوک زنی خونخواره‌ای

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت محذوف است [3] درین بیت محذوف است.

هر کس که با او می کند دعوی ز حسن و دلبری / باید ز سرو قامتی و ز برگ گل رخساره ای

زین سان که ماه عارضش شد آفتاب دیگران / هرگز به بخت ما نه شد طالع چنین سیاره ای

صد چاک گشته سینه ام از کاوکاو عشق تو / مسکین دل ریشم درون چون طفل در گهواره

چون وعده و حیله دهد رخ پوشد و پنهان شود

جز جان سپاری چون کند خسرو به هر نظاره ای

۱۷۲۳ ب

ای که چشم من به روی خویش روشن کرده ای / اندر آغوش خوش گزان روی خانه گلشن کرده ای

صد دل ویران ست در هر تار پیراهن ترا / تو چنین نازک چه تارست این که بر تن کرده ای

تو همه تن مایهٔ شادی و جانم پر ز غم / جان من ده این چنین جائی چه مسکن کرده ای

جلوه کردی بر من از رخ، تا روان شد خون ز چشم / یارب آید پیش حیثیت آن چه بر من کرده ای

تیغ زن بر گردن من خون من در گردنت / غم مخور چون این چنین صد خون به گردن کرده ای

هر شبی تا روز می سوزم گدازان همچو شمع / دم به دم از سوزش من جمله روشن کرده ای

دوست می دارم ترا یا آن که بهر خویشتن

عالمی بر خسرو بیچاره دشمن کرده ای

۱۷۲۴ ا له

سینه ام را از غم عالم تو بی غم کرده ای / از غم خود تا مرا رسوای عالم کرده ای

فاشم ای دیده تو کردی زان که زین دل نهان / خواستم گویم غمی، بنیاد ماتم کرده ای

وه که خلقی ز آه و درد انگیز من یکرنگ بست خون / ای عفاک الله تو یاری دیده را نم کرده ای

زین پریشانی سرت گردم خلاصم کن که ای / ای که کار من چو زلف خویش درهم کرده ای

دل به تو دادم کنون می خواهی این دم جان من / آمدی آمدی بر دلم جور و جفا کم کرده ای

ریش کردی سینه ام از ناوک هجران و باز / خنده کردی بر دلم جور و جفا کم کرده ای

گر ز بی مهری سخن می گوئی آن را خود مگوی / ور ز من می پرسی زیبد آن هم کرده ای

له در این بیت محذوف است۔

خسروا دیوانگی بگذار و لعلش را مخواه
کاین سلیمانیست کز وی قصد خاتم کرده ای

۱۷۲۵ ۱؎

ای که در پیچ غمی یا دل من یار نه ای — سوی من بین اگر اندر سر آزار نه ای
از تو هر روز گرفتار بلائی گردم — تو چه دانی که در این روز گرفتار نه ای؟
هر شب از نالهٔ من خواب نیاید کس را — خفته ای تو که در این واقعه بیدار نه ای
با من خسته که روی ز تو در دیوار است — نی کن آخر سخنی صورت دیوار نه ای
نار دانی ز دو لب بر من بیمار فرست — شکر آن را که چو من درهم و بیمار نه ای
از برای دل من جان من امروز ببر — گرچه عهدیست به دنبالهٔ این کار نه ای

یار بنشست مرا در دل و من دانم و او
خسروا خیز که تو محرم اسرار نه ای

۱۷۲۶ ۲؎

ای که در دیده و درونی و در آغوش نه ای — هم به یاد تو که یک لحظه فراموش نه ای
چند افسون جفا خوانی و پنهان داری؟ — آن چنان نیست که افسونکش به هر گوش نه ای
ز بیهوشی و این بنده خطا کرد که دید — من و رسوائی از این بیش چو خطاپوش نه ای
وه که از درد تو ام خون جگر نوش گرفت — تو چه دانی که در این درد جگرنوش نه ای؟
گر به آغوش بریزند گل اندر بر من — آن همه خار بود چون تو در آغوش نه ای
دوش گفتی که کنم چاره کارت فردا — آخر امروز چرا بر سخن دوش نه ای؟

از لبش وعده دهی و ز مژه اش زخم زنی — غ
نیش باری مزن ای دیده اگر نوش نه ای

۱۷۲۷

خنده را سوختن جان من آموخته ای — غمزه را غارت ایمان من آموخته ای
جان به بازی ببری از من و بازم ندهی — این چه بازیست که بر جان من آموخته ای

۱؎ در این غزل محذوف است ۲؎ در این غزل محذوف است۔

می زنی[۱] بر من سرگشته که سر بازی کن | گوی بازی تو به چوگان من آموخته ای
طره را بشکنی و باز ببندی دانم | این شکست از پی پیمان من آموخته ای
چاه به[۲] چشم کنی و غرقه شوم ید نه کشی | آشنا گرچه به طوفان من آموخته ای
پاره[۳] گردانی دل و خون کشو کترا فرمانست | عشق بازی تو به فرمان من آموخته ای

چه کنی از مژه سحر از پی خسرو هردم؟
این عملها نه ز دیوان من آموخته ای؟

۱۷۲۸

آتش اندر آب[۴] هرگز دیده ای؟ | عنبر اندر تاب هرگز دیده ای؟
چون دهان و لعل شورانگیز او | پسته و عناب هرگز دیده ای
شد نقاب عارضش زلف سیاه | شام بر مهتاب هرگز دیده ای؟
در صدف چون رشتهٔ دندان او | لؤلؤی خوش آب هرگز دیده ای؟
نرگسش در طاق ابرو خفته مست | مست در محراب هرگز دیده ای؟

در غمش خسرو چو چشم خون فشان
چشمهٔ خوناب هرگز دیده ای؟

۱۷۲۹ [۵]

جان ز هجرت چیست زار افتاده ای؟ | دل ز عشقت بے قرار افتاده اے
من کیم زارے حزینے بے دلے؟ | غم خورے بے غمگسار افتاده اے
دردمندے مستمندے خسته اے | کار زار کار زار افتاده اے؟
خاکیئے بے آبروے در هوا | آتشیں آہے زکار افتاده اے
دُرد نوشے جهاں فروشے در خروش | بے کسے بے کار و بار افتاده اے

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین بیت محذوف است ۳ درین بیت محذوف است
۴ درین غزل محذوف است۔
۵ درین غزل محذوف است۔

جان غریبی، بی نصیبی از حبیب   دور از یار و دیار افتاده‌ای
مبتلائی بی‌نوائی در بلا   جان نثار دل فگار، افتاده‌ای
بلبلی با غلغلی بی روی گل   وز میانه بر کنار افتاده‌ای
پای در گل، دست بر دل سرپیش   رفته عزت سخت خوار افتاده‌ای
بی دلی، بی دلبری، بی مونسی   بی زر و بی زور زار افتاده‌ای
خسته فرهادی شکسته وامقی   خسروی بی خست کار افتاده‌ای

۱۷۳۰

باز بر خونم کمر بربسته‌ای   وان دو ابروی دو سر بربسته‌ای
من میان بر بستنت را بنده‌ام   موی را گوئی کمر بربسته‌ای
من روی چون تیر در دل می‌خلی   تا خود از شستی که بیرون جسته‌ای
از تری آب بر لبانت می چکد   بس که اندر چشم من بنشسته‌ای
زان خط میگون که بر گل ریختی   دفتر گل را ورق بشکسته‌ای
تازه کردستی ز نم بر روی خود   هم به خون تازه و پیوسته‌ای

بر زمین پهلو نمی یارم نهاد
بس که خسرو را به مژگان خسته‌ای

۱۷۳۱

سر در خمار شب به کنار که بوده‌ای؟   لب‌ها نگار همدم و یار که بوده‌ای؟
سنبل به تاب رفته و نرگس خواب ناز   شب تا به روز باده گسار که بوده‌ای؟
شمع مراد من نشدی یک شبی تمام   ماه تمام در شب تار که بوده‌ای؟
با چشم آهوانه که شیران کند شکار   ای آهوی رمیده شکار که بوده‌ای؟
سروت هنوز هست در آغوش خواستن   ای سرو نیم رسته بهار که بوده‌ای؟
زانش .. که جوی چشمهٔ خورشید خون گرفت   خونابه شوی گریهٔ زار که بوده‌ای؟

۱؎ درین بیت محذوف است۔

کارت چنیں که پردهٔ دلها دریده است — امشب به پردهٔ محرمِ کارِ که بوده ای؟
ما را ز اشک صد جگرِ پاره در کنار — تو پارهٔ جگر به کنارِ که بوده ای؟
بر ریشِ خسروت نمکے هم دریغ بود
مرهم رسانِ جانِ فگارِ که بوده ای؟

۱۷۳۲ له

اے ده یکے ز خوبیِ تو مه چگونه ای؟ — وز مهرِ دو هفته ماه یکے ده چگونه ای؟
گفتم بسیم در آخر آں مه به نزدِ تو — آخر رسید اے صنم آں مه چگونه ای؟
تا چند گوئیم "نه رسیدست گاهِ وصل" — آں گاه نیز می رسد آں گه چگونه ای؟
گرچه نه پرسی ام که چگونه ست حالِ تو؟ — باری تواں ز حالِ من آگه چگونه ای؟
ره می روی و در پیِ تو صد هزار دل — اے برده صد هزار دل از ره چگونه ای؟
دی بوسه دادی ام چو شدم خاک بر درت — امروز خاک بوسِ درشه چگونه ای؟
آیم به نزدِ تو، چه خوش آید مرا ز تو
بر خسروت خوش آمدی اے مه چگونه ای

۱۷۳۳ له

هر روز کافتاب برآید زبانه اے — بیروں جهم ز کلبهٔ غم عاشقانه اے
نظاره بر رخِ تو کنم گر ببینمت — باری ز چاوشاں بخورم تازیانه اے
از دوستیِ تو به سرِ کوئے تو نماند — تا شسته ز آبِ دیدهٔ من آشیانه اے
افتاده راهِ من به دل و گنجِ معرفت — گشت از خیالِ سیم براں دردخانه اے
سوزِ درون کز او جگرِ من کباب شد — بیروں جهد ز هر تنِ مُوئے زبانه اے
مردن به کوئے تو هوسم می کند ولے — یابم اگر چو دیدنِ رویت بهانه اے
بیداریم بکشت که هر روز زاں خمار — باشیم گه خراب چو مستِ شبانه اے
خوابم نه ماند بو که رسد خوابِ آخرم — آغاز کن ز لا[illegible] زمزمهٔ من فسانه اے

له درین غزل محذوف است ۲له درین غزل محذوف است .

خسرو مرو به باغ که از نالهٔ تو دی
مرغان نه خورده اند به گلزار دانه‌ای

۱۷۳۴ ـله

...شک بر اطراف مه آورده‌ای — تو به راز زیر گنه آورده‌ای
...بر رخ تو کافتِ جان من ست — از شب یلدا سپه آورده‌ای
...شانه گو گم کرده بر فرق تو راه — مو کشانش گو به ره آورده‌ای
...داده ام از دیده چون دل خسته‌ای — خواستم یک بوسه نه آورده‌ای
رسم تو آزار دلِ خسرو شده
باز چه رسم تبه آورده‌ای؟

۱۷۳۵ ـله

...اب ملاحت که رخ آلوده‌ای — وان که نمک بر جگرے سوده‌ای
...ادلبت بوسه بر نجه شده ای — باز ستان گر تو نه فرموده‌ای
...بشنو از ارواح شهیدان عشق — زمزمهٔ عشق که نشنوده‌ای
...مردم از وعدهٔ وصلت مدام — گرچه که با دست که پیموده‌ای
منت بخشیدنِ تو بهر چیست؟
بر دلِ خسرو که نه بخشوده‌ای

۱۷۳۶ ۳ـه

...چه بهر سخن دلم از تن ربوده‌ای — با این همه بگوے که جانم فزوده‌ای
...مست به غمزه بردن دلها نمونه است — تا تو بدین بهانه چه دلها ربوده‌ای؟
...دیتا درون پرده وصال پردهٔ چاک زرد — شادی به روزگار کسے کش نموده‌ای
...بن گرد ناک مرا طعنه می زنی — جانا به تکیه گاه غریبان نه بوده‌ای
...تی که خون به دستِ خود ریزد رقیب — شکرانه بر من ست که از وے شنوده‌ای؟
...دانی اندو شب تنها نشستگان — اے آن که مست در بر جانان غنوده‌ای؟

...رن غزل محذوف است ۲ه درین غزل محذوف است ۳ه مطابق نسخهٔ ن ـ

بد گفت عاشقانت چنین کرد خسروا
رنجه مشو که کشتهٔ خود را درودهای

۱۴۳۷ و

تو شوخ سهل[۱] کی لب خندان گشوده ای   از دل بسی گره که به دندان گشوده ای
آب حیات می رود دت در سخن که لب   گوئی ره آب چشمهٔ حیوان گشوده ای
ما چون ز نیم نیش کرا از بهر جان ما   مستی و خواجگان و گریبان گشوده ای
هست از برای کینهٔ ما خط کشیدنت   مضمون نهان مدار که عنوان گشوده ای
فریاد رس مرا و ز فریاد وار هانش
خسرو که هر شبی ز وی افغان گشوده ای

۱۴۳۸ [۲] ب

مسلمانان گرفتارم به دست نا مسلمانی   ازین دیوانه بد مستی و بد خوی و نادانی
به طره آشنا بندی به خنده پارسا بینی   به غمزه نا خدا ترسی به کشتن نا مسلمانی
به ابرو فتنه انگیزی به نرگس عالم آشوبی   به بالا آفت آبادی به کاکل کافرستانی
دعائی بد نه خواهم کرد لیکن ای قادر کریم   که یا رب مبتلا گردی بچو من رندی به هجرانی
طبیبا بهر جان ناتوانم غم نخور چندین   رها کن جان و هم زیرا نمی ارزم به درمانی
کنون یاد و شراب و شاهد و مستی و قلاشی
گذشت ست آن چه خسرو را سری بود و سامانی

۱۴۳۹ [۳] غ

تو خود به غمزه سراسر کرشمه و نازی   چه حاجت ست که با ما کرشمه ای سازی
به تیغ بازی مژگان مریز خون مرا   که نیست ریختن خون عاشقان بازی
شب آمدی و نه گفتم به کس ولی چه کنم؟   که بوی زلف به همسایه کرد غمازی
حدیث حسن کسی را به عهد تو نه رسد   ترا رسد که نگارا به حسن ممتازی
ازان شدست لگد کوب بلبلان سر سرو   که پیش قامت تو می کند سر افرازی

---

۱ مطابق نسخهٔ ن ۲ مطابق نسخهٔ ن — ۳ مطابق نسخهٔ ن،

چو جاں بہ پاے تو انداختم، خیال بگفت — کہ من از ان توام تا تو دل نیندازی

رضا بہ کشتنِ خود داد خسروت کہ زلب

بہ زندہ کردنِ او چوں مسیح پردازی

۱۷۴۰ لہ

اے شبِ تیرہ بہ گیسوے کسے می مانی — وے موذن تو بہ فریاد رسے می مانی

چہ خبر داری ازاں قافلہ اے مرغِ سحر؟ — کہ ز فریاد و بہ نالہ جرسے می مانی

گریہ می خواست ہمی آیدم از دیدنِ تو " — زاں کہ اے سرو بہ بالائے کسے می مانی

عمرم آن ست کہ در دیدہ ہمی آئی لیک — مردن این ست کہ در دیدہ بسے می مانی

صد شبم چشم بہ رہ ماندہ و روزے کہ رسی — طاقتم نیست اگر یک نفسے می مانی

آخر اے دل چہ کنم با تو بہ ہر جا کہ روی — عاقبت بستہ بہ دام ہوسے می مانی

۱۷۴۱ آہ سوزندہ چرا درد ز تو بہ نارد

خسروا چوں تو نزاری بہ خسے می مانی

۱۷۴۱ ٹہ

کرشمہ کردنِ تو وقتِ ناز و بدخوئی — سزد کہ نو کند اکنوں لباسِ دلجوئی

چہ آبروست کہ حسن از رخ می بارد — بہ وقتِ صبح کہ روئے چو ماہ می شوئی

جز از روئے کسے را نکو نہ می بینم — کہ دیگرے نہ بود خود بدیں نکو روئی

بہ عشوہ عیش مرا تلخ می کنی ہر روز — مکن کہ خود شودت ہمچنیں بہ بدخوئی

فتادہ ام بہ درت خان و ماں رہا کردہ — رہا مکن از منِ بے خان و ماں چہ می جوئی؟

اگر بہ پیشِ تو از بندہ گر بدی گو یند — برو بگو کہ تو بارے نکو نہ می گوئی

بیا تو در برِ خسرو ببر غم از دلِ او

بہ شادیِ دلِ آں کس کہ در بر اوئی

۱۷۴۲ سہ — ب

اے گل دہنِ تنگت صد تنگ شکر چیزے — گل با تو نہ می ماند در حسن مگر چیزے

لہ مطابق نسخہ ان ٹہ مطابق نسخہ ن سہ مطابق نسخہ ن ۔

مارا به تماشای مهمانِ رخِ خود کن — چون سبزه برآوردی گردِ گلِ تر چیزی
دودی که ز آهِ من بر ماه زدی هر شب — در روی چو ماهِ تو هم کرد اثر چیزی
تا باغِ رخت دیدم گل باد به چشمِ من — گر از گل و بستانی آرم به نظر چیزی
گفتی که کمر بندم در ریختنِ خونت — یاری ز پیِ بستن داری به کمر چیزی
گویم غم و دردم بین، گویی که بتر خواهم — بسم الله اگر خواهی زین هر دو بتر چیزی
زان غم که فرستادی کرده دلِ خسرو خوش
جان منتظرست اینک گر هست دگر چیزی

۱۷۴۳ [۱] ت

لعلست چنان یا لب، یا هست ز جان چیزی — روی ست ترا یا مه، یا خود به از آن چیزی
بنشین که نمی خیزد یک سرو به بالایت — خود پیشِ تو کی خیزد از سروِ روان چیزی
من پیشِ درم از تو، تو غم نخوری از من — آری نبود مه را از ضعف گران چیزی
خنده زنی ار خواهم قندی ز دهانِ تو — یعنی که ازین گفتن ناید به دهان چیزی
بوسه طلبم گویی "لب می نه دهد دامم" — گر بوسه نخواهی داد باری بستان چیزی
وصلم تو نمی خواهی زانم به زیان داری — از عشوه بکش ما را گر هست چنان چیزی
خواهم به فسون بستی در جادوئی اش باید
اینک غزلِ خسرو برگیر و بخوان چیزی

۱۷۴۴ [۲]

سمن در بر به زیرِ سبزه یا خود سیمین داری؟ — رخی داری به از هر دو جهان داری همین داری
ز غمزه می کشی ناوک نه دانم بر که خواهی زد — جبینت تند می دانی نه دانم با که کین داری؟
از آن زلف و دهانِ خوش سلیمانی مکن دعوی — که هم دیوت به فرمان ست و هم انگشترین داری
به زلفِ کافرت دارم دلِ کافر مزاجِ خود — به زناری بدل کردم همین اسبابِ دین داری
مرا رخساره زرین شد چو سیمین دیدمت سینه — مرا جان آهنین باید چو تو دل آهنین داری

---

۱ مطابق نسخهٔ ن ۲ مطابق نسخهٔ ن

ترا چون آبِ حیوان روے و عاشق پیشِ تو مرده — چه سودم ازچنان روے که ما را این چنین داری

بران عزمم که گیرم ساعدِ سیمین تو یک دم — به من ده انارکے زان گل که اندر آستین داری

خطِ سبز از پرِ طاؤس می سازد مگس رانے — رها کن تا مگس راند که در لب انگبین داری

لبِ شیرین به خسرو ده، مبادا خط فرو گیرد
شکر در کامِ طوطی نه که زاغ اندر کمین داری

ت ۱۷۴۵ ـله

تا داشت به جان طاقت بودم به شکیبائی — چون کار به جان آمد زین پس من و رسوائی

سر پنجهٔ صبرم را پیچیده برون شد دل — اے صبر همین بودت بازوے توانائی

دو زانوے محنت زد و از تو چو مهجوران — تنها منم و آهے آه از غمِ تنهائی

شبها منم و اشکے و ز خون همه بالین تر — عشق این بترم فرمود ار عیب نه فرمائی

گر راز برون دادم دانی که ز بیخویشی — دیوانه بود عاشق خاصه منِ سودائی

بس دُر که همی ریزد از چشمِ ترِ خسرو
کز دست برون رفتش سررشتهٔ دانائی

ب ۱۷۴۶ ـله

بهارے این چنین خرم مرا آواره دل جائے — من و کنجِ غمے و هرکس به باغے و تماشائے

به سوے سرو پا در گل روان شد خلق من هم — که خواهم خاک گشتن زیر پاے سروِ بالائے

ز هجران خون همی گریم ز دیده جز گیاهِ غم — چنین ابرے معاذ الله اگر بارد به صحرائے

به کویت سنگ سازم گر تو بنوازی به پا سنگم — بیا نظاره کن بارے جمالِ حالِ رسوائے

به خارے کز جفایت می خلد در سینه ام هر دم — اگر از نخلِ بالایت نمی ارزم به خرمائے

کبابِ خام سوزیدا حریفِ چاشنی دارد — که از سوزِ جگر وقتے چو من بخت است سودائے

اگر زیر و زبر شد ذره گو همی شو چه باک است این — که یاد آمد کہے خورشید ما از بے سر و پائے

تو اے عاقل که از خسرو سر و سامان همی جوئی — رها کن وجد و می جوشی ز مجنونے و شیدائے

غزل ۱ـه، ۲ـه مطابق نسخه‌ان ـه

صد رنج همی بینم اے راحتِ جان از تو
از دیده تو آن دیدن چیزے که تو فرمائی

۱۷۴۷ دو چشمِ مستِ[1] ترا نیست از جهان خبرے — که نشترے ست ازاں غمزه[2] ها به هر جگرے
تو داری آں چه پری دارد از لطافت لیک — چه فائده که نه داری ز مردمی قدرے
دلم ببردی تا دیگرے درا و نه رود — دریغ باشد بر جاے چوں توئی دگرے
متاعِ جاں که به هر دو جهانش نفروشم — اگر تو می طلبی راضی ام به یک نظرے
چناں به روئے تو مستغرق ام که یاد نیست — که بر فرازِ فلک زهره اے ست یا قمرے
در آں زمیں که توئی پاے را به عزت نه — که زیر هر کفِ پائے فرو شدست سرے
کجاست صحبتِ آں دور رفتگاں فریاد؟ — که عمر رفت و نیامد ز رفتگاں خبرے
مرا که آبله شد پائے دل، ترا چه خبر؟ — که در ولایتِ خوباں نه کرده ای سفرے
نه گشت خوش دلِ عاشق به انگبینِ بهشت — چه دل بود که توانا بود به گل شکرے
بوس از قبلِ خسرو آستانش اے باد
اگر در آں سرِ کو روزے افتدت گذرے

۱۷۴۸ [2]
من اینک بے دلاں را خنده می پنداشتم روزے — کنوں بر می دهد تخمے که من می کاشتم روزے
هم اول روز کاں زلف سیاهم پیشِ چشم آمد — دلِ من زد که ازوے شام گرد و چاشتم روزے
توائے ناخورده جامِ عشق هشیاری مکن دعوی — که من هم خویش را هشیار می پنداشتم روزے
نه چشم از رخش را ره به کویش ره نهم بارے — هم از خاکِ درش ایں رخنه می انباشتم روزے
ملامت سوخت خسرو را همه پاداشِ آں ست ایں
که بر اهلِ سلامت بازمی انگاشتم روزے

۱۷۴۹ [3] ب
صبا آمد و لے بوئے ازاں گلزار یا لیتے — چه سود از بوئے گل ما را نسیمِ یار یا لیتے
رخش در جلوهٔ ناز ست و من از گریه نابینا — دریغا دیده هائے بختِ من بیدار یا لیتے
شباں گاهم که چوں بے رحمتاں گریم به هجرانش — شفاعت خواهِ من آں لعلِ شکر بار یا لیتے

---

[1] مطابق نسخهٔ ن [2] مطابق نسخهٔ ن [3] مطابق نسخهٔ ن

چه سود ازاں که در گشتن رسد خلقے به نظاره | نگاہے سوئے من زاں نرگس بیمار بایستے
شراب عشق خوردم، نیست کس کار دبه سامانم | دلم گر مست شد بارے خرد ہشیار بایستے
دراں ساعت که سرو تو من اندر بوستاں دیدم | اگر در چشم من گل نیست بارے خار بایستے
ز خوبی ہر چه باید نازنیناں را ہمه داری | ولیکن از وفا خالی بر آں رخسار بایستے
سگاں در کوئے او شب گرد و خسرو در ادا وره
طفیل آں سگاں بارے مرا ہم بار بایستے

۱۷۵۰ [1]

مگر اے باد نوروزی گذر بر یار من داری | که گوئی آں نسیم تازه زاں گلزار من داری
اگرچه یار نارد در نظر از ما چو روی آنجا | سرے از من به پائے آں فراموش کار من داری
مرا از زندگانی توبه شد اے مرگ، بے رویش | بیا بسم الله ار فرمانے از دلدار من داری
بداں اے سرو کز حسن تو حیراں ماند عام در تو | ولیکن دوست می دارم که شکل یار من داری
دل آزردهٔ من بارے از غم خوارگی خوں شد | تو چونی اے که جاں اندر دل غم خوار من داری
کلاه صوفیاں را جام مئے می سازد آں ساقی | درآ اے محتسب گر طاقت بازار من داری
من و شبہا و ہجر و پاسبانے از سرم بگذر | تو خواب آلود نتوانی که پاس کار من داری
مگر ایں سو نشیند، توانی مردمی کردن | که یک دم پائے نازک بر دل افگار من داری
خسرو اشکر غمت گر نشنوی از نئے | تو مست دولتی، کے گوش بر گفتار من داری؟

دلا آں ترک را دیدی کنوں ساماں کجا بینی؟ [2] | نه می گفتم درو منگر که خود را مبتلا بینی؟
به خیل آں سوار لشکر دلہائے مشتاقاں | فروزاں شمع آتش ہائے لشکر جا به جا بینی
نیارم گفت کش پابوس از من اے صبا لیکن | زمین را گرد سر گردی ز خیلش ہر کرا بینی
شد از درد جدائی جان من صد پاره جگرتا | به ہر یک پارهٔ جاں جان من درد جدا بینی
یکے باز آ و در دیوارہائے خانهٔ خود بیں | که در ہر یک به خون من نوشته ماجرا بینی

---

[1] مطابق نسخهٔ ن [2] مطابق نسخهٔ ن ۔

فدائے پات صد جاں چوں خرامی وکشی صد را ۔۔۔ وگر جویند خوں از شرم سوئے پشت پا بینی
مرا گفتی کہ خسرو حالِ خود بنمائے گہ گاہے
معاذ اللہ کہ تو ایں درد ہائے بے دوا بینی

۱۷۵۲ [ل]

عزیزی ہمچو جاں گر چہ بچو خاکم خوار بگذاری ۔۔۔ بہ حقِ عزتے کاندر دلِ من دار د آں خواری
جفا پیرایۂ حسن ست آں کن بجانِ من ۔۔۔ کہ خوباں را نہ زیبد زیور مہر و وفاداری
بہ تیغم گر کنی صد شاخ واز بیخم بیندازی ۔۔۔ ترا سبز می خواہم نہ دارم برگ بیزاری
ز غمزہ کشتی ام اکنوں بہ بوسیدن بیے تر کن ۔۔۔ کرم کن آخر ایں شربت کہ زخمے خوردہ ام کاری
چو گم گردم بہ زیر خاک در کوئے فراموشاں ۔۔۔ فرامش کشتگاں خاک را گہ گاہے یاد آری
وہ اے خواب اجل آخر نہ خواہی آمدن وقتے ۔۔۔ ہم امروزم بہ خوباں خوش کہ من مردم ز بیداری
بہ ہشیاری نہ دارم تاب غم ساقی بیار آں مئے ۔۔۔ کہ آتش رنگ شد آتش زنم در رزق ہشیاری
مزن اے دوست چندیں طعنہ بر گفتارِ دشمن ۔۔۔ مبادا ہیچ دشمن را بہ دست دل بگفتار آری
بہ صد جاں شکر می گوید جفا ہائے ترا خسرو
شکایت گو نہ اے دار دہم از تو بدیں بیکاری

۱۷۵۳ [لہ]

نیست در شہر گرفتار ترا ز من دگرے ۔۔۔ بنود از نیز غم افگار ترا ز من دگرے
بر سرِ کوئے تو دانم کہ سگاں بسیار اند ۔۔۔ لیک بنمائے وفادار ترا ز من دگرے
وہ کہ بہ آں روز بہ خرمن دگرے را منمائے ۔۔۔ تا نہ بینی ز غمت زار ترا ز من دگرے
شرم سازم ز گراں جانی خود تا کہ نہ ماند ۔۔۔ بر سر کوئے تو بسیار ترا ز من دگرے
محنتِ عشق و غم دوری و بدخوئی دوست ۔۔۔ نہ کشد ایں ہمہ دشوار ترا ز من دگرے
کارواں رفت و مرا بار بلائے در دل ۔۔۔ چوں روم نسبت گراں بار ترا ز من دگرے
ساقیا بر گذر از من کہ بہ خواب اجلم ۔۔۔ باز جوے اکنوں تو ہشیار ترا ز من دگرے

ل مطابق نسخہ ن ۔ لہ مطابق نسخہ ن ۔

خسروم بهر بتان کوی به کو سرگردان
در جهانی نه بود بیکارتر از من دگری

۱۶۵۴ ۱

نگهی بنمای گر پوشیده در آن روی گلناری / چه غم دارد ترا بگذار تا میرم به دشواری؟
خرابم هم به یک دیدن من دیوانه در ره دوست / کسی را پرده این می کو کند دعوای هشیاری
لبت در خواب می بوسیدم امشب بوالعجب کاری / که می در خواب خوردم، این زمان مستم به بیداری
خوشم با تو درین سودا که باشم با تو در کنجی / تو سوی خویشتن ندهی ره و من پشت کنم زاری
نه دارد چشم من بر آستانت سیری از سودن / مگر خاک گردد سپیده این دیدهٔ ناری
ز جورت ذوق می گیرم که کاری ناید از خوبان / بجز شوخی و بدخوئی و تندی و جفاکاری
اگر چشمش غمزه خون خوار صد خون می کند هر دم / مبارک باد بر سلطان من این هم ستمگاری
به صد سختی بخواهد کشتنم غم بعد ازین زیرا
نه ماند آن دل که خسرو را به غم می کرد غمخواری

۱۶۵۵ ۲

ز من که عاشق و مستم صلاح کار مجوی / خزان ست در چمن عاشقان بهار مجوی
دلم به محنت مستان و شاهدان خو کرد / نشان تقوی ازین رند دُرد خوار مجوی
چو من ز خون دل سوخته سیه رویم / سیاه روئی من زین سیاه کار مجوی
نه روید از گل من جز گیاه بار نامی / گل سلامت ازین خاک خاکسار مجوی
به جز فساد ز فاسق دگر عمل مطلب / به جز دعا ز مقامر دگر شمار مجوی
ز اهل میکده جز ما کسی جمال مخواه / به کنج مزبله جز ماکیان شکار مجوی
دلا چو هدیهٔ جان پیشکش نه خواهی کرد / بر آستانهٔ سلطان عشق بار مجوی
سوار چابک من آمدم به بندگیست / قرار بندگیم ده ولی قرار مجوی
چو خسرو از بتان زینهار نتوان یافت / مجو رهائی ازان بند و زینهار مجوی

---

۱ مطابق نسخهٔ ن ۲ مطابق نسخهٔ ن -

۱۷۵۶

اے بادِ صبح گاہی[1] چہ از کدام سوئی؟ — وے بوئے مہربانی رہ از کدام کوئی
گرچہ غمت بہ خونم تعویذ می نویسد — تعویذ جانت سازم اے آیتِ نکوئی
پنہاں مشو ز دلہا آتش زبانِ ہم شہر کارا — ہر روز گرم تر کن بازارِ خوب روئی
خوں ہا ز دیدہ سوبت رفت و شبے نہ گفتی — کوآب آشنائی تو از کدام جوئی؟
تو مست ہمچو غنچہ دل در خیالِ حسنت — گل برگِ من نہ گوئی[2] تو در کدام بوئی؟
باآں کہ کشتہ گشتم از خنجرِ جفایت — بوئے وفات آید گر خاکِ من ببوئی
اے بادِ من بیارم گفتن کہ پاش بوسی — لیکن سلام چشمم با خاکِ در بگوئی
چندم ز گریہ گوئی اے پند گو کہ باز آ — پیکاں درونِ سینہ، خوں از بروں چہ شوئی؟

شب قصہ ہائے خسرو پیش کہ گویم اے جاں
با تو نہ گویم اے دل زیرا کہ زانِ اوئی

۱۷۵۷[2]

سخن چوں زاں دو لب گوئی چگونہ انگبیں بارے — کجے تو انگبیں باری ز لبہا یاسمیں بارے
چو غم را چاشنی تلخ ست بتواں زہر خوردن — وگر خوردت ہوس باشد غمِ آں نازنیں بارے
ہنوز آں زلفِ چوں زنار ناگہ در دلم گردد؟ — بہ کارِ بت پرستی شد مرا ایماں و دیں بارے
ترا بازارِ خوبی گرم و من در سنگسار اینجا — کہ گر رسوا شود عاشق بہ بازارے چنیں بارے
بمانی کاستیں بر مالی و تیغے زنی بر من — چہ حاجت تیغ ساعد ہیں تو برمالی آستیں بارے
اگر داماں رحمت سایہ اے بر ما نیندازی — چنیں ہم از منِ بیچارہ دامن بر مچیں بارے
لبت غیرے گزید و گر دریغیت از من آں جا ہم — ہم امروزم بکے بنمائے آں نقشِ نگیں بارے
چہ باشد جانِ شیریں گر بپئے شیریں لبت ندہم — چو می باید مگس را مردن اندر انگبیں بارے

حسابِ زندگانی نیست روزے کز تو دورم
وگر خود مرگ باید ہم بہ خاکِ آں زمیں بارے

---

[1] مطابق نسخۂ ن [2] مطابق نسخۂ ن۔

١٧٥٨

گل آمد و همه[1] در باغ بادهٔ و جامی
من و خرابهٔ هجر و غم گل اندامی

هوای دیدن گل شد روا مدار ای دوست
که بی رخت گذرانم چنین خوش ایامی

ز جام خویش فرو ریز جرعه‌ای به سرم
که سرخ روی شوم گر نه می دهی جامی

یکی خبر به گل تو همی رسان ای باد
که مرد بلبل و تو در شکنجهٔ دامی

چنین که صبح سعادت همی برد ز رخت
چه باشد ار شب ما را سحر کنی نامی

خوشم من ار چه که درد نهفته در دل هست
که بی کرشمه درین دل به منزل کامی

چه پرسست باز کنم با تو داغ پنهان را؟
که هست سوخته جانی کشیده در جامی

دلی که پیش رخت لاف صبر زد مرده ست
که هیچ زنده نه گیرد به آتش آرامی

بود فضول خریداری تو از خسرو
به جان عمر که این نسیه است و آن وامی

١٧٥٩ [2]

آوازه‌ست که گویم کباب خوش گامی
که کبک قهقهه زد خود زنان چو بخرامی

ز شرم سر به گریبان فرو برد غنچه
اگر به باغ روی کای چنان گل اندامی

چو ذره زیر و زبر می شوند مشتاقان
در آن زمان که چو خورشید بر سر بامی

اگر تویی به سر انجام بدر من خورشید
کدام حال مرا به ز بد سرانجامی؟

به سینه می گذرد هر دمی دمی سوزی
که آتشی نو به خاشاک در نیارامی

نه گشت سیر ز طوفان آتش شوقت
دلم که بود گوارا نشد ز خم آشامی

کسی که لاف زد از سوز عشق شمع و شمال
اگر کمست ز پروانه ای زهی خامی

چرا کشد ز گریبان عشق سر آن کو
نه کرده پاره یکی پیرهن به بدنامی

بباز بهر هوس جان به کام دل خسرو
که هست بهر همه نامردنی به ناکامی

---

[1] مطابق نسخهٔ ن [2] مطابق نسخهٔ ن ـ

دلم که لاف زدے از کمالِ دانائی — بگو که چوں شد از اندیشهٔ تو سودائی
دمے اگرچه که جانِ من از تو تنها نیست — به جانِ تو که به جاں آمدم ز تنهائی
در انتظارِ نسیمے ز تو به راهِ صبا — که هست عمرِ گرامی به باد پیمائی
عرصهٔ عالم پرست از خوباں — بیا که از همه عالم مرا تو می تائی
چو وصل نیست مرا قربِ تو همینم بس — که آستانِ خود از خونِ من بیالائی
چو گل فشانی بر دوستانِ خود دلم از اشک — مرا طفیلِ همه سنگسار فرمائی
دلم که رفت نیاورد یاد هم چیزے — ازاں مسافرِ آواره گرد هر جائی
دریده جامهٔ عمرم نه ماند آں مقدار — که زیر پا بکشم دامنِ شکیبائی

به بند باز نیامد چو خسرو از خوباں
رهاش کن که بمیرد کنوں به رسوائی ت

۱۷۶۱ له

هر بار که تو در دلِ شب در دلم آئی — خونِ دلم آید ز دو دیده به روائی
اے جاں به تو دادم و تو یادم نه کنی هیچ — فریاد که جانم به لب آمد ز جدائی
آئی چو خراماں و زنی راهِ همه خلق — با آں روش و ناز چه گویم چه بلائی؟
جانم به سرِ رفتنِ مشکل تو کشیده — بے چاره من آں دم که تو در پیشِ من آئی
بے دیدنِ روئے تو چه گویم به چه روزم؟ — یارب که تو ایں روز کسے را نه نمائی
اے شاهِ سرمست ببر موے کشانم — تا در سرِ کارت کنم ایں زهد ریائی
چوں بلبلم آموخته با شکر دردت — در بند بمیرم که نه ام خوش به رهائی
خوش وقتِ من آں دم که کشم باده به بادت — چوں جاں بدهم در سرِ کوئیت به گدائی

هر شب منم و خاکِ سرِ کوئے تو تا روز
اے روز و شب اندر دلِ خسرو تو کجائی؟

له مطابق نسخهٔ کون - ٢ه مطابق نسخهٔ ان

۱۷۶۲ [۱]

تو ای پسر که از ین سو سوار می گذری — مرا بکش از ز برای شکار می گذری
ز دوستان که به جولانگه تو خاک شدند — به شوخی تو که ای شرمسار می گذری
هزار دل به دوال عنانت آویزان — تو بر شکسته از ایشان سوار می گذری
جراحتی به جز این نیست آشنایان را — که آشنائی و بیگانه وار می گذری
چه مرهمی که فزون ست درد ما از چه دمی — هزار بار به جان فگار می گذری
تو مست خواب چه دانی که با چه می گذرد — در آن دلی که به شبهای تار می گذری
تو در درون دل تنگ من خلی همه شب — گلی ولی به دلم هیچو خار می گذری
قرار وصل خوش ست ار چه دیر می بینم — ولی چه سود که زود از قرار می گذری

بلاست نالهٔ خسرو، برون مباز بیش
که مست می رسی و در خمار می گذری

۱۷۶۳ [۲]

مارا در آرزویت بگذشت زندگانی — باقی ست تا دو سه دم دریاب گر توانی
چشمت که کشت ما را باشد همین قصاصش — کز درد مردن من بنمائی آتش نهانی
گر این تن چو مویم بود ست بر تو گوئی — تو دیر زی که اینک بر ویم از گرانی
رشک آیدم ز تیغت بر عاشقان دیگر — این لطف هم مرا کن از بهر آن جوانی
چون بر سرم رسیدی بر من مبارک آمد — مردن بر آستانت ای جان زندگانی
شکر غم تو گویم کز دولتش همه شب — با دیده در شرابم با دل به دوستگانی
با مغز خود نخوشتم من بر من مخند گه گه — تا بیشتر نه گردد این داغهای جانی

بی اندلاز خسرو کم جو قرار و سامان
کو رسم صبر داند لیکن چنان که دانی

۱۷۶۴ [۳]

هوس بخت ست پروانه ز بهر خویشتن سوزی — به یاد خانه روشن کن ز بهر مجلس افروزی

---

۱ مطابق نسخهٔ ان ۲ مطابق نسخهٔ ان - ۳ مطابق نسخهٔ ان -

چه آتش می زنی زین سانم ای دور از چشم بد — دل و جان ست آخر، نه سینه ست این که می سوزی
گر از بی مهری چشمت گله کردم بنا می زد — که آموزد کمان ابرویت دایم کین توزی
چو دیدی مردنم گفتی که گر روزی رسد بیمایم — چنین روزی هم در زندگی یعنی شود در روزی
سگت هم می رود از من، توانی مردمی کردن — که چون مار و کنم طوقش به تیری بازی اش روزی
چه اغوا می کنی در خون خسرو چشم بدخو را
به رحمت ره نما قصاب را کشتن چه آموزی

۱۷۶۵ [۱] غ

کشان دل همه سوی گلی و نسترنی — من و دلی و شبی و هوای سیم تنی
گریخت عقل ز سودای عشق بر جگر تو — چه طاقت آرد زالی نبرد تهمتنی
بیار ساقی و در نامهٔ سیاه مبین — فرشته را چه غم از پارسایی چو منی
هزار جان مقدس در انتظار بسوخت — ز تنگنائی گفتار در جهان دهنی
بگوی یک سخن و خوش بکش چو فرهادم — که نیست جز سخنی خون بهای کوه کنی
من از دو کون برافتادم از کمند ترا — ز خان و مان بدر افتاده ای به پر شکنی
چو بت پرست شدم دوزخم به نسیه بگو — به نقد سوز که کم نیستم ز برهمنی
تو چاک سینه نه بینی ز چاک جامه مرنج — که بس گران نه بود در سفر به پیرهنی
مثال خسرو اگر عاشقی ز دوست از انک
نه یافت کحل دو قا چشم هیچ غمزه زنی

۱۷۶۶ [۲] ب

گذشت آن که بس دل زارم شکیبا بود یک چند — پریشانی ز نعشش آمد و زد راه خرسندی
بجز این شیرینی اندر عیش تلخ خود نمی بینم — که گه گه می کنی بر گریهٔ تلخم شکر خندی
گوارا باد بر جان و دلم از هر فراقت چون — نه بخشیدند آن کامم که از وصلت خورم قندی
چه می خندی بر بی سامانی جان من تو ای بی غم — دل و صبری تو داری و مرا هم بود یک چندی

۱ مطابق نسخهٔ ان ۲ مطابق نسخهٔ لون ـ

پدر ندارم همه در بند و من دنبالِ کارِ خود — مبادا هیچ مادر را چنیں بد روز فرزندے

بگوائے پند گو نامش که باشد مرہمِ جانم

که خسرو را ز بہرِ ترکِ او تیرے ست ہر پندے

۱۶۶۷ [1]

خوش آں شبہا کہ آں جانِ جہاں مہمانِ من بودے — جراحت ہا کہ او کردے لبش درمانِ من بودے

گدائی می کنم از وقت خوش را از درِ دلہا — کہ آں گنجِ رواں در خانۂ ویرانِ من بودے

نمی گردد فراموش از دلم پائے نگارینش — کہ جائے گہ گہے بر دیدۂ گریانِ من بودے

منِ محروم را چندیں نم از چشمے نہ بودے ہم — اگر زاں کوئے مشتے خاک در دامانِ من بودے

ہزاراں داغِ غم جاں را شود زیں حسرتم در دل — کہ کاش آں داغِ اسپش بر دلِ بریانِ من بودے

مرا گوینده برجا دار دل کایامِ عیش ست ایں — گذشت آں کیں دلِ دیوانہ در فرمانِ من بودے

دل رفتہ نہ باید باز رہ تا کے تواں رفتن؟

رہا کن خسروا باز آمدے گر زانِ من بودے

۱۶۶۸ [2]

بہ ناز ہر نفس از سوئے من گذر چہ کنی؟ — ہمیں کہ ایں دلِ من خوں کنی دگر چہ کنی؟

اگر چنیں کہ توئی نیم شب روی بر بام — تبارک اللہ تا بر سرِ قمر چہ کنی؟

یکے کرشمۂ ابروت بہرِ فتنہ بس ست — بہ گردِ روزنے موایں ہمہ حشر چہ کنی؟

خدائے از پئے دل بردن آفرید ترا — تو موئے بہر چہ مانی بہ سر چہ کنی؟

چو ہر چہ کردم امانم نہ بود از دستت — کنوں ز دیدہ نہ خواہم کشید ہر چہ کنی

نعوذ باللہ امید و فا و پس از تو — من استوار نہ دارم ترا اگرچہ کنی

اگر ہمی طلبی تا بہ کشتنم بندی — ترا کہ نیست میانے بگو کمر چہ کنی؟

ز رنجِ خسرو گفتی ہمیشہ بود حذرم

کنوں کہ روئے دل از دست شد حذر چہ کنی؟

---

[1] مطابق نسخۂ ا ن۔ [2] مطابق نسخۂ ا ن۔

۱۶۹
ای جان ز تن[1] رفته به تن باز کئی آئی؟ | وی سرو خرامان به چمن باز کئی آئی؟
جانی تو که از دوری روی تو بمردم | تا زنده شوم باز به من باز کئی آئی؟
ما را وطن تنگ و تو خو کرده به صحرا | در ظلمت رندانِ وطن باز کئی آئی؟

سرمایهٔ خسرو به جهان جز سخنی نیست
عمری که تو رفتی به سخن باز کئی آئی؟

۱۷۰ ست
تو با آن رو بگو مه را چه باشی؟ | تو با آن رخ به گوشه را چه باشی؟
ببین آئینه و خود را صفت کن | حدیثِ زهره و مه را چه باشی؟
دلا زین سان می نالی در آن کوی | گدایانِ شبان گه را چه باشی؟
بمیر آن[2] مرغ تشنه در بیابان | امید ابر ناگه را چه باشی؟

چو سوز بیت خسرو دارد جدا گوش
به کوبش نالهٔ ده را چه باشی؟

۱۷۱
چه بد کردیم کز ما بر شکستی؟ | ز غم بر جان ما نشتر شکستی
روان شد گریه تا گیرد عنانت | گذشتی و عنان را بر شکستی
مرا در طعنهٔ خصمان فگندی | به سنگِ ناکسان گوهر شکستی
تنم خستی و خونم نوش کردی | چرا می خوردی و ساغر شکستی؟
دلم را خرد بشکستی به هجران | توی بت خانه‌ای را در شکستی
نه گویم[3] زلف کان سوزد سیه را | نکو کردی که یا او سر شکستی

گره محکم زدی بر جان خسرو
که زلفِ عنبرین را بر شکستی

---

[1] مطابق نسخهٔ ن ع این بیت محذوف است ع درین دو بیت ذیل زائد است

چه بشکستی این که دین را غارتیدی ؛ چه نازست این مگر کافر شکستی — چه یا نگیدای ابیست این که در وی — فؤاد از حلقِ خلیا گم شکستی

فسونِ[2] چشمش از خوابم نه بستے — چرا چشمم چنیں در خوں نشستے؟

دگر بودے به چشمش مردمے هیچ — بدیں ساں در بروے من نه بستے

دراز خوباں به آسانی شدے دل — ز آهِ عاشقاں آتش بجستے

خوش آں وقتے که گاهے از سر ناز — باربدے سوے ما و بر شکستے

به بازم[1] جاں که دل خود بیش ازآں بود — مقامِ پختهٔ من خام دستے

موذن چند خوانی در نمازم؟ — چه می خواهی ز چوں من بت پرستے!

بتا گر گویمت بوسے ز لب ده — مگیر ایں بیهده گوے به پستے

ز تو یک غمزه و ز عشاق شهرے — ز تو یک تیر و ز عشاق شستے

رخت را کاش خسرو سیر دیدے
که مردے وز نادیدن برستے

۱۷۷۳

دلے دارم درو دردے و داغے — که یک دم نیستش از غم فراغے

به هر دل از دلم سوزے بگیرد — بسوزد چوں چراغے از چراغے

شگافندم جگر وز طره گویند — "جراحت را به باید کرد داغے"

کم از نظارهٔ بارے که مست ست — دمیده سبزه اے بر گردِ باغے

رقیب روسیه را کن ز خود دور
که گل حیف ست در چنگِ کلاغے

۱۷۷۴ ا[3]

چوں می نه رسد دست به پائے که تو داری — کم زاں که شوم خاک سرائے که تو داری

بازار جهاں را به یکے داد و بتا ز نار — من هردو بیازم به دعائے که تو داری

زنهار به جوئی دل آزردهٔ ما را — اے باد صبا گشته به جائے که تو داری

گر باز کنی دل تن تو نه توان گفت — جانے ست نهاں زیرِ قبائے که تو داری

---

[1] درن بیت محذوف است [2] درن غزل محذوف است [3] درن غزل محذوف است ۔

افسوس بود جورِ تو بر سر دل و جانے — من دانم و من قادر جفاے کہ تو داری
صد خرقۂ صوفی بہ خرابات گرو کرد — آں نرگسِ مخمور بلاے کہ تو داری
خسرو بہ زباں توبہ و در دل مے و شاہد
احسنت ازیں صادق و صفاے کہ تو داری

۱۷۷۵ [۱]

رخسارہ مکن راست بہ جاے کہ تو باشی — در دیدہ کنی طرفہ بلاے کہ تو باشی
گفتی، چو ببینی رخ ما را "غم خود خور" — از جاں کہ کند یاد بہ جاے کہ تو باشی؟
از دیدہ نیفتد گذرش بر تو نہ گوئی — تا خاک شوم در تہِ پاے کہ تو باشی
شاید کہ نیاری بہ نظر ملکِ جہاں را — در کلبۂ احزانِ گداے کہ تو باشی
خلقے بہ درم سر د بمیرد بہ درت زانک — خورشید نہ تابد بہ سراے کہ تو باشی
خسروا اگر از شعر برانی سخن عشق
احسنت زہے شعر سراے کہ تو باشی

۱۷۷۶ [۲]

اے کاش مرا با تو سر و کار نبودے — تا دیدہ و دل سر دہ گرفتار نبودے
شرمندہ نبودے اگر از ریختن خوں — آں زلفِ نگونِ تو نگوں سار نبودے
بودی سر آنش کہ بدیدی بہ سوے من — گر نرگسِ مخمورِ تو بیمار نبودے
برداشتمے ایں دلِ در گوشہ فتادہ — گر از غم و اندیشہ گراں بار نبودے
ہم سہل گذشتے ستم و ہجر تو بر من — گر شحنۂ غم بر سر ایں کار نبودے
مردم ز جفاے تو و کس زندہ نماند — در عالم اگر یارِ وفا دار نبودے
دشوار شدا احوالِ من و دست نہ داند — گر دست بیارا فتے دشوار نبودے
خسروا گر ت دیدہ بہ خوباں نہ فتادے
از غمزۂ خوباں دلت افگار نبودے

---

[۱] درین غزل محذوف است [۲] درین غزل محذوف است ۔

۱۷۷۷

گر ماه تو از مشک تر آلوده نه بودی — زین سان دل من خسته و پالوده[ب] نه بودی

ور زلف ترا شانه فراهم نه نشاندی — یک دل به سر کوی تو آسوده نه بودی

زین گونه نخوردی غم تو خون دل ما — گر غمزهٔ خونخوار تو فرسوده نه بودی

در نرگس مست تو خبر داشتی از ما — خون خوردن ما بهر تو بیهوده نه بودی

تا چند کشم زین دل خود کار جفا ها — ای کاش که این جان غم اندوده نه بودی

آسوده دلی[۱] داشته ام ای صنم آن روز — کاین داغ بتان بر دل کم دیده نه بودی

خسرو که به دامان مژه رُفت درت را
افسوس که گر دامنش آلوده نه بودی

۱۷۷۸

مست آمده‌ای باز به مهمان که بودی؟ — دانم شکری در شکرستان که بودی؟

ای یار جدا مانده دل تنگ که جستی؟ — ای یوسف گم گشته به زندان که بودی؟

دیوانهٔ من بر سر کوی که گذشتی؟ — تشویش ده حال پریشان که بودی؟

می دوش کجا خوردی و ساغر به که دادی[۱] — در ظلمت شب چشمهٔ حیوان که بودی؟

آراسته و مست در آغوش که خفتی؟ — این بخت کرا بوده به فرمان که بودی

جادو که کشیدست لبت را که گزیدست — پیش که نشستی شب و مهمان که بودی؟

حلوا همه تاراج شد ای دل تو چه کردی؟ — شهد که چشیدی و مگس خوان که بودی؟

جان[۲] دگری در تن نالان که بودی؟ — کان نمکی در دل بریان که بودی؟

نه بوی گلی داری و نه رنگ بهار
خسرو تو به نظارهٔ بستان که بودی؟

۱۷۷۹[۳]

دیدی که حق خدمت بسیار نه دیدی — بربودی و رنج من غمخوار نه دیدی

بسیار کشیدم غم و رنج تو و اندک — آن را به میان اندک و بسیار نه دیدی

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین بیت محذوف است ۳ درین غزل محذوف است.

آماجِ خدنگِ ستمم ساختی آخر — جز من دگرے لائقِ ایں کار نہ دیدی
بارے تو بری شاد کہ داری دلِ خرم — چوں کہ نہ شدی عاشق و آزار نہ دیدی
بیداری شبہام چہ دیدی تو کہ ہرگز؟ — در خواب بگے دیدۂ بیدار نہ دیدی
بیمار چہ پرسی تو کہ بیمار نہ گشتی؟ — تیمار چہ دانی تو کہ تیمار نہ دیدی

خسرو تو بسے غصہ کشیدی ز چناں شوخ
بازارِ دلِ گمرہ و از کار نہ دیدی

١٧٨٠

اے باد حدیثِ دلم آں جاش بگوئی — در گوشہ در گوش بہ تنہاش بگوئی
از ہر نمط آں جا سخنے در فگنی بس — زاں گونہ کہ دانی سخنِ ماش بگوئی
از غمزۂ او ہست ہمہ شہر بہ فریاد — آہستہ بداں غمزۂ رعناش بگوئی
با دامنِ پر خوں چو بہ بازار فتادم — حالِ من از دامنِ شیداش بگوئی
گستاخی بوسہ نہ کنم لیک بپیامے — از ہر لبِ من برکفِ ہر پاش بگوئی
دل[1] دادۂ اویم اگر امروز دہم جاں — فردا خبرے از پئے فرداش بگوئی

ہر چند دلِ خسرو ازو سوخت نخواہم
کش ہیچ ملامت کنی اماش بگوئی

١٧٨١ غ

ای باد سلامِ دلم آں جا برسانی — بوے ز لبم برکفِ آں پا برسانی
یک بار رسانی چو سلامِ ہمہ عشاق — صد بارش از آنِ منِ تنہا برسانی
بسیار[2] بکردند ز ما کردگر آں گاہ — صد سجدۂ فرششِ ز سرِ ما برسانی
ایں پیرہنِ چاک بہ خوں غرقہ کہ دارم — پنہاں ببری از من و پیدا برسانی

---

[1] درین دو بیت ذیل زائد است — گفتی گر گشتہ در دست از نام تو گویم، اے کاش بگوئی و ز ما کاش بگوئی
چوں مردنِ من زحمتِ آں پاش نیرزد :: ایں جاش نخوانی و ہم آں جاش بگوئی [2] درین بیت محذوف است۔

در یغا به پیامے که بر دل داده ای از دل — پرورده به خون هاے دل آنجا برسانی
کردیم به خوناب جگر نقش به چهره — این قصه به آن یوسف دلها برسانی
گر بر سرِ خسرو گذری دوست بهانک
عمرے ست که امروز به فردا برسانی

۱۷۸۲ — ب

امید نبود ار چه مرا یک نظر از وے — هم دید که بسیار بود این قدر از وے
سلطان ز کجا بر هوسش چشم نگارد — درویش که دریوزه کند یک نظر از وے
دل می کشدم جانب آن غنچه هنوزم — هست ار چه که صد تیر بلا در نظر از وے
دوشم از دلِ من یاد نه می کرد خیالش — کان رفته کجا شد که نیامد خبر از وے؟
صد[1] جان به فدایش که گر کشتنِ عشاق — بنمایدم از دور که گیرند بر از وے
دور از تو مرا دور کند از تو و گویم — [2]دور از همه کس بود توانم مگر از وے
در کشتنِ ما عیب کنندش همه لیکن — گر عیب نه گیری چه خوش ست این هنر از وے
من[3] داشته جان را به صد افسانه همه شب — وان گه همه جنبیدنِ باد سحر از وے
مپسند که میرم چو سگان بر سرِ راهت
خسرو سگِ خانه ست مبندید در از وے

۱۷۸۳

من باد نه خواهم که وزد بی چو تو باغے — تا از تو نسیمے نه رساند به دماغے
[4]خواه به بازار شوم خواه به بستان — ما را ز غمت سوے دگر نیست فراغے
گر جلوهٔ طاؤس ز روے تو به بینم — در کوے تو میریم به مهمانیِ زاغے
تو داغ جگر را چه شفائی که نبودت — جز آن ز مے گلرنگ به دامانِ تو داغے

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین بیت محذوف است ۳ درین دو بیت ذیل زائد اند
۴ پژمرده مبادا ارچه خورد از جگرم آب ∴ آن شاخ جوانی که نه خوردیم بر از وے
از موے تو بر پاے ملائک نهد اشکال ـ حسنت که گسست ست خیال بشر از وے

پروانه که جان را به سرِ شمع فدا کرد — در شهرِ خویش از تنِ خود سوخت چراغ
آن به که منِ سوخته پیشِ تو نیایم — زیبا نه بود پیشِ گلی بانگِ کلاغی
لاغ است ترا کشتن اگر لطف دگر نیست — بارے ز منِ دل شده یاد آر بلاغی
نامه ز دلِ خسته خبر گرچه که خسرو
از گریه دوانید چپ و راست الاغی

۱۶۸۴

ای آنکه تو سلطانِ همه سیم‌برانی — دستور بود فتنه به ملکی که تو رانی
صد تیرِ جفا می گذرانی ز جگرها — بازوت قوی باد که خوش می گذرانی
چشمم که دوید از پی دیدار نه دیدت — این است سزایش که به تیرش برانی
سبزه که دمد از گلِ عشاق تو ای ترک — خنگِ تو بود سوخته هان تا بچرانی
از آب و گلم گرد برآورد هوایت — تا چند به دنبالِ خودم خاک خورانی؟
ما را تو مکش در هوسِ آن لبِ شیرین — این سوی درآییم گر آن سوی برانی
گفتی که عزیزانیم جز از تو همه کس وای — ما را بکش ار تو حیاتِ دگرانی
هستی تو اگر شاد به رنجیدنِ خسرو
من سینه کنم پاره تو گر جامه درانی

۱۶۸۵

شتربانا دمے محمل میارای — رها کن تا ببوسم ناقه را پای
نهادند آشنایان بار بر دل — دلم رفت ست و بارش ماند بر جای
ندیدم ره چو غایب شد ز چشمم — غبارِ بختیانِ دشت پیمای
تو ای کت بر شتر آب حیات ست — به وادی تشنه می میرم ببخشای
بیابان پیشِ چشمم گشت تاریک — مهِ محمل نشینم پرده بگشای
دلم چون همرهش شد گوئیش ای باد — که جان هم می رسد تعجیل منمای

له درین بیت محذوف و به جایش بیت ذیل زائد است ؎ دولت عزیزی که خورد بر ز تو ما بیم — کز دور خرابیم به بوئی که تو باغی در ... غزل محذوف است

خوشی[1] بر مردنم آخر نیارم　　بدین دوری همه منزل مقرمانے

رسید آن ماه چون خسرو به منزل

تو ره می بین و ره بر خاک می سای

ت

۱۷۸۶

مرا از خوب رویان نیست روزی　　گدایان را ز شاهان نیست روزی

به سنگی چون سگان خرسندم از دور　　گرم جوئی ز دربان نیست روزی

ز من زایل مکن ای جان ز حمت خویش　　چو درمانت ز جانان نیست روزی

روا ای اسکندر را ز همراهی خضر　　ترا چون آب حیوان نیست روزی

به حیله چند بتوان زیست آخر　　تنی دارم کش از جان نیست روزی

هوس بردم به رویش گفته بختم　　"شما را از گلستان نیست روزی"

دل و جان و خرد بردی ترا باد　　مرا باری از ایشان نیست روزی

ز دردت باد روزی من جانم　　به دردی کش ز درمان نیست روزی

چه سود از گریهٔ خسرو درین غم

چو کشتش را ز باران نیست روزی

۱۷۸۷ [2]

چه کردم کاخرم فرمان نه کردی　　بدیدی دردم و درمان نه کردی

ز هجرانِ تو کفری هست بر من　　شبِ کفرِ مرا ایمان نه کردی

به دشواری بر آمد جانم از تن　　ببردی جانِ من آسان نه کردی

به گریه خواستم وصلت درین ملک　　گدای خویش را سلطان نه کردی

ترا گفتم که [3] یک روزی مرا باش"　　برفتی از من و فرمان نه کردی

دلم بردی و گفتی "خواهمت داد"　　چو رفتی بیش یاد آن نه کردی

نه دیدی عیشِ خسرو تلخ هرگز　　به حلوای لبش مهمان نه کردی

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است-

۱۷۸۸

چنین کان خسرو[۱] شیرین تو کردی — هلاک عاشقان آئین تو کردی
جفا می کرد بر من خود زمانه — بلای عشق تا شد این تو کردی
نه کردی زو سوال بوسه هرگز — گدائی بر دلم شیرین تو کردی
ترا من دل سپردم لیک جایش — در آن گیسوی چین بر چین تو کردی
نه مرد عشق بودم من و لیکن — مگس را طعمهٔ شاهین تو کردی
مبادا نام غم هرگز بر آن دل — مرا گر چه چنین غمگین تو کردی
مرا این ماجرای دیده با تست — چنینم بی دل و بی دین تو کردی
نگفتم بد ترا ای عشق هرگز — که قصد خسرو مسکین تو کردی

۱۷۸۹ غ

صبا زلف ترا گر دم نه دادی — گره بر کار من محکم نه دادی
ورا از درد دل ما بودی آگاه — مشاطه گیسویت را خم نه دادی
وگر در عقل گنجیدی خیالش — ورق بر دست نامحرم نه دادی
حکیم از عشق دانستی خرد را — نشان سوی بنی آدم نه دادی
وگر عاشق[۲] بدست خویش بودی — عنان دل به دست غم نه دادی
وگر جاوید بودی ملک مقصود — سلیمان دیو را خاتم نه دادی
صبا هم د زخمی دانست ما را — وگرنه سوز ما را دم نه دادی
شد جان و جوانی داد ما را — چه می کردم اگر آنهم نه دادی
خلاصی دیدی از خسرو ز نفس — گره ها را ز گریه نم نه دادی

۱۷۹۰[۳]

ز رحمت چشم بر جا گر نه داری — نه داری رحمت ای کافر نه داری
دلم بردی و خوشتر آن که گر من — بگویم "بی دلم" باور نه داری

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین بیت محذوف است ۳ درین غزل محذوف است

مگو در من مبین در دیگران بین | که مثل خویش در کشور نه داری
به پشت پای خود بنگر که وقت است | از این آئینه بهتر نه داری
کله را کج منه چندین بر آن سر | که تا با ما کجی در سر نه داری
بجز خون دل و دیده کن آب | نه خون من که خواب و خور نه داری
چو دل برداشتن اندیشه ات بود | چرا سنگی به کشتن بر نه داری
حدیث خسرو اندر گوش می کن
ز بهر گوش اگر گوهر نه داری

غ
۱۷۹۱
شکستی طره تا در سر چه داری؟ | نه گوئی کینه با ما گر چه داری؟
کله کج کرده ای از بهر آن است | که خون ریزی دگر در سر چه داری؟
مسلمان کشتن اندر مذهب است | بجز این خود تو ای کافر چه داری؟
مسلمان[1] نیست این آخر نه کفر است؟ | ستم با بی وفا داور چه داری؟
ربودی جان خلقی از نگاهی | کنون تا چشم دیگر بر چه داری؟
ورق چون داغ شد ابتر نه گردد | چو داغم کرده ای ابتر چه داری؟
اگر من گفته ام کز تو صبورم | دروغی گفته ام باور چه داری؟
نمی[2] دادی ز آن دل را بپیردم | من اینک حاضرم دیگر چه داری؟
گرم دیوانه خواهی داشت در پشت | میان بربسته ام بر سر چه داری؟
فتاد دست ختم بر خاک راهت | چنینم خاک و خاکستر چه داری؟
بر آب دیده خسرو ببخشائی؟
چو جان ترکرد چشم تر چه داری؟

۱۷۹۲ [3]
مرا چندین آخر از خود دور داری؟ | دلم را در هم و رنجور داری

---

۱ درین بیت محذوف است ۲ درین بیت محذوف است ۳ درین غزل محذوف است

روا داری که با آن روی چون شمع — شب تاریک ما و نور داری
میان داری چو زنبوران کافر — مژه کافر تر از زنبور داری
ز رسوائی مرنج آخر محال ست — که عاشق باشی و مستور داری
بتے گر داری از فردا مبین پیش — که در خانه بهشت و حور داری
تو آن سلطان خوبانی نگارا — که همچون فتنه صد دستور داری
ز چندان دل که ویران کردهٔ تست — چه باشد گر یکے معمور داری؟
چو آتش در زدی یارے همین بین — چنیں باشد که خود را دور داری
معانی گر نه می پرسی ز خسرو
که خوبی و دل مغرور داری

۱۷۹۳ [۱]

زہے رویت شگفته لاله زارے — در حسن ترا گل پرده دارے
رخت را بهتر از مه می شمارم — و زیں بهتر نه می دانم شمارے
درخت صندل آمد قامت تو — که می پیچد درو زلفت چو مارے
روان کردی سمند کامران را — نه ترسیدی که برخیزد غبارے
به دنبالت روان شد آب چشمم — که ریزد بر سر راهت نثارے
چو خود رفتی به تسکین دل من — خیال خویش را بفرست بارے
بخواهم یادگارے از تو لیکن — خیال ست این که بدهی یادگارے
دلم یک چند بود اندر پس کار — فراقت باز پیش آورد کارے
گلے نشگفته بختم را از وصلت — ز غم هر موے بر تن گشت خارے
ز شاخ وصل چون برگے ندارم — بخواهم از جناب شاه بارے
ز بحر نظم خسرو در نثارت — کشد هر لحظه دُر شاهوارے

---

[۱] درین غزل محذوف است۔

۱۷۹۴

دلا با غمزهٔ[1] خوبان چه بازی؟ | بگو با تیغ خون افشان چه بازی؟
مرا گوئی که "با من بازیے کن" | کنم جانا ولے با جان چه بازی؟
ز جان سیر آمدستم من وگرنه | مرا با آن لب و دندان چه بازی؟
تفحص کن که حال کشتگان چیست | چه رانی مرکب و چوگان چه بازی؟
چرا بر خود نه می بخشائی اے دل | بر کافر مسلمانان چه بازی؟
نه از یار ست خوشتر آن که بینی | نه از عشق ست بهتر آن چه بازی؟
مکن خسرو که بازی نیست این کار
ترا با ساقئ سلطان چه بازی؟

۱۷۹۵

بیکار دلے باشد کو را نه بود دردے | کاهل نفسے باشد کز وے نه جهد گردے
دردے که ز عشق آید جانم به فدائے آن | خود جان نه بود شیرین بے ذوق چنان دردے
[2] از گردش چشمت هست آوارگئ دلها | تا کعب نه فرماید جنبش نه کند نردے
شبها منم و شمعے هم سوخته و هم مست | گر مرده وگر زنده آهے کند دم سردے
شاد وقت گل و روزی فریاد که ننشینی | یک دم چو گل سرخی در پیشش گل زردے
[3] زان گه که غمت در دل چون حرص بخیلان شد | دارم همه شب چشمے چون دست جوان مردے
گفتم که "غمت آخر تا چند خورد خسرو؟"
خندید که عاشق را به زین نه بود خوردے

[4] ۱۷۹۶

رخساره چه می پوشی در کینه چه می گوئی؟ | حال دل مسکین را می دانی و می پوشی
گر زرخ به جان سازی در عمر بها گوئی | از دیده خبر یابم هر عشوه که بفروشی
گفتی که "ز غمے هر دم سودائے دلے دارم" | تا خون که خواهد بود آن باده که می نوشی؟
از درد فراقت من بیم است که جان بدهم | ساقی دو سه مے بر ده یاد آر و بے هوشی

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین بیت محذوف است [3] درین بیت محذوف است [4] درین غزل محذوف است

شب رفت چراغِ ما از سوز نہ می شنبد | اے شمع ہمہ دانم آتش زدۂ دوشی
گر فتنہ ز چشم آمد اے دل تو چرا مانی؟ | در سوختہ شد عاشق عارف تو چرا جوشی؟
غم بست بہم آرے دردِ دل بیماراں | از نالہ شود دردش زو مردہ بہ خاموشی
گفتم کہ کنم یادش تا دل بہ نشاط آید | چوں کار بہ جاں آمد خوش وقت فراموشی
گر خال نہا گوشت دل بستہ و منکر شد | بارے تو گواہی دہ اے دُر بنا گوشی
خسرو ز رخِ خوباں "گفتی کہ کنم توبہ" | کارے کہ ز تو ناید بیہودہ چرا کوشی

۱۶۹۷

گل آمد و ہر مرغے زد نعرہ بہ ہر باغے | ہر فاختہ اے دارد با ہمسر خود داغے
از باد صبا ہر کس بشگفتہ چو گل خرم | آں باد کہ من جویم کے می وزد از باغے
ہر کس غمِ خود گویاں یا قمری و با بلبل | من سوختہ می جویم رو کردہ سیہ زاغے
من سوختہ ام زاہد تو طعنہ زدی ہر دم | تا چند نہی داغے ما را ز برِ داغے

خسرو نہ شود ہرگز عشق و خردت باہم
کاں بلبل نہ می گنجد در خانہ آں باغے

۱۶۹۸

اے سرو بلندت را صد فتنہ بہ ہر گامے | ہست از رخ رنگینت رنگ از رخ گل دامے
یک مردہ اگر عیسیٰ کردے بہ دعا زندہ | صد مردہ کنی زندہ اے شوخ بہ دشنامے
خورشید رخا از تو یک ذرہ چو گم گردد | از کلبۂ تاریکم گر صبح کنی شامے
گویند "مدر جامہ" من می نہ درم لیکن | ماندست گریبانم در پنجۂ خود کامے
عقل و دل و جاں ہر سہ شد کشتۂ عشق آرے | خاشاک بسے سوزم تا پختہ شود خامے
شب[1] خوں بہ نہاں خوردم وامروز بہ روئے تو | ہر صبح خمارے را در خور بود آشامے
بے دوست دلم با گل آرام نمی گیرد | گو در چمن آں کس رو کو را بود آرامے
در قید بمرد آہو خسرو بہ خم گیسو[2] | ہر صید بود لابد در کشمکش دامے

---

[1] درن غزل محذوف است ۔ درن دو بیت ذیل زائد است و این بیت محذوف است ۔

اے مرغ کہ می نالی از بہر گل چندیں بہ ما راکہ نہ دیدستی چشم آں گل اندامے ۔ در چشم و لب خوباں گو خورد و چشانیدہ ۔ ظاہرست کہ خوش گردد از شکر بادامے ۔ [2] بیت ۹ زائد است

۱۷۹۹ [۱]
اگر تو سرگذشت من بدانی — دگر افسانهٔ مجنون نخوانی
همی گویند "برو بیدار می باش — بکن تعلیم سگ را پاسبانی"
ز من پرسی که هجران دل چه کردند؟ — ترا دادند جان و زندگانی
مرا گردِ سرِ آن چشم گردان — که تا بر من فتاد آن ناتوانی
نه ماندم استخوانی هم که باری — سگِ تو باشد از من میهمانی
طبیبم داغ فرماید نداند — که صد جا بیش دارم در نهانی
به بالینش منالید ای اسیران — که بس شیرین بود خواب گرانی
مرا جان در وفاداری برآمد — هنوز اندر حقِ من بدگمانی
به قتل خسرو آمد عشق و شادم
که یاری هم رهی شد آن جهانی

۱۸۰۰ [۲]
نگارینِ مرا شد نوجوانی — که نو بادش نشاط و کامرانی
خطش پیرامنِ لب گوییا خضر — برآمد گرد آبِ زندگانی
بمیرم بر سر کویش که باشد — سگانِ کوی او را مهربانی
نه بر رویت خطت ای آبِ حسن — که هست آن فتویٔ نامهربانی
من از باغ تو گر برگی نه بندم — تو باری برخور از شاخِ جوانی
غمی چون کوه بر جانم نهادی — تو باقی مان که من بردم گرانی
چه یاری گفت در وصفِ تو خسرو
که هر گنج اندر دل آرم بیش از آنی

۱۸۰۱ [۳]
سزد گر بنگوئی در من ببینی — که خود کام و جوان و نازنینی
نگاه خنده چون دندان نمائی — مرا اندر میانِ چشم نشینی

---

۱ این غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است ۳ درین غزل محذوف است.

مسلمان دیدمت زان دل سپردم — نه دانستم که تو کافر چنینی
مه و خورشید را بسیار دیدم — بهی از هر که می گویم نه اینی
به عیشِ خوش ترش خوشنودم از تو — که گاهی سرکه گاهی انگبینی
ز جان آیم به استقبال تیرت — که بر من راست کرده در کمینی
بیا گر در رهی چینی ز چشمم
به شرط آن که مهره بر نه چینی

۱۸۰۲ [۱]
فراهم کرده شد کلِ کج کلاهی — که در زیر کلاهش هست ماهی
گنه از دیدن خوبان ست حقا — که نفروشم به صد توبه گناهی
سیه رویم ز دل کاین دل چنان سوخت — که بر رومی رود خونِ سیاهی
چنانم شب دراز آمد که شادم — اگر خورشید بینم بعد ماهی
خیالت خوابگه در چشمِ من کرد — مرنج ار هست ناخوش خوابگاهی
ز سوزت چون رهم ای جان من وای — که دایم از غمت هستم بچاهی
به هر گلزار اشکم سبزه ها رست — سمندت را رسد زین سان گیاهی
مرا درد و غمت زان روی کشتند
که خسرو را رسد در دیده راهی
ت

۱۸۰۳
مرا دل با یکی ماندست جایی — که تا یار روزی از کویش صبایی
همه کس ز آتشِ بیگانه سوزد — من مسکین به داغ آشنایی
بیا ای زاغ کاین آن استخوان است — که بر روی سایه انداز همایی
مزن طعنه پریشانیم بگذار — که عمرم رفت بر باد هوایی
به جرم عشق [۲] کشتن حاجتم نیست — که دانا عشق کردن هم سزایی

---

۱ در ن غزل محذوف است۔ ۲ در ن بیت محذوف است۔

مه و خورشید گو بر جای خود باش — که ما هم شاهدے داریم جاے
ز عشقت کار من جاے رسیدست — بجز مردن نه می بینم دواے

ز تیغت بیم خسرو بیش از این نیست
که گیرد دامنت خون گداے

۱۸۰۴ غ

دیوانه شدم ز یار بدخوے — بیگانه پرست و آشنا روے
دل بردن عاشقاں ست خویش — من جاں نبرم از این چنین خوے
از جعد ترش تنِ چو مویم — در تافته گشت موے در موے
پرسد نشانِ صبر گویم — گامے دو سه از عدم بر آں سوے
خواهم به درت روم به صد آه — سوزم سر و پاے خود در آں کوے
ور گرچه بسوزِ من نه بیند — بارے رسدش ز داغ من بوے
ساقی به زکاتِ مے پرستاں — از من به دو جرعه غم فرو شوے
اے دیده به سوز من ببخشاے — کام دو ز تر است آب در جوے

خسرو چه به نیک گوئیے تست[1]
یاد آر او را به گفت بد گوئے

۱۸۰۵ الف

بر لب اثرِ شراب داری — در غمزه خیال خواب داری
شب خسپی و ما کنیم فریاد — آگه نشوی چه خواب داری؟
نارسته ز پوست می نماید — خطت که ز مشک ناب داری
در آب حیات غرقه شد خضر — زاں سبزه که زیر آب داری
نزدیک خطت بجاے خویش ست — هر چند به آفتاب داری
لب از تو و دل ز من خوش کن — چوں هم مے و هم کباب داری

---

[1] در (ن) بیت را مد اسقاطا در این غزل محذوف است۔

خوں ریز کہ گر بپرسدت کس — در ہر مژہ صد جواب داری
گفتی کشمت بہ غمزہ "بسمل" — بسم اللہ اگر شتاب داری
گر کشتنی ست بندہ خسرو
بیہودہ چہ در عذاب داری؟

۱۸۰۶ لہ
جانا تو ز غم خبر نہ داری — کز سوز دلم اثر نہ داری
بر دار چو بر درت فتادم — باخود فگنی کہ بر نہ داری
تا کے بجواب تلخ سوزی؟ — نے آں کہ بہ لب شکر نہ داری
جائے تو دل من ست بنشیں — دل جائے دگر اگر نہ داری
اے غم تو ز جان من چہ خواہی؟ — یا کار دیگر مگر نہ داری؟
خسرو تو بہ راہ خوب رویاں
یکسر چہ روی دو سر نہ داری

۱۸۰۷ ؎
اے زلف تو ہر گرہ کشادے — دے خط تو خطر و سوادے
اے چشم مرا چراغ خانہ — در سر مکن از کرشمہ بادے
در راہ نیاز می نہی پائے — خوش راہے و بوالعجب نہادے
شب چشم تو خلق راہمی کشت — پچوں ست زمانہ کرد یادے
یک موج ز غمزہ نامزد کن — تا باصف غم کنم جہادے
سر می دادم بہ بہر نگارے — گر تیغ غمت زبان نہ دادے
سر گشتہ نہ بودے ار دل من — در دست خط تو چوں فتادے؟
پرکار اگر بہ دست خویش ست — از دایرہ پا بروں نہادے
تو تیر ستم کشادہ و من — دل بستہ برایں چنیں کشادے

لہ درں غزل محذوف است ؎ درں غزل محذوف است ۔

گر از ستم تو بدگریزد اسلام
ایام چو خسروے نه زادست
ت

۱۸۰۸
نے کار کسے ست عشق بازی — کو دل نه نهد به جان گدازی
عشقے که نه جان دهند در وے — بازی باشد نه عشق بازی
می آئی و می چکد ز تو ناز — کز سر تا پاے جمله نازی
تن غرقهٔ خون ست سجده بپذیر — کاین جامه نمی شود نمازی
محمودوشانِ عشق را کشت — حسنت به کرشمهٔ ایازی
زلفت که حدیث او درازست — آموخت شب مرا درازی
از غمزهٔ تو کجا رهد دل؟ — این کافر و آن کشنده غازی
بر یاد تو می زیم و لے جان — تا کے ماند به چاره سازی؟
خسرو چو نهاد سر به تسلیم
بارے بکش ار نه می نوازی
ت

۱۸۰۹
اے فتنه ز چشم تو نشانے — بالاے تو آفت جهانے
مه نیست ز زلف تو که صد بار — بر باد نه داد خان و مانے
من با تو بجز نظر نه دارم — حاشا که به بد بری گمانے
بوسے هوسم کند و لیکن — خشنود نه می شوی بجانے
گر لب نه بود کم از حدیثے — ور دل نه دهی کم از زبانے
گر می کشدم رقیب بدخوے — بگذار سگے و استخوانے
اے زلف در و مپیچ زنهار — کآزرده شود چنان میانے
دل گم کرد است خسرو آن کیست[1] — کز گم شدگان دهد نشانے

---

[1] بیت در ن زائد است ۔

۱۸۱۰ [1]

اے بردہ دلم بہ دل ستانی — ہم جان منی و ہم جہانی
جاں می رود و درون و غم نیست — غم زاں ست کہ در میان جانی
دود از دل عاشقاں برآرد — حسن تو ز آتش جوانی
از سوز غم تو بر نہ خیزم — بے آں کہ بر آتشم نشانی
بکشاے دہان خویش، تا دست — شوئیم ز آب زندگانی
ہر شب منم و خیال زلفت — شبہاے دراز و پاسبانی
من خواہم داد جاں بہ عشقت — ہر چند تو قدر آں نہ دانی
از دوستی تو ناتوانم — اے دوست ببر اگر توانی

خسرو کہ بمرد زندہ گردد
گر دم دہدش مسیح ثانی

۱۸۱۱ [2]

اے آں کہ تمام ہم چو ماہی — با زلف چو چتر پادشاہی
مردم ز براے نقش زلفت — از دیدہ بر دل کشد سیاہی
گر خط سیاہ خود ببینی — بر مشک دہی بہ خون گواہی
اے زلف ترت مراغہ کردہ — بر روے تو چون در آب ماہی
آخر چہ شود گر از لب خویش؟ — یک بوسہ براے من بخواہی

از خسرو خستہ رو بگرداں
زاں رو کہ تمام ہیچو ماہی

۱۸۱۲ [3]

اے مردم دیدہ نکوئی — شاد آں کہ درون چشم اوئی
من بے تو چہ گو نیست کہ "چونم؟" — "بے من تو چگونہ ای" نہ گوئی
سیب ار چہ ترست آب او را — چاہ زنخ تو برد گوئی

---

[1] درین غزل محذوف است۔ [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است۔

بر بسته لب تو تا نه خندید   از بسته نه رفت تنگ خوئی
بر مشک دهی به خون گواهی   گر طرهٔ خویشتن ببوئی
گل پیش تو گر به باغ رانی   خیزد به هزار تازه روئی
دریاب که گوهرے چو اشکم   در خاک نه یابی ار بجوئی
من پاے ز آبِ دیده شویم   تو دست ز خونِ من نه شوئی
با ایں همه از تو چشم بد دور
اے مردمِ دیده را نکوئی!

۱۸۱۳[1]

بخرام اے سروِ رواں کز باغ رضواں خوشتری   دلدادگانِ خویش را می کش که از جاں خوشتری
در هوشیاری مه وشی سرمست و غلتاں دلکشی   چوں مو کنی شانه کشی طره پریشاں خوش تری
چوگانت سر جو از همه سر برد چوں گو از همه   خوش می بری گو از همه در لعب چوگاں خوش تری
باآں که خوش باشد چمن با سرو و نسرین و سمن   بسیار دیدم در تو من بسیار از ایشاں خوش تری
هر چند می بینم ترا تشنه ترست ایں دل مرا   خواهم بیاشامم ترا کز آب حیواں خوش تری
بارے چه باشد دل ببیں کاں جا کنی منزل گزیں   در چار سوے دل نشیں کز هشت بستاں خوش تری
دارم به دل درد قوی می خواهمش منزل توی
باآں که درد خسروی لیکن ز درماں خوشتری

۱۸۱۴[2]

اے قامتت چوں شاخ گل از برگ گل خنداں تری   چوں لاله تر نازکی چوں سرو در بستاں تری
گل داشت وقتے بوے تو آمد به دعوی سوے تو   از آفتابِ روے تو شد خشک با چنداں تری
یا رب چه اندامِ ترست آں کت به پیراهن درست   آبِ حیات ار چه ترست اما نه دارد آں تری

[1] درین دو بیت ذیل زائد است – گرچه جوانی خوش بود لے تو نه دانی خوش بود – در زندگانی خوش بود حقا که تو زاں خوش تری – نقش تو اے شمع چگل بیروں دهم زیں آب و گل ؛ لیکن توئی در گنجِ دل در کنج ویراں خوشتری

[2] درین غزل محذوف است –

اکنوں کہ بدنامی شوی آرامِ دلہا می شوی … ہر چند دانا می شوی از کودکاں ناداں تری
با عہدت اے پیماں شکن گفتی کہ نہ می آرم سخن … کز عہدِ زلفِ خویشتن بد عہد و بد پیماں تری
یوسف بہ صد قلب اگر ارزاں بود اندر نظر … گر جاں دہم عالم بہ سر از وے بسے ارزاں تری
گفتِ منت آید گراں وز چوں توئی من بر کراں … خوبی و رعنائی از آں ہر روز نافرماں تری

گر جاں کند خسرو زیاں با تو چہ در گیرد ازاں
کز بہرِ جانِ عاشقاں ہر روز نافرماں تری

۱۸۱۵ [۱]

اے مہ بدیں چابک روی از آسمانِ کیستی؟ … وے گل بدیں نازک تنی از بوستانِ کیستی؟
سیمیں تری از بادِ تر در لب ز شیرینی اثر … با قامتے چوں نیشکر بستہ دہانِ کیستی؟
با دامِ چشمت پر فتن عنابِ لعلت پر شکن … با مانہ می گوئی سخن بستہ دہانِ کیستی؟
ترکی و لے یغمانہ ای می بنمیت تنہانہ ای … بارے از آنِ مانہ ای آخر از آنِ کیستی؟
نے سر بہ پیماں می بری نے ہیچ فرماں می بری … رہ می روی جاں می بری سروِ روانِ کیستی؟
از غمزۂ بیباکِ تو شد جانِ مردم خاکِ تو … اے من سگِ فتراکِ تو مطلق عنانِ کیستی؟

می نالد از غم چوں جرس خسرو نگوئی یک نفس
"کاے مرغ نالاں در قفس از گلستانِ کیستی؟"

۱۸۱۶ [۲]

در چشمِ من گر رہ دے آں خورشید رخسار آمدے … آخر شبِ امید را صبحے پدیدار آمدے
تا کے دو دم چوں بیخودے در کویت از بختم بدے … یا پائے در سنگ آمدے یا سر بہ دیوار آمدے
گر دوست بودے یارِ من کے خواستے آزارِ من؟ … آساں گرفتے کارِ من ہر چند دشوار آمدے
پشتِ من از غم گشت خم کز بخت بنمودی ستم … ہرگز چنیں خارے ز غم در جانِ غمخوار آمدے
دردے کہ دارم در نہاں کز یار جستے کس نشاں … ہر موئے من گشتے زباں یک یک بہ گفتار آمدے
تا کے ز بیداری مرا باشد دو دیدہ در ہوا … اے کاش تیرے از سما بر چشمِ بیدار آمدے

---

[۱] درین غزل محذوف است [۲] درین غزل محذوف است ـ

خسرو چناں گشت از سخن کاندر میانِ انجمن
از دوست گر گفتے سخن دشمن بہ گفتار آمدے

۱۸۱۷ لہ

زیں ساں کہ از ہر موے خود زنجیرِ ہر دل می کنی — مردن ہم از گیسوے خود بر خلق مشکل می کنی
بیروں میا در آفتاب آزردہ می گردد تنت — یا روے خود با روے او نسخہ مقابل می کنی
دلہا بری و خوں کنی اے ظالم آخر رحمتے — آں دل کہ خواہی کرد خوں بہرِ چہ حاصل می کنی؟
خاکِ رہِ خود می کنی آلودہ از خون کساں — چوں حقِ چشمِ ماست ایں بہرِ چہ بسمل می کنی
خسرو کہ در چاہِ زنخ اندازی و بر ناریش
جادوست بیں او را نگر در چاہِ بابل می کنی

۱۸۱۸ ب

اے چہرۂ زیباے تو رشکِ بتانِ آزری — ہر چند وصفت می کنم در حسن از آں زیباتری
ہرگز نیاید در نظر نقشے ز رویت خوب تر — شمسے نہ دانم نے قمر، حورے نہ دانم نے پری
آفاق را گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام — بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری
اے راحت و آرامِ جاں با قدِّ چوں سرِ رواں — زیں ساں مرو دامن کشاں کارامِ جانم می بری
عزمِ تماشا کردہ ای آہنگِ صحرا کردہ ای — جانِ و دل ما بردہ ای این ست رسمِ دلبری
عالم ہمہ یغماے تو خلقے ہمہ شیداے تو — آں نرگسِ رعناے تو آوردہ کیشِ کافری
خسرو غریب ست و گدا افتادہ در شہرِ شما
باشد کہ از بہرِ خدا سوے غریباں بنگری

۱۸۱۹ ت

بہر کشادِ عالمے بکشا ز زلفِ خود خمے — در پیچ پیچ زلفِ تو پوشیدہ شد چوں عالمے؟
دلہات در زلفت اگر شانہ کنی آہستہ تر — زیرا نہ باید ناگہاں خونے چکد از ہر خمے
چند از خیالت ہر شبے صبحِ دروغینم دمد — اے آفتابِ راستی از صادقی آخر دمے
درہم شدہ نامِ ترا می گریم و جانم بہ لب — یک خندۂ تو بس بود شربت براے درہمے

لہ درین غزل محذوف است ۔

با خویش گویم رازِ تو می گویم و دم در کشم — اشک آیدم کاندر غمت انبار گرد محرمے
غمهات آرد پے به دل گر بگسلد آن سلکِ غم — پیوندم از خونِ جگر بنهم غمے را بر غمے
خسرو گرفتارِ تو و چون هست چشمت ناتوان
گر دست آزاد کن بے چاره مرغے پر گمے

۱۸۲۰ [۱]
جان به فدات می کنم بو که از آنِ من شوی — مرده تنی من ببین کوشش کز آنِ من شوی
شد به یقینِ دیگران ماه تمام روے تو — چشمهٔ آفتاب شو گر به گمانِ من شوی
چند به چربی زبان همچو چراغ سوزیم؟ — سوخته عاقبت گهے هم به زبانِ من شوی
گر به فغانِ من ترا دردسرے ست بازده — نیستم آن طمع که تو در دستانِ من شوی
سیم بگیرم از برت گر بکنی عنا بتے — وام بخواهم از لبت گر تو ضمانِ من شوی
برگذرد دو چشمِ من کاب روان ست در گذر — پیشِ که غرقه ناگهان ز آبِ روانِ من شوی؟
فتنهٔ خسروی به رخ پهلوے من نشین دمے
بو که به چیزے از بلا فتنه نشانِ من شوی

۱۸۲۱ [۲]
نیست دلے که هر دمش آفتِ دین نه می شوی — مهر فزون نه می شود تا تو به کین نه می شوی
صد ستم و جفاے تو یاد نه می کنم به دل — هیچ فرامشم به دل اے بتِ چین نه می شوی
می نگری در آینه من ز قرار می شوم — گرچه تو نیز می شوی لیک چنین نه می شوی
از تو چنین که می رسد نور به ماهِ آسمان — در عجبم که تو چرا ماهِ زمین نه می شوی
جانِ کسان که می شود هر شبے ار به کینِ تو — خود دلِ تو نه می شود تا تو به کین نه می شوی
جور و جفا نبود بس بر سکنات نیز شد — بارے از آن بتر مشو گر به از این نه می شوی
آخر امید پاے تو داشت سرم به خاکِ ره — گیر که از کرشمه تو بر سرِ این نه می شوی
چون دلِ خسرو از غمت گوشه نشینِ غم شده — وه که تو هیچ گه برا د گوشه نشین نه می شوی

---

[۱] در ن غزل محذوف است [۲] در ن بیت محذوف است ۔

۱۸۲۲[۱]

قصد که داری ای پسر باز چنین که می روی | کافت و فتنهٔ نوی در دل و دین که می روی
باز که را بلای جان آمد و باز گشت خون | تا به نوا فتارش نظرست چنین که می روی
غمزه بس ست قتل را تیر و کمان چه می بری | غصه همی کشد مرا زین به کمین که می روی
گرچه نه می کشی مرا هم نفسی ز پا نشین | از من خسته جان و دل از تو همین که می روی
می روی اندرون جان ور به دروغ گویمت | سر به شگاف جان بکن نیک ببین که می روی

خلق نه دانا این همه هست از پی فتنه رفتنت
خسروا اگر نه می شود بر سر این که می روی

۱۸۲۳[۲]

می گذری که سینه را وقف هوای خود کنی | من که بوم که بر دلم داغ جفای خود کنی
گویمت این چنین مرو زانکه چشم کن حذر | لیک تو گفت نشنوی کار برای خود کنی
حیف بود که در روش پای تو بر زمین رسد | دیده به خاک می نهم گر ته پای خود کنی
ماهی و آفتاب سان گرم بر آسمان روی | آه مرا اگر شبی راهنمای خود کنی
گفتمی اگر نگه کنی در رخ من سزا کنم | آینه گر کنی نگه هم تو سزای خود کنی
جان تو هست در دلم از سر لطف و مردمی | هرچه به جای دل کنی وان که بجای خود کنی

خسروا از اشتیاق تو سوخته گشت و رفت شاد
گر نظری به مرحمت سوی گدای خود کنی

۱۸۲۴[۳]

دست به گل نه می زنی زان که نگار من توئی | بوی سمن نه می کشم زان که بهار من توئی
روی زمین گر از صبا میر گه شگوفه شد | من چه گره کنم از آن لاله عذار من توئی
گر ز قرار می روند هوش من از تو گو برو | من به قرار خود خوشم هوش و قرار من توئی
گرچه سوار آسمان خانه به خانه می رود | کی نگرم به سوی او فتنه سوار من توئی
چشم من از نگار خون نقش تو می کند به رخ | دل بنهم به نقش او هرچه نگار من توئی

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است ۳ درین غزل محذوف است۔

خسرو خسته به دولت کشتهٔ تیر غمزه شد
هیچ نه گفتی «اے فلاں کشتهٔ زار من توئی»

۱۸۲۵

کج کلها کمان کشا تنگ قبائے کیستی؟ | لابه گرا و دلبرا عشوه نمائے کیستی؟
زیر کلاهِ جعد تو، بر کمرت کشیده سر | بسته به چابکی کمر چیست قبائے کیستی؟
مرکبِ ناز کرده زین داده به تیغ غمزه کین | ساخته آمده چنین باز برائے کیستی؟
سینهٔ بنده جائے تو، دیده به زیر پائے تو | ماهمه در هوائے تو تو به هوائے کیستی؟
تا رخِ خود نموده‌ای جاں ز تنم ربوده‌ای | کاهشِ من فزوده‌ای مهر فزائے کیستی؟
خانهٔ جاں همی بری دانهٔ دل همی خوری | تیز بلند می پری مرغِ هوائے کیستی؟

خسرو خسته را سخن بسته شد از تو در دهن
طوطی شکرینِ من نغز نداے کیستی؟

۱۸۲۶[له]

اے نه نهاده هیچ گه تن به رضائے چون منی | تافته چوں ستمگراں دست وفائے چون منی
من به رضائے خویشتن جاں به فدات می کنم | نیست دلت که در دهی تن به رضائے چون منی
می گذری و بے خطا راست گرفته در دلم | ناوکِ غمزه می زنی چیست خطائے چون منی؟
گر به بقائے خود مرا نیست مراد از رخت | تو به مرادِ خود بزی هم به بقائے چون منی
بهرِ نجاتِ خویشتن دست چه در دعا زنم؟ | چوں به فلک نه می رسد دستِ دعائے چون منی
عشق ببرد از سرم گوهرِ عقل لاجرم | چرخ به رشته‌ها ادب کرد سزائے چون منی
بس که چو مرغ کنده پر خستهٔ خارِ محنتم | نیست به جز سمومِ غم بادِ صبائے چون منی
چوں به همه جهاں مرا نیست به جائے تو کسے | مرحمت ار کنی بسزد خاصه به جائے چون منی

خسرو بے دلِ توام بلبلِ باغِ آرزو
عشق به پردهٔ جفا بسته نوائے چون منی

له در ن غزل محذوف است۔

۱۸۲۷ [۱]

سرو دشمن برم کجا تا ببرش در آرمی؟ / دست مراد یک دمی در کمرش در آرمی

سرو نه دیده ام به بر لیک به سرو قامتش / سحر زبان خود دهم تا به برش در آرمی

هست دو دیده ام به ره ور به یکی درآمدم / بر کنمش از آن یکی در گذرش در آرمی

از قلم خود کمان کنم در رخ خویش جام زر / تا به طریق خادمتی در نظرش در آرمی

خسرو دم و به جای زر جام جهان نما کشم / عادت مور را شبی در نظرش درآرمی

۱۸۲۸ [۲]

گر به کمند زلف تو من نه چنین اسیرمی / کی به کمند ابروی خسته به زخم تیرمی

هست یقین چو مردنم از غم دوریش مکش / بارے اگر بمیرمی در قدم تو میرمی

بودم اسیر کافران وقتی که در فراق تو / در موسم که این زمان کاش همان اسیرمی

پند دهند گر نبان چشم به بند جان من / باز کشید تا مگر پند کسی پذیرمی

ترک سخن بگو که شد ملک جهان از آن من / آه که تنگ در برت یک شب اگر بگیرمی

طعنه زنی که خسروا ملک جهان ستانمی / گر به ولایت سخن مثل تو بی نظیرمی

۱۸۲۹ [۳]

ای ز غبار خنگ تو یافته دیده روشنی / چند به شوخی و خوشی کرد هلاک من تنی؟

وه که ز شوخ چون توئی دود برآمد از دلم / خوب نه بد تو آفتی دوست نه ای تو دشمنی

بهر خدای دست را پیش از آستین مکش / زان که زیان بری تو از بر برش خون چو منی

می بجز رو به دامنم پاک بکن دهان و لب / تا نه کنم از این سپس دعوی پاک دامنی

دعوی مهر وان گهی بر دل خسته رخنه ها / ریش من است آخر این چند نمک فراکنی؟

در گذر براق تو خاک شد استخوان من / منتظر عنایتم گر نظری در افکنی

ای که سوار می روی ترکش ناز بر کمر / زین چه که غمزه می زنی تیر چرا نمی زنی؟

---

۱ همان غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است ۳ درین غزل محذوف است۔

دل که بسوخت در غمت طعنه چه می زنی دگر؟ — شیشهٔ نازک مرا سنگ مزن که بشکنی

کبر تو را چه می کشم زاں که لطیف و دل کشی — خوب نباید اے پسر از چه توئی فروتنی

خسرو خسته پیش ازیں داشت رعونتے بسر

چوں به ریاضت غمت جمله ببرد توسنی

۱۸۳۰ [1]

رخ خوبت به چه ماند به گلستان و بهاری — چشم مستت تو بداں نرگس رعنائے خماری

تیغ بگذار که بارے حق عشقت بگذارم — گر نه آنے تو که با ما حق صحبت بگذاری

شاد مانم به غمت گرچه دل سوخته خوں شد — شاد بادا دل تو گرچه ز ما یاد نیاری

صید آں چشم شدم گر کشدم نیست ملامت — گر بجویند ز ترکاں دیت خون شکاری

اے خیال رخ آں یار جدا مانده دریں دل — او چو مهماں نه رسد خانه به صورت چه نگاری؟

اے که بے فایده پندم دہی آں روئے ندیدی؟ — گر ببینیش تو ہم گوش به آں پند نه داری

آبگینه ست دل نازک بے طاقت خسرو

بشکند وه که چنیں گر تو ز دستش بگذاری

۱۸۳۱ [2]

خواستم زد آبروئی گفت "بیهوده مگوئے" — عاشقاں را از آب چشم خویش باشد آبروئے

بر سر خاک شهید عشق حاجت خواستم — گفت "نام دلبر ما گو و لے حاجت مگوئے"

آب چشم شست خون و خون چشم گشت آب — پند گویا بنگر ایں خوناب و دست از من بشوئے

دی به بازارے گذشتی خواست ہوئے آں چناں — جان و دل کردند خلقے گم در آں فریاد و ہوئے

جان من گم گشت و می جویم نمی یابم نشاں — چوں تو در جان منی بارے چنیں خود را بجوئے

در خرابی ہائے ہجراں گر تو در خسرو رسی

در بیاباں کے رود بهر صفائے تشنه جوئے؟

۱۸۳۲ [3]

باز ایں ابر بهاری از کجا آید همی؟ — کز برائے جان مسکیناں بلا آید همی

---

[1] درین دو بیت ذیل زائد است: "می روی در ره و می گردد چاک گردت سر ہم بداں گونه که گرد سر گل باد بهاری. بیهوده ست ایں که سر کوئے تو باراں دو چشم. کز وفا خوشه نه یابم که تو ایں تخم نکاری" [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است۔

من نہ خواہم زیست ایں بوی شناسم کز کجاست؟ — خون من در گردنش بر من چہ ہا آید ہمی؟
رو بگرداں اے صبا بر من بجنتنائے بیا — کز تو بوے آں نگار آشنا آید ہمی
بوے گل گر گہ گہ می آید ز من جاں می رود — زاں یکہ من می دانم و من کز کجا آید ہمی
یار حاضر من نہ می دانم ز بیہوشیِ خویش — کوست ایں یا می رسد یا رفت یا آید ہمی؟
صبر فرما بندۂ من بے خود کہ در عشق را — دل کہ رفت از جاے خود کم تر بہ جا آید ہمی

خلق گوید خسروا غم کشت از خود یاد کن
چنیں اندیشہ یادِ خود کرا آید ہمی؟

۱۸۳۳ [۱]

سبزہ نوخیز ست و باراں در فشاں آید ہمی — میل دل بر سبزہ و آب رواں آید ہمی
ابر گوہر بار پنداری کہ از دریا کنار — بار مروارید بستہ کارواں آید ہمی
جاے آں باشد کہ دل چوں گل ز شادی بشگفد — کز صبا امروز بوے آں جواں آید ہمی
می رود آں نازنیں گیسو کشاں از ہر طرف — صد ہزاراں دل بہ دنبالش کشاں آید ہمی
جان من گر زندہ ماند جاودان نبود عجب — کاب حیواں از لبت در جوے جاں آید ہمی
دہ کہ ہر شب با چنیں فریاد کاندر کوے تست — خواب در چشمت نہ دانم بر چہ ساں آید ہمی؟

باد ہر دم تازہ تر گلزار حسنت گرچہ زو
ہر سحر خسرو چو بلبل در فغاں آید ہمی

۱۸۳۴

پیش ازیں من با جواناں آشنایی کردمے — کاش کہ زیشاں ہم ازاول جدائی کردمے
از دل گم گشتہ اکنوں گوش نتوانم نہاد — زاں کہ اول وصف خوبانِ ختائی کردمے
زیں دلِ دوزخ اگر افروختے شمع مراد — وقتے آخر شام غم را روشنائی کردمے
یک سخن شیریں نہ دارم یاد ازاں روزے کہ آں — بر جراحتہاے جانی مومیائی کردمے
توبہ دادا ایں چشم شاہد بازو ایں شاہد مرا — زاں چہ من وقتے حدیث پارسائی کردمے

[۱] در ن غزل محذوف است۔

اے خوش آں شبہا کہ از بہر گدائی بر درت — بر سر کوے تو بر درہا گدائی کردمے
خلعت تیغت ز خوباں نسبتی اندر گردنم — تا میانِ عاشقانت خود نمائی کردمے
از پئے تو دوست می دارم غمت را ورنہ من — با چناں بیگانۂ اے کے آشنائی کردمے؟
زاغ نالاں ست خسرو بے رخت در خارِ عشق
گر گلے بودے ز تو بلبل نوائی کردمے

۱۸۳۵ [۱]

پیش ازیں من کاش کہ عشقت نہ می ورزیدمے — تا بہ گوشِ خود جفا از دیگراں نشنیدمے
ایں ہمہ رسوائی از عشقت نہ رفتے بر سرم — روز را در چشم اگر از دیدنت پوشیدمے
کاش من حجام بودم تا بوقت سرتراش — بہر صدقہ دائما گرد سرت گردیدمے
یا کہ آہوے شکاری بودمے کز بہرِ قتل — در تہِ پاے سمندت غرقِ خوں غلطیدمے
یا پیادہ بودمے بر نطعِ شطرنج تو تا — در میانِ پیل مات آخر رخ تو دیدمے
یا کہ در پیشِ سگان کوے خود بارم دہی — تا بہ ایشاں سر بہ سر بر آستاں خسپیدمے
ایں ہمہ دولت نصیبِ دشمناں اے کاش کہ — من بہ دشنامی ہم آخر زاں میاں ارزیدمے
عمر مہجوری و محرومی نصیبم چوں نہ شد — گر بدانستے من ایں کہ عشق می ورزیدمے
خاکِ پایم گفتہ ای خسرو ببوسی عاقبت
دولتے بودے اگر پاے سگت بوسیدمے

۱۸۳۶ [۲]

باز بہرِ جانِ ما را ناز در سر می کنی — دیدۂ بینندہ را ہر دم بخوں تر می کنی
گرچہ مویم می کنی بہر عدم ہم دولت ست — زاں کہ رہ دور ست و بارم سبک تر می کنی
آفتابی تو ولے زاں جا کہ روز چوں منے — کے سر اندر خانۂ تاریک من در می کنی؟
گفتنی "از دل دور کن جاں را و ہم با من بساز" — شرم بادت خویش را با جاں برابر می کنی
می کنی آں خندہ اے تا ریشِ من بہتر شود — باز خندہ می زنی و آزارِ دیگر می کنی

---

[۱] درین غزل محذوف است ۔ [۲] درین غزل محذوف است ۔

اے بتِ بد کیش چشم نا مسلماں را بپوش / و ر مسلمانی چرا تاراج کافر می کنی؟

ہر زماں گوئی کہ "حالِ خویشتن پیش من بگوے"
آرے آرے گفتِ خسرو نیک باور می کنی

۱۸۳۷ ت

اے پری وش ہر چہ رسم مردمی کم می کنی / می کنی دیوانہ و دیوانہ تر ہم می کنی

لعل تو از پُر دلی صد قلب خوباں را شکست / بس کہ تو بر تو دلش در زیر ہر خم می کنی

در ارادت جاں می کنم هر دم ز رویت یک نظر / شاہ خوبانی چرا امر دگدا کم می کنی؟

خاست طوفانے ہم از خاک شہیداں ز آستانت / وہ چگونہ خستہ آں خون ہا کہ ہر دم می کنی؟

کشتگانت را بہ آب دیدہ می شویند خلق / اے عفاک اللہ تو بارے دیدہ را نم می کنی

شعلہ ہاے خود دلا روشن مکن ہر جا از انک / تازہ داغے بر دلِ یاران محرم می کنی

درد خسرو را زیادت می کنی اے پندگو
تو حسابِ خویش می دانی کہ مرہم می کنی

۱۸۳۸ الف

ہر زمانے از کرشمہ خویشتن بینی کنی / چند کافر کیش باشی چند بے دینی کنی

صورتِ چیں نابدت از ہیچ روے در نظر / باچناں رو گر نظر در صورت چینی کنی

آئینہ کو تا بہ بینی و ببوسی لعل خویش / وز دہانِ خویشتن ہر دم شکر چینی کنی

گر بہ روے زہرہ گرد وں کنی دنداں سفید / بر شرف جاے مہت گوئی کہ بر وینی کنی

آئینہ بینی و پس گوئی کہ من خود بینی ام / چوں ببینی آئینہ ناچار خود بینی کنی

زلف تا نادر گیسوے مشکین من مسکین شوی" / گر سیاں سودا نہ بینی بر کہ مسکینی کنی؟

مستِ حسنی و ز خوے بد توئی نقل ترش
جانِ خسرو ہست اگر رغبت بہ شیرینی کنی

۱۸۳۹ ۲

عنبر افشاں کن از گیسو کہ سلطان منی / ترک لشکر کش کن از مژگاں کہ خاقانِ منی

---

۵ درین غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است۔

زلف بالا کن به بند آن روزنِ خورشید را — کافتابم نیست حاجت چون تو مهمانِ منی
جان من گم گشت اینک نیست آن جا دگر — تا تو بردی جانِ من یا خود تو هم جانِ منی
از لطافت جوهرت را من نمی دانم که چیست — پا منه بر من که مورم چون سلیمان منی
در دلم باشی و هرگز سایه بر من نفگنی — بارک الله آخر اے سرو از گلستانِ منی
دوش دل بردی و می خواهی که امشب جان کنی — من بحل کردم اگر حجاج قربانِ منی
کافرت کردند خلقی بس که ناحق کشتنم — کافری نزدیک خلق اما مسلمانِ منی
چون تو مهمانی درآن گه خانهٔ خسرو غمت
یا رب این خواب ست اے یوسف به زندانِ منی

ت ۱۸۴۰

گر تو سیمین سر بدان شکل سرافرازی دهی — بنده را در ناله با بلبل هم آوازی دهی
هر مردن گفتم اینک ساخته تا کے هنوز — نرگس بدخوے را تعلیم بد سازی دهی
آب چشم من که شد غمازِ حال من به خون — کسوتِ لعلش همی تعلیم غمازی دهی
بت پرستی دلم بسیار شد وقت ست اگر — تیغ کافرکش به دستِ غمزهٔ غازی دهی
دادِ این سر هم باره گز زیر پایت دور ماند — چون به صفِ عاشقان داد سرافرازی دهی
یار در دل خسرو و جانم آخر شاید آنکه
پادشا را با گدای خانه انبازی دهی

۱۸۴۱ [1]

جانِ شیرینی منی اے از لطافت چون پری — گر پری جان ست تو از جانِ شیرین خوشتری
گوئیا بر آبِ حیوان برگ نیلوفر دمید — آن تنِ نازک به زیرِ فوطهٔ نیلوفری
خواستم جورت بگویم خون دل بر بست لب — لیک رخ را چون کنم دارد زبانِ زرگری
کافرا تا چند تو خونِ مسلمانان خوری؟ — یارِ دیگر گر مسلمانی بدین سو بنگری
دل ز من دزدیدی و کردی نهان در زیرِ چشم — بس همی خواهی به خنده جان من بیرون بری

[1] درین غزل محذوف است ۔

چوں بہ یادم چشم غلطانت گزیدم پشت دست — کھتین آں جادو چشم ایں جا عجب بازیگری
چشمہاے من چو دریا گشت ولیہا خشک ماند — چوں تو سلطاں را چنیں بر ملکِ خشکی و تری
سوز عاشق لطف معشوق ست بر پروانہ نیست — منت شمع آں کہ دادش دولتِ خاکستری
می کنی شوخی کہ خسرو جامہ ہا چندیں مدر
خویشتن را گو کہ چندیں پردہ دل می دری

۱۸۴۲ [ل]

چہ شدت کہ از کرشمہ نظرے بہ ما نہ کردی — سخنے بروں نہ دادی شکرے عطا نہ کردی
چو گیا بہ خاک سودم سر خود بہ زیر پایت — تو چو باد بر نہ گشتی مدد گیا نہ کردی
بہ دلم چہ خانہ سازی کہ ہزار خانہ دارد — ز ہزار تیر مژگاں چو یکے خطا نہ کردی
ز طواف کعبۂ خود چہ دوانی ام بہ کعبہ ؟ — ز ہزار حاجتِ من چو یکے روا نہ کردی
ہمہ عمر وعدہ کردی طمع وفا نہ کردم — کہ چو عمر بیوفائی سزد ار وفا نہ کردی
تو ز حال من چہ دانی کہ بہ خوں چگونہ غرقم؟ — چو دریں محیط ہاموں گہے آشنا نہ کردی
بکن اے ز دور بادہ گرچہ سر مردمی نہ داری
نظرے بہ حالِ خسرو چو بہ کار ما نہ کردی

۱۸۴۳ [غ]

ز نظر اگرچہ دوری شب و روز در حضوری — ز وصال شربتم دہ کہ بسوختم ز دوری
منم و شبے و گشتے چو سگاں بہ گرد کویت — کہ عظیم دور ماندم ز ولایت صبوری
چو بہ اختیار خاطر غم عشق بر گزیدم — ز جفا ہر آں چہ آید بکشیم از ضروری
من اگر ہلاک گردم تو چہ التفات داری؟ — کہ ز غفلتِ جوانی بہ کرشمۂ غروری
نہ خیال بر دو چشم نہ یکے ہزار منت — کہ تو ام ز دولتِ او شب و روز در حضوری
چمن ایں چنیں نہ خندد تو مگر بہشت و باغی — بشر ایں چنیں نہ باشد تو مگر پری و حوری
گذرے اگر توانی بہ بہارِ عاشقاں کن — کہ ز اشکِ من بہ صحرا ہمہ لالہ است و سوری

ل دریں غزل محذوف است ۔ ع دریں بیت محذوف است۔

به شب فراق خسرو چو چراغ سوخت آخر
شبش ار چه تیره زشد چراغ از تو نوری

۱۸۴۴ ۱

همه شب فرو نیاید به دلم کرشمه سازی | ز شب ست این که دارم غم و ناله درازی
به نمازش ار چه بینم چپ و راست پیش آن گل | نه سلام چاره گویم چو ادا کنم نمازی
به جفا کلاه کج نه چو شناختی حال خود | که میان شهسواران چو تو نیست شاهبازی
وه از این هوس بمیرم که به زیر پات بینم | سر من تمام گردان هوسم بدین نیازی
همه شب چو شمع باشم به چنین خیال خفتن | که طفیل شمع پیشت بودم شب گدازی
چو نه دارم این سعادت که بگریه پات شویم | ز پی ره تو شستن من و گریه و نیازی

همه خون ست اشک خسرو سراین بود ضرور
پسر سبکتگین را چو به دل بود ایازی

۱۸۴۵ ۲

بسم از جمال ساقی و شراب ارغوانی | که به یار تشنه‌ام من نه بآب زندگانی
منم و شبی و گشتی چو سگان به گرد کویت | نه برم هوس سپاهی که خوشم به پاسبانی
نمکش ار چه کرد پیرم گله نیست دل نیارم | من و صد هزار چون من به فدای آن جوانی
ز فراق کشته‌ای و به زبان و جان نوازد | به عنایتی که داری به نوازشی که دانی

که اگر ز شرح شوقت دل سنگ خون نگردد
ز حدیث عشق باشد سخنت برون زبانی

۱۸۴۶ ۳

نفسی که با نگاری گذرد به شادمانی | مفروش لذتش را به حیات جاودانی
ز طرب مباش خالی می نو بخواه و باقی | که غنیمت ست دولت دو سه روز زندگانی
غم نیستی و هستی نه خورد کسی که داند | که گذشت عمر و باقی نه بود جهان فانی
مکن ای امام مسجد من رند را ملامت | چو به شهر می پرستان نه رسیده‌ای چه دانی

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است ۳ درین غزل محذوف است۔

چه شوی به زهد غرّه که زدی ره پرستاں / به خدا رسید بتواں به تضرع نهانی

تو و زهد خرقه پوشاں من و دیر و دُرد نوشاں

به تو حالِ ما نماند تو به حال ما نمانی

١٨٤٧ د

پسرا ز ناز بینا به کرشمه گاه گاہے / اگر اتفاق افتد به فتادگاں نگاہے

ز غمت کجا گریزم که جہاں گرفت حسنت؟ / ز تو ہم به تست یارا اگرم بود پناہے

شرفِ ملال پیشت به دو بوسه جان نوده / که گر این امید باشد بزییم چند گاہے

به امید با تو ما را چو نه رفت پیش کارے / پس ازیں چه نامراداں من و گوشهٔ و آہے

چه خیال بود امشب که خیال بر سر آمد / بدمید صبح لیکن چو به سر رسید ماہے

به یکے ز ہم نشیناں سخنِ تو دوش گفتم / "که تو دیده ای فلاں را به سرے ست کج کلاہے"

به جواب گفت خسرو: تو کجا رسی به وصفش

نظرے زده رمی کن به جمال پادشاہے"

١٨٤٨ [1] ب

به فراغ دل زمانے نظرے به ماه روے / به از آں که چتر شاہی ہمه عمر ہاو ہوے

نه ز دست ناجواناں به چمن شدم ولیکن / ہوس جمال جاناں نه رود به رنگ و بوے

نفسم به آخر آمد نظرم نه دید سیرش / به جز این نماند ما را ہوسے و جستجوے

بپرید ناتواں را به طبیب آدمی کش / که چه مردن ست بارے به نظارهٔ چو اوے

چه[2] خوش ست مست ما را بکرشمه لعب چوگاں / که به خاک در نه غلتد سر ما به سان گوے

به خدا که رشکم آید به دو چشم روشن خود / که نظر دریغ باشد به چنیں لطیف روے

دل من که شد ندانم چه شد آں غریب ما را؟ / که گذشت عمر و نامد خبرش به ہیچ سوے

سخن[3] سگانِ شب رو نه زند مگر کسے را / که شبیش بوده باشد گذرے به گرد کوے

---

[1] این غزل به حافظ شیرازی ہم منسوب است و لے اغلب این که از خسرو ست [2] درین بیت محذوف است [3] درین بیت محذوف است۔

مکن اے صبا مشوش سرِ زلف آں پریوش
کہ ہزار جانِ خسرو بہ فدائے تار موئے

۱۸۴۹ ؎۱

خندہ اے کن شکرستانِ دہن باز کشائے — انگبیں زاں لب چوں برگ سمن باز کشائے
نقل شاہانۂ تو پستہ و عناب سزد — مردمی کن قدرے گنج دہن باز کشائے
با بزرگاں نہ رسد خردہ سخن می گوئی — خردہ گیری بہ میاں نیست سخن باز کشائے
جعدِ تو تنگ بہ کارِ دلِ ما پیچیدست — پنجہ اے جینا زجعدِ چو شکن باز کشائے
ہست کوتاہ شب وصل درازیش بخش
زاں سرِ زلفِ سیہ نیم شکن باز کشائے

۱۸۵۰ ؎۲

عالم آشوب ترا از طرۂ طرار خود ای — فتنہ انگیز ترا زغمزۂ خوں خوار خود ای
پائے افشردہ و زانو زدہ ای در کار — دامنت خوں بگرفتہ ست و تو در کار خود ای
آیتِ حسنی و پیچیدہ بہ طومارِ دو زلف — پیچ بر پیچ زنیرنگ بہ طومار خود ای
گر گرفتارِ توام نیست گرفتے بر من — کہ تو نیز از رسنِ زلف گرفتار خود ای
صبرِ من طرۂ طرارِ تو گر باز دہد — یا ستر بابِ عملِ طرۂ طرار خود ای
زوش بوسے بزدم بر لبت آزردہ شدی — باز کن لب نہ اگر بر سرِ آزار خود ای
دام بردی دلِ خسرو بہ گواہی دو چشم
اینک اینک خطِ تو گر نہ بہ اقرار خود ای

۱۸۵۱ ؎۳

من ترا دارم و جز لطف توام نیست کسے — در جہانم نہ بود غیر تو فریاد رسے
نفسے بے تو نیارم زدن اے جاں گرچہ — نہ کنی یاد منِ خستہ بہ عمرے نفسے
ہر کسے راست ہوائے و خیالے در سر — من بہ جز فکر و خیال تو نہ دارم ہوسے
غرقہ در بحرِ غم عشقم و در خون جگر — می رود بے رخت از چشمۂ چشم ارسے

؎۱ درین غزل محذوف است ؎۲ درین غزل محذوف است ؎۳ درین غزل محذوف است۔

بیش از اینم چو مگس از شکرِ خویش مراں — که تفاوت نه کند در شکرستاں مگسے
بر منِ دل شده هر چند گزیدی دگرے — به وصالت که به جاے تو مرا نیست کسے
بلبلِ جانِ من از شوقِ گلستانِ رخت — تا به کے صبر کند نعره زناں در قفسے؟
طالبِ وصل شو اے خسروِ خوباں خسرو — نه منِ دل شده ام بس که چو من نیست بسے

۱۸۵۲ لہ

در سر افتاده ز عشقِ توام اے جاں ہوسے — با سگِ کوے تو گفتم که ۲ بر آرم نفسے
بر درت حلقه چو زنجیر درم بهر درآے — ناله ها کردم و فریاد به شکلِ جرسے
نه شدی ملتفتِ حالِ من اے عمرِ عزیز — هرگز ایں خواری و زاری نه کشیده ست کسے
حلقهٔ زلفِ سمن ساے تو در دورِ قمر — فتنه پیدا کند و غارت و آشوب بسے
سر به سر با سگِ کوے تو نهاده خسرو — چوں به پا بوسِ تو اے جاں نه شد از دسترسے

۱۸۵۳

مے به جام ار چه ز خونِ منِ مسکیں داری — نوش بادت که شکر خندهٔ شیریں داری
دو حیات ست زیک خندهٔ تو عاشق را — زاں که در حقهٔ یک خنده دو پرویں داری
نگری در من و چوں من نگرم در شکنی — ایں چه فتنه ست که بهرِ منِ مسکیں داری؟
خار در بسترِ تنهائیم افگند فراق — زاں چه سودم که تو تن بر گلِ نسریں داری؟
همه را زنده کنی و بکشی خسرو را — جانِ من ایں چه طریق ست و چه آئیں داری؟

۱۸۵۴ سہ

بختم از خواب درآمد چو تو با من خفتی — نه در آغوش که در دیدهٔ روشن خفتی

لہ دریں غزل محذوف است ۲ دریں دو بیت ذیل زائد اند — زاں لبِ ساده گرم بوسه بخشی کرم از آنکه نظرے جانبِ ایں گریهٔ رنگیں داری — پیشِ صوفی گذر و گریهٔ خونیں فرماے — تا به خوں دست بشوید دلش از دیں داری

سہ دریں غزل محذوف است —

هر دمے گردی ز در یارهٔ ناخفتهٔ دوست — دوستانهٔ ز پے کوری دشمن خفتی
یاد داری که شبے هر دو به بستان بودیم — من به خار و خس و تو در گل و گلشن خفتی

این چه عید است که خسرو ز تو قدرے دریافت
که تو با او همه شب دست به گردن خفتی

۱۸۵۵ ؎۱

گر تو رخ من مسکین گدا را بشناسی — جور از حد نه بری حدِ جفا بشناسی
من جز از تو نه شناسم به حقِ خدمتِ تو — تو نه آنی که حقِ خدمتِ ما بشناسی
تو که از کبر و منی می نه شناسی خود را — من مسکین گدا را ز کجا بشناسی؟
ز فراقت ز ضعیفی همه خلقم بشناخت — ور تو ببینی نه همانا که مرا بشناسی
بستهٔ موے توام ور به تنم در نگری — موے در موے کنی فرق و مرا بشناسی
برده ای صد دل و زنهار که نیکو داری — که دلم زاں همه دلها صنما بشناسی
از درون سوختگی دارد و از بیرون داغ — این نشاں هم همان ست که تا بشناسی

چون درونِ جگرم جاے گرفتی زنهار
چون برون نمکے از لب و جا بشناسی

۱۸۵۶ ؎۲

نو بهار است و گل و موسم عید اے ساقی — باده نوش و گذر از وعده و وعید اے ساقی
روز محشر نه بود هیچ حساب کس به یقیں — هر که در کوے مغاں گشت شهید اے ساقی
گشت پیمانه چو تسبیح رواں در کفِ شیخ — تا ز لعل تو یکے جرعه کشید اے ساقی
حاصل از عمر نه دارد به جز از حسرت و درد — هر که عید است ز میخانه به عید اے ساقی
آں که در کوے محبت قدم از صدق نهاد — دگر او پندِ ادیباں نشنید اے ساقی
بارها کرده بُدم توبه ز مے باز مرا — چشمِ مستِ تو به میخانه کشید اے ساقی
زاهد از شرم تو دایم سرِ انگشت گزد — جرعه در میکده جاے مگر بد اے ساقی

۱؎ درین غزل محذوف است ۲؎ درین غزل محذوف است ـ

۱۸۵۷ ؎۱

بازآے شہرو خراماں ز کجا می آئی / کہ براے دلِ دیوانۂ ما می آئی

می کشد ہجر و رہِ آمدنت می طلبم / نیست فرمانِ تو جانا بہ کجا می آئی؟

گر زجا می روی از خویش نہ باشد عجبے / عجب این ست کہ چوں باز بہ جا می آئی

اے خوش آں کشتہ کہ شد در تہِ شمشیر و ہنوز / گر در آں دم تو بہ نظارۂ ما می آئی

سوزت اے عشق ہمہ خرمنِ جاں ہا سوزد / شرم ناید کہ براین برگِ گیا می ائی

زندگانیت ہمی سازد و آنکم خسرو / آخر این کوے فلاں ست کہ تا می آئی

۱۸۵۸ ؎۲

آں نہ روے ست کہ ماہے ست بآں زیبائی / واں نہ بالاست بلاے ست بداں رعنائی

گر سرِ زلفِ سیہ باز کشائی چہ عجب / کہ شود مشکِ تتار از غمِ تو شیدائی

ہم باراں بام چو مہتاب طوافی می کن / آفتابی تو چرا بر سرِ دیوار آئی

چند از دور حبیبا بہ سوی من نگری؟ / چند ہر ساعتے از خویشتنم بربائی؟

بخت یاری دہدم گر تو بہ من یار شوی / دولتم رو بنماید چو تو رو بنمائی

بکشیدم سرِ زلفِ تو و خسرو داند / آں کہ من می کشم امروز ز بارِ تنہائی

۱۸۵۹ ؎۳

چو منے را مدہ از دست کہ کم تر یابی / نہ چو من یابی ہر یار کہ دیگر یابی

قدرِ من می نہ شناسی کہ چہ سانم بہ وفا / باش تا صحبتِ یارانِ دگر دریابی

میرِ خوبانِ ولایت شدی از ما می پرس / کایں ولایت نہ ہمہ عمر مقرر یابی

قاب و قوسین خدایست کمانِ ابرو / نہ کمانے کہ بہ دکانِ کماں گر یابی

نیکوئی داری اندر حقِ خسرو کن صرف / کہ بسے خوبی از این دولتِ بے مر یابی

۱؎ درین غزل محذوف است ۲؎ درین غزل محذوف است ۳؎ درین غزل محذوف است.

۱۸۶۰ [۱]

جانِ من ای لبِ من در مانده تنها چونی؟ — من ز غم سوخته گشتم تو بگو تا چونی؟

بندگان را نه رسد پرسشِ مخدوم ولے — اے منت بنده بگو بهرِ خدا تا چونی؟

هیچ می دانی کاخر غمِ تنهائی چیست؟ — هیچ می پرسی کاے غم زده تنها چونی؟

بهرِ تسکینِ غریبے چه کمت خواهد شد؟ — گر بگوئی که چه حالست ترا با چونی؟

بے منِ سوخته هر شب که حرامت بادا — با گل و نقلِ تر و جامِ مصفا چونی؟

خسروا از دستِ تو خود خونِ دلش می نوشد

تو بگو این که به نوشیدنِ صهبا چونی؟

۱۸۶۱ [۲]

بے تو اے بے تو به جان آمده جانم چونی — کز پے کاهشِ من روز بروز افزونی

پیش ازین گرچه بهانهات بسے بود ولے — نه چنین بود ازین بیشترے کاکنونی

جان همی خواستی از من که به افسون ببری — جان من رفت و تو هم بر سرِ آن افسونی

چند گوئی که چه حالست دلِ تنگ ترا؟ — آن چنانست که تو از دلِ من بیرونی

حالِ خونابهٔ خسرو دلِ خسرو داند

تو چه دانی که نه در آب و نه اندر خونی؟

۱۸۶۲ [۳]

دلها به غمزه دزدی چون خنده برکشائی — جانها به عشوه سوزی چون زلف را نمائی

دلها بری و گوئی "من دلبری ندانم" — بارے ز زلف بستان تو نیز دل ربائی

هستم فتاده در غم برخاسته ز هستی — هیچ افتدت که گه گه در یادِ من آئی؟

گردد دلِ غمینم خون از برائے جانان — زیرا که می برآید حالِ من از جدائی

خون شد ز گریه دیده بفشان ز زلف گردے — تا دیده سرمه سازد از بهرِ روشنائی

چندیں مگو که "خسرو با من چه کار دارد" — آخر تو دزدِ عیاری، من بندهٔ روستائی

---

۱ درین غزل محذوف است ۔ درین غزل محذوف است ۳ درین غزل محذوف است۔

۱۸۶۳ اے بے غمت از دل من بسیار شد جدائی ۔ شادی بہ رویت ار چہ بر ہم گناں بیائی
داند چگونہ باشد شبہاے دردمنداں ۔ آں کس کہ خفتہ یک روز بر بستر جدائی
شبہاے عاشقاں را شمع مراد نبود ۔ رسواے شہر و کو را چہ جاے پارسائی
خورشید آسماں را بے چوں لم تواں رسیدن ۔ بر جاے رقص مسکیں اے ذرۂ ہوائی
در حسرت جمالت جانم بہ لب رسیدہ ۔ اے دستگیر جاں ہا آخر بگو کجائی؟

آں من نیم کہ باشد در ملک وصل خسرو
بگذار تا بہ کویت خوش می کنم گدائی

۱۸۶۴ بسیار باشد اے جاں از ہیچو من غمینے[۱] ۔ نازے کہ می کشم من از چوں تو نازنینے
تا دست و پا نہادی در حسن کس ندیدم ۔ پاے بہ دامن اندر دستے در آستینے
گر در جہاں بگردی از جور خود نہ یابی ۔ بے آب دیدہ خاکے بے خون دل زمینے
از شب روانِ کویت ہر گوشہ اے و آہے ۔ و ز ہندوانِ چشمت ہر غمزہ در کمینے
شمشیرے از خیالت بر ما سرے و جانے ۔ زنارے از دو زلفت از ما دلے و دینے
پوشیدہ ایم بر دل مشکیں زرہ ز زلفت ۔ کز گوشہ ہاے چشمت ترکے ست در کمینے

زنبور وار نیستی در خون من میاں را
زاں لعل دل نوازم نادادہ انگبینے

۱۸۶۵ آں چشم شوخ را بیں ہر غمزہ اے بلاے ۔ واں لعل ناب بنگر ہر خندہ اے جفاے
ہر ابروے ز رویت محراب بت پرستے ۔ ہر تار مو ز زلفت زنار پارسایے
گویند چیست حالت آں دم کہ پیشت آید؟ ۔ چوں باشد آں کہ ناگہ پیش آیدش بلاے
ایں غم کہ ہست دائم ہر دم ز تو بریں دل ۔ می کش کہ ظالمے را خوش می کنی سزاے

---

[۱] درین بیت ذیل زائد است سہ گفتی ز ہانت کردم از ہجر سیاست ٭ دل سوختی و جانم آتش بران رہانی ٭ و در بیت ذیل زائد است در شہر بندہ عشقت دانی کہ کس ندارد قدرے چو من عزیزے ہیچ من غمگینے ٭ شبہاست بندہ خستہ کز پا نمی نشیند ٭ روزے نشست آخر با چوں تو ہمنشینے ۔

سودای زلف آں بت امشب بکشت مارا | آہ ای شبِ سیہ رُو پایانت نیست جاے
من خود ز محنتِ خود بردم بجان دگر تو | وہ کز کجا فتادی بر جانِ مبتلاے؟
سلطانِ من توانی مہماں خسرو آئی
بیداری است امشب در خانۂ گدائے

۱۸۶۶ [1]
ای کہ تاراج دل و دیں می دہی | فتنہ را بازیچہ آئیں می دہی
ماہ از روے تو می یابد شرف | کش بہ یک خندہ دو پرویں می دہی
می دہی دل بو کہ جاں خواہد ستد | بادہ آں مستاں اگر ایں می دہی
نا دہیم چنداں کہ خواہم بوسہ ای | بارک اللہ عشوہ چندیں می دہی
چند گوئی لب بہ دندانت گزم | در دہان مردہ یاسیں می دہی
خوں ز روئت ریخت آبے بر لبت | زاں کہ شربت نیک شیریں می دہی
لعل تو در خون خسرو بستہ شد
ہم برایں شربت کہ رنگیں می دہی

۱۸۶۷ [2]
سرمہ اندر چشم خود بیں می کنی | شانہ اندر زلفِ پرچیں می کنی
از ستم چندیں کہ کردی کس نہ کرد | بس کن از بہر کہ چندیں می کنی
"در غمِ لبہاے من" گوئی "بمیر" | مرگ را بر بندہ شیریں می کنی
بگذری از مہر و گوئی "کایں کنم" | مہر می باید تر اکیں می کنی
تا بود ماہِ خیالت در شرف
چشم خسرو پُر ز پرویں می کنی

۱۸۶۸ [3]
آن کہ جاں گویند خلقے آں توئی | واں کہ شیریں تر بود از جاں توئی
شہر دل ویراں شد از بیدادِ تو | ور چہ ویراں تر شود سلطاں توئی

[1] دریں غزل محذوف است [2] دریں غزل محذوف است۔ [3] دریں غزل محذوف است۔

در بلای فتنه نتوان زیستن — دیر زی گرچه بلی ز یشان توئی
از گران جانی من جانا مرنج — چون درون جان من پنهان توئی
درد خسرو هر زمان افزون‌تر است
از که گیرم عیب چون درمان توئی؟

۱۸۶۹ [۱]
هر شبم کاهم به عالم دم زدی — آتش اندر خرمن عالم زدی
سوخت جانم را غم و غم سوختی — ذره‌ای سوز من ار بر غم زدی
گر دلم را دست بودی بر فلک — دیدهٔ سقفش که چون برهم زدی
زین زبان دانی اگر جم بودمی — آسمان را بوسه بر خاتم زدی
در تن خاکی ز سلطانی بدی
خاک پایم آسمان را کم زدی

۱۸۷۰ [۲]
ای ز روی بت چشم جان را روشنی — زلف مشکن تا دلم را نشکنی
گفتمش "ایمن شو که من زان توام" — عید بر عمر است و آن گه ایمنی
چیست کز دستم نه می نوشی شراب؟ — روشنم شد تشنهٔ خون منی
هر زمان گوئی "همنال از دوستان" — چند اندر بازی آباد افگنی
آخر این جان ست کز تن می رود — آخر این تیغ ست و بر من می زنی
مانده یادامان آن یوسف دلم — آخر این خون هم در آن پیراهنی
پاکدامانی تو دانی چاره چیست؟ — ما و معشوقی و تر دامنی
تا چه خواهد شد نه دانم حال من — من اسیر تیغ خو هان بودنی
خسروا از کندن جان چاره نیست
چون نه می یاری که دل را برکنی

---

[۱] درین غزل محذوف است [۲] درین غزل محذوف است۔

۱۸۷۱ ترک من شکل دگر می روی — با مه از خوبی برابر می روی
چست بربستی قبای فتنه را — گوئی از میدان به لشکر می روی
بر سر خود راه کردم مر ترا — بر حقی گر بر سرم بر می روی
چند گوئی در روم در چشم تو — دیده در راه ست گر سر می روی
دوش گفتی مردم چشم توام — وین زمان در چشم من در می روی
سوی خسرو بین که خاک پای تست
ای که بادا فگنده در سر می روی

۱۸۷۲ [۱] تا فراقت تاخت بر من یارگی — ساختم با محنت و آوارگی
دل ز ما بردی زهی جان پروری — خون ما خوردی چه ای غمخوارگی
چاره ناچارت چو ما فرمان بریم — چاره ما ساز در بیچارگی
چون عنان صبر بردی از کفم — یک زمان در کش عنان بارگی
وارهان یک دم ازین بیداد و غم
زان که شد بیداد و غم یکبارگی

۱۸۷۳ من ندیدم چون تو هرگز دلبری — سرکشی عاشق کشی غارتگری
از زمین پنهان نماند آفتاب — گر برآئی بامداد از منظری
من سری دارم که در پایت کشم — گر تو در خوبی نداری همسری
از کجا بر روزگار من فتاد؟ — چون تو سنگین دل بلای کافری
دست بر سینه ام تا بنگری — آتش پوشیده در خاکستری
مانده چشم روز و شب در چار سو — تا مگر ناگه در آئی از دری
من که از خود بر تو غیرت می برم — چون توانم دیدنت با دیگری

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ دو بیت ذیل الحاق است ۳ از تو یک ناز و ز خوبان عالمی ۴ از تو تیر و در دلها لشکری

هر که دید از چشم خسرو خون روان
گشت هر مو بر تنِ او نشتری

۱۸۷۴ [1]

آمد آن شادیٔ جان بر ما دی — شادی افزود مرا بر شادی
پایش افتادم و لب بگرفتم — گفت "بگذار کجا افتادی؟"
گفتم "آن کردم چون باد صبا — از دلِ غنچه گره نکشادی"
سرو در آرزوی بندگیت — گله ها می کند از آزادی
یاد داری که از این پیش ز لطف — باده بر یاد خودم می دادی
کرد بیداد تو بر خسرو جور
نستد داد وی از بیدادی

۱۸۷۵ [2]

هر شب ای ماه کجا می گردی؟ — از من خسته جدا می گردی
گر به ذکر تو همی گردد دل — هیچ گردِ دل ما می گردی؟
ورقِ چهره به کف چون خط خویش — همه در گردِ بلا می گردی
با خطِ خویش بگوئی "کامشب — گردِ خورشید چرا می گردی؟"
من کجا تا به کجا در طلبت — تو کجائی و کجا می گردی؟
من دهن باز چو گل منتظرت
تو پریشان چو صبا می گردی

۱۸۷۶ [3]

آن که مرا در دل ست گر به کنار آمدی — کی ستم روزگار بر من زار آمدی؟
یار ز دستم برفت کار ز دستم نماند — کار بدست منست اگر دست به کار آمدی
دست من آن گه که گشت از سر زلفش جدا — کاش که پیک حیات بر دم ما آمدی
صبر و دل از من برفت قدر نه دانستمش — از پی این روزگار این دو به کار آمدی

---

[1] درین غزل محذوف است [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است.

غنچه که بسته قبا باد و سوار آمدے — از پے سالے مگر روے نماید چو گل

خسروا از آں یک کنار جاں به میاں ریختے
آں که رفت از میاں گر به کنار آمدے

۱۸۷۷ له

گرچه سعادت بسے ست در فلک مشتری — در حوادث هم است از پے انگشتری
عقل حوادث نه پخت در پس پرده ز رنگ — رخنهٔ بال من است در فلک چنبری
راست روی پیشه کن همچو سحاب سپهر — بو که از بن در بوگاه جاں به سلامت بری
حرف طلب کن نه نقش کز ره معنی خطاست — معتقد یا بدار دست به صورت گری
سوزش عشاق تو هست چو آتش به دل — نه ز پے مردمی ست دولت خاکستری
قابل عصمت نیند پند نه گویند از آنک — مغ نه شود پارسا سگ نه شود جوهری
گرچه در آخر زماں پرورش دین کم است — عدل خلیفه بس است از پے دین پروری

قطب جهاں کاهل ملک خدمتی اسپ و در گشتن
جمله سر آرند پیش تاج شهی بر سری

۱۸۷۸ غ

اے رفته در غریبی باز آ که عمر و جانی — یا خود چو عمر رفته باز آمدن نه دانی
در راه تو بمیرم گرچه ترا نه بینم — بارے خلاص یابم از ننگ زندگانی
رفتی و زار زدیت بر لب رسید جانم — مانا که زنده یابی باز آ اگر توانی
از ما چو آشنایاں برداشتند دل را — اے جان زار مانده تو هم ببر گرانی

اے صاحب ملامت خفته به خواب مستی
تو در شب سلامت احوال من چه دانی؟

۱۸۷۹ ت

اے باد باز بر سر کوے که می روی؟ — بوے که رهبرت شد و سوے که می روی؟

له درین غزل محذوف است که درین دو بیت ذیل زائد ست سه زاں جا که رفته ای تو نظر جستی از سلامے
بر دست یاد بارے از خاک و خاکی ت زیں بخت به ساماں کامے نیافت خسرو - بر باد آرزو دشد سرمایهٔ جوانی۔

چنداں گل و شگوفه که هستند خاکیات   در جستجوے روے نکوے که می روی؟
با ایں نسیم خوش که تو داری به بوستاں   جاے دگر بگو که به بوے که می روی؟
زیں گونه گر تو طرهٔ سنبل معطرست   تو بهر بوے گردن موے که می روی؟
خوش می شود دولت که گذر می کنی بباغ   دانی به گردِ گلبن روے که می روی؟
آں جا روی مگر که جهانے اسیر دل   در کوے تو رواں تو به کوے که می روی؟

خسرو ز تشنگی بیابانِ هجر سوخت
اے آب زندگی تو به جوے که می روی؟

۱۸۸۰

یک ره بکن ز غمزهٔ خونیں اشارتے   کافتد ز فتنه در همه آفاق غارتے
چندیں به شهر دزدی دلها کجا شود؟   در دیده گر ز چشم تو نبود اشارتے
آں را که می کشی به ازیں نیست خوں بها   از سرکنیش زنده گر آئی زیارتے
گر بے رخت عمارتِ عمرم کند سپهر   بادا خراب یارب ازیں ساں عمارتے
گویند "دوست وعده به تبشیر می کند"   آں بخت کو که یابم از ایشاں بشارتے؟
من وصفِ آں جمال چگونه کنم که هیچ؟   فیروز ز منا نیست برانم عبارتے

عشق آتش است خسروا اگر سوزد تنت
دانی که آتشے نبود بے حرارتے

۱۸۸۱ ۲؎

آمد بهار و سرو برآمد است قامتے   گل برکشید بهر طرب را علامتے
گر دیده باد بر سر آں سرو جان من   گرداں چو باد گرد بر آں سرو قامتے
"قد قامت الصلاة" موذن زند به صبح   من نیم شب شوم به قدِ یار قامتے
تاراج غمزه هاش در آمد به شهر و کو   در خانه اے نه ماند متاع سلامتے
هم خونِ عاشقاں گنهش را شفیع باد   چو نیستش ز کردن خوں ها ندامتے

۱؎ درین بیت محذوف است۔ ۲؎ درین غزل محذوف است۔

اے پند گوئے درگذر از پند بے دلاں | دانی کہ مست را نہ بود استقامتے
گفتار خویش بیہدہ ضائع چہ می کنی؟ | ز احمق گرہے کہ کہ نیرزد ملامتے
داغم نہاد بر دل و در جانیم ہنوز | بہ زیں مخواہ سوختگاں را غرامتے
صد فتنہ زاب دیدہ نوشتم بہ آستاں | خسرو بدیدہ نہ خواند ز بیم سہامتے

۱۸۸۲ ل

مردانہ می کشد بہ جفایم ستمگرے | تا میرم و نگر نہ دہم دل بہ دیگرے
راحت بود سیاست آں کس کہ بایدش | از غمزہ دور باشی و از ناز خنجرے
گفتم کہ "دوش با تو نشستیم راست ست" | بر خویش بستہ ام بہ ہوس خواب دیگرے
از غم مگر ز وادیٔ ہجر استخواں برد | کز کعبۂ امید بیا بد کبوترے
مائیم و خواب و بازوے آں یار زیر سر | وہ کے نہی تو در خم بازوے ما سرے؟
کے رہ کند بہ کلبۂ ما چوں تو آفتاب | مانا خداے باز کند ز آسماں درے
یارب حلال خواب خوش است چہ شبے ز غم | روزے نہ بود پہلوے ما را ز بسترے
خسرو بہ سایہ اے ز درخت تو قانع است | آں دولت از کجا کہ بہ دست افتدش برے؟

۱۸۸۳ غ

اے صد شکست زلف ترا زیر ہر خمے | در ہر خمیش ماندہ بہ ہر گوشہ درہمے
گہ گہ بہ ناز شانہ کن آں زلف را مگر | دلہاے دور ماندہ بروں آید از خمے
موئے شدم ز ہجر و تو گوئی کز ایں قدر | کایں از پے من است نہ گنجم بہ عالمے
در رشک آں کہ در غم تو گردم شریک | می میرم و غم تو نہ گویم بہ ہمدمے
گر جاں رود تو پرسش بیمار ہم میا | ترسم کہ درد دل آیدت از دیدنم غمے
افسوس مردنم مخور اے پادشاہ حسن | زیرا گداے مردہ نیرزد بہ ماتمے

ل در ن غزل محذوف است ـ

چون درد کهنه در دل من یادگار تست	یارب مباد درد مرا هیچ مرهمی
گر بی تو در بهشت برندم ز نم زآه	آتش در آن بهشت که گردد جهنمی

نبود عجب که مهر تو می روید از زمین
هر جا که از دو دیدهٔ خسرو چکد نمی

ت

۱۸۸۴

نا مردست هر که درو نیست مردمی	عودی که بوش نیست بسوزش به هیزمی
دل این چه کوری است که در شاهراه شرع	با صد هزار رهبر بینند ره گمی
عمر روان چو آب و تو معمار قصر خاک	چون آب چشمه نیست چرا در تیممی
شرمی که بهر مال شوی بندهٔ خران	چون بندهٔ خدائی و فرزند آدمی
چون با کسی بدی بگویید، از آن مرنج	کان هم خودی که در حق خود داد تکلمی
از برگ سبز یاد کن و دل منه به باغ	ای بلبلی که بر سر گل در ترنمی
امروز باز گو نه مزن نعل اسپ خویش	فردا چه زیر خاک لگد کوب هر سمی

از تست بی نمازی خسرو دلا که تو
مردار او فتاده به چه بلکه دوزخمی

غ

۱۸۸۵

ساقی بیا که موسم عیش ست و دم دمی	می ده که لاله گون شده از باده روخ
رخ بر فروز و زلف مسلسل گره بزن	تا بشکند جمال تو بازار مه ده
مه را به روی خوب تو نسبت کجا رسد؟	ای روییت آفتاب و لبت تش دکور
شکر شد از خجالت لعل تو آب وار	برش وکی در چو کشیدی تو رخ وط
خط معنبر تو چو دور قمر گرفت	کردند عاشقان تو ترک دو دوح
روح مجسمی تو نه عقل مصوری	ای روح عقل مثل تو نادیده بر دت

له در ان بیت ذیل نزائد است ـــــ مردم نه ای چه نقش بدا اندر نهاد تست
دیوی که جای کرده در اندام آدمی۔

بنگر چو دیده پیش رخ و قامت تو کرد | از شرم کارخانهٔ صد ساله طے وے

طے[1] کن حدیث دور زماں جام مے بیا | تا باغ روح را دهم آبے ز مے وے

مے خور مخور غم دل و دیں خسروا دگر | بکشا به مدح خسرو آفاق لب وے

۱۸۸۶

به بت نمائے مرا رہ اگر بدیں نتوانی | به مہر کش سگ خود را اگر به کیں نتوانی

بخشم نوازی و گاہے بود که تیغ برانی | مراد تست چناں کن اگر چنیں نتوانی

به ناز گوئیے بوسے دهم اگر بدہی جاں[2] | من آں توانم کردن ولے تو ایں نتوانی[3]

بیا و تکیه بریں چشم شب نخفتهٔ من کن | که با چنیں تن و اندام بر زمیں نتوانی

مکن چه تلخ که جاں میبری بگفتهٔ شیریں | مرا به زهر گہے کش که زانگبیں نتوانی

بترس ازاں که شنیدست تا به روزنه جنت | که ناشنیدن ایں نالهٔ حزیں نتوانی

دلا بکش ز بلندی آستانت دامن دعوی
که خاک رفتن آں جا به آستیں نتوانی[4]

۱۸۸۷

تو می روی و به نظارهٔ تو چشم جهانے | بگو که آگہی از عاشقان دلشده گانے

بکشت خال به بالائے ابروئے تو کساں را | که زیر دست فتادش چناں کمند و کمانے

درا بروے تو نه یک دل هزار ایش فرو شد | به من ز زاغ دل آں گه که دارد از تو نشانے

برهمناں که پرستند آفتاب فلک را | مگر که هندوے مارا نه دیده اند ز ملنے

غلام پنجهٔ مرغول هندوانه ادیم | که هست سر خم موے ازو شکنجهٔ جانے

گراں کمانی آں هندوئے کماں کش چابک | به هیچ پنجهٔ ترکی رها نه کرد عنانے

---

[1] دریں بیت ذیل زائد است — لب برلب نگار نه از دست می دهد، خالی مدار از قدح و باده هم دمے۔ [2] دریں بیت محذوف است [3] دریں دو بیت ذیل زائد است — خوش ست باغ و لیکن لم نه ابتلا آں جا۔ که تو چو ابر شدن اے برگ یاسمیں نتوانی — نخست از سر جاں خیز خسروا پس آں گه۔ به آشکار به روزن پس از کمیں نتوانی [4] دریں بیت محذوف و بجائیش بیت ذیل اضافه است — بریخت آب رخ بے دلاں به خاک در او۔ چه کم شود که اگر ترکند به لطف زمانے۔

به خارِ هجرانِ خسرو صبور باش که هرگز
رطب نیابی ازین بستگی ز پسته دهانے

۱۸۸۸ [ل]

بسے نه ماند که جانے برون رود ز غریبے / هنوز می نه رساند مرا ز لعلِ تو طیبے
مباد خوابِ خوش آن شوخ را که غمزهٔ شوخش / فگند خارِ مغیلان به خوابگاهِ غریبے
ز دردِ عشق بمردم خبر دهید رفیقان / اگر مفرحِ صبر است در دکانِ طبیبے
نه دادی ام چو ضمانے بتیغِ رنجِ ام اکنون / اشارتے به کرم جانِ من به سوے رقیبے
زکوٰۃِ حسن بده زاں به سر چه می رسی اینجا / نه می رسد به گدایانِ دور مانده نصیبے

به گاهِ دیدنِ تو از بلا چه غم خورد خسرو
چه غم نظاره گی شاه را ز چوبِ نقیبے؟

۱۸۸۹ [ط]

هلال عید نمود اے مهِ دو هفته کجائی؟ / که دوستان را دے چو عیدِ خود بنمائی
برون خرام کله کج نهاده تا به نظاره / ز پرده ها به درانتند لعبتانِ ختائی
اگر تو باز به سر می کنی رسد که به خوبی / چو غنچه لعل کلاه و چو سبزه سبز قبائی
نمازِ عید به محرابِ ابروے تو کنم من / نه من که جمله جهان چون به عیدگاه درائی
چه ارمغانی اشکم به پیشِ روے تو نبود / گلاب را بود آخر به روزِ عید روائی
هر آن چه در دلِ من بود ریختند به صحرا / دو چشمِ من که به خونم همی دهند گوائی
بخواں به نزدِ خودم تا چو بخت سوے تو آیم / کجاست دولت آنم تو به سوے من آئی؟

به جور می کشم این جرم خسرو ست نه از تو
که تو چو لطف ملک جان فزاے عمر فزائی

۱۸۹۰ [ب]

سلام و خدمت ما اے صبا به یار بگوے / فغان و زاری بلبل به نوبهار بگوے
برفت طاقتِ صبر و نه ماند قوتِ عقل / بگوے حالِ من او را و زینهار بگوے

[ل] درین غزل محذوف است [ط] درین غزل محذوف است ۔

زخونِ دیده همه دستِ من نگار گرفت — مگر که دست بگیرد بدان نگار بگوی
هزار جور کشیدم ز غم که نتوان گفت — یکی اگر بتوانی از آن هزار بگوی
اگر ز بنده فراموش کرد یادش ده — وزین سخن دو سه بر وجهِ یادگار بگوی
بنای عافیتم کاستوار بود از صبر — خراب شد ز غم دارِ استوار بگوی
حدیثِ چشم چو دریا بگو و زین بگذر
چو زین گذشت حدیثِ لبِ کنار بگوی

۱۸۹۱ [1]

یار است و صد کرشمه شهر است و خوبروی — ماییم و طعنِ دشمن خلقی و گفتگوی
او بد کند به شوخی من جز نکو نه گویم — چون گویم این که با من بد می کند نکوی
موی میانت نشست اندر تنِ چو مویم — با آن که در نه گنجد موی میانِ موی
یک ره ترا ببینم پس پیشِ تو بمیرم — من بیش ازین نه دارم در عالم آرزوی
ابروت همچو چوگان ای شهسوار خوبان — حالی برای بازی دارم سری چو گوی
مجنون شنیده باشی کز دستِ عشق چون شد — پیش آی تا ببینی درمانده زار زوی
تو می روی و خسرو نعره زنان به پشت
سلطان و صد تجمل چاوش و های هوی

۱۸۹۲ [2] ت

ای باد صبحگاه به من نام او بگوی — خوناب غیرتم به لبِ جامِ او بگوی
جان کو که خوش برآیدم امروز پیشِ او — چیزی دگر مگوی همین نام او بگوی
بستان دعای سوخته ای وز لبش مرا — آلوده کرشمه و دشنامِ او بگوی
با دست این خیال نه می دانم این قدر — آن کیست در طواف بر آن نامِ او بگوی
شبها منم ز غمزهٔ او غرقِ خونِ ناب — این ماجرا به نرگسِ خودکامِ او بگوی
پیغام داد کز سرِ تیغت سر افگنم — حاجت به تیغ نیست به پیغامِ او بگوی

---

[1] درین بیت محذوف است [2] درین غزل محذوف است [3] درین غزل محذوف است.

دامے ست جانِ خسرو از آں روے ہم‌چو مہ
گر ممکن ست بر رخِ گل فامِ او بگیرے

۱۸۹۳ [۱]

گاہم ز غمزہ ہا ہدفِ تیر می کنی … گاہم زبونِ چشمِ زبوں گیر می کنی
من جامہ کاغذیں کنم از رشکِ کاغذ … کاں را چو برگ کہ ہدفِ تیر می کنی
خوں ہا کہ می خورانی ام از تو بدیں خوشم … گوئی بہ کامِ من شکر و شیر می کنی
شب گوئیا بہ خواب لبم بر دہانِ تست … ایں خواب را بگو کہ چہ تعبیر می کنی؟
من از غمت خمیدہ، تو گوئی جواں شدم … خوش خندہ دامے ست ایں کہ بہ تدبیر می کنی
گفتی "بلا رسد کہ بہ خواریت می کشد" … جانِ عزیزِ من تو چہ تقصیر می کنی؟
ہر دم مگو "ز یاریِ خسرو مراست ننگ"
زیرا سخن موافقِ تزویر می کنی

۱۸۹۴ [۲]

اے یارِ پُر نمک جگرم ریش می کنی … قصدِ ہلاکِ سوختۂ خویش می کنی
از دیدہ شرم دار گرت بیمِ آہ نیست … بے موجبے چرا دلِ من ریش می کنی؟
آخر کجا روا بود اے ناخداے ترس؟ … ایں سلطنت کہ با منِ درویش می کنی
جانا ز طعنہ کشتہ شدم کایں دلِ مرا … آماجِ تیرِ دشمنِ بدکیش می کنی
چشمت بہ خواب می رود آں مست را بگو … "آخر چہ کردہ ایم کہ در پیش می کنی؟"
جورے کہ می کنی تو مرا آں نہ می کشد … ایں می کشد کہ پیشِ بداندیش می کنی
گر بوسہ خواہم از مژہ گوئی جوابِ تلخ … بوسہ بدہ چرا سخن از نیش می کنی؟
خسرو بہ آرزوے چہ خیالت بہ جاں خرید
در کارِ او ہنوز چہ فرو بیش می کنی؟

۱۸۹۵ ت

اے کہ بہ چشمِ تو نیایم ہمے … یک نظر آخر بہ چہ من درہمے

---

[۱] درین غزل محذوف است [۲] درین غزل محذوف است۔

گفت کہ "از مات فراموش گشت" — کاش فراموش شدی یک دمے
عالم غم بے تو مرا بردل ست — لیک دلت را چہ غم از عالمے؟
بے غمی از عمر تو ئی شادی است — شادی آں کس کہ ندارد غمے
ایں دل پر ریش کہ خالی کنم — وہ کہ نہ دارم بہ جہاں محرمے
ہست دریں درد من خستہ را — مرگ سزاوار تر ازیں مرہمے

بر من اگر گریہ نہ می آیدت
وام کن از دیدۂ خسرو نمے

۱۸۹۶ ا
ہر کسے را ہوائے سیم و زرے — من مسکین و داغ سیم برے
ہست در خوں زگریہ مردم چشم — چوں کریمے بہ دست بدگہرے
شبم ار تا قیامت ست چہ باک؟ — گر زروے تو ام دمد سحرے
توبہ یک غمزہ بشکنی گر من — کشتم از عقل و جان و دل حشرے
پندار گویا ترا چہ درد کند؟ — زخم پیکاں بہ سینۂ دگرے
خورش صوفیاں شکر باشد — نقل مے خوارگاں بود جگرے

ہمہ کس ذوق خرمی گیرد
ذوق غم گیر خسروا قدرے

۱۸۹۷ ا
بت من بت پرست را چہ زنی؟ — مستم از عشق مست را چہ زنی؟
روے خود پوش، چشم را چہ کنی؟ — بت شکن بت پرست را چہ زنی؟
آخر از شست دور کن یکسا تیر — بہ یکے تیر شست را چہ زنی؟
عالمے در رہت نشستہ سماند — راہ اہل نشست را چہ زنی؟
من کہ بر آستانت پست شدم — لگد قہر پست را چہ زنی؟

ا درن دو بیت ذیل زائد است ہر کہ جانش ہست و جاناں نیست۔ او نہ دارد زندگی اثرے ؛ ہمہ من گر جہاں بود پر غم کہ ز یار ست یا ز بیش ترے ۲ درن غزل محذوف است۔

چوں زبردست را بنیازی زد   خود بگو زیردست را چه زنی؟

تیغ بهرِ شکستِ کافر زن

خسرو پر شکست را چه زنی

۱۸۹۸

هیچ شکر چو آں دہاں دیدی؟[۱]   هیچ تنگِ شکر چو آں دیدی؟

ایں زمانت که در کنار آمد   جز کمر هیچ در میاں دیدی

در چمن همچو شمعِ مجلسِ ما   طوطیِ آتشیں زباں دیدی

در سخن جز شرابِ آتشِ فام   زاب آتش نشاں نشاں دیدی

راستی را شمایلِ قدِ او   هیچ در سرو بوستاں دیدی؟

پرتوِ روے او بگو روشن   هیچ در ماهِ آسماں دیدی؟

همچو غرقابِ عشقِ او خسرو

هیچ دریاے بے کراں دیدی؟

۱۸۹۹[۲]

گر منت می کنم عناں گیری   تا کے از چوں منت کراں گیری؟

هر زماں از کرشمهٔ ابرو   بهرِ خوں ریزِ من کماں گیری

دل گرفتار تو از آں کردم   که مرا از براے جاں گیری

غمزهٔ چشمِ تو نکو داند   ایں زبوں کردن آں زباں گیری

آفتابی و لیکے نخواهم گفت   که تو زاں چیز ها جهاں گیری

بیں دهانِ چو خاتمِ خود را   تا خود انگشت در دہاں گیری

منم و هر دو مردمِ چشمم   که دو بوسه بنده را یگاں گیری

بوسه گفتی دگر لبت گیرم   ایں نه باید حساب آں گیری

گو بدت دل که ترکِ خسرو گیر   ترسم از کودکی همان گیری

---

۱ درین غزل محذوف است ۲ درین غزل محذوف است۔

۹۰۰ دوش می گفت پیر ترسائے — باده دارم ز مرد دانائے
کاندریں دور مے پرستاں را — نیست خوش تر ز میکده جائے
درد نوشان و کنج دیر مغاں — خلق عالم به هر تماشائے
بر سر چار سوئے خطۂ عشق — نیست خالی سرے ز سودائے
زاہد و باغ خلد و ما و حبیب — هر کسے را بود تمنائے
ساقیا زاں قدح که می نوشی — جرعه ای ده به بے سر و پائے
خوش بود جام باده نوشیدن — خاصه از دست مجلس آرائے
در ترددگذشت عمر عزیز — ہیچو من نیست مختلف جائے
شد ز مهر تو ذره سال خسرو
هرزه گردے و باد پیمائے

۹۰۱ ؎ اے ز زلف تو مشک تر بوئے — وز میان تو تا عدم موئے
گل ز تو نرم شد چناں که به باغ — بزبے می کند به هر توئے
ماه نو گرد داز تو زیر و زبر — گر اشارت کنی به ابروئے
پیش چوگان زلفت از سر حال — سر زده می دویم چوں گوئے
چند جا خویش را کنم قرباں؟ — کت نه بیند کسے ز هر سوئے
یار من رو متاب یا بنمائے — جاے دیگر چو روے خود روئے
پہلوے من نشیں که بے تو شبے — بر زمینم نه سود پہلوئے
غنده اے کن که بے خیال لبت
در دخسرو نه دید داروئے

؎ درن غزل محذوف است ؎ درن غزل محذوف است۔

١٩٠٢

تا تو روی چو ماه بنمائی — نتوان دو بار روی بینائی

نیم بالای تو نه باشد سرو — که تو سرو تمام بالائی

نه تماشا قدم چه رنجه کنی؟ — تو که سر تا قدم تماشائی

گوئی از حسرت نبات لبت — شیشه گر گشت چرخ مینائی

روی بنمای تا زدود دارم — کز رخ آئینه مصفائی

پیش تو زان که بر زدائی زنگ — نه توانی که روی بنمائی

پیش زلفت فتاده ام شبها — دیو می گیردم ز تنهائی

بستهٔ زلف را بگو بارے — کای فلان در کدام سودائی؟

بے تو چون زلف تو پریشانم — چه شود گر به رفق پیش آئی؟

بوسهٔ چند بندهٔ خسرو را

بر لب خود برات فرمائی

١٩٠٣ ٤

چو کار جهان نیست جز بی وفائی — ز رو با امید وفا چند پائی؟

رها کن چرا می کنی قصر و ایوان — بجای که بخود امید رهائی

بلندم فنا بست هر یک که بینی — بگردد اندرو در هوای هوائی

اگر آدمی غرقه گردد به دریا — از آن که با کس کند آشنائی

اگرچه بسے درد هاست لیکن — جدا گانه دردیست درد جدائی

چه دیدی که هستی بقائے نه دارد — ز هستی چه لافی درین لا بقائی

مرو بهر مشتی درم نزد هر خس — مکن خدمت گاو چون روستائی

بجیب فلک خسروا دست در کن — به هر جا چه دوزنان چه دامن کشائی؟

١ه درین بیت محذوف است ٢ه درین بیت محذوف است ٣ه درین بیت محذوف است ٤ه درین غزل محذوف است۔

۱۹۰۴ مرا دوش گویی به خواب آمدی | به کف کرده جامِ شراب آمدی
کنون هست جاں کند تم زاں خمار | که در خواب مستِ خراب آمدی
ز حیرت به خواب اجل می روم | به بیداریم نئے به خواب آمدی
به دل بر دنم آمدی عیب نیست | تو مستی به بوی کباب آمدی
شبے داشتم تیره از روز بار | شبم خوش که چوں ماہتاب آمدی
چو جستند از گریۂ من سبب | تو بودی که بر روے آب آمدی
کجا بودی اے اختر نیک فال | که مه بودی و آفتاب آمدی
به قهر ار چه کامل شدی هم خوشم | که در تیغ حاضر جواب آمدی

دل خسروا از تو نه شد هیچ دور
به ره گرچه پس ماہتاب آمدی

۱۹۰۵ ز من بر شکستی[1] به یک بارگی | در وصل بستی به یک بارگی
در افتاده بودی به دامم چه سود | که از دام جستی به یک بارگی
بیا کز جدائی بر انداختم | همه ملکِ هستی به یک بارگی
مگر در دلت مهربانی نه ماند | که پیماں شکستی به یک بارگی
برفتی و یا بار سگالانِ من | به عشرت نشستی به یک بارگی

چه مے خورده ای خسروا که دگر
ز اندوه رستی به یک بارگی

۱۹۰۶[2] ولے دارم اما جز از دگار نئے | غم از حد گذشت و غمخوار نئے
دل خویش خواهم سپردن بیار | که بے دل تواں بود بے یار نئے
نگارا تماشا کنم در خیال | رخ تست دل سوے گلزار نئے

---

[1] درین غزل محذوف است۔ [2] درین غزل محذوف است۔

زخونم کہ چشمت چو من می خورد   شباں روز مست ست وہشیار نے
ترا کار گر کرد حسن و مرا
بجز خوردن غم دگر کار نے

۱۹۰۷ افتاد بازم در سر ہوائے
دل باز دارد میلے بہ جائے
او شہر یارے من خاکسارے
او پادشاہے من بے نوائے
بالا بلندے گیسو کمندے
سلطان حسنے فرماں روائے
ابرو کمانے پستہ دہانے
نازک میانے سنگیں دغائے
زیں دل نوازے زیں سرو نازے
زیں جو فروشے گندم نمائے
بے او بہ بخشد خورشید نورے
بے او نہ دارد عالم صفائے
ہر جا کہ لعلش در خندہ آید
شکر نہ دارد آں جا بہائے
ہر لحظہ دارد دل با خیالش
خوش گفتگوئے خوش ماجرائے
گر چشم خسرو تیرش بہ بیند
دیگر نہ بیند چشمش بلائے

قصائد

اگرچہ خسروِ روئے زمیں شدم بہ سخن
ہم از وفا سوئے تو روئے بر زمین دارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در توحید

زباں کہ بر درِ معنی کلیدِ گفتار ست — ز بہرِ شکر و سپاس یکے جہاں دار ست
تبارک اللہ با کن ز نورِ عرفانش — متاعِ سوز ہزاراں خیالِ افکار ست
دو حرفِ لائے شہادت دو خارِ سر تیز است — کہ پائے سرعتِ افکار ازآں دو دل افگار ست
ز گنجِ معرفتش کے بہ سیر یابد کس — چو بر خرد ہمہ درہائے از مسمار ست
خیال می رود و قفلِ معرفت سخت ست — نسیم می وزد و حفرِ کوہ دشوار ست
بہ دل ز لعلِ گراں مایہ ذرہ خاک ست — بہ زخمِ صورت اگر کاہ گاہِ کہسار ست
بلند کنگرِ شاہ کمندِ عیارے — ضعیف رشتۂ باریک تار و یک تار ست
لوامعِ صفتش ہست چشم پوشِ عقول — چو آفتاب کہ نورش حجابِ ابصار ست
حکیم گفت شناسم بہ عقل یزداں را — زہے کمالِ حماقت وہ ایں چہ گفتار ست؟
کمینہ جوہرِ صنعش بہ پیشِ کلکِ حکیم — زمردی ست کہ در پیشِ دیدۂ مار ست
از ایں چہ سود و زیاں در کمالِ حکمتِ او — کہ بو علی مقرّ و ارسطو بہ انکار ست
چہ آہوئے ست بزرگ ایں کشادنِ نافہ — کہ بوئے مشک در اثبات و نفیِ عطار ست
کجا بہ چرخ رسد تیرِ فکرِ افلاطون ؟ — کہ تیرِ چرخ ہم ایں جا بہ پائے خود خار ست
سپہرِ پیر نہ دارد خبر ز ہیأتِ خویش — کہ ثابت ایں ز چہ شد واں چہ شد کہ سیار ست ؟

بہیچے کہ کند صد غلط بہ تختۂ خاک — ز نور چرخ چہ داند اگر چہ ہشیار ست؟
کسے کہ لاف شناسائیش بہ علم زند — یقیں بداں کہ ہماں بارگیر اسفار ست
ز گنج خانۂ سلطاں کجا خبر دارد ؟ — گرہ بہ رسے کہ ز بہر دو فلس طرار ست
بہ کنہ حق نہ رسد عارف ار چہ داندہ ست — بر آسماں نہ پرد جعفر ار چہ طیار ست
بہ ارغنان ادب درکشم دریں میداں — کہ نہ فراز و نشیبش بہ پاے رہوار ست
سخن کہ عزت تحقیق نیست اندر وے — چو بانگ گاؤ بہ نزدیک عاقلاں خوار ست
دہان بیہدہ گویاں بداں جرس ماند — کہ در گلوے ستوراں بہ نالۂ زار ست
ز تیرہ دل مشنو آں کہ علتش گوید — چو آفتاب کہ علت ز بہر انوار ست
بہ ترک نور نہ دارد چو قدرتے خورشید — کسے کہ مضطر و عاجز بود نہ دادار ست
ہموں ست قادر مطلق کہ خالق ست چہ خواست؟ — نہ خلقے ست کہ خلقش ہمیشہ ناچار ست
دراں محل کہ دزد باد قدرتش عالم — میان صدمہ و صرصر خسے سبکسار ست
مہیم نیست کز و صد ہزار عالم صنع — بہ ناپدیداری ہر ذرہ لے پدیدار ست
جہاں نوشتۂ کلکش در از طومار ست — کہ عقل و نفس فلک پیچ پیچ طومار ست
ز بحر صنع حبابے ست سخت و سست بقا — کہ پیش دیدۂ ما نہ سپہر دوار ست
مبیں کہ نہ فلک و عالم است ہژدہ ہزار — کہ نیست یک اثر از صد ہزار آثار ست
مگو کہ ہست ز انگشترین چرخ گراں — کہ در اصابۂ رحمانش نے چو بے بار ست
از دست دور مہ و مہر نے ز گردش چرخ — کہ دائرہ ز نگارندہ نے ز پرگار ست
پدید کرد جواہر مجرد از مادہ — کہ در خزانۂ ملکش بہ سلک اظہار ست
یکے ست نفس کہ ہست او مدبر ابداں — کہ بہر ہر بدنے روز و شب بہ تیمار ست
دگر دوم طلبی عقل جوہرے ست کہ آں — نہ در تعلق کار دیار و دیار ست
نہے عجائب صنعش کہ در ردائے کن — دلا رسہ پشت نہ دو مرد ہفت زن چار ست

نبات و معدن و حیواں درایں حدیقۂ کون — سہ میوہ اے ست کہ از یک درخت آں بار است

یکے ست سنگ و جمادی ملوّن و سادہ — کہ از مشابہت دو قشر یک بیزار است

دوم چہ شعلہ وزاں تکیہ کرد بر بالش — گہے بہ کنج حرم گہ بہ صفۂ نار است

سوم روندہ دگر داں خزانہ خانۂ جاں ست — کہ بہر نقب خزانہ بسیش ہنجار است

درآں خزینہ چہارم گراں بہا گہرے ست — کہ قیمتش نہ دو عالمش خریدار است

ازآں سہ حاصلِ سود و زیان و لذت و ذوق — بریں یکے کہ یگانہ ست جملہ ایثار است

وجود آدمی از عین عرشِ عکس ست — چو عکس آب کہ از آدمی نمودار است

تراست دیدۂ بے نور اگر بہ نشناسی — کہ سنبلِ حبشی بہ زسرد فرخار است

بہ حکم احسن تقویم بہ زماہِ نو ست — بہ دست ما سرِ ناخن کہ ماہ نودار است

چو نیستی ست پس و پیش ایں دو ردزہ خیال — معمران جہاں را چہ لاف اعمار است؟

چرا بہ خاک نہ سائیم پیش او رخ و چشم — کہ او زخاک مرا دادہ چشم و رخسار است

زآب و گل تن مردم چو قلعہ اے آراست — بہ شکل تنگ و بہ معنی جہانِ اسرار است

در و کشید چو عنصر چہار بازارے — کہ رختِ ہر دو جہانش بہ چار بازار است

خزینہ دار نفائس بہ سینہ دل را ساخت — خرد وزیر شد و جاں سپاہ سالار است

نخست حسن بردں را بہ تجربت بنگر — کہ ذوق و فایدہ در ہر یکے چہ مقدار است؟

دگر حواس و رواں بینی آں خود اندر تن — ہزار عالمِ مستورِ خاصِ ستّار است

تو حس مشترک و وہم فہم صورت کن — کہ برگ آئینۂ جاں بغیر زنگار است

بہ شرح مردم اگر بیش ازایں بروں یزم — صحیفہ گرد کہ آرد کہ آسماں بار است

دمے بہ جام دہم شربتِ نبات بہ خلق — کہ ایں شراب نہ اندر دکانِ خمّار است

نما و نشو نہ دانی تو و ہمیں دانی — کہ لوحِ خاکِ زمرد زابر و دُر بار است

نمونہ سبزہ برآرد ہمی سر از بالش — کہ خفتنش بہ نہانی اگر م گلزار است

به هر صحیفهٔ برگ ست نورِ حکمتِ او | نوشته چون لقبِ شه به روئے دینارست
به رنگِ آب د گلِ نازنین و دانهٔ نار | که این چو قطرهٔ آب آن چو دانهٔ نارست
ببیں که چند به هر یک نقاوهٔ معنی ست | به رنگ اگرچه گلِ نار همچو گلنارست
دگر به جانور آییم که جان همون داده | به مرغ و ماهی و انسان و گرگ گفتارست
تلطفے ست نه عذر این که در جریدهٔ رزق | به زیِ سلیم دل از بهر گرگ غذا رست
ز طوطی ست مگس بیشتر به مرتبه کو | به فرقِ شاه و گدا این به کنج دیوارست
به بے نیازیٔ او کعبه چون ترا با تست | در آفرینشِ او مکه چون ملیبارست
نه ز آدمی و ملک نقشِ نسبتش فخر ست | نه از ستور و مگس آفرینش عارست
چه رمزهاست تعالی الله این به ملکِ قدیم | که بے عجم ست سگ و سگ مصاحبِ غارست
شده بلال سیه. بر جمالِ ایمان خال | ز کفر عز عرب عجم مصطفیٰ خوارست
حرارتے به زبان کرد در رهش منصور | کزاں حرارتِ خود جلوه کرده بردارست
جهود به ز منافق کسے که رد سیه است | به از کسے که ز پیش سفید رخسارست
به صدق دامن ابرار گیر کاں بادے | که بادِ رحمتش آورد باد ابرارست
چه باک رهروِ حق را که ره نه آسان ست؟ | چه غم کبوترِ حج را که ره نه هموارست؟
ولیکن افسرِ دولت به آں کس آراید | کش از خزانهٔ اقبال دُرِّ شهوارست
ملک همون ست که عرش آفرید و هرچه در وست | نوشته نقش ملک در سرِ ستمگارست
همون کلاه سرے می دهد به تاجوری | که از کلاه سلاطین به پاش افزارست
گدائے بے سر و پا هم به خارِ خارش زده ست | که گاه خار به پایست و گاه سر خارست
یکے ز موهبتش پادشاهِ هر دو جهان | یکے امیرِ خراسان و غورِ ضیا رست
کم اند بر درش آنان که سنگِ سدهٔ شاں | ز سیم جبههٔ شاهان چو سنگِ معیارست
به دستِ اوست عنانِ ارادتِ همه کس | که هر طرف ز پے هر ضمیر مضمارست

به سوی کعبه و بت خانه رهنمائے همه‌ست — که هرکس از پے معبودِ خود به پیکارست
به عشق و کفر فزوں می دهد کساں را میل — که هرکسے نه سزاے بهشت و انهارست
کلید در الفِ امرِ اوست در قفلے — که بر دهانِ دلِ آهنینِ کفارست
بزد به زخم گهش منکرانِ احمد را — که طعن شاں پس از آں سرزنش به حقارست
هم از ویست ردا قفص نشانهٔ لعنت — که سنگ زن ست پریشاں سرانه معمارست
همون فگند به دلها ز بو تراب غبار — که خاک بر سرِ مردن به فرسیارست
دوائے ایں سفها نیست جز به خنجرِ تیز — چو تندرستئ خرگاں ز نیشِ بیطارست
کمالِ حکمِ خداداں سگے که ایں فن از اوست — دراز می دهدش رشته کرده قهارست
هر آں دمے که نه برباد آورد نامے — نه آں دمست که بادے درونِ مضمارست
بتر ز سنگ گلوخی ست هر که زو خالی ست — کلوخ و سنگ چو از ذکر او به گفتارست
چه خاکسار بود طینتے که طاعتِ او — چناں کند که خرے زیر گل به بیگارست
جز از ریاضتِ توفیقِ او شود مرتاض — هر آں شموس که در راهِ او به رفتارست
خوشا کسے که از او یافت ره به بستانے — که از عنایتِ توفیق در روے اثمارست
کریم بنده نوازا تو نیک می دانی — که هستئ من پرشر به رنگ اشرارست
دو کاتب از پے جرمم قلم چو جعد کنند — که مو به مو ز پریشانیم در اقرارست
فرشته گو که سرِ کلکِ خود سیه نه کند — ز حرفِ من که از او دیو هم در آزارست
تنم سزاست که پرّان رود سوے آتش — همه پریدنِ من چوں ز بالِ اشعارست
مرا ببر به دلِ جمله خلق در دوزخ — که هیچ دوزخیے نے چو من ستمگارست
به دوزخے که روم من رها فگن دگرے — که دوزخیاں راز چوں منے عارست
چنیں که از گلِ من چوں گلِ وفا نه دمد — حسابِ من درِ فردوس بسته از خارست
چگونه من ز تو سر رشتهٔ اماں یابم؟ — که هر رگے که مرا در تن ست زنارست

امیدوارم وبا ایں ہمہ زعین عطاست / سپیدیٔ رخ خود کس سوادش آشکارست
اگر تو فضل نمائی پلید و پاک یکے ست / زفیض باراں خس بہرہ ور چو ازہارست
زبہر شستن لوح ہمہ ستمگاراں / زعین عفو تو یک قطرہ نیز بسیارست
گناہ من زیک آسیب باد رحمت تو / بریزد ار مثل افزوں ز برگ اشجارست
چناں بسوے خودم کن کہ وارہم زنفس / کہ با من از پے گمراہیم در اصرارست
بقلب من در فتحے بدہ کہ نندیشم / ز دیو ہر طرف ار صد سپاہ جرارست
جناح حرص جدا کن وے سپاہ مرا / کہ ہمچو زاغ دواں در قفاے مردارست
بحرمت عشقم بر افگن آں پردہ / کہ عقل و نفس در او اجنبی و مردارست
مدح بچشم دلم روشنی جز از خاکے / کہ آں ز شارع شرع رسول مختارست
ونیست بدر دجی کاندر آسمان شرف / نجوم اوست مہاجر صعودش انصارست
دوم عمر کہ تواں خواند عمر نامش را / بہ دہر عامر عدل و بشرع عمارست
سوم چراغ دو نور آں کہ دودۂ قلمش / ز لوح پاک خداوند کحل ابصارست
چہارمیں علی آں در کشاے علم و غزا / کہ ایں دو فتح اثر زاں ستودہ کردارست
دگر صحابۂ والا کہ مکہ با ہمہ قدر / بگرد شاں شدہ طائف بسان زوارست
نصیحت دل ایشاں کہ زمزمے ز صفاست / بصحت دل من کن رواں کہ بیمارست
بدیں قصیدہ کہ کردم، قبول بادش نام / وزاں نسیم قبول ار چہ سحر اسحارست
فضول چند کنم کز درت زدن دم عفو؟ / نہ حد خسرو مردم نماے سگسارست
حمایت چو منے کز درت خلاص نیم / ہمیں بس ست کہ نامت غفور غفارست

فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

زہے از جوہر قرآں ہمہ پیرایۂ دینت / بصحت نسخۂ حبل المتیں منشور مشکینت

دو منشور را یزد از دیوان انشا بهر آن داده
که اقطاع امیری در دو عالم کرد تعیینت

ز ظلمات عدم می آمدی و پیش رو آدم
چراغی بود بر دستش هم از نور نخستینت

نبی اسمعیلی و یا رب چه آئین ست ذاتت را
که وجه الله را بی شک توان دیدن در آئینت

ید الله کوست اندر آستین غیب پوشیده
فشانده آستین در ریخته در پای تحسینت

ملک با جان و با روح الله و روح الامین جمله
بزن یک خنده تا میرند یک یک پیش یاسینت

مرا زین نعت سلطان سخن خواند همی گردون
زهی سلطان خسرو گرش آن خواند سکینت

چو در هر بیت نعت تست جای سجده مؤمن را
توان بیت اللهش خواندن برای عزت و دینت

فی المدح سلطان کیقباد علیه الرحمه

منت ایزد را که شه بر تخت سلطانی نشست
در دماغ مملکت باد سلیمانی نشست

شه معز الدین والدنیا که از دیوان غیب
نام او بر نامهٔ دولت به عنوانی نشست

کیقباد آن گوهر تاج کیان کز زخم تیغ
تاج از ایران بسته و بر تخت تورانی نشست

تخت را بنمود کاین پیشانی دولت کراست؟
تاج زرینش که بر بالای پیشانی نشست

رتبهٔ دریا نگر بر گوهر والای خویش
تا به گستاخی چرا بر تاج سلطانی نشست؟

بر سرش چون سائبان چتر می گفت آسمان
"سایه را دیدی که با خورشید نورانی نشست؟"

نیز نتواند به عالم دیدن اکنون آفتاب
چون ز چترش عالمی در ظل یزدانی نشست

انس و جان از مهر گردون در خیال افتاده اند
مهر او تا در خیال انسی و جانی نشست

تا غبار باد پایش چشم جان را سرمه داد
خاک را بر منت هر دیده تا بانی نشست

از زبان تیغ تا از بهر سرها شانه خواست
در سر هر کس که بد موی پریشانی نشست

روز هیجا از خیال ناوک تیر کان او
نیستانی در دل شیر نیستانی نشست

در دل بدخواه پیکانش که از خون لعل گشت
گوییا در سنگ خارا لعل پیکانی نشست

ابر دستا داد بر دست خدا تیغ چو آب | تا غبار کافر از راه مسلمانی نشست
چوں بہ تخت سلطنت بہ نشستی از حکم ازل | تا ابد بنشیں کہ آں جا ہم تو می دانی نشست
خطبہ را از نام تو تا آسماں آوازہ رفت | سکہ اے می خواستی در ملک بلنشانی نشست
زاں کمرہاے مرصع کز تو بربستند خلق | ہر بزرگے تا کمر در گوہر کانی نشست
ابر صد بارہ ابروے خویش را بر خاک ریخت | پیش ابر دست تو کاندر دُرافشانی نشست
ابر نیساں کز کرم آوازہ در عالم فگند | آں ہمہ آوازہ ہاے ابر نیسانی نشست
بر در قصر چو فردوس تو رضوان بہشت | شاخ طوبیٰ را عصا کردو بدربانی نشست
دید قصر شاہ را با برج جوزا ہم کمر | بندہ خسرو چون عطارد در ثنا خوانی نشست

چشم تو بیدار دولت باد تا از عون بخت
جملہ بیداراں بخسپند و تو بتوانی نشست

در مدح

اے ہر دو کون سایہ نشیں زیر رایتت | انوار دیں گلے ز چراغ ہدایتت
اول کہ خواستہ قلم از آب جو یبار | بالاے باغ نور نوشتہ حکایتت
یخ بند گشتہ چشمہ خورشید روز حشر | زاں سوے کو فتاد ظلال حمایتت
بہر خلاص امت خود ز آتش ہلاک | نعل اندر آتش است ز عین عنایتت
خسرو ازآں فزوں زنہایت گناہ کرد | کایں داد دل عنایت بیش از نہایتت[1]

فی مدح ملک العہد چھجو طاب ثراہ

صبح چوں از سوے مشرق رو نمود | صحن مینا روضۂ مینو نمود

[1] در "ن"، ہر پنج اشعار مدح محذوف اند۔

گیسوے شب شد سفید و آفتاب | نورِ شیبش از ترِ گیسو نمود
هندوِ شب مرد و خورشید آتشے | از براے سوزِ آں هندو نمود
سوے ساقی ماه باریک لے سحر | بس اشارت کز خمِ ابرو نمود
ماه شب رو راچو گردوں سلخ کرد | استخوانش از ترِ پهلو نمود
بنده خسرو دل به ساقی عرضه کرد | دردِ دل راپیش جاں دارو نمود
جام آئینه ست لیکن بے شراب | مردماں راکے تواند رو نمود؟
بود پنهاں آفتاب آں دم که صبح | همدمے با باد عنبر بو نمود
صبح را گفتم که "خورشیدت کجاست؟" | آسماں روے ملک ههجو نمود
تاجِ دولت آں که زد هر سر دلے | تا به سر فرق زرو لؤ لؤ نمود
شهسوارا گاهِ نخچیر آمدن | شیر پیشت یوز چوں آهو نمود
تیرِ تو نظارهٔ صد چشم را | صد دریچه بر سرِ یک مو نمود
چرخ را گفتم "ستونی پشت هست" | دست بر زورِ تو ؤ بازو نمود
دشمنت نالاں بود روزے دو بیست | پیش تو چوں خشک زرد آلو نمود
گل ز خلعت پیش بلبل پاره کرد | آں همه جامه که تو بر تو نمود
از عرقهاے جبیں بر آستانت | آبروے خلق آبِ جو نمود
زانویت بوسیدم و دولت مرا | روے از آں آئینهٔ زانو نمود
جستم از گردوں قیاسِ عمرِ تو | از قیامت منزلِ زاں سو نمود
شاخ عمرت سبز بادا تا ابد | زد تواند صد گل خود رو نمود

فی التوحید باری تعالیٰ

اے ز خیالِ ما بروں در تو خیال کے رسد؟ | با صفتِ تو عقل را لاف کمال کے رسد

گر ہمہ مردم و ملک خاک شوند بر درت
دامنِ عزتِ ترا گردِ زوال کے رسد؟

کنگرِ کبریائے تو ہست فرازِ لامکاں
طائرِ ما دراں ہوا بے پر و بال کے رسد؟

بر درِ بے نیازیت صد چو حسین کربلا
تشنہ بماند بر گذر تا بہ زلال کے رسد؟

ہست بہ تختگاہِ دل جلوۂ قرب روز و شب
لیک بہ جلوۂ چناں چشمِ خیال کے رسد؟

زاں چمنے کہ بلبلش روحِ قدس نمی سزد
گلخنیانِ خاک را بوئے وصال کے رسد؟

توسنِ چابکاں سبک عرصۂ کوئے نیکواں
آں کہ فتاد مرکبش بر سرِ حال کے رسد؟

حربہ روئے عاشقاں بر سرِ چوں منے سزد
راہ روانِ پاک را لوثِ وبال کے رسد؟

آیتِ رحمت از حرم ہست برائے حاجیاں
خسرو بت را جز خط و خال کے رسد؟

در مدح حضرت نظام الدین اولیاء

کسے کہ از ازلش عونِ غیب یار بود
ہمیشہ کوششِ او در صلاحِ کار بود

تنے کہ ہست سہ روحش یکے ہزاراں گشت
خطے کہ ہست سہ صفرش یکے ہزار بود

چو سنگ نیست ز طینت چو معرفت خیزد؟
کجا ز خشتِ زر و نقرہ را عیار بود؟

بہ عشق باش بہ کلی کہ مرغ آتش خوار
نہ پختہ باشد اگر کم ز دود خوار بود

فقیر کش بہ ریاضت عقیدہ محکم نیست
تکادریست کش از گند نا نسار بود

ز نفس بوالہوست نقل زشت خوب نمود
دگر نہ زاغ کے از نغمہ ہمچو سار بود

چو نیست خوے تو شیریں شکر چہ سود تمام؟
کہ نیشکر بہ سمر قند و قند ھار بود

ز تاب مہرِ تو دل مردم آتشے باید
کہ نور او را سوز زندگی چو نار بود

کند فروزشِ شب لیک سوز نشے نہ کند
اگرچہ کرمک شب تاب چوں شرار بود

بہ کار بر سر آں باغ گراں بارے
کہ یک شکم ہمہ دندانش چوں انار بود

به اختیار طلب یاری از خدای ودود | به سان یار که در لفظ اختیار بود
چو فضل نیست به بالا چو مستعار ملاف | که عار لازمست و نقش مستعار بود
ز بهر روغن آب کسان حریص مشو | چو ریگ کج که بر جوی رود بار بود
شکم پرست مشو بار خر به پشت و به سر | اسیر بار شکم بین که آن چه بار بود
به روح زی نه به تن تا همیشه مانی از آنک | بنای عمر ز آب و گل استوار بود
ز زندگی ست که پیلی شکار اژدرهاست | چو اژدها بمرد کرم را شکار بود
بر دیگی بد گر با صفا کنی عملی | که پیش آئینه گردد نهی چهار بود
عمل نگر ز بشر نی درم چو گوش کر ست | چه سود اگر زر و لعلش به گوشوار بود
به کار دین چو به کار ست سنگ استنجا | اگر تو کم تر از آنی ببین چه عار بود
به کار چون من اشتر دلان پلنگ و سید | که موش جز دل القاب صد حصار بود
به ملک دل نه شد ایمن که او گران جان ست | سزای جل نه شد استر که بردبار بود
سبک شو از پی راهی که جان بدان سنگی | در او ثقیل تر از کوه کوهسار بود
چو مورچه ز کبوتر رسد بر اوج هوا | بگو کجا رسد آن کو هوا سوار بود
هوا به زیر قدم کن اگر همی خواهی | به بارگاه فرشته دو شانت بار بود
تو خود فرشته شو اما ز خویش نتوان شد | جز آن که صحبت خاصان کردگار بود
فرشته می شود و جبرئیل روحانی ست | کسی که در پنه غوث روزگار بود
نظام دین که ز نیروش اهل دین پیو | ز حادثات سماوی به زینهار بود
ز تیزی نظرش بس که خاک شد تیره چرخ | همه سرائر زیباش در چهار بود
همیشه نور تجلی ست شمع مجلس او | درون پردهٔ باری شبی که بار بود
خزینهٔ خرد و بارگاه خانهٔ دل | مدام از فلکش پر ز یادگار بود
همیشه مهر ملک در جوار او ست چنانک | مسیح را به فلک مهر در جوار بود

شیوخ خفته از آں زنده گشتگاں داری — نیام را همه رونق ز ذوالفقار بود
به فرِ خاکِ درِ او که سرِ عزتِ فقر — هزار کوهِ زرش هیچو کوهِ خار بود
ز دست آئینه خواهندگاں گه و بےگاه — هوائے پیشِ درش چوں سرِ چنار بود
دے چنار همه دستها تهی دارد — از او بود همه بر گرچه بے شمار بود
شود خراب بسیطِ زمیں ز خیلِ فتن — اگر نه در پنه ایں بزرگوار بود
دگر نه رابطهٔ دهر نو کند به جهاں — ز خلق او همه فصل جهاں بهار بود
زهے که سرِ دولتهٔ والجبال اوتاداً — که وصف آں وتد الارض در وقار بود
کسے که دید ترا گرچه دوزخی ست به جرم — بساطِ آتشِ سوزانش لاله زار بود
کلاه دار و قبا پوش نیز هست بسے — که ذرّه ذرّه دلش هیچو کوکنار بود
به خاکِ پاک که بینم ورائے عرش او را — که خاکِ پائے تو در چشم اعتبار بود
مزید فقرِ ترا رقعه هائے پُر شبه ست — ز حرفِ غیب به هر رقعه صد نگار بود
دلے تو زنده دآں کش دلی ست کشتهٔ تُغا — مجاورے ست که رشوت خورِ مزار بود
به دورِ دولتِ امید خسرو مسکیں ست — رحیق حق که بنا خوردنش خمار بود
چو نامِ ردشِ ایں شعر نائب النور ست — سبز داگر که زمینوبشش برگ و بار بود
قبول کن ز من سنگ ریزه هائے گهر — چه نقصِ کعبه اگر در رهش حجار بود؟
صله به بخشش در ایں مدح آں که در حضرت — نه خواهی آں که چو ایں سنگ به خواب غار بود

ز ابرِ رحمتِ یزدانِ پاک به نشیند
غبارها که در ایں خاکِ خاکسار بود

فی المدح سلطان جلال الدین

چو زلف یار شکن بر شکن همی پیچد — در او هزار دلِ مرد و زن همی پیچد

دلم بہ زلف بہ پیچید و سحر بیں کہ چساں | ز مو بر آتشِ سوزاں رسن ہمی پیچد
ز زلفِ پرشکنت آب می چکد ز تری | گہے کہ زلفِ تو مو بہ شکن ہمی پیچد
بہ ناز طرہ ہمی پیچد و ندانم چیست؟ | کہ باز بر سرِ آں پرفتن ہمی پیچد
بتا بہ ناز مپیچ ایں چنیں کہ ہر ساعت | ز پیچ پیچ توام جان و تن ہمی پیچد
زباں بہ وصفِ میانِ تو موے گشت و ہنوز | زبانِ موے شدہ در سخن ہمی پیچد
ز بہر بندگیت گل فروشش را بنگر | کہ ریسماں بہ گلوے سخن ہمی پیچد
ز جور ہاے تو بس قصہ کز سیاہیِ چشم | سواد می کنم و جانِ من ہمی پیچد
دلم ز جورِ تو بے جاں ست چوں دوال بہ ترس | کہ در عنانِ شہ صف شکن ہمی پیچد
جلالِ دنیا و دیں خسروے کہ از پیشش | عناد و کینۂ دد تہمتن ہمی پیچد
بہ پوششِ زرہ آں آہنیں تن ست کہ او | بہ پنجہ بازوے روئینہ تن ہمی پیچد
بہ تیغ می ببرد بادِ کتفِ آں زنار | کہ کفر بر کتفِ برہمن ہمی پیچد
ہمی کند بہ جہاں روزِ دشمنش روشن | زبانِ شمع گر اندر کفن ہمی پیچد
حسود از چہ کہ پوشیدہ شد میانِ کفن | ہنوز از حسد اندر کفن ہمی پیچد
گل از چہ بوے بہ گردِ دماغ گشت مگر | کہ مشکِ خُلقِ تو در پیرہن ہمی پیچد
شہنشہا فنِ خسرو چو موے باریک ست | مگر ز مدحِ تو در کوچہ فن ہمی پیچد
بہ امتحانِ سخن بہرِ پاسخِ دگرے | ردیف چستی از ایں ممتحن ہمی پیچد
ببیں کہ لقمہ چنیں کردمش کہ لذتِ آں | نوالہ اے ز پئے ہر دہن ہمی پیچد
بہ طرزِ من ہمہ پیچند آرے از پئے چشم | شبہ بہ رشتۂ دُرِّ عدن ہمی پیچد
گہِ دعاست کہ طومارِ ہفت ہیکل چرخ | بہ حضرتِ ملکِ ذوالمنن ہمی پیچد

بساطِ قدرِ تو گستردہ باد تا گویند
کہ بوریاے قیامت زمن ہمی پیچد

فی المدح سلطان الاعظم جلال الدنیا والدین فیروزشاه

سپیده دم که فلک جام زر به کیهان داد
نسیم غالیه در دامن گلستان داد

چو چرخ پیر به رخ زد سپیده دم سرخی
به دستش آینه داد آفتاب خندان داد

نماند چون فلک گوژپشت را دندان
ز ماه قرص سپید خودش به دامان داد

وراست مغربی آفتاب را که فلک
نهاد زیر زمین بامداد تابان داد

ستاره را ز چه شد دیده خیره از خورشید
چو شب ز حقهٔ میناش سرمه چندان داد

چو شغل بخشش جان داد باده را ساقی
خضر نیابت شغلش به آب حیوان داد

به صبح باده جوان خواند بهر لذت عمر
که داد عمر و جوانی به باده نتوان داد

ز مردگان بتر است آن که صبح زنده نداشت
که باد خوش نفس صبح مرده را جان داد

غلام باد صبا ام که بامداد و پگاه
صلای عیش به عشرت سرای مستان داد

بر آن حریف گوارا بود شراب نشاط
که بخت نقل مرادش به بزم سلطان داد

علای دنیا و دین کز خطاب فرخ خویش
به روزنامهٔ خورشید زیب عنوان داد

سپهر پایه محمد شه بلند سریر
که از سریر جهان را چهار ارکان داد

ستاره چشم همه ره بهر چه اشارت کرد
سپهر گوش همه تن به هر چه فرمان داد

خصوصاً از پی تعظیم در داخل اوست
که دهر نه کره را دور در میدان داد

نگاورش سر موی ذره نه شد یک سوی
میان فرق سهایش اگر چه جولان داد

گرفت گنج همه خسروان ذوالقرنین
پس آن گهی به زکوة تن خضر جان داد

جهان کشایا تیغ تو تیغ نتوان گفت
که فتح باب سپهرت کلید کیهان داد

زمانه نامهٔ فتح و ظفر به تیر تو بست
ولیک تیر تو آن نامه را به پیکان داد

چنان به سر همه را بوی خوش پراگندی
که زاغ بر سر قاآن ندای قاآن داد

به خواست خاک درت را ملون از هر چشم　　جهان به هر کس از آن سرمهٔ سپاهان داد
نگین چگونه ز بر دست چون تو ئی بشنید　　کس این محل نه چنان سنگریزهٔ کان داد

بمان به مسند ملک از دعای خسرو شاد
که چرخ دولت و عمر تو بس فراوان داد

در مدح سلطان علاالدین خلجی

سپیده دم چو هوا گشت بوستان فرمود　　بساط خاک ز دیبای پرنیان فرمود
کنون گل از بن دندان درم دهد هر روز　　که لاله خال و خط سبزه را فشان فرمود
چو روی نازک گل تاب آفتاب نداشت　　زمانه بر سرش از ابر سایبان فرمود
زلاله خواست چمن ساغر و سبک بخشید　　ز ابر خواست زمین شربتی روان فرمود
ز نو شد ارد باران که ریخت ساقی ابر　　علاج نرگس مخمور ناتوان فرمود
حرارة دف خورشید بین کنون به هوا　　که یاد جلوهٔ یک ران بوستان فرمود
هر آن چه در ورق خویش غنچه مشکل داشت　　بنفشه گوش نهاد و صبابیان فرمود
اصول فاخته چون شد درست بلبل را　　گلش ترنم بزم خدایگان فرمود
علای دنیا و دین آن شهی که عالم را　　به عدل خویشتن از حادثات امان فرمود
همای همت او چون پرید بر گردون　　قدر به کنگرهٔ عرش آشیان فرمود
کمان ترا چو پسندیده نیست ابر چرا　　برای شاه ز قوس قزح کمان فرمود؟
شها شکوه تو بشکست عقد جوزا را　　وزان حمائل شمشیر خضر جان فرمود
خورد به مرتبه لاف عطاردی خسرو　　فلک دعا و ثنایش به امتحان فرمود

بمان به دولت و اقبال بر سریر بلند
که کردگار ترا عمر جاودان فرمود

در مدح سلطان جلال الدین فیروز شاہ

شیریں دہانِ یار کہ راحت بہ جاں دہد
آبِ حیات از آں لبِ شکرفشاں دہد

اینک ز کشتگانِ فراقت یکے منم
کس را مباد کاں لبِ شیریں زیاں دہد

عمرے رود کہ یاد نیارد ز دوستاں
آں شوخ را خدائے دلِ مہرباں دہد

گم شد دلم کنوں من و شبہا و کوئے دوست
باشد کسے ز گم شدۂ من نشاں دہد

شیریں سوارِ من چہ خبر دارد از جہاں ؟
مسکیں کسے کہ بندش از دور جاں دہد

اے باغباں ز سوزِ دلاں بلبلاں بترس
گل را رہا مکن کہ صبا را عناں دہد

بوئے طلب کنم بگزد لب گلہ ز کیست ؟
چوں بخت در نوالہ مرا استخواں دہد

پُر خوں شد از پیالہ درونم کہ تا چرا
ہر لحظہ بوسہ اے بہ لبِ آں جواں دہد؟

ساقی نگر کہ دشمنِ جاں شد مرا کہ من
مست و خراب او ہمہ رطل گراں دہد

کارِ من از شراب بدیں جائے گہ رسید
واں نا خدائے ترس مرا خود ہماں دہد

آخر رسید دورِ من آں مست نازکو ؟
تا یک دمے ز دستِ خودم در دہاں دہد

کارم شدست ہم نہ زنم گر پیالہ را
خود چاشنی کند بہ منِ ناتواں دہد

زآبِ حیات شستہ دہاں را ہزار بار
تا بوسہ بر رکابِ شہ کامراں دہد

اندیشہ کے رسد کہ بہ بوسد رکابِ شاہ
گر بوسہ بر رکابِ قزل ارسلاں دہد

زاں سوئے کون گر پرد اندیشہ تا ابد
نتواند آں کہ بوسہ برآں آستاں دہد

سلطاں جلال دیں کہ گہِ تخت بر شدن
چرخش ز ہفت کرسی خود نردباں دہد

فیروز شہ کہ صیت بلندش زماں زماں
از شرق تا بہ غرب ندائے اماں دہد

آں دم کہ گردِ لشکرِ او بر رود بہ چرخ
پیشش بہ خاک بوسہ مہِ آسماں دہد

نفرت از آں غبار بہ گرداب آسماں
سازد جزیرہ ورۂ انجم برآں دہد

ای سایهٔ خدای که چتر بلند تو — خورشید را ز ابر سیه سایبان دهد
عیسی به چرخ سوزن از آن برد کز سنانت — چون چرخ پاره گردد و پیوند از آن دهد
تیرت که در هجا به پر کرکسان پرد — نسرین چرخ طعمهٔ زاغ کمان دهد
تیر ترا است تیزیٔ پیکان به پا چنانک — یک دم به دشمن ست خبر آن جهان دهد
تا چشت دید جامهٔ انصاف بر تو ماه — شهباز چرخ تار به تارِ کتان دهد
از ران پرده بسته رود پا زبر فلک — دمش به عقلش ار نه کلید از زبان دهد
دریا کجا رسد به کف دُر فشانش کو — خاشاک و خس به کف هند و بر کران دهد
هر خط که هست در کفِ او از کتاب جود — هست آیتی که فتوی خون های کان دهد
شاها به عیب شعر رهی لقمه گر زید — بی دیده ای دو سه که خدا آسمان دهد
دانا ترا ز تو کیست ز دانندگان دهر؟ — کانصافِ شعر خسروِ سحر البیان دهد
بادت مدام دولت و آن گاه دولتی — کز قدر کرهٔ فلکت زیر ران دهد

بختی چنان که روی همایونت را قضا
هر دم نوید مملکتِ جاودان دهد

فی مدح سلطان علاء الدین سلطان محمد شاه

کجا خیزد چو تو سروی جوان و نازک و نوبر؟ — شکر گفتار و شیرین کار و گلرخسار و مه پیکر
نباشد چون لب و اندام و گیسوی درختی هرگز — شکر شیرین و گل رنگین و شب مشکین و صبح ازفر
ببرد اندیشهٔ مهر و فراق و آرزوی تو — ز چشمم تاب و رویم آب و چشمم خواب و جانم خور
ز شوق و عشق و سوز و ساز و داغ اینک برین گونه — دهم دود و غمم سوز و دلم عود و تنم مجمر
ندیدم چون تو ای از شکل و ناز و شوخی و خنده — برون رنگ و درون جنگ و به دل سنگ و به لب گوهر
جوانان عاشق و حیران و مست و بیخود و خوابا — فریب انگیز و رنگ آمیز و بی پرهیز و غارتگر

چه در سحر و در دمِ افسونِ نیرنگ و من ز گفتنت — ز نم جوش و دهم هوش و نهم گوش و کنم باور
مشو زین سان ز جور و خشم و رعنائی و بدخوئی — جگر خار و دل آزار و جفا کار و ستم گستر
مکن چندین ببین آخر که در بیگاه و در روز و شب — قضا بیشک ز یاران نرک بقا کو چک فنا بی مر
نماند کس بعمر و دولت و نور و شکوه آری — سر شاهانِ جم دوران سرِ ایوانِ شه کشور
علاء الدین بود شه کز کف و رای و دل و دین شد — درافشان و هنر دان و جهانبان و جهاندادر
محمد شاه کز عفو و جهاد و علم و حلم آمد — خطا پوش و غزاکوش و فتی هوش و علی مخبر
شهنشاهی که هست از تاج و تیغ و چشم بخشایش — خداوند و هنرمند و عدو بند و دلی پرور
به طوع و رغبت و عشق و هوس باشد در پیشش — ستاره راه و زهره گاه و مه درگاه و کیوان در
به رزم اندر دلیر پهلوانِ ترک و هندوکیش — چه هامان و چه پیران و چه دستان و چه زال زر
کشید و راند و برد و کوفت اندر دار ملک او — سنان تاران قلم هامان علم خاقان و هل سنجر
شوند از حربه و بیم و نهیب و خوف در پیشش — فلک لرزان ملک بیجان جهان حیران زمان مضطر
زهی بکشاد و فتح و نصرت و فیروزی و بخت — دلیری بجید فراوان شد ز قلعه صد و صد لشکر
ترا دیدم به گاهِ بازگشت و حمله و هیجا — علا گردن سما توسن بقا جوشن ظفر مغفر
ترا داد ایزد اندر ملک و تخت و بالش و مسند — جلال و قدر و عز و صدر و زیب بدر و نورِ خور
جهان پیش از تو بد زاد بار د ظلم و ظلمت و حرمان — زهی نیزه صفی بی شه شبی بی مه زری بی زر
به عهد و نوبت و دورانِ ملکت شد بحمد الله — فلک خوش شخو چمن دل جو زمین مینو سما ازهر
رعیت را ز لطف و خلق و خیر و یمنِ تو گشته — خنک بستان و خوش ریحان و سیم مرجان و گل عنبر
یگان کس را دهی ز انعام و جود و رافت و همت — به دریا در به دشت اشتر به موج اختر به فوج استر
ز خطِ سبز و نقشِ سرخ و احسانِ تو شد عاجز — دل عامه رخ نامه سرِ خامه خط دفتر
کسی کز عونِ بذل و فضل و لطف خاص شه گردد — مخالف سوز و گنج اندوز فرخ روز و نیک اختر
بداندیشانِ دولت را تن و عین و دل و سر شد — نزار و زار و تنگ و تار پست و خار و کور و کر

ز مدح تست در طبع و دل و کلک و خط خسرو — هنر مضمون شکر معجون درِ مکنون گهر مضمر
الا تا زاید و آید الا تا خیزد و تابد — گل از خار و خزف از تار و تف از نار و خور از خاور
بوجد حال و ذوق شوق در بزم مست کشد زهر — دلم دلکش سرود خوش نه شد کین کش نوای تر
بشاهی و جهانبانی و دیداری و سلطانی — عدو فرسای و بزم آرای و ملک افزای و عالم خور
مبادت هیچ روز و ساعت و وقت و نفس خالی — نگین انگشت و جام از مشت و حرز از پشت و تاج از سر

فی المدح سلطان علاء الدین

در آسای همچو شاخ گل لطیف و نازنین و تر — نشاط انگیز و عیش افزا و راحت بخش و جان پرور
ز زیبائی و لطف و نازکی و تازگی پیشت — چه ریحان و چه نسرین و چه شمشاد و چه نیلوفر؟
ز عکس عارض و جعد و بناگوش و دو چشم تو — دمد لاله چه سنبل فتد نسرین پرد عنبر
ز گلگشت و چوی افشان نسیم عطر تو جوید — چمن درح و سمن طیب و صبا مشک و گیا عنبر
تن و روی و خط و خد و برقد و لب و لطفت — مه و مهر و شب و روز و گل و سرو و می و شکر
شبم در هجر و بیداری و شوق و غم بود بی تو — نفس مونس حجر بالش خسک بالین میں بستر
نیابد زابرو و مژگان خشم از نرگس و غمزه — خصومت ساز و عاشق سوز و افسون خوان و جادوگر
بیا تا با دو شاد و خرم و آسوده و خندان — شوم همدم کنم عشرت خورم باده کشم ساغر
که هست از عون و عدل و بذل و احسان شه عالم — جهان بی غم امان محکم طرب بی حد خوشی بی مر
جهاندار نکوکاری فلک قدری ملک صدری — علاء الدین علی حق محمد نام احمد فر
سرافراز و سرانداز و جهانگیر و مخالف کش — ظفریاب و گهرپاش و جهانبخش و کرم گستر
ره رای و دم فلق و فن علم و هنر صافش — خرد را بیخ و جان را شاخ و تن را رگ حق را بر
امان و امن و عدل و راحت ست اندر زمان او — بشرق و غرب و شهر و دیه و کوه و دشت و بحر و بر
جمال زیب و زین و فر گرفت از خطبه نامش — رخ جمعه صفت قبله در مسجد سر منبر

سله و سله در "ن" اضافهٔ زائد است.

بزرگ و خرد و خاص و عام را در ذکر ذات او   صفت زد و لقب حرز و دعا یا دو ثنا از بر
ربود و برد و به شکست و ستد باد سنان او   ز مردان دل شیران جان خصمان تن شاهان سر
در آن روزی که از سهم لوا و خاک خون گردد   جهان و هم هوا ابرش قضا ابلق سمان اغبر
سواران و یلان و پردلان و صفدران بینی   کمند انداز و خنجر گیر و ناوک بار و جولان گر
به آهنگ و درنگ و حیله و حمله شود پیدا   بل از شست و بز از گرگ و سگ از شیر و دلیر از گر
کند شاه از سنان و تیر و گرز و حربه گر خواهد   فلک زیر زمین بالا و دوران شیب و هر ابتر
حسود و دشمن و بدخواه و خصمش را رسد هر دم   به دل ناوک به جان تیر و به تن نیزه به سر خنجر
به پشت هر دو دستی کز دو شست و قوس پشت یل   رود ناوک دو دو بیک جهد سوزی پر دگلبر
ز رعب و بیم و ترس و هیبت شه گم کند آدم   ثوابت جا ثریا پاره کواکب پا ملائک پر
کشاید چار چیز از چار جا یک زخم تیر او   ز تن خون و ز ابر آب و ز رگ دود و ز سنگ آذر
به هر جای و صف و کوس و رکاب و کیش او اشد   شرف موکب علو رایت بقا ساقه ظفر رهبر
جهان آرا به علم و حلم و مهر و کین سر آید دم   متن عالم دل دریا کف معدن سر لشکر
سریر و ملت و ملک و جهان ز ضبط خود کرد است   به کار و بار و دین و کیش و دست و شست و زور و زر
ز عنف و لطف تو هستند مردم عاصی و مخلص   به نار و نور و دود و داد و سوز و ساز و خیر و شر
ز قلب هر امیر و پهلوان و گرد و لشکرکش   تهمتن تن سیاوش وش فریدون سکندر در
حریم بارو چتر ملک و نعل اسپ با بوست   در خلد و شب قدر و مه عید و حج اکبر
سر در رضوان و حور و آفتاب و زهره در برهست   نشاط آغاز و ساحت زیب و نقل آرای و خنیاگر
ز طبع و ذهن و فهم و وهم خسرو یافت در مدحت   زبان گوهر سخن هدیه قلم حلیه ورق دفتر
همیشه تا به شکل طول و عرض و عمق چرخ آمد   ره قوس و دم جدی و سر قطب و خط محور

به حزم و عزم و بزم و رزم بادت هر کجا خواهی
قدر حامی فلک خادم قضا حافظ خدا یاور

فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

زہے روشن ز رویت چشم بینش	وجودت کیمیاے آفرینش
مبارک قرآں تو داری	کہ مرغ نامہ شد روح الامینش
چہ بیند مردم ار از خاک پایت؟	نہ باشد سرمۂ عین الیقینش
کہ دارد جز تو دست آنکہ باشد؟	کلید نہ فلک در آستینش
رسل را ذات تست آں خاتم چست	کہ قرآں آمدہ نقش نگینش
لبش چوں انگبیں ریزد در افتد	ملائک چوں مگس در انگبینش

دقایق ریخت خسرو ز نعتت
پس از آب خضر کردہ عجینش

در مدح

اے سپہر آفریدۂ و انجم	نئے ملک مدرک تو نئے مردم
اے پدیدار گشتہ از تو جہاں	باز کارِ جہاں بہ کار تو گم
در حریم سراے تقدیرت	نئے فلک محرم ست و نئے انجم
ہست در صفت ساکنانِ جہاں	لحن گرمابہ و ترنمِ خم
چوں شناسد کمال دہقاں را؟	دانہ در چاہ و کرم در گندم
حرفے از کبریات در ادراک	دیدۂ عقل را شدہ کژدم
گہ کنی نسر چرخ را مرعش	گہ کنی زاغ شام را مہ دم
یارب از دو رخم امان دہ از آنک	سنگ آں آتش است و ایں ہیزم
دہ رجوعِ رضا بہ من زاں پیش	کہ کند شیشۂ فلک قم قم

اشتلم می کنم بسے در دیں　　عفو فرما ز خسرو ایں شتلم
کن ز ایشاں مرا کہ پایۂ شاں ست
"رَبَّنَا الْمُسْتَعَانُ یَدْعُوکُمْ"

فِی الْمَوَاعِظَۃِ وَالنَّصَائِحُ

مرد ہمہ جا بہ سر کار بہ　　شخصِ معطّل خجل و خوار بہ
بہرۂ مقصود چو بے رنج نیست　　کاہل بے کار بہ پیکار بہ
مرد کہ شبلی نہ شود گاہِ کار　　زو سگِ بازار بہ مقدار بہ
ہر کہ نہ ریزد بہ غزا خونِ خویش　　زو صنم جائے نفس بسیار بہ
زاں تنِ کاہل کہ گلِ نازک ست　　خارکشِ سوختہ صد بار بہ
گرچہ کہ پیری تنت امروز زاد　　کار تو صد سال اگر پار بہ
عین بزرگی ست کہ گویند ہست　　احمدِ پار ینہ ز بیمار بہ"
کارِ بزرگے ست کہ خوانند علم　　بے عمل آں کار مپندار بہ
علم کہ از بہرِ فریب خراست　　کاں خرا ز عالمِ غدّار بہ
سفلہ کہ شد باسمِ خر میخ دوز　　دوختہ چوں نعل بہ مسمار بہ
سُرعتِ جاہل کہ سبک شد براہ　　از کسلِ حاملِ اسفار بہ
گر تو پیادہ روی از تو بسے　　اشترِ لنگ و خرِ رہوار بہ
راہ بہ دل رو کہ روندہ دل ست　　رہروِ اسرئی سوئے اسرار بہ
راہروے کو بہ رہِ دل رود　　از تنِ خود نیز سُبکبار بہ
دل کہ بہ گل ماند بنیا دبروں　　سنگِ گران ست بہ دیوار بہ
آں کہ سوئے ملک ابد کرد عزم　　از خسرو و ز ہمہ بیزار بہ

چوں نہ پرد ہر چہ سبک شد بلند — ذرۂ گرد از کہ و کہسار بہ

پیر کماں پشت بہ عزلت نشست — پور شتابندہ بہ یلغار بہ

واں کہ جوانیش ز پیری بہ است — خلوتش از صحبت اغیار بہ

دائرۂ میم مراد آنکہ ہست — ساکن گردندہ چو پرکار بہ

آں کہ کند نقد الٰہی طلب — اژدر گنج ست تہ غار بہ

عرق فقیر ار بہ ہوا سر کشد — از رگ او رشتۂ زنار بہ

مرغ کہ در بادیہ خوں ریز شد — خار و خسش از گل و گلنار بہ

عشق خوش ست از ہمہ باشد مجاز — لیک نہ شہوت رہ انکار بہ

گر نظر صدق بہ صنع خداست — دیو بہ چشم از بت فرخار بہ

مرتبۂ عشق چو بیچارگی ست — فخر بدیں مرتبہ ناچار بہ

مسکنت ار ہست بہ پندار و کبر — مسکنت از کبر ز پندار بہ

دوں کہ بود باد سرے در سرش — بر سر او خاک بہ انبار بہ

واں کہ بود خاک رہ از حسن خلق — چوں گل کعبہ شرف آثار بہ

سرکشش از گرد رہ رہرواں — خاک حرم بر سر زوار بہ

مرد کہ گردن کشد از حکم پیر — سیلیش از دیو ستمگار بہ

درحق میشے کہ رسید از شباں — تربیت گرگ کم آزار بہ

نفس حروں گر بہ ریاضت برفت — حبل متیں بر سرش انبار بہ

زن دم اخلاص بہ طاعت از آنک — زندگیت زیں دم ابرار بہ

خرقۂ تزویر کہ پوشد فقیر — دوختہ از سوزن پندار بہ

ابر چہ پوشد ضو خورشید را؟ — حلۂ خورشید ز انوار بہ

طاعت اگر از پے مال و زرست — کاسہ کہ خالی ست نگوں سار بہ

نزد معاشر که نه باشد خسیس — برگ گل از تنگهٔ دینار به
چوں به شکم کار فتد بهر قوت — کیسه پُر از صوفیٔ زردار به
از پئے ظلم آں که صبوحی کند — نورِ نشاطش چو شبِ تار به
شربت نوشے که به ظالم دهند — خون همه ظالم خوں خوار به
فرض به جا آرد و جوبیش از آنک — حرصِ کم از طاعتِ بسیار به
تن چو به خرمائے کساں میل کرد — دام شکم دوخته از خار به
هر که چو در جشن شده یکتا صبور — ماش و نخود از دُرِ شهوار به
چوں زرهٔ معرکه جوید سوار — از خرِ شه زندهٔ اخبار به
خواجه که از خون کساں خوردے — از نسلِ او سنئ دو مزمار به
کے کند اندیشهٔ روز حساب — تذکره آں را که ز طومار به
در عطشِ ناکه نه بزّو حریف — از چهِ زمزم خُمِ خمار به
از سرِ شاخے که خورد آب غیر — خوردنِ نار از خورشِ نار به
شحنه کز افسوں به خورد خون خلق — زرد به هنر جادو دُ گفتار به
سخت سری را که سرِ خلق کوفت — پتک وے از نامهٔ تاتار به
ابر ببارد چو بگوئی "بہار" — دست سخی زابر گهربار به
گر تبرے هیزم دیگ عطاست — آں تبر از تیشهٔ نجار به
سائلِ تو گرچه چو دجله پُرست — از تو برد قطرهٔ قنطار به
کیسهٔ بے جود بریده به ست — سرزنش از کوششِ چمقار به
دیده که باشد به جفا تیز بیں — تیرش انداز که افگار به
میر چو آں بر نهد از بهر مال — مدخلش از گنج زیاں کار به
آب زچه از پئے کافر کشند — رشتهٔ آں هم رگِ کفار به

آں کہ ز پرہیز نہ گیرد نصیب — بستہ لب از ماندن ناہار بہ
صعوہ کہ خواہد خورد انجیرِ خام — شیرۂ پستانش بہ منقار بہ
چوں خورشِ تن ہمہ بیمار بت — فاقہ علاجِ دلِ بیمار بہ
کم خورد و کم گوست چہ باز ملک — طعمۂ او کبک و بط و سار بہ
نفس کہ در دل گہرے از حیاست — بر دو لبِ بستہ صدف‌وار بہ
ہر سخنے در محلِ خود نکوست — زمزمۂ مرغ بہ گلزار بہ
چوں سخنِ خوش گہرِ مردم ست — بانگِ سگ از نعرۂ جاندار بہ
شکر رزاق و خورشِ عوام — بر سرِ حیلت گر طرار بہ
جور سفیہ ست دواے خبیث — سگ بہ دمِ رد بر مکار بہ
پند و نصیحت ز سفیہانِ ہوش — آئینہ در زنگ بہ زنگار بہ
بر جہلا جہلِ نکوتر زیبند — درد خر از دارو بیطار بہ
مشک تبرکی چہ دہی کش ز ذوق — سیر فروشندہ ز عطار بہ
لحن متوم چہ زنی پیش او؟ — کش دمِ موجے ز مسیقار بہ
زاں کہ بود قابل پندے ورا — خواندن ایں شعر در اسحار بہ
نام شدا انجیر نہ ایں شعر را — گو "بہ بہی از ہمہ اشعار بہ"
پردہ برافگندم ازایں خام ازآنک — رخت فروشندہ بہ بازار بہ
گرچہ کہ خسرو سخنت گوہرست — ہم خمشیت از ہمہ گفتار بہ
ہست چو گفتِ تو گناہِ بزرگ — بر گنہِ خویشتن اقرار بہ
ہر سخنے کو بہ دلت بہ نمود — خواندہ بہ داں کار و زیں کار بہ

ہست ہماں بہ کہ بگوئی بہ صدق
مغفرتِ ایزد غفار بہ

در مدح

اے بہ درماندگی پناہِ ہمہ — کرمِ تست عذر خواہِ ہمہ
گرد نعلین رہروان رہت — شرفِ تعمۂ کلاہِ ہمہ
قطرہ اے ز ابرِ رحمتِ تو بس است — شستنِ نامۂ سیاہ ہمہ
از رہے بر مراکہ درتو رسم — اے بہ سوے درِ تو راہِ ہمہ
گنہ ما ہمہ افزوں ز قیاس — عفوت افزوں تر از گناہِ ہمہ

خسروؔ از تو پناہ می جوید
اے پناہِ من و پناہِ ہمہ

فی نعت سید المرسلین خاتم النبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے رسالت را علم افراختہ — دستِ تو تیغ شریعت آختہ
مرکبت کو بر مکاں بنہاد پای — قدرِ تو برلا مکانش تاختہ
آدم و من دونہ تحت اللوا — آمدہ چوں تو لوا افراختہ
ز قبائے چرخ را خیاطِ صنع — خاص بہ بہر قامتت پرداختہ
میم احمد را گزیدہ بعد ازآں — خاتم مہر نبوت ساختہ
ہر کہ ادا از میم ا طوق یافت — در یکی گوئی رددسے چوں فاختہ
جز خدا کس قدرِ تو نہ شناخت تا — کس خدا را ہیچو تو نشناختہ
تافتہ نورِ تو از روزِ ازل — بد توِ خود تا ابد انداختہ
دیدہ اے کش در نظر ناید بہشت — عشق با خاک جنابت باختہ

عاصیان زرد رو را کردگار   از برای روی تو بنواخته

بندہ خسرو تا نویسد نعت تو
ز آتشِ دل جانِ خود بگداخته

وله فی نعت النبی الهاشمی صلی اللہ علیہ وسلم

اے بہ نہ گردوں براق انگیخته   دے بہ فتراک دو کون آویخته
گشت ز لفت لیلة المعراج دل   قاب قوسین ز ابروان انگیخته
ہر کجا افتادہ از روی تو خوں   سرخ گل خونِ خود آن جا ریخته
تو بہ مہ بنمودہ دست و آفتاب   زرد گشته در زمین بگریخته
خاطرم خاک درت را کردہ وصف   دیدہ ام بسیار بر خود بیخته
اہل دل را بوی خون آید ز مشک   گر نہ با خاکت بود آمیخته

خسرو از بہرِ نثارِ مدح تو
عقد شعری ہر زمان بگسیخته

———۰ﻣﻪ۰———

ترکیبات

با تو چہ زہرہ مرا لافِ محبت و لے
دوستیٔ بن رگانت بر دلِ من خویش باد

ترکیب بند در مدح شیخ نظام

[۱] ای مونس سینه‌های غمناک — ای گم شده در تو وهم و ادراک
در کارِ تو از کمالِ حیرت — سرگشته شده نجوم و افلاک
ره سوی تو دور و اندرین راه — دو کون چو نیم ذرهٔ خاک
بس مردم بوالفضول زد لاف — از دیدهٔ این رهِ خطرناک
آن جا که کمالِ بی نیازی ست — ابر آمد و بر گرفت خاشاک
از عالمِ کن ردیم بیدل — در حضرتِ تو رسیم بی باک
پاک ست چو وصفِ بندگانت — نبود ز ادب که گویمت پاک
خسرو که گرفت پای پیران — یعنی چه کارِ اوست حاشاک

ذاتی که براق را نه شاید
آویزشِ تو برد به فتراک

ای شربتِ عاشقی به جامت — وز دوست زمانه مان پیامت
در سیرِ وصالِ هر دو عالم — داخل به مسافتِ دو گامت
شد سلکِ فرید از تو منظوم — زان ست که شد لقب نظامت
صد جانِ شریفِ پاک را چرخ — بگداخته در نوشتهٔ نامت
درگاهِ تو قبلهٔ ملائک — پرّان چو کبوتران به بامت

---

[۱] این بند در نسخهٔ «ن» محذوف است.

سودازدگانِ شوقِ حق را تسکیں ز مفرحِ کلامت

جا دید بقاست بندہ خسرو
چوں شد بہ ہزار جاں غلامت

اے[1] در رہ دیں رسول برحق — در وحی مُصَدِّق و مُصَدَّق
اے گفتہ بہ اُمّتِ تو یزداں — "قد جاءکم الرسول بالحق"
دین تو گزیں بہ حکم محکم — ذاتِ تو خلاصہ زامرِ مُطلق
در کعبۂ ذاتِ تو پریدہ — گیتی کہ کبوترےست ابلق
در مصحفِ مجد و آیتِ حسن — خطِ تو جو امی محقق
نامت کہ محمدست در دیں — از حمدِ خداے گشتہ مشتق
ہر ماہ زنا خنت نشاں دار — مہ کز سرِ ناخنِ تو شد شق
واللیل سیاہ چترِ تو شاہ — والشمس سفید چتر بیرق

از نعت تو ذوق یافت خسرو
زاں شد سخنش چنیں مذوق

اے خاصۂ "قرب لی مع اللہ" — سر خیلِ مقربانِ درگاہ
اے ہاے دو چشمۂ ہدایت — دادہ بہ دو چشم خود ترا راہ
ہر کس کہ شفیع بُرد نامت — کارش بہ نظام شد ہم آں گاہ
تقدیر بروں نہ کردہ راہے — تا راے ترا نہ کردہ آگاہ
اے صوفِ ہزار بخیۂ چرخ — بر قامتِ ہمتِ تو کوتاہ
مہ کفشِ تو گر بہ سر نہ کردہ — انجم زدہ کفش بر سرِ ماہ

---

[1] ایں بند در نسخۂ "ن" محذوف است۔

چوں شد دلِ خسروؔ از تو زندہ
حیاک اللہ فی رضا اللہ

ترکیب بند
فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اے دل و جاں ماندہ خیز رہ سوے جاناں طلب — در نفسِ اہلِ درد مایۂ درماں طلب
پردۂ اعلیٰ ست فقر گر ملکی ایں کشاے — لجۂ دریاست عشق گر گہری آں طلب
مکتۂ مردانت ہست کنج سلامت گزیں — منطق مرغانت ہست ملکِ سلیماں طلب
محنتِ تاج و سریر گر بہ تفایت دود — تو بہ گدایاں گریز دولت ازایشاں طلب
چند مرادت ز فقر کشف کرامات خشک؟ — چوں خضرت آشناست چشمۂ حیواں طلب
شیر شود صید را در تہ چنگال کش — مرد شود خصم را بر سرِ میداں طلب
ہست مرادِ کساں دولتِ روزِ وصال — آں چہ مرادِ من ست در شبِ ہجراں طلب
ہر کہ شبے زندہ داشت ہمدمِ روح اللہ ست — تا چہ ربائی ز خوانش چاشنیٔ جاں طلب
مست شوے ہوشیار لیک ازایں بادہ نیز — از قدح مصطفیٰ جرعۂ احساں طلب

نامہ تلک الرسل فضل ازاو یافتہ

احمد مرسل کزو چرخ علو یافتہ
نامۂ تلک الرسل فضل ازاو یافتہ

سنت عشاق نیست دل بہ ہوس داشتن — قالب خاکی چو باد ہمرہِ خس داشتن
زندگیٔ مرد چیست خواب نہادن ز سر — پس چو بروں رفت خواب پاسِ نفس داشتن
سنگ فگندن بود در صفِ مرداں عیب — دانۂ تسبیح را دامِ ہوس داشتن

ترسمت انجامِ کار بار ستوراں کند　　بانگ و میانِ تہی ہمچو جرس داشتن
ناصیۂ طفل راست نعلچۂ گوہری　　زر صفت خسروست نعل فرس داشتن
مرد نہ ترسد ز فقر شیر نہ ترسد ز زخم　　مذہب عیار نیست بیم عسس داشتن
ہمتِ درویش بس خلد دمے ز انگبیں　　بنارِ ز زرآں گہ در دشیر مگس داشتن
عذرِ عروساں بود دعوئ مردی و بس　　گاہ وغا پیش خصم روے بہ پس داشتن
گندمِ آدم بجوے کز صفتِ مصطفیٰ ہست　　ہمچو یتیمِ خلیل طاسِ عدس داشتن

میم کہ در احمد ست چوں بہ خرد بنگری
ہست بہ نقشِ احمد خاتمِ پیغمبری

ہر کہ بہ راہ وفا خاک تر از خاک نیست　　در صفِ اہلِ صفا عاشقِ چالاک نیست
بہر چہ با غازیاں پا بہ رکاب آورد؟　　آں کہ سرش بہرِ تیغ در خمِ فتراک نیست
بر تو کہ شیداستی ہر ہم ز درشتی تست　　راہ چہ صحرا بود سیل شغب ناک نیست
سبلت شیرست خصم باش کم آزار ازانک　　جز مزہ ہائے گوزن در خور تریاک نیست
خاکِ رہِ عاشقاں سرمۂ چشم ست لیک　　چوں کنم از دست چوں دیدۂ من پاک نیست؟
بر شرفِ نیستی رہ نہ برد ہر خسے　　زاں کہ بہ بامِ بہشت زحمتِ خاشاک نیست
ہستئ خواجہ چہ سود زاں چوں نہ گیرد مراد　　گنج بہ ویرانہ در جز خورشِ خاک نیست
آں چہ مقدر شدست چوں نہ شود بیش و کم　　گر برسد خرمیم ور نہ رسد باک نیست
حرص بہ خاکت کشد شارعِ دیں گیر ازانک　　بے روشِ مصطفیٰ راہ بر افلاک نیست

"علّم آدم" خطے از رقمِ دولتش
"کنت نبیاً" طراز بر علمِ دولتش

عشق نہ جائے ست کش بے خبرے را دہند　　اشک نہ لعلے ست کاں بدگہرے را دہند
تیر چو جاناں زند جلوہ دلے را کنند　　تیغ چو سلطاں کشد مژدہ سرے را دہند

چاشنیٔ درد را سجدهٔ شکر آر از آنک　　زهر به خوانِ ملک ناموری را دهند

درد و بلا زانِ تست گر دمِ مردی زنی　　تن به زنی اعتراف تا دگری را دهند

بادهٔ عشاق چیست خوندنِ دل آب چشم　　وائے گر ایں دورِ ما بے جگری را دهند

دیده مرا می دهد شربتِ اول از آنک　　چاشنیِ مے نخست درد خوری را دهند

پیشِ دو بیناں نه داد صورتِ اسرارِ عشق　　آه گر ایں آئینه کژ نظری را دهند

چشمِ من و پائے شرع گرچه که حیف است از آنک　　خاکِ رهِ مصطفیٰ بے بصری را دهند

هیچ نه خوانده ولے خواندهٔ هر دو سرائے

خانهٔ او بے شکم حاملِ وحیِ خدائے

اے ز دمِ زندگی جسمِ تو جانِ همه　　خلق همه گوهرند سنگِ تو کانِ همه

از ظلماتِ عدم راه که بردے برون　　گر نه شدے نورِ تو شمعِ روانِ همه

بر ورقِ کاف و نون از سرِ کلکت چکید　　هرچه ز آیاتِ لطف بود نشانِ همه

تا به فصیحاں رسید گوهرِ لفظِ تو شد　　رخنهٔ زندانها تیغِ زبانِ همه

تیغِ یداللّٰه تو لیٔ یا گهرِ اقتلوا　　زاں که ترا برکشید حق ز میانِ همه

بر سرِ مه بر نه زد جز تو کسے تیر از آنک　　نیست ز "نون والقلم" تیر و کمانِ همه

ما و گناهِ چو کوه هر دم و غم نے که هست　　بر کتفِ نازکت بارِ گرانِ همه

طرفه که چوں آفتاب سایه نه داری و هست　　از تفِ خورشیدِ حشر از تو امانِ همه

گرچه بخوانی به لطف ور چه برانی به قهر　　ما همه زانِ توئیم ایں تو از آنِ همه

با تو دلِ کافراں گر ز در دل راز گفت

نیست عجب زاں که سنگ با تو سخن باز گفت

بر اُمم از عونِ تو رحمتِ حق بیش باد　　هست درِ خلد باز هفت دَرک پیش باد

کور که ابلیس شد تیر ز کیشِ تو خورد　　سهمِ سعاداتِ ما یا رب از آں کیش باد.

مایهٔ عصیانِ ما هست ز اندازه بیش — در حقِ ما عاصیاں عونِ تو زاں بیش باد
باد به دینِ تو راست دیوِ دلم چوں شهاب — سوختهٔ ایں شهاب دیو بداندیش باد
با تو چه زهره مرا لافِ محبت ولے ؟ — دوستیٔ بندگانت بر دلِ من خویش باد
چوں سفر افتد مرا در رهِ تاریک گور — پرتوِ دینِ ترا مشعله در پیش باد
از بد و در لغو و دروغ کام و لبم هست ریش — نامِ توام بر زباں مرهمِ ایں ریش باد
نوشِ ثنایت مرا کرد زباں نیش کل — شهدِ شهادت مدام بر سرِ ایں نیش باد
نعتِ تو گنجینهٔ ایست نقدِ دو عالم درو — طعمهٔ زاں تا ابد خسروِ درویش باد

گم شده ام در تو خواست راه یقیں می کنم
ره سوے قرآں وبس ختم بریں می کنم



قطعات

بہ باغِ مجلسِ خود ہمچو بلبل
نگہ کن خسروِ شیریں زباں را

قطعات

تا کے اے بے ہمت از بہر دو فلس کردہ ایگ   قبلہ سازی وہ کہ مستے جا بلے افسردہ را
گر قبائے می کنی بارے منہ سر برزمیں   زاں کہ در دیں سجدہ اے نبود نمازِ مردہ را

ولہ

بہ جاہِ فقر تو انگر نماے ہمت باش   کہ گرچہ ہیچ نہ داری بزرگ دارندت
بداں کہ با ہمہ ہستی شوی خسیس مزاج   کہ گرچہ قاروں باشی گدا شمارندت

ولہ

گرچہ فرزند زادۂ ملک ست   بخت اگر نیست خاک میخاید
در گدائے دہ ست دولت مند   ملک کار از وزیر بر باید
گرچہ مادر نہ زاد دولت مند   سعیِ بیہودہ دل بفرساید

ولہ

کے سر فرو برد بہ حضیضِ امل کسے ؟   کورا فرازِ ذروۂ ہمت گذر بود
لیکن چو احتیاج عنانِ خرد گرفت   ناچار مرد دہ بہ دہ و در بہ در بود
از مال دون طبع کہ درماندگی رو ست   مدقوق را دواے ببیں شیرِ خر بود

وله

حاصل خود بجز دوانده بیهوده مخور / باشد آں را چو خوری حاصل دیگر باشد
دگراں را بجزی حاصل دیگر نہ شود / غم امروز ہماں روزت در خور باشد
ابلہی باشد با ہستی زر غم خوردن / ہر کہ او غم خورد و زر نہ خورد خر باشد

وله

از جود و کرم قبول حق جوئی / خود نام بود گر آنت میل است
مقصود زر سرمہ نور چشم ست / زیبائی چشم خود طفیل است

وله

کس درین روزگار نتواں یافت / گر سخن با فروغ می گوید
ہر کہ گوید کہ راست می گویم / راست گویم دروغ می گوید

وله

از گفتن مدح دل بمیرد / شعر ارچہ تر و فصیح باشد
گردد ز نفس چراغ، مردہ / گر خود نفس مسیح باشد

وله

گرچہ بد خوے در کرم کوشد / عود ہردم ہمیشہ سید کند
با ہمہ لطف امیدواراں را / یاد آں خوے نا امید کند

خوے خوش را در ابردیت خواہد
بوے خوش موے را سفید کند

ولہ

حسنِ اخلاق[۱] از خردمنداں تواں کردن طلب — خر بود آں کو ادب جستن بسوے خر بود
بے خرد را عیب نتواں کرد در ترکِ ادب — عیب نبود مور بر تخت سلیماں گر بود
مطربے می گفت خسرو را کہ اے گنجِ سخن — علمِ موسیقی ز فنِ نظم نیکو تر بود
زاں کہ ایں علمے ست کز دقت نیاید در قلم — واں نہ دشوار ست کاندر کاغذ و دفتر بود"
پاسخش گفتم کہ "من در ہر دو معنی کاملم — ہر دو را سنجیدہ بر وزنے کہ آں بہتر بود
فرق می گویم میانِ ہر دو معقول و درست — تا دہد انصافِ آں کز ہر دو دانشور بود
نظم را علمے تصور کن بہ نفسِ خود تمام — کو نہ محتاجِ سماع و صوتِ خنیاگر بود
گر کسے بے زیر و بم نظمے فرو خواند رواست — نے بہ معنی ہیچ نقصاں نے بہ لفظ اندر بود
ور کند مطرب بسے ہاں ہاں ہوں ہوں در سرود — چوں سخن نبود ہمہ بے معنی و ابتر بود
نالے زن را ببیں کہ صوتے دارد و گفتار نے — لاجرم محتاج در قولِ کسے دیگر بود
پس دریں صورت ضرورت حسنا صوت و سماع — از برائے شعر محتاجِ سخن پرور بود
نظم را حاصل عروسے داں و نغمہ زیورش — نیست عیبے گر عروسے خوب بے زیور بود
من کسے را آدمی دانم کہ داند ایں قدر
ور نہ داند پرسد از من ور نہ پرسد خر بود"

ولہ

سفلہ گر قصد دوستاں دارد
ہم بہ بیند سزاے خود ناچار

---

[۱] در تذکرہ دولت شاہ سمرقندی ایں قطعہ باستثنائے ایں دو بیت نقل است۔

عاقبت سوختہ شود یک بار
خس کہ صد پے سرِ چراغ پرد

ولہ

در کار خلق چشم کشادن بہ خیر و شر
روشن دلانِ صاف درون را خلل بود
سوراخ عیب باشد و غربال راہنر
پوشیدہ نیست نزد ہمہ کس کہ طاس را

ولہ

خندہ اے نے بہر سخر دلاغ و بازی و ہوس
گریۂ مردم نہ بہرِ مرگِ خویشاں دادہ اند
یا ز بہرِ اشتیاقِ دیدنِ دلدار و بس
لیک گریہ خاص بہرِ ترسِ ایزد یافتی
خندہ بہرِ ریشِ آن بے ہمتے گر می کند
دعوئ عشقِ خدا و ماسوا اللہش ہوس

ولہ

بیفزاید ہزاراں اعتبارش
کسے کز عشق دولت مند گردد
یکے مرغ ست و می خوانی ہزارش
نہ بینی گر بہ عشقِ بلبلِ مست

ولہ

کہ گوینده بسے ہست از پس و پیشتر
مشو خسرو بہ شعرِ خویش غرہ
بہ چشمِ دشمناں بیں گفتۂ خویشتر
چو گفتِ خویش را بے عیب خواہی
ہمہ کس گفت خود را خوب داند
دگر یار ست ہم تحسیں کند بیش

ولہ

ز افسردگاں مجو اثرِ زندگیٔ دل
نے از مزاجِ ظالمِ سوزندہ خوے خویش
نے شعلہ لے بر آتشِ لالہ تواں فروخت
نے از گلِ چراغ تواں یافت بوے خویش

ولہ

نہ رسم عقل بود نے طریقِ دانائی
کہ زور خود کنی اندر گزافِ ہرزہ تلف
دروں پردہ سخن گوے چوں بریشم چنگ
بروں پردہ نواے مزاں چو پردۂ دف
چو لاف بیش رود، گفت کم رود بہ صواب
چو باد تیز رود، تیر کے رسد بہ ہدف؟

ولہ

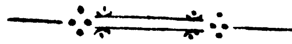
جواں مردے بہ دست آموز خود را
کہ نزدِ ہمگناں مقدار یابی
بہ دستِ داد باید شد جواں مرد
جواں مردِ زباں بسیار یابی

ولہ

مرد بخشندہ را کسے گویند
کہ بہ درویش دہد پے در پے
ہر کہ بخشد بتوانگر درمے
خندہ کن گرچہ بود حاتمِ طے
ابر اگر بر سرِ دریا بارد
شاید ار برق بخندد بر وے

ولہ

عواں را اے ملک شغلے مفرمائے   کہ بدنامت کند از رشوہ خواری
کسے کز بہرِ تو با خلق بد کرد   کند با تو ہمیں ناسازگاری
کسے کش پروری از خونِ مردم
وفا داری از او چوں چشم داری؟



رُباعیات

اگرچہ خسرو روے زمیں شدم بہ سخن

ہم از وفا سوے تو روے بر زمین دارم

رباعیات

یارب که اماں نہ آب وگل دہ مارا — توبہ ز نگارانِ چگل دہ مارا
در عالم بے دلی نمارہ داں گاہ — چوں دل بروُد ز دستِ دل دہ مارا

اے آں کہ شدہ طفیلت آدم پیدا — گشت از سببِ تو چرخِ اعظم پیدا
نورِ تو نہ گنجید چو در یک عالم — بہرِ تو خدا، کرد دو عالم پیدا

شیخے بہ حقِ نظامِ دیں شد تا را — گنجور خداست عالم بالا را
صاحب قدمے ست ہر مریدش کہ کند — بر کشتی کفش عبرہ نہ دریا را

از شیخ نظام چوں سلام ست مرا — با حسنِ عمل عیش مدام ست مرا
امیدِ پس مرا دو کام ست مرا — زیرا ہمہ کار با نظام ست مرا

گوئی تو کہ جز خاک نہ بیزم آں جا — نہ نشینم تا ز جاں نہ خیزم آں جا
جائے کہ چکد خوے ز رخت نامردم — گر خون دل از دیدہ نہ ریزم آں جا

انگور ہمی گفت ز من بوے مرا[۱] — امروز کہ عزت ست ہر سوے مرا

---

۱ رباعی در "ن" محذوف ست۔

شد پختہ درونِ من ز دستِ خورشید
گوئی کہ کند ہستہ سیہ روے مرا

تا چشمِ تو بہ نمود ز ابرو محراب
زاں قبلہ بناے دینِ من گشت خراب
بر خاکِ درِ تو مردمِ چشمِ مرا
فرض ست تیمم ارچہ غرق ست در آب

صانع ملکے کہ ہستیٔ ما پرداخت[۱]
وز لطف شکستگانِ خود را بنواخت
از خاکِ گلِ کوزہ برون می آید
یعنی ز گلے کوزہ چنیں باید ساخت

مادر بانیم و غنچہ ہا بشگفتہ ست[۲]
بستاں ز پے آمدنت آشفتہ ست
گل نامہ بدست، باد گرد ست رواں
موے سخنے چند زبانے گفتہ ست

اے بر سرِ خوبانِ جہاں سر چشمت[۳]
درد از چہ فتادست بگو در چشمت؟
از بس کہ بہ چشمِ تو در آمد دلِ من
دردِ دلِ من کرد اثر در چشمت

آن درد کہ خود را بہ دو زانوے تو بست[۴]
از بستگیٔ خویش دلِ ما را خست
تا از دلِ دشمنِ تو گوید سخنے
در پیشِ تو آمد بہ دو زانو بہ نشست

عاشق کہ اسیر شد بہ زلفِ مستت[۵]
اندیشۂ او ہیچ بہ خاطر ہستت؟
شطرنجِ امید با وصالت می باخت
بازی بازی چناں بماند بر دستت

---

[۱] [۲] [۳] [۴] [۵] در "ن" رباعی محذوف است۔

[1] بر دل که ز غم خیمهٔ زخوناب زده ست — چشمِ تو ز غمزه تیرِ پُرتاب زده ست
زیں ساں که رواں کرد خیالت زرهِ چشم — پس چیست بگو کو چه رهِ خواب زده ست؟

[2] خط بر لبِ تو نقش نگیں افتاده ست — خورشید از آں نگیں نگیں افتاده ست
زاں زلفِ تراشکسته شد سرِ تا پای — کز سروِ بلند بر زمیں افتاده ست

[3] مطرب که کمانچه در سرود آورده ست — از موے کسے دو تار رود آورده ست
پستانِ تو نرگس از کجا افتاده ست؟ — یا نرگسِ تو شیر فرود آورده ست؟

[4] در خوشهٔ انگور ببینی چون ست؟ — کز ذوق و حلاوت ز صفت بیرون ست
از بس که ز گرمیِ هوا پخته شده ست — سر تا قدمش آبلهٔ پُر خون ست

[5] انگور که جاں در شکر آب افگنده ست — در جامِ نشاطِ ما شراب افگنده ست
هر خوشه چو مادرے که صد بخت بزاد — هر چند که تخمِ خود در آب افگنده ست

[6] مسکیں دلم از غم به زیاں فتاده ست — زاں زار زبانه در فغاں افتاده ست
ماندست فتاده در کفِ خوش پسراں — دیوانه به دستِ کودکاں افتاده ست

[7] رعدم نه دهل که جاے من بر گردون ست — گردوں داند صداے آں رعد که چون ست
بے پرده ز من بروں نیاید آواز — هر چند که آوازِ من از پرده برون ست

---

[1] [2] [3] [4] [5] [6] [7] در "ن" رباعی محذوف است۔

خشخاش که بوده باگلش خار رست نشست ۱؎ ‌ امروز نه می رسد چو گل دست به دست
گوید سخنے به رمز سرپوشیده ‌ کاندر دلِ او هزار باریکی هست

تا لشکرِ شاه راه بالا بگرفت ۲؎ ‌ دل رفت زجاؤ غم دردجا بگرفت
اے آب میاے بعد از ایں با ملتاں ‌ چوں جائے تو آب دیدۂ ما بگرفت

زیں واقعہ کامسال بہ ملتاں زاد ست ۳؎ ‌ از گریہ نفیر در جہاں افتاد ست
فریاد زگوشِ من بر آمد چہ کنم ؟ ‌ ہر سوئے کہ گوش می نہم فریاد ست

آں شمع کہ شمعِ روشنی را دودہ ست ۴؎ ‌ خود را رخِ او کہ باد در چشمت سودہ ست
در دیدۂ تو جاے گرفت ست آلے ‌ بسیار بہ دنبالۂ چشمت بودہ ست

با روے تو غنچہ را دہاں خنداں نیست ۵؎ ‌ گل ہست ولے پیشِ رخت چنداں نیست
از رشکِ لبت پستہ بخاید لبِ خود ‌ لیکن چہ کند در دہنش دنداں نیست

دستار چہ در دستِ تو شاہا عجب ست ؟ ۶؎ ‌ در وے ہمہ نقشہاے زیبا عجب ست ؟
از غایتِ لطف ہست چوں قطرۂ آب ‌ در قطرۂ آب موجِ دریا عجب ست ؟

در ملک قلندر کہ جہاں بانیٔ ماست ‌ دیدن بہ پری دشاں سلیمانیٔ ماست
سندچو بر آسمان خمار کنم ‌ ہر قطرۂ مے نگینِ سلطانیٔ ماست

۱؎ ۲؎ ۳؎ ۴؎ ۵؎ ۶؎ در "ن" رباعی محذوف است ۔

زاں گہ کہ مرا غمِ تو چوں جاں بہ تن ست　　خوں ریختنم ز مردمِ دیدہ فن ست
زیں گونہ مبیں اشک مرا خار آخر　　خونِ من و خار زادۂ چشمِ من ست

از شعلۂ عشق ہر کہ افروختہ نیست[1]　　با او سر سوزنے دلم دوختہ نیست
گر سوختہ دل نہ ای ز ما دور کہ ما　　آتش بہ دلے زنیم کاں سوختہ نیست

از چرخ پدید شد رخِ خرمِ صبح[2]　　گل خاست ز خواب و شست روئے از دمِ صبح
روشن کنم آئینۂ جان از دمِ صبح　　چون تیرہ شد آئینہ ماہ از دمِ صبح

ہر جا کہ سخن در بت و بت رو افتد　　وہ کایں دل بت پرست آں سو افتد
یارب تو مرا دردِ نہ اے وہ کہ بہ صدق　　"ہو" گویم و اندر دلِ من "ہو" افتد

وصفِ شرفِ تو بیش از ادراک آمد　　سبقِ ادبت "نعبد ایاک" آمد
توقیعِ تو کز صحیفۂ پاک آمد　　"لولاک لما خلقت الافلاک" آمد

احمد نامے کہ کان عالم زد بود　　یک سوے قبایش فلکِ نہ تو بود
بسیار چکید، قطرہ ہا از آدم　　آں قطرہ کہ بحر گشت آخر او بود

چشم از رخ تو جاے دگر نتواں برد　　سوداے تو از سینہ بدر نتواں برد
بے روے تو می رود بہ سر عمرِ عزیز　　ضائع تر از ایں عمر بہ سر نتواں برد

---

[1] ایں رباعی در تذکرہ دولت شاہ ہم موجود است۔ [2] در "ن" رباعی محذوف است۔

رخت از درِ دوست بر گراں خواہم برد　　جاں خواہم داد بلکہ جاں خواہم برد
اے دل پس ازیں تو دانیؑ و آں بدخوے　　من زحمتِ خویش از میاں خواہم برد

زلفت کشم امشب ہمہ شب جانم داد　　چشم تر و اشک گوہر افشانم داد
بوسی کہ بگفتی ار ترا دشوار ست　　کن بر لب خود حوالہ من دانم داد

دل در شکنِ زلف دوتاے تو بماند　　جاں نیز چو ذرہ در ہواے تو بماند
ہر کس سرِ خود گرفت و رفت از کویت　　الا سرِ من کہ زیرِ پاے تو بماند

گویند نصیحت از چہ افزوں آرد　　عشق از دلِ عشاق بروں چوں آرد؟
سوزن کہ بہ صد حیلہ کشد خار ز پاے　　پیکاں ز جگر چگونہ بیروں آرد؟

شب ساقیؑ دوست رو مرا دشمن بود　　من مست و بہ دل آں بتِ سیمیں تن بود
ہر بادہ کہ بود خونِ جانِ من بود　　گوئیؑ کہ بر آتشِ دلم روغن بود

ما را ز حریف دردِ جاں می باید　　بل جرعہ کشِ دردکشاں می باید
آں شیفتۂ سوختہ جاں می باید　　آتش زدہ اے بہ خانماں می باید

دوش آمدہ و وعدہ شرابم می داد　　خونابہ بہ جاے مے نابم می داد
می پرسیدم حالِ دل او خامش بود　　واں زلف بہ جاے او جوابم می داد

نامی صنمی کہ در دلم رہ دارد　　دریابدے ہر کو دلِ آگہ دارد
باآں کہ سرِ وفا نہ دارد چہ خوش ست؟　　آں شوخ سرِ طرہ کہ برمہ دارد

---

[۱] عشاق کہ بر روے تو دل بر دستند　　تاچیست کہ بانہ در سر آدر دستند؟
جز خال کہ گنجد بہ میانِ ایشاں　　امروز کہ ہر دو سر یکے کر دستند

---

[۲] موراں خطِ تو بہ دانۂ جاں بجزند　　سوراخ بہ دل کنند و پنہاں بجزند
گرد آمدہ اند برلبِ چوں شکرت　　مارا شکرے نیست کہ ایشاں بجزند

---

[۳] آں ترکِ ختا کہ بادِ سنبش بوزید　　در زیرِ دو گوش خطِ سبزہ بجشید
گوئی سرِ زلفِ او بیالود ز خوے　　کش زیر بنا گوش سیاہی بدمید

---

[۴] خوں کز غمت از دیدہ بروں می گذرد　　چوں درد بہ دیدہ اے کہ خوں می گذرد
از مردمک دیدہ برآمد فریاد　　کامروز دریں خانہ چہ چوں می گذرد

---

[۵] زریں دہلِ شہ کہ فغاں می زاید　　وز زادنِ او طرب بہ جاں می زاید
دیدم کہ دو رستہ است واں کانِ گراں　　کاوازۂ فتح ہر زماں می زاید

---

[۶] ہستم دہلے کہ چوں مرا ساز کنند　　ز آوازہ جہانے پر از آواز کنند
در معرکہ چوں بانگ بر اعدا نہ زنم　　فرماں ست کہ "پوست از سرم باز کنند"

---

[۱] [۲] [۳] [۴] [۵] [۶] در "ن" رباعی محذوف است۔

۱؎
بنگر بہ دہل چوں کہ شبش یاد کند   از شادیٔ خویش خلق را شاد کند
ہر گہ کہ گرہ زخمہ زند در حقِ او   از کوفتگی ہزار فریاد کند

۲؎
جورے کہ لبِ شکر فروشِ تو کند   در مستیٔ چشم بادہ نوشِ تو کند
در بنار تراشیدنِ سر شد زلفت   ورنہ ز پے چہ سر بہ بگوشِ تو کند

۳؎
تیغت کہ از او روے عدو پشت بود   گردِ ہمہ آفاق چو دو مشت بود
یارب کہ ہمہ روے زمیں خوں گیرد   آں آب کہ پہناش سہ انگشت بود

۴؎
قومے کہ درا و عرصۂ کیں می خسپند   فریاد چہ از بہر چنیں می خسپند
برخاک نہادہ اند سرہا گوئی   در ماتم خویش بر زمیں می خسپند

۵؎
ایں گرد بلا بیں کہ برانگیختہ شد   تا گہ بہ سر پیر و جواں ریختہ شد
آں روے جوانانِ سیہ خط برخاک   گر آبِ حیات بود ہم ریختہ شد

۶؎
کافر چو بہ رزم حملہ برغازی کرد   در گردنِ غازی رسن اندازی کرد
ایں ہم ز تعصباست ورنہ کافر ہرگز   با خسروِ غازیاں رسن بازی کرد

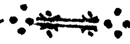
۷؎
آں کیست کہ سوے رفتگاں رہ جوید؟   ما را خبر از حال اسیران گوید
پاسے کہ ز برگِ گل خراشیدہ شدے   یارب کہ میانِ خار چون می پوید؟

۱؎ ۲؎ ۳؎ ۴؎ ۵؎ ۶؎ ۷؎ در "متن" رباعی محذوف است۔

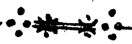
۱؎ خشخاش که آرایش حلواش کنند   که در کف و گاه در دهن جاش کنند
بُرّند برای ریزه‌ای چند سرش   وان که سر زیر و پای بالاش کنند



۲؎ جانان لب تو آب جان می‌ریزد   وز غیرت تو خون کسان می‌ریزد
وان جامه بر اندام تو از کرده خوی   چون قطرهٔ آب ست از آن می‌ریزد



۳؎ یارب شد و زد در دل من آه بماند   وز دامن وصل دست کوتاه بماند
بر خاک رهش دو دیده را بنهادم   او رفت و مراد و دیده بر راه بماند



چشمت که جفا ها ز حد افزون آرد   تا چند ستم بر من محزون آرد ؟
این گریهٔ من که شبروی پیشه گرفت   ترسم که شبی بر تو شبیخون آرد



بستان چو بسر کشید پیرایهٔ ابر   آورده بر و شیر فرو دایهٔ ابر
گل بس که لطیف و نازک آمد در باغ   ترسم که گران شود بر او سایهٔ ابر



رویت تو شب اندر قمر آورد آخر   در آب رخت ابر در آورد آخر
آن خط که بر آتش عذار تو دمید   دود از مه و خورشید بر آورد آخر



عاشق که شد افروخته جان و جگرش   هست از دل خود غمش نه از سیم و زرش
پروانه، نه شمع سوخت تا پا به سرش   بل کاتش دل گرفت در بال و پرش

۱؎ ۲؎ ۳؎ ۴؎ در «ن» رباعی محذوف است۔

[1] زحمت دادم دوشش بہ بوسے چندش ناگہ بگزیدم لب ہمچوں قندش
پرکالہ کہ کردہ ام جدا از لب او جاں پارہ شدست و می کنم پیوندش

گیسوے تو بہ بستہ ست ہم زنجیرم لیکن نہ چو من کہ زار و بے تدبیرم
ہم تو بجز ایں فرق کہ از دیدنِ تو ایشاں ہمہ می زیند و من می میرم

مائیم کہ از قبلہ بہ بت خو کردیم دیباچۂ نام و ننگ یک سو کردیم
دل را کہ ہمی خزینۂ معرفت ست بازیچۂ کودکانِ بت رو کردیم

[2] روزے کہ نہ در خدمت خویشاں بزیم با عیش برد دل پریشاں بزیم
عمرم شد و دوستاں اگر باز آیند گو عمر مباش من پریشاں بزیم

[3] مہ را سرِ ابروے تو دیدن نہ دہم شب را خمِ گیسوے تو دیدن نہ دہم
آں کس کہ بدید روئیت ار جاں بدہد جاں بر سر موے تو ز دیدن نہ دہم

[4] من مے نہ خورم کہ حسرت از دے نخورم ور نیز خورم بادف و بانے نہ خورم
گویند مرا "مے مخور" اے شیشۂ مے خونِ تو خورم زیں پس اگر مے نہ خورم

صانع احدے کہ ساخت ایں چرخ کہن نے عقل رسد بہ کنہِ وصفش نہ سخن
او خود ز یک امرِ "کن" جہاں پیدا کرد آں کیست کہ در قضاش گوید کہ "مکن"

[1] [2] [3] [4] در "ن" رباعی محذوف است۔

ھستم[۱] دہل و زبانگِ من خصمِ جہاں صد نکتہ بہ پیشِ شہ برانم بہ زباں
خالی کردم خانۂ دل بر دمنست کامد برمن عروس دولت بہ نہاں

تا شد ز برِ من آں کہ بودے بامن[۲] بس غم کہ مرا در آید از پیراہن
چوں ابر گریستیم بہ چندیں قطرات چہ گریہ کہ قطرہ قطرہ کردم دامن

مائیم خرابِ جرعۂ مے خواراں مارا چہ غم از طعنۂ نیکو کاراں ؟
ایں سر کہ لگد می خورد از خماراں کے غم خورد از سرزنشِ ہشیاراں ؟

مشکیں خط تو کہ جوے خوں آید ازاو[۳] دل خوش شود آں گہے زبوں آید ازاو
خونم خوردی دگر لبت را بگزم نے خونِ تو خونِ من بروں آید ازاو

جمعے ہمہ گردن برمن گردہ گرد[۴] بودند چو خونِ کشتگاں اندر دد
ہر خار ہمی گرفت دامن کہ مپوے ہم آبلہ می فتاد در پے کہ مدو

آں یار کہ شد غارتِ جانم ہب[۵] او بر بود دلم طرۂ ہمچوں شبِ او
زاں بستہ ہمی شود سخن در دہنش کز شیرینی نہ می کشاید لبِ او

گرچہ رخِ تو سمن بود ہم تو بگو[۶] در گل چو تو در چمن بود ہم تو بگو
بہ زاں نہ بود سخن کہ گویم لبِ تو در بہتر از آں سخن بود ہم تو بگو

---

[۱] [۲] [۳] [۴] [۵] [۶] در "ن" رباعی محذوف است۔

[1] اے خلعتِ تو زمانه در پوشیده — بشنو سخنے ز بنده سر پوشیده

گر دل به گناه می شود گو «می شو» — در عقل ز راه می شود گو «می شو»
از دل نه رود خیالِ خطِ پسراں — گر نامه سیاه می شود گو «می شو»

گر جاں برود بهرِ لقا دیدنِ تو — چه فرق ز نا دیدن تا دیدنِ تو
دیده که ترا دید مرا کرد اسیر — هجرانش سزا کرد به نا دیدنِ تو

[1] اے خلعتِ تو زمانه در پوشیده — بشنو سخنے ز بنده سر پوشیده
با هر دو چو یک تنیم، نیکو نه بود — یک نیمه برهنه و دگر پوشیده

[2] آزارِ منِ دل شده اے ماه مخواه — گشتی چو ز حالِ دلم آگاه، مخواه
من عشق ترا به جان و دل می خواهم — تو خواه بخواه بنده را خواه مخواه

[3] رفتی و مرا بماند اے روے چو مه — دستِ طرب از دامنِ وصلت کوته
وان گه نه شود چشمِ من از گریه سفید — بے روے تو اے روے چنیں چشمِ سیه

اے دوست رضا به حکمِ یزدانی ده — ده طاعت حق دادِ مسلمانی ده
چشمت چو زنا کند گرش خواهی پاک — غسلش تو ز گریهٔ پشیمانی ده

جانا منشیں بر گذرِ تیزی آه — آتش رسدت ز آتش انگیزیٔ آه
تا در سرِ کوے تو نه پنداری سهل — شب گردیٔ گریه و سحر خیزیٔ آه

[4] اے ختمِ رسل درِ نبوت بستی — وز معجزه جانِ منکراں را خستی
مردانه مهِ دو هفته کردی به دو نیم — شاهانه مصافِ بدر را بشکستی

[5] در کوچ نه دانم ز کجا می آئی؟ — کاں روے چو مه به گرد می آرائی
اے گرد چرا به روے او می پائی؟ — خورشید چرا به گرد می اندائی؟

[6] زلفِ تو که پیوسته به تابش داری — آشوبِ دلِ منِ خرابش داری
تری خطِ تو هر زماں تازه تر است — گر بیشتر اندر آفتابش داری

---

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ در «ن» رباعی محذوف است۔

۱؎ اے دل که ز سودائے کسے ویرانی — تا چند مرا ز یادِ او می رانی ؟
گفتی که "بگیر زلفِ او" می خواهی — تا مار به دستِ دیگراں گیرانی

۲؎ هستم دہل و شد تنم از لت چوبے — دز خوردنِ چوب می کنم آشوبے
گر از گرہ کوفته شوم چه تواں کرد؟ — کس نیست که از کژاں نه دارد کوبے

۳؎ از عزِ محمدؐ ار نه داری خبرے — کن از رہِ عقل در شهادت نظرے
الله و محمدؐ ست پیوسته بهم — یعنی که میان شاں نه گنجد دگرے

۴؎ هر روز به غمزه قصدِ جانم چه کنی ؟ — سرگشته و رسوائے جهانم چه کنی ؟
یک شب اگرت مست بیابم تنها — دانم چه کنم اگر نه دانی چه کنی ؟

اے غم که همی بر منِ غم خوار آئی — وقتے چه شود گر به دلِ زار آئی
اے شب که سیاه می کنی روز مرا — یارب که به روزِ من گرفتار آئی

زیں پیش من و کوئے تو مردم خوار — عشقے و دلے و دردے و بیمارے
گر از تو نیابم به هوس دیدارے — کم زاں که دراں هوس بمیرم بارے

اے باد که از کوئے وفا می آئی — آلوده به بوئے آشنا می آئی
زاں گونه که نغز و جاں فزا می آئی — من می دانم که از کجا می آئی ؟

هر چند تو اے دل که به قرآں بینی — در حقِ محمد همه احساں بینی
در حلقهٔ خاتم النبیین بنگر — تا در دلِ او اصبعِ رحماں بینی

۱؎ ۲؎ ۳؎ ۴؎ در "ن" رباعی محذوف است۔